سفرنامہ ابن بطوطہ

مترجم

پیرزادہ محمدحسین

مہمی

مضمون	صفحہ
فائدہ ۶۔ حکایت متعلق ارمنیان۔	۱۰۰
ذکر ۷۔ حصن الفاسیر میں ورود۔	۱۰۱
فصل ۸۔ حصن الشغر بکاس میں ورود	〃
فصل ۹۔ شہر صیہون میں ورود	۱۰۲
ذکر ۱۰۔ مزار عیسیٰ البدوی۔	〃
ذکر ۱۱۔ حصن القدموس میں ورود۔	〃
ذکر ۱۲۔ حصن المینقہ میں ورود	〃
اذکار ۱۳۔ حصون العلیقہ، صیاف، کہف و فرقہ اسمٰعیلیہ۔	〃
ذکر ۱۴۔ امیر الامرا قراسنقور کا تاریخی حال	۱۰۳
فصل ۱۵۔ شہر جبلہ میں ورود۔	۱۰۶
ذکر ۱۶۔ مزار حضرت ابراہیم بن ادہمؒ	〃
فائدہ ۱۷۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کے متعلق حکایت۔	〃
ذکر ۱۸۔ فرقہ نصیریہ۔	۱۰۸
فائدہ ۱۹۔ حکایت متعلق فرقہ نصیریہ	۱۰۹
فصل ۲۰۔ شہر لاذقیہ میں ورود۔	۱۱۰
فائدہ ۲۱۔ حکایت متعلق ابن المؤید ہجا	۱۱۱
ذکر ۲۲۔ دیر قاروس مُحفظ	۱۱۲
ذکر ۲۳۔ حصن المرقب میں ورود	〃
ذکر ۲۴۔ جبل اقرع میں ورود۔	۱۱۳
ذکر ۲۵۔ جبل لبنان میں ورود	〃
فائدہ ۲۶۔ حکایت متعلق فقرائے کوہ لبنان۔	〃
فصل ۲۷۔ شہر بعلبک میں ورود۔	۱۱۴
ذکر ۲۸۔ پیداوار و صناعات بعلبک	۱۱۵
باب (۱۷) ہفدہم	
فصل ۱۔ دمشق میں ورود۔	〃
ذکر ۲۔ توصیف دمشق از ابن جبیر۔	۱۱۶
ذکر ۳۔ اشعار متعلق دمشق۔	۱۱۷
ذکر ۴۔ اشعار شرف الدین وغیرہ متعلق دمشق۔	۱۱۸
ذکر ۵۔ جامع دمشق عرف جامع بنی امیہ	۱۲۳
ذکر ۶۔ عہد عثمانی کا قرآن شریف	۱۲۶

مضمون	صفحہ
ذکر ۷۔ محراب الصحابہ یا اسلام میں پہلی محراب۔	۱۲۶
ذکر ۸۔ محراب الحنفیہ۔	〃
ذکر ۹۔ محراب الحنابلہ۔	〃
ذکر ۱۰۔ منارہائے مسجد دمشق۔	۱۲۷
ذکر ۱۱۔ موذنین مسجد مذکور۔	〃
ذکر ۱۲۔ مزار مبارک حضرت زکریا علیہ السلام۔	〃
ذکر ۱۳۔ فضائل مسجد دمشق۔	〃
ذکر ۱۴۔ مزار مبارک حضرت ہود علیہ السلام۔	۱۲۸
ذکر ۱۵۔ دروازہائے مسجد قطعہ سنان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	〃
ذکر ۱۶۔ گھڑیالی دروازہ	۱۳۰
ذکر ۱۷۔ باب البر	〃
ذکر ۱۸۔ مدرسہ شافعیہ۔	〃
ذکر ۱۹۔ دہلیز باب الجوفی عرف باب النطفانیین۔	۱۳۱
ذکر ۲۰۔ امامیات مسجد مذکور	〃
ذکر ۲۱۔ مدرسین و معلمین مسجد مذکور	۱۳۲
ذکر ۲۲۔ قضاۃ دمشق	۱۳۳
فائدہ ۲۳۔ حکایت متعلق ابن تیمیہ	〃
ذکر ۲۴۔ مدارس دمشق۔	۱۳۵
فائدہ ۲۵۔ حکایت ظہیر الدین عجمی۔	〃
ذکر ۲۶۔ ابواب دمشق۔	۱۳۷
ذکر ۲۷۔ بعض مشاہد مزارات دمشق	〃
ذکر ۲۸۔ مزار حضرت ام حبیبہ۔	〃
ذکر ۲۹۔ مزار امیر المومنین معاویہ	〃
ذکر ۳۰۔ مزار حضرت بلالؓ	〃
ذکر ۳۱۔ مزار حضرت کعب احبارؓ	〃
ذکر ۳۲۔ مزار حضرت اویس القرنی	۱۳۸
اذکار ۳۳۔ مزارات حضرت ابی بن کعب حضرت باز اشہبؓ	〃
فائدہ ۳۴۔ حکایت متعلق وجہ تسمیہ باز اشہب یا رسلان۔	۱۳۹

مضمون	صفحہ
(اذکار ۳۵۔ مزارات حضرت ام الدرداءؓ (۳۶) مزار حضرت فضالہ بن عبیدؓ (۳۷) مزار حضرت واثلہ بن الاسقعؓ (۳۸) مزار حضرت سہل بن حنظلہ (اصحاب بیعت الشجرہ)	۱۳۹
ذکر ۳۹۔ مزار حضرت سعد بن عبادہؓ	۱۴۰
ذکر ۴۰۔ مزار حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	〃
ذکر ۴۱۔ مزار حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا	
ذکر ۴۲۔ مزار حضرت مریم علیہا السلام۔	۱۴۱
ذکر ۴۳۔ مزار حضرت ابی مسلم خولانیؒ	〃
ذکر ۴۴۔ مزار حضرت ابی سلیمان الدارانیؒ	〃
ذکر ۴۵۔ مسجد الاقدام جہاں نشانات اقدام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں	〃
ذکر ۴۶۔ کتبے جنسے یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مزارات کا ثبوت ہوتا ہے	〃
ذکر ۴۷۔ الکنیسۃ الاعظم جنکی یہودی بہت تعظیم کرتے ہیں۔	۱۴۲
فائدہ ۴۸۔ حکایت۔	〃
ذکر ۴۹۔ رباط دمشق۔	۱۴۳
اذکار ۵۰۔ جبل قاسیون و صالحیہ۔	۱۴۳
ذکر ۵۱۔ مشاہد متبرکہ قاسیون	۱۴۴
ذکر ۵۲۔ مزار حضرت ذوالکفل علیہ السلام	〃
ذکر ۵۳۔ جبل قاسیون کے قریب کے مواضعات اور پہاڑیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپکی والدہ ماجدہؑ کے رہنے کا مقام۔	۱۴۵
ذکر ۵۴۔ اوقاف دمشق۔	۱۴۷
ذکر ۵۵۔ باشندگان دمشق کے فضائل و عادات۔	〃
فائدہ ۵۶۔ حکایت متعلق اوقاف	۱۴۸
ذکر ۵۷۔ دمشق کے ان باشندوں کا ذکر جن سے میں نے حدیث شریف کی سماعت کی خصوصاً جنہوں نے حدیث شریف کی اجازت دی۔ روانگی	۱۵۲
باب (۱۸) ہیجدہم	
دمشق سے بصوب مدینہ منورہ سفر	
فصل ۱۔ موضع کسوہ میں ورود۔	〃
فصل ۲۔ موضع صنمین میں ورود	۱۵۳
فصل ۳۔ شہر زرعہ میں ورود۔	〃

مضمون	صفحہ
فصل ۴ - شہر بصری میں ورود۔	۱۵۵
ذکر ۵ - برکۃ الزیزہ۔	״
ذکر ۶ - الیجون۔	״
ذکر ۷ - قلعہ کرک۔	۱۵۶
فائدہ ۸ - حکایت متعلق قلعہ۔	״
ذکر ۹ - موضع ثنیہ	۱۵۷
فصل ۱۰ - شہر معان میں ورود	״
ذکر ۱۱ - مقام ذات حج	״
ذکر ۱۲ - وادی بلدرج۔	״
فصل ۱۳ - مقام تبوک میں ورود	״
ذکر ۱۴ - الوادی الاخیضر	۱۵۸
ذکر ۱۵ - برکۃ المعظم	״
ذکر ۱۶ - برکۃ (بئر) الحجر	۱۵۹
ذکر ۱۷ - دیار ثمود	״
فصل ۱۸ - مقام علا میں ورود۔	״
ذکر ۱۹ - وادی عطاسن۔	۱۶۰
ذکر ۲۰ - مقام ہدیہ۔	״
باب (۱۹) نوزدہم	
فصل ۱ - طیبہ مدینہ رسول اللہ صلعم	
و شرف وکرم۔	״
اذکار ۲ مسجد نبوی (۳) و روضہ	
شریفہ صلے اللہ علیہ وسلم۔	״
ذکر ۴ مسجد کی بنا کے آغاز کا ذکر۔	۱۶۳
ذکر ۵ منبر مسجد نبوی صلعم۔	۱۶۷
ذکر ۶ خطباء و ائمہ مسجد نبوی صلعم۔	۱۶۸
فائدہ ۷ - حکایت۔	״
ذکر ۸ - خدام و مؤذنین مسجد نبوی	
علیہ التحیۃ والثناء۔	۱۶۹
فائدہ ۹ - حکایت۔	״
ذکر ۱۰ - مجاورین مسجد نبوی صلعم۔	۱۷۰
فائدہ ۱۱ - حکایت۔	۱۷۱
فائدہ ۱۲ - حکایت۔	۱۷۲
ذکر ۱۳ - امیر مدینہ منورہ۔	״
ذکر ۱۴ - مزارات خارج از بلدہ مذکور	۱۷۳

مضمون	صفحہ
فائدہ ۱۵ - حکایت۔	۱۷۵
باب (۲۰) بستم	
سفر از مدینہ منورہ بصوب مکہ معظمہ	۱۷۷
ذکر ۱ مسجد ذی الحلیفہ۔	״
ذکر ۲ شعیب علی علیہ السلام۔	״
ذکر ۳ - مقام روحا۔	״
ذکر ۴ - مقام سقرا۔	۱۷۸
ذکر ۵ - مقام بدر۔	״
ذکر ۶ - الصحراء المعرفۃ بقاع البزوار	۱۷۹
ذکر ۷ - وادی رابغ۔	״
ذکر ۸ - عقبۃ السویق	״
ذکر ۹ - برکہ خلیص	״
ذکر ۱۰ - مقام عسفان	۱۸۰
ذکر ۱۱ - مقام مدرج	״
ذکر ۱۲ - بطن مریا مر الظہران	״
باب (۲۱) بست ویکم	
مکہ معظمہ میں ورود و فضائل مقام ہذا۔	۱۸۱
ذکر ۱ - شہر مکۃ المعظمۃ	۱۸۲
ذکر ۲ - مسجد حرام شرف اللہ وکرمہ۔	۱۸۳
ذکر ۳ - کعبہ معظمہ شریفہ زادہا اللہ	
تعظیما وتکریما۔	۱۸۴
ذکر ۴ - میزاب مبارک	۱۸۷
ذکر ۵ - مزار مبارک حضرت اسمعیل ع۔	״
ذکر ۶ - مزار حضرت ہاجرہ	״
ذکر ۷ - الحجر الاسود۔	״
ذکر ۸ - المقام الکریم۔	۱۸۹
ذکر ۹ - حجر و مطاف یا حطیم	״
ذکر ۱۰ - زمزم مبارک۔	۱۹۰
ذکر ۱۱ - کتب خانہ حرم شریف۔	۱۹۱
ذکر ۱۲ - دروازہ ہائے مسجد الحرام	
و مشاہد کریمہ متصلہ	״
ذکر ۱۳ - الصفا والمروہ۔	۱۹۴
ذکر ۱۴ - جبانہ مبارکہ یا قبرستان	۱۹۶

مضمون	صفحہ
ذکر ۱۵ - مزار ام المومنین خدیجہ رض	۱۹۶
ذکر ۱۶ - مزار امیر المومنین ابی جعفر المنصور	״
ذکر ۱۷ - بعض مشاہد بیرون آبادی	
مکہ معظمہ۔	۱۹۷
ذکر ۱۸ - ابولہب و اسکی زوجہ کی قبریں	״
ذکر ۱۹ - جبال متصل مکہ معظمہ۔	۱۹۸
ذکر ۲۰ - مزار حضرت آدم علیہ السلام	۱۹۹
فائدہ ۲۱ - حکایت متعلق جبل ثور۔	۲۰۱
ذکر ۲۲ - امراء مکہ معظمہ۔	۲۰۳
ذکر ۲۳ - فضائل باشندگان مکہ معظمہ۔	״
اذکار ۲۴ - قضاۃ، خطباء، امام الموسم	
علماء و صلحائے مکہ معظمہ۔	۲۰۴
فائدہ ۲۵ - حکایۃ مبارکہ۔	۲۰۵
فائدہ ۲۶ حکایت۔	۲۰۷
ذکر ۲۷ - محمد بن برہان کا وسواس۔	۲۰۸
ذکر ۲۸ - بعض مجاورین مکہ معظمہ۔	״
فائدہ ۲۹ - حکایت متعلق فضیل باطریح	۲۱۰
فائدہ ۳۰ - حکایت متعلق شیخ مذکور۔	۲۱۱
فائدہ ۳۱ - حکایت متعلق حسن مجنون	۲۱۶
ذکر ۳۲ - دستور عادہائے باشندگان	
مکہ معظمہ متعلقات اسکے۔	۲۱۷
ذکر ۳۳ - نماز جمعہ اور خطبہ میں	
باشندگان مکہ کی عادات کا۔	۲۱۸
ذکر ۳۴ - اہل مکہ کی ہر ماہ میں	
عادات رویت ہلال کا۔	۲۲۰
ذکر ۳۵ - عادات رویت ہلال ماہ رجب	״
ذکر ۳۶ - عمرہ رجب۔	۲۲۱
ذکر ۳۷ - شب برات باشندگان	
مکہ معظمہ نصف شعبان کی رات میں ان	
کی عادات۔	۲۲۳
ذکر ۳۸ - رمضان المبارک باشندگان	
مکہ معظمہ۔	
ذکر ۳۹ - شوال المکرم باشندگان مکہ معظمہ	
ذکر ۴۰ - احرام الکعبہ۔	

مضمون	صفحہ
ذکر ۱۴۔ شعائر حج و اعمال۔	۲۲۸
ذکر ۱۴۔ لباس کعبہ۔	۲۳۰
باب (۲۲) بست و دوم	
ذکر ۱۔ مکۂ معظمہ سے بصوب مدینۂ منورہ شرفہا اللہ روانگی۔	۲۳۲
باب (۲۳) بست و سوم	
مدینۃ المنورہ سے مشہد علی کو کوچ	
فصل ۱۔ الوادی العروس میں ورود	۲۳۴
فصل ۲۔ سرزمین نجد میں ورود	"
ذکر ۳۔ آب العسیلہ۔	۲۳۵
ذکر ۴۔ آب النقرہ۔	"
ذکر ۵۔ آب القارورہ۔	"
فصل ۶۔ [illegible] میں ورود	"
فصل ۷۔ سمیرہ میں ورود	"
ذکر ۸۔ الجبل المخرق۔	۲۳۶
ذکر ۹۔ وادی الکروش	"
ذکر ۱۰۔ حصن فید۔	"
فصل ۱۱۔ جنفر میں ورود۔	۲۳۷
فصل ۱۲۔ البیداء میں ورود	"
فصل ۱۳۔ زرود میں ورود	"
فصل ۱۴۔ الثعلبیہ میں ورود	"
فصل ۱۵۔ برکۃ المرجوم میں ورود	۲۳۸
فصل ۱۶۔ مشقوق میں ورود۔	"
فصل ۱۷۔ التنانیر میں ورود۔	"
فصل ۱۸۔ زبالہ میں ورود۔	"
فصل ۱۹۔ الہیثمین میں ورود۔	۲۳۹
ذکر ۲۰۔ العقبۃ الشیطان	"
فصل ۲۱۔ واقصہ میں ورود	"
فصل ۲۲۔ القرعاء میں ورود۔	"
ذکر ۲۳۔ المساجد۔	"
ذکر ۲۴۔ المنارۃ القرون	۲۴۰
فصل ۲۵۔ عذیب میں ورود	"

مضمون	صفحہ
فصل ۲۶۔ القادسیہ میں ورود اور بصوب نجف الشرف کوچ۔	۲۴۰
باب (۲۴) بست و چہارم	
فصل ۱۔ نجف شہر مشہد علی ابن ابی طالب میں ورود و تفصیلات مقام مذا	"
فصل ۲۔ روضہ اور مزارات کا ذکر	۲۴۱
فصل ۳۔ کرامات۔	۲۴۳
فصل ۴۔ لیلۃ المحیا۔	"
ذکر ۵۔ نقیب الاشراف۔	۲۴۴
فائدہ ۶۔ حکایت۔	"
ذکر ۷۔ متعلق نقیب الاشراف۔	"
ذکر ۸۔ بلاد ہند کیطرف روانگی کا ارادہ	۲۴۶
ذکر ۹۔ وزیر سلطان کی بحالت	"
ذکر ۱۰۔ برادرزادہ ابو عزہ مسمی بقاسم	۲۴۸
باب (۲۵) بست و پنجم	
فصل ۱۔ روانگی ابن بطوطہ از مشہد علی بسوئے بصرہ۔	۲۴۹
فصل ۲۔ الخوانق میں ورود	"
فصل ۳۔ القائم الواثق میں ورود	۲۵۰
فصل ۴۔ الفدار میں ورود۔	"
فصل ۵۔ شہر واسط میں ورود۔	"
ذکر ۶۔ مزار مبارک ابو العباس احمد الرفاعی۔	۲۵۱
ذکر ۷۔ طائفہ احمدیہ کا سماع میں رقص وغیرہ۔	۲۵۲
فائدہ ۸۔ حکایت متعلق طائفہ حیدریہ۔	"
ذکر ۹۔ آب الحضیب۔	۲۵۳
ذکر ۱۰۔ وادی الکریم۔	"
ذکر ۱۱۔ موضع المشیرب	"
باب (۲۶) بست و ششم	
فصل ۱۔ شہر بصرہ میں ورود	۲۵۴
ذکر ۲۔ محلہائے بصرہ۔	۲۵۵

مضمون	صفحہ
فائدہ ۳۔ مسجد علی۔	۲۵۵
فائدہ ۴۔ پر از عبرت حکایت۔	۲۵۶
ذکر ۵۔ بصرہ کے مشاہد مبارکہ۔	۲۵۷
ذکر ۶۔ مزار مبارک طلحہ بن عبداللہ۔	"
ذکر ۷۔ مشہد الزبیر بن العوام۔	"
ذکر ۸۔ حلیمہ سعدیہ رسول اللہ صلعم کی رضاعی والدہ کا مزار مبارک۔	۲۵۸
ذکر ۹۔ رسول اللہ صلعم کے رضاعی بھائی کا مزار	"
ذکر ۱۰۔ ابی بکرۃ صحابی رسول اللہ صلعم کا مزار مقدس۔	"
ذکر ۱۱۔ انس بن مالک خادم رسول اللہ صلعم کا مزار مقدس۔	"
ذکر ۱۲۔ مزار مبارک الحسن بن ابی الحسن البصری سید التابعین رضی اللہ عنہ	"
ذکر ۱۳۔ مزار مبارک محمد بن واسع۔	۲۵۹
ذکر ۱۴۔ مزار مالک بن دینار	"
ذکر ۱۵۔ مزار حبیب العجمی۔	"
ذکر ۱۶۔ مزار سہل بن عبداللہ التستری	"
ذکر ۱۷۔ اشعار متعلق آب و ہوا وغیرہ	۲۶۰
باب (۲۷) بست و ہفتم	
فصل ۱۔ بصرہ سے بصوب فارس کوچ۔	"
فصل ۲۔ الابلہ میں ورود	"
ذکر ۳۔ عبادت خانہ سہل بن عبداللہ التستری	۲۶۱
فصل ۴۔ عبادان میں ورود۔	"
ذکر ۵۔ اشعار متعلقہ۔	۲۶۲
فائدہ ۶۔ حکایت	۲۶۳
باب (۲۸) بست و ہشتم	
فصل ۱۔ ملک فارس میں ورود۔	۲۶۴
فصل ۲۔ بلدہ ماچول میں ورود	"
فصل ۳۔ شہر رامز میں ورود۔	۲۶۵
فصل ۴۔ شہر تستر میں ورود اور یہاں کی نہر کا ذکر۔	"

مضمون	صفحہ
ذکر ۵ ۔ زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رض کا وہمی مزار مقدس	۲۶۶
ذکر ۶ ۔ امام شرف الدین موسیٰ اولاد سہل بن عبداللہ۔	۲۶۷
فائدہ ۷ ۔ حکایت متعلق امام مذکور	〃
ذکر ۸ ۔ اہل عجم سے استفتے۔	۲۶۸
فائدہ ۹ حکایت۔	〃
فصل ۱۰ ۔ شہر ایذج میں ورود	۲۶۹
ذکر ۱۱ ۔ ملک ایذج اور تستر۔	۲۷۰
فائدہ ۱۲ ۔ حکایت متعلق ملک مذکور	۲۷۱
ذکر ۱۳ ۔ ابن اتابک	〃
فائدہ ۱۴ ۔ حکایت متعلقہ	۲۷۳
ذکر ۱۵ ۔ سلطان اتابک کے حضور میں جانا	۲۷۴
ذکر ۱۶ ۔ ایذج سے کوچ۔	۲۷۶
ذکر ۱۷ ۔ مدرسۃ السلاطین۔	〃
ذکر ۱۸ ۔ مدرسۃ کریوا الرخ۔	〃
فصل ۱۹ ۔ شہر اشترکان میں ورود۔	〃
فصل ۲۰ ۔ شہر فیروزان میں ورود۔	۲۷۷
فصل ۲۱ ۔ نیلان سے گذر۔	〃
فصل ۲۲ ۔ عراق عجم کے شہر اصفہان میں ورود۔	〃
ذکر ۲۳ ۔ پھل پھلاری کی خوبیاں۔	۲۷۸
ذکر ۲۴ ۔ باشندگان اصفہان اور ان کی ضیافتیں۔	〃
ذکر ۲۵ ۔ خانقاہ شیخ علی بن سہل رح اور یہاں کے شیخ رح۔	۲۷۹
ذکر ۲۶ ۔ ان شیخ کی کرامت۔	〃
فصل ۲۷ ۔ شہر کلیل میں ورود۔	۲۸۱
فصل ۲۸ ۔ شہر یصراس میں ورود۔	〃
فصل ۲۹ ۔ شہر یزدخاص میں ورود اور دشت الروم سے گذر۔	〃
فصل ۳۰ ۔ مایین میں ورود۔	۲۸۲
فصل ۳۱ ۔ شیراز میں ورود۔	〃
فصل ۳۲ ۔ تفصیلات شہر شیراز۔	〃

مضمون	صفحہ
ذکر ۳۳ ۔ باشندگان شہر شیراز	۲۸۴
ذکر ۳۴ ۔ شیخ مجدالدین بن اسمٰعیل	〃
فائدہ ۳۵ ۔ حکایت شیخ ہذا کی تعظیم کے متعلق جس کی بنا آپ کی کرامات ظاہر ہوئیں	۲۸۵
ذکر ۳۶ ۔ موضع ہنکان۔	۲۸۷
ذکر ۳۷ ۔ موضع یمین۔	〃
ذکر ۳۸ ۔ سلطان شیراز	۲۸۸
فائدہ ۳۹ ۔ حکایت مقابلہ سلطان شیراز و ہند	۲۹۲
ذکر ۴۰ ۔ جود و سخا۔	〃
فائدہ ۴۱ ۔ حکایت جود و سخا	۲۹۴
فائدہ ۴۲ ۔ اسی کے مناسب دوسری حکایت	〃
ذکر ۴۳ ۔ دونوں کے مناسب حکایت	۲۹۵
ذکر ۴۴ ۔ شیراز کے بعض مشاہد۔	〃
ذکر ۴۵ ۔ کرامت شیخ ابوعبداللہ بن خفیف	۲۹۷
فائدہ ۴۶ ۔ حکایت متعلقہ۔	۳۰۰
ذکر ۴۷ ۔ مقبرہ شیخ سعدی رح	۳۰۱
ذکر ۴۸ ۔ بلاد الشول میں قیام	۳۰۲
ذکر ۴۹ ۔ طائفہ شول کے بعض لوگوں کی کرامت۔	〃
فصل ۵۰ ۔ کازرون میں ورود	〃
ذکر ۵۱ ۔ شیخ ابواسحٰق۔	〃
فصل ۵۲ ۔ شہر زید میں ورود۔	۳۰۴
اذکار ۵۳ ۔ مزار حضرت زید بن ثابت رض	〃
ذکر ۵۴ ۔ مزار حضرت زید بن ارقم۔	〃
فصل ۵۵ ۔ الحویزاء میں ورود	〃
باب (۲۹) بست و نہم	
فصل ۱ ۔ براہ کوفہ بہ دب بغداد کو کوچ	۳۰۵
فصل ۲ ۔ مقام الطرفاوی میں ورود	〃
فصل ۳ ۔ کوفہ میں ورود۔	〃
فصل ۴ ۔ حالت شہر مذکور۔	〃
ذکر ۵ ۔ مزار حضرت مسلم بن عقیل رح۔	۳۰۷
ذکر ۶ ۔ مزار حضرت عاتکہ رض	〃
ذکر ۷ ۔ مزار حضرت سکینہ رض	〃
ذکر ۸ ۔ قصر الامارہ بانی سعد بن ابی وقاص	〃

مضمون	صفحہ
ذکر ۹ ۔ قبر ابن ملجم	۰۷
ذکر ۱۰ ۔ قبر مختار بن عبید۔	〃
ذکر ۱۱ ۔ بئر ملاقہ۔	〃
فصل ۱۲ ۔ شہر حلہ میں ورود	〃
ذکر ۱۳ ۔ مشہد صاحب الزمان	۳۰۸
فصل ۱۴ ۔ شہر کربلا میں ورود۔	۳۱۰
ذکر ۱۵ ۔ مقبرہ حضرت امام حسین رض۔	〃
باب (۳۰) سی ام	
فصل ۱ ۔ شہر بغداد میں ورود	۳۱۱
ذکر ۲ ۔ اقتباس ابن جبیر متعلق شہر بغداد	〃
ذکر ۳ ۔ اشعار متعلق شہر بغداد۔	〃
ذکر ۴ ۔ بغداد کے حمام۔	۳۱۴
ذکر ۵ ۔ بغداد کی جانب غربی	۳۱۵
ذکر ۶ ۔ مزار حضرت معروف کرخی۔	〃
ذکر ۷ ۔ [illegible] کا مزار۔	〃
ذکر ۸ ۔ مزار حضرت موسیٰ کاظم رح	۳۱۶
ذکر ۹ ۔ بغداد کی جانب شرقی۔	〃
ذکر ۱۰ ۔ مقابر خلفائے بغداد اور یہاں کے بعض علماء اور صالحین کے مزارات	۳۱۷
ذکر ۱۱ ۔ امام ابوحنیفہ رض کا مزار۔	۳۱۸
ذکر ۱۲ ۔ امام احمد بن حنبل رض کا مزار۔	〃
ذکر ۱۳ ۔ شبلی رح کا مزار۔	〃
ذکر ۱۴ ۔ سری السقطی رح کا مزار۔	〃
ذکر ۱۵ ۔ بشر حافی رح کا مزار۔	〃
ذکر ۱۶ ۔ داود طائی رح کا مزار۔	〃
ذکر ۱۷ ۔ جنید بغدادی رح کا مزار۔	〃
ذکر ۱۸ ۔ سلطان العراقین و خراسان	۳۱۹
ذکر ۱۹ ۔ السلطان ابوسعید کی موت کے بعد ملک پر تصرف پانیوالوں کا۔	۳۲۴
ذکر ۲۰ ۔ عراق سے کوچ اور منزل کی کیفیت	۳۲۵
فصل ۲۱ ۔ شہر تبریز میں ورود۔	۳۲۷
ذکر ۲۲ ۔ واپسی بہ بغداد۔	۳۲۸
باب (۳۱) سی و یکم	
فصل ۱ ۔ موصل و دیار بکر کو روانگی	۳۲۹

مضمون	صفحہ
فصل ۲۔ مقام حربہ میں ورود۔	۳۲۹
ذکر ۳۔ قلعہ معشوق۔	〃
فصل ۴۔ شہر سر من رای یا سامرا میں ورود	〃
فصل ۵۔ شہر تکریت میں ورود۔	۳۳۰
فصل ۶۔ العقر میں ورود	〃
فصل ۷۔ القیارہ میں ورود۔	۳۳۱
ذکر ۸۔ تارکول کے چشمے۔	〃
فصل ۹۔ شہر موصل میں ورود۔	〃
ذکر ۱۰۔ حالات شہر ہذا۔	〃
ذکر ۱۱۔ حالات قلعہ جات	〃
ذکر ۱۲۔ مشہد جرجیس النبی علیہ السلام	۳۳۲
ذکر ۱۳۔ شہر نینوی کے کھنڈرات	〃
فصل ۱۴۔ عین الرصد میں ورود۔	۳۳۳
فصل ۱۵۔ الموایجہ میں ورود۔	〃
فصل ۱۶۔ جزیرۃ ابن عمر میں ورود	〃
ذکر ۱۷۔ جبل الجودی۔	〃
فصل ۱۸۔ شہر نصیبین میں ورود	۳۳۵
ذکر ۱۹۔ اشعار متعلق شہر ہذا۔	〃
فصل ۲۰۔ شہر سنجار میں ورود۔	۳۳۶
فصل ۲۱۔ شہر دارا میں ورود۔	۳۳۷
فصل ۲۲۔ شہر ماردین میں ورود	〃
فصل ۲۳۔ اشعار متعلق شہر ہذا۔	〃
ذکر ۲۴۔ سلطان ماردین کا میرے یہاں جانیکے زمانہ کا ذکر۔	۳۳۸
فائدہ ۲۵۔ حکایت متعلق قاضی ماردین	۳۳۹
باب (۳۲) سی و دوم	
فصل ۱۔ بغداد کو واپسی اور بطوب مکہ برائے زیارت کوچ پھر یمن ہوتے ہوئے واپسی۔	۳۴۰
فصل ۲۔ مکہ میں ورود	۳۴۱
ذکر ۳۔ مکہ میں ابن بطوطہ کا تین سال تک قیام۔	〃
ذکر ۴۔ امیر سیف الدین یلبک کو پاس بعض باشندگان طنجہ۔	۳۴۲

مضمون	صفحہ
ذکر ۵۔ عطیفہ امیر مکہ اور آیدمور امیر لشکر ناصری کے مابین فتنہ کا سبب۔	۳۴۴
فصل ۶۔ حدۃ میں ورود۔	۳۴۶
فصل ۷۔ جدہ میں ورود۔	〃
فائدہ ۸۔ مقام مذکور میں ایک سائل کے متعلق حکایت۔	۳۴۷
فائدہ ۹۔ حکایت متعلق شریف منصور	۳۴۸
فصل ۱۰۔ بندرگاہ راس دوائر میں ورود	۳۴۹
ذکر ۱۱۔ قوم بجاۃ۔	〃
فصل ۱۲۔ جزیرہ سواکن میں ورود	۳۵۰
ذکر ۱۳۔ سلطان سواکن۔	〃
فصل ۱۴۔ شہر حلی میں ورود۔	۳۵۱
ذکر ۱۵۔ سلطان حلی۔	۳۵۲
فصل ۱۶۔ شہر اسدحہ میں ورود	〃
ذکر ۱۷۔ بندرگاہ الابواب	〃
فصل ۱۸۔ شہر زبید میں ورود۔	۳۵۳
فائدہ ۱۹۔ شیخ احمد عجیل کی کرامت	۳۵۴
فصل ۲۰۔ جبلہ میں ورود۔	۳۵۵
فصل ۲۱۔ شہر تعز میں ورود۔	۳۵۶
ذکر ۲۲۔ سلطان الیمن۔	〃
فصل ۲۳۔ شہر صنعا میں ورود۔	۳۵۸
فصل ۲۴۔ شہر عدن میں ورود۔	۳۵۹
فائدہ ۲۵۔ حکایت متعلق شہر ہذا	۳۶۰
باب (۳۳) سی و سوم	
فصل ۱۔ سفر بجنوب افریقہ شرقی۔	۳۶۰
فصل ۲۔ شہر زیلع میں ورود۔	۳۶۱
فصل ۳۔ شہر مقدشو میں ورود۔	۳۶۲
ذکر ۴۔ سلطان مقدشو۔	۳۶۳
فصل ۵۔ جزیرہ منبسی میں ورود	۳۶۷
فصل ۶۔ شہر کلوا میں ورود	۳۶۸
ذکر ۷۔ کلوا کے سلطان کا ذکر	۳۶۹
فائدہ ۸۔ اسکے بعض مکارم کی حکایت	〃
باب سی و چہارم	
فصل ۱۔ واپسی بقصد یمن، عمان	

مضمون	صفحہ
سے بجانب ہرمز کوچ۔	۳۷۰
فصل ۲۔ شہر ظفار الحموض کا ذکر۔	〃
ذکر ۳۔ الاحقاف یا مساکن عاد۔	۳۷۵
ذکر ۴۔ قوم عاد کے مکانات۔	〃
ذکر ۵۔ مزار مبارک ہود بن عابر علیہ فضل الصلوۃ والسلام۔	〃
ذکر ۶۔ پان۔	۳۷۶
ذکر ۷۔ ناریل۔	۳۷۷
ذکر ۸۔ ناریل سے شہد بنانیکا طریقہ	۳۷۸
ذکر ۹۔ ناریل سے دودھ بنانیکا طریقہ	۳۷۹
ذکر ۱۰۔ سلطان ظفار	۳۸۰
ذکر ۱۱۔ بندرگاہ حاسک میں ورود	۳۸۱
ذکر ۱۲۔ باشندگان بندرگاہ مذکور	۳۸۲
ذکر ۱۳۔ جبل اللعان میں ورود	〃
حکایت ۱۴۔ ایک ولی جس سے ہم اس پہاڑ میں ملے۔	〃
فصل ۱۵۔ جزیرۃ الطیر میں ورود	۳۸۳
فائدہ ۱۶۔ کرامت	۳۸۴
فصل ۱۷۔ جزیرہ مصیرہ میں ورود	〃
فصل ۱۸۔ بندرگاہ صور میں ورود	۳۸۵
فصل ۱۹۔ شہر قلہات میں ورود۔	۳۸۷
فصل ۲۰۔ طیبی میں ورود۔	۳۸۸
فصل ۲۱۔ بلاد عمان میں ورود	۳۸۹
فصل ۲۲۔ شہر نزوا میں ورود۔	〃
ذکر ۲۳۔ سلطان عمان۔	۳۹۰
ذکر ۲۴۔ مواضعات عمان ہرمز	〃
فائدہ ۲۵۔ حکایت۔	۳۹۱
باب (۳۵) سی و پنجم	
فصل ۱۔ ہرمز سے بحرین وغیرہ کو کوچ	۳۹۱
فصل ۲۔ ہرمز میں ورود	〃
فصل ۳۔ جرون میں ورود	۳۹۲
ذکر ۴۔ سلطان ہرمز	۳۹۳
فائدہ ۵۔ حکایت متعلق شیخ جمال الملک	۳۹۶
فصل ۶۔ شہر کورستان میں ورود	۳۹۷

مضمون	صفحہ
فصل ۷۔ شہر لار میں ورود	۳۹۷
ذکر ۸۔ سلطان لار کا۔	۳۹۸
فصل ۹۔ شہر خنج بال میں ورود	؍؍
فصل ۱۰۔ شہر قیس یا سیراف میں ورود	۳۹۹
ذکر ۱۱۔ مغاص جوہر یا موتیوں کیلئے غوطہ زنی کے مقامات۔	۴۰۱
فصل ۱۲۔ شہر البحرین میں ورود	۴۰۱
ذکر ۱۳۔ کوہ ہائے کسیر	؍؍
ذکر ۱۴۔ عویرت	؍؍
فصل ۱۵۔ شہر القطیف میں ورود	۴۰۲
فصل ۱۶۔ شہر ہجر یا الحصا میں ورود	؍؍
فصل ۱۷۔ شہر الیمامہ یا حجر میں ورود	؍؍
فصل ۱۸۔ حکایت	۴۰۳
فصل ۱۹۔ جدہ میں ورود	۴۰۴
فصل ۲۰۔ راس الدوائر میں ورود۔	۴۰۵
فصل ۲۱۔ عیذاب میں ورود۔	۴۰۶
ذکر ۲۲۔ ابن بطوطہ کا قاہرہ جاتے ہوئے مختلف مقامات میں ورود۔	؍؍
ذکر ۲۳۔ ملک شام کے مختلف مقامات کو عبور کرتے ہوئے لاذقیہ میں ورود	؍؍
باب (۳۶) سی و ششم	
فصل ۱۔ ایشیائے کوچک میں سیاحی	۴۰۷
فصل ۲۔ شہر العلایا میں ورود۔	؍؍
ذکر ۳۔ سلطان العلایا۔	۴۰۹
فصل ۴۔ شہر انطالیہ میں ورود۔	؍؍
ذکر ۵۔ الاخیۃ الفتیان	۴۱۰
ذکر ۶۔ سلطان انطالیہ۔	۴۱۲
فصل ۷۔ شہر بردور میں ورود	؍؍
فصل ۸۔ شہر سبرتا میں ورود۔	؍؍
فصل ۹۔ شہر اکریدور میں ورود	۴۱۴
ذکر ۱۰۔ شہر اقشہر و ذکر ۱۱۔ شہر قلشہر	؍؍
ذکر ۱۲۔ سلطان اکریدور۔	؍؍
فصل ۱۳۔ شہر قل حصار میں ورود	۴۱۵
ذکر ۱۴۔ سلطان قلحصار۔	۴۱۶

مضمون	صفحہ
ذکر ۱۵۔ قراآغاج۔	۴۱۶
ذکر ۱۶۔ طائفہ جرمیان۔	؍؍
ذکر ۱۷۔ شہر کوتہیہ میں ورود۔	؍؍
فصل ۱۸۔ شہر لاذق میں ورود۔	؍؍
ذکر ۱۹۔ سلطان لاذق۔	۴۱۸
ذکر ۲۰۔ حصن طواس۔	۴۲۰
فصل ۲۱۔ شہر مغلہ میں ورود۔	؍؍
فصل ۲۲۔ شہر میلاس میں ورود۔	؍؍
ذکر ۲۳۔ سلطان میلاس۔	۴۲۱
فصل ۲۴۔ شہر برجین میں ورود	؍؍
فصل ۲۵۔ شہر قونیہ میں ورود	۴۲۲
ذکر ۲۶۔ مزار جلال الدین رومی	۴۲۳
فائدہ ۲۷۔ حکایت متعلق مولانا رومی	؍؍
ذکر ۲۸۔ مثنوی شریف از مولانا مذکور	۴۲۴
ذکر ۲۹۔ مزار مبارک فقیہ احمد استاد حضرت مولوی مثنوی رومی۔	؍؍
فصل ۳۰۔ شہر الارندہ میں ورود۔	؍؍
ذکر ۳۱۔ سلطان الارندہ۔	؍؍
فصل ۳۲۔ شہر اقصرہ میں ورود	۴۲۵
فصل ۳۳۔ شہر نکدہ میں ورود۔	۴۲۶
فصل ۳۴۔ شہر قیساریہ میں ورود	؍؍
فصل ۳۵۔ شہر سیواس میں ورود	۴۲۷
فصل ۳۶۔ شہر اماصیہ میں ورود۔	۴۲۸
فصل ۳۷۔ شہر سونسی میں ورود	۴۲۹
فصل ۳۸۔ شہر کمش میں ورود	؍؍
فصل ۳۹۔ شہر ارزنجان میں ورود	؍؍
فصل ۴۰۔ شہر ارض روم میں ورود	۴۳۰
فصل ۴۱۔ شہر برکی میں ورود۔	؍؍
ذکر ۴۲۔ سلطان برکی۔	۴۳۲
فائدہ ۴۳۔ حکایت متعلق یہودی۔	۴۳۵
فائدہ ۴۴۔ دوسری حکایت۔	۴۳۶
فصل ۴۵۔ شہر تیرہ میں ورود۔	۴۳۷
فصل ۴۶۔ شہر ایاسلوق میں ورود	؍؍
فصل ۴۷۔ شہر یزمیر میں ورود	۴۳۸

مضمون	صفحہ
فصل ۴۸۔ شہر مغنیسیہ میں ورود۔	۴۳۹
ذکر ۴۹۔ سلطان مغنیسیہ میں ورود	؍؍
ذکر ۵۰۔ نوبیہ۔	۴۴۰
ذکر ۵۱۔ شہر برغمہ میں ورود	۴۴۱
ذکر ۵۲۔ سلطان برغمہ۔	؍؍
فصل ۵۳۔ شہر بلی کسری میں ورود	؍؍
ذکر ۵۴۔ سلطان بلی کسری۔	۴۴۲
فصل ۵۵۔ شہر برصی میں ورود	؍؍
فائدہ ۵۶۔ حکایت متعلق شہر صباح	۴۴۳
ذکر ۵۷۔ سلطان برصی۔	۴۴۴
فصل ۵۸۔ شہر یزنیک میں ورود	؍؍
ذکر ۵۹۔ موضع کرسہ	۴۴۵
ذکر ۶۰۔ موضع مکجا۔	۴۴۶
فصل ۶۱۔ کاویہ میں ورود	۴۴۷
فصل ۶۲۔ تیجا میں ورود۔	؍؍
فصل ۶۳۔ کینوک میں ورود۔	۴۴۸
فصل ۶۴۔ شہر سطرنی میں ورود	۴۵۰
فائدہ ۶۵۔ حکایت متعلق گھاس گھی	؍؍
فصل ۶۶۔ شہر بولی میں ورود	۴۵۲
فصل ۶۷۔ شہر کردی میں ورود	۴۵۳
ذکر ۶۸۔ سلطان کردی۔	؍؍
فصل ۶۹۔ شہر برلی میں ورود۔	۴۵۴
فصل ۷۰۔ شہر قسطمونیہ میں ورود	؍؍
ذکر ۷۱۔ سلطان قسطمونیہ۔	۴۵۵
فصل ۷۲۔ شہر صنوب میں ورود	۴۵۸
فائدہ ۷۳۔ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے سے متعلق حکایت۔	۴۶۰
باب (۳۷) سی و ہفتم	
فصل ۱۔ ابن بطوطہ کی قرم کی طرف سفر بحری سے روانگی، توفیق وغیرہ سے گزر اور حالات سفر۔	۴۶۰
ذکر ۲۔ بندرگاہ الکرش۔	۴۶۱
فصل ۳۔ دشت قفچق میں ورود	۴۶۲
فصل ۴۔ شہر کفا میں ورود۔	۴۶۳

مضمون	صفحہ
فائدہ ۵۔ حکایت متعلقہ۔	۴۶۳
فصل ۶۔ شہر قرم میں ورود۔	۴۶۴
ذکر ۷۔ ترکستان کی گاڑیوں کا	۴۶۵
ذکر ۸۔ المعرف۔ ذکر ۹۔ رسوم المعرف	"
ذکر ۱۰۔ یہاں کے جانوروں کے چرنے	
اور چوروں کی سزا کا حال۔	۴۶۶
ذکر ۱۱۔ ترکوں کے ماکولات مشروبات۔	۴۶۷
ذکر ۱۲۔ دوسری مشروبات کا ذکر۔	۴۶۷
فصل ۱۳۔ شہر ازاق میں ورود۔	۴۶۹
ذکر ۱۴۔ ان بلاد میں گھوڑوں کی کثرت	
اور قیمت۔	۴۷۰
فصل ۱۵۔ شہر الماجر میں ورود۔	۴۷۲
ذکر ۱۶۔ ان بلاد کے ترکوں کی عورتوں کی	
عظمت اور شان۔	۴۷۳
ذکر ۱۷۔ عسکر السلطان یا اردوئے شاہی	
اور بشدرغ محلہ سلطانی۔	۴۷۴
ذکر ۱۸۔ السلطان المعظم محمد اوزبک خان۔	۴۷۵
ذکر ۱۹۔ باشندگان قسطنطنیۃ العظمیٰ۔	"
ذکر ۲۰۔ سلطان کی رسوم۔	"
ذکر ۲۱۔ سفرہائے سلطانی۔	"
ذکر ۲۲۔ خواتین کے بعض حالات اور	
انکی ترتیب۔	۴۷۷
ذکر ۲۳۔ خاتون کبریٰ یا بڑی خاتون	۴۷۹
ذکر ۲۴۔ خاتون دوم۔	۴۸۰
ذکر ۲۵۔ خاتون سوم۔	"
ذکر ۲۶۔ خاتون چہارم۔	۴۸۱
ذکر ۲۷۔ دختر سلطان محمد اوزبک خان	"
ذکر ۲۸۔ ترکوں میں مرض نقرس۔	"
ذکر ۲۹۔ سلطان کے دونوں صاحبزادے	۴۸۲
فصل ۳۰۔ شہر بلغار میں ورود۔	۴۸۳
ذکر ۳۱۔ لشکر سلطان میں واپسی۔	"
ذکر ۳۲۔ ارض الظلمہ۔	"
ذکر ۳۳۔ سرزمین مذکور میں سفر کا حال	"
ذکر ۳۴۔ تجار۔	"

مضمون	صفحہ
ذکر ۳۵۔ ارض مذکور میں سمور، سنجاب	۴۸۴
اور قاقم کی خرید کا طریقہ۔	
ذکر ۳۶۔ اس سرزمین میں اردین	
کے اسباب کے متعلق۔	"
ذکر ۳۷۔ لبادوں کے متعلق۔	"
ذکر ۳۸۔ بلغار کو لشکر سلطان یا	
بشدرغ اوزبک میں واپسی	"
ذکر ۳۹۔ ترتیب جلوس عید۔	۴۸۵
ذکر ۴۰۔ رسوم۔	"
ذکر ۴۱۔ ضیافت سلطانی مع خرچ روشن	"
ذکر ۴۲۔ مشروبات ضیافت اتراکسہ۔	"
ذکر ۴۳۔ سلطان و نماز جمعہ۔	"
ذکر ۴۴۔ روانگی ابن بطوطہ و لشکر سلطان	"
ذکر ۴۵۔ آغاز سفر و حالات راہ انہار وغیرہ	"
ذکر ۴۶۔ شہر الحاج ترخان میں ورود۔	۴۸۹
باب (۳۸) سی و ہشتم	
فصل ۱۔ حاج ترخان میں ورود اور	
خاتون بیلون کی معیت میں قسطنطنیہ کو سفر	۴۸۹
فصل ۲۔ قسطنطنیہ کے سفر کے حالات	۴۹۰
فصل ۳۔ شہر اکک میں ورود۔	"
ذکر ۴۔ جبال الروس۔	"
فصل ۵۔ شہر سوداق میں ورود	۴۹۱
فصل ۶۔ شہر بابا سلطوق میں ورود	"
ذکر ۷۔ ریگستان۔	"
ذکر ۸۔ حصن یا قلعہ مہتولی۔	۴۹۲
ذکر ۹۔ قلعہ مسلمہ بن عبد الملک۔	۴۹۳
ذکر ۱۰۔ خلیج۔	"
فصل ۱۱۔ شہر فنیکہ میں ورود۔	۴۹۴
ذکر ۱۲۔ خاتون کے حضور میں نیکی رسم	"
فصل ۱۳۔ قسطنطنیۃ العظمیٰ میں ورود	۴۹۶
ذکر ۱۴۔ شاہ قسطنطنیہ	"
ذکر ۱۵۔ حالات شہر مذکور۔	۴۹۹
ذکر ۱۶۔ بڑا کنیسہ۔	۵۰۰
ذکر ۱۷۔ قسطنطنیہ کے نقارات کا ذکر۔	۵۰۲

مضمون	صفحہ
ذکر ۱۸۔ ابستر سیاح جبیس۔	۵۰۳
ذکر ۱۹۔ قاضی قسطنطنیہ۔	"
باب (۳۹) سی و نہم	
فصل ۱۔ ابن بطوطہ کا قسطنطنیہ سے	
روانہ ہو کر سرا اضافات خوارزم میں سلطان	
اوزبک کے حضور میں جانا۔	۵۰۵
ذکر ۲۔ روانگی۔ ذکر ۳۔ حالات سفر	"
فصل ۴۔ شہر سرا میں ورود	۵۰۶
ذکر ۵۔ شہر ہذا میں سیر	"
ذکر ۶۔ باشندگان شہر ہذا۔	"
فائدہ ۷۔ حکایت متعلق کرامت	
نعمان الدین خوارزمی۔	۵۰۸
باب (۴۰) چہلم	
فصل ۱۔ ابن بطوطہ کی شہر سرا سے	
مملکت تاتار اور بخارا کو روانگی۔	"
فصل ۲۔ شہر سراجوق میں ورود۔	"
ذکر ۳۔ بادیہ۔	"
فصل ۴۔ شہر خوارزم میں ورود۔	۵۰۹
ذکر ۵۔ جیحون کا پانی۔	"
فصل ۶۔ زمخشر میں ورود۔	۵۱۱
ذکر ۷۔ علامہ زمخشری کا مزار۔	"
ذکر ۸۔ خوارزم کی آبادی۔	"
ذکر ۹۔ مقام ہذا کے کبار کا ذکر۔	"
ذکر ۱۰۔ مذہب یا تقلید۔	"
ذکر ۱۱۔ واعظین۔	"
ذکر ۱۲۔ امیر شہر۔ ذکر ۱۳۔ قیصر کو تلمہ	۵۱۲
ذکر ۱۴۔ حکایت اس قاضی اور امیر کی کرامت	۵۱۴
فائدہ ۱۵۔ حکایت ندامت خیز	۵۱۵
ذکر ۱۶۔ خوارزم کا خربزہ۔	"
فائدہ ۱۷۔ حکایت علی ابن منصور کرم کی	۵۱۶
ذکر ۱۸۔ بادیہ مابین خوارزم و بخارا۔	"
فصل ۱۹۔ شہر الکات میں ورود۔	۵۱۷
فصل ۲۰۔ شہر وبکنہ میں ورود۔	۵۱۸
فصل ۲۱۔ شہر بخارا میں ورود۔	"

مضمون	صفحہ
ذکر ۲۲۔ چنگیز خان و ویرانی ملک۔	۵۱۹
ذکر ۲۳۔ مزار امام بخاری رح۔	۵۲۲
فصل ۲۴۔ شہر نخشب میں ورود۔	"
ذکر ۲۵۔ سلطان طرمشیرین سلطان ماوراء النہر۔	۵۲۴
فائدہ ۲۶۔ حکایت متعلق شاہ کیکسر	"
فائدہ ۲۷۔ حکایت دوم متعلق شاہ کے	"
ذکر ۲۸۔ فضائل طرمشیرین سلطان ماوراء النہر	۵۲۶
ذکر ۲۹۔ سلطان مذکور کی عبادت وغیرہ	"
فائدہ ۳۰۔ حکایت متعلقہ۔	"
ذکر ۳۱۔ بوزن۔	"
ذکر ۳۲۔ طرمشیرین کا خلع۔	"
ذکر ۳۳۔ طرمشیرین کا قید کیا جانا۔	"
ذکر ۳۴۔ طرمشیرین کا قتل اور پھر ظاہر ہو جانا۔	"
ذکر ۳۵۔ طرمشیرین کے عجیب حالات	"
ذکر ۳۶۔ رجوع بحال بوزن، بوزن کے حالات اور مسلمانوں پر ظلم۔	۵۳۱
ذکر ۳۷۔ خلیل سلطان شکست خوردہ	"
ذکر ۳۸۔ شکست خلیل	"
فصل ۳۹۔ شہر سمرقند میں ورود	۵۳۳
ذکر ۴۰۔ مزار قثم بن عباس عبد المطلب	۵۳۴
ذکر ۴۱۔ قاضی صدر جہان سمرقند۔	"
فائدہ ۴۲۔ حکایت متعلق قاضی مذکور	۵۳۵
فصل ۴۳۔ بلاد نسف میں ورود۔	"
فصل ۴۴۔ شہر ترمذ میں ورود۔	۵۳۶
باب (۴۱) چہل و یکم	
فصل ۱۔ خراسان میں داخلہ۔ اور ملک ترکستان کی سیاحت۔	۵۳۶

مضمون	صفحہ
فصل ۲۔ بادیہ۔	۵۳۶
فصل ۳۔ شہر بلخ میں ورود۔	۵۳۷
فائدہ ۴۔ حکایت متعلق مسجد بلخ	۵۳۸
ذکر ۵۔ حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا مزار۔	۵۳۹
ذکر ۶۔ حضرت حزقیل نبی ع کا مزار۔	"
ذکر ۷۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا مکان۔	"
فصل ۸۔ شہر ہرات میں ورود۔	۵۴۰
ذکر ۹۔ سلطان ہرات۔	"
ذکر ۱۰۔ حالات فرقہ رافضیہ۔	۵۴۱
فائدہ ۱۱۔ حکایت متعلقہ۔	۵۴۲
ذکر ۱۲۔ فقیہ نظام الدین مولانا۔	۵۴۳
فائدہ ۱۳۔ حکایت متعلق فقیہ مذکور	"
فائدہ ۱۴۔ حکایت فقیہ نظام الدین مذکور کے قتل کا سبب۔	۵۴۴
ذکر ۱۵۔ سرزمین ہند کی مسلمان عورتوں کی شناخت۔	"
ذکر ۱۶۔ ملک ورنا	"
فصل ۱۷۔ شہر جام میں ورود۔	۵۴۶
ذکر ۱۸۔ شیخ شہاب الدین مذکور جنکی طرف شہر جام منسوب ہے۔	۵۴۷
فصل ۱۹۔ شہر طوس میں ورود۔	"
ذکر ۲۰۔ مزار حضرت امام غزالی رح	"
فصل ۲۱۔ شہر مشہد الرضی میں ورود۔	۵۴۸
ذکر ۲۲۔ مشہد امام رضی۔	"
ذکر ۲۳۔ قبر خلیفہ ہارون الرشید	"
فصل ۲۴۔ شہر الرخس میں ورود	۵۴۹
فصل ۲۵۔ شہر زادہ میں ورود	"
فصل ۲۶۔ شہر نیشاپور میں ورود	"
فائدہ ۲۷۔ کرامات قطب الدین نیشاپوری	۵۵۰

مضمون	صفحہ
فصل ۲۸۔ شہر بسطام میں ورود	۵۵۰
ذکر ۲۹۔ مزار حضرت بایزید بسطامی	"
ذکر ۳۰۔ مزار حضرت شیخ ابی الحسن خرقانی رح۔	"
ذکر ۳۱۔ ہندوخیر	"
فصل ۳۲۔ قندوس میں ورود۔	۵۵۱
فصل ۳۳۔ بغلان میں ورود۔	"
ذکر ۳۴۔ کوہ ہندوکش۔	۵۵۲
ذکر ۳۵۔ موضع اندر۔	"
ذکر ۳۶۔ پنج ہیر	۵۵۳
ذکر ۳۷۔ جبل بدخشان۔	"
ذکر ۳۸۔ جبل بشائی۔	"
ذکر ۳۹۔ خانقاہ اطا اولیا۔	"
فصل ۴۰۔ پروان میں ورود۔	"
فصل ۴۱۔ موضع چرخ میں ورود	۵۵۴
باب (۴۲) چہل و دوم	
فصل ۱۔ سفر بصوب افغانستان وکابل۔	"
فصل ۲۔ شہر غزنی میں ورود۔	"
فصل ۳۔ شہر قندھار میں ورود	"
فصل ۴۔ شہر کابل میں ورود	"
ذکر ۵۔ قوم افغان۔	"
ذکر ۶۔ کوہ سلیمان۔	"
ذکر ۷۔ کرماش۔	۵۵۵
ذکر ۸۔ پشت شغنار۔	"
ذکر ۹۔ بادیۂ عظیم	"
ذکر ۱۰۔ پنجاب۔	۵۵۶
ذکر ۱۱۔ سندھ۔	"

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و ازواجہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کی قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ آج مسلمان یورپ امریکہ کی متمدن اقوام کی ایجادات و اختراعات۔ اور دیگر محیر العقول کارنامے دیکھکر اور سنکر متحیر ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے دنیا بھر کی عقل اگر بخشدی ہے تو انکو۔ اگر سلطنت دولت سے سرفراز و مالامال کیا ہے تو انہی کو۔ ہمت و استقلال پامردی و ثبات تحمل و وقار۔ قومی ہمدردی و اتفاق۔ علم و فضل، صنعت و حرفت غرض جو کچھ عطا فرمایا وہ سب کا سب انہی کو مرحمت فرما دیا ہے۔ حالانکہ یہ محض ہماری خام خیالی اور حضرت جناب باریتعالےٰ کے جناب میں سوء ظنی ہے اور وہ اسلئے کہ حق تعالےٰ نے ہم پر احسان فرماکر حضرت جناب سرور کائنات مفخر موجودات سردار دوجہان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم میں مبعوث فرمایا اور قرآن مجید نازل فرماکر ہم کو بتایا گیا کہ ہم کو کس راستے پر چلنا چاہیئے۔ اس احسان عظیم کو حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں اس طرح ظاہر فرما دیا کہ لقد من اللہ علے المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

اور ہم کو یہ بھی جتا دیا کہ لا تھنوا و لا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ یعنی اے مومنو تمہارے لئے نہ کوئی اہانت ہے نہ حزن ہے اور تم بلند مرتبہ ہو (مگر شرط یہ ہے) کہ تم مومن بنے رہو۔ اور یہ بھی قاعدہ کلیہ سمجھا دیا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم یعنی حق کسی قوم کی حالت متغیر نہیں فرماتا۔ یہانتک کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی حالت بدل لیتے ہیں پس اب بتایا جاتے۔ کہ یہ سوء ظنی اور حق تعالےٰ سے یہ شکوہ ہم کو کس حد تک جائز ہے۔ کہ باوجود مومن اور مسلمان ہونیکے ہم ذلیل وخوار ہیں اور کفار باوجود کافر ہونے کے ذی عزت وسرفراز۔

ہر شخص اپنے نفس اور اپنی دلی حالت کو خوب جانتا ہے اور اگر بہ تعمق نظر اپنی اندرونی حالت کو دیکھے تو خوب سمجھ سکتا ہے کہ میں کیا تھا اور اب کیا ہو گیا اور مجھے کرنا کیا تھا اور اب کیا کر رہا ہوں پس ہم غور کر کے خود انصاف کر لیں اور اپنے حالات کو اسوۂ حسنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کتاب وسنت کی کسوٹی پر کسکر دیکھیں پھر ہم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ ہم کس مرتبے کے مومن اور مسلمان ہیں جو تغیر عظیم اپنے میں نظر آئے گا وہ خود کردہ ہے اور خود کردہ را چہ علاج۔

سیر وتواریخ سامنے ہیں اور ان سے ظاہر ہے کہ جو عروج اور جو مرتبہ حق تعالےٰ نے تھوڑے سے عرصہ میں مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ اسکی نظیر کہیں نہیں ہے۔ سلطنت دولت۔ قسمت و اقبال علم وہنر فضل وکمال ایجاد واختراع علو ہمتی حسن خلق خوش نصیبی ہمت واستقلال۔ نیک خصلتی خوش اطواری۔ سادگی چستی چالاکی۔ بہادری۔ جوانمردی۔ اتحاد واتفاق ہمدردی۔ بنو نوع انسانی غرض کوئی نعمت ایسی نہ تھی کہ نہ دیگئی۔ تمام عالم میں مسلمانوں کا ڈنکہ بجا اور تمام جہان ان کا حلقہ بگوش ہو گیا سب نے ان سے سیکھا اور آگے بڑھے۔ انھوں نے سب کو سکھایا اور پیچھے ہٹے۔ دوسروں کو اپنا سارے کا سارا مال متاع دے ڈالا اور دیا بھی اس طرح کہ دیکر بھول گئے اب یہ بھی یاد نہیں کہ کبھی ہم بھی آسمان حشمت واجلال پر آفتاب نیکر چمکے تھے۔ نہیں جانتے کہ ہم بھی دنیا میں کبھی ایک چیز تھے۔ اے مہربان۔

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں ✤ لیکن اب نقش ونگار طاق نسیان ہو گئیں

قدرت الٰہی کے قربان جائیے۔ آج اگر کوئی امریکن سیاح سائیکل پر دنیا کا سفر کرتا ہے تو تمام جہان میں اک شور برپا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی اٹیلین طیارے میں عالم کا گشت لگاتا ہے تو تمام جہان متحیر ہو جاتا ہے اور ہم مسلمانوں کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں۔ انصاف شرط ہے کیا کوئی یورپین مورخ یا امریکن سیاح اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ سیاحت میں بھی مسلمان سیاح۔ عرب جہانیاں جہان گشت ابن بطوطہ سے بھی بازی لیگیا ہے۔ جواب نفی میں ہے اور یورپین تاریخیں شاہد ہیں کہ جو کام ابن بطوطہ نے ایسے زمانے میں انجام دیا ہے۔ جبکہ نہ ریلیں تھیں نہ ہوائی جہاز۔ نہ دخانی جہاز تھے۔ نہ موٹریں اُسکا مقابلہ اب کوئی نہیں کر سکتا۔ جبکہ تمام ذرائع نقل و حرکت اور سامان ریل ورسائل بآسانی مہیا ہیں۔

مسلمانوں کے اس جمود کو دیکھتے ہوئے رہ رہکر ایک زمانے سے میرے دل میں ولولہ اٹھتا تھا۔ کہ اپنے اس ہر دلعزیز سیاح ابن بطوطہ کے سفرنامے کا اُردو ترجمہ کر کے ملک و قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔ مگر ہم مسلمانوں میں جو عام افلاس اور تنگدستی پھیلی ہوتی ہے وہ رہ رہکر مانع آرہی تھی۔ بارے بہزار دقت و دشواری اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر اس کام کو شروع کیا اور بالآخر مکمل طور پر ناظرین کے سامنے ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ پیش ہے۔ دیکھیں مسلمان کیا قدر کرتے ہیں اور ہماری ہمت اور ہمارے اس مہتم بالشان کام کی کیا داد دیتے ہیں۔

سب سے پہلے سفرنامہ ابن بطوطہ کی دوسری جلد کا مفصل ترجمہ ۱۸۹۸ء میں جناب پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب ایم۔ اے۔ سی۔ آئی۔ ای نے کیا۔ جسکا پہلا اڈیشن مطبع رفاہ عام لاہور میں طبع ہوا اور سنہ ۱۹۰۱ء یا سنہ ۱۹۰۱ء میں پہلی جلد کا ترجمہ اخبار وکیل امرتسر کے پریس سے شائع ہوا۔ عرصہ دراز سے یہ دونوں جلدیں کمیاب ہوگئی تھیں۔ لہٰذا میں نے جناب پیرزادہ صاحب سے درخواست کی کہ مجھے مکرر طبع کرنے کی اجازت دیجئے۔ کہ ملک کو اس سفرنامے کی بیحد ضرورت ہے چنانچہ ممدوح نے مجھے اجازت دیدی اور میں نے سنہ ۱۹۲۷ء میں دوسری جلد کا دوسرا اڈیشن تیار کر لیا۔ جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے۔

پہلی جلد کے مترجم کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔ اور مجکو اسکے طبع کرنے کا حق حاصل نہیں۔ نیز خریدارون کا تقاضہ تھا کہ پہلی جلد بھی طیار کیجائے۔ آخرکار مین نے پہلی جلد کا ترجمہ جناب مولانا عطاء الرحمن صنا شاہجہان آبادی سے لکھوایا۔ کامل دو سال اسکے ترجمے اور کتابت وصحت میں صرف ہوئے خدا کا شکر ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ اوراس کریم کارساز کی توفیق نے اسکو بھی شائع کرادیا۔

ابن بطوطہ نے آٹھویں صدی ہجری میں سیاحت کی ہے۔ اور ہر ملک کے مفصل حالات قلمبند کئے ہیں۔ یہ سفرنامہ اپنی نوعیت میں یکتا ہے۔ اسکے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اب سے چھ سو برس پہلے ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے باشندون کا تمدن ومعاشرت کیا تھا اور اب کیا ہے۔ غیر ملکیون سے اختلاط وارتباط اور تجارت بڑہانے سے جو مدد کسی قوم کی تہذیب اور اسکی علوہمتی کو پہونچی ہے۔ اسکا حال اسلامی ملکون کی اس حالت سے جو ابن بطوطہ نے آٹھویں صدی کے وسط میں بیان کیا ہے بخوبی واضح ہوتا ہے۔

اس عالی ہمت سیاح نے ستائیس یا اٹھائیس برس تک پرانی دنیا کے تمام آباد حصوں کا سفر کیا ہے۔ بائیس سال کی عمر میں ابن بطوطہ سفر کو روانہ ہوا۔ اسکا سنہ پیدائش ۷۰۳ھ ہے۔ ماہ رجب ۷۲۵ھ میں وہ طنجہ سے حج کی نیت سے روانہ ہوا۔ ساحل افریقہ کے تمام شہرون کی سیر کرتا ہوا مصر پہنچا۔ وہان سے عیذاب کے بندر تک مکہ معظمہ جانے کے ارادہ سے پہنچا۔ یہ بندر عدن کے مقابل واقع ہے۔ وہان کا بادشاہ اُن دنوں مغلون کے ساتھ لڑ رہا تھا جہاز نہ مل سکا اسلئے مصر کو واپس آیا اور شعبان ۷۲۶ھ میں شام کیطرف روانہ ہوگیا دمشق میں علم حدیث حاصل کیا شوال ۷۲۶ھ میں وہاں سے حاجیونکے قافلہ کیساتھ مدینہ شریف اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچا۔ روضہ نبوی کی زیارت اور مناسک حج سے فارغ ہوکر عراق روانہ ہوا نجف اشرف کی زیارت کرکے بغداد پہنچا۔ واسط۔ رواق ہوتا ہوا بصرہ پہنچا۔ وہان سے ایران کی حدود میں داخل ہوگیا۔ کچھ دنوں شوستر میں مقیم رہکر اصفہان ہوتا ہوا شیراز پہنچا۔ وہان سے بندر گازرون ہوتا ہوا پھر عراق وکوفہ ہوتا ہوا بغداد میں آگیا۔ اسوقت بغداد ویران ہوچکا تھا۔ پھر بھی بہت بڑا شہر تھا۔ بغداد سے موصل اور ماردین ہوتا ہوا دوسرے

حج کے لیے ۷۲۵ھ ہجری میں مکہ معظمہ آیا۔ اور ایک سال تک وہاں مقیم رہا۔ تیسرا حج کرکے جدہ پہنچا۔ اور جہاز پر سوار ہو کر بحر قلزم کے دوسرے ساحل پر سواکن اور افریقہ کے ساحل کی سیر کرتا ہوا یمن آیا۔ عدن سے پھر جہاز میں بیٹھ کر مقدشو میں گیا جو افریقہ کے مشرقی کنارہ پر واقع ہے وہاں سے زنگبار و جزیرہ ممبوزا پہنچا۔ اس ساحل کی سیر کرکے بذریعہ جہاز عرب کے جنوبی ساحل پر حضر موت کے شہر ظفار میں آیا۔ وہاں سے عمان ہوتا ہوا ہرمز ہوتا ہوا اناطولیہ پہنچا۔ یہ وصہ سے بحر اسود کے کنارے کنارے دشت قپچاق میں داخل ہوا۔ چھ مہینہ کا راستہ طے کرکے کریمیا میں داخل ہوا۔ وہاں سے بلغار پہنچا جو اُس کا شمالی حصہ تھا۔ وہاں سے قسطنطنیہ آیا۔ وہاں سے سرائے کے شہر میں ہوتا ہوا صحرائی راہ سے خوارزم اور خوارزم سے بخارا پہنچا وہاں سے سمرقند پھر بلخ اور بلخ سے ہرات ہوتا ہوا جام اور مشہد شریف اور نیشاپور دیکھ کر پھر قندر کے راستہ ہندوکش میں سے ہو کر اندرات اور پنج سیر کے راستہ پشائی اور پروان ہوتا ہوا غزنی اور چرخ میں پہنچا وہاں سے کابل کابل سے کرماش ہوتا ہوا درہ قرم میں سے گذر کر دریائے سندھ کے مغربی کنارے۔ ڈیرہ اسمعیل خان ڈیرہ غازی خان اور کٹھور کے علاقہ میں ہوتا ہوا جنگل جنگل دریائے سندھ کے کنارہ بھکّر کے قریب پہنچا اور ملتان ہوتا ہوا پاک پٹن کے گھاٹ پر دریائے ستلج کو عبور کیا۔ وہاں سے ابوہر اور سرسہ اور ہانسی ہوتا ہوا مسعود پور پہنچا وہاں سے پرانی دہلی آیا۔ اور کامل نو برس تک دہلی میں رہا۔ دہلی سے تلپت۔ بیانہ۔ کوئل۔ قنوج۔ گوالیر چندیری۔ دہار ہوتا ہوا اوجین پہنچا۔ وہاں سے دولت آباد گیا۔ دولت آباد سے ساگر واپس آیا۔ وہاں سے کھمبایت پہنچا۔ بھروچ کے قریب کندہار کے بندر سے جہاز پر سوار ہو کر گھوگہ۔ گوا۔ ہنور ہوتا ہوا ملیبار اور مالابار کے بندرگاہوں میں ہوتا ہوا کالی کٹ پہنچا۔ وہاں سے شالیات گیا اور ربیع الثانی ۷۴۴ھ ہجری میں شالیات سے مالدیپ چلا گیا۔ وہاں سے سیلان پہنچا۔ بطالہ (تیلام) سے شہر میں باوا آدم کے قدم کی زیارت کرکے معبر یعنی کرناٹک چلا گیا۔ وہاں سے کالی کٹ واپس چلا آیا۔ پھر جزائر مالدیپ میں گیا۔ وہاں سے ۴۳ دن سفر کرکے بنگالہ جا پہنچا اور شہر سات گام

(چاٹگام) میں جو ہوگلی کے قریب ایک بڑا بندر ہے جہاز سے اُترا۔ اور دریائے برہم پترا کے راستہ کامروپ میں آ گیا۔ وہاں سے ارکان اور پیگو کے سواحل کے قریب ہوتا ہوا سماترا میں پہنچا۔ وہاں سے مُل جاوا۔ وہاں سے ٹانکن یا کوانسی کے علاقہ میں پہنچا وہاں سے چین کے شہر کانٹن میں پہنچا۔ وہاں سے زمتون اور خنسا ہوتا ہوا پھر چالیس روز کے سفر کے بعد کولم آیا۔
محرم ۷۴۸ھ میں ظفار ملک عرب میں پہنچا۔ مسقط۔ شیراز۔ یزد۔ اصفہان۔ شوستر ہوتا ہوا بصرہ اور کوفہ کی سیر کرتا ہوا بغداد پہنچا۔ وہاں سے شام کا رُخ کیا۔ شام سے مصر و تونس۔ سارڈینہ اور اندلس ہوتا ہوا شعبان ۷۵۰ھ میں شہر فاس میں پہنچا۔ اور وطن واپس آ کر پھر سوڈان کا رُخ کیا۔ اور ۷۵۴ھ میں اس سفر سے واپس لوٹا۔ اور ۷۵۵ھ کے آخر میں اپنے وطن میں واپس آ گیا۔

خاکسار
محمد نذیر حسین۔ رحمانی پریس دہلی
۸ر اکتوبر ۱۹۲۹ء

جلد اوّل

عجائبُ الاسفار

یعنی

سفرنامہ ابن بطوطہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ فقیہ۔ عالم۔ ثقہ۔ ذی ہوش۔ شرف الدین جو ہر صورت سے نیکو کار اور معتمد ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم اللواتی[1] و بعد ازاں تنجی ابن بطوطہ[2] کے لقب، نام، نسب اور کنیت سے

(۱) اللواتی۔ لواتہ کی طرف نسبت ہے۔ یہ اندلس یا اسپین کے قریش کے ایک ضلع کا نام ہے اور بربر دن کا ایک قبیلہ بھی اس نام سے موسوم ہے اسیلاح بحترہ بھی خراساں کا ایک موضع ہے جسکی طرف جرب میں منسوب ہے۔ بحوالہ کتاب مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع (۲) مسٹر برو ک بروٹ کہتے ہیں کہ "ابن بطوطہ کے سفرنامے کے دو اختصار ہیں ایک ابن جزی الکلبی کا اور دوسرا ابن فتح اللہ البیلونی کا۔ ترجمہ ہذا جزی کے اختصار سے کیا گیا ہے اور یہی اختصار چھپا بھی ہے ثانی الذکر یعنی بیلونی کا اختصار طبع نہیں ہوا

مشہور ہیں اللہ برتر ان پر اپنی رحمت رکھے اور اپنے فضل و کرم سے ان سے راضی رہے۔ فرماتے ہیں جمعرات کا دن دوسری رجب ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۴ء میں نے اپنے وطن مالوف اور مولد شہر طنجہ سے برائے حج بیت اللہ و زیارت روضہ نبی اللہ صلعم کے تن تنہا اور بلا ہمدم سفر کے روانہ ہوا۔ زن و مرد اور احباب کی جدائی گوارا کرنے کا سبب یہ تھا کہ اس فریضہ دینی اور زیارت الکمنہ متبرکہ کی بیحد آرزو دماغ میں موجزن تھی جس طرح پرندہ اپنے مالوف آشیانہ کو چھوڑتا ہے آخر میں بھی خداحافظ کہکر چل کھڑا ہوا۔ میرے والدین اسوقت بقید حیات تھے انکو بھی میری جدائی کا بیحد صدمہ اور قلق ہوا اسوقت میری عمر ۲۲ سال تھی۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن بطوطہ نے شہر غرناطہ میں فرمایا تھا۔ میری ولادت سترہویں رجب دوشنبہ کے دن ۷۰۳ھ میں ہوئی تھی۔ اور اس سفر کا آغاز ابو یوسف عبدالحق کے عہد حکومت میں ہوا۔ یہ سلاطین اپنے تہیہ میں شیئہ تعالی... وہ ...ت ہو کو مغرب کے ساتھ تمام و کمال وقوف نہ ہو۔ اور انکے جود وسخا کا آوازہ دیا دانگ عالم میں نہ گونجا ہو۔ انکی آب شمشیر نے شعلہ کفر کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور انکے قلیل التعداد مجاہدین اور غازیان اسلام نے کثیر التعداد نصاریٰ یا تثلیث پرستوں کو خاک وخون میں ملا دیا۔ اللہ برتر ان کو اس جہاد فی سبیل اللہ کی جزائے نیک عطا فرمائے اور قیامت تک جہاں کہیں بھی کفر ہو انکے کارہائے نمایاں سے لرزہ براندام رہے۔ آمین ثم آمین۔

(۱) عرب جغرافیہ دان مشرقی افریقہ کو تین حصوں میں منقسم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ ابو الفدا سے اقتباس کا ترجمہ۔ بلاد مغرب تین تقسیموں پر منقسم ہے جسکا بالکل مغربی حصہ مغرب اقصیٰ کہلاتا ہے۔ اس حصہ کا پہلا حصہ شرقی او مغربی سمتوں میں سمندر سے تلمسان تک ہے۔ پھر سبتہ سے مراکش تک۔ اور پھر سلجماسہ تک۔ اسکے ساتھ شمال سے جنوب تک یہ حصہ بھی شامل ہے دوسری تقسیم مغرب الاوسط کے نام سے موسوم ہے۔ اسکا آغاز وہران کی شرقی جانب سے ایک دن کی مسافت کے بعد سے تلمسان کی مشرقی جانب سے ہوتا ہے اور مملکت بجایہ تک مشرق میں اسکی حدود ہیں تیسری تقسیم یا قطعہ کا نام مشرقی افریقہ ہے۔ یہ برقہ سے مشرقی حدود مصر تک پھیلا ہوا ہے۔ ابو الفدا طنجہ کو بجایہ میں رکھتا ہے اور اس کا طول البلد اور عرض البلد ۵۸ '۱۲ و ۳۰ ۳۵ ۳۳ بتاتا ہے اور طول البلد جزائر خالدات یعنی فرجزائر کنارین سے مغرب اقصیٰ تک ۲ ۵ د ۷ جانب مغرب گرین وک۔ اکثر قسطنطنیہ کو قسطیطنیہ لکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہو اور طول البلد اور عرض البلد کو اطوال کے لحاظ سے ۳۰ ۵۸ '۲ ۳۰ ۱۳ '۰ اور ابن سعید ۴۴ ۲۲ ۲۲ ۳ ۳۳ کہتا ہے۔

باب اوّل (۱)

آغاز سفر ابن بطوطہ طنجی بصوب اسکندریہ

فصل (۱) شہر تلمسان میں ورود

اپنے وطن طنجہ سے نکلکر میں پہلے جس شہر میں وارد ہوا وہ تلمسان(۱) ہے۔ اُس زمانہ میں یہاں کا بادشاہ ابوتاشفین عبدالرحمٰن بن موسیٰ ابن عثمان ابن یغمراسن بن زیان تھا۔ یہیں سلطان ابویحیٰی رحمۃ اللہ علیہ افریقہ کے بادشاہ کے دونوں سفیروں ابوعبداللہ محمد ابن ابی بکر بن علی بن ابراہیم نفزاوی اور شیخ صالح ابوعبداللہ محمد بن الحسین بن عبداللہ القریشی زبیدی(۲) سے ملاقات ہوئی یہ دونوں حضرات شہر تونس میں عہدۂ قضاۃ نکاح پر بھی ممتاز تھے۔ اور آخر الذکر تو اپنے عہد کے فضلائے زمانہ میں سے تھے۔ انکا ۷۴۰ھ میں انتقال ہوگیا۔ جس دن میں یہاں اُن دونوں سفیروں سے ملا تھا اُسی دن یہ یہاں سے روانہ ہوگئے۔ میرے بعض مخلصین کا منشاء تھا کہ انکے ساتھ میں بھی روانہ ہوجاؤں چنانچہ میں نے اس معاملہ میں استخارہ کیا۔ ان کی روانگی کے بعد مجھے اپنی بعض ضروریات کی وجہ سے تین دن یہاں ٹھہرنا پڑا۔ لیکن بسرعت تمام سفر اختیار کرکے ان سے شامل ہونے کے لئے روانہ ہوگیا۔

فصل (۲) شہر ملیانہ میں ورود

چنانچہ شہر ملیانہ میں پہونچکر ان ہر دو حضرات سے جا ملا۔ یہ بڑی گرمی کا موسم تھا۔ یہ دونوں حضرات وہاں علیل ہوگئے تھے۔ اسلئے مجھے دس دن تک قیام کرنا پڑا۔ پھر یہاں سے کوچ کا ارادہ کیا۔ کوچ کرتے میں قاضی محمد ابن ابی بکر نفزاوی کا مرض پھر ترقی کر گیا۔ اس ملیانہ سے چار میل کے فاصلہ پر پانی تھا۔ یہاں تین دن ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اسی مقام پر قاضی مذکور نے چوتھے دن پھر دن چڑھے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

(۱) تلمسان کا بعض نے تنمسان بھی تلفظ کیا ہے۔ یہ مغرب میں دو پاس پاس شہر پناہ سے محصور شہر ہیں جنکے مابین ایک پتھر پھینکنے کی مسافت کا فاصلہ ہے ایک شہر تو قدیم ہے اور دوسرا جدید۔ غالباً یہ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ مسٹر ڈی سایکی اسکو تلمسن لکھتے ہیں جو واحد ہے۔ بحوالہ مراصد الاطلاع۔

(۲) زبید ساحل مہدیہ پر ایک موضع ہے۔

اس حادثہ سے قاضی مرحوم کے صاحبزادہ ابوالطیب اور اسکے رفیق ابو عبداللہ زبیدی مع قاضی متوفی کے تجہیز وتکفین کے لئے ملیانہ واپس ہونا پڑا۔ وہاں پہونچکر انہوں نے ان کی تجہیز وتکفین کی۔ اور میں انکو یہیں چھوڑ کر شہر تونس کے سوداگروں کے قافلہ کے ساتھ جنہیں حاجی مسعود ابن المنتصر، حاجی اسعدولی۔ اور محمد ابن الحجر افراد بھی تھے روانہ ہوا۔

فصل (۳) شہر الجزائر میں ورود

پھر ہم سب الجزائر پہونچے اور چند روز شہر کے باہر اقامت اختیار کی۔ یہاں ہم سے شیخ ابوعبداللہ زبیدی اور قاضی مرحوم کے صاحبزادے ابوالطیب آملے۔ پھر ہم سب ایک گھاٹی پر روانہ ہوئے جو کوہ زران تک چلی گئی ہے۔

فصل (۴) شہر بجایہ میں ورود

اسکے بعد ہم شہر بجایہ میں پہونچے۔ شیخ ابوعبداللہ تو یہاں کے قاضی ابوعبداللہ زواوی کے یہاں اور قاضی متوفی کے صاحبزادہ ابوالطیب فقیہ ابی عبداللہ مفسر کے یہاں فروکش ہوگئے۔ اس زمانہ میں بجایہ کے امیدوار ابوعبداللہ محمد بن سیدالناس تھے۔ تونس سے میں جن سوداگروں کے قافلہ میں آیا تھا اسمیں منجملہ دیگر حضرات کے محمد ابن الحجر تھے۔ جن کا ذکر آچکا ہے۔ انھوں نے یہاں انتقال کیا اور تین ہزار طلائی دینار ترکہ میں چھوڑے۔ اور منجملہ اہل جزائر کے ایک شخص مسمی ابن حدیدہ کو یہ وصیت کی تھی کہ یہ دینار میرے ورثاء کو تونس میں پہونچا دینا۔ جب یہ خبر ابن سیدالناس امیر بجایہ کے گوش گذار ہوئی تو اس نے وہ دینار ابن حدیدہ سے چھنوا لیے(۱)

مجھے اس شہر میں بخار آگیا۔ ابوعبداللہ زبیدی نے مجھ سے کہا کہ جبتک آپ اچھے نہ ہوجائیں یہیں قیام فرمائیں۔ لیکن میں نے نہ مانا۔ اور ان سے کہا۔ اگر خدا نے میری موت کے لئے یہی بہانہ مقرر کیا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ موت راستہ میں ہو۔ کیونکہ میں نے

(۱) یہ موحدین کے حاکموں اور گورنروں کا پہلا ظلم ہے جو ابن بطوطہ کے مشاہدہ میں آیا۔

بہ نیت حج وزیارت روضہ اقدس صلعم یہ سفر اختیار کیا ہے۔ اسکے جواب میں مجھسے فاضل موصوف نے فرمایا۔ اگر آپکی ایسی ہی مستحکم نیت ہے۔ تو اپنی سواری فروخت کر ڈالئے اور سامان سفر یکجا کرکے باندھ لیجئے۔ میں آپکو خیمہ اور سواری مستعار دیدونگا۔ اور پھر ہم سب آزادی کے ساتھ ہلکے پھلکے ہوکر آزادی کے ساتھ سفر طے کرلینگے۔ کیونکہ عرب راستہ میں لوٹ مار کرتے ہیں اسلئے ہمیں بڑی بڑی منزلیں نہایت سرعت اور عجلت کے ساتھ طے کرنا ہونگی۔ میں نے فاضل موصوف کے فرمانے پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کیا۔ انھوں نے بھی ایفائے وعدہ کیا اللہ برتر قاضی موصوف کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

فصل (۵) شہر قسطنطینیہ[1] میں ورود

جب ہم قسطنطینیہ میں پہونچے تو یہاں شہر کے باہر ٹھہرے۔ رات کو بارش اسقدر ہوئی کہ خیموں میں گذارہ مشکل ہوگیا۔ ناچار رات ہی کو خیمے چھوڑنے پڑے اور گھروں میں اُٹھ آئے جب صبح ہوئی تو میں نے وہاں کے امیر ابو الحسن سے ملاقات کی جو شرفا اور فضلائے زمانہ میں سے تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ میرے کپڑوں میں بارش کے پانی کے دھبے ہیں تو حکم دیا کہ میرے کپڑے یہیں دھلوا دئے جائیں۔ چونکہ ان میں لنگی پرانی تھی۔ اسلئے اسکے عوض ایک نئی بعلبکی لنگی مجھے دی۔ اور اسکے دونوں کناروں میں ایک ایک طلائی دینار باندھ دیا۔[2]

فصل (۶) شہر بونہ میں ورود

پھر ہم یہاں سے روانہ ہوکر شہر بونہ میں پہونچے۔ یہاں شہر کے اندر اُترے اور کچھ

(۱) یہ نام شہر کا بھی ہے اور قلعہ کا۔ قلعہ کو قسطنطینۃ الہوا کہتے ہیں۔ یہ اسقدر بلند قلعہ ہے کہ اگر پرندہ اسکی دیوار اُڑکر عبور کرنا چاہے تو خاص کوشش سے عبور کرسکتا ہے حدود افریقہ کے مغربی حصص میں تین دریاؤں کے اوپر معمور ہے جنہیں بذریعہ جہاز عبور کرنا پڑتا ہے۔ الہروی کے یہاں قسطنطینیہ الہوی ایک در کے ایک پل کا نام ہے جسکی مسافت ۱۵۰ قدم ہے ایک ایسا ہی پل خورستان میں بھی ہے جو اپنی تعمیر کے لحاظ سے بلاد اسلامیہ میں اپنا فرد نہیں کہتا۔ یہیں ۱۵۰ قدم کا مسافت میں دو کھمبوں پر ایک در ہے تو یہ وہیں در ہوگا۔ خوزستان میں الحجاج کے طبیب بلخی کی طرف منسوب ہے۔ بحوالہ مراصد الاطلاع۔ وابن حوقل (۲) یہ پہلی مالی مدد تھی جو ابن بطوطہ کیساتھ سفر میں کیگئی۔

عرصہ تک قیام کیا۔ اس سفر میں جتنے سوداگر ہماری معیت میں تھے۔ اُن سب کو یہیں چھوڑا، کیونکہ راستہ میں ڈاکوؤں کا خوف تھا۔ اور یہاں سے تن تنہا راہ لی۔ اور نہایت دقت اور دشواری سے منزلیں طے کیں۔ راستہ میں سخت بخار آ گیا تھا۔ اتنے سواری پر اپنے آپکو خوب مضبوط باندہ لیا کہ کہیں سواری سے گر نہ پڑوں۔ لیکن خوف کی وجہ سے کہیں اُتر نہ سکا۔

فصل (۷) شہر تونس(۱) میں ورود

الغرض کوشش اور مشقت سے منزلیں طے کرتا ہوا اس شہر میں پہونچا۔ یہاں کے لوگ ابو عبداللہ زبیدی اور ابو الطیب ہی قاضی ابی عبداللہ نفزاوی کے استقبال کیلئے شہر سے باہر آئے۔ اور نہایت گرم جوشی سے مزاج پرسی کی اور ملے۔ چونکہ ان استقبالیوں میں میرا کسی سے تعارف نہ تھا۔ اسلئے نہ مجھسے کسی نے صاحب سلامت کی اور نہ میری بات پوچھی۔ اُنکے اس برتاوے کا مجھے اسقدر صدمہ ہوا کہ میں ضبط نہ کرسکا اور بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ چنانچہ بعض حاجیوں کو میرے اس احساس کا علم ہوگیا۔ پھر میری دلجوئی اور محبت وتپاک میں انھوں نے کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا۔ اور برابر دلجوئی کا سلسلہ جاری رہا۔ یہانتک کہ میں شہر میں داخل ہوا اور یہاں کے مدرسہ الکتبیین میں اُترا۔

فصل (۸) حکایت مناسب حال

ابن جزی کہتے ہیں کہ اس مقام کے مناسب ایک حکایت ہے جو مجھسے میرے شیخ الجماعۃ اخطب الخطباء ابو البرکات محمد بن محمد بن ابراہیم السلمی ابن الحاج بلفیقی نے بیان کیا ہے کہ اُنہوں

(۱) تونس افریقہ میں ایک جدید بڑا شہر ہے جو سمندر کے ساحل پر آباد ہے۔ اسکی بنا کارتھیج کے ویرانوں پر ڈالی گئی جو وہاں سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس تونس کو ترسیس بھی کہتے ہیں کہتے ہیں کہ اسکی شہر پناہ کا اکیس ہزار گز کا احاطہ ہے۔ یہاں کے باشندے کنوؤں اور اُن نہروں کا پانی استعمال کرتے ہیں جو موسم بارش کے پانی سے جاری رہتی ہیں۔ اس شہر کا قلعہ اسکی مشرقی سمت ہے۔ بحوالہ ابو الفدار۔

یہ افریقہ کے اضلاع میں تونس کے پاس ایک قصبہ ہے۔ لیکن اب ویران ہے یہاں کے آثار قدیمہ اسکی پہلی شان وشوکت کا پتہ دے رہے ہیں یہ بھی کہتا ہے کہ قرطاجنہ یا کارتھیج اندلس میں ضلع تدمیر میں ایک شہر کا نام ہے جو سمندر کی طغیانی کے باعث برباد ہوگیا تھا۔ بحوالہ جغرافیہ المسترک۔ بسند ابو الفدار۔

بھی ایسا ہی واقعہ گذرا ہے۔ فرماتے ہیں "میں جس دن عید ہونے والی تھی اسکی شب کو ابی عبداللہ ابن الکماد کے پاس دوامی رسم کے مطابق گیا۔ اور صبح کے وقت عیدگاہ میں سب لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ جب دوگانہ عید اور خطبہ سے فراغت ہو چکی۔ تو وہ حسب دستور ایک دوسری سے ملنے جلنے لگا۔ اور میں تنہا ایک گوشہ میں کسی سے تعارف نہ ہونے کے باعث خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اور مجھسے نہ کوئی صاحب سلامت کرتا تھا اور نہ بات پوچھتا تھا۔ باشندگان شہر میں سے ایک شیخ نے میری طرف توجہ منعطف کی۔ مجھے سلام کیا اور نہایت تپاک اور ہمدردی سے کہنے لگا کہ جب میں نے دیکھا کہ آپ تمام لوگوں سے علیحدہ بیٹھے ہیں اور آپ سے کوئی صاحب سلامت نہیں کرتا۔ تو میں سمجھا کہ آپ پردیسی ہیں۔ اس لئے مجھ سے آپ سے ملے بغیر نہ رہا گیا اور آپ کی خستہ دلی کا رفع اور آپ کے ساتھ موانست کا برتاو کرنا واجب سمجھا۔ اللہ برتر اس شیخ کو جزائے خیر دے جس نے میرے ساتھ حسبتہ للہ اخلاق برتا۔"

فصل (۹) تونس اور وہاں کے سلطان حال

جب میں وارد ہوا اسوقت وہاں کا بادشاہ سلطان ابو یحییٰ ابن سلطان ابی یحییٰ ذکریا ابن سلطان ابی اسحٰق ابراہیم ابن سلطان ابی ذکریا یحییٰ ابن عبدالواحد ابن ابی حفص تھا۔ اسکا ایسا عہد تھا کہ یہ مقام بڑے بڑے علما و فضلا کا مرکز بنا ہوا تھا۔ انہیں سے قاضی الجماعۃ ابوعبداللہ محمد بن قاضی الجماعۃ ابن العباس احمد ابن محمد ابن حسن بن محمد انصاری حزرجی بلنسی الاصل تھے۔ ان محمد انصاری کو ابن الغماسہ بھی کہتے ہیں۔ نیز خطیب ابو اسحٰق ابراہیم بن حسن بن علی بن عبدالرفیع ربعی بھی ہیں جو قاضی الجماعۃ کے عہدہ پر دول خمسہ میں مامور رہے۔ اور فقیہ ابو علی عمر بن علی بن قداح ہواری بنی یہ بھی دول خمسہ میں عہدہ مذکور پر مامور تھے۔ ان کا اور نیز دیگر علماء عہد کا یہ طریقہ ہے کہ ہر جمعہ کو بعد فراغ نماز جمعہ جامع اعظم یعنی جامع زیتونیہ کے کسی ستون سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لوگ انکے سامنے استفتے پیش کرتے ہیں۔ جب جواب دے چکتے ہیں تو وہاں سے واپس تشریف لے آتے ہیں۔

مجھے عید الفطر بھی یہیں ہوئی۔ جب عیدگاہ میں نماز عید کے لئے گیا تو دیکھا کہ لوگ

بڑے اہتمام جلوس اور بناؤ تنہاؤ کے ساتھ عمدہ پر تکلف لباس زیب تن کئے ہوئے عید گاہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ جب سلطان ابویحیٰی کی سواری آئی تو آپ گھوڑے پر سوار تھے اور باقی آپکے اقربا خواص۔ اور تمام خدام مملکت پیادہ پا نہایت ترتیب وتنظیم کے ساتھ ہمراہ تھے۔ دوگانہ عید ادا اور خطبہ ختم کیا گیا اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے

کچھ دنوں بعد حجاز کو حاجیوں کی روانگی کے لئے سلطانی قافلہ حجاج کا انتظام ہو اور امیر قافلہ ابو یعقوب سوسی مقرر ہوئے۔ یہ اقلُ[1] کے باشندہ تھے۔ اس حجاج کے قافلہ سلطانی کا قاضی مجھے مقرر کیا گیا۔ آخر کار ہم تونس سے ساحل کی راہ روانہ ہوئے۔

فصل (۱۰) شہر سوسہ میں ورود

اور شہر سوسہ میں پہونچے یہ شہر اگر بڑا نہیں ہے لیکن پاکیزہ اور خوش وضع ضرور ہے اور تونس سے چار میل کے فاصلہ پر دریا کے کنارے واقع ہے پھر یہاں سے روانہ ہونیکے بعد

فصل (۱۱) شہر صفاقس (سفاقس) میں ورود

شہر صفاقس میں پہونچے۔ یہاں بیرون شہر امام ابوالحسن لخمی مالکی کا مزار ہے، جو فقہ کی معتبر کتاب "کتاب التبصرۃ" کے مؤلف ہیں۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ اس شہر کی تعریف میں ابن حبیب القنوتی[2] کے یہ چند اشعار مشہور ہیں۔ جنکا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔ اللہ برتر صفاقس کی سرزمین سیراب کرے۔ جسکی سطح پر عالیشان معبد اور سر بفلک مینارے ہیں

۲۔ خلیج پر مقام قیصر واقع ہے۔ جو مرجع خواص وعوام ہے اور اسکا محل تو بڑی ہی شان وشوکت کا ہے جو آسمان سے سرگوشیاں کر رہا ہے۔

---

(۱) افریقہ کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے (۲) شاعر نے اپنے اشعار میں جو خوبیاں رکھی ہیں گو میں نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ لفظی ترجمہ میں انہیں ادا کر جاؤں۔ لیکن بعض جگہ بجائے لفظی ترجمہ کے تشریحی ترجمہ پیش کرنا پڑا ورنہ مفہوم ہی خبط تھا اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس میں لطف دوبالا ہوتا تھا۔ یہ موقع دو سروں کی کوشش اور طبع آزمائی کیلئے چھوڑتا ہوں کہ باطنی خوبیاں لفظی ترجمہ میں جمع کردیں افسوس کہ شاعر کے حالات باوجود بسیار تلاش کے نہ معلوم ہو سکے

۳۔ یہ ایسا شہر ہے کہ جب اسکے زائرین پر تکلف لباس اور عطر میں بسے ہوئے اسمیں آتے ہیں تو یہ زبان حال سے خوش آمدید کہکر انکا استقبال کرتا ہے۔
۴۔ موجوں کو بھی تیرے جمال کے وصل کی آرزو ہے چنانچہ کبھی تو وہ جوش میں آکر تجھسے ہم آغوش ہوجاتی ہیں۔ اور کبھی تاب وصل نہ لاکر واپس چلی جاتی ہیں۔
۵۔ نگہبان بھلا یہ کب برداشت کر سکتی ہیں کہ وہ رقیبوں کو تجھ سے ہم آغوش دیکھیں اور ٹھہری رہیں(۱)۔

اسکے برعکس ادیب کامل ابو عبداللہ ابن ابی تمیم نے جو بڑا جدت مسند اور زبردست استاد شاعر تھا چند اشعار صفاقس کی مذمت میں کہے ہیں جنکا ترجمہ بھی درج ذیل ہے۔

۱۔ صفاقس! یہاں کے رہنے والوں کو کبھی چین ہی نہ نصیب ہوا۔ اور جب بھی بارش ہوئی یہاں کی سرزمین کبھی سیراب نہ ہوئی۔
۲۔ ایسے شہر کی برائی اور خرابی کے لئے بس صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ یہاں جو شخص بھی آیا۔ رومیوں اور عربوں کے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا ہوا۔
۳۔ یہاں جو خشکی میں بھٹک کر آگیا تو اُسکا سارا مال و اسباب لُٹ گیا۔ اور اگر دریا میں ہو تو اسے قید اور مصائب میں ابتلا کی شکایت ہے۔
۴۔ چونکہ دریا نے یہاں کی پر از نفرت حالت دیکھ لی ہے سو جب بھی اسے کہیں صفاقس کے قریب قدرت کردیتی ہے اسکی ناموم حالت دیکھکر فرار و نفور اختیار کرلیتا ہے(۲)۔

---

(۱) اصل عربی ملاحظہ ہو۔
(۱) سُقیاً لارض سفاقس + ذات المصانع والمصلی (۲) محیا القصیر الی الخلیج + فقصرها السامی المعلی۔
(۳) بلد یکاد یقول حین + تزوره اهلاً وسهلاً (۴) وکان والبحر یحسر + تارة عنه ویعلو۔
(۵) یصبو یرید زیارة + فاذا رأی الرقباء ولّی۔ بحر کامل۔
(۲) (۱) صفاقس لا صفا عیش لساکنها + ولا سقی ارضها غیث اذا انسکبا (۲) ناهیك من بلدة من حلها حصبا + عاثا بها العادیین الروم والعربا (۳) کم ضل فی البر مسلوباً بها نفر + وبات فی البحر یشکو الاسر والعطبا (۴) قد عاین البحر من لؤم لقاطنها + فکلما هم ان یدنو بها هربا۔ بحر بسیط۔ غالباً کلام بالا کے شاعر ابو عبداللہ محمد بن ابی علی التمیمی المازری الفقیہ المالکی المحدث ہیں۔ اسکے حالات کے لئے کتاب ابن خلکان ملاحظہ فرمائیے۔

فصل (۱۲) شہر قابس میں ورود

الغرض شہر صفاقس سے چلکر ہم شہر قابس میں پہونچے اور شہر کے اندر ہی قیام کیا لیکن بارش کی وجہ سے صرف دس ہی دن رہے۔ ابن جزی کہتے ہیں کہ قابس کے متعلق بعض شعرا کا یہ قول ہے" جو پر لطف راتیں میری شہر قابس کے جانب بطحا میں گذریں جب میں ان کو یاد کرتا ہوں تو میرے دل میں قابس کی مفارقت سے ایک آگ کا شعلہ بھڑک اٹھتا ہے(۱)۔ جب میں نے شہر قابس سے کوچ کیا اور طرابلس کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں بعض بعض منزلوں میں سو اور سو سے زیادہ تک سوار ہماری معیت میں رہے۔ ہماری سلطانی قافلہ میں ایک تیرانداز قوم بھی تھی۔ اس سے قافلہ لوٹنے والے عرب ایسے ڈرے کہ اپنے گھرون میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اسطرح اللہ برتر نے ہمیں ان ڈاکو عربون کے شر سے محفوظ رکھا۔ قابس اور طرابلس کے مابین اس مسافت میں ہمیں کسی منزل میں عید الضحیٰ بھی پڑی۔ الغرض عید مذکور کے چوتھے دن ہم طرابلس پہونچ گئے۔

فصل (۱۳) شہر طرابلس الغرب میں ورود

جب ہم سفاقس میں تھے تو یہاں میں نے تونس کے ایک احنا کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا جب طرابلس پہونچا تو یہاں رسم زفاف ادا کی۔ پھر یہاں سے آخر ماہ محرم ۷۲۶ھ میں کوچ کیا۔ میرے ہمراہ میری بیوی اور حصادمدہ کی ایک جماعت تھی۔ میں نے قافلہ کا نشان بلند کیا اور سب کے آگے ہوا۔ اب رہا تونس کا سلطانی قافلہ سو وہ وہیں طرابلس میں سردی اور بارش کی وجہ سے مقیم رہا۔ ہم مسلاتہ۔ مسراتہ۔ اور قصور سرت ان تمام مقامات کو طے کرتے ہوئے آگے جو بڑھے۔ تو قبائل عرب نے ہم پر ڈاکہ ڈالنا چاہا۔ لیکن خدا کا کچھ ایسا کرنا ہوا کہ بعض باتیں پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ اس فعل شنیع پر اقدام

(۱) (۱) لعهدی علی طیب اللیال خلستہا بجانب البطحاء من قابس (۲) کانَّ قلبی عند تذکارها جمر وة نار بیدی قابس بجرجر

نہ کر سکے۔ اس اثناء میں ہم جنگل(۱) کے وسط میں پہونچ گئے۔ اور یہاں سے آگے بڑھکر بیر صیصا عابد کے قصر تک پہونچ گئے۔ اور پھر یہاں سے قبہ سلام آئے۔ یہاں ہم کو وہ تونس کا سلطانی قافلہ بھی ملگیا جسے ہم نے طرابلس میں چھوڑا تھا۔ یہاں مجھ میں اور میرے خسر میں کچھ ایسی مخالفت پیدا ہوگئی کہ مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینی پڑی اور پھر یہاں فاس کے ایک طالب علم کی لڑکی سے شادی کرلی۔ اور قصر الزعاقیہ میں زفاف کی رسم ادا کی۔ اور سب کو ولیمہ کا کھانا کھلایا۔ اسکی وجہ سے قافلہ سلطانی کو یہاں ایک روز اور قیام کرنا پڑا۔

باب دوم (۲)

پہلی فصل

شہر اسکندریہ میں ورود اور اجمالی حال

یکم جمادی الاولی کو ہم سب اسکندریہ میں پہونچے۔ اللہ مبرّا اس شہر کو تمام بلاؤ آفات سے محفوظ و مصئون رکھے۔ یہ نہایت اچھی محفوظ سرحد و سرتاپا دل آویز و دلچسپ

(۱) شہر قابس طرابلس اور صفاقس کے مابین المہدیہ کے قریب ساحل بحر مغربی پر واقع ہے اسمیں ہر طرف سے جہازوں کیلئے ایک اسٹیشن ہے۔ اس اسٹیشن اور سمندر کے مابین تین میل کی مسافت ہے۔ بحوالہ مراصد الاطلاع۔ الہروی کے یہاں لفظا طرابلس ہے۔ اس مقام کے ذکر کے بعد انکے زمانہ یعنی تیرہویں صدی میں جو اثنا کی حالت تھی وہ بھی بیان کی ہے۔ ملاحظہ ہو "جزیرہ سسلی میں سمندر کے کنارہ ایک کوہ آتش فشان ہے۔ نہایت بلند و بالا۔ دن کے وقت تو اسمیں سے دہواں نکلتا ہوا نظر آتا ہے اور رات کو آگ کے شعلے۔ اس شہر کے ایک بڑے سیکھے با تشدد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک سرمی رنگ کا بٹیر جیسا پرندہ دیکھا ہے جو اس آگ کے وسط سے اڑ کر باہر آتا ہے اور پھر اسی میں واپس چلا جاتا ہے؛ کہتا ہے کہ یہ سمندل تھا اور میں نے تو اس سوا سیاہ لاکھی سی شکل کے پکے ہوئے پتھروں کے اس پہاڑ سے اور کوئی چیز نکلتے نہیں دیکھی جو وہاں سے بعض بعض کر آتے تھے اور سمندر میں گرتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہی کوہ آتش فشاں فرغانہ میں بھی ہے جو پتھروں کو جلا کر خاک کردیتا ہے اور اسکی خاک ایک درہم کی تین اوقیہ فروخت ہوتی ہے لوگ اس خاک سے اپنے کپڑے سفید کر لیتے ہیں۔"

اور عجیب شاندار جگہ ہے یہاں کی عمارات اسقدر شاندار اور دلچسپ ہیں کہ خوبصورتی اور استحکام کا حق ادا کر دیا ہے جن سے دنیا اور دین دونوں باتوں کی عظمت کے آثار عیاں ہیں۔ یہاں کا ظاہر و باطن نہایت اعلےٰ اور پسندیدہ۔ پاکیزہ اور لطیف ہے ان عمارتوں کی ایک عجیب خوبی یہ ہے کہ باوجود کلاں اور وسعت کے نہایت خوشنما اور خوبصورت ہیں۔ اگر ان عمارتوں کو انکی رونق اور جلا کے اعتبار سے یہ کہا جائے کہ اپنی چمک دمک اور انجلا میں ایک کلان موتی ہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ اور اپنی خوشنمائی تناسب اور دل آویزی میں زیورون سے آراستہ تو عروس ہیں تو بیجا ہوگا۔ مغرب کا ملک اگر سراوار افتخار ہے تو اسی اسکندریہ کی بدولت ہے۔ چونکہ یہ شہر شرقی اور غربی دونون ممالک کے وسط میں واقع ہوا ہے۔ اسلئے تمام ممالک شرقیہ اور غربیہ میں جو خوبیان ہیں یہ ان سب کا مجمع اور مرکز ہے۔ اشیائے نادرات زمانہ کو اس اسکندریہ کی بدولت پر رونق اور اسکو عجائبات زمانہ کا استناد اور منتہی سمجھنا چاہیئے۔ الغرض اسکے جو کچھ بھی محاسن و محامد کیے گئے ہیں اور امورات عجیبیہ و غریبہ کے بیانات میں جو کچھ وسعت دی گئی اور دفتر کے دفتر سیاہ کئے گئے ہیں۔ انھیں غلو پر محمول نہ کرنا چاہیئے۔ اگر یہاں کے حالات عجائب و غرائب کا کوئی مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے جامع کتاب ابو عبید کی "المسالک" ہے۔ لیکن پھر بھی "شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

فصل (۲)

اسکندریہ کے دروازون اور لنگرگاہ کا حال

اس شہر کے چار دروازے ہیں۔ باب السدرہ۔ اس سے اہل مغرب کی آمد و رفت ہے اور سڑک کا آغاز اسی دروازہ سے ہے۔ باب الرشید۔ باب البحر۔ اور باب الاخضر یہ آخر الذکر یا چوتھا دروازہ سواجمعہ کے کسی دن نہیں کھلتا۔ باشندگان درگاہوں کی زیارت کے لیئے اسی دروازہ سے نکلتے ہیں۔ یہاں کی لنگر گاہ اسقدر عظیم الشان ہے کہ میں نے

اپنی سیاحت کے دوران میں ایسا لنگرگاہ کہیں نہیں دیکھا اسکے ماسوا جو لنگرگاہیں قابل ذکر اُن میں سے دو لنگرگاہیں تو ہندوستان کی ہیں ایک کولم[1] کی اور دوسری کالیکوٹ[2] کی اور کفا[3] کی لنگرگاہ جو بلاد الاتراک میں بمقام سوداق واقع ہے۔ اور بلاد چین میں زیتون[4] کی لنگرگاہ۔

فصل (۳)

اسکندریہ کے منارہ کا حال

جب میں یہ منارہ دیکھنے گیا تو دیکھا کہ اسکا ایک جانب شکستہ اور منہدم ہے۔ یہ منارہ ایک وسیع بہت بلند عمارت ہے جو آسمان سے باتیں کر رہی ہے اسکا دروازہ بھی بہت بلند ہے جسکے محاذی اسکی بلندی کے برابر ایک اور عمارت قائم کیگئی ہے۔ اس عمارت اور منارہ کے دروازہ کے درمیان لکڑی کے تختے رکھدیئے گئے ہیں انہیں کے اوپر سے گذر کر مینار کے دروازہ میں جا سکتے ہیں۔ اگر یہ تختے اٹھا لئے جائیں تو پھر مینار کے دروازہ میں جانے کی کوئی سبیل نہیں۔ اس منارہ کے پھاٹک یا دروازہ میں منارہ مذکور کے محافظوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اسکے اندر آمد و رفت کا دروازہ نو بالشت چوڑا اور دیوار کا چوڑان دس بالشت کا ہے چاروں پہلو اکتالیس چالیس بالشت کے ہیں اسکی بنا ایک بہت بڑے ٹیکری پر واقع ہوئی ہے اور اسکے اندر بہت سے مکانات بنے ہوئے ہیں یہ شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر ایسے مستطیل میدان میں واقع ہے جس کی تین طرفوں کو دریا نے اس طرح گھیرا ہے کہ وہ دریا شہر پناہ سے ملگیا ہے اسلئے ماسوا شہر کے کسی طرف سے خشکی کا راستہ نہیں، اسی مستطیل میدان میں منارہ کے قریب اسکندریہ

(۱) عجائب الاسفار جلد دوم مترجمہ مسٹر محمد حسین جج صفحہ ۲۹۹ نوٹ ملاحظہ فرمائیے۔
(۲) عجائب الاسفار جلد دوم مترجمہ مسٹر محمد حسین جج صفحات ۲۹۲، ۲۹۳۔
(۳) عجائب الاسفار جلد اول مترجمہ مسٹر عطاء الرحمٰن صدیقی ذکر لنگرگاہ کذا ر حکایت بضمن حال شہر کفا ملاحظہ فرمائیے۔
(۴) عجائب الاسفار جلد دوم۔ مترجمہ مسٹر محمد حسین جج صفحہ ۴۱۰ نوٹ۔

کا قبرستان ہے جب سنہ ۷۵۰ھ میں میں بلاد مغرب کی سیاحت کرکے واپس آیا تو پھر اس مینار کو دیکھنے لگا۔ اسوقت میں نے اسکو اتنا خراب اور شکستہ حالت میں پایا حتی کہ اسکے دروازہ تک چڑھنا اور پہونچنا غیر ممکن تھا۔ اس منارہ کے قریب ملک ناصر نے اسی کے جواب کے ایک اور مینار کی نبیاد ڈالی تھی۔ لیکن اسکی تکمیل سے پہلے ہی ملک ناصر کا انتقال ہوگیا اور یہ عمارت ویسی ہی کی ویسی رہگئی۔(۱)

فصل (۴)

اسکندریہ کی عمود السواری کا حال

یہاں کے عجائبات میں سے سنگ مرمر کا ایک ہولناک ستون بھی ہے۔ اسے یہاں کے باشندے "عمود السواری" کہتے ہیں۔ یہ شہر مذکور سے باہر ایک کھجوروں کے جنگل میں واقع ہے۔ بلند اسقدر ہے کہ باوجودیکہ اس جنگل میں بہت زیادہ بلند کھجوروں کے درخت ہیں لیکن اسکی بلندی کو کوئی درخت نہیں پہونچسکتا۔ اور لطف یہ کہ باوجود اس کلانی کے ایک ہی پتھر کا تراشا ہوا ہے اسکی تراش نہایت عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ نیچے چبوتروں کی طرح بہت بلند چار پائے بنے ہوئے ہیں انپر اسے بے لاگ کھڑا کیا ہے۔ اسکی بلندی اور ضخامت دیکھکر عقل کام نہیں کرتی کہ ان چار پایوں پر اسے کیونکر اور کس نے نصب کیا ہے۔ اور نہ یہی تحقیق ہوا کہ بنوایا کس نے ہے۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ میرے بعض شیوخ نے جو بہت بڑے سیاح تھے۔ مجھسے بیان کیا کہ اسکندریہ میں ایک تیر انداز تھا وہ مع اپنی کمان اور ترکش کے اس ستون کی چوٹی پر چڑھ گیا اور وہاں بیٹھ رہا۔ جب اسکی شہرت ہوئی تو لوگ جوق در جوق اسکے دیکھنے کو آنے لگے اور جمع ہوگئے۔ سب متعجب تھے اور کسیکی کچھ سمجھ میں نہ آتا تہا کہ یہ چوٹی پر کیونکر چڑھ گیا۔ اس واقعہ کے راوی شیخ کی یہ رائے تھی کہ یا تو وہ وہاں کسی خوف سے چڑھ گیا تہا

(۱) یہی حال دہلی کے کلان مینار کا ہے ملاحظہ فرمائیے۔ عجائب الاسفار جلد دوم مترجمہ مسٹر محمد حسین جج صفحات ۴۳، ۴۵۔ نوٹ ۳ نوٹ ۱۱

یا اسکی کوئی حاجت تھی جسکی بر آری کے لئے اس نے یہ فعل ذریعہ بنایا تھا۔ کیونکہ بظاہر اتنے بڑے بلند ستون پر بے لاگ چڑھ جانا تعجب انگیز امر ہے۔ وہ تیر انداز جس ترکیب سے ستون پر چڑھا وہ یہ ہے کہ پہلے اس نے تیر کے سرے پر ایک لمبی ڈور کا سرا باندھ دیا اور پھر اس تیر کو ایسی شست باندھکر اس ستون کے اوپر سے گذرتا ہوا چلایا کہ اُسکے اُس پار ڈور کو ساتھ لیتا ہوا نکل گیا ڈور چونکہ لمبی تھی ایک سرا تو اسکا تیر میں بندھا رہا جو زمین پر ستون کے اُس پار گرا اور دوسرا سرا اسطرف تیر انداز کے پاس رہا اور ڈور کا وسط ستون کی چوٹی پر ٹھہر گیا جو ڈور کا سرا تیر انداز کے پاس تھا سمیں اس نے ایک مضبوط رسی باندھ دی اور دوسرے سرے کو جو تیر میں بندھا تھا کھینچنا شروع کیا۔ اس طرح ڈور کے ذریعہ ستون کی چوٹی پر وہ مضبوط رسی ہوکر گذر گئی۔ اس رسی کا ایک سرا اس نے زمین پر کسی مستحکم چیز میں سے دوہرا کرکے نکال لیا اور پھر ستون کے اوپر والی رسی میں پھنسا کر اس سرے کو بھی پہلے سرے کے ساتھ کھینچ لیا۔ اب یہ رسی دوہری ہوگئی اور اسے پکڑکر ستون پر چڑھ گیا۔ یہاں پہونچنے کے بعد اس نے اُس رسی اور اُن اشیا کو جو اسکے ساتھ تھیں سب کو اوپر کھینچ لیا۔ اس تیر انداز کی یہ ترکیب کسی کے ذہن میں نہ آئی سارا مجمع متعجب وحیران تھا کہ بغیر سیڑھی اور زینہ کے یہ شخص اوپر چڑھا کیونکر۔

جب میں اسکندریہ میں وارد ہوا تھا تو وہاں کا امیر ایک شخص صلاح الدین نامی تھا اور اسی زمانہ میں افریقہ کا معزول سلطان زکریا ابو یحیٰی ابن احمد بن ابی حفص معروف بہ طیانی بھی وہاں موجود تھا۔ اور ملک ناصر کے حسب الحکم اسکندریہ کے خاص ایوان شاہی میں اسے اُتارا گیا تھا اور اسکے مصارف کے لئے بطور وظیفہ روزانہ سو درہم مقرر کئے گئے تھے اس معزول سلطان کے ساتھ اسکے بیٹے عبد الواحد۔ مصری۔ اسکندری۔ اور اسکا حاجب ابو ذکریا ابن یعقوب اور اسکا وزیر ابو عبد اللہ ابن لیس تھے۔ سلطان یحیٰی اور اسکے بیٹے اسکندری کا یہیں انتقال ہوا۔ اور اسکا بیٹا مصری آجتک یہیں موجود ہے۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ طیانی کے بیٹوں کے نام کا اثر بالکل ٹھیک مرتب ہوا۔ جنکا نام اسکندری تھا وہ اسکندریہ میں رہا۔ اور مصری یہاں گو ایک عرصہ تک بقید حیات رہا۔ لیکن

اسے مصر میں رہنے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ اور عبدالواحد۔ اندلس۔ مغرب اور افریقہ تمام مقامات میں پھرتا رہا اور پھر یہیں جزیرۂ صریہ میں انتقال کیا۔

فصل (۵)

اسکندریہ کے بعض علماء کا حال

یہاں کے مشاہیر علماء میں سے قاضی عماد الدین کندی ہیں۔ اگر علم لسان میں انکو امام الائمہ کہا جائے تو درست ہے اسقدر بڑا عمامہ باندھتے تھے کہ اپنی سیاحت کے دوران میں ہم نے مشرق سے مغرب تک کسی کا اتنا بڑا عمامہ نہیں دیکھا۔ ایک دن فاضل موصوف صدر محراب میں تشریف فرما تھے تمام محراب انکے عمامہ سے پر معلوم ہوتی تھی۔

منجملہ فاضل اسکندریہ فخر الدین ابن الریغی(۱) بھی ہیں۔ یہ اسکندریہ میں عہدہ قضا پر مامور اور بہت بڑے فاضل زمانہ اور علامہ دوران تھے۔

فائدہ (۶) حکایت متعلق قاضی فخر الدین الریغی

کہتے ہیں کہ قاضی فخر الدین الریغی کے دادا ریغہ (ریقہ) کے رہنے والے تھے۔ پہلے انکا شغل تحصیل علم رہا پھر حجاز کا سفر کیا۔ چنانچہ رات کے وقت اسکندریہ پہونچے انکے پاس خرچ بہت ہی کم تھا۔ اسلئے پہلے تو یہ ارادہ کیا کہ ابھی شہر کے باہر ہی قیام کرنا چاہیئے۔ جب کوئی مناسب فال سننے میں آئے تب شہر میں جانا چاہیئے۔ چنانچہ یہ اسکندریہ کے دروازہ کے قریب میں بیٹھے رہے۔ جب تمام شہر کے اندر جانے والے داخل ہو چکے اور دروازہ بند ہونے کا وقت قریب آیا۔ اور انکے سوا کوئی اندر داخل ہونے والا نہ رہا

(۱) ملخص قلمی نسخہ سفرنامہ ابن بطوطہ۔ محمد بن فتح اللہ البیلونی۔ موجودہ پبلک لائبریری کیمرج میں "فخر الدین الریقی" ہے۔ جو غالبا غلط ہے۔ متون مطبوعہ پیرس وغیرہ میں بجائے ق کے غ۔ اسلئے میں اکثریت پر اتفاق کرتا ہوں۔

تو دروازہ کا محافظ انکے اسطرح ٹھہرنے سے بہت خفا ہوا اور نہایت سخت لہجہ میں کہا "قاضی داخل ہو" قاضی نے جواب میں "انشاء اللہ" کہا اور جاکر کسی مدرسہ میں علماء و فضلاء کے طریقہ کے مطابق تعلیم دینی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ انکی تدریس کا شہرہ ہوا۔ اور بڑی ناموری حاصل کی۔ ان کا زہد و تقویٰ اور ورع و پرہیزگاری کا کمال گوش گذر خاص و عام ہوا۔ یہانتک کہ اسکا ملک مصر تک چرچا پہونچا۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں اسکندریہ کے قاضی کا انتقال ہوگیا۔ اور یہاں فقہاء و علماء کا جم غفیر تھا۔ اور ہر ایک میں اس امر کی لیاقت تھی کہ یہ عہدۂ قضا اُسے دیا جائے اور ہر شخص کے متعلق اُسکے کمال کے خیال سے یہ گمان ہوتا تھا کہ عہدۂ قضا سے یہ شخص ممتاز ہوگا اور قاضی فخرالدین کے دادا کی طرف ان حضرات کے مقابلہ میں کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ یہ عہدہ انکی قسمت میں ہے۔ سلطان نے جو تمام قضاۃ کا سرپرست تھا ان کے نام عہدہ قضا پر تقرری کا پروانہ بھیجا آپ نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ تمام لوگوں میں منادی کر دو جو کوئی بھی کسی قسم کی نزاع و خصومت کے انصاف کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہے حاضر ہو۔ اور دارالقضا کا اجلاس شروع کر دیا۔

اُدھر شہر میں جتنے فقہا اور انکے علاوہ ذی اثر حضرات تھے۔ سب نے ایک مجلس مشورہ کی اور ایک شخص کے متعلق جسکے بارہ میں انکا گمان تھا کہ یہ عہدہ قضا پر معمور کیا جائیگا۔ اور اسکے ماسوا کوئی دوسرا شخص نہ ہوگا باتفاق رائے فیصلہ کیا کہ سلطان کو اسکے متعلق لکھیں کہ اپنا حکم تقرری واپس لے لے۔ کیونکہ جس شخص کو قاضی مقرر کیا گیا ہے۔ لوگ اسکی تقرری کے خلاف ہیں۔ اس کمیٹی میں ایک بڑا زبردست نجومی بھی موجود تھا۔ اس نے سب سے کہا کہ اپنے ارادہ سے باز آجاؤ۔ کیونکہ میں نے مقررہ قاضی کا زائچہ کھینچا اور اسکی حکومت کا طالع دریافت کیا ہے۔ از روئے علم نجوم یہ ثابت ہوا کہ چالیس سال تک یہ شخص ضرور حکومت کریگا۔ چنانچہ اس نجومی کی تاکید سے سب لوگ اپنے ارادہ سے باز آگئے۔ اور سلطان کی خدمت میں حکم کی منسوخی کے لئے نہ کوئی عرضی پیش کی اور نہ کوشش ہی کی۔ الغرض جیسا اُس نجومی نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اور انکا عہد قضا نہایت عدل و انصاف اور خوبیوں کے ساتھ بسر ہوا۔

منجملہ افاضل اسکندریہ کے وجیہ ضہاجی ہیں جو علم وفضل میں شہرہ آفاق ہیں۔

فصل (۷) بعض مشاہیر اولیاء اللہ اور با کرامت عارفان باللہ کا حال

اسکندریہ کے صالحین اور اولیاء میں سے شیخ ابو عبداللہ فارسی تھے جنکا شمار کبار اولیاء اللہ میں تھا۔ مشہور ہے کہ جب آپ نماز کا سلام پھیرا کرتے تو آپکو اس سلام کا جواب ملا کرتا۔

ذکر (۸) شیخ خلیفہ امام اسکندریہ

منجملہ اولیائے کرام اسکندریہ اور امام وقت کے ایک بزرگ معروف بہ خلیفہ تھے۔ یہ بہت بڑے صاحب علم و زہد، تواضع و تقویٰ اور مکاشفات و کرامات تھے۔ چنانچہ آپ کی کرامات میں سے ایک یہ مشہور کرامت ہے۔

فائدہ (۹) کرامت شیخ خلیفہ

مجھ سے بعض ثقات نے بیان کیا کہ شیخ خلیفہ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ تم میری زیارت کو کیوں نہیں آتے؟ چنانچہ خلیفہ حسب اشارت رسالت پناہ صلعم مدینہ طیبہ راہی ہوئے اور مسجد نبوی کے باب اسلام میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد ادا کی۔ اور آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا اور کسی ستون سے ٹیک لگا کر اپنے دونوں گھٹنوں پر سر رکھکر بطور مراقبہ حضرات صوفیائے کرام کے طریقہ کے مطابق بیٹھے رہے۔ جب سر اٹھایا تو دیکھا کہ انکے سامنے چار روٹیاں۔ ایک برتن میں دودھ اور ایک طبق کھجوروں کا رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اور انکے ہمراہیوں نے کھایا اور اسکندریہ واپس چلے آئے۔ اور اسی سال حج نہ کیا۔

منجملہ اولیائے کرام کے جو اُس زمانہ میں موجود تھے امام زمانہ۔ صاحب علم، زہد تواضع اور ورع برہان الدین اعرج بہت بڑے عابدوں اور زاہدوں میں سے تھے

اپنے اسکندریہ کے قیام کے زمانہ میں میں ان سے ملا تھا اور تین دن تک انکا مدعو رہا۔ آپکی کرامت[1] میں سے ایک یہ ہے۔

فائدہ (۱۰) آپکی دوسری کرامت

کہ میں ایک دن آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ فرمانے لگے میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا تمام بلاد کی سیاحت اور گشت کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں ہے تو ضرور حالانکہ مجھے اس زمانہ میں اسقدر ممالک دور دراز مثلاً ہند اور چین وغیرہ کی سیاحت کا خیال بھی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی فرید الدین[2] سے ہندوستان۔ رکن الدین[3] زکریا سے سندھ اور برہان[4] الدین سے چین میں جب ملے تو ان سے میرا سلام ضرور کہدینا۔ مجھے آپکے اس فرمانے سے بڑا تعجب ہوا اور اس بعیدہ کی مسافت کا خیال کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ الغرض شیخ کے فرمانے کے بموجب مجھے سیاحت پیش آئی۔ اُن مقامات میں میرا گذر ہوا اور ان حضرات سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ اور آپ کا سلام بھی میں نے اُن حضرات سے عرض کر دیا۔

جب میں آپ سے رخصت ہوا تھا تو آپ نے مجھے چند درہم بطور زاد راہ عنایت فرمائے تھے۔ اُن درہموں کو میں نے بڑی احتیاط سے رکھا اور جبتک یہ میرے پاس رہے مجھے کوئی خرچ کی ایسی کمی نہیں پڑی کہ وقت پیش آتی اور اُن درہموں کے صرف کرنے کی نوبت پیش آتی۔ بحرین سفر میں کفار ہند نے جہاں میرا سارا مال واسباب لوٹ لیا انہیں درہم بھی لوٹ لئے۔

منجملہ صالحین اور اولیائے اسکندریہ کے شیخ یاقوت حبشی بھی ہیں یہ بہت بڑے اولیاء اللہ اور ابو العباد کی مرسی کے مریدین میں سے تھے۔

---

(۱) اکثر اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ اولیاء اللہ صاحب کرامت ہوتے ہیں لیکن جسطرح پیغمبروں سے معجزات کا صدور ہوتا ہے اور انہیں وہ پیغمبری کے دعوی کیلئے ثبوت میں پیش کرتے ہیں یہ کرامات سے پیغمبری کے دعویدار بن سکتے اور نہ یہی ہے کہ کوئی کرامت نہ سرزد ہو تو ولی نہیں ہو سکتا۔ (۲) عجائب الاسفار جلد دوم مترجمہ مسٹر محمد حسین ج۔ صفحہ ۳۲ نوٹ ۳ ملاحظہ فرمایئے۔ (۳) عجائب الاسفار جلد دوم صفحہ ۷ نوٹ ۲ بضمن شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ

(۴) عجائب الاسفار جلد دوم صفحہ ۴۰۹۔

ذکر (۱۱) شیخ ابو الحسن شاذلیؒ

ان کے دادا پیر ولی[1] اللہ ابی الحسن شاذلیؒ ہیں جو بہت بڑے صاحب کرامات جلیلہ اور مقامات عالیہ اور مشہور و معروف ہستی ہیں۔

فائدہ (۱۲) کرامت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ

شاذلیؒ کی کرامت کے متعلق شیخ یاقوت لبند اپنے شیخ ابی العباس مرسی بیان کرتے ہیں کہ آپ ہر سال صعید مصر کی راہ سے حج کرنے تشریف لیجایا کرتے اور ماہ رجب سے تا انقضائے حج مکہ معظمہ کی مجاورت کیا کرتے پھر روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہو کر براہ درب کبیر اپنے وطن واپس تشریف لاتے۔ ایک سال جو آپکی حیات کا آخری سال تھا۔ آپ اپنے شہر سے نکلے اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک کدال ایک ٹوکری۔ کچھ حنوط۔ اور میت کی تجہیز و تکفین کا سامان ساتھ لیتے آنا۔ خادم نے عرض کیا کہ یا سیدی یہ سامان آپ کیوں طلب فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مقام حمیثرا[2] میں معلوم ہو جائیگا۔ جب شیخ ابو الحسن اور آپ کا خادم وہاں پر پہونچے تو آپ نے غسل فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی دوسری رکعت کے آخری سجدہ میں جان بحق تسلیم کیا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔ مجھے آپ کے مزار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور تعویذ پر آپکا اسم مبارک اور نسب نامہ لکھا ہے جو امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملتا ہے۔

(۱) ولی کے لقب سے عارف باللہ ملقب ہو سکتا ہے جو اپنے عرفان کے آخری درجہ پر ہو۔ مولانا جامی نفحات الانس کے باب اول میں فرماتے ہیں "ولایت خاص مخصوص است بواصلان از ارباب سلوک وھی عبارۃ عن فناء العبد فی الحق وبقائہ بہ فالولی ھو الفانی فیہ والباقی بہ"۔ تعریف مذکور کے ماسوا اور بھی بہت سی تعریفیں ہیں لیکن سب کا ماحصل ایک ہی سا ہے۔ "باب فی اصناف ارباب الولایت" میں اولیاء اللہ کے مختلف مراتب کا ذکر ہے۔

ان شیخ کی وفات کا حال جہان نما میں حال مذکور سے کچھ مختلف ہے اور اسکا سب سے عجیب حصہ یہ ہے کہ آپ نے خواب میں اپنے مریدین میں سے ایک کو کانی کا پتہ بتایا۔ شیخ مذکور کی کتابیں کیمرج اور اوکسفورڈ کے کتب خانوں میں موجود ہیں لیکن کچھ زیادہ مفید نہیں۔

(۲) یہ مقام صعید مصر میں صحرائے عیذاب میں واقع ہے۔ اس میں ایک پانی کا نہایت زور شور سے چشمہ نکلتا ہے اور جنگل میں درندے بکثرت ہیں۔ ملخص قلمی نسخہ سفرنامہ ابن بطوطہ محمد بن فتح اللہ البیلونی موجودہ پبلک لائبریری کیمرج میں "تیمتری" سے سٹر بروک ہرڈت کے سفرنامہ نیوبیا یا حبشہ میں اندراج ہے۔

ذکر(۱۳) دُعائے حزب البحر شیخ شاذلیؒ

دُعائے حزب البحر[1] شیخ شاذلیؒ کی طرف منسوب ہے جب شیخ مذکور سفر حج فرمایا کرتے اور براہ صعید مصر اور بحر جدہ ہوکر تشریف لیجایا کرتے اور کشتی پر سوار ہوا کرتے اور روزانہ اس دُعائے حزب البحر کو پڑھ لیا کرتے چنانچہ آپکے سلسلہ کے لوگ روزانہ اب تک اسکا ورد رکھتے ہیں۔ دُعا مذکور یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یَا اَللّٰہُ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ یَا حَلِیْمُ
یَا عَلِیْمُ۔ اَنْتَ رَبِّیْ وَ عِلْمُكَ
حَسْبِیْ فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبِّیْ وَنِعْمَ
الْحَسْبُ حَسْبِیْ تَنْصُرُ مَنْ تَشَاءُ
وَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ
نَسْاَلُكَ الْعِصْمَۃَ فِی الْحَرَکَاتِ
وَ السَّکَنَاتِ وَ الْکَلِمَاتِ وَ الْاِرَادَاتِ
وَ الْخَطَرَاتِ مِنَ الشُّکُوْكِ
وَ الظُّنُوْنِ وَ الْاَوْھَامِ السَّاتِرَۃِ
لِلْقُلُوْبِ عَنْ مُطَالَعَۃِ الْغُیُوْبِ
فَقَدِ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا
شَدِیْدًا۔ وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ
وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ
مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ
اِلَّا غُرُوْرًا۔ فَثَبِّتْنَا وَ انْصُرْنَا وَ سَخِّرْ لَنَا
ھٰذَا الْبَحْرَ کَمَا سَخَّرْتَ الْبَحْرَ

بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے آغاز
اے اللہ۔ اے برتر۔ اے بزرگ۔ اے
بردبار۔ اے دانا تو ہی میرا پروردگار ہے اور
تیرا ہی علم مجھے کافی ہے۔ پس میرا پروردگار
ایک اچھا پروردگار اور میرا کافی ایک اچھا
کافی ہے تو جسکو چاہتا ہے غالب کرتا ہے
اور تو ہی غالب اور رحم والا ہے۔ مجھے حرکات
سکنات۔ گفتگو۔ ارادہ وفا اور خیالات میں جو
جنس شک گمان اور وہم سے ہوں جو پوشیدہ
باتوں پر اطلاع میں دلوں پر حجاب بنجاتے
ہیں۔ کیونکہ مومن امتحان میں مبتلا ہو گئے ہیں
اور بُری طرح جھنجھوڑا اور لغزش میں ہیں۔ یہ اسوقت
تھا جبکہ منافق اور دل کے مریض یہ کہتے تھے
کہ ہم سے خدا اور اُسکے رسول نے ماسوا دھوکہ
کے اور کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ پس ہم کو
ثابت قدم رکھ اور غلبہ دے اور اس دریا کو
ہمارے لئے ویسا کارآمد کردے جیسا کہ تونے

(۱) مسٹر برک ہرڈوت کی جمع کردہ کتابوں میں سے ایک کتاب مسمیٰ بہ خلاصۃ تحقیق القانون فی الشروح والمتون ہے اسمیں ایک حزب ہے جو حزب البحر للشیخ ابی الحسن الشاذلی الیمنی کے نام سے موسوم ہے۔

لِمُوسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَسَخَّرْتَ
النَّارَ لِاِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ
وَسَخَّرْتَ الْجِبَالَ وَالْحَدِیْدَ
لِدَاوٗدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ
سَخَّرْتَ الرِّیْحَ وَالشَّیَاطِیْنَ
وَالْجِنَّ لِسُلَیْمٰنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ
وَسَخِّرْ لَنَا کُلَّ بَحْرٍ هُوَ لَكَ فِی
الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْمُلْكِ
وَالْمَلَکُوْتِ وَبَحْرَ الدُّنْیَا وَ
بَحْرَ الْاٰخِرَةِ وَسَخِّرْ لَنَا کُلَّ شَیْءٍ
یَا مَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ
شَیْءٍ کٓهٰیٰعٓصٓ اُنْصُرْنَا
فَاِنَّكَ خَیْرُ النَّاصِرِیْنَ وَافْتَحْ
لَنَا فَاِنَّكَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ وَاغْفِرْ
لَنَا فَاِنَّكَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ وَارْحَمْنَا
فَاِنَّكَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ وَارْزُقْنَا
فَاِنَّكَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ وَاهْدِنَا وَ
نَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَهَبْ
لَنَا رِیْحًا طَیِّبَةً کَمَا هِیَ فِیْ عِلْمِكَ وَانْشُرْ
عَلَیْنَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَاحْمِلْنَا
بِهَا حَمْلَ الْکَرَامَةِ مَعَ السَّلَامَةِ وَالْعَافِیَةِ
فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

موسیٰ علیہ السلام کیلئے دریا کارآمد کر دیا تھا اور آگ کو ابراہیم علیہ السلام کیلئے کارآمد کر دیا تھا اور پہاڑ اور لوہے کو داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا اور ہوا اور شیطان اور جنوں کو سلیمان علیہ السلام کے حکم میں کر دیا تھا۔ اپنے اُس دریا کو جو زمین۔ آسمان۔ ملک۔ جہان اور دُنیا کے دریا اور آخرت کے دریا کو ہمارے کارآمد کر دے۔ اور اے وہ ذات کہ جس کے قبضہ میں ہر چیز کی ملکیت ہے ہمارے لئے ہر چیز کو کارآمد کر دے۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ہماری مدد کر کیونکہ تو بہترین مدد کرنیوالا ہے اور ہم کو فتح دے کیونکہ تو بہترین فتح دینے والا ہے اور ہم کو بخش کیونکہ تو بہترین بخشنے والا ہے اور ہم پر رحم کر کیونکہ تو بہترین رحم کرنیوالا ہے اور ہم کو روزی دے کیونکہ تو بہترین روزی دینے والا ہے ہم کو ہدایت کر اور ظالموں کی قوم سے بچا اور اپنی طرف سے ایک اچھی ہوا عنایت فرما جو صرف تیرے ہی علم میں ہے۔ اور ہم پر اپنی رحمت کے خزانے کھول دے اور اسکے ذریعہ ہم سے عزت اور دین اور دنیا اور آخرت کے امن اور چین کے ساتھ زندگی بسر کرا کیونکہ تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اے اللہ ہمارے دلوں اور بدنوں کی

اللھم یسر لنا امورنا مع الراحۃ
لقلوبنا وابداننا والسلامۃ
والعافیۃ فی دیننا ودنیانا وکن
لنا صاحبا فی سفرنا وخلیفۃ فی
اھلنا واطمس علی وجوہ اعدائنا
وامسخھم علی مکانتھم فلا
یستطیعون المضی ولا المجیئ الینا
ولو نشاء لطمسنا علی اعینھم
فاستبقوا الصراط فانی یبصرون
ولو نشاء لمسخناھم علی مکانتھم
فما استطاعوا مضیا ولا یرجعون
یٰس شاھت الوجوہ عمو وعنت
الوجوہ للحی القیوم قد خاب من حمل
ظلما طٰس حٰم عٓسٓقٓ مرج
البحرین یلتقیان بینھما برزخ
لا یبغیان حٰم حٰم حٰم حٰم
حٰم حٰم حٰم الامر
وجاء النصر فعلینا لا ینصرون
حٰم تنزیل الکتاب من
اللہ العزیز العلیم غافر
الذنب وقابل التوب
شدید العقاب ذی الطول
لا الہ الا ھو الیہ المصیر

چین کے ساتھ ہمارے لئے ہمارے تمام کام
آسان کر اور ہمارے دین اور دنیا میں امن
نصیب کر۔ اور ہمارے سفر میں ہمارا ساتھی بن
اور ہماری عدم موجودگی میں ہمارے گھر کا محافظ
رہ۔ اور ہمارے دشمنوں کے منہوں کو بگاڑ دے۔
اور انہیں انکی جگہ پر مسخ کر دے کہ نہ وہ ہم پر
گذر سکیں اور نہ ہماری طرف آنیکی طاقت رکھیں
(جیسا کہ تو نے خود فرمایا ہے کہ) اگر ہم چاہیں تو
انکی آنکھوں کو چپٹ کر دیں کہ وہ راستہ پاس
دوڑتے پھریں۔ پھر وہ کہاں دیکھ سکیں
اور اگر ہم چاہیں تو انہیں انکی جگہ مسخ کر ڈالیں
پھر وہ نہ وہاں سے جا سکیں نہ ادھر پہونچ
سکیں گے۔ بگڑ جائیں باس وغیرہ کے گرفتار
استفسار کرنیوالوں جمعہ کے گلے میں طوق
کے سامنے جھک جائیں منہ کے وہ ڈنگڑی
بار اٹھایا وہ خسارہ میں رہا۔ حسب عادت
دو دریاؤں کو ملایا کہ ایک ساتھ بہتے ہیں ان
مابین ایک پردہ ہے کہ اپنی حد سے تجاوز نہیں
کر سکتے۔ حٰم حٰم حٰم حٰم میں بکثرت اسلحہ
سرگرمی پیدا ہوگی اور مدد سے سو دو سو
فتح نہیں پا سکتے۔ حٰم ۱۱۳ لوگوں کے سیلاب
کی طرف سے ہے جو اللہ سے اتفاقیہ نکل گیا
بخشنے اور توبہ کا قبول بلوہ کے دفعیہ کے لئے

بِسْمِ اللّٰهِ بَابُنَا تَبَارَكَ حِيطَانُنَا
يٰسٓ سَقْفُنَا كٓهٰيٰعٓصٓ كِفَايَتُنَا
حٰمٓ عٓسٓقٓ حِمَايَتُنَا فَسَيَكْفِيكَهُمُ
اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
سِتْرُ الْعَرْشِ مَسْبُولٌ عَلَيْنَا وَ
عَيْنُ اللّٰهِ نَاظِرَةٌ إِلَيْنَا بِحَوْلِ اللّٰهِ
لَا يُقْدَرُ عَلَيْنَا وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ
مُّحِيطٌ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيدٌ فِيْ
وَا لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا
بحرا هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ اِنَّ وَلِيِّيَ
يا من كه اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ
انتى كهيعص يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ حَسْبِيَ اللّٰهُ
فَاِنَّكَ خَيْرٌ لَّنَا وَ هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
لَنَا فَاِنَّكَ خَيْرٌ لَّنَا رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
لَنَا فَاِنَّكَ خَيْرٌ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ
فَاِنَّكَ خَيْرٌ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ
حسا من ا
لنا ريحا طيبة مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ
عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ
بِهَا حَمَلَ الْكِرَامُ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ
فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَا
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور بڑے اختیار والا ہے۔ ماسوا اسکے کوئی
معبود نہیں۔ اُسی کی طرف لوٹنا ہے۔ بسم اللہ
ہمارا دروازہ تبارک الذی ہماری چہار دیواری
یٰس ہماری چھت۔ کہٰیٰعص ہمارے لئے کافی
اور حٰمٓعسق ہماری حمایت ہے۔ پس اُن کے
مقابلہ میں تجھے اللہ ہی کافی ہوجائیگا۔ وہ
سنتا اور جانتا ہے۔ ہم پر عرش کا پردہ سایہ فگن
اور اللہ برتر کی نظر ہماری طرف منعطف ہے۔
خدائے برتر کی مدد سے ہم پر کوئی قابو نہ پائیگا
اللہ برتر اُنکو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے
بلکہ اسکی وہ ذات ہے جس نے قرآن مجید کو
لوح میں محفوظ رکھا ہے۔ اللہ ہی اچھا نگہبان
اور سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے بیشک میرا مددگار
وہی خدا ہے۔ جسنے کتاب نازل کی۔ نیکوکاروں
کا مددگار وہی ہوا کرتا ہے۔ مجھے اللہ ہی کافی ہے
جسکے ماسوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے
بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم عنایت فرما جو
ہے۔ اُس خدا کے نام سے اور ہم پر اپنی رحمت
کوئی چیز نہ زمین میں نقصان پہنچا ہم سے
اور نہ آسمان میں۔ اُسکے آگے امن اور
پیچھے محافظ ہیں جو اسی کی ذات تو ہی ہر چیز
اسکی محافظت کرتے ہیں اللہ بزرگ
نہ کسی ذات کے ساتھ قوت ہے نہ قوت کی

فائدہ (۱۴) حکایت متعلق نزاع تجار نصاریٰ ومسلم

۲۲۷؁ھ مقام اسکندریہ میں ایک سخت واقعہ پیش آیا۔ اسکی خبر ہم کو مکہ معظمہ میں ملی تھی وہ یہ تھا کہ یہاں کے مسلمانوں اور تاجر نصاریٰ میں سخت نزاع واقع ہوئی۔ اُسوقت یہاں کا امیر ایک شخص مُسمّی کرسی تھا۔ یہ نصاریٰ کی حمایت پر کمربستہ تھا اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ سب شہر کے پھاٹک کی دوتون فصیلون کے درمیان جمع ہون۔ جب تمام مسلمان وہان جمع ہوگئے تو اس نے انکے نکلنے کے تمام دروازے بغرض تنبیہ اور سزا دہی بند کردیئے لوگوں کو اسکا یہ فعل نہایت ناپسند اور بُرا معلوم ہوا۔ مسلمانون نے دروازہ توڑ ڈالا اور اسکندریہ کے حاکم مذکور کے مکان پر حملہ کیا۔ اس شورش سے امیر اسکندریہ نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی۔ اور اندر سے ان لوگون کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس واقعہ کی خبریں ملک ناصر کے پاس پہونچیں۔ اس نے ایک بہت بڑا افسر جسکا نام جمالی تھا اسکندریہ روانہ کیا اور اسکے بعد میں ایک دوسرا افسر روانہ کیا۔ جسکا نام طوغان تھا۔ یہ آخر الذکر شخص نہایت ظالم شقی القلب اور لا مذہبی میں بدنام تھا لوگ کہتے تھے کہ یہ مجوسی تھا۔ الغرض یہ ہر دو اشخاص اسکندریہ پہونچے اور یہاں کے بڑے بڑے مسلمان عمائد اور نامی تجار کو مثل اولاد کو باب وغیرہ کے گرفتار کرلیا۔ اور ان سے بہت کچھ مال و دولت اینٹھی۔ قاضی عماد الدین قاضی جمعہ کے گلے میں طوق ڈالدیا اور چھتیس ۳۶ آدمیون کو بذریعہ سولی دو ٹکڑے کرکے قتل کردیا۔ اور ہر فرد کے دو دو ٹکڑے کردیئے۔ مسلمانون پر یہ سارے سخت مظالم جمعہ کے دن ٹوٹے۔ جب لوگ حسب عادت جمعہ سے فارغ ہوکر زیارت قبور کے لئے نکلے تو کشتوں کے پشتے دیکھکر سب کو نہایت افسوس ہوا۔ جو لوگ سولی دئے گئے اُن میں ایک بہت بڑا جلیل القدر سوداگر تھا۔ جسکو ابن رواحہ کہتے تھے۔ اس سوداگر کے یہان ایک سلاح خانہ تھا اسمیں بکثرت اسلحہ تھے۔ جب کسیطرح کا خوف یا بلوہ کا اندیشہ ہوتا تو اس سلاح خانہ سے سو دو سو آدمیوں کو مسلح کرسکتا تھا۔ صرف اسیکا نہیں بلکہ اسکندریہ میں بہت سے لوگوں کے ایسے سلاح خانے تھے۔ دونون سرداروں کے سامنے ابن رواحہ کے منہ سے اتفاقیہ یہ نکل گیا میں اس شہر کا ذمہ دار اور ہر طرح کے فتنہ و فساد کا ضامن ہوں اس بلوہ کے دفعیہ کے لئے

جو سلطانی فوج مقرر ہوئی ہے۔ میں اُسکی تنخواہ بچا سکتا ہوں۔ ان دونوں سرداروں کو ابن واحد کی یہ بات بہت ناگوار گذری اور یہ کہکر کہ کیا تیرا سلطان پر یورش کرنیکا ارادہ ہے؟ اسے قتل کرڈالا حالانکہ اس غرض سے اس مرحوم کا مطلب سلطان کی خیرخواہی اور خدمتگذاری تھی جو اسکے قتل کا باعث ہوئی

ذکر (۱۵) ابو عبد اللہ المرشدیؒ

جس زمانہ میں میں اسکندریہ میں تھا تو یہاں کے لوگوں سے سُنا کرتا تھا کہ ایک شخص بڑے بزرگ صاحب کشف وکرامت۔ شیخ صالح عابد (۱) تارک الدنیا۔ اور ساری دنیا کو راہ خدا میں صرف کروالنے والے۔ ابو عبد اللہ المرشدی ایک خانقاہ میں رہا کرتے ہیں اور وہ خانقاہ اُنکے رہنے کے لئے اُنکے کسی مرید کے بنوادی تھی وہ وہاں تنہا گوشہ نشین ہیں نہ اُن کا کوئی خدمتگار ہے نہ رفیق۔ تمام وزرا اور امرا اور قبائل واقوام کی طرف سے رسول اور وکلا اُنکی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ شیخ مذکور جو شخص جس چیز کی نیت کرکے آتا ہے۔ خواہ شیرینی خواہ میوہ اور خواہ کھانا اسکو وہیں کھلاتے ہیں۔ اکثر لوگ بے فصل کی چیزوں کی نیت کرکے آتے ہیں اُنکو بھی وہی نیت کی ہوئی چیزیں کھلاتے ہیں۔ انکی حضور میں بڑے بڑے فقہا بغرض استمداد وحصول عہدہ جات حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کسیکو عہدہ پر مامور کا حکم دیتے ہیں اور کسی کو عہدہ سے معزولی کا۔ الغرض جو حکم آپ کی زبان سے نکل جاتا ہے وہی ظہور میں آتا ہے یہ جو کچھ بیان کیا گیا متواترات میں سے ہے اسمیں کسی شک وشبہ کی گنجایش نہ سمجھنا چاہیئے۔ آپکی خدمت میں ملک ناصر بھی بار ہا حاضر ہوا ہے

باب سوم (۳)

فصل (۱) اسکندریہ سے براہ فوا دنوہ مرشد روانگی

الغرض میں شہر اسکندریہ سے ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلا۔

(۱) صاحب نفحات الانس مولانا جامیؒ نے عابد صفا کی یہ تعریف لکھی ہے " اما عباد ان طایفہ اند کہ پیوستہ اند بوتما تعف عبادت وفنون نوافل مواظبت و ملازمت نمایند۔ انہ برائے نیل ثواب اخروی واین وصف در صوفی موجود بود لیکن معرا ومبرا از شوائب علل واغراض چہ ایشان حق را برائے حق پرستند نہ برائے ثواب اخروی" مطلب یہ ہے کہ عبا واہل ظواہر اور اہل بواطن یعنی صوفیہ ہر دو کا ہے لیکن درحقیقت صوفیہ ہی اس لقب سے ملقب کئے جانے کے زیادہ لائق ہیں۔ کیونکہ اول الذکر تو اللہ کی عبادت اجر اخروی یا اپنے فائدہ کے خیال سے کرتے ہیں۔ لیکن صوفیہ خدا کی عبادت خدا کی خوشنودی کے لئے کرتے ہیں نہ کہ اپنے کسی ذاتی فائدہ کے خیال سے۔

خدائے برتر ہمیں انکے طفیل میں کامیاب کرے۔ اور ایک قصبہ میں جسکا نام تروجہ تھا پہونچا۔ اس قصبہ کی اسکندریہ سے نصف دن کی مسافت ہے۔ یہ اتنا بڑا قصبہ ہے کہ یہاں قاضی۔ امیر اور ناظر سب لوگ مامور اور یہاں کے باشندے نہایت اعلیٰ اخلاق اور ذی مروت تھے۔ یہاں کے قاضی مسمی صفی الدین اور خطیب مسمی فخرالدین نیز ایک اور فاضل قصبہ مذکور سے جنکا نام مبارک الدین اور زین الدین لقب تھا ملا۔ یہاں کے ایک بہت بڑے جلیل القدر۔ فاضل۔ عابد۔ زاہد۔ بزرگ کے یہاں فروکش ہوا جنکا نام نامی عبدالوہاب تھا۔ یہاں کے ناظر زین الدین ابن الواعظ نے میری ضیافت کی اور دریافت فرمایا کہ آپکے شہر کی کیا آمدنی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بارہ ہزار دینار سرخ۔ یہ سنکر ناظر مذکور بہت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ اس قصبہ کے محاصل بہتر ہزار دینار سرخ ہیں۔ جتنے ممالک مصریہ ہیں سب کی آمدنی بہت بڑھی ہوئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جو دیہات کی آمدنی یا محاصل ہے وہ سب بیت المال کا حق ہے۔

فصل (۲) شہر دمنہور میں ورود

پھر اس قصبہ سے روانہ ہوا اور شہر دمنہور میں پہونچا۔ یہاں کے محاصل بکثرت اور خوبیاں بیحد ہیں۔ اگر اس شہر کو تمام سواحل کے بلاد کا سرتاج اور قطب کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ سواحل پر جتنے بلاد ہیں سب کا دارومدار اسی شہر پر ہے اس زمانہ میں اس شہر کے قاضی فخرالدین ابن مسکین تھے۔ فقہائے شافعیہ میں سے تھے۔ جب واقعہ مذکورۃ الصدر کی وجہ سے عمادالدین کندی اسکندریہ کے عہدۂ قضائت سے معزول کر دیئے گئے تھے تو انکے بجائے یہی فخرالدین مسکین عہدۂ قضائت پر مامور ہوئے تھے۔ مجھے ایک معتبر شخص سے خبر ملی ہے کہ اس عہدہ کے حاصل کرنے کیلئے فخرالدین ابن مسکین نے پچیس ہزار درہم جسکے ایکہزار دینار زر ہوتے ہیں صرف کئے۔

فصل (۳) شہر فوہ میں ورود

یہاں سے ہم شہر فوہ روانہ ہوئے۔ یہ شہر نہایت خوشنما اور اسکی خوبی کا شہرہ دور دور

تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں باغات کی بڑی کثرت اور منافع وفوائد بیشمار ہیں۔ شیخ ابی النجاۃ ولیؒ کا اس شہر میں مزار ہے۔ یہ بہت بڑے نامی اور کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔ انہیں ان ممالک کا "خبیر" کہتے ہیں۔ یہاں سے شیخ ابی عبداللہ مرشدی کی خانقاہ بہت قریب ہے۔ جنکی زیارت کے لئے میں روانہ ہوا تھا۔ شہر اور اس خانقاہ کے مابین صرف ایک خلیج فاصل ہے جبکہ میں اس شہر میں پہونچا تو خلیج پار ہو کر قبل نماز عصر شیخ مذکور کی خانقاہ میں پہونچا اور حضور میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ اسوقت آپ کی خدمت میں امیر سیف الدین یلمک خاصگی حاضر تھے خانقاہ کے باہر لشکر میں اُترے تھے۔ جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے اٹھکر مجھے معانقہ کیا اور کھانا منگاکر کھلایا۔ اسوقت شیخ موصوف سیاہ بالون کا جبہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ جب نماز عصر کی جماعت تیار ہوئی تو مجھے امام بنایا۔ جبتک میں وہاں موجود رہا اسیطرح برابر مجھے جماعت نماز کا امام بناتے رہے۔ جب میرے سونے کا وقت ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کی چھت پر جاکر آرام فرمائیے۔ موسم گرما کی وجہ سے یہاں نیچے بہت گرمی رہتی ہے اوپر کسیقدر خنکی ہوگی۔ میں نے امیر سیف الدین سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ بسم اللہ آپ بھی تشریف لیجلیں اور آرام فرمائیں۔ امیر مذکور نے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگوں کے سونے کی جو جگہ ہوتی ہے اُسکے ماسوا کبھی دوسری جگہ نہیں سو سکتے۔ الغرض میں خانقاہ کی چھت پر سونے گیا تو دیکھا کہ یہاں ایک بوریا۔ ایک چمڑے کا بستر۔ وضو کرنے کے لئے ایک برتن اور پینے کے پانی کا ایک گھڑا میرے لئے رکھا ہوا تھا

فائدہ (۴) شیخ ابن عبداللہ مرشدی کی کرامت

جس شب کو میں خانقاہ کی چھت پر سویا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑے پرندہ پر سوار ہوں۔ وہ پرندہ پہلے تو مجھے قبلہ کی سمت اڑا لیگیا۔ پھر داہنی طرف یعنی جانب شرق۔ پھر بائیں جانب یعنی جانب جنوب۔ پھر دور تک جانب شرق اڑا لیگیا اور ایک اندھیرے سبزہ زار میں اتار کر چھوڑ دیا۔ اس خواب سے میں بہت متعجب ہوا اور دل میں ٹھان لیا کہ جو کچھ شیخ اسکی تعبیر میں بیان فرمائینگے سمجھنا چاہیئے کہ اُسکے مطابق ہوگا۔

جب میں فجر کی نماز کے واسطے صبح کو اُٹھا تو آپ نے مجھے امامت کے واسطے آگے بڑھایا۔ اسکے بعد امیر یلک شیخ سے رخصت ہونے کیلئے حاضر ہوا آپ نے اُسے رخصت فرمایا۔ نیز تمام حاضر زائرین کو بھی رخصت فرمایا۔ اور سب کو ناشتہ کیلئے چھوٹی چھوٹی روٹی کی ٹکیاں عنایت فرمائیں جب میں اشراق کی نماز پڑھ چکا تو شیخ نے مجھے بلا کر دریافت فرمایا کہ کیا تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ میں نے بالتفصیل سارا خواب عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو حج اور زیارت نبی صلعم نصیب ہوگی۔ اور بلاد یمن۔ ملک عراق۔ بلاد ترک میں سیاحت اور گشت کروگے اور ہندوستان بھی مدت دراز تک قیام کروگے۔ وہاں میرے بھائی دلشاد ہندی سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ یہاں تم پر ایک مصیبت بھی آئے گی۔ جس سے وہ تمہیں بچائیں گے۔ اسکے بعد آپ نے مجھے کچھ ٹکیاں اور چند درہم عنایت فرمائے اور میں آپ سے رخصت ہوا۔ آپ سے رخصت ہونے کے بعد اثنا سفر میں مجھے کوئی ناگوار بات نہ پیش آئی۔ اور آپ کی بہت سی برکات مجھ پر ظاہر ہوئیں۔ اگرچہ سفر میں بہت سے حضرات کبار سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ مگر آپ جیسا کوئی بزرگ نہ ملا۔

ہندوستان میں ایک ولی کامل سیدی محمد مولہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوا۔

باب (۴) چہارم

روانگی بصوب قاہرہ

فصل (۱) شہر تحراریہ میں ورود

پھر ہم کوچ کر کے شہر تحراریہ میں وارد ہوئے۔ اس شہر کی آبادی نہایت اچھی اور عمارات جدید ہیں۔ دیکھنے میں نہایت خوشنما ہے اس شہر کا امیر مسمی بہ سعدی بہت بڑے مرتبہ کا شخص ہے اور اسکا بیٹا ہندوستان کے بادشاہ کے پاس ہے۔ جسکا اپنے موقعہ پر ذکر آئے گا۔

اس شہر کے قاضی کبار علمائے مالکیہ میں سے صدرالدین سلامانی مالکی ہیں یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ملک ناصر کی طرف سے سفر عراق کیا تھا اور بلاد عدبیہ کی قضائت پر مامور رہے تھے۔ یہ قاضی نہایت حسین جمیل ہے اور اسکے خطیب شرف الدین سخاوی زمرہ صالحین میں سے ہیں۔

فصل (۲) شہر آبیار میں ورود

پھر میں شہر آبیار روانہ ہوا۔ یہ ایک قدیم شہر ہے اور ہر چہار اطراف سے گلزار ہے اسمیں مساجد نہایت شاندار اور بکثرت ہیں۔ شہر ہذا بلدہ تحرار یہ سے بہت قریب اور ہر دو شہروں کے مابین دریائے نیل فاصل واقع ہے۔ یہاں بہت عمدہ عمدہ کپڑے بنے جاتے ہیں جو شام وعراق اور مصر میں بہت گران قیمت پر فروخت ہوتے ہیں ایک عجیب بات یہ ہے کہ گو تحراریہ آبیار سے بہت قریب ہے لیکن یہاں کے بنے ہوئے کپڑے تحراریہ کے باشندے بالکل نہیں پسند کرتے۔ یہاں کے قاضی عزیزالدین ملیجی شافعی سے ملاقات ہوئی آپ بڑے مرتبہ کے شخص اور نہایت کریم الاخلاق ہیں۔ میں آپکے پاس "یوم الرکبۃ" میں حاضر ہوا تھا۔ یہاں کے لوگوں نے اس دن کا نام "یوم ارتقاب ہلال رمضان" رکھا ہے۔ یعنی رمضان کے چاند دیکھنے کا دن۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ شہر میں انتیسویں شعبان کو دستور ہے کہ تمام فقہا اور اعیان شہر قاضی کی ڈیوڑھی پر جمع ہوتے ہیں۔ دروازہ پر ایک شخص جسکا لقب "نقیب المتعممین" ہے۔ پُرتکلف لباس پہنے سرکاری تمغے لگائے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔ جب اُن فقیہ یا شہر کے اعیان میں سے کوئی آتا ہے تو نقیب مذکور اس آنے والے کے آگے آگے ہو کر آواز بلند "بسم اللہ سیدنا فلاں" یعنی اُسکا نام لیکر کہتا ہوا چلتا ہے۔ تاکہ قاضی اور وہاں کے حاضرین سُن لیں کہ صاحب تشریف لاتے۔ پھر قاضی اور دیگر حاضرین اس آنے والے کے لئے قیام اور تعظیم کرتے ہیں اور نقیب اسے مناسب جگہ پر بٹھا دیتا ہے۔ جب سب جمع ہو جاتے ہیں تو قاضی اور عمائدین شہر سوار ہوتے ہیں اور انکے پیچھے شہر کے تمام لوگ مرد۔ عورتیں۔ اور لڑکے روانہ ہو کر اس بلند مقام پر پہونچ جاتے ہیں جو رویت ہلال کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں فرش وغیرہ کل سامان تیار رہتا ہے یہ سب چاند دیکھتے ہیں اور مغرب کی نماز پڑھکر وہاں سے واپس آتے ہیں۔ اسوقت سب کے

آگے شمعیں۔ قندیلیں اور مشعلیں بکثرت روشن ہوتی ہیں۔ دوکاندار سرراہ اپنی دوکانوں میں بھی بڑے تکلف کا چراغان کرتے ہیں۔ الغرض بڑا شاندار جلوس اور سجاوٹ ہوتی ہے۔ سب لوگ قاضی کی معیت میں اُسکے مکان تک ساتھ جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانات چلے جاتے ہیں۔ یہ وہاں کی سالانہ رسم اور معمول ہے۔

فصل (۳) شہر محلۃ الکبیرہ⁽¹⁾ میں ورود

پھر یہاں سے میں شہر محلۃ الکبیرہ کو روانہ ہوا۔ یہ شہر بہت بڑا اور خوب آباد اور صاحب مکارم اخلاق کی طرح تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ اسکا نام بھی نہایت سیدھا اور صاف ہے اس شہر کا قاضی قاضی القضاہ اور امیر امیرالامرا ہے۔ جس زمانہ میں اس شہر میں میرا ورود ہوا تھا تو یہاں کے قاضی القضاۃ عزالدین ابن الاشمرین تھے۔ جو یہاں سے دو کوس کے فاصلہ پر بیماری کی وجہ سے ایک باغ میں مقیم تھے۔ میں ابوالقاسم بن بنون مالکی تونسی جو اُس قاضی کے نائب اور شرف الدین دمیری قاضی محلہ متوف ان ہر دو حضرات کے ساتھ ان سے ملنے گیا اور ایک روز وہاں قیام بھی کیا۔ قاضی القضاۃ سے میں نے صالحین اور اولیاء کے اثنائے تذکرہ میں سُنا کہ شہر محلہ کبیرہ سے ایک دن کی مسافت پر بلاد برلس۔ نستر واقع ہیں یہ بلاد صالحین کہلاتے ہیں۔ یہاں شیخ مرزوقؒ کے کشف وکرامات کثیرہ کا مزار مبارک ہے۔ یہ سُنکر میں ان مذکورہ شہروں میں گیا اور شیخ مرزوقؒ کی خانقاہ میں اُترا۔ ان بلاد میں کھجور کے بکثرت باغات اور فواکہات کی بڑی بہتات ہے۔ دریائی پرندے بیشمار اور ایک قسم کی مچھلی جسے وہاں بوری کہتے ہیں بہت ہوتی ہے۔ جو شہر خاص حضرات صالحین کی طرف منسوب ہے اسے فلسطین کہتے ہیں یہ شہر اُس بحیرہ پر واقع ہے جسمیں نیل اور سمندر دونوں کے پانی مجتمع ہوتے ہیں۔ اس بحیرہ کا نام بحیرہ تنیس اور نستر وہ ہے۔ بحیرہ کے قریب اسی مقام پر شیخ شمس الدین قلویؒ کی خانقاہ میں میں فروکش ہوا۔ آپ منجملہ اولیائے کرام کے ہیں تنیس کسی زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا۔ لیکن اب ویران ہے۔ ابن جزی کہتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے کامل اور جید شاعر

(۱) ملخص نسخہ قلمی سفرنامہ ابن بطوطہ۔ محمد فتح اللہ البیلونی موجودہ پبلک لائبریری کیمبرج میں "المحلۃ الکبری" ہے۔

ابو الفتح بن وکیع تنیس اسی شہر کی طرف منسوب ہیں۔ چنانچہ تنیس سے خلیج کے متعلق آپکے اشعار کا پُراز مفہوم ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

۱۔ اے ساقی اُٹھ تو بھی مجھے پلا دے۔ دیکھ تو خلیج کیسا مستانہ وار موجزن ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہوا کے جھونکوں سے نیستان بھی مع اپنے لمبے لمبے تنوں کے جو بجائے گیسوؤں کے ہیں مستانہ وار جھوم رہا ہے۔

۲۔ ہوا کے درختوں کو لچکانے اور تنوں کا منظر ایسا ہے کہ گویا کوئی سرشار عاشق سبزہ عمامہ باندھے ہوئے ہے جسکے کئی سرے چھوٹے ہوتے ہیں۔

۳۔ پانی اور آسمان کے درمیان کی فضا سیاہ لباس یعنی ابر سیاہ میں ملبوس ہے اور اُس میں بجلی کی چمک نے سنہرے نقش و نگار بنا دیئے ہیں[1]۔

ذکر (۴) بلاد التونس (تنسر) بُرلّس یا بَترلّس

بُرلّس یا بَترلّس بقول (ابو بکر) یہ شہر دریا کے کنارہ واقع ہے۔

ذکر (۵) یعنی باشندگان بُرلّس

اور یہاں کے اتفاقات عجیبہ میں سے وہ حکایت ہے جو ابو عبد اللہ رازی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ یہاں کا قاضی جو منجملہ علمائے صالحین کے تھا۔ ایک مرتبہ رات کو دریا کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں وضو کر کے نوافل ادا کر رہا تھا کہ اثنائے نماز میں اسکے کان میں یہ آواز آئی کہ کوئی اشعار پڑھ رہا ہے جسکا مفہوم درج ذیل ہے۔

۱۔ اگر ایسے لوگ نہ ہوتے کہ مسلسل روزے رکھتے اور انکے ماسوا اور دو نوافل نہ ادا کرتے۔

۲۔ تو صبح ہی کو تمہارے نیچے زمین میں زلزلہ آجاتا۔ اسلئے کہ تم لوگ بڑے گنہگار ہو جو ڈرتے ہی نہیں[2]۔

---

(۱) اصل عربی کے اشعار ملاحظہ ہوں۔ قم فاسقنی والخلیج مضطرب + والریح تثنی ذوائب القصب + کأنها والریاح تعطفها + صب قنا سندس سبۃ العذب + والجونی حلۃ ممسکۃ + قد طرزتها البرق بالذہب + بحر بسیط۔ (۲) لولا رجال لهم سرد یصومونا + واخرون لهم ورد یقومونا + لزلزلت ارضکم من تحتکم سحرا + لانکم قوم سوء لا تبالونا + بحر بسیط۔

یہ قاضی کی طرف اشارہ تھا کہ اگر اس شہر میں ایسے پابند صوم وصلوۃ حضرات نہ ہوتے تو یہاں کے لوگ اپنے افعال سیہ کی بدولت سخت بلا میں مبتلا ہوتے اور شہر کا شہر اُلٹ پلٹ اور تباہ وبرباد ہو جاتا۔ قاضی نے کہا کہ جب میں نماز ختم کر چکا اور پھر کر دیکھا کہ یہ کس کی آواز تھی تو نہ وہاں کوئی موجود ہی تھا اور نہ میں نے کسی کے آنے جانے کی آہٹ پائی۔ پس مجھے کامل یقین ہو گیا کہ اللہ برتر کی طرف سے کوئی غیبی تنبیہ کرنے والا شخص تھا۔

فصل (۶) شہر دمیاط میں ورود

اب میں شہر رملہ سے شہر دمیاط روانہ ہوا۔ یہ شہر دریائے نیل کے کنارے واقع اور قسمت و وسعت کا جامع ہے۔ اسمیں مکانات اور باغات کی ترتیب عجیب و غریب اور تمام محاسن وخوبیوں سے متصف ہے۔ یہاں ہر قسم کے اثمار و فواکہات پیدا ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کے مکانات لب دریا واقع ہیں وہ بذریعہ ڈول دریا سے پانی بھر کر اپنے گھروں میں خرچ کرتے ہیں۔ اکثر مکانات تو ایسے لب دریا ہیں کہ ان کا ایک درجہ پانی میں رہتا ہے گویا گھر کے اندر ہی دریائے نیل میں اُتر جاتے اور نہا لیتے ہیں۔ یہاں لوز کے درختوں کی بڑی کثرت ہے لوگ کشتیوں پر لاد کر بطریق تجارت مصر لیجاتے ہیں۔ اس شہر میں بھیڑوں کی وہ فراوانی ہے۔ کہ دن رات چھٹی پھرا کرتی ہیں۔ لوز اور غنم کی کثرت سے اس شہر کے متعلق یہ مشہور ہے کہ "دمیاط کی شہر پناہ مٹھائی کی ہے اور رستے گلیوں کی بکریاں ہیں۔ جب اس شہر میں کوئی مسافر داخل ہوتا ہے تو بلا اجازت اور اس کے حاکم کی مُہر کے یہاں نکلنے نہیں پاتا۔ معززین کے لئے یہ طریقہ ہے کہ کاغذ کے ایک پرچہ پر مُہر کر دیجاتی ہے وہ اُسے پھاٹک کے پہرے والوں کو دکھا دیتا ہے۔ اور عوام کے واسطے مُہر صرف کلائی پر چھاپ دیتے ہیں۔ جب دروازہ سے باہر نکلنے لگتا ہے۔ تو اُسے دربان کو دکھا دیتا ہے۔ یہاں دریائی پرندے بکثرت اور بہت موٹے تازے ہوتے ہیں۔ اور جیسا خوش ذائقہ اور بلاحلاوت یہاں بھینس کا دودھ ہوتا ہے ویسا کہیں نہیں ہوتا اور یہاں بھی بوری مچھلی ہوتی ہے۔ جسکا ذکر گذر چکا۔ اسے یہیں سے شام اور بلاد روم میں لوگ تجارت کے لئے لیجاتے ہیں۔ یہاں شہر کے باہر بحر و نیل کے مابین ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے

جسکا نام برزخ ہے۔ یہاں ایک خانقاہ اور مسجد بھی ہے۔ یہاں کے شیخ امر بن قفل کے نام سے مشہور ہیں۔ آپکے پاس زیارت کیلئے میں شب جمعہ میں حاضر ہوا تھا۔ آپکے ساتھ فقراکی بھی ایک جماعت تھی وہ سب کے سب فضلائے زمانہ اور اخیار عہد تھے انہیں کا ہر فرد تمام شب نماز و قرأۃ قرآن اور ذکر الٰہی میں شب زندہ دار تھا۔

بالفعل موجودہ شہر دمیاط تو آباد ہے اور قدیم دمیاط ویران و غیر آباد۔ اسے سلطان صلاح الدین کے زمانہ میں فرنگیوں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

ذکر (۷) متعلق قلندران و شیخ جمال الدین ساوی

یہیں شیخ جمال الدین الساوی مجانق مشائخ قلندریہ(۱) کے پیشوا کی خانقاہ ہے۔ اس قلندریہ گروہ کا یہ طریقہ ہے کہ ڈاڑھی، مونچھ، اور بھویں سب منڈی ہوئی صاف رکھتے ہیں۔ میں جس زمانہ میں گیا تھا تو اُس زمانہ میں وہاں کے شیخ فتح تکروری اس خانقاہ میں سکونت رکھتے تھے۔

حکایت (۸) شیخ جمال الدین الساوی کی ڈاڑھی کے متعلق

شیخ جمال الدین ساوی کی ڈاڑھی اور بھویں وغیرہ منڈانے اور صاف رکھنے کی وجہ یہ

(۱) مخص نسخہ قلمی سفرنامہ ابن بطوطہ موجودہ پبلک لائبریری کیمرج میں "القرندریۃ" ہے واللہ اعلم اس قسم کی اغلاط سے یہ نسخہ کیوں مملو ہے۔ صوفیہ کے اس گروہ کو ماسوا اللہ برتر کی ذات کے نہ کسی کے ساتھ لگاؤ ہے اور نہ کسی چیز کی طرف رغبت۔ انکے متعلق علامہ مقریزی سے اقتباس کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔ "ولم یبالوا بتناول شئی من اللذات المباحۃ" جو مباح لذات اور مسرات ہیں اُن کی طرف بھی اُن کا میلان نہیں ہوتا؟ علامہ مقریزی نے دو فرقوں کا ذکر کیا ان میں سے آخر میں ملامتی ہے۔ یہ لوگوں میں رہکر بظاہر اپنے افعال و اعمال کی کوئی پروا نہیں کرتے تاکہ لوگوں کی نظروں میں انکی کوئی وقعت نہ ہو اور تکبر و غرور پیدا ہونے اور لوگوں کے گرویدہ ہونے سے محفوظ و مصئون رہیں۔

شاد اودھ کی لغت فارسی موسومہ بہ بہفت قلزم فرقہ قلندریہ کے متعلق یہ نوٹ ہے "قلندر (یا قرندر) کی اصطلاح سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص دنیاوی اشیا کی لذات صوری اور معنوی سے آزاد زندگی بسر کرتا اور اس عالم کے مسرورات سے بالکل مستغنی ہے اور روحانیت میں اسقدر مستغرق ہے کہ تنہا طلب سے بالکل آزاد ہو اور جسما اور روحا ہر طریقہ پہ لوگوں اور چیزوں سے غنی ہے قلندر کو ماسوا اللہ برتر کے حق تعالیٰ کے اور کسی شے کی ضرورت نہیں اور راست یقین کامل ہے کہ وہ اس سے مستفید ہے قلندر اور ملامتی میں یہ فرق ہے کہ قلندر ہر صورت تک اور بالکل آزاد رہتا ہے اور ملامتی ہمیشہ اپنی عبادت کو چھپاتا اور نیکیوں کے مقابلہ میں بدی کا اظہار کرتا ہے۔

بتاتے ہیں کہ آپ نہایت شکیل اور خوبصورت تھے۔ آپکے حسن و جمال کی وجہ سے سارہ کی ایک عورت آپ پر مرنے لگی۔ ہمیشہ آپکے پاس پیام و سلام بھیجتی اور راستہ میں آپ کو چھیڑتی۔ اور آپ سے ملنے کی کمال آرزومند رہتی۔ لیکن شیخ رح ہمیشہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتے۔ جب اس نے دیکھا کہ آپکے تقوی اور استقلال کے باعث میری کوئی پیش نہیں جاتی تو تمام تدبیروں سے تھک گئی تو اُسکے لئے ایک بڑھیا نے یہ حیلہ و مکر کیا کہ جس راستہ سے شیخ رح کی مسجد میں آمد و رفت تھی۔ اُسی راستہ پر اُس تعشق رکھنے والی عورت کا مکان تھا وہ بڑھیا اُسکے دروازہ پر ایک مہری لفافہ ہاتھ میں لیکر آپکے روکنے کیلئے کھڑی ہوئی۔ جب شیخ گذرے تو اُس حرافہ نے عرض کیا "یا سیدی آپ اچھی طرح پڑھ بھی سکتے ہیں ؟" آپ نے فرمایا "ہاں"۔ تب اُس نے وہ لفافہ پیش کر کے عرض کیا کہ "میرے بیٹے کے پاس سے یہ خط آیا ہے ذرا اسے پڑھکر سنا دیجئے"۔ شیخ نے فرمایا "اچھا"۔ لفافہ کھولا ہی تھا کہ اُس نے نہایت الحاح سے عرض کیا "سیدی اس خط کے بھیجنے والے کی بیوی یعنی میری بہو بھی گھر میں ہے کپڑے کی آڑ میں کھڑی ہے۔ ذرا آپ براہ مہربانی ڈیوڑھی تک تکلیف گوارا فرما کر اسے وہاں پڑھکر سنا دیں کہ اسکا مضمون وہ بھی سن لے تو عین عنایت ہوگی"۔ شیخ رح نے منظور فرما لیا۔ جب آپ ڈیوڑھی کے اندر گئے تو اس بڑھیا نے مکان کا دروازہ بند کر لیا اور وہ عورت جسے آپ سے تعشق تھا آپکے سامنے نکل آئی۔ اور اُسکی چھوکریاں بھی نکل کر جمع ہو گئیں یہ سب شیخ سے لپٹ گئیں اور آپ کو بالکل مکان کے اندر گھسیٹ لے گئیں۔ وہاں جاکر اس عورت نے شیخ سے لگاوٹ شروع کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اب میں کسیطرح نہیں بچ سکتا۔ تو اس سے کہا کہ اب تو میں نہیں ہوں جو تمہاری آرزو ہے پوری کر لینا ذرا ٹھہر جاؤ میں پائخانہ ہو آؤں۔ ذرا مجھے قضائے حاجت کی جگہ بتا دو۔ عورت نے شیخ کو بیت الخلا بتلا دیا۔ آپ اپنے ساتھ پانی تو لے ہی گئے تھے یہاں پہنچکر آپ کے پاس جو استرا تھا اسے نکالکر اپنی داڑھی اور بھویں سب مونڈ ڈالیں۔ اور پھر نکلکر اُسی عورت کے پاس آئے۔ اُسے آپکی قبیح صورت دیکھکر نفرت پیدا ہو گئی اور چھوکریوں کو حکم دیا کہ آپ کو باہر نکال دیں۔ اللہ برتر نے شیخ کو اس ترکیب سے بچا لیا۔ چنانچہ اُسی روز سے شیخ نے اپنی وہی ہیئت رکھی۔ پھر آپ کے سلسلہ کے ہر شخص نے ایسی ہیئت بنانے کا تتبع کیا۔(۱)

(۱) مقریزی نے اس ہیئت بنانے کے آغاز کے متعلق ایک نوٹ دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے چار سو سال پہلے چار ابرو [illegible]

فائدہ (۹) کرامت شیخ مذکورؒ

روایت ہے کہ جب شہر دمیاط میں تشریف لائے۔ تو وہاں کے گورستان میں اقامت اختیار کی۔ اس زمانہ میں یہاں کا قاضی ابن العمید تھا۔ ایک دن یہاں کے اعیان میں سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ اور قاضی مذکور اُسکے جنازہ کے ساتھ گورستان میں آیا تو یہاں آپکی زیارت سے مشرف ہوا آپ سے دریافت کیا کہ "تو ہی مبتدع شیخ ہے؟" آپ نے جواب میں استفساراً فرمایا کہ "تو ہی جاہل قاضی ہے!؟ جو قبرستان میں سواری پر آیا ہے۔ حالانکہ انسان میت کا ویسا ہی احترام ہے جیسا کہ زندہ انسان کا۔ قاضی نے کہا کہ میرا یہ فعل ڈاڑھی منڈوانے سے زیادہ مذموم نہیں ہے[1]۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تو تیرا مجھپر یہ اعتراض ہے۔ اور ایک نعرہ مارکر اپنی گردن بلند کی۔ اور اوپر کو خوب سر اُٹھایا۔ آپ کے ایک لمبی سیاہ ڈاڑھی موجود تھی۔ یہ دیکھکر قاضی اور اسکے تمام ہمراہی حیران اور متعجب رہ گئے۔ قاضی اپنے خچر سے اُتر پڑا[2]۔ آپ شیخ نے دوبارہ نعرہ مارا تو آپ کی اچھی خاصی اور خوبصورت ڈاڑھی موجود ہوگئی۔ پھر آپ نے سہ بارہ نعرہ مارا تو بغیر ڈاڑھی کے اپنی پہلی ہیئت پر آگئے۔ قاضی نے شیخؒ کے ہاتھ کو بوسہ دیا آپ کا مرید ہوگیا۔ وہاں ایک نہایت عمدہ خانقاہ بنوادی اور مادام الحیات شیخ کی خدمت میں رہا جب آپ کا انتقال ہوا تو اسی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ جب قاضی کی وفات کا زمانہ آیا تو اسنے وصیت کی کہ میری قبر شیخؒ کی خانقاہ کے دروازہ پر بنائی جائے۔ تاکہ زائرین مزار شیخ رہ کی آمد و رفت سے پامال رہے۔

شہر دمیاط کے باہر ایک مزار معروف بہ شطا ہے۔ یہاں کی برکات کثیرہ بہت نمایاں اور آشکارا ہیں۔ یہاں دُور دُور بلاد مصر سے لوگ بقصد زیارت حاضر ہوتے ہیں اس کے لئے سال میں کچھ دن بھی مقرر ہیں۔ ان تاریخوں میں زائرین کا یہاں زبردست ہجوم ہوتا ہے۔

(۱) اس امر میں مشرق اور مغرب میں بہت بڑا فرق ہے اہل مشرق تو ڈاڑھی منڈوانے کے فعل کو نہایت قابل ملامت خیال کرتا

(۲) جس طرح قاضی ادباً شیخ کے لئے سواری سے اُتر پڑا۔ اسیطرح ربیقہ اپنے مستقبل شوہر اسحق کے لئے سواری سے اُتر پڑی تھی۔ ملاحظہ ہو توراۃ باب ۲۴۔ آیت ۶۴۔

او

شہر دمیاط کے باہر باغات میں ایک جگہ ہے جسکا نام منیہ ہے۔ یہاں میں فضلائے زمانہ میں سے ایک شیخ کی خانقاہ مین گیا۔ آپ ابن النعان کے نام سے مشہور تھے۔ اور شب کو یہیں قیام کا اتفاق ہوا۔

میں جس زمانہ میں دمیاط میں تھا تو وہاں کا حاکم محسنی نامی تھا۔ اسکی داد و دہش بہت مشہور اور جود و سخا کا بڑا آوازہ تھا۔ اس نے نیل کے کنارہ ایک مدرسہ بھی بنوایا تھا۔ میں اسی مدرسہ میں فروکش ہوا میرا اس جود و سخا کے پتلے حاکم سے بہت زیادہ ارتباط بڑھ گیا تھا۔

فصل (۱۰) شہر فارس کور میں ورود

پھر میں دمیاط سے شہر فارس کور پہونچا۔ یہ شہر بھی نیل کے کنارے آباد ہے یہاں شہر کے باہر اُترا۔ مجھے امیر محسنی کا بھیجا ہوا ایک سوار ملا اور دریافت کیا کہ امیر نے آپکا حال دریافت کیا ہے۔ آپ کے محاسن اور خوبیوں کا اسے علم ہے۔ اور آپکے خرچ کیلئے یہ درہم بھیجے ہیں۔ اللہ برتر اس امیر کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

فصل (۱۱) شہر اشمون الرمان میں ورود

یہاں سے میں شہر اشمون الرمان روانہ ہوا اور شہر کے باہر قیام کیا۔ چونکہ اس شہر میں اناروں کی پیداوار بہت ہے اسلئے اسے "اشمون الرمان" کہتے ہیں۔ لوگ یہاں سے انار بار کرکے مصر بغرض تجارت لیجاتے ہیں۔ یہ شہر بہت پرانا۔ بڑا۔ اور خلیج نیل پر واقع ہے۔ اسمیں ایک چوبی پُل بھی ہے۔ وہیں آکر ساری کشتیاں لنگر انداز ہوتی ہیں۔ جب ہر طرف سے کشتیاں آکر جمع ہو جاتی ہیں۔ تو پل کی قفلی کھولی جاتی ہے جن کشتیوں کو چڑھاؤ پر جانا ہوتا ہے وہ چڑھاؤ پر اور جنکو اتار پر جانا ہوتا ہے وہ اتار پر روانہ ہو جاتی ہیں۔ یہاں ایک قاضی القضاۃ رہتا ہے۔ جسکے ماتحت بہت سے قاضی ہوتے ہیں یہاں کا حاکم بھی بہت بڑا ہے اسکے ماتحت کئی ذی اقتدار حاکم ہیں۔

فصل (۱۲) شہر سمنّود میں ورود

پھر میں شہر سمنود میں پہونچا یہ بھی دریائے نیل کے کنارے اور کشتیون کی بہت بڑی گذرگاہ ہے اور یہان کے بازار بہت خوشنما ہیں۔ اس شہر اور شہر محلہ کبیرہ کے مابین تین فرسخ کی مسافت ہے۔

باب پنجم (۵)

قاہرہ یا مصر کا اجمالی حال

پھر میں یہان سے براہ نیل چڑھاؤ کی طرف مصر روانہ ہوا سمنود اور مصر کے مابین نیل کے بہت سے شہر اور قصبے قریب قریب نہایت ترتیب سے اسطرح آباد ہیں کہ گویا ایک آبادی دوسری آبادی سے ملی ہوئی ہے۔ اس سفر نیل میں مسافر کو اپنے ساتھ توشہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ جہاں چاہے نیل کے کنارہ کشتی سے اتر پڑے۔ وضو نماز سے فارغ ہو۔ ہر جگہ کھانے پینے کی چیزیں بکتی ہیں۔ جو چاہے خریدے اور کھائے پیئے۔ اسکندریہ سے مصر تک اور مصر سے شہر اسوان تک جو مقامات صعید میں سے ہے برابر بازارون کا سلسلہ چلا گیا ہے

فصل (۱) مصر میں ورود

آخرکار میں مصر میں پہونچا جو ام البلاد کے لقب سے ملقب اور فرعون ذی الاوتاد[1] کی جائے حکومت ہے۔ اس شہر کے مضافات میں بڑے بڑے وسیع شہر اور ولائتیں واقع ہیں۔ جن میں بیحد عمارتیں۔ آبادیاں۔ شادابی۔ تازگی اور خوبی میں تمام شہروں پر سبقت رکھتی ہیں۔ یہاں امرا وغربا ہر طرح کے لوگون کی آمد و رفت سے بڑا ہجوم رہتا ہے۔ اور علماء فضلا۔ شعرا شریف۔ وضیع

(۱) بہت زبردست سلطنت والا جو ٹس سے مس نہ ہوسکے یا سونے اور چاندی کے خیمے کی میخون والا۔ سورۃ ص پارہ ۲۳ سے لی۔

اور عامی غرض ہر رنگ کے آدمی کی یہاں بڑی کثرت ہے۔ اچھے۔ بُرے۔ ثقہ۔ غیر ثقہ۔ عاقل نادان مسخرہ۔ سنجیدہ۔ مکار۔ راستباز۔ غرض ہر قسم کے آدمیوں کی یہاں افراط ہے۔ گویا یہاں آدمیوں کا سیلاب جاری ہے۔ باوجود اسکے کہ شہر بہت وسیع ہے پھر بھی خیال ہوتا ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تنگی پیدا ہو جائے۔ یہاں کے لوگ نہایت ذی اقتدار ہیں۔ شہر میں خلائق کی کثرت و فراوانی دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ یہ خلقت اس شہر میں کہاں سے آئی ہوگی۔ تمام شہر ایک دیرپا جوانی کے جوش اور رونق پر ہے۔ اسکے عروج کا ستارہ اس اوج و ترقی پر ہو کہ گویا کبھی منزل سعد سے مٹنے کا نام ہی نہ لیگا۔ یہاں کی حکومت قاہرہ نے بڑی بڑی امتوں کو اپنا تابعدار بنا رکھا ہے۔ گویا تمام عرب و عجم کی چوٹیاں ملوک مصر کے ہاتھ میں ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ وہاں دریائے نیل اس خوبی سے نکلا ہے کہ اس سے اس شہر کو تمام بلاد عالم پر تفوق و عظمت حاصل ہے[1] نیل نے ممالک مصر کی سرزمین کو بارش کے پانی سے بالکل مستغنی کر دیا ہو۔ اور پھر خوبی یہ ہے کہ اسکے اطراف کی ایک مہینہ سے زیادہ مسافت کی زمین نہایت قوی پیداوار کی ہے اور غریب الوطن کی تو ایسی انیس اور شیدا ہے کہ جو آیا یہیں کا ہو رہا۔

فصل (۳) اشعار متعلق قاہرہ یا مصر

ابن جزی فرماتے ہیں کہ اسکے متعلق کسی شاعر کا قول ہے۔

پر مفہوم ترجمہ

۱ العمر ما مصر بمصر و انما	۱۔ تیری جان کی قسم کہ درحقیقت مصر شہر نہیں ہو۔
هی الجنة الدنیا لمن یتبصر	بلکہ دنیا میں صاحب بصیرت کی نظر میں جنت ہو۔
۲ فاولادها الولدان والحور عینها	۲۔ یہاں کے خوبصورت لڑکے غلمان ہیں۔ اور نوجوان آنکھ والی حسین عورتیں حوریں ہیں۔
وروضتها الفردوس والنیل کوثر	اسکا باغ فردوس اور دریائے نیل کوثر ہے۔

(۱) دریائے نیل کا پانی لوگ عموماً حضرت موسیٰ کے زمانہ سے پیا کرتے تھے۔ عرب عام طریقہ پر اسے "البحر الحلوۃ" "البحر الملح" سے امتیاز دینے کے لئے کہا کرتے ہیں۔

بحر طویل

۱۔ شاطیٔ مصر جنۃ + ماشلھا من بلد ۱۔ مصر جو ساحل نیل پر واقع ہے ایک جنت ہے،
جس کا دنیا مین کوئی نظیر شہر نہیں۔

۲۔ لاسیما مذ زخرفت بنیلھا المطرد ۲۔ علی الخصوص اسکی رونق و زینت وہ دوبالا کرنیوالا
دریائے نیل ہے جو اسکے نیچے روان ہے۔

۳۔ وللریاح فوقہ + سوابغ من زرد ۳۔ اسکی سطح پر ہوا سے جو لہرین اٹھتی ہیں + وہ نفیس زرہ
ہیں جو اسکی (ہوا کی) کاریگری سے تیار ہوتی ہیں۔

۴۔ مسرودۃ ما مسھا + داؤدھا بمبرد ۴۔ یا ایسی زرین ہیں جنھون نے کبھی + اپنے استاد
داؤد کی ریتی کا بار احسان تک نہیں اٹھایا۔

۵۔ سائلۃ ھوآءھا + یرعد عادی الجسد ۵۔ وہان کی سیال یا چلنے والی ہوا ایسی خنک ہے +
کہ انسان بغیر لباس کے اسکا متحمل نہیں ہوسکتا۔

۶۔ والفلک کالافلاک + بین حادر ومصعد ۶۔ کشتیان اجرام فلکی کی طرح + ہمیشہ نزول صعود پر
روان رہتی ہیں۔

بحر رجز

الغرض یہ اسقدر بڑا شہر ہے کہ صرف اُن سقون کی تعداد جو اونٹون پر پکھال لاد کر پانی پلاتے ہین بارہ ہزار ہے اور تیس ہزار وکاکین لکڑیون کی ہیں۔ مصر کے نیل میں جن سرکاری اور رعایا کی کشتیون کی چڑھاؤ پر صعید تک آمد و رفت رہتی ہے۔ اور اتار پر اسکندریہ اور دمیاط تک انکی تعداد چھتیس ہزار ہے۔ ان کشتیون سے طرح طرح کی خیرات۔ میراث اور مراعات جاری رہتی ہے۔ اور مصر کے مقابل دریائے نیل کے اُس کنارہ پر ایک مقام ہے۔ جسے یہاں کے لوگ "روضہ" کہتے ہیں۔ یہ نہایت عمدہ تفریح گاہ اور پُر فضا سیر و تفریح کا مقام ہے۔ یہان عمائد مصر کے عمدہ عمدہ اور دلچسپ باغات ہیں۔ اہل مصر کو سرور و طرب اور عیش و نشاط بہت مرغوب ہے۔ ایکمرتبہ ملک ناصر کے ہاتھ مین کچھ چوٹ آگئی تھی۔ جب اسے صحت ہوئی تو لوگون نے اسکی خوشی میں بڑا جشن منایا تھا۔ مجھے بھی اسکے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تمام شہر کے بازار آراستہ کئے گئے تھے۔ اور ہر شخص نے اپنی اپنی دکانیں خوب سجائیں۔ ہر طریقہ سے آراستہ کیا تھا اور عمدہ عمدہ ریشمی اور قیمتی کپڑے

اور گران بہا زیورات لٹکائے تھے اور چراغان کیا تھا۔ یہ بازار جشن کئی دن تک برابر گرم رہا۔

فصل (۳) عمرو بن العاص کی مسجد۔ مدارس۔ شفاخانے اور خانقاہیں

یہاں حضرت عمرو بن العاص کی بنوائی ہوئی ایک بڑی عالیشان مسجد ہے جسکا دُور دُور تک شہرہ ہے۔ جمعہ کی نماز اسی مسجد مین پڑھتے ہیں۔ اس مسجد میں ایک راستہ ہے جو مشرق سے مغرب کی سمت گیا ہے اور مشرق میں ایک خانقاہ بھی ہے جسمیں امام ابوعبداللہ شافعیؒ درس دیا کرتے تھے۔ مدارس کی تو یہاں اسقدر کثرت ہے کہ ان کا شمار کرنا بہت دشوار ہے۔ اور وہ شفاخانہ جو بین القصریں۔ ملک المنصور۔ قلادون کی قبر کے قریب واقع ہے اُسکی خوبیاں احاطہ بیان سے باہر ہیں۔ بیماروں کی راحت اور اُنکے علاج کا سامان تو اسقدر یہاں موجود رہتا ہے کہ بیرون از اندازہ ہے۔ اس شفاخانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار ہیں۔ یہاں خانقاہیں بکثرت ہیں۔ اور امراعلی العموم خانقاہیں بنوانے کے بڑے شوقین ہیں۔ اور ہر خانقاہ فقرا کی ایک خاص جماعت کیلئے مخصوص ہے۔ اکثر فقرا عجمی ہیں۔ یہ آداب سلوک اور تصوف کے بڑے ماہر اور عارف ہیں۔ ہر خانقاہ کا ایک شیخ اور مہتمم ہوتا ہے۔ انکی ترتیب و تنظیم عجیب تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ انکی عادت ہے کہ صبح ہوئی اور خادم خانقاہ اور اُن فقرا کے پاس آتے ہین جو خانقاہ میں موجود ہیں۔ ان سے کھانے کے متعلق دریافت کرتے ہین جو جس قسم کا کھانا چاہتا ہے اُسکے لئے ویسا ہی تیار ہوتا ہے۔ پھر سب دسترخوان پر کھانا کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے روٹی اور سالن وغیرہ علیحدہ علیحدہ رکھا ہوتا ہے۔ ایک کے کھانے مین دوسرا شریک نہیں ہوتا۔ اس طرح دن میں دو مرتبہ کھانا کھلاتے ہیں۔ روزانہ کھانے کے علاوہ جاڑے اور گرمی دونوں موسموں کے کپڑوں کے مصارف بھی ہر درویش کے خانقاہ میں سے ملتے ہیں۔ اور ہر درویش کو متفرقات جیب خرچ کے لئے بھی دس درہم ماہوار سے تیس درہم ماہوار تک ملتا ہے۔ ہر پنجشنبہ کی شب کو شکر وغیرہ میٹھا کھانے کیلئے اور

صابون، دھوبی کی دھلائی، روشنی، حمام کرنے کی اُجرت، روشنی کے لئے تیل، اور حجامت وغیرہ کے مصارف ان مصارف کے ماسوا ہیں یہ بھی سب خانقاہ میں سے ملتے ہیں۔ یہ تمام درویش بغیر بیوی کے اور ارباب تجرد ہیں۔ جو درویش مجرد نہیں بلکہ گھر گرہستی والے ہیں انکے لئے جُداگانہ خانقاہیں ہیں۔ ان تمام درویشوں کیلئے یہ امر لازمی ہے کہ مسجد میں پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کریں۔ اور شبکو خانقاہ سے باہر انکا کہیں نہ قیام ہو۔ اور خانقاہ کے قبہ کے اندر بھی جمع ہوں۔ ان کا روزانہ طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے خاص سجادہ پہ بیٹھتا ہے اور صبح کی نماز کے بعد سورۃ "فتح"، سورۃ "ملک" اور سورۃ "عم" کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ پارہ پارہ علیحدہ کلام مجید تقسیم کیاجاتا ہے اور اسکا ختم ہوتا ہے۔ جب قرآن شریف ختم ہوجاتا ہے تو اذکار و اشغال میں مصروف ہوتے ہیں۔ پھر اہل مشرق کے طریقہ پر قاری قرائت کرتے ہیں اسیطرح ان کا نماز عصر کے بعد روزانہ ورد ہوتا ہے۔

جب کوئی نیا درویش خانقاہ میں آتا ہے تو اسکی یہ صورت ہوتی ہے، کمر بستہ۔ داہنے ہاتھ میں لمبی جریب جسمیں نوکدار لمبی لوہے کی شام لگی ہوئی۔ بائیں ہاتھ میں لوٹا اور کندھے پر جانماز۔ خانقاہ کے دروازے پر پہونچا۔ خانقاہ کے دربان نے فوراً مہتمم خانقاہ کو اطلاع دی۔ مہتمم خانقاہ فوراً نکل آیا اور اُس سے سارا حال دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو کن کن خانقاہوں میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور اُن خانقاہوں کے شیوخ کے کیا نام ہیں۔ جب اسکے بیان کی صحت معلوم ہوگئی تو اسے خانقاہ میں لیجاتے اور مقام مناسب پر اُسکے لئے سجادہ بچھاتے ہیں اور اُسے طہارۃ کی جگہ بتاتے ہیں۔ یہ نووارد درویش خانقاہ میں داخل ہونے کے بعد تجدید وضو کرتا اور اپنے سجادہ پر آتا ہے اور کھڑا ہوکر دو رکعتیں نماز نفل ادا کرتا ہے اسکے بعد خانقاہ کے شیخ اور تمام حاضرین سے مصافحہ کرتا اور انکے زمرہ میں بیٹھتا ہے۔

ان کا یہ بھی دستور ہے کہ جمعہ کے دن خانقاہ کے خدمتگار تمام درویشوں کے سجادے انکی جگہوں سے اُٹھا لیجاتے ہیں اور لیجاکر انکے لئے مسجد میں بچھا دیتے ہیں۔ جب تمام درویش جمع ہوکر شیخ کے ہمراہ مسجد میں جاتے ہیں تو ہر درویش اپنے سجادہ پر نماز پڑھتا ہے۔ نماز جمعہ سے فراغ کے بعد حسب عادت قرآن شریف پڑھتے ہیں اور پھر سب اکٹھے ہوکر شیخ کی معیت میں

خانقاہ میں واپس آتے ہیں۔

ذکر (۴) قرافہ مصر اور اُسکے مزارات

مصر میں ایک عظیم الشان قرافہ ہے جسے وہاں کے لوگ بہت بابرکت سمجھتے ہیں اسکی فضیلت میں ایک روایت آئی ہے جسکا قرطبی وغیرہ نے استخراج کیا ہے کیونکہ وہ مقام منجملہ جبل مقطم کے ہے جسکے متعلق اللہ برتر نے یہ فرمایا ہے کہ وہ باغات جنت میں سے ایک باغ ہے۔ یہاں کے باشندے قرافہ میں بڑے بڑے عالیشان گنبد باغات اور مکانات بنواتے اور تیار کراتے ہیں۔ ان گنبدون اور مکانات میں قاری ملازم رہتے ہیں جو شب و روز نہایت خوش الحانی سے کلام مجید تلاوت کیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے یہاں کے مقابر کے قریب خانقاہیں اور مدرسے بنوائے اور بنواتے چلے جاتے ہیں ہر پنجشنبہ کو مصر کے لوگ مع عیال و اطفال کے وہاں جاتے اور شب باش رہتے اور نامی مزارات کی زیارتیں کرتے پھرتے ہیں۔ نیز شب برات کو بھی بہت سے لوگ زیارتوں کیلئے مصر سے جاتے اور دکاندار کھانے پینے اور ہر قسم کی دکانیں وہاں لگاتے ہیں۔

منجملہ مزارات کے وہاں ایک عظیم الشان مشہد مقدس ہے یہ وہ متبرک مقام ہے۔ جہاں حضرت سید الشہدا سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک مدفون ہے۔ یہاں ایک بہت بڑی رباط بنی ہے اسکی عمارت نہایت عجیب و غریب اور پاکیزہ ہے۔ اسکے دروازوں کی زنجیریں کنڈے اور کڑے سب چاندی کے ہیں۔ اور کیون نہ ہو اسکی جسقدر عظمت اور تکرمت کیجائے اسکا حق ہے۔

منجملہ مزارات مقدسہ جلیلہ حضرت سیدہ نفیسہ بنت زید بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا مزار بھی ہے۔ یہ درگاہ مقام اجابت دعا اور بہت بڑا عبادتخانہ ہے۔ اس مقبرہ عالی کی عمارت و ساخت نہایت نادر و پاکیزہ اور بارونق و نورانی ہے اور یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔

منجملہ قرافہ کے دیگر مزارات عالیہ کے امام ابن عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہم اللہ

تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک بھی ہے۔ یہاں بھی ایک بہت بڑی رباط بنی ہوئی ہے۔ اس رباط کے مصارف کے لیے بہت بڑی رقم ہے۔ اسکا گنبد نہایت اعلیٰ، نادر اور مستحکم اور عمارت کی ساخت بھی نہایت عجیب و غریب اور انتہائی استحکام لیے ہوتے ہے۔ اور گنبد مذکور کی وسعت ہمین گز سے زیادہ ہے۔

ان مقامات متبرکہ کے علاوہ قرافہ میں اور بھی علماء اور صالحین کے بے انتہا مزارات ہیں کہ احاطہ شمار میں نہیں آ سکتے۔

بہت سے صحابہ کے مزارات بھی ہیں جنکو اگر صدر سلف اور خلف کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا مثلاً حضرات عبدالرحمٰن بن قاسم۔ اشہب ابن عبدالعزیز۔ اصبغ بن ابی الفرج۔ ہردو صاحبزادون عبدالحکیم اور ابوالقاسم بن شعبان اور ابو محمد بن عبدالوہاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان حضرات کے مزارات کو وہی پہچان سکتا ہے۔ جسے عنایت ربانی شامل حال ہے۔ دوسرے کے لیے ان مزارات کی شناخت اور پتہ لگنا غیر ممکن ہے سعی اور اجتہاد جمیل نے حضرت امام شافعیؒ کی بہاں تک مساعدت و موافقت کی ہے کہ کیا تو آپ اس عالم کی حیات میں اور کیا یہاں سے انتقال کے بعد مع اپنے نواسے اور صحاب کے مضمون شعر ہذا کے مصداق تھے۔

اَلجِدُّ یُدنی کلَّ امرٍ شاسعٍ + والجِدُّ یفتح کلَّ بابٍ مُغلَقِ	ہر غیر ممکن الحصول امر تک انہیں دسترس ہو جاتی تھی + اور اپنی کوشش سے ہر لاینحل بات کو حل کر لیا کرتے تھے!!
بحر کامل	

ذکر (۵) نیل مصر

نیل مصر کو تمام دنیا کے دریاؤں پر بلحاظ اپنے پانی کی شیرینی کے فضیلت ہے کہ کسی دریا کا پانی اسقدر شیریں نہیں۔ دوسرے خوشگواری میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ تیسرے جسقدر یہ دریا وسیع اور طولانی ہے کوئی دریا اسقدر وسیع اور طولانی نہیں۔ اسکے ماورا جسقدر لوگ اس دریا سے منتفع ہوتے ہیں جتنے شہر اور قصبات اس دریا کے کنارے علی الاتصال اور بالترتیب آباد ہیں نہ دنیا بھر میں اسقدر انتفاع کسی دریا سے حاصل ہوتا ہے اور نہ کسی کے کنارے اسقدر

آبادیاں ہی ہیں۔ نیز اسکے ماسوا کو تو ندی کہا گیا ہے لیکن اسے دریا کہا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ برتر فرماتا ہے!

فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ	جب تو افشاء راز سے ڈرے تو موسیٰ کو دریا میں ڈالدے (قرآن کریم پارہ ۲۰۔ سورہ القصص رکوع ۱)

اور دریائے نیل کی بہت بڑی فضیلت اس حدیث صحیح سے ثابت ہوتی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصل لیلۃ الاسراء الی سدرۃ المنتھی فاذا فی اصلھا اربعۃ انھار نھران ظاھران ونھران باطنان فسائل عنھا جبرئیل علیہ السلام فقال اما الباطنانان فھی الجنۃ واما الظاھران فالنیل والفرات	رسول اللہ صلعم شب معراج میں جب سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لیگئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اسکی جڑ سے چار نہریں (دریا) نکلی ہین دو نہریں ظاہر کی جانب ہیں اور دو اندر کی جانب۔ پس آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے اُن چاروں کا حال دریافت فرمایا آپ نے جواب میں عرض کیا کہ دونوں نہریں جو اندر کی جانب ہیں وہ جنت میں ہیں اور دو جو باہر کی جانب ہیں وہ نیل اور فرات ہیں
دوسری حدیث میں ہے	دوسری حدیث میں ہے
ان النیل والفرات وسیحان وجیحان کل من انھار الجنۃ۔	"نیل۔ فرات۔ سیحون اور جیحون یہ جنت کی نہروں میں سے ہیں"؛

نیل کا بہاؤ جنوب سے شمال کی طرف ہے اور دوسرے دریاؤں کا بہاؤ شمال سے جنوب کی طرف ہے۔ اس دریا کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ جس زمانہ میں دوسرے دریا چڑھاؤ پر ہوتے ہیں یہ اتار پر ہوتا ہے اور جب دوسرے دریا یعنی گرمیون میں اتار پر ہوتے ہیں نیل بے انتہا چڑھاؤ پر ہوتا ہے۔ دریائے سندھ کا حال بھی اس دریائے نیل جیسا ہی چنانچہ اسکا بیان اپنے موقعہ پر آئے گا۔ نیل کے چڑھاؤ کا آغاز حزیران کے مہینہ میں ہوتا ہے اسے یونیہ کہتے ہیں جس سال نیل کا پانی سولہ گز تک بلند ہوتا ہے ارضی پیداوار معتدل درجہ پر ہوتی ہے۔ یعنی اس پیداوار سے سرکاری لگان بیباق ہو سکتا ہے۔ اگر

حد مذکور سے گز بھر بھی زیادہ پانی بڑھ گیا تو اُس سال پیداوار کی بہت فراوانی اور آب و ہوا کی درستی یعنی نہایت اچھی فصل ہوتی ہے اور اگر کہیں اٹھارہ گز تک پانی چڑھ گیا تو اُس سال تمام چیزوں میں سخت نقصان ہوتا ہے۔ یہانتک کہ ہوا میں بھی و بائی مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور اگر سولہ گز سے ایک گز کم پانی چڑھا تو پیداوار کم ہوتی ہے یعنی اُس سے سرکاری لگان بھی نہیں دیا جا سکتا اور اگر سولہ گز سے دو گز کم پانی چڑھا تو پیداوار میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔

دُنیا میں پانچ دریا سب سے بڑے ہیں۔ نیل۔ فرات۔ دجلہ۔ سیحون اور جیحون۔

ہندوستان میں ملک سندھ کے پانچ دریا یعنی پنج آب انہیں پانچوں دریاؤں کے مماثل ہیں اور دریائے گنگا جہاں ہندوؤں کا تیرتھ ہے اور جلانے کے بعد اپنے مردوں کی راکھ اسمیں ڈال دیتے ہیں۔ انکا عقیدہ ہے کہ یہ بھی جنت سے نکلی ہے۔ اور جمنا بھی انہیں پانچوں ندیوں کے مماثل ہے۔ صحرائے قفچاق میں ایک دریا ہے جسکا نام اٹل ہے جسکے کنارہ شہر سرا آباد ہے اور دریائے سرو جو سرزمین خطا میں ہے اسکے کنارہ شہر خان بالق(۱) آباد ہے انکو بھی ایسا ہی کہنا چاہیئے۔ یہ دریا شہر خان بالق کے نیچے سے بہتا ہوا شہر خنسار کے نیچے پہونچا ہے پھر سرزمین چین میں شہر زیتون تک چلا گیا ہے۔ انشاء اللہ یہ تمام اذکار اپنے موقعوں پر آئینگے۔

آگے چلکر دریائے مصر تین شاخوں پر منقسم ہو گیا ہے ہر شاخ میں اسقدر کثرت سے پانی رہتا ہے کہ خواہ گرمیاں ہوں یا جاڑے بغیر کشتی کے عبور ممکن ہی نہیں۔ ہر شہر والوں کے لئے جو نہریں دریائے نیل سے نکلتی ہیں۔ جب آب رسانی منظور ہوتی ہے تو انکے حوض کھول دیتے ہیں پانی خود بخود کھیتوں مین پہونچ جاتا ہے۔

ذکر (۶) مصر کے اہرام و برابی کا حال

یہ قدیم عمارات بھی مذکورہ عجائبات میں سے ہیں لوگوں نے انکے متعلق بہت کچھ لکھا اور غور و خوض کیا ہے کہ انکی بنا کا کب سے آغاز ہے مورخین کہتے ہیں کہ طوفان نوح علیہ السلام سے قبل جتنے علوم ظاہر ہوتے ہیں وہ سب ہرمس اول سے لئے گئے ہیں انکا مسکن صعید مصر اعلیٰ

(۱) یہ شہر پیکن ہے چنانچہ اسکا اپنے موقعہ پر ذکر آئیگا۔

تھا جنکو خنوخ کہتے ہیں۔ یہی حضرت ادریس پیغمبر علیہ السلام ہیں۔ انہیں نے پہلے حرکات فلکیہ اور اجرام علویہ سے بحث کی ہے یہی وہ پہلے شخص بھی ہیں جنھون نے اصدر ریاضیہ قائم کیں اور ان مراصدین تمجید شان الہی قائم کی۔ انہیں ادریس علیہ السلام نے طوفان نوح کی پیشین گوئی سے لوگوں کو ڈرایا اور اس امر کا اندیشہ کیا کہ جب طوفان نوح آئیگا تو تمام علوم نیست و نابود اور کل عمارات و کارخانے منہدم ہوجائینگے۔ اسی طوفان سے حفاظت کے لئے اہرام اور برابی قائم کئے گئے اور جملہ صنائع اور آلات کی صورتیں اور نقشے اُن عمارات میں ثبت کئے۔ اور ان عمارات میں تمام علوم مرسوم کئے۔ تاکہ ان کو دوامی اور پائداری حاصل رہے۔

مشہور ہے کہ اگلے زمانہ میں مصر کا دارالعلوم اور پایہ تخت شہر منوف تھا۔ جو فسطاط مصر سے ایک منزل کی مسافت پر ہے۔ جب شہر اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی اور منوف کے تمام لوگ اُجڑ کر وہاں آبسے تو اسکی طرح اسکندریہ ملک مصر کا پایہ تخت اور دارالعلوم بنگیا۔ جب اسلامیہ کا زمانہ آیا تو حضرت عمر بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے شہر فسطاط کی بنا ڈالی۔ جو اب تک مصر کا پایہ تخت ہے۔

اہرام کی عمارت نہایت سخت پتھر کی ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہ عمارتیں انتہائی بلند اور مخروطی شکل کی ہیں۔ یعنی انکی بنا چوڑی اور اوپری حصہ پتلا ہے نیچے سے اوپر تک گول چلی گئی ہیں ان میں دروازے بالکل نہیں اور نہ انکی بناکی کچھ کیفیت معلوم ہوتی ہے کہ کیونکر بنائی گئی ہیں۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ قبل طوفان حضرت نوح علیہ السلام مصر کے کسی بادشاہ نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جسکی وجہ سے اُسے ضرورت پڑی کہ نیل کے جانب مغرب ان اہرام کی عمارت قائم کرے تاکہ ان میں تمام علوم اور بادشاہوں کی نعشیں امانت رکھی جائیں۔ جب اس بادشاہ نے یہ عمارتیں بنوائیں تو نجومیوں سے دریافت کیا کہ آیا کبھی ان عمارات میں کسی عمارت کی کوئی جگہ کھود کر کھولی جائیگی یا نہیں۔ نجومیون نے جواب دیا کہ ہاں شمال کی جانب فلان مقام میں کھولا جائے گا اور اس میں کھلوانے والے کا اسقدر مال صرف ہوگا۔ تب اُس بادشاہ نے اسی جگہ کو کھلوا کر جتنا نجومیون نے مال بتایا تھا رکھوا دیا پھر انکی تعمیر میں نہایت سخت کوشش کی۔ حتی کہ انکی ساٹھ سال میں تکمیل ہوگئی۔ اور اُن پر انکی تکمیل کا

عرصہ بھی کندہ کرادیا۔ اسکی مضبوطی کی یہ کیفیت ہے کہ کھودنے والا انہیں چھ سو برس میں کھودوا دے کیا مجال۔ حالانکہ یہ نسبت بنانے کے کھودنا زیادہ آسان ہے۔

جب خلیفہ ہارون الرشید کا زمانہ آیا تو اُس نے اہرام کی عمارتوں کو گرانا چاہا۔ لیکن اسے بعض مشائخ مصر نے اس فعل پر اقدام سے منع کیا۔ لیکن مامون الرشید نے انکے کھودنے پر زیادہ اصرار کیا۔ اور کھودنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ ان پر سخت آگ جلائی جاتی تھی اور دُور سے بذریعہ منجنیق آگ پر سرکہ ڈالا جاتا تھا۔ اسطرح نہایت مشکل سے کچھ رخنہ ہوسکا جو بدستور آجتک موجود ہے۔ یہیں سے کچھ تھوڑا سا مال بھی ہاتھ آیا۔ خلیفہ مذکور نے کھودنے میں جو رقم صرف ہوئی تھی اور اس مال کا جو تخمینہ کرایا تو اسیقدر رقم نکلی جتنی کھودنے یا رخنہ کرانے میں صرف ہوئی تھی۔ مامون الرشید کو اس امر سے نہایت تعجب ہوا اور اس رخنہ سے یہ علم ہوا کہ اُس ہرمان کی دیوار کی بنیاد بیس گز چوڑی تھی۔

ذکر (۷) سلطان مصر

جب میں مصر پہونچا تو وہاں کا بادشاہ ملک ناصر ابوالفتح محمد ابن ملک المنصور سیف الدین قلاوون الصالحی تھا۔ اسکا عرف الفی بھی تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ ملک صالح نے اسے ہزار اشرفیوں کی عوض خریدا تھا۔ یہ درحقیقت ملک قفچاق کا باشندہ تھا۔

ملک ظاہر کی خوبیاں اور خصائل ستودہ بیشمار ہیں۔ یہ بادشاہ نہایت کریم النفس سیرت اور صاحب فضائل عظیمہ ہے۔ اسکے شرف و عظمت کے ثبوت میں یہی کیا کم ہے کہ اسکی طرف حرمین شریفین کی خدمت منسوب ہے اور ہر سال بہت کچھ خیرات و مبرات حرمین شریفین میں کرتا ہے مثلاً مصر اور شام کے درون سے جو مساکین حج کے واسطے جاتے یا بغرض ہجرت وہاں کا قصد کرتے ہیں اُن سب کے واسطے سلطان کی طرف سے زاد و راحلہ مفت ہوتا ہے یا جو شخص راستہ میں چلنے یا کسی وجہ سے معذور ہے کہ مسافت نہیں طے کر سکتا اسکے لئے سفر حج کا سلطان ہی ذمہ دار ہوتا ہے اسی کام کیلئے سیکڑوں اونٹ مقرر ہیں۔ اور قاہرہ کے باہر مقام سریاقس میں فقرا کی پرورش کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرائی ہے لیکن مولانا امیرالمؤمنین ناصرالدین کہف الفقراء المساکین

خلیفۃ اللہ فی ارضہ القائم باجہاد بفضلہ و فرضہ نے اللہ برترا انکی عمارت کا معاون اور پشت پناہ اور اُنکے لئے فتح نمایاں آسان اور روشن کرے جو اپنی دار الحکومت شہر بیضاء کے باہر خانقاہ بنوائی ہے اُسکی کوئی خانقاہ نظیر نہیں۔ اور جیسی وہ پاکیزہ۔ خوبصورت اور مستحکم عمارت ہے۔ اُسکی مثل سے صفحہ عالم خالی ہے۔ جو اسکی منبت اور گلکاری ہے تمام مشرقی بلاد کے کاریگر اسکے بنانے سے حیران ہیں۔ الغرض جو شفاخانوں۔ مدرسوں اور دیگر خانقاہوں کی عمارتیں ملک ابو عثمان ایّدہ اللہ امرہٗ نے بنوائی ہیں اُنکا اُنکے موقعہ پر حال بیان کیا جائے گا۔

ذکر (۸) بعض اُمرائے مصر

امرا میں سے ملک ناصر کا ساقی۔ امیر بکتمور۔ یہ وہی شخص ہے جسے ملک ناصر نے زہر سے مار ڈالا تھا۔ اس واقعہ کا آئندہ ذکر آئے گا۔ دوسرے ارغون الدوادار ملک ناصر کا نائب ہے اسکا مرتبہ اول الذکر یعنی امیر بکتمور کے قریب قریب ہے۔ تیسرا لحشط المعروف بہ حمص اخضر ہے۔ یہ شخص منجملہ ضیار امرائے مصر کے ہے اسکی طرف سے یتیموں کے لئے بہت کچھ خیرات و میراث جاری رہتی ہے۔ اور اس قسم کے بچوں کے لئے جو قاری قرار ہوتے ہیں انکی تنخواہوں وغیرہ کے مصارف اسی کے ذمہ ہیں۔ مصر میں ایک بہت بڑی قوم حرافیش رہتی ہے۔ یہ لوگ سپاہی پیشہ نہایت جری اور بہادر ہوتے ہیں چونکہ یہ اکھڑ اور جنگجو قوم ہے اسلئے لوگ اسکا بڑا لحاظ کرتے ہیں اور امیر کا ان پر بہت کچھ بذل و احسان رہتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے امیر لحشط کو ملک ناصر نے قید کر دیا تھا۔ اس قوم کے ہزارہا آدمی جمع ہو گئے اور یہ جم غفیر قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ اور سب نے "یا اعرج النحس" یعنی ملک ناصر کو "اے منحوس لنگڑا" کی پھبتی سے توہینا آواز دینی شروع کی۔ چنانچہ اسے امیر لحشط کو قید سے رہا کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ ملک ناصر نے اسے پھر قید کر دیا تو تمام یتیموں نے جمع ہو کر جیسا حرافیش نے کیا تھا ویسا ہی کیا۔ چوتھا جمال ملک ناصر کا وزیر۔ پانچواں بدر الدین بن البابہ۔ اور چھٹا جمال الدین نائب الکرک۔ ساتواں تُقُز دُمُور۔ ترکی زبان میں دُمُور لوہے کو کہتے ہیں۔ آٹھواں بہادُر حجازی۔ نواں قوصُون۔ دسواں بَشْتَک۔ یہ کل امرا افعال خیر کی طرف بہت راغب اور بکثرت مسجدیں اور خانقاہیں بنواتے ہیں۔ انہیں امرا میں سے نواں ملک ناصر کا فوجی وزیر۔ اور دسواں اسکا منشی

ن معقولات کے

فخر الدین قبطی ہیں۔ یہ شخص پہلے نصرانی تھا پھر مشرف باسلام ہوا اور پکا مسلمان ہوا۔ بہت خوبیوں اور فضائل کا شخص اور ملک مذکور کے اعلیٰ مقربین میں سے ہے۔ اور خلائق تو اسکے بار احسان سے کبھی سبکدوش ہی نہیں ہو سکتی۔ نہایت مخیر شخص ہے۔ قاضی فخر الدین مذکور کی عادت تھی کہ جب کچھ دن باقی رہجاتا تو اپنی نشست گاہ میں جو دریائے نیل کے کنارہ تھی ایک ستون سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتا۔ اس نشست گاہ سے ملی ہوئی ایک مسجد تھی۔ جب نماز مغرب کا وقت آتا تو جا کر مسجد میں نماز ادا کرتا۔ اور پھر واپس آتا۔ کھانے کا عام دستر خوان بچھتا اور کسی کے لئے ممانعت نہ ہوتی۔ اگر کوئی مستغیث ہوتا تو اس سے سارا حال دریافت کرتا اور فیصلہ کر دیتا اور اگر سائل ہوتا تو اپنے غلام لو جو عرف بدر الدین کو حکم دیتا کہ اسے خزانچی کے پاس لیجاؤ۔ اسکے پاس دینار و درہموں کی تھیلیاں رکھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ بموجب حکم قاضی یہ غلام خزانچی سے اس سائل کو دینار دلوا دیتا۔ اسوقت قاضی کے پاس فقہا کا مجمع ہوتا تھا اور بیان شریعت ہو رہا ہوتی تھی۔ الغرض لوگ عشا کی نماز سے فراغت کے بعد اسکے پاس سے واپس ہوتے۔

ذکر (۹) قضاۃ مصر

ان میں سے شافعی المذہب قاضی القضاۃ تھا۔ سلطان کے نزدیک اسکا تمام قاضیوں سے بہت بڑا درجہ اور دربار میں بہت بڑی قدر و منزلت تھی۔ ولایت مصر کے جتنے قاضی تھے سب کا عزل و نصب اسکے اختیار میں تھا۔ اسکا نام بدر الدین ابن جماعت تھا۔ اسکا ایک بیٹا مسمیٰ عزیز الدین ہے۔ جو آجکل اپنے والد کی جگہ پر مصر کا قاضی القضاۃ ہے۔

منجملہ مصر کے قاضیوں کے قاضی القضاۃ مالکیہ امام صالح تقی الدین احنائی اور قاضی القضاۃ حنفیہ امام عالم شمس الدین حریری تھا یہ بہت بڑے رعب و داب کے افسر تھے۔ اللہ برتر کے حکم بارے میں کسی کا نہ لحاظ کرتے تمام امراء انکے سامنے بڑے ادب سے رہتے اور انکا پاس و ادب کرتے تھے۔ مجھے مصر ہی میں ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک دن ملک ناصر نے اپنے مصاحبین سے کہا۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا لیکن میں شمس الدین حریری سے ضرور ڈرتا ہوں۔ یہ قاضی القضاۃ حنفیہ ہیں۔ میں انہیں ذمہ دار ہوتا دیکھنا چاہتا ہوں کہ لوگ انہیں عزیز الدین کہتے ہیں۔

فقرا کی پرورش

فائدہ (۱۰) حکایت متعلق الملک الناصر و قضاۃ

سُلطان ناصرؒ کا دستور تھا کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو خاص اجلاس اس غرض سے فرمایا کرتے کہ فوجداری اور دیوانی کے مقدمات کی سماعت اور انکا تصفیہ کریں۔ ان دونوں اجلاسوں میں ہر چہار مصلوں کے قاضی اسکے بائیں جانب بیٹھتے اور اسکے سامنے تمام عرضیاں پڑہی جاتیں اور عرضی گذار کا مدعا علیہ میں ہوتا۔ مولانا امیر المومنین ناصر دام اللہ ایامہ کا یہ کمال عدل و داد رسی تھی کہ آپ مستغیث سے بذات خود تحقیقات فرمایا کرتے اور یہ بلا واسطہ عرض حال کیا کرتا۔ گویا آپ نے بارگاہ خداوندی میں اس امر کی قسم کھائی تھی کہ آپکے سامنے مستغیث کے ہوتے کوئی نہ آئیگا ہر چہار مصلوں کے قضاۃ جو آپکے بائیں جانب تشریف فرمارہا کرتے انکا یہ مرتبہ تھا کہ قاضی شافعیہ کی عدالت اول درجہ کی ہوتی۔ دوسرے مرتبہ کی عدالت قاضی حنفیہ کی ہوتی۔ تیسرے نمبر پر مالکیہ کا قاضی اور چوتھے نمبر پہ قاضی حنبلیہ کا اجلاس ہوتا۔

جب قاضی شمس الدین حریریؒ نے وفات پائی۔ اور آپکی جگہ پر برہان الدین ابن عبدالحق عہدۂ قضا پر ممتاز ہوئے تو سُلطان ناصر سے امرائے مصر نے استدعا کی کہ قاضی مالکیہ کا اجلاس قاضی برہان الدین سے اول ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پہلے بھی قاضی مالکیہ زین الدین بن مخلوف کے زمانہ میں بھی تھا کہ انکا اجلاس تقی الدین ابن دقیق العید قاضی شافعیہ کے بعد تھا۔ چنانچہ سُلطان نے امرا کی حسب خواہش حکم نافذ فرما دیا۔ جب یہ اطلاع قاضی حنفیہ کو ہوئی تو اُنھیں بہت ناگوار گذرا۔ اور عدالت میں آنے سے پہلو تہی کرنے لگے۔ ادہر ملک ناصر کو اپنے حکم کی مخالفت ناگوار ہوئی۔ حکم دیا کہ قاضی برہان الدین کو زبردستی مجلس قضاۃ میں لاؤ۔ جب آپ سلطان ناصر کی حضور مین پیش ہوتے۔ تو عرض بیگی نے قاضی مذکور کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ پر نشست کیلئے حکم سُلطانی نافذ ہوا تھا۔ بٹھلا دیا۔ پھر اسکے بعد بھی نشست کا طریقہ جاری رہا۔

ذکر (۱۱) بعض داعیان۔ علما۔ و مشاہیر مصر

یہاں کے نامی علما میں سے شمس الدین اصبہانی ہیں جو تمام دُنیا میں فن معقولات کے

امام گروانے جاتے ہیں۔ دوسرے شرف الدین روادی مالکی ہیں۔ تیسرے برہان الدین بن بنت الشافعی۔ یہ جامع حاکم میں نائب قاضی القضاۃ ہیں۔ چوتھے رکن الدین ابن القوبیع[1] تونسی ہیں اگر انھیں بھی منجملہ ائمہ معقولات کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ پانچویں شمس الدین بن عدلان کبیر الشافعی ہیں۔ چھٹے بہاؤ الدین ابن عقیل فقیہ کبیر۔ ساتویں اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف بن حیان غرناطی ہیں۔ آپ کو تمام علماء پر فن نحو میں تفوق حاصل ہے۔ آٹھویں شیخ صالح بدر الدین عبداللہ منوفی نویں برہان الدین صفاقسی۔ دسویں قوام الدین کرمانی ہیں۔ آپکی سکونت جامع ازہر کی چھت پر ہے فقہا اور قرا کا ایک گروہ آپ کی معیت رہتا ہے اور مختلف علما کا درس دیا کرتے ہیں۔

ہر مذہب کا مفتی موٹے اونی کپڑے کی عبا پہنتا اور سیاہ اونی کپڑے کا عمامہ باندھتا ہے دستور یہ ہے کہ بعد نماز عصر تفریح گاہوں میں تنہا برائے تفریح جایا کرتے ہیں۔

گیارہویں نامی علماء میں سے سید شریف شمس الدین ابن بنت الصاحب تاج الدین بن حنا۔ ہیں بارہویں منجملہ علمائے مصر فقرا کے شیخ الشیوخ مجد الدین اقصرائی ہیں۔ آپ بلاد روم کے ایک شہر موسومہ بہ اقصرا کی طرف منسوب ہیں اور مسکن سریاقوس ہے۔ تیرہویں شیخ جمال الدین حویزائی ہیں۔ آپ بصرہ سے تین منزل کے فاصلہ پر حویزہ ایک مقام ہے اسکی طرف منسوب ہیں۔ چودہویں اسی گروہ کے علماء میں سے دربار مصر کے نقیب الاشراف سید شریف المعظم بدر الدین الحسینی کبار صالحین میں سے ہیں۔ پندرہویں مجد الدین ابن صرحی وکیل بیت المال اور مدرس قبہ امام شافعی اور سولہویں نجم الدین سہرتی ہیں۔ آپ بہت بڑے رئیس اور صاحب عز و جاہ ہیں۔

ذکر (۱۲) متعلق یوم المحمل مصر

مصر کے مشہور دنوں میں سے ایک دن یہ بھی ہے جسمیں تمام خلقت میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ محمل شریف کے گشت کی تفصیلی کیفیت اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے چار دن قاضی القضاۃ وکیل بیت المال اور محتسب ہوتے ہیں۔ جنکا ذکر گذر چکا۔ پھر انکی معیت میں تمام کبار۔ فقہا۔ اُمنا۔ روسا اور جملہ ارکان سلطنت ہوتے ہیں۔ یہ سب سوار ہوکر قلعہ کے پھاٹک پر جو سلطان کا دار الامارۃ

(۱) محمد فتح اللہ بیلونی کے مخلص نسخہ سفرنامہ ابن بطوطہ موجودہ کیمرج پبلک لائبریری کیمرج میں "رکن الدین ابن القریع" ہے۔

ہے محمل کے انتظار میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر اونٹ پر محمل شریف نکلتا ہے جو سفر حجاز کیلئے ایک امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا کرتا ہے۔ جسے اسی کام کیلئے سلطنت ممتاز کرتی ہے۔ اس امیر کے ہمراہ وہ کل فوج جو محمل کے ساتھ جانے والی ہوتی ہے، جلوس میں نکالی جاتی ہے۔ اور جتنے سقے محمل کے ساتھ جانے والے ہوتے ہیں وہ بھی سب اپنے اونٹوں پر سوار ہمراہ ہوتے ہیں اور ہر طرح کے مردوں اور عورتوں کا بھی مجمع ہو جاتا ہے۔ پھر یہ سب محمل کے ساتھ مع اسی جم غفیر کے جسکا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ قاہرہ اور مصر دونوں شہروں میں گشت کرتے ہیں اور جلوس کے آگے آگے حُدی خوان حُدی خوانی کرتے جاتے ہیں۔

محمل کی یہ سواری ہر سال ماہ رجب میں نکلتی ہے۔ اسکے نکلتے ہی لوگوں کے دلوں میں سفر حج کا ولولہ اور جوش پیدا ہو جاتا ہے اور قوت ارادی میں خروش اور جنبش پیدا ہوتی ہے۔ جسکے رحمت الٰہی شامل حال ہوئی وہ اپنے شوق وارادے میں پکا ہو جاتا ہے اور اس تصمیم سے سفر حج کی درستی کرنے لگتا ہے۔

باب ششم (۶)

قاہرہ سے صعید مصر کو بصوب عیذاب سفر

پھر میرا ارادہ مصر سے براہ صعید سفر حجاز کا ہوا۔ جس رات مجھے مصر سے نکلنا تھا، اس شب کو ایک بہت بڑی رباط میں شب باش ہوا۔

ذکر (۱) دیر طین

یہ طین میں واقع ہے۔ اور محترم تاج الدین ابن حنا کے بنوائی ہے۔ اسکی بنا بہت بڑے امور افتخاریہ عظمت وبرکات اور آثار کریمہ پر واقع ہوئی ہے۔ جو اسکے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلعم کے کٹورے مبارک کا ٹکڑا۔ اور آپکے سرمہ لگانے کی سلائی

اور وہ سوجا جس سے حضور بذات خود اپنے نعلین مبارک درست فرما لیا کرتے تھے۔ اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا قرآن شریف۔

مشہور ہے کہ مالک رباط نے ان آثار شریف کے ہدیہ میں ایک لاکھ درہم صرف کئے۔ اور اس رباط کو تعمیر کرا کر تبرکات مذکور کو یہیں رکھا تھا۔ اور انکے لئے خدام کی تنخواہیں اور مصارف مقرر کئے اور جو اس رباط میں آتے یا قیام کرے اُسکے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ اللہ برتر اس بانی رباط کو اس باپرکت و خیر کام کے عوض جزائے خیر عنایت فرماتے۔

فصل (۲) منیۃ القائد میں ورود

پھر اس رباط سے روانہ ہو کر میں شہر منیۃ القائد میں پہونچا یہ دریائے نیل کے کنارہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔

فصل (۳) شہر بُوش میں ورود

پھر یہاں سے میں شہر بُوش پہونچا۔ اس شہر میں دوسرے بلاد مصریہ کی نسبت السی کی بہت پیداوار ہے اور تمام دیار مصر میں تو کیا بلکہ افریقہ کے شہروں میں بھی یہیں سے جاتی ہے

فصل (۴) شہر دلاص میں ورود

پھر بُوش سے روانہ ہو کر شہر دلاص میں پہونچا۔ یہاں بھی السی کی بکثرت پیدا وار ہے اور بُوش کی طرح مصر کے شہروں اور افریقہ میں بھیجی جاتی ہے۔

فصل (۵) شہر بہا (ببیا) میں ورود

دلاص سے روانہ ہو کر میں شہر ببیا میں داخل ہوا۔

فصل (۶) بہنسہ میں ورود

اور شہر بہنسہ میں وارد ہوا۔ یہ شہر بہت بڑا ہے اور اسمیں بکثرت باغات ہیں اور یہاں تہایت

قیمتی اونی کپڑا بنا جاتا ہے اس شہر کے قاضی اور عالم شرف الدین ہیں۔ میں انسے ملا۔ نہایت کریم النفس اور بہت بڑے فاضل ہیں۔ نیز یہاں شیخ صالح ابا بکر عجمی سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ میں انہیں کے پاس اُترا تھا اور آپ نے میری دعوت بھی کی تھی۔

فصل (۷) شہر منیہ ابن خصیب میں ورود

شہر مذکورہ بالا سے روانہ ہو کر میں شہر منیہ ابن خصیب میں پہونچا۔ یہ شہر نہایت وسیع اور کشادہ دریائے نیل کے کنارہ واقع ہے مضافات صعید میں جتنے شہر ہیں اُن سب پر اسے تفوق حاصل ہے۔ اس شہر میں مدرسے۔ مزارات۔ خانقاہیں اور مساجد بکثرت ہیں اگلے زمانہ میں اس شہر منیہ(۱) کا مالک مصر کا عامل خصیب تھا۔

فصل (۸) حکایت متعلق خصیب

کہتے ہیں کہ اہل مصر پر جب بعض خلفائے عباسیہ کا عتاب ہوا تو خلیفہ نے قسم کھائی کہ رہوا میں تم پر ایسا حاکم مقرر کرونگا جو میرے نہایت خوار و ذلیل غلاموں میں سے ہوگا۔ اس تقریر سے باشندگان مصر کو ذلیل کرنا اور سزا دینا مقصود تھا چنانچہ ان صفات ذمیمہ کے ساتھ ایک غلام موصوف تھا جسکا نام خصیب تھا۔ اسکی متعلقہ خدمت حمام میں لکڑیاں جلاتا اور پانی گرم کرنا تھی خلیفہ نے اسے حکومت مصر کی خلعت پہنائی اور مامور کیا۔ اسکا گمان یہ تھا کہ جب اس ذلیل اور کمینہ کو مصر کی حکومت ملے گی تو اسکے ساتھ اپنی سرشت کے لحاظ سے برتاؤ کریگا۔ اور کمینوں کے دستور کے مطابق کہ جب اُنھیں عروج ہوتا ہے تو اُن سے وہی کمینہ پن سرزد ہوتا ہے اور شرفا کو بے انتہا ذلت پہنچاتے اور ستاتے ہیں۔ یہ بھی انکی زندگی تلخ کر دیگا۔ لیکن جب یہ مصر کا حاکم مقرر ہوا تو انکے حق میں نہایت نیک سیرت ثابت ہوا اور اسکے جود و سخا کا آوازہ بہت بلند ہوا۔ جو خلیفہ کے عزیز و اقارب وغیرہ اسکے پاس مصر جاتے انکی بہت کچھ خدمت اور خاطر تواضع کرتا۔ اور نذرانے پیش کرتا۔ وہ سب بغداد میں اسکے مداح آتے۔

(۱) اس نام کا تلفظ منیۃ۔ مُنیۃ۔ اور مینیۃ ہے۔ زیادہ صحیح آخر الذکر ہے۔

ایک مرتبہ بعض بنی عباس دربار میں بلا اطلاع کئے ہوئے پوشیدہ طریقہ پر چلے گئے اور خلیفہ کو انکی قطعاً اطلاع نہ ہوئی۔ جب واپس آئے تو خلیفہ نے انکے غائب ہو جاتے کا حال پوچھا انھوں نے کہدیا کہ ہم مصر میں خصیب کے پاس تھے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اُس نے اسقدر تحائف اور کثیر مال ہمیں پیشکش میں دیا ہے۔ چونکہ اسکا عطیہ بہت کچھ تھا خلیفہ کو ناگوار معلوم ہوا۔ حکم دیا کہ خصیب کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھیر کر اسے اندھا کر دیا اور مصر سے نکالکر بغداد بھیجدیا اور یہاں کے بازاروں میں ڈالدیا جائے۔ جب اسکی گرفتاری کا حکم جاری ہوا تو اسقدر بھی اسے نہ مہلت نہ دی گئی کہ بیچارہ اپنے محل کے اندر تک جاتے پاتا۔ باہر ہی گرفتار کر لیا گیا۔ اسکے ہاتھ میں ایک بہت بڑا بیش قیمت یاقوت تھا اُسے چھپا رکھا اور رات کے وقت اسے اپنے ایک کپڑے میں سی لیا۔ جب اسکی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی گئی اور بغداد کے بازاروں میں ڈالدیا گیا۔ تو اتفاقاً ایک روز اسکے پاس ایک شاعر کا گذر ہوا اسنے خصیب سے عرض کیا کہ میں بغداد سے مصر آپکے پاس آپکی مدح میں ایک قصیدہ لکھکر گیا تھا۔ لیکن جس روز میں مصر میں پہونچا اتفاق سے اس دن آپ کا بغداد آنا ہو گیا۔ اب میری آرزو ہے کہ آپ اس قصیدہ کو سن ہی لیں۔ خصیب نے فرمایا میری جو کچھ حالت ہے وہ ظاہر ہے اب قصیدہ سُننے کا کونسا موقعہ ہے۔ شاعر نے عرض کیا کہ آپ نے تو بڑے بڑے انعامات دئے ہیں جنکی جزا اللہ برتر کے ذمہ ہے۔ میرا مدعا آپ صرف سُنانے کا ہے۔ موجودہ حالت کے لحاظ سے ظاہر ہے بھلا میں آپکو کچھ نہ دینے کا کیا الزام دے سکتا ہوں۔ خصیب نے فرمایا اگر یہی خوشی ہے تو سُنا دیجئے۔ چنانچہ شاعر نے قصیدہ مذکور کا پہلا شعر پڑھا۔

پر از مفہوم ترجمہ

انت الخصیب(۱) و ہذہ مصر ۔ فتدفقا فکلاکما بحر — آپکی جود و سخا مواج دریائے نیل کے مانند ہے۔

(کامل) — ان دونوں نے سرزمین مصر کو سرسبز شاداب کر دیا ہے

جب شاعر قصیدہ پڑھتے پڑھتے آخر شعر پر پہنچا تو خصیب نے کہا میرے کپڑے میں فلاں مقام پر جو سلائی ہے اسے ادھیڑ ڈال۔ چنانچہ شاعر نے تعمیل حکم کی انہیں سے وہ بیش بہا یاقوت

(۱) اس شعر کے پہلے مصرعہ میں خصیب کے محتمل المعانی ہونے سے جان ڈالدی ہے۔

نکلا جسے اسنے چھپا رکھا تھا۔ خصیب نے شاعر سے کہا کہ یہ حاضر ہے شاعر نے انکار کیا اسپر خصیب نے اسے قسم دلاکر کہا کہ بھئی یہ تو لینا ہی پڑیگا۔ چنانچہ شاعر نے لیلیا۔ اور بازار میں جوہریوں کے پاس لیگیا۔ جوہریون نے اسے دیکھکر کہا کہ اتنا قیمتی یاقوت سوائے خلیفہ کے دوسرا نہیں خرید سکتا اسلئے خلیفہ تک اسکی خبر پہنچائی گئی۔ خلیفہ نے حکم نافذ کیا کہ شاعر حضور میں حاضر ہو۔ جب یہ حاضر ہوا تو یاقوت کی متعلقہ کیفیت بالتفصیل دریافت کی شاعر نے بے کم وکاست سارا حال بیان کر دیا۔ اسپر خلیفہ کو اپنے اس حکم پر جو خصیب کے متعلق نافذ کیا تھا سخت افسوس ہوا۔ اور حکم دیا کہ خصیب حضور میں حاضر ہو۔ جب حاضر ہوا تو بہت سے انعامات دیکر دریافت کیا کہ کیا مانگتے ہو جو مانگو دیا جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے شہر منیہ عطا کر دیا جاتے چنانچہ خلیفہ نے اسکی خواہش پوری کی اور اپنا وعدہ وفا کیا۔ پھر اس نے یہیں سکونت اختیار کرلی اور وفات پائی اسکے بعد اسکے پس ماندگان وارث ہوئے یہانتک کہ انکا زمانہ بھی گذر گیا۔

جس زمانہ میں میں ابن خصیب کے منیہ میں تھا تو فخر الدین نویری مالکی وہان کا قاضی اور وہاں کا والی شمس الدین نویری مالکی تھا۔ یہ بہت بڑے خیر وکرم کا شخص تھا۔

میں یہاں اتفاقاً ایک دن حمام میں چلا گیا۔ دیکھا کہ جو لوگ حمام میں نہانے آتے ہیں سب ننگے مادر زاد نہاتے ہیں۔ مجھے یہ فعل نہایت ناگوار گذرا۔ والی شہر یعنی شمس الدین سے آکر شکایت کی کہ یہاں کے لوگ حمام میں بے ستر داخل ہوتے ہیں۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ اچھا آپ ٹھہریئے اور حکم دیا کہ تمام حامیوں کو حاضر کرو۔ جب سب حمامی حاضر ہوتے تو اُسنے ان سب سے اس امر کے مچلکے لئے کہ اگر کوئی شخص بے ستر بغیر لنگی باندھے تمہارے حماموں میں داخل ہوا تو تم سب کو سزا دیجاویگی اور اُن پر بہت سختی اور تشدد کیا۔

فصل (۹) شہر منلوی میں ورود

پھر میں ابن خصیب کی منیہ سے روانہ ہوکر شہر منلوی میں پہونچا یہ ایک چھوٹا سا شہر دریائے نیل سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں کے قاضی شیخ شرف الدین دمیری شافعی اور شہر کے بڑے لوگ قوم بنی فضیل تھے۔ ان کبار شہر میں سے ایک نے بہت بڑی جامع مسجد بنوائی۔

اور اسکی تعمیر میں کثیر دولت صرف کی ہے اس شہر میں گیارہ کارخانے گنے کا رس نکالتے اور شکر بنانے کے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کا دستور ہے کہ مسکینوں، محتاجوں اور فقیروں کو منع نہیں کرتے اور کارخانے میں بے تکلف آتے جاتے ہیں۔ اپنے گھروں سے تازی روٹی پکوا کر لاتے ہیں جس کڑھاؤ میں شکر کا قوام پکایا جاتا ہے انہیں ان روٹیوں کو تھوڑی دیر چھوڑ دیتے ہیں جب اُن میں خوب شکر چمٹ جاتی ہے تو نکال لاتے اور کھاتے ہیں۔

فصل (۱۰) شہر مَنفلوط میں ورود

پھر شہر منلوی سے روانہ ہو کر میں شہر منفلوط میں پہونچا۔ یہ لب دریائے نیل واقع اور بارونق شہر ہے یہاں کی عمارتیں بہت اچھی ہیں۔

فائدہ (۱۱) شہر منفلوط کی جامع مسجد کے ممبر کی حکایت

اس شہر کے باشندوں سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ملک ناصرؒ ایک بہت بڑا پائدار نادر صفت مسجد حرام زاد اللہ شرفاً وتعظیماً میں رکھنے کیلئے ممبر تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب تیار ہو چکا تو حکم دیا کہ کشتی پر رکھکر براہ دریائے نیل چڑھاؤ کی جانب روانہ کیا جائے تاکہ وہ کشتی بحر جدہ میں پہنچ جائے اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً وتعظیماً پہونچا دیا جائے۔ جب یہ ممبر سے بار کشتی شہر منفلوط کے نیچے پہونچی اور جامع مسجد کے مقابل ہوئی تو باوجود ہوا کے موافق ہونے کے روانگی سے رک گئی۔ اس واقعہ سے لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ جو لوگ اس کشتی پر سوار تھے وہاں پڑے رہے اور سوچا کئے کہ کشتی کس طرح لیکر آگے بڑھیں۔ یہانتک کہ اسکی خبر ملک ناصرؒ کو لیگئی۔ جب ملک ناصر نے یہ حال سُنا تو مطلب سمجھ گیا اور حکم دیا کہ وہ ممبر منفلوط کی جامع مسجد میں نصب کر دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔ میں نے اُس ممبر کی زیارت کی ہے۔

اس شہر میں میں نے ایک خاص چیز بکتی دیکھی۔ یعنی مصنوعی شہد یہ گیہوں سے نکالتے اور بازاروں میں بیچتے ہیں اسکا نام انھوں نے بیندار رکھا ہے۔ اسکی مصر کے بازاروں میں بکری ہوتی ہے۔

فصل (۱۲) شہر السیوط میں ورود

پھر میں شہر مذکورہ بالا سے شہر السیوط کو روانہ ہوا۔ یہ شہر نہایت عالی اور اسکے بازار نہایت نادر ہیں۔ یہاں کے قاضی شرف الدین بن عبدالرحیم تھے۔ انکا لقب "حَاصِلُ مَا ثَمَّ" تھا اور شہر بھی اسی لقب سے مشہور تھا۔ اس لقب کی اصلیت یہ ہے کہ ممالک مصر و شام میں جسقدر رقمیں اوقاف۔ صدقات اور دارد و صادر مسافرین کے مصارف کے لئے ہیں ان سب کا قضاۃ سے تعلق رہتا ہے جس شہر میں کہیں سے جو فقیر و محتاج آتا ہے وہ اُس شہر کے قاضی کے پاس چلا جاتا ہے قاضی جسقدر مناسب سمجھتا ہے اسیقدر اسکی کفالت کر دیتا ہے اسی بنا پر فقیر لوگ قاضی شرف الدین کے پاس بھی آتے تھے انکی عادت یہ تھی کہ جب اسکے پاس کوئی محتاج جاتا تو کہدیا کرتے "حَاصِلُ مَا ثَمَّ" یعنی حاصلات میں سے اب کچھہ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے انکا یہی لقب قرار دیدیا اور یہ انکے لئے ایسا لازم ہو گیا کہ اتبک اسی لقب سے مشہور ہیں۔

اس شہر کے منجملہ مشائخ کرام اور فضلائے صالحین کے شیخ شہاب الدین ابن الصباغ ہیں۔ ایک دن ان شیخ صالح نے اپنی خانقاہ میں میری ضیافت بھی کی تھی۔

فصل (۱۳) شہر اخمیم میں ورود

پھر میں شہر مذکور سے شہر اخمیم میں پہونچا۔ یہ شہر بہت بڑا۔ قدیم اور عجیب شان کا ہے۔ اسی میں بربی کی نامی عمارت بھی ہے جو اخمیم بربی کے نام سے مشہور ہے اسکی تعمیر پتھر کی ہے اور اسکے اندر خطوط قدیمہ میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے جو اس زمانہ میں سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھا ہے اسمیں آسمانوں اور ستاروں کے نقشے بنے ہیں۔ لوگون کا خیال ہے کہ یہ عمارت بربی اُس زمانہ میں بنائی گئی ہے جس زمانہ میں نسر طائر برج اقرب میں تھا۔ اسکے ماسوا اسمیں طرح طرح جانوروں اور دیگر اشیا کی تصاویریں ہیں انکے متعلق لوگوں کے مختلف بیانات ہیں جو قیاس میں نہیں آتے اور نہ قابل اعتبار ہی ہیں۔

اس شہر میں ایک شخص تھا جسے لوگ خطیب کہتے تھے۔ اس نے کچھہ بربی کو ڈھا دیا تھا۔

اور اسکے تپھروں سے ایک مدرسہ بنوایا تھا اس خطیب کی دولتمندی زبان زد ہے۔ حاسدوں کا بیان ہے کہ انھیں پرانی کی بدولت اسے یہ مال ہاتھ لگا۔

یہاں میں شیخ ابی العباس بن عبدالظاہر کی خانقاہ میں اترا۔ اسی میں انکے دادا عبدالظاہر کا مزار بھی ہے۔ ان شیخ کے کئی بھائی ہیں۔ ناصرالدین۔ مجدالدین۔ اور واحد الدین۔ انکا دستور ہے کہ تمام جمعہ کی نماز کے بعد جمع ہوتے ہیں۔ انکے ساتھ خطیب نورالدین مذکور اور انکے بیٹے اور قاضی شہر جو کہ ایک خالص فقیہ ہیں اور تمام شہر کے لوگ مجمع میں شریک ہو کر قرآن خوانی کرتے اور عصر کی نماز تک ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ نماز عصر کے بعد سورہ کہف کا دور ہوتا ہے پھر سب اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

فصل (۱۴) شہر ہو میں ورود

پھر میں شہر اخمیم سے شہر ہو میں آیا۔ یہ بہت بڑا شہر اور دریائے نیل کے کنارے واقع ہے یہاں میں شیخ تقی الدین ابن السراج کے مدرسہ میں اترا اور تمام لوگوں کو دیکھا کہ اس مدرسہ میں روزانہ صبح کی نماز کے بعد پہلے قرآن شریف کی ایک منزل پڑھتے ہیں اور پھر شیخ ابوالحسن شاذولی رح کے اوراد اور انکی حزب البحر کا دور ہوتا ہے شہر ہذا میں سید شریف ابو محمد عبداللہ الحسنی کبار صالحین میں سے ہیں۔

فائدہ (۱۵) ابو محمد عبداللہ الحسنی کی کرامت

جب میں بغرض حصول شرف سعادت زیارت اور عرض سلام ان شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے میں نے عرض کیا براہ جدہ۔ حج بیت اللہ الحرام کا قصد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بالفعل تم اس راہ سے حج نہ کر سکو گے تمہیں واپس چلا جانا چاہیئے۔ تمہارا جب بھی پہلا حج ہوگا تو درب شامی سے ہوگا۔ میں آپکی خدمت سے واپس آیا اور آپکے ارشاد عالی پر کچھ عمل نہ کیا اور بدستور اپنے سفر میں مصروف رہا۔ حتی کہ عیذاب پر پہنچ گیا۔ لیکن مجھ میں اب آگے چلنے کی قوت نہ رہی۔ ناچار پھر مصر واپس آنا پڑا۔ اسکے بعد ملک شام

کے سفر کا اتفاق ہوا۔ الغرض براہ درب شام میرا یہاں حج ہوا اور شیخ رح کی پیشین گوئی صادق آئی۔

فصل (۱۶) شہر قنا میں ورود

پھر میں شہر ہو سے روانہ ہوکر شہر قنا میں پہونچا۔ اگرچہ یہ شہر بہت چھوٹا ہے لیکن اسکے بازار نہایت اعلیٰ اور خوبصورت ہیں۔ اس شہر میں صاحب براہین عجیبہ اور کرامات مشہورہ ایک ولی اللہ عبدالرحیم قناوی کا مزار ہے۔ میں نے ان ولی کامل کے پوتے شہاب الدین احمد کو مدرسہ سیفیہ میں دیکھا ہے۔

فصل (۱۷) شہر قوص میں ورود

پھر میں شہر مذکورہ بالا سے شہر قوص آیا۔ یہ شہر بہت بڑا اور خوبیوں کا مخزن ہے اسکے باغات نہایت سرسبز و شاداب اور بازار نہایت عمدہ باترتیب اور باقرینہ ہیں یہاں مسجدیں بکثرت اور مدارس بہت بڑے اور فراوانی کے ساتھ ہیں۔ بلاد صعید کے اعلیٰ حکام اسی شہر میں رہتے ہیں شہر کے باہر دو خانقاہیں ہیں۔ ایک شیخ شہاب الدین بن عبدالغفار کی۔ اور دوسری دخرم کی۔ اسمیں ہر سال فقرا اور متجردین کا ماہ رمضان میں بڑا مجمع ہوتا ہے۔

ذکر (۱۸) علماء و فقہا شہر قوص

یہاں کے نامی علماء میں سے جمال الدین ابن السدید ہیں۔ اور یہاں کے خطیب فتح الدین ابن دقیق العید ان کاملین فصحا اور بلغاء میں سے ہیں جو میدان فصاحت و بلاغت میں گو نے سبقت لے گئے ہیں۔ میں نے دنیا میں ان جیسا فصیح و بلیغ شخص ماسوا دو شخصوں کے نہیں دیکھا۔ ایک بہاء الدین عبری مسجد حرم کے خطیب اور دوسرے حسام الدین شاملی شہر خوارزم کے خطیب۔ ان کا انشاء اللہ آیندہ تذکرہ کیا جائے گا۔

مشہور علمائے شہر میں سے فقیہ بہاء الدین بن عبدالعزیز مدرسہ مالکیہ کے مدرس ہیں۔ اور فقیہ برہان الدین اندلسی انکی ایک بہت بڑی خانقاہ بھی ہے۔

فصل (۱۹) شہر اُقصُر میں ورود

پھر میں شہر مذکور سے شہر اُقصُر میں پہونچا۔ گو یہ شہر نہایت چھوٹا ہے مگر خوشوضع ہے یہاں عابد صالح ابی الحجاج اقصری کا مزار ہے اور مزار مبارک پر ایک خانقاہ بھی بنی ہوئی ہے۔

فصل (۲۰) شہر ارمنت میں ورود

پھر یہاں سے شہر ارمنت آیا یہ بھی چھوٹا سا شہر دریائے نیل کے کنارہ آباد ہے۔ یہاں باغات بکثرت ہیں۔ قاضی شہر ہذا نے میری دعوت کی تھی لیکن مجھے اسکا نام سہو ہو گیا ہے۔

فصل (۲۱) شہر اُسنا میں ورود

پھر شہر اسنا آیا یہ بہت بڑا وسیع اور پر منافع شہر ہے۔ اسکے راستے نہایت کشادہ اور وسیع ہیں۔ خانقاہیں۔ مساجد اور مدارس بکثرت ہیں۔ مزار نہایت خوبصورت اور خوشوضع ہیں۔ اور باغات ہرے بھرے۔ یہاں کے قاضی القضاۃ کا نام شہاب الدین ابن مسکین ہے۔ انھوں نے میری مہمان نوازی اور بڑی عزت کی اور اپنے ماتحت قضاۃ کے نام احکام صادر فرماتے کہ میرے ساتھ بتواضع وتکریم پیش آئیں۔

یہاں کے مشاہیر فضلا میں سے شیخ صالح نورالدین علی اور شیخ صالح عبدالواحد مکناسی ہیں۔ یہ شیخ اب تک شہر قوص میں ایک خانقاہ کے مالک ہیں۔

فصل (۲۲) شہر اُدفو میں ورود

پھر یہاں سے میں شہر اُدفو پہونچا۔ اس شہر اور شہر اسنا مذکورۃ الصدر کے مابین ایک رات دن جنگل میں ہو کر راستہ ہے۔

فصل (۲۳) شہر عطوانی میں ورود

پھر میں شہر مذکور سے شہر عطوانی براہ نیل گیا اور یہاں سے اونٹ کرایہ کئے۔ اور

قوم وغیم کے عرب قافلہ کے ساتھ ایک بڑے جنگل کے راستے سے روانہ ہوئے۔ جسمیں گو کہیں آبادی کا نشان نہ تھا۔ مگر راہزنوں سے بالکل محفوظ تھا۔ اسکی ایک منزل میں جو ہم اترے تو وہ مقام حمیثرا تھا۔ یہیں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کا مزار ہے۔ اس سے پہلے ہم آپکی کرامت کے ضمن میں آپکے وصال کا حال بیان کر چکے ہیں حمیثرا کی سرزمین میں کفتار بکثرت ہیں۔ جب یہاں شب کو ہمارا قیام تھا تو ساری رات انہیں سے لڑتے گزری۔ باوجود اسقدر حفاظت کے میرے اسباب کے قریب ایک کفتار پھاڑ کر اسمیں سے کھجوروں کا تھیلا لیگئی۔ صبح ہوئی تو وہ تھیلا تو پھٹا نوچا پڑا ہوا ملا۔ اور کھجوریں کھا ڈالی تھیں۔

باب ہفتم

فصل (۱) شہر عیذاب میں ورود۔ یہاں کے حالات اور باشندوں وغیرہ کا ذکر

پھر پندرہ دن کی مسافت طے کرنے کے بعد ہم شہر عیذاب میں پہنچے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے اور اسمیں مچھلی اور دودھ باافراط ہوتا ہے۔ لیکن ہر قسم کی غلہ کی جنس اور کھجوریں یہ سب صعید مصر سے آتی ہیں۔ اس شہر کے باشندے بجاۃ[1] قوم کے ہیں ان کا رنگ کالا ہوتا ہے۔ زرد چادر اوڑھتے ہیں۔

(۱) اس قوم کا ذکر ٹھنکر مسٹر نے اپنی کتاب متعلق اسکندریہ وغیرہ کے صفحات ۵۷، ۵۸ میں اور برک ہروت نے اپنے سفرنامہ نیوبیا کے صفحات ۱۹۲، ۲۲۸ میں کیا ہے۔ چونکہ اول الذکر نے انکو قوم بربر بھی کہا ہے اسلئے اقتباس ذیل کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "بربرا ایک قوم ہے جو سرزمین بحر جنوب۔ مابین اضلاع حبشہ اور زنج رہتی ہے۔ یہ سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ انکے یہاں بیویوں کا مہر یہ ہے کہ مرد کے عضو تناسل کو کاٹ لیتے ہیں۔ یہ باوجودیکہ انسان ہیں لیکن عادتاً وحشیوں سے زیادہ مشابہ ہیں"۔ یہ بربرا بھی نسل سے حبش نسل سے مشرقی افریقہ کے باشندے ہیں۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ یہ بربرہ قوم ہے جو فلسطین سے بدر کی گئی تھی یہ کنعان کی اولاد ہیں۔

دوسرے اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ ہو جسمیں اس قوم کو قبط۔ بربر۔ حبشہ اور نوبہ اقوام کا بھائی کہا گیا ہے۔

اور سروں میں انگل بھر کی چوڑی زرد پٹی باندھتے ہیں۔ ان لوگوں میں لڑکیوں کی وراثت کا رواج نہیں۔ انکی غذا اونٹنی کا دودھ اور سواری گھوڑے ہیں اور اپنی بولی میں گھوڑے کو صہب کہتے ہیں ایک تہائی شہر پر تو ملک الناصر کی حکومت ہے اور ملک کا دو تہائی حصہ بجاۃ کے قبضہ میں ہے اسکا نام حذربی ہے۔

شہر عیذاب میں ایک مسجد ہے جو قسطلانی کی طرف منسوب ہے۔ یہ اپنی برکات کے باعث بہت مشہور ہے۔ اس مسجد کی زیارت سے میں مشرف ہوا ہوں اور استفادہ برکت کیا ہے۔ اس شہر میں شیخ صالح موسٰے بھی تھے اور شیخ کبیر السن محمد مراکش بھی۔ غالباً یہ محمد مراکش وہی ہیں۔ جو مراکش کے ملک مرتضٰی کے بیٹے تھے ان کی پچانوے سال کی عمر ہوگی۔ جب ہم عیذاب میں پہنچے تھے تو بجاۃ کے ملک حذربی اور ترکوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ حذربی نے ترکوں کی بہت سی کشتیاں غرق کر دی تھیں اور ترک اسکے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس جنگ کیوجہ سے ہم آگے دریا میں سفر نہ کر سکے۔ آخر کار جو کچھ ہمارے پاس سامان سفر تھا اسے بیچ ڈالا اور جن عربوں کے اونٹ ہم نے کرایہ کئے تھے اسکے ساتھ صعید مصر کی طرف واپس ہوئے۔ پھر شہر قوص میں جسکا اوپر ذکر گذر چکا پہونچے۔ اور وہاں سے نیل میں اترے اور براہ دریا روانہ ہوئے۔ اتفاقاً وہ زمانہ دریا کے چڑھاؤ کا تھا آٹھ دن میں قوص سے مصر پہونچنا ہوا۔

(بقیہ صفحہ ۶۳) "قوم بربر کے افراد کے انساب کا متعلق علم الانساب والوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ شانا کی اولاد ہیں اور اسی کیطرف انکی نسبت کیجاتی ہے۔ اس شانا کے متعلق ابو محمد بن حزم نے اپنی کتاب جمہرۃ میں یہ لکھا ہے کہ یہ جانا بن یحیٰی بن بریان بن کنعان بن حام ہے اور یہی بیان صحیح بھی ہے۔ انہیں میں سے قبائل زناتہ وغیرہ ہیں۔ لیکن یہ بربر کے بھائی بھی ہیں کیونکہ سب اپنے آپ کو کنعان بن حام تک منسوب کرتے ہیں کیونکہ اس کا نسب جالوت میں داخل ہوگا نسب بربر میں اسلئے داخل کرنا کہ یہ ماذغیس اور ستبط کی اولاد میں ہے غلطی ہے اور اسیطرح انکو عمالقہ کیطرف منسوب کرنا بھی غلطی ہے حق یہ ہے کہ جالوت بنی فلسطین بن کسلوحیم بن مصرایم بن حام ہے اقوام حام بن نوح میں سے ہے۔ لیکن یہ قبط بربر۔ حبشہ اور ترتو یہ سب میں جیسا کہ اولاد حام کے نسب نامہ میں مذکور ہو چکا۔ ان فلسطین اور بنی اسرائیل کے مابین بہت جنگیں رہی ہیں اور انکے بھائی بربر ملک شام میں بکثرت آباد ہیں۔ یہ سب کنعان کی اولاد ہیں"۔ ابن خلدون نے اس امر میں ادریس اور دیگر مورخین کی رائے قائم کی ہے کہ بربر عرب کے قبیلہ حمیر کی اولاد ہیں۔ ایک کتبہ سے بھی یہ پتہ لگتا ہے کہ انہیں یشوع نے فلسطین سے بدر کیا تھا۔

باب (۸) ہشتم

صعید مصر سے شہر غزہ کیلئے واپسی

ایک شب یہاں قیام کیا اور پھر بلاد شام کی طرف روانہ ہوئے یہ زمانہ نصف ماہ شعبان ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۲۶ء کا تھا۔

فصل (۱) شہر بلبیس میں ورود

اسکے بعد میں شہر بلبیس[1] میں پہونچا۔ یہ بہت بڑا اور بکثرت باغات پر مشتمل شہر ہے۔ یہاں میری کسی ایسے شخص سے ملاقات نہیں ہوئی جو لائق ذکر ہو۔

فصل (۲) الصالحیہ میں ورود

پھر یہاں سے صالحیہ میں پہونچے اور ریگستان کی مسافت طے کرنی شروع کی۔

اذکار (۳) مقامات الوادہ، الورادہ، المطیلب، العریش، الخروبہ

جن منزلون کی سراؤن میں اُترے وہ یہ ہیں سوادہ۔ ورّادہ۔ مطیلب۔ عریش، خروبہ۔

---

(۱) اس نام کے دو تلفظ ہیں بفتح البا۔ و بکسر البا۔ یعنی بَلبیس اور بِلبیس۔ صاحب مراصد الاطلاع کہتا ہے کہ مصر میں جو فسطاط ہے۔ اُس سے دس فرسنگ پر اُس سڑک پر ہے جو شام کو جاتی ہے۔ مقریزی کہتا ہے "کہ شہر بلبیس توراۃ میں سرزمین جاشان (غصان) میں ہے یہ وہ سرزمین ہے جہاں یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف کے پاس جاتے ہوئے (اسی جاشان یا جاشان میں) اترے تھے۔ یہی علاقہ بلبیس ہے جہاں یہ اپنے مویشیون کو چراتے تھے۔ ابن سعید جو یہاں کا گورنر تھا کہتا ہے کہ میرے زیر حکومت ورادہ تک تھی۔ جو مصر کے حدود میں سے ہے یہاں تک چاندی کے سکوں کا چلن ہے۔ لیکن اس سے آگے العریش تک پیسون یا فلوس کا چلن ہے۔

یہاں کے لوگ ان منزلوں کی سراؤں کو خان کہتے ہیں۔ انہیں مسافر اترتے اور اپنے جانور بھی باندھتے ہیں۔ مسافرون کے لئے سرائے کے باہر ایک حوض اور دکان تھی جسمین انکی اور جانوروں کی ساری ضروریات ملتی تھیں۔

ذکر (۴) قطیا

اس ریگستان کی منزلون میں ایک منزل کا نام قطیا ہے۔ بعض لوگ اسکا تلفظ قطیہ بھی کرتے ہیں۔

ذکر ۵ محاصیل و تنخواہ ہائے عملہ ریگستان قدلی

یہ بہت مشہور منزل ہے۔ یہان سوداگرون سے مال پر ٹکس بھی لیا جاتا ہے اور انکے مال کی تلاشی بھی اور ان پر بہت تشدد کیا جاتا تھا۔ چنگی کا دفتر یا ٹکس کا آفس بھی یہیں تھا۔ اور اس کا سارا عملہ ٹکس افسر۔ محرر۔ گواہ اور دیگر متعلقہ ملازمین سب یہیں رہتے تھے۔ یہاں کے محاصیل کی اوسط آمدنی روزانہ ہزار دینا سرخ ہیں۔ شام کا جانے والا اس چوکی سے نہ بغیر مصر کے پروانہ کے نکل سکتا تھا اور نہ شام کے مسافر کو مصر بغیر پروانہ کے جانے دیا جاتا تھا۔ یہ سارے انتظامات مسافرون کے مال کی حفاظت اور احتیاط کے لئے تھے۔ نیز اس غرض سے بھی کہ عراق کے خفیہ جاسوس لگے رہتے تھے کہ کوئی مال بغیر محصول کے ادا کئے ہوئے تو نہیں نکال دیا گیا۔ عرب لوگ اس راستہ کی حفاظت کے ذمہ دار تھے کہ یہان سے کوئی شخص بغیر محصول ادا کئے ہوئے مال نکالکر نہ لیجائے گا۔ جب رات ہوجاتی تو راستہ کی ریت کو ملکر بالکل مسطح کر دیتے تاکہ پیرون کے نشانات محو ہوجاتے۔ اگر کوئی پوشیدہ طریقہ پر نکل جاتا تو عرب انکے نشانات سے تعاقب کرتے اور انکو گرفتار کرلاتے پھر محکمہ چنگی سے انکو سزائے مناسب دیجاتی۔

میرے وروود کے زمانہ میں یہان کا افسر عزالدین استاذ الدار اقاری تھا۔ یہ شخص منجملہ خیار اور بہترین امراء کے تھا۔ اسنے میری بڑی عظمت اور ضیافت کی اور مجھے مع میرے کل ساتھیوں کے بغیر اداے محصول کے پروانہ راہداری دیدیا۔ اسکا پیشدست عبدالجلیل مغربی دقائف تھا یہ مغربیوں

کو خوب پہچانتا اور انکے ملکوں کو خوب جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی رفاہ اشتباہ کے لئے جو مغربی وارد ہوتا اُس سے وطن دریافت کر لیا کرتا۔ اس لئے اس قطعہ خشکی کی چوکی پر سے گذرتے والوں کے لئے کچھہ روک ٹوک نہ تھی۔

باب نہم (۹)

فصل (۱) غزہ میں ورود اور یہاں کے حالات

پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم شہر غزہ میں پہنچے۔ یہ ملک شام کا پہلا شہر ہے۔ یہ مصر سے ملا ہوا ہے اسکے ہر چہار اطراف بہت بڑی آبادی ہے۔ بازار نہایت خوبصورت اور خوشوضع ہیں اور مسجدیں بھی متعدد ہیں۔ شہر پناہ کی دیوار نہیں ہے۔ قدیم جامع مسجد نہایت خوش وضع ہے۔ اور جس جامع مسجد میں اب جمعہ ہوتا ہے اُسے امیر معظم جاولی نے بنوایا تھا یہ نہایت اعلےٰ اور مستحکم عمارت ہے اور منبر سنگ مرمر کا ہے۔ اس شہر کے قاضی بدرالدین سلختی حورانی ہیں اور پروفیسر علم الدین بن سالم اور بنو سالم ہیں یہاں کے اعیان جتنے ہیں سب بنو سالم ہیں۔ انہیں میں سے بیت المقدس کے قاضی شمس الدین بھی ہیں۔

باب دہم (۱۰)

غزہ سے یروشلم یا شہر خلیل کو روانگی

ذکر (۱) شہر خلیل و مسجد مبارک

پھر یہاں سے مدینہ خلیل صلے اللہ علی نبینا علیہ وسلم پہونچا۔ گو یہ شہر وسعت میں کم لیکن

قدر و منزلت میں بہت بڑا نہایت روشن و نورانی ہے۔ اس شہر کا منظر نہایت اعلیٰ اور تاریخی حالات بہت ہی عجیب و غریب ہیں اور ایک میدان میں واقع ہوا ہے یہاں کی مسجد نہایت عمدہ اور کاریگری سے بنائی گئی ہے۔ اسکا کام نہایت مضبوط اور نادر الحسن ہے۔ عمارت نہایت بلند اور ساری پتھر کی ہے۔ اس طرح کہ ایک پتھر دوسرے پتھر سے جڑا ہوا ہے۔ اسکے ایک ستون میں اتنا بڑا پتھر لگا ہوا ہے جسکا ہر پہلو سینتیس[۳] بالشت کا ہے۔

مشہور ہے کہ اس مسجد کو جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے بنایا تھا۔

ذکر (۲) مزارات مقدسہ شہر خلیل و مغار مبارک

اس مسجد میں ایک نہایت مقدس غار ہے جسمیں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوب علےٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارات ہیں۔ ان تینوں مزارات کے مقابل ان کی ازواج مطہرات کے تین مزارات اور ہیں۔ قبلہ کے رُخ ممبر کی داہنی طرف دیوار سے ملا ہوا ایک اور مقام ہے۔ اسکی سیڑھیاں سنگ مرمر کی نہایت مستحکم کام کی ہیں اسکا سلسلہ برابر ایک تنگ راستہ تک چلا گیا ہے۔ یہ راستہ ایک صحن تک پہونچتا ہے جسکا فرش سنگ مرمر کا ہے یہاں تین مزارات کے اور نشانات ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ نشانات اُنہیں غار والے انبیاءؑ کے مزارات کے محاذرات میں ہیں۔ اُسی مقام پر اُس غار مبارک میں جانے کا راستہ بھی تھا جو بالفعل بند ہے میں اس مقام پر کئی مرتبہ اُترا ہوں جن اہل علم نے اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ ان تینوں مزارات شریفہ کا یہاں ہونا بالکل درست اور محقق ہے۔ انہوں نے جعفر رازی کی کتاب المسمیٰ بہ المفسر للقلوب عن صحۃ قبر ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسناد کیا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے :۔ علی بن جعفر رازی بستا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب لیلتہ الاسریٰ میں میرا بیت المقدس جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت جبرئیلؑ کی معیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر میرا گذر ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے فرمایا یہاں اُتر یئے اور دوگانہ ادا فرمایئے یہاں آپکے جد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار ہے پھر اسیطرح بیت لحم پر میرا گذر ہوا یہاں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے یہی فرمایا کہ

یہاں آپکے بھائی حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کا مولد ہے۔ اُتر پیئے اور دوگانہ ادا فرمایئے پھر مجھے جبرئیل علیہ السلام صخرہ کی طرف لیگئے.....،،

جب میں یہاں پروفیسر امام برہان الدین جعبری خطیب جو نہایت سن رسیدہ بزرگ اور یہاں کے مشاہیر ائمہ اور زبردست صلحا میں سے ہیں ملا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار مبارک کے متعلق تصحیح کی ہے کہ آیا یہاں ہے یا نہیں تو انھوں نے مجھسے فرمایا جن اہل علم سے میری ملاقات ہوئی ہے ان سب نے اس امر کو بالصراحۃ فرمایا ہے" یہ سب قبریں حضرت ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ یعقوب علے نبینا علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور انکی ازواج مطہرات کی ہیں۔ اس امر پر ماسوا اہل بدعۃ کے کوئی جرح نہیں کرتا" اور چونکہ اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں اسلئے برابر متقدمین سے متاخرین اسکو نقل کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب بعض ائمہ اس غار میں داخل ہوئے۔ اور حضرت سارہ کے مزار کے قریب کھڑے ہوتے تو اسیوقت ایک بڈھا آدمی بھی اس غار میں داخل ہوا اور امام سے جو حضرت سارہ کے مزار کے قریب کھڑے تھے دریافت کیا۔ ان مزارات مین سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کونسا مزار ہے؟ امام مذکور نے حضرت سارہ کے مزار کے پاس سے کھڑے کھڑے اس مزار کیطرف اشارہ کیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بشہرت منسوب تھا۔ پھر ایک جوان شخص غار میں داخل ہوا اور اس نے بھی بڈھے کی طرح دریافت کیا۔ آپ نے اُسے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار کی طرف اشارہ کرکے بتا دیا۔ اسکے بعد ایک لڑکا داخل ہوا اور اُس نے بھی ہر دو اولالذکر داخل شدگان کی دریافت کیا۔ اُسے بھی اُسیطرح کہ دو پہلے لوگوں کو آپنے بتایا تھا۔ اسکے بعد فقیہ مذکور نے فرمایا۔ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ مزار بلاشک وشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ بعد ازاں فقیہ مذکور نے مسجد میں آکر صبح نماز ادا کی اور راہ لی۔

اسی مسجد میں حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی مزار ہے اور حرم خلیل کی مشرقی جانب ایک ٹیلہ پر حضرت لوط علیہ السلام کا مزار ہے اس ٹیلہ سے شام کی سرحد نظر آتی ہے۔ مزار مذکور پر نہایت خوبصورت عمارت ہے۔ اس عمارت کے ایک درجہ میں مزار ہے یہ درجہ نہایت سفید خوبصورت ہے اور مزار مبارک پر کوئی آڑ نہیں۔ یہاں ایک بحیرہ ہے جسے بحیرۂ لوطؑ کہتے ہیں۔

اسکا پانی کڑوا ہے۔ کہتے ہیں یہی جگہ "دیار قوم لوطؑ" ہے حضرت علیہ السلام کے مزار مبارک کے پاس "مسجد الیقین" نام کی ایک مسجد ہے جو ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے۔ اس مسجد پر جو نور اور روشنی محسوس ہوتی ہے وہ ماسوا اس مقام کے اور کہیں نہیں محسوس ہوتی۔ مسجد مذکور کے جوار میں صرف ایک مکان ہے اسمیں اس مسجد کا مہتمم رہتا ہے۔ مسجد کے دروازہ پر کسیقدر گہرا سخت پتھر میں ایک مقام ہے اسمیں ایک چھوٹی سی محراب بنی ہے۔ اسمیں صرف ایک شخص نماز پڑھ سکتا ہے دوسرے کی گنجایش نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قوم لوطؑ کے ہلاک ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی درگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا تھا اس وقت سجدہ کرنے پر مقام سجدہ کو کسیقدر جنبش ہوئی اور تھوڑا سا زمین میں دہنس گیا تھا۔

ذکر (۳) قبہ حضرت فاطمہؓ صغریٰ وغیرہ واشعار متعلقہ

اسی مسجد کے قریب ایک نشیب ہے۔ اسمیں حضرت فاطمہ بنت حسین ابن علی علیہما السلام کا مزار مبارک ہے۔ اس مزار کے سرہانے اور پائنتی سنگ مرمر کی دو لوحیں نصب ہیں۔ انمیں سے ایک میں بخط بدیع یہ عبارت منقوش ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
للہ العزۃ والبقآء ولہ ماذار وبرا و
علی خلقہ کتب الفنآء وفی رسول
اللہ اسوۃ ھذا قبر ام سلمۃ
فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ
عنہا

نہایت مہربان ورحم والے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں
اللہ ہی کیواسطے غلبہ اور بقا ہے۔ جو ظاہر ہوا اور وجود
میں آیا وہ سب اللہ ہی کا ہے اُسی نے اپنی مخلوق
پر فنا کا حکم لگایا۔ رسول اللہ صلعم کی ذات بابرکات
اقتدا اور اتباع کیلئے مخصوص ہے۔ یہ مزار مبارک
ام سلمہ فاطمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی کا ہے

دوسری لوح پر یہ عبارت منقوش ہے
صنعہ محمد ابن ابی سہل النقاش بمصر۔

یہ محمد ابن ابی سہل نقاش کا بنایا ہوا ہے جسکی مصر میں بودوباش تھی

اس عبارت کے نیچے یہ ابیات تحریر ہیں (بحر بسیط)
اشکنت من کان فی الحشآء مسکنہ
بالرغم منی بین التراب والحجر

حسرتا اگر آپنے بجائے میرے قلب کے اپنا مسکن مٹی اور پتھر میں بنایا

یا قبر فاطمہ بنت ابن فاطمہ بنت الائمہ بنت الانجم الزھر یا قبر ما فیک من دین و من ورع و من عفاف و من صون و من خفر	اے امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ کی پوتی مجموعۃ الائمہ اور کواکب نورانی کے مزار۔ اے مزار۔ دین۔ تقوی۔ عفت۔ نگہداشت اور حیا تجھ میں کونسی چیز نہیں ہے!؟

فصل (۴) قدس شریف یا یروشلم میں ورود

پھر میں اس شہر خلیل سے مقام بیت المقدس پہونچا راستہ میں حضرت یونس علیہ السلام کے مزار شریف کی زیارت سے مشرف ہوا اس مزار مبارک پر بہت بڑی عمارت بنی ہے اور ایک مسجد بھی ہے۔ راستہ میں حضرت عیسے علیہ السلام کے مولد مبارک یعنی بیت لحم کی زیارت بھی کی یہاں کھجوروں کی شاخ کا ایک نشان موجود ہے اور مقام ولادت پر بہت بڑی عمارت بنی ہے مسیحی اس مقام کی بہت عظمت اور جو شخص یہاں اُترتا ہے اسکی ضیافت اور مہانداری کرتے ہیں۔

باب (۱۱) یازدہم

فصل (۱) یروشلم یا بیت المقدس

پھر یہاں سے ہم بیت المقدس پہونچے یہ مسجد دُنیا کی اُن مسجدوں میں سے ہے جو رتبہ میں افضل المساجد سمجھی جاتی ہیں۔ یہی وہ مسجد ہے جہاں سے رسول اللہ صلعم نے آسمان کی طرف صعود و عروج فرمایا ہے۔ یہاں کا شہر بہت بڑا باعظمت ہے مکان اسطرح خالص پتھر کے بنے ہوئے ہیں کہ ایک پتھر دوسرے سے جڑا ہے جس زمانہ میں ملک صالح و فاضل صلاح الدین ابن ایوب نے اللہ بر ترا سے اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے یہ شہر فتح کیا تھا تو شہر پناہ کو بعض مقامات سے ڈہا دیا تھا۔ لیکن پھر ملک ظاہر نے بعض منہدمہ مقامات کو اس خوف سے غارت کر دیا کہ مبادا قوم روم انہیں آنے کا ارادہ کریں اور شہر پناہ ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی

حفاظت میں سہولت ہو اس سے پہلے شہر مذکور میں کوئی نہر نہ تھی لیکن اس زمانہ میں امیر سیف الدین تنگیز امیر دمشق نے یہان پانی پہونچادیا ہے۔

ذکر (۲) مسجد مقدس

یہ مسجد خوبصورتی اور دل آویزی میں دنیا کی عجیب مسجدون میں سے ہے اور خوبصورتی اور دل آویزی میں اسے اعلیٰ درجہ کا تفوق حاصل ہے کہتے ہیں کہ تمام عالم کی مساجد میں سے کوئی مسجد اس سے بڑی نہیں۔ مشرق سے مغرب تک اسکا طول سات سو باون گز مالکی ہے اور قبلہ سے سامنے کے رُخ یعنی شمال و جنوب چار سو پینتیس گز عرض ہے۔ اسکے ہر سہ اطراف بہت سے دروازے ہیں اور قبلہ کی طرف ماسوا ایک دروازے کے مجھے اور کوئی دروازہ یاد نہیں آتا۔ یہ وہ دروازہ ہے جس سے امام واخل ہوتا ہے ماسوا مسجد اقصیٰ کے تمام مسجد بغیر چھت کا ایک میدان ہے مسجد اقصیٰ نہایت مضبوط مسقف اور اسکی عمارت نہایت پائدار و مستحکم ہے۔ تمام سونے کا کام اور نہایت رنگ آمیزی کی ہوئی ہے ماسوا مسجد مذکور اور بھی بعض بعض مسقف مقامات ہیں۔

ذکر (۳) قبۃ الصخرہ

عجیب و غریب اور مستحکم ترین عمارات میں سے قبۃ الصخرہ کی عمارت ہے گویا تمام خوبصورتیوں اور جملہ نادر کاریون کی مخزن ہے۔ یہ وسط مسجد میں کچھ بلندی پر واقع ہے اور سنگ مرمر کی سیڑھیاں ہیں جن سے اسپر چڑھتے ہیں اسکے چار دروازے ہیں۔ سارا بیرون دور نہایت صنعت کے ساتھ سنگ مرمر سے مفروش ہے اسیطرح قبہ کے اندر سارا فرش سنگ مرمر کا نہایت صنعت سے بنایا گیا ہے۔ الغرض اس قبہ کا اندر اور باہر صنعت کی وہ حیرت انگیز تصویر ہے جسکے بیان سے زبان عاجز ہے۔ اسکا بڑا حصہ سونے سے ڈھکا ہے جسکی جلا اسقدر روشن اور چمکدار ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں اور شاعر و نثار اسکی خوبیون کی کسی کیساتھ تشبیہ نہیں دیسکتا اسکے وسط میں وہ بڑا پتھر ہے جسکا آثار نبوی صلعم میں ذکر آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس پتھر سے آسمان کی طرف تشریف لیگئے تھے۔ یہ پتھر بالکل ٹھوس ہے اور اسکی بلندی قد آدم ہوگی اس پتھر

کے نیچے ایک غار چھوٹے پتھر جتنا ہے اسکی بلندی بھی قد آدم۔ یہ لوگ اسمیں زینہ سے اترتے ہیں اور اندر ایک محراب کی شکل بنی ہے اور اسپر نہایت مستحکم دوہرے کٹہرے لگے ہیں ایک کٹہرہ جو پتھر کے قریب ہے وہ لوہے کا ہے اور اسمیں عجیب و غریب صناعیاں اور کاریگریاں ہیں اور دوسرا کٹہرہ لوہے والے کٹہرہ کے اوپر لکڑی کا ہے قبہ ہذا کے اندر ایک بہت بڑی سپر لٹکی ہے لوگون کا گمان ہے کہ یہ سپر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ہے۔

(۴) قدس شریف کے بعض مزارات و مشاہد متبرکہ کا ذکر

قدس شریف کے مشاہد و مشاہد متبرکہ میں سے وہ مکان بھی ہے جسکے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جگہ سے آسمان پر چڑھے تھے اور شہر بیت المقدس کے مشرق میں ایک بلند ٹیلہ پر ایک وادی کے کنارہ جسکا نام وادی جہنم ہے واقع ہے۔ مشاہد میں سے رابعہ بدویہ کا مزار ہے جو بادیہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور مشہور رابعہ عدویہ انکے ماسوا ہیں۔ وسط وادی میں ایک گرجا ہے اسکی مسیحی بہت عظمت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہ السلام کا مزار وہیں ہے ایک اور گرجا بھی ہے اسکا بھی مسیحی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن اس عظمت کی جو وجہیں بیان کرتے ہیں محض جھوٹ ہیں کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار وہیں ہے۔ گرجا مذکور کی زیارت کو بہت دور دراز سے آتے ہیں۔ اور ہر مسیحی زائر کو مسلمانوں کے لئے کسیقدر محصول ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اسکی مسلمانوں کے ساتھ قدرے توہین کا باعث ہے یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گہوارہ کی جگہ ہے جسے لوگ متبرک سمجھتے ہیں۔

ذکر (۵) بعض فضلاء قدس شریف

قدس کے فاضلوں میں سے یہاں کے قاضی علامہ شمس الدین محمد ابن سالم غزی غزہ کے رہنے والے ہیں جنکا شمار یہاں کے کبار لوگون میں ہے۔ چنانچہ انہیں میں سے قدس کے خطیب فاضل صالح عماد الدین نابلسی مفتی شہاب الدین محمد طبری، مدرس مالکیہ اور خانقاہ کریمیہ کے شیخ ابو عبداللہ محمد ابن مثبت غرناطی نزیل القدس۔ ابو علی حسن المعروف بالمحجوب جو کبار صالحین میں سے اور وہ کمال تجرد و تقویٰ سے

متصف ہیں عابد وزاہد وصالح شیخ کمال الدین مراغی۔ شیخ صالح وعابد ابو عبدالرحیم عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ اہالی ارض روم میں سے اور مریدین میں سے تاج الدین رفاعی ہیں انہوں نے اپنے شیخ کی صحبت بھی پائی ہے اور انہیں سے خرقہ تصوف بھی پہنا ہے۔

باب دوازدہم

یروشلم سے بصوب حماۃ سفر

فصل (۱) عسقلان میں وُرود

پھر قدس شریف سے میں زیارت کے ارادے سے حدود عسقلان کی طرف روانہ ہوا۔ یہ شہر بالکل ڈھیر اور ویران پڑا ہے ماسوا کھنڈرات کے نشانات اور ٹھیکروں کے یہاں اب کچھ نہیں ہے دنیا میں کوئی شہر کم ہوگا جس میں عسقلان جیسی خوبیاں جمع ہوں۔ عمارات اور مکانات کی خوش وضعی اور استحکام اور بحری وبری دونوں طرح کی مناسبتیں۔ بحیثیت مجموعی جو خوبیاں شہر عسقلان کو حاصل تھیں دُنیا میں کسی شہر کو کم حاصل ہوئی ہونگی۔

ذکر (۲) زیارات عسقلان

اسی عسقلان میں وہ مشہد(۱) مقدس ہے جس میں حسین(۲) ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سر مبارک قاہرہ جانے سے پہلے تھا۔ یہ مقام اب ایک نہایت بڑی اور بلند مسجد کی صورت میں ہے اور اس میں پانی کے لئے ایک کنواں بھی ہے مسجد کے دروازہ پر یہ کتبہ ہے

امر ببنائہ بعض العبید یین — بعض عبیدیوں کے حکم سے اسکی تعمیر کی گئی۔

(۱) اس لفظ کے متعلق جائے شہادت یا تصدیق میں یعنی وہ جگہ جہاں کسی حقیقت کی تصدیق کیلئے لوگوں کا اجتماع ہو۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادوں میں سے ان صاحبزادہ کا اسم گرامی ہے جنہوں نے جنگ کربلا میں جام شہادت پیا تھا۔

اس مشہد مقدس کے سامنے ایک اور بہت بڑی مسجد ہے اسے لوگ مسجد عمر کہتے ہیں۔ اب یہ بالکل منہدم ہے صرف دیواریں اور ستون باقی ہیں جو سنگ مرمر کے ہیں اور اپنی خوبصورتی و تراش میں جواب نہیں رکھتے۔ یہ مسجد مقام قائم اور مقام حصید کے مابین واقع ہے۔

جہان عسقلان میں اور چیزیں قابل دید ہیں۔ وہاں یہاں کے عجائبات میں سے سرخ ستون ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسے نصاریٰ اپنے ملک میں اٹھالے گئے تھے لیکن وہاں سے خود بخود گم ہوگیا اور عسقلان میں اپنی جگہ پر موجود ملا۔ اس مسجد عمر میں ایک باولی ہے جسکا نام "بیر ابراہیم" ہے اسمیں اترنے کے لئے چوڑی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ انہیں سے اس باولی کے اندر کے مکانات میں بھی جاتے ہیں۔ باولی مذکور کے ہر چہار اطراف چشمے جاری ہیں یہ پتھروں سے بنے ہوتے ہیں اس کا پانی نہایت شیریں ہے لیکن زیادہ گہرا نہیں لوگ اس باولی کے بہت سے فضائل بیان کرتے ہیں

اس شہر عسقلان کے باہر ایک مقام ہے جسے "وادی نمل" کہتے ہیں یہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ یہ وہی "وادی نمل" ہے جسکا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ عسقلان کے صحرا میں اسقدر شہدا اور اولیائے کرام کے مزارات ہیں جو احاطہ شمار میں نہیں آسکتے۔ اس زیارت گاہ کے مہتمم نے ہمیں ان سب کا پتہ نشان بتادیا تھا۔ مہتمم مذکور کے لئے ملک مصر کی طرف سے کچھ وظیفہ مقرر ہے اور جو زائرین یہاں حاضر ہوتے اور خیرات و نذر کرتے ہیں وہ بھی اسیکا حق ہے۔

فصل (۳) شہر رملہ یعنی فلسطین میں ورود

پھر میں شہر رملہ یعنی فلسطین میں آیا یہ بہت بڑا شہر اور بکثرت خوبیوں پر مشتمل ہے یہاں کے بازار نہایت خوشوضع ہیں اس شہر میں ایک مشہور جامع مسجد "جامع ابیض" کے نام سے مشہور ہے اسکے سامنے تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں یہاں کے فقہا میں سے مجدالدین نابلسی ہیں۔

فصل (۴) شہر نابلس میں ورود

پھر میں یہاں سے نابلس[1] آیا یہ بہت بڑا اور شاداب شہر ہے اور باغات اور نہروں کی

(۱) سمارقنس کا خاص شہر

بڑی کثرت اور بہتات ہے۔ جسقدر یہاں زیتون کی پیداوار ہے بلاد شام میں کہیں نہیں۔ چنانچہ زیت یہیں سے مصر اور دمشق تک جاتا ہے یہاں ایک قسم کی گھاس کی مٹھائی بھی بناتے ہیں۔ اسے "حلوا رالخروب" کہتے ہیں اسے دمشق وغیرہ لیجاتے ہیں۔ اس حلوہ کے بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ خروب جو ایک گھاس ہے پہلے پکاتے ہیں اور پھر نچوڑ لیتے ہیں۔ پھر اسکے شیرہ سے جو نچوڑنے سے نکلتا ہے حلوہ پکا لیتے ہیں۔ یہی شیرہ یہاں سے ملکِ مصر و شام جاتا ہے۔ اس شہر میں ایک قسم کا خربوزہ بھی ہوتا ہے۔ جسے "نابلسی خربوزہ" کہتے ہیں یہ ایسا لذیذ ہوتا ہے کہ بابد و شاید۔ اس شہر کی جامع مسجد نہایت خوشوضع اور مستحکم ہے اور اسکے وسط میں میٹھے پانی کا ایک حوض بھی ہے۔

فصل (۵) شہر عجلون میں ورود

پھر یہاں سے میں شہر عجلون میں آیا۔ یہ نہایت اچھا اور خوبصورت شہر ہے اور بکثرت باغات اور ایک وسیع قلعہ پر مشتمل ہے۔ شہر ہذا کے درمیان سے ایک میٹھے پانی کی نہر نکلی ہے۔

ذکر (۶) وادی غور سے گذرا و امین الامة ابو عبیدة بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُرانوار کی زیارت

پھر لاذقیہ جاتے ہوئے میرا وادی غور سے گذر ہوا۔ یہ دو ٹیکروں کے درمیان ایک میدان ہے اور یہیں ابی عبیدة بن الجراح[(۱)] امین الامة رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مزار مبارک ہے مزار مذکور کی زیارت سے مشرف ہوا۔ یہیں ایک خانقاہ بھی بنی ہے۔ یہاں جو مسافر آتے ہیں اُن کو اسی خانقاہ سے کھانا دیا جاتا ہے۔ ہم نے ایک رات اس خانقاہ میں شب باش رہے تھے۔

فصل (۷) مقام قُصَیر میں ورود اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت

یہاں سے ہم مقام قصیر میں پہنچے یہاں حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا

(۱) محمد فتح اللہ البیلونی نے کتاب ... ابن بطوطہ ... لائبریری ... حضرت ابو عبیدة عامر بن الجراح ہے۔

مزار مبارک ہے اسکی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور حصول یمن و برکت کیا۔

فصل (۸) شہر عکہ میں ورود

پھر ساحل پر سفر کرتا ہوا میں شہر عکہ پہونچا۔ یہ ایک اجاڑ شہر ہے۔ کسی زمانہ میں جبکہ فرنگیون کے ملک شام میں شہر تھے اُن سب کا یہی پایہ تخت اور لنگر گاہ تھا۔ یہ شہر قسطنطنیہ عظمیٰ سے مشابہ ہے اسکے جانب مشرق ایک چشمہ ہے جسکا نام "عین البقر" ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ برتر نے حضرت آدم علے نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اسی چشمہ سے گائے نکالی تھی اسمیں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں لوگ انہیں سے اس چشمہ میں اُترتے ہیں اسمیں ایک مسجد بھی بنی تھی جسمیں سے اب صرف محراب باقی رہگئی ہے۔

ذکر (۹) مزار حضرت صالح علیہ السّلام

اسی شہر میں حضرت صالح علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔

فصل (۱۰) شہر صور میں ورود

پھر یہاں سے میں شہر صور پہونچا۔ یہ ایک ویران شہر ہے ہاں اسکے باہر ایک گاؤں ہے وہ ضرور آباد ہے اسکے باشندے اکثر شیعہ ہیں قریہ مذا میں مجھے ایک تالاب پر جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا کہ اس قریہ کا ایک رہنے والا اس تالاب پر وضو کرنے کیلئے آیا پہلے پاؤں دھوئے پھر منہ دُھویا۔ نہ کلی کی اور نہ ناک میں پانی ڈالا اور پھر سر کے کسیقدر حصہ کا مسح کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم نے اس طرح کیوں وضو کیا اُس نے جواباً کہا کہ عمارت کی ابتدا جڑ سے ہوتی ہے۔

یہ وہی شہر صور ہے جو قلعہ بندی اور تحفظ میں ضرب المثل ہے اسلئے کہ اسکے تین طرف دریا محیط ہے۔ اس شہر میں صرف دو دروازے ہیں ایک دروازہ خشکی کا ہے اور ایک تری کا۔ خشکی کے دروازہ کی چار فصیلیں ہیں جو اسے گھیرے ہوئے ہیں اور ہر فصیل کے لئے آڑیں ہیں تری کے دروازہ کی حفاظت کیلئے دو بڑے بڑے عظیم الشان برج ہیں۔ الغرض دُنیا میں صور سے زیادہ

۹۳۷

AZAD LIBRARY ALIGARH.

عجیب و غریب شان کا کوئی مقام نہ ہوگا کیونکہ اسے تین طرف سے دریا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور چوتھی طرف ایک دیوار ہے۔ اس دریا میں جسقدر کشتیاں آتی ہیں سب اسی دیوار کے نیچے لنگر انداز ہوتی ہیں۔ ان دونوں برجوں کے سامنے ایک زنجیر بندہ و تنی رہتی ہے جبتک یہ گرا نہ دیجائے باہر کا آدمی نہ اندر آسکتا ہے اور نہ اندر کا باہر جا سکتا ہے۔ اس مقام پر سپاہی اور امین تعینات رہتے ہیں انکی اطلاع بغیر نہ کوئی شخص آسکتا ہے اور نہ جا سکتا ہے۔ عکہ کی بندرگاہ بھی ایسی ہی ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ اسکے گھاٹ پر بڑی کشتی نہیں آسکتی صرف چھوٹی کشتیاں اسی مقام پر ٹھہرتی ہیں۔

فصل (۱۱) شہر صیدا میں ورود

پھر یہاں سے میں شہر صیدا پہونچا۔ یہ شہر نہایت اچھا ہے اور دریا کے ساحل پر آباد ہے۔ یہاں میوہ جات کی پیداوار بہت ہے۔ انجیر کشمش اور زیت یہاں سے بلاد مصر یہ تک جاتا ہے۔ شہر ہذا کے قاضی کمال الدین اشمونی کے دولت خانہ پر فروکش ہوا۔ آپ نہایت خوش خلق اور کریم النفس ہیں

فصل (۱۲) شہر طبریہ میں ورود

پھر میں شہر طبریہ میں آیا۔ یہ اگلے زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا لیکن اب کچھ آثار باقی رہگئے ہیں جن سے اسکی عظمت و شان کا پتہ لگتا ہے۔

ذکر (۱۳) حمامہائے گرم و سرد

یہاں کے حمام عجیب و غریب ہیں ہر حمام دوہرے درجہ کا ہے ایک درجہ مردانہ ہے اور ایک زنانہ۔ اسکا پانی بہت گرم ہوتا ہے۔[1] اسکا بحیرہ بھی بہت مشہور ہے اسکا طول تقریباً چھ فرسخ اور

(۱) ابن جبیر نے جو کچھ طبریہ کے حماموں کے متعلق لکھا ہے اسکا ترجمہ درج ذیل ہے۔ طبریہ کے جن حماموں کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ عجائبات دنیا میں سے ہیں وہ وہ حمام نہیں ہیں جو طبریہ کے دروازہ پر بحیرہ کی طرف ہیں کیونکہ ایسے حمام دنیا میں دوسری جگہ بھی نظر آتے ہیں جو حمام عجائبات دنیا میں سے ہیں وہ شہر کے جانب مشرق میں ایک گاؤں میں ہیں جسکا نام حسینیہ ہے اور وادی میں واقع ہیں یہ بہت پرانی عمارت ہے کہتے ہیں کہ اسے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما الصلوۃ والسلام نے بنایا

عرض تین فرسخ کچھہ زاید ہے شہر ہذا میں ایک مسجد بھی ہے۔ جسے "مسجد الانبیاء" کہتے ہیں اسمیں حضرت شعیب علیہ السلام اور انکی صاحبزادی کا مزار مبارک ہے جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ نیز سلیمان علیہ السلام۔ یہودا اور روبیل صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم کے مزارات مقدس بھی ہیں۔ شہر ہذا سے ہم اُس کنوئیں کی زیارت کے لئے بھی گئے جسمیں حضرت یوسف علیہ السلام ڈالے گئے تھے۔ یہ کنواں ایک چھوٹی سی مسجد کے صحن میں ہے اور اسکے متعلق ایک خانقاہ بھی ہے۔ کنواں مذکور بہت گہرا تھا اسمیں جو برسات کا پانی جمع تھا اسے میں نے پیا بھی اسکے مجاورں نے ہم سے بیان کیا کہ اس کنوئیں کے سوت سے بھی پانی نکلتا ہے

فصل (۱۴) شہر بیروت میں ورود

پھر ہم شہر بیروت آئے۔ گو یہ شہر نہایت چھوٹا ہے لیکن اسکے بازار نہایت خوشوضع ہیں اور جامع مسجد بھی نہایت خوشوضع بنی ہے۔ یہاں کی تجارتی اشیاء میں سے میوہ جات اور لوہا ہیں جو شہر مذکور سے بلاد مصر میں جاتے ہیں شہر ہذا میں میں اُن ابو یعقوب یوسف کے مزار مبارک کی زیارت سے بھی مشرف ہوا جنکے متعلق لوگوں کا گمان ہے کہ یہ ملوک مغرب میں سے ہیں جس مقام پر یہ زیارت گاہ ہے وہ "سڑک نوح" کے نام سے مشہور ہے یہ مقام بھی منجملہ بقاع عزیز و محترم کے ہے یہاں ایک خانقاہ بھی ہے جسمیں ہر وارد و صادر کو کھانا دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین[1] نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسمیں ایک بلند عمارت ہے جسکے سامنے کے حصہ سے پانی نکلتا ہے یہ پانی بارہ جگہ سے نکلتا ہے اور ہر چشمہ ایک مرض کے دفع کرنیکے لئے مخصوص ہے چنانچہ جب امراض متعددہ میں سے کسی مرض کا مریض انہیں سے کسی مخصوص چشمہ میں نہاتا ہے تو اللہ برتر کے حکم سے اُسے اُس مرض سے شفا ملجاتی ہے۔ اسکا پانی نہایت صاف شیریں اور رازروئے ذائقہ اور خوشبو کے بہترین ہے۔ یہاں بہت سے مریض معطل الاعضاء ضعیف یا جنکے جسم سے بدبو کے خارج ہونے کا مرض ہو آکر نہاتے ہیں اس کا چشمہ بہت وسیع اور اعلےٰ مقام سے بہتا ہے۔ جس میں لوگ نہاتے ہیں اسکی منفعت ظاہر ہے۔ میں نے ایسے حمام سرت شرمیا میں دیکھے ہیں جو قسطنطنیہ کے حدود میں ہے"۔ کچھہ اور آگے چلکر بیان کرتا ہے کہ "طور سے جو سڑک عکہ جاتی ہے اسپر ایک مقام کفر مندہ ہے اسے مدین بھی کہتے ہیں۔ ہم طور سینا کے مشرق میں اس مقام مدین پر بھی گئے ہیں"۔ عبرانی بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مدین تھا جو ان دونوں حصوں میں پایا جاتا ہے اگر ان دونوں کا تعلق تھا تو کسطرح اسے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

(۱) یہ وہ صلاح الدین ہیں جنھوں نے جنگہائے صلیبی میں معقول امتیاز حاصل کیا ہے۔

اس مقام کے لیے اوقات قائم کئے گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سلطان نورالدین نے قائم کئے تھے۔ ابوایوبؓ اولیاء کرام میں سے ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ انکی بسراوقات صرف پورے پانی پر تھی۔

فائدہ (۱۵) حکایت متعلقہ ابویعقوب یوسف

کہتے ہیں کہ ابویعقوب یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دمشق تشریف لائے اور یہاں آکر سخت بیمار ہوئے۔ انکا دمشق میں اس طرح قیام تھا کہ یہاں کے بازاروں میں پڑے رہتے تھے۔ جب علالت سے شفا پائی تو شہر مذکور سے باہر اس تلاش میں نکلے کہ کہیں باغ کی رکھوالی کی ملازمت ملجائے۔ چنانچہ ملک نورالدین کے یہاں باغ کے محافظین کے زمرہ میں ملازم ہوگئے ابھی چھ مہینے باغ کی رکھوالی میں گذرے تھے کہ میوہ جات کی فصل میں سلطان نورالدین اُس باغ میں آیا۔ باغ کے داروغہ نے ابویعقوب یوسف سے کہا کہ باغ سے سلطان کے کھانے کیلئے انار توڑلاؤ۔ ابویعقوب داروغہ کے حسب حکم کچھ انار توڑلائے چکھنے سے معلوم ہوا کہ ترش ہیں داروغہ نے پھر حکم دیا۔ ابویعقوب شیریں انار لاؤ ابویعقوب دوبارہ گئے اور انار توڑلائے۔ اتفاقاً وہ بھی ترش نکلے۔ داروغہ نے کہا کہ تم کو چھ مہینے باغ کی رکھوالی کرتے ہوئے۔ ابتک تم کو یہ نہ معلوم ہوا کہ کس درخت کے کھٹے انار ہیں اور کس درخت کے میٹھے۔ ابویعقوب نے جواب دیا کہ آپ نے مجھے باغ کی حفاظت کیلئے نوکر رکھا تھا یا انار چکھنے کیلئے۔ داروغہ نے بادشاہ کے پاس حاضر ہوکر سارا ماجرا عرض کیا۔ بادشاہ نے ابویعقوب کو بلا بھیجا۔ اس سے پہلے بادشاہ نے خواب میں بھی دیکھا تھا کہ ابویعقوب سے ملاقات ہوگی اور انکی وجہ سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ بادشاہ نے جون ہی ابویعقوب کی صورت دیکھی پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہیں جو خواب میں نظر آئے تھے دریافت کیا کہ کیا آپ ہی ابویعقوب ہیں آپ نے جواب دیا ہاں مجھی کو ابویعقوب کہتے ہیں یہ سنتے ہی بادشاہ تعظیماً کھڑا ہوگیا اور ابویعقوب سے معانقہ کیا اور سواری میں اپنے پہلو میں بٹھاکر اپنی خاص نشست گاہ میں لے گیا۔ آپکی ضیافت کی اور آپ میں وہی حلال روپیہ صرف کیا جو اپنے دست بازو کی محنت ومشقت سے پیدا کیا تھا۔ ابویعقوب نے کچھ عرصہ تو بادشاہ کے پاس اقامت اختیار کی بعدازاں تین شدت سرما میں پوشیدہ طریقہ سے چلدیئے اور دمشق

کے متعلق ایک گاؤن میں پہونچے یہان ایک غریب آدمی تھا اُسکے یہاں فروکش ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اُسنے کہا بسم اللہ اور مُرغ کا شوربا اور جو کی روٹیاں تیار کر کے آپکے کھانے کے لئے حاضر کیں۔ ابو یعقوب نے کھانا کھا کر اُس غریب کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اُس زمانہ میں اُس کے سب بال بچے وہیں موجود تھے ازانجملہ اُسکے ایک جوان بیٹی بھی تھی جسکی اُسی زمانہ میں شادی ہونے والی تھی۔ اُن آبادیون کے باشندوں کا یہ دستور تھا کہ جب لڑکی کی شادی کرتے تو جہیز بھی دیتے اور ہمیں سب سے زیادہ وہاں تانبے کے برتنوں کی بہت وقعت سمجھی جاتی اور خرید و فروخت میں بھی بجائے قیمت کے وہاں تانبے کے برتنون سے لین دین ہوتا تھا۔ ابو یعقوب نے اُس غریب سے دریافت کیا کہ تمہارے یہان کچھہ تانبا بھی ہے۔ اُسنے کہا جی ہان میں نے اس لڑکی کے جہیز کیلئے لیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ لے آؤ۔ غریب سب تانبے کے برتن لے آیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہمسایہ میں جسقدر تانبے کے برتن مستعار ملیں لے آؤ۔ وہ مسکین جہانتک تانبے کے مستعار برتن ملے سب آپکے پاس لے آیا۔ پھر آپ نے تمام برتن آگ میں تپائے اور آپکے پاس تھیلی میں جو تھوڑی سی اکسیر تھی اُن برتنون پر ڈال دی وہ سب سونے کے ہوگئے۔ بعد ازان آپ نے ان تمام برتنون کو ایک کوٹھری میں مقفل کر دیا اور نور الدین ملک مصر کو ایک خط بدین مضمون تحریر فرمایا: "اس سونے سے غربا کے لئے ایک شفاخانہ بنایا جائے اور اسکے مصارف کے لئے مناسب جائداد وقف کیجائے اور راستہ میں مسافروں کے اُترنے کیلئے مسافرخانے بھی تعمیر کرائے جائیں اور جن جن لوگوں کے تانبے کے برتن تھے انھیں اور اُس غریب صاحب خانہ کو کافی رقم دیجائے" اور آخر خط میں یہ تحریر فرمایا: "ابراہیم ادہم تو ضرور خراسان سے نکلے تھے اور میں انھیں صفات کے ساتھ متصف ملک مغرب سے نکلا ہون۔ والسلام" یہ خط لکھکر اسیوقت ابو یعقوبؒ ہان سے چلدیئے۔ وہ غریب صاحب خانہ ابو یعقوب کا خط لیکر ملک نور الدین کے پاس گیا۔ ملک مذکور بنفس نفیس اس گاؤن میں آیا جہان وہ برتن رکھے تھے۔ سب سونا لدوا لیا اور صاحب خانہ اور برتنوں کے مالکوں کو خوش کر دیا۔ ابو یعقوب کو بہت تلاش کرایا۔ لیکن انکا کہیں پتہ نہ ملا۔ ملک مصر وہ سونا لیکر دمشق واپس گیا اور ایک عظیم الشان شفاخانہ تعمیر کرایا۔ جو ابو یعقوب ہی کے نام سے مشہور ہے اور دُنیا میں اس جیسا کوئی شفاخانہ نہیں۔

فصل (۱۶) طرابلس یکے از دار السلطنتہائے شام

پھر میں شہر طرابلس میں پہونچا۔ یہ شہر ملک شام کے اُن شہرون میں سے ہے جو پہلے ملک مذکور کا پایہ تخت رہ چکے ہیں۔ نیز اس ملک کے مشہور و معروف شہرون میں سے یہ شہر نہایت پر فزا ہے۔ اسمین جا بجا آبادی کے درمیان سے نہریں نکلی ہیں اور ہرے بھرے درختون اور باغات کی کثرت نے اسے ڈھانپ لیا ہے اور گویا دریا نے اپنے جاری فیوض اور زمین نے اپنے مستقل محاسن سے اسے گود میں لیلیا ہے۔ اسکے بازار نہایت دلچسپ اور مزارع بے انتہا فرحت انگیز اور زرخیز ہیں۔ اور دریا اس شہر سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ طرابلس جدید اور نو آباد ہے۔ قدیم طرابلس لب دریا واقع تھا جو روم کی حکومت کے تحت میں رہا ہے۔ ملک ظاہر نے جب مسیحیون کی حکومت اٹھادی اور پھر مسلمانون کے قبضہ میں آیا تو اسوقت وہ تو اکھڑ گیا اور یہ نیا طرابلس آباد ہوا۔ شہر ہذا میں چالیس ترک امرا رہتے ہیں اور یہاں کا خاص حکمران اور امیر طیلان الحاجب ہے جسکا لقب ملک الامرا ہے اور اسکے رہنے کا جو محل ہے اُسکا نام دار السعادۃ ہے اس امیر الامرا کا دستور ہے کہ ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اسکی سواری کا جلوس نکلتا ہے اور تمام امرا اور فوجین معیت میں ہوتی ہیں۔ جب شہر کے باہر جاکر جلوس پلٹتا ہے اور سواری اسکے مکان کے قریب پہونچتی ہے تو تمام امرا گھوڑون سے اتر پڑتے ہیں اور پیادہ پا امیر الامرا کے سامنے ہوکر چلتے ہیں جب یہ محل میں داخل ہوجاتا ہے تو سب اپنے اپنے مکانات واپس چلے جاتے ہیں۔ ہر امیر کی ڈیوڑھی پر روزانہ بعد نماز مغرب نوبت بجتی اور روشنی کیجاتی ہے۔

ذکر (۱۷) اشخاص خاص

وہان کے نامی گرامی اور بڑے لوگون میں سے مندرجہ ذیل حضرات ہیں۔ کاتب السر بہاؤالدین بن غانم فضلا اور محاسب لوگون میں سے ہیں۔ انکی دار و دہش اور جود و کرم بہت مشہور تھا اور انکے بھائی حسام الدین قدس شریف کے شیخ تھے جنکا ذکر گذر چکا ہے انکے ایک بھائی علاؤالدین ہیں جو دمشق میں کاتب السر تھے یہاں کے مشاہیر میں سے قیام الدین ابن مکین ہیں۔

جنکا شمار کبار لوگون میں ہے۔ نیز یہان کے قاضی القضاۃ شمس الدین ابن النقیب ملک شام کی باشندی اور سربرآوردہ علماء میں سے ہیں۔

فائدہ (۱۸) ذکر حمام وحمام سندمو حکایت متعلق سزائی مجرمین درعہد سندمور

شہر ہذا میں حمام نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ انہیں سے قاضی قرمی اور سندمور کے حمام یہ دونوں نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں سندمور مذکور ایک زمانہ میں طرابلس کا حاکم تھا اور مجرمون کے حق میں تو ایسا سخت تھا کہ اسکی سختی کی حکایات زبان زد خواص وعوام ہیں چنانچہ اسکے پاس ایک مرتبہ ایک عورت نے آکر یہ فریاد کی کہ میں دودھ والی ہون اور اسی کی فروخت پر میرا گذارا ہے۔ آپکے فلاں غلام نے مجھ سے زبردستی دودھ لیکر پی لیا۔ امیر سندمور نے اُس غلام کا اس زور سے پیٹ کسا کہ اسکی انتڑیون میں سے وہ پیا ہوا دودھ نکل پڑا۔ اس قسم کی دیگر حکایات بھی اس امیر کی مشہور ہیں جو منجملہ سلطان ظاہر کے دیگر امرا کے عذاب کا حاکم تھا۔ ایسا ہی ملک کبک سلطان ترکستان کو ایک مرتبہ اتفاق پڑا تھا۔

فصل (۱۹) شہر حصن الاکراد (جمع کرد) میں ورود

بعد ازان میں طرابلس سے حصن الاکراد آیا یہ چھوٹا سا شہر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر آباد ہے اسمیں درخت بکثرت اور نہریں بہت زیادہ جاری ہیں شہر ہذا میں ایک خانقاہ بھی ہے جسے خانقاہ ابراہیمی کہتے ہیں۔ یہ کسی بہت بڑے امیر کے نام کی طرف نسبت ہے۔ میں یہاں کے قاضی کے یہان فروکش ہوا تھا جنکا نام فراموش ہوگیا۔

فصل (۲۰) شہر حمص میں ورود

پھر میں شہر حمص پہونچا یہ شہر نہایت دل آویز ہے اور اسکے ہر چہار اطراف بڑی رونق ہے۔

یہان کے درخت بہت ہرے بہرے ہیں اور نہریں نہایت زور وشور سے رواں ہیں بازار نہایت اچھے اور وسیع ہیں جامع مسجد ہر طرح خوبصورتی میں ممتاز ہے مسجد مذکور کے وسط میں ایک بہت بڑا حوض ہے۔ یہاں کے باشندے فضل وکرم میں خاص اختصاص رکھتے ہیں۔

ذکر (۲۱) مزار حضرت خالد ابن الولید سیف اللہ ورسولہ علیہ

شہر مذکور کے باہر حضرت خالد ابن الولید[1] سیف اللہ ورسولہ علیہ کا مزار مبارک ہے یہاں ایک خانقاہ شریف بھی ہے اور مسجد بھی۔ مزار مبارک پر سیاہ رنگ کی چادر پڑی ہے۔ اس شہر کے قاضی جمال الدین شریشی ہیں جنہیں صورت اور سیرت دونوں میں تفوق حاصل ہے۔

باب سیزدہم

فصل (۱) شہر حماۃ میں ورود وذکر تعریف وتوصیف مقام مذکور

پھر میں شہر حماۃ پہونچا۔ شہر ہذا کا شمار ملک شام کے عمدہ تریں شہروں میں یعنی منجملہ اُن بلاد رفیعہ کے یہ شہر نہایت اعلےٰ درجہ کا اور خوبصورت ہے جو امہات شام کہلاتے ہیں۔ نہایت ستھرا اور گلزار ہے۔ ہر چہار اطراف میں سے جس طرف نظر ڈالئے عمدہ عمدہ باغات ورہشت برین کے جلوے نمودار ہیں۔ باغات میں آب رسانی کے لئے بہت بڑے بڑے رہٹ اسطرح ہر وقت چلتے رہتے ہیں کہ اگر ان کی تشبیہ گردوں گردان سے دیجائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اسکے اندر سے ہوتی ہوئی ایک نہر جاری ہے اسکا نام عاصی ہے۔

---

(۱) آپ کے حالات سے کم وبیش اکثر مسلمان واقف ہیں۔ فرنگی مورخین اور تذکرہ نویسوں میں سے اوکلے نے اپنی کتاب ہسٹری اوف دی سیریسنس نے اور بہیکر نے زبان لاطینی میں جو تاریخ اسکندریہ وغیرہ کی لکھی ہے اسکے صفحہ ۱۳ مطبوعہ ۱۸۲۵ء میں نہایت مشرح اور معقول طریقہ پر حالات دیئے ہیں۔ کتب مذکورہ کے ماسوا دیگر کتب میں بھی ان جنرل یا سپہ سالار کے حالات مذکور ہیں۔

ذکر (۲) سرائے منصوریہ و اشعار متعلقہ

شہر کے باہر ایک بہت بڑا مسافر خانہ ہے جسے منصوریہ کہتے ہیں یہ مسافر خانہ شہر سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ یہیں ہر طرح کے بازار موجود ہیں اور حمام بھی نہایت عمدہ اور خوبصورت ہیں شہر حماۃ میں میوہ جات بکثرت ہوتے ہیں چنانچہ یہاں مشمس لوزی بہت اور اسکی گٹھلی کے اندر کی گری نہایت شیرین ہوتی ہے۔

ابن جزی نے اس شہر اسکی نہر اسکے باغات اور رہٹوں کے متعلق ایک بہت بڑے ادیب سیاح شاعر نورالدین ابوالحسن علی بن موسیٰ بن سعید العنسی العماری الغرناطی منسوب بعمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں چونکہ خالی از دلچسپی نہیں اسلئے ملاحظہ ہوں۔

بحر طویل

حمی اللہ من شطی حماۃ مناظرا
وقفت علیھا السمع والفکر والطرفا

چونکہ میں نے حماۃ کے مناظر کے کناروں پر اپنی سماعت، فکر اور آنکھ کو وقف کر دیا ہے اسلئے اللہ انہیں محفوظ رکھے!

تغنی حمامٌ او تمیل خمائل
وتزھی مبان تمنع الواصف الوصفا

پرندے گاتے اور ہرے بھرے درخت جھومتے ہیں۔ اور بلند عمارات نمودار ہیں توصیف کرنے والے ان مناظر کی توصیف سے عاجز ہیں۔

یلومونی ان اعصی الصون والنھی
بھا واطیع الکأس واللھو والقصفا

لوگ مجھے اس امر پر ملامت کرتے ہیں کہ میں فقط اعراتب اور عقل کی کیوں نافرمانی کرتا اور جام شراب اور لہو و لعب کی فرمانبرداری میں مصروف رہتا ہوں۔

اذا کان فیھا النھر عاص فکیف لا
احاکیہ عصیانا واشربھا صرفا

سو جبکہ اس شہر میں نہر عاصی موجود ہے تو بھلا میں عصیان میں کیوں نہ اسکے ہمرنگ ہو جاؤں۔ حال یہ ہے کہ جب میں اس نہر کا خالص پانی بھی پیتا ہوں۔

واشدو والذی تلک النواعیر شدوھا
واغلبھا رقصا واشبھھا عرفا

میں ان رہٹوں کے پاس اسیطرح شعر خوانی بھی کرتا ہوں جسطرح وہ گاتے ہیں میں انسے رقص میں بھی غالب ہوتا ہوں اور پانی لینے اور رنج و مصائب اٹھاتے میں بھی انسے مشابہ ہوں۔

تئن و تذری دمعها وکانها	رونے کی آواز پیدا ہوتی اور آنسو جاری ہوتے ہیں گویا
تهيم بمرءاها وتسأ لها العطفا	وہ اپنے سامنے کے منظر خوش میں حیران و سرگرداں ہیں اور پھر گردش کرکے گرداں ہونا چاہتے ہیں۔

نیز بعض شعراء نے اس شہر کے رہٹوں کے متعلق صنعت توریہ میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

بحر طویل

وناعورة دقت لعظم خطيئتى	میرے گناہ عظیم کیوجہ سے بہت سے رہٹوں نے مجھپر آنسو بہائے
وقد عاينت قصدى من المنزل القاصى	کیونکہ انھوں نے میرا مسافت بعیدہ قطع کرکے آنے کا معاینہ کیا۔
بكت رحمة لى ثم باحت بشجوها	انہیں مجھپر بسبب ترحم کے رونا آگیا اور پھر اپنے رنج کو ظاہر کیا
وحسبك ان الخشب تبكى على العاصى	آپکو صرف اسیقدر دیکھ لینا کافی ہے کہ عاصی کو حال پر لکڑی نالاں ہے

نیز دیگر شعرائے متاخرین کے اشعار صنعت توریہ میں نہر عاصی کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

بحر کامل

یاسادة سكنوا حماة وحقكم	اے ساکنین حماۃ سردار و تمہاری قسم میں اپنی نگہداشت اور
ما حلت عن تقوى وعن اخلاصى	اخلاص کے مراتب سے جدا نہیں ہوا۔
والطرف بعدكم اذا ذكر اللقا	تمہاری غیبت میں جب تمہاری شکل آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے
يجرى المدامع طابعا كالعاصى	تو گنہگار کے مانند آنسوؤں کیطرح آنسو جاری ہوجاتے ہیں

باب چہاردہم

حماۃ سے بصوب حلب روانگی۔ فصل (۱) شہر معرّہ میں ورود

بعد ازاں میں شہر معرہ آیا۔ یہ وہی شہر ہے جسکی طرف شاعر ابو العلاء المعری (۲) منسوب ہے

(۱) دونوں جگہ لفظ "عاصی" میں صنعت توریہ ہے جو نہر کا نام بھی ہے اور جسکے معنی گنہگار کے بھی ہیں۔ شاعری کے صنائع و بدائع اور علم عروض کے متعلق میری کتاب بساتین البلاغۃ ملاحظہ فرمائیے۔ عطاء الرحمن۔

(۲) نہایت مشہور شاعر اور مفسرین خصوصًا اپنے نام ابو العلاء التنوخی اور لقب المعری سے مشہور ہیں۔ تنوخ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے اور سیوطی کہتے ہیں کہ بحرین میں ہے۔ صاحب قاموس اور یوکرک دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ یہ قبیلہ کا نام ہے

اس شہر میں ماسوا اس شاعر کے اور بھی بہت سے بڑے بڑے شعرا گذرے ہیں۔

ابن جزری کہتے ہیں کہ اس شہر کو معرۃ النعمان بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ نعمان بن بشیرؓ انصاری رسول اللہ صلعم کے صحابی جس زمانہ میں حمص کے امیر تھے تو آپکے صاحبزادہ نے یہیں وفات پائی تھی اور اسی مقام معرہ میں دفن کئے گئے۔ اس واقعہ کے باعث اسے معرۃ النعمان کہنے لگے۔ ورنہ اس شہر کو پہلے ذات القصور کہتے تھے۔ بعض لوگ اس نام کی یہ وجہ بھی بتاتے ہیں کہ اس شہر سے بہت ہی قریب نعمان نام کا ایک پہاڑ ہے اسلئے اسے معرۃ النعمان کہتے ہیں۔ گو یہ شہر چھوٹا ہے مگر بہت اچھا ہے۔ یہاں انجیر اور پستہ بہت پیدا ہوتا ہے اور مصر اور شام بھیجا جاتا ہے۔

ذکر (۲) مزار امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؒ

شہر مذکور کے باہر ایک فرسخ پر امیر المومنین عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے نہ اسپر کوئی خانقاہ ہے اور نہ مجاور۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ شہر معرہ اہل تشیع کے قبضہ میں ہے۔ یہ نہایت متعصب اور صحابہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نہایت بغض و عناد رکھتے اور اپر تبرا بھیجتے ہیں اور جس شخص کا نام عمر ہوتا ہے اس سے بھی بغض رکھتے اور بُرا بھلا کہتے ہیں بالخصوص عمر بن عبد العزیز کے ساتھ تو انکے عناد کی کوئی انتہا نہیں۔ غالباً انکے اس فعل کی خاص وجہ یہ ہے کہ اس سے یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعظیم و تکریم ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

فصل (۳) شہر سرمین میں ورود اور یہاں کی صناعات کا ذکر

بعد ازاں ہم شہر سرمین میں آئے یہ نہایت اچھا شہر اور بکثرت باغات پر مشتمل ہے اکثر زیتون کے باغات ہیں یہاں آجری اور زرد صابون بنایا اور مصر و شام میں روانہ کیا جاتا ہے اور ہاتھ دھونے کے لئے یہاں خوشبودار صابون بھی بنتا ہے۔ نیز اور بھی طرح طرح کے سُرخ اور زرد رنگ کے صابون بنائے جاتے ہیں اور اعلیٰ قسم کے سوت سے کپڑے بھی بنے جاتے ہیں۔

فائدہ (۴) حکایت متعلق سبابیہ

یہاں کے باشندے بھی سباب قوم کے ہیں جو عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے

نہایت بغض رکھتے ہیں حتیٰ کہ لفظ "عشر" تک کو جسکے معنی دس کے ہیں اپنی زبان تک نہیں آنے دیتے یہانتک کہ دلال جب بازار میں کوئی چیز نیلام کرتے ہیں اور لفظ "عشر" کہنے پر مجبور ہوتے ہیں تو اسکے بجائے "تسعہ و واحد" یعنی نو اور ایک کہتے ہیں۔ ایک روز اس قوم کا ایک دلال بازار میں کوئی چیز نیلام کر رہا تھا جب "عشر" کہنے کی نوبت آئی تو اُس نے حسب عادت "تسعہ و واحد" کہا وہاں اتفاقاً ایک ترک موجود تھا "تسعہ و واحد" سنتے ہی اُس نے غصہ میں آکر اُس دلال کے سر پر ایک دہوس مارا۔ اور کہا کہ اس دہوس کے زور سے "عشر" کہہ۔ شہر ہذا میں ایک جامع مسجد بھی ہے جسکے نو گنبد ہیں۔ دسواں گنبد اپنے مذہب کی خباثت کی وجہ سے انھوں نے نہیں بنایا۔

باب پانزدہم

فصل (۱) شہر حلب میں ورود۔ اور مقام ہذا کے متعلق ابن جبیر کا بیان

بعد ازاں ہم شہر حلب پہونچے یہ شہر بہت بڑا اور جلیل الشان پایہ تخت ہے۔ ابوالحسن ابن جبیر با ین الفاظ شہر مذکور کی تعریف کرتا ہے۔ یہ شہر نہایت عالی مرتبہ اور ہر زمانہ میں شہرۂ آفاق رہا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی اسپر نیت ڈانواں ڈول اور دلوں میں اسکی آرزو رہی ہے۔ اسکی ہوس میں کئی مرتبہ بادشاہوں کے دلوں میں شمشیر زنی نے جوش مارا ہے اور بارہا سلاطین نے سیف زنی کے ہاتھ بھی دکھلائے ہیں۔

ذکر (۲) قلعہ جات حلب

یہاں ایک نہایت رفیع الشان قلعہ ہے جو اپنی مضبوطی اور دشمن کے روکنے میں زبان زد خواص وعوام ہے۔ جو بھی اس قلعہ میں پناہ گزین ہوا اس امر سے بالکل مستغنی اور بیفکر ہو گیا کہ اسے کوئی رام اور وہ کسی کی اطاعت قبول کر سکے گا۔ قلعہ ہذا کی عمارت سنگین ہے تمام پتھر ایک دوسرے سے جڑے ہیں اور لطف یہ کہ باوجود اسقدر مضبوطی اور استحکام کے ایسا خوبصورت ہے کہ اسکا کوئی جزو

بے ربط اور بدنما نہیں ہے یا یوں کہیئے کہ جو جزو اپنی جگہ پر ہے اُسکی وہ حالت اعتدال ہے جیسا کہ اقتضا تھا۔ اس قلعہ نے بڑے بڑے زمانے اور بڑے بڑے سخت وقت جھیلے ہیں اور تمام خواص و عوام کی اسمیں گنجایش ہے۔ آہ! کہاں ہیں امرائے حمدانیہ اور اُنکے شعرا جو اسمیں رہا کرتے تھے زمانہ کی دست و برد نے اُن سب کو فنا کر دیا لیکن حلب بدستور باقی ہے وہ شہر نہایت عبرت انگیز و تعجب خیز ہیں جنکی بادشاہتیں تو برباد ہو جائیں مگر وہ جیون کے جیون بنے رہیں۔ اور زمانہ کا دست ظلم ان کا بال نہ بیکا کر سکے۔ اور ایسی حالت پیدا ہو کہ پھر وہی شہر نہایت آسانی سے قبضہ میں آجائیں۔ اور جو اُن پر حکومت کرنے کا ارادہ کرے نہایت آسانی سے کامیاب ہو جائے۔ شہر ہذا میں وہ نامور اور جلیل القدر سلاطین گذر چکے ہیں کہ اب انکا ذکر افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ انقلاب زمانہ سے گو شہر میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے لیکن پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ عنفوان شباب کی حالت ہے اور اُس تک کسیکا دسترس نہیں ہوا۔ سیف الدولۃ ابن حمدان کے بعد اسے ترقی کیا ملی گویا جلوۂ عروسانہ اور دل آویز حسن محجوبانہ پایا۔ افسوس کہ وہ زمانہ قریب آرہا ہے جب اسکا شباب پیری سے مبدل ہو جائیگا اور پھر اسے کوئی رغبت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا۔ آہ! اندیشہ ہے کہ یہ سرتاپا حسن پھر ویران ہو جائے۔

شہر ہذا کے قلعہ مذکور کا نام شہباء ہے اسکے اندر ایک صحرا ہے جسمیں ہمیشہ پانی کے چشمے جاری رہتے ہیں۔ اس صحرا کی وجہ سے اس قلعہ میں کبھی پیاسا رہنے کا کھٹکا نہیں۔ اسکے گرد آگے پیچھے کئی دیواریں ہیں اور اسکے گرد نہایت گہری خندق ہے جسمیں ہمیشہ پانی کی سوت جاری رہتی ہے اسکی تمام دیوار پر قریب قریب بُرج بنے ہوئے ہیں اور انمیں نہایت خوش قطع اور اعلےٰ ترتیب سے دو منزلے درجے بنائے گئے ہیں اسکے کھلے ہوئے دریچے خوبصورت اور خوشنما معلوم ہوتے ہیں ہر بُرج پر لوگ رہتے ہیں۔ قلعہ ہذا کی آب و ہوا ایسی اعلےٰ ہے کہ مدتوں کھانا خراب نہیں ہوتا۔ یہاں ایک زیارتگاہ بھی ہے بعض لوگ اسکی زیارت کیلئے بھی جاتے ہیں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسمیں عبادت کیا کرتے تھے[1]۔

---

(۱) علی بن ابی بکر الہروی جنہوں نے ۵۶۹ھ سے صلیبی کے زمانہ میں سیاحت کی ہے اور بادشاہ انگلستان کی قید میں بھی گئے تھے۔ اپنی کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات" میں اس جگہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسکا ترجمہ یہ ہے تا قلعہ حلب کے قلعہ میں مقام ابراہیم الخلیل علیہ السلام ہے اسمیں ایک صندوق ہے جسمیں یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سر مبارک کا

ذکر (۳) محاصرہ کردہ شدہ قلعہ کے متعلق الخالدی شاعر سیف الدولہ کے اشعار

قلعہ ہذا مالک ابن طوق کے قلعہ احیار سے جو شام و عراق کے مابین دریائے فرات پر واقع ہے بہت کچھ مطابق اور مشابہ ہے جس زمانہ میں ظالم بادشاہ قازان تاتاری نے حلب پر لشکر کشی کی تھی تو اس قلعہ کو گھیر لیا تھا اور ایک عرصہ دراز تک اسکا محاصرہ کئے رہا لیکن ناکام واپس چلا گیا ابن جزی کہتا ہے کہ اس قلعہ کے متعلق خالدی شاعر سیف الدولہ[1] نے اشعار ہذا موزون کئے ہیں۔

بحر طویل (۲)

وخرقاء قد قامت علی من یرومها
بمرقبها العالی وجانبها الصعب

قلعہ ہذا اسقدر بلند ہے کہ جو اسکے اوپر سے گذرنے کا قصد کرتا ہے بلند جہا کیوں اور دشوار گذار جوانب سے ایسا جھگڑا اور مستقل ہی سے اسکا مقابلہ کرتا ہے کہ بیچارہ ہمت ہار دیتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹) ٹکڑا رکھا ہے یہ ۸۳۵ھ مطابق ۱۴۳۱ء میں ملا تھا" اس سے آگے چلکر ایک صریح رسم کا ذکر ہے اس رسم کے ادا کرنے میں جو دعائیں پڑہی جاتی تہیں اور جو ادائے حرمت کی صورت تھی اسکا ابتدائی بائبل میں ذکر موجود ہے یہ دعا پہلے ایک ستون کو مخاطب کرکے پڑہی جاتی تھی دیکھئے توراۃ باب ۲۸ آیت ۱۸۔ اسمیں مذکور ہے کہ یعقوب علیہ السلام ان ستونوں میں سے ایک کو کھڑا کرتے تھے اور اسکی چوٹی پر تیل ڈالتے تھے۔ ملاحظہ ہو سیاح مذکور کے الفاظ کا ترجمہ" حلب میں باب یہود سے باہر سڑک پر ایک پتھر ہے اسپر نذریں مانی جاتی ہیں اور اسپر عرق گلاب اور خوشبوئیں ڈالتے ہیں اور مسلمان اور مسیحی دونوں اعتقاداً اس رسم کو ادا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اُسکے نیچے کسی پیغمبر یا ولی کا مزار ہے واللہ اعلم بالصواب" ادریس نے ایک ایسی ہی رسم کا ذکر کیا ہے جیسے بحر ہند کے جزائر میں بہت ادا کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو" شہر بروہ اُن کفار کے آخری شہروں میں سے ہے جنکا کسی چیز پر ایمان نہیں الا پتھر لیکر کھڑے کرتے ہیں اور انپر مچھلی کا تیل ڈالتے ہیں پھر اُنکی پرستش کرتے ہیں۔

(۱) سیف الدولہ کے عہد کے علماء فضلا اور شعراء کے متعلق میں ابو منصور الثعالبی کی کتاب یتیمۃ الدہر سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتا ہوں جہاں اُس نے اپنے منسب کے متعلق لکھا ہے کہ میرے احبہ اور شرفاء اور نجباء میں سے تھے۔ لکھتا ہے" سیف الدولہ کے دربار میں لوگ بہت دُور دُور سے آتے تھے اور ہمیشہ جود و سخا کا بازار گرم رہتا تھا۔ دربار مذکور اُمیدوں کا قبلہ تھا۔ سیاحوں کی فرودگاہ۔ ادیبوں کی مجلس اور شعراء کا جشن گاہ۔ کہتے ہیں کہ خلفاء کے بعد جیسا سیف الدولہ کے دروازہ پر بڑے بڑے جلیل القدر شعرا اور فضلاء کا مجمع رہتا تہا بادشاہوں میں سے کسی کے دروازہ پر نہیں رہا" اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جیسا یہ علم ادب اور شاعری کا قدردان تھا ویسا شاید ہی روئے زمین پر پیدا ہوا ہو۔ خود بھی نہایت اعلےٰ درجہ کا شاعر تھا اور جو دربار میں آتے تھے اُنکے کمال علم و فضل کے پہچاننے کا اُسمیں مادہ بھی تھا۔ اس نظم کا شاعر خالد بھی غالباً انہیں شعراء سے تھا جنکا ڈی ساسی نے ذکر کیا ہے۔

(۲) بلاغت اور عروض کے لئے میری ان فنون میں مختصر اور جامع کتاب " بساتین البلاغت " ملاحظہ فرمائیے۔ عطاء الرحمٰن۔

يجر عليها الجو جيب غمامة
ويلبسها عقدا بانجمه الشهب

گرج اُس قلعہ پر ابر کھینچ لاتی اور اُسکا گریبان پھاڑتی ہے اور پھر اُسے انجم شہاب کا ہار پہناتی ہے۔

اذا ما سرى برق بدت من خلاله
كما لاحت العذراء من خلل السحب

جب بجلی چمکتی ہے تو اُسکے درمیان سے اسطرح ظاہر ہوتی ہے جیسطرح عذرا اپنے چہرہ تابان کو سیاہ زلفوں سے نمودار کرتی ہے۔

فكم من جنود اماتت بغصة
وذى سطوات قد ابانت على عقب

کتنے ہی لشکر ہیں جو اسکے ہاتھوں رنج و مصیبت میں پڑ کر تباہ و برباد ہوگئے اور پھر دبدبہ والوں کو اُلٹے پیروں واپس ہونا پڑا۔

نیز شاعر مذکور کے یہ نادر اشعار بھی ملاحظہ فرمایئے۔

بحر بسیط (۱)

وقلعة عانق العيوق سافلها
وجاز منطقة الجوزاء عاليها

یہ ایسا قلعہ ہے کہ اسکے زیرین درجہ نے عنقا سے مصافحہ کیا اور بالائی درجہ اسقدر بلند ہے کہ جوزا سے بھی تجاوز کر گئی ہے

لا تعرف القطر اذ كان الغمام لها
ارضا توطأ قطريه مواشيها

جب اسپر ابر ہوتا ہے تو اسکی سرزمین بارش کے مینہ کو جانتی ہی نہیں جسکے اطراف کو مویشی روندتے ہیں۔

اذا الغمامة راحت غاض ساكنها
حياضها قبل ان تهمى عواليها

جب یہاں ابر جاتا ہے تو ساکنین قلعہ کے حوضوں کو اس سے پہلے فیض پہونچتا ہے کہ وہ ابر اُنپر جاری ہو۔

يعد من انجم الافلاك مرقبها
لو انه كان يجرى فى مجاريها

اگر اسکے برج بھی سیاروں کیطرح گردش کرتے ہوتے تو انپر سے افلاک کے سیارے بھی گنے جا سکتے تھے۔

ردت مكايد اقوام مكايدها
ونصرت لدواهيهم دواهيها

اسکی چالاکیوں نے اقوام کے فکروں کو انکے منہ پر مارا اور اسکی آفات نے بہادروں کی بہادری کی مدد کی۔

اسکی تعریف میں جمال الدین علی بن ابی المنصور کی طبع آزمائی بھی ملاحظہ فرمایئے۔

بحر کامل (۱)

كادت لبون سموها وعلوها
تستوقف الفلك المحيط الدائرا

دُور نہیں کہ وہ اپنی کمال بلندی اور رفعت و استحکام سے فلک الافلاک کی گردش کو روک دے۔

(۱) بلاغت اور عروض کے لئے میری ان فنون میں مختصر اور جامع کتاب "بساتین البلاغۃ" ملاحظہ فرمایئے۔ عطاء الرحمن۔

وردت قواطنها المجرۃ منہلا
ورعت سوائمہا النجوم ذوا ہرا
ویضل صرف الدہر منہا خایفا
وجلا فما یمسی لدیہا حاضرا

اس قلعہ کی برجون پر کہکشاں اسطرح وارد ہوتی ہے جسطرح لوگ گھاٹ یا آبخور پر آتے ہیں اسکی دوڑنے والی چیزیں کواکب کی اُسیطرح حفاظت کرتی ہیں جسطرح کلیون کی حفاظت کیجاتی ہے زمانہ کی گردشیں بخوف ہلاکت اُس سے ایسی دور رہتی ہو کہ کلہ دہشت کی وجہ سے اُسکے قریب بھی نہ پھٹکے گی۔

ذکر (۴) حلب کی وجہ تسمیہ

شہر حلب کو حلب ابراہیم بھی کہتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علے نبینا وعلیہ سلامہ کی اسی شہر میں بود و باش تھی آپ کے پاس بہت سی بکریاں تھیں فقرا و مساکین اور آنے جانے والون کو آپ انہیں بکریون کا دودھ پلایا کرتے تھے آپکے اس فعل کی یہانتک شہرت ہوئی کہ یہان لوگ قافلے کے قافلے آتے اور دریافت کرتے کہ "حلب ابراہیم" کہان تقسیم ہوتا ہے۔ چونکہ یہی شہر مبارک حلب کی تقسیم کا مقام تھا اسلئے اس شہر کو حلب ابراہیم کہنے لگے۔

ذکر (۵) بازار ہائے حلب

شہر مذا دُنیا کے اُن نامی اور مشہور شہرون میں سے ہے جنکی حسن وضع اور خوش ترتیبی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ بازارون کی نہایت مناسب وسعت اور ایک بازار کا دوسرے بازار سے ایسا اچھا سلسلہ ہے کہ شاید و باید۔ اسکے تمام بازار مسقف اور چھتیں لکڑی کی ہیں۔ تمام دکاندار سایہ میں نہایت راحت سے دکانداری کرتے ہیں۔ اس شہر کا چوک نہایت اعلےٰ خوشوضع اور وسیع ہے۔ باوجودیکہ اسکی اسقدر وسعت ہے پھر بھی خوش وضعی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ چوک مذکور کے وسط میں ایک مسجد ہے اور اسکی ہر سڑک مسجد مذکور کے محاذ میں واقع ہوتی ہے۔

ذکر (۶) جامع مسجد حلب مدارس و شفاخانہ جات

اس شہر کی جامع مسجد نہایت شاندار اور خوبصورت ہے اسکے ضمن میں ایک بہت بڑا حوض ہے

اور اسکے اطراف میں نہایت وسیع سنگ مرمر کے فرش کا صحن ہے ممبر میں تو بس کاریگری ختم ہے جسمین ہاتھی دانت اور آبنوس کا جڑاؤ کام ہے۔ جامع مسجد مذکور کے قریب ایک مدرسہ بھی ہے جسکی عمارت حسن وضع اور عمارت میں اسی مسجد کی شان کے برابر ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مدرسہ امرائے بنی حمدان نے بنوایا ہے ماسوا اس مدرسہ کے شہر میں تین مدرسے اور بھی ہیں اور ایک بہت بڑا شفاخانہ بھی ہے۔

ذکر (۷) محاسن حلب و اشعار متعلقہ

شہر ہذا کا سواد نہایت ہموار، فراخ اور کشادہ ہے جسمیں نہایت لہلہاتا سبزہ زار اور زراعتین ہیں۔ اور عناب کے درخت نہایت اعلےٰ ترتیب سے لگے ہیں۔ یہان کے تمام باغات نہایت دلچسپ لب جو ہیں اس شہر سے جو نہر نکلی ہے یہ وہی عاصی نہر ہے جو شہر حماۃ سے ہوکر نکلی ہے اس نہر کا نام عاصی اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اسے بہتا ہوا دیکھکر بظاہر یہ ہوتا ہے کہ پستی سے بلندی کی طرف بہتا ہے بیرون شہر اسقدر دلچسپ اور خوش وضع ہے کہ وہان جانے سے بے انتہا طبیعت منشرح اور دل مسرور ہوتا ہے۔ فرحت کی یہ خوبی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آتی۔ شہر ہذا اس قابل ہے کہ سلطنت کا پایہ تخت بنایا جائے۔ ابن جزی نے کہا ہے کہ حلب کے محاسن بیان کرنے میں شعراء نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے شہر کے اندر اور باہر کی بہت تعریف کی اور شاعری کی داد دی ہے ابو عبادہ بحتری کے حلب کی تعریف میں چند اشعار ملاحظہ ہون۔

بحر کامل (۱)

یا برق اسفر عن قویق فطالتی	اے بجلی اعلےٰ قصر بطیاس کی جانب سے خواہشمندان
حلب فاعلی القصر من بطیاس	حلب کے سرون پر سے چمک جا۔
عن منبت الورد المعصفر صبغہ	اور اُس خطۂ زمین کے ہر گوشہ پر سے بھی چمک جا جہان گلاب
فی کل ضاحیۃ ومجنی الآس	زعفرانی رنگ کا اُگتا ہے اور وہاں اسکے پھول چنے جاتے ہیں۔
ارض اذا استوحشت ثم تذکرت	تمہاری سرزمین شہر حلب اور سواد حلب کی یاد سے مجھے وحشت
حشدت علی فاکثرت ایناسی	پیدا ہوتی ہے اور اسکی محبت انس کا اثر مجھپر تسلط جما لیتا ہے۔

(۱) علم فن بلاغت اور عروض پر میری کتاب بساتین البلاغۃ ملاحظہ فرمایئے جسمین ان فنون پر نہایت شرح و بسط کیساتھ بحث کیگئی ہے۔

اسکے متعلق زبردست اور اعلےٰ شاعر ابوبکر الصنوبری کا کلام بھی ملاحظہ ہو۔

بحر متقارب (۱)

سقى حلباً المزن مغنى حلب	بارش کے پانی نے حلب کو اس درجہ سیراب کر دیا کہ
فكم وصلت طرباً بالطرب	سرور و نغمی سے مالا مال ہو گیا۔
وكم مستطاب من العيش لذ	بہت سی اعلیٰ عیشون کے لطف کا حلب میں سے تعلق
بها اذ بها العيش لم يستطب	کیونکہ اسی کی وجہ سے عیش منغّص ہوتی ہے۔
اذا نشر الزهر اعلامه	جب کلیاں اپنے جھنڈوں۔ سواریوں اور جھنڈوں پر
بها ومطارفه والعذب	چمکتی ہیں۔
علا وحواشيه من فضة	تو صبح کے وقت اطراف و کنارے مصفےٰ نقرئی اور خالص
تروق وأوساطه من ذهب	زرین ہو جاتے ہیں۔

اسکے متعلق ابو العلاء المعری کے اشعار ذیل بھی خالی از دلچسپی نہ ہونگے ملاحظہ ہوں۔

بحر خفیف (۱)

حلب للورد جنة عدن	شہر حلب میں جو آتا ہے اسکے لئے یہ جنت عدن ہے
وهي للغادرين نار سعير	جو وفادار نہیں ہیں انکے لئے دوزخ کا طبقہ ہے۔
والعظيم العظيم يكبر في عينيه	اس شہر میں جو چھوٹی سے چھوٹی چیز ہے وہ دونوں آنکھ
منها قدر الصغير الصغير	میں بڑی سے بڑی معلوم ہوتی ہے۔
فقويق في انفس القوم بحر	یہاں کی نزہتگاہ مقام قویق لوگوں کی نظر میں دریا
وحصاة منه مكان ثبير	اور اسکے سنگ ریزے بجائے جبل ثبیر کے ہیں۔

اسکے متعلق ابو الفتیان بن حیوس کا کلام بھی ملاحظہ ہو۔

بحر بسیط (۱)

يا صاحبي اذا اعياكما سقمي	ساتھیو! جب میرا مرض تمہیں عاجز کر دے تو تم مجھے
فلقياني نسيم الريح من حلب	کی ہوائے نسیم سے ملوا دو۔

(۱) علم فن بلاغت اور عروض پر میری کتاب بساتین البلاغۃ ملاحظہ فرمائیے جسمیں ان فنون پر نہایت شرح و بسط کیساتھ بحث کیگئی ہے۔

من البلاد التی کان الصبا سکنا فیہا وکان الہوا العذری مزادیے	یہ اُن شہروں میں سے ہے جو بادِ نسیم کا مسکن ہیں بلکہ صرف یہی مسکن ہوا اور میری منصود ہوا ئے عذری کا مسکن بھی یہی ہے

اسکے متعلق ابو الفتح کشاجم کا کلام بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

بحر متقارب (۱)

وما امتعت جارہا بلدۃ کما امتعت حلب جارہا	اپنے ہمسایہ سے کسی شہر کو یہ فیض تمتع حاصل نہیں۔ جیسا حلب سے اسکے ہمسایہ کو حاصل ہے۔
بہا قد تجمع ما تشتھی فزرہا فطوبی لمن زارہا	اسکے ماسوا ایسا کوئی شہر نہیں جسمیں تمام آرزوئیں جمع ہوں اسلئے جسکو ایسے شہر کی زیارت حاصل ہوا ہے مبارکباد ہے۔

اسکے متعلق ابو الحسن علی بن موسیٰ بن سعید الغرناطی العنسی کا کلام بھی حاضر ہے۔

بحر خفیف (۱)

حادی العیس کم تنیخ المطایا سق بروحی من بعدھم فی سیاق	شتربان تو اونٹوں کو کتنا بٹھاتا اور منزل مقصود پر پہونچنے میں تاخیر ڈالتا ہے سواریوں کو جلد ہانک لے چل میری روح سخت مفارقت کی کشمکش میں ہے۔
حلب انہا مقر غرامی ومرامی وقبلۃ الاشواق	حلب ہی تو ہے جو میرے عشق و محبت کی قرارگاہ ہے اور یہی منتہی آرزو اور قبلۃ الاشواق ہے۔
لک خلا جوشن وبطیاس وال سعید من کل وابل غیداق	ماسوا جوشن۔ بطیاس۔ اور سعید کے ہر اُس مقام کی سیر تفریح گاہ ہے جس مقام کی زمین زرخیز ہے۔
کم بہا مرتع لطرف وقلب فیہ سقی المنی بکاس دھاق	جس سے آنکھوں کو کیا کچھ آسودگی اور دل کو سیری حاصل ہوتی ہے یہی تو وہ مقام ہے جہاں پر تمناؤں کی آسودگی کا جام چھلکتے ہیں
وتغنی طیورہ لارتیاح وتثنی غصونہ للعناق	یہاں پرندے مارے خوشی کے چہچہاتے ہیں اور یہاں کی شاخیں بغلگیر ہونیکے لیے لچکتی ہیں۔

(۱) علم فن بلاغۃ اور عروض کے لئے میری کتاب بساتین البلاغۃ ملاحظہ فرمائیے جسمیں ان فنون پر نہایت شرح و بسط کیساتھ بحث کیگئی ہے۔

وعلو الشهباء حيث استدارت	حلب کا قلعہ شہبا اسقدر بلند ہے کہ اسکے گرد آسمان کے تارے
انجم الا فوق حولها كالنطاق	کمر بند کیطرح گھومتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

ذکر (۸) متعلق حاکم حلب و قضاۃ

حلب کا حاکم ملک الامراء ارغون الدوادار ملک ناصر کے اکبر امرا میں سے اور منجملہ فقہائے رجال کے نہایت عادل ہے لیکن بہ نسبت اور امراء کے اسمیں کسیقدر بخل کا مادہ ضرور ہے۔ شہر ہذا میں ہر چہار مذاہب کے چار قاضی ہیں۔ مذہب شافعی کے قاضی قاضی کمال الدین زملکانی شافعی المذہب ہیں۔ آپ بہت بڑے عالی ہمت کبیر القدر کریم النفس و خوش خلق اور بہت بڑے عالم متبحر جملہ علوم میں مہارت رکھتے ہیں آپ کو ملک ناصر نے اپنی دار السلطنت میں قاضی القضاۃ مقرر کرنے کیلئے بلایا تھا لیکن اسکی نوبت نہ آئی اور آپ نے راستہ ہی میں مقام بلبیس میں انتقال فرمایا جس زمانہ میں آپ حلب کے قاضی مقرر ہوئے تھے تو دمشق اور دیگر مقامات کے شعراء نے آپ کی خدمت میں قصائد پیش کئے تھے چنانچہ اُن شعراء میں سے شام کے ایک شاعر شہاب الدین ابوبکر محمد ابن الشیخ المحدث شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن نُباتہ القریشی الاُموی الفارقی بھی ہیں جنہوں نے ایک بہت طویل مدحیہ قصیدہ پیش کیا تھا اسکے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

ذکر (۹) قاضی القضاۃ کیمتعلق مدحیہ قصیدہ از محمد بن نباتہ

بحر کامل

اسفت لفقدك حلب الفيحاء	وسیع محلہ حلب کو تیری مفارقت سے افسوس ہوا اور قلعہ شہبا
وتباشرت لقدومك الشهباء	کے تیرے آنے سے نصیب جاگ گئے ہیں۔
وعلا دمشق وقد رحلت كآبة	دمشق تیری بدولت بلند مرتبہ ہوا اور تونے وہاں کی ساری مصیبتیں
وعلا بها حلب سنا وسناء	دُور کر دیں اور حلب نے سربلندی، نشو و نما اور رونق حاصل کی۔
قد أشرقت دار سكنت فناءها	وہ مقام جسکے ہمسایہ میں تو سکونت گزین ہوا بلا شبہ روشن ہوا
حتى غدت ولنورها لألاء	یہانتک کہ اسکی کلیوں کو بھی آب و تاب حاصل ہوئی۔

(۱) علم فن عروض اور بلاغۃ پر میری جامع کتاب بساتین البلاغۃ ملاحظہ فرمائیے۔ عطاء الرحمن۔

یا سایرا سقی المکارم والعلی
ممن یجل عندک الکرماء

اے ممدوح جسقدر علیہ مکارم ومراتب ہیں سب تجھی سے سیراب ہیں تیری وہ ذات ہے جسکے مقابلہ میں بڑے بڑے جود وسخا والے بخیل شمار کئے جاتے ہیں۔

ھذا کمال الدین لذ بجنابہ
تنعم فثم الفضل والنعماء

ممدوح کمال الدین کی جناب میں تو پناہ لے اور فیضان نعمت حاصل کر کیونکہ فضیلت اور نعمتیں سب وہیں ہیں۔

قاضی القضاۃ اجل من ایامہ
تغنی بھا الایتام والفقراء

قاضی القضاۃ کا زمانہ اجلال آیا یہ وہ زمانہ ہے جس سے یتیم اور مساکین غنی ہوتے ہیں۔

قاض ذکی اصلا وفرعا فاعتلی
شرفت بہ الاباء والابناء

چونکہ قاضی مذکور کی اصل اور فرع دونوں پاک ہیں اسلئے اسپر اجداد بھی فخر کرتے ہیں اور اولادیں بھی۔

من الالاہ علی بنی حلب بہ
للہ وضع الفضل حیث یشاء

اللہ برتر کا بنی حلب پر اسکی ذات سے بہت بڑا احسان ہے۔ واقعی اللہ جسپر چاہتا ہے اپنا فضل مبذول کرتا ہے۔

کشف المعمی فھمہ وبیانہ
وکانما ذاک الذکاء ذکاء

ممدوح کے فضل وبیان نے بڑے بڑے معمے حل کر دیئے اسکے ذہن کی ذکاوت کیا ہے گویا آفتاب ہے۔

یا حاکم الحکام قدرک سابق
عن ان تسرک رتبۃ شماء

اے حاکموں کے حاکم تیرا مرتبہ اس سے بھی فوقیت رکھتا ہے کہ کوئی بلند مرتبہ تجھے خوش کر سکے۔

ان المناصب دون ھمتک التی
فی الفضل دون محلھا الجوزاء

کل مناصب تیری اُس ہمت عالی کے سامنے بالکل پست جو فضیلت میں ستارہ جوزا سے بھی بڑھکر ہے۔

لک فی العلوم فضائل مشھورۃ
کالصبح شق لہ الظلام ضیاء

تیرے علم کی خوبیاں اسطرح تام وکمال طریقہ پر ظاہر ہیں جسطرح جب صبح ہوتی ہے تو تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں

ومناقب شھد العدو بفضلھا
والفضل ما شھدت بہ الاعداء

تیرے وہ مناقب ہیں جنکے فضل کا مخالف بھی معترف ہے واقعی فضل بھی وہی ہے جسکا دشمنوں کو بھی اعتراف ہو

یہ قصیدہ پچاس بیتوں سے بھی جائز تھا۔ جب قصیدہ ہذا قاضی کمال الدین کی خدمت میں

پیش کیا گیا، تو اسکے صلہ میں شاعر مذکور کو بہت کچھ درہم اور خلعت دی گئی۔ اس قدر دانی سے شعرائے عہد مارے رشک وحسد کے جل گئے اور اسکے اشعار پر بایں الفاظ تنقید شروع کی کہ آغاز میں لفظ "افسوس" لانا طرز قصیدہ گوئی کے خلاف ہے ابن جزی کی بھی یہ رائے ہے کہ قصیدہ مذکور دیگر قصائد سے نسبتاً اکمل نہیں ہے ہاں مقطعات میں یہ شاعر بیشک بڑا زبردست اور بلاد مشرقیہ میں اپنے وقت کا ملک الشعراء ہے اور خطیب ابویحیٰ عبدالرحیم بن نباتہ خطب مشہورہ کے منشی کی اولاد میں سے ہے۔ ملاحظہ ہو قطعہ ہذا اسکے مقطعات نادر میں سے جو صفت توریہ میں ہے۔

ذکر (۱۰) قاضی مذکور کی مدح میں صفت توریہ میں بہترین قصیدہ

بحر کامل (۱)

عَلِقْتُهَا غیداً حَالِيَة العلى	میں ایسی زبردست معشوقہ کے عشق میں گرفتار ہوا جو اپنے
تجنی علی عقل المحب وقلبه	عاشق کی عقل اور قلب کو محبت کا مجرم ٹھہراتی ہے۔
بخلت بدوّ بلوء ثغرها عن لاثم	اپنے مجرم عشق کے حق میں اپنے گوہر دندان سے اسقدر
فغدت مطوّقة بما بخلت به	بخل پر کمربستہ ہوئیکی وجہ اسکے گلے میں موتیوں کا طوق ڈالا گیا

حلب کے قاضیوں میں سے قاضی القضاۃ الحنفیہ الامام المدرس ناصر الدین بن العدیم حسن صورۃ حسن سیرۃ دونوں خوبیوں میں ممتاز اور حلب ہی کے قدیم باشندہ ہیں شعر ذیل انکے حسب حال ہے۔

بحر طویل (۱)

تراه اذا ما جئته متهللا	تو جب اس دولتمند کو اپنی طرف آتا دیکھیگا تو چہرہ پر سائل کے
كانك تعطيه الذي انت سائله	آثار نمایاں ہونگے اور وہ دینے والا معلوم ہوگا۔

رہے وہاں کے قاضی القضاۃ مالکیہ ان کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا ہاں اتنا ضرور ہے کہ مصر میں انکا بڑا وثوق تھا اور عہدہ ہذا کو انھوں نے بلا استحقاق حاصل کیا تھا۔ قاضی القضاۃ حنابلہ کا بھی نام مجھے یاد نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ صالحیہ دمشق کے باشندوں میں سے تھے۔ یہاں کے نقیب الاشراف بدر الدین ابن الزہرا ہیں اور فقہائمیں سے شرف الدین بن عجمی انکے عزیز واقارب بھی اس شہر حلب کے بڑے لوگوں میں سے ہیں

(۱) علم فن عروض اور بلاغت یہ سب کی کتاب بساتین البلاغۃ ملاحظہ فرمائیے۔ عطاء النبی۔

باب (۱۶) شانزدہم

حلب سے بصوب دمشق سفر

فصل (۱) شہر تیزین میں ورود

بعد ازان میں حلب سے شہر تیزین پہونچا۔ یہ شہر قنسرین کے راستہ پر واقع اور نیا آباد ہے اسے ترکمانون نے آباد کیا تھا۔ اسکے بازار نہایت خوش وضع اور مسجدین نہایت مستحکم اور عمدہ ہیں اور شہر ہذا کے قاضی بدرالدین عسقلانی تھے۔

ذکر (۲) قنسرین

قنسرین بہت قدیم اور بڑا شہر تھا اب بالکل ویران اور اجاڑ ہے۔ صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔

فصل (۳) شہر انطاکیہ میں ورود

اسکے بعد میں شہر انطاکیہ آیا یہ بہت بڑا اور قدیم شہر ہے اور اسکی شہرپناہ تو اسقدر مضبوط و مستحکم ہے کہ ملک شام کے شہرون میں سے کسی شہر کی شہرپناہ اسکے ٹکر کی نہیں جس زمانہ میں ملک ظاہر نے یہ شہر فتح کیا تھا تو اسکی شہرپناہ گروادی تھی۔ اسکی آبادی بہت بڑی اور مکانات نہایت خوش وضع اور پیراز حسن خوبی ہیں باغوت اور نہرون کی انمیں بڑی کثرت ہے شہر کے باہر نہر عاصی روان ہے۔

ذکر (۴) مزار حضرت حبیب النجار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی شہر مین حضرت حبیب النجار رضی اللہ تعالے عنہ کا مزار ہے اسکے ساتھ ایک خانقاہ بھی

ملحق ہے جسمیں زائرین اور یہاں کے رہنے والوں کو کھانا ملتا ہے۔ اس خانقاہ کے شیخ نہایت صالح اور معمر ہیں ان کا اسم گرامی محمد ابن علی تھا، عمر کچھ اوپر سو برس کی ہوگی۔ لیکن قوی نہایت درست تھے۔ مجھے ایک دن شیخ مذکور کے ایک باغ میں جو شہر سے باہر تھا جانے کا اتفاق ہوا دیکھا کہ آپنے لکڑی کا ایک گٹھ باندھا اور اپنے کندھے پر لاد کر اپنے مکان پر جو شہر کے اندر تھا لے آئے آپکے صاحبزادہ کو بھی مین نے دیکھا ہے انکی عمر ۸۰ سال سے کچھ اوپر تھی۔ پیٹھ جھک گئی تھی اور اچھی طرح اُن میں کھڑے ہونے کی قوت نہ تھی۔ جو شخص ان دونوں باپ بیٹوں کو دیکھتا ہے باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ سمجھتا ہے۔

فصل (۵) حصن بغراس میں ورود

بعد ازان مین حصن بغراس میں آیا۔ یہ بہت بڑا اور نہایت مستحکم قلعہ ہے اسکا فتح کر لینا وہم میں بھی نہیں آتا۔ قلعہ ہذا میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں۔ یہیں سے بلاد سیس کو راستہ جاتا ہے یہ تمام شہر ارمنی کافرون کے ہیں۔ لیکن سب ملک ناصر کی رعایا اور اسے خراج دیتے ہیں یہاں کے درہم بہت کھری چاندی کے ہوتے ہیں انکا نام "بغلیہ" ہے۔ اس حصن بغراس میں دبیزیہ کپڑا بنا جاتا ہے قلعہ ہذا کا حاکم صارم الدین ابن الشیبانی ہے اسکا ایک لڑکا بھی ہے جسکا نام علاء الدین اور ایک بھتیجا ہے جسکا نام حسام الدین ہے ان دونوں کو خدا نے فضل و کرم سے امتیاز بخشا ہے آخر الذکر کی مقام رصص میں سکونت تھی اور بلاد ارمن تک تمام راستوں کی حفاظت کا بندوبست انہیں سے متعلق

فائدہ (۶) حکایت متعلق ارمنیان

ایک مرتبہ ارمنیوں نے امیر حسام الدین پر کچھ جھوٹی اور خلاف باتیں گھڑ کر الزام لگایا اور ملک ناصر سے شکایت کی۔ ملک مذکور نے ان مفتریوں کی باتوں میں آکر حلب کے امیر الامراء کے نام حکم جاری کیا کہ امیر حسام الدین کو پھانسی دیدی جائے۔ جب حلب کے امیر الامراء نے تعمیل حکم کا ارادہ کیا۔ تو امیر حسام الدین کے ایک دوست کو بھی جو ملک ناصر کے بہت بڑے امرا میں سے تھا پہونچی۔ اس نے ملک ناصر سے جاکر کہا کہ آقائی! امیر حسام الدین ملک کا

بہترین امراء میں سے اور مسلمانوں کا بڑا خیر خواہ ہے۔ راستوں کی خوب حفاظت کرتا اور بہت بڑا بہادر اور جواں مرد ہے۔ ارمنی مسلمانوں کے ملک میں بہت بڑے بڑے فسادات برپا کرتے رہتے ہیں صرف اسکی ذات ہے جو ان کو فوراً دبا دیتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ قوم چاہتی ہے کہ کسی طرح امیر حسام الدین قتل کر دیا جائے تاکہ اسلامی شوکت میں ضعف آجائے۔ الغرض ساری حقیقت حال ملک ناصر سے عرض کر دی۔ اسکے بعد ملک موصوف نے امیر حسام الدین کے متعلق ایک دوسرا حکم باین الفاظ جاری کیا کہ یہ رہا کر دیا جائے۔ اور اس کو خلعت مرحمت اور اپنی جگہ پر مامور رہو۔ یہ حکم ملک مذکور نے ایک ڈاک کے ہرکارہ کو دیا جس کا نام اقوش تھا۔ جو سخت اور اہم ہی کاموں پر بھیجا جاتا تھا۔ اُسے یہ بھی حکم کیا کہ جسقدر عجلت اور تیزی کے ساتھ ہو یہ حکم فوراً جا کر حلب میں پہنچا دے۔ چنانچہ اس نے پانچویں ہی دن لے حلب میں پہنچا دیا۔ حالانکہ مصر سے حلب تک ایک مہینہ کی مسافت تھی اور اُسوقت عین موقعہ پر جا کر دیا جب امیر حسام الدین کو حاضر کر کے پھانسی گھر لئے جاتے تھے اللہ برتر نے اس حکم کے عین وقت پر پہونچ جانے سے امیر مذکور کو پھانسی سے بچا دیا اور امیر مذکور اپنی جگہ پر واپس ہو گیا۔

میری امیر حسام الدین سے عمق میں ملاقات ہوئی۔ اسوقت اسکے ساتھ بغراس کا قاضی شریف الدین الموتی بھی تھا۔ یہ مقام انطاکیہ اور تیزین کے مابین واقع ہے۔ رہا بغراس یہاں ترکمان لوگ اپنے مویشی لیکر اترا کرتے ہیں یہ نہایت عمدہ اور بہت وسیع چراگاہ ہے۔

ذکر (۷) حصن القُصیر میں ورود

بعد ازاں میں بغراس سے حصن القُصیر میں آیا۔ یہ قلعہ بہت اچھا ہے اور یہاں کا حاکم امیر علاء الدین ہے یہاں کے قاضی شہاب الدین الارمنتی ہیں دیار مصریہ کے رہنے والوں میں سے ہیں۔

ذکر (۸) حصن الشُغر بکاس میں ورود

پھر میں یہاں سے حصن الشغر بکاس میں آیا یہ ایک زبردست قلعہ ہے جو پہاڑ کی

چوٹی پر بنا ہوا ہے۔ قلعہ ہذا کے حاکم سیف الدین الطنطاش ہیں۔ یہ ایک بہت بڑے فاضل شخص ہیں۔ اور قلعہ مذکور کے قاضی جمال الدین اصحاب تیمیہ میں سے تھے۔

ذکر (۹) شہر صہیون میں ورود

بعد ازاں میں شہر صہیون میں آیا۔ یہ نہایت خوبصورت شہر اور بکثرت جاری نہروں پر مشتمل ہے اور ہرے بھرے درختوں کی بھی یہاں بہت فراوانی ہے اور یہاں ایک بڑا زبردست قلعہ بھی ہے۔ اس مقام کے امیر کا نام ابراہیمی اور یہاں کے قاضی محی الدین حمصی ہیں۔

ذکر (۱۰) عیسیٰ البدوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار

اسکے باہر باغ کے وسط میں ایک خانقاہ ہے جہاں ہر زائر اور یہاں کے رہنے والے کو کھانا ملتا ہے۔ خانقاہ مذکو صالح و عابد عیسیٰ البدوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے متعلق ہے۔ میں اس مزار کی زیارت سے بھی مشرف ہوا ہوں۔

ذکر (۱۱) حصن القدموس میں ورود

بعد ازاں یہاں سے میں حصن القدموس آیا پھر

ذکر (۱۲) حصن المینقہ میں ورود

حصن المینقہ میں آیا۔

اذکار (۱۳) حصون العلیقہ۔ المصیاف اور الکہف میں ورود اور فرقہ اسمعیلیہ کا ذکر

بعد ازاں میں حصن العلیقہ (اسکا واحد العلیق ہے) حصن مصیاف۔ پھر حصن الکہف آیا

یہ تمام قلعہ جات فرقہ اسمٰعیلیہ کے قبضہ میں ہیں ان کا لقب فداویہ بھی ہے صرف اسی فرقہ کے شخص ان میں داخل ہو سکتے ہیں[1]۔ اس فرقہ کے افراد گویا ملک الناصر کے تیر ہیں۔ جہاں کہیں عراق وغیرہ میں ملک مذکور کا کوئی دشمن ہوتا ہے وہ انکا نشانہ ہے۔ ان سب کے سلطان مذکور کے یہاں سے وظائف مقرر ہیں۔ جب ملک مذکور کو اپنے کسی دشمن کو ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے تو انہیں سے کسی کو آمادہ کر دیتا ہے۔ اور خاص اس کام کے لئے جو مقررہ رقم منظور ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنا کام کر کے زندہ بچ آیا تو اُسے ورنہ اسکی اولاد یا پس ماندہ ورثاء کو دیدی جاتی ہے۔ انکے پاس زہر آلود خنجر رہتے ہیں جسکے قتل کے لئے یہ معمور ہوتے ہیں اُسے انہیں خنجروں سے قتل کر دیتے ہیں کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے داؤں گھات میں کامیاب نہیں ہوتے اور قتل ہو جاتے ہیں۔ ان افراد کو بھی واقعہ امیر قراسنقور کے ساتھ پیش آیا واقعہ یہ ہے کہ جب امیر مذکور عراق کی طرف بھاگ گیا تو اسی فرقہ میں سے کچھ آدمیوں کو اسکے قتل کیلئے مامور کیا۔ چونکہ امیر مذکور نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے رہا کرتا تھا اسلئے اسکے سارے داؤں گھات امیر مذکور کے قتل کرنے میں پیش نہ گئے اور یہ قتل کا بیڑا اٹھانے والے خود مقتول ہوتے۔

ذکر (۱۴) امیر الامرا قراسنقور کا تاریخی حال

قراسنقور کبار امرائے مصر میں سے تھا۔ جو لوگ ملک الاشرف۔ شاہ ناصر کے بھائی کے قتل میں شریک تھے اُن میں یہ بھی شامل تھا۔ جب ملک الناصر کے ہاتھ میں ملک کی زمام آئی اور اسکی حکومت پورے طریقہ پر جم گئی اور سب پر اسکی سطوت سلطنت کا اثر غالب ہو گیا تو اپنے بھائی کے قاتلوں کو تلاش کرنے لگا۔ ایک ایک کو پکڑ کر اپنے بھائی کا قصاص لیتا۔ ساتھ ہی یہ مصلحت بھی تھی کہ کہیں یہ لوگ میرے ساتھ بھی ویسا ہی نہ کریں جیسا میرے بھائی کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اس زمانہ میں قراسنقور۔ حلب کا امیر الامرا تھا۔ ملک مذکور نے تمام ممالک کے امرا کے نام یہ حکم صادر فرمایا کہ اپنے ماتحت تمام لشکروں کو عام تیاری کا حکم دیدیں اور ایک میعاد

(۱) اس فرقہ کو حشیشین بھی کہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے محمد حسن فانی کی کتاب دبستان مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴۴۳۔ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بابت ماہ مئی و جون ۱۸۲۴ء۔ و نفحات الانس آغاز کتاب سے کچھ بعد۔ نیز میری مبسوط کتاب "تاریخ حشیشین"۔ عطاء الرحمٰن۔

مقرر کردیں کہ اُسوقت تک حلب میں تمام افواج جمع ہوجائیں اور ایسی تدابیر عمل میں لائیں ، کہ قراالنقور گرفتار ہوجائے ۔ چنانچہ جب ملک کے حسب الحکم افواج حلب پہونچ گئیں تو قراالنقور کو سخت اندیشہ پیدا ہوا ۔ اسکے آٹھ سو ذاتی غلام تھے یہ اُنکی معیت میں صبح کے وقت سوار ہوکر نکلا اور ملک الناصر کی تمام فوج کی تعداد بیس ہزار تھی ۔ اسے آگے بڑھنے سے روک دیا اور اُس تمام فوج کو چیرتا پھاڑتا اور نیچا دکھاتا نکل آیا ۔ اور امیرالعرب مہنا بن عیسیٰ کے مکان میں جو حلب سے دو منزل کے فاصلہ پر تھا چلا گیا ۔ اسوقت مہنا شکار پر گیا ہوا تھا ۔ یہاں قراالنقور گھوڑے سے اُتر پڑا اور اپنی پگڑی اپنے گلے میں ڈالکر یا یں الفاظ فریاد کی " بجوارِ یا امیرالعرب " یعنی " میں امیرعرب کی پناہ مانگتا ہوں " اسوقت یہاں ام الفضل جو مہنا کی بیوی اور اسکے چچا کی لڑکی تھی موجود تھی اس نے جواب دیا کہ " میں نے تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو پناہ دی " قراالنقور نے عرض کیا کہ " میں بال بچوں اور تمام اسباب کو بھی یہیں طلب کئے لیتا ہوں " ۔ ام الفضل نے کہا " اسکا آپ کی مرضی پر انحصار ہے ۔ آپ یہاں ہماری پناہ میں ٹھہر سکتے ہیں " چنانچہ قراالنقور وہاں ٹھہر گیا ۔ جب مہنا شکار سے واپس آیا تو اس نے قراالنقور کی نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ مہمان نوازی اور تواضع و مدارات کی ۔ اور بال بچوں اور مال و اسباب کے متعلق دریافت کیا ۔ اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ حلب سے سب یہیں میرے پاس آجائے ؟ مہنا نے اپنے حقیقی اور چچا زاد بھائیوں کو جمع کرکے اس باب میں مشورہ کیا ۔ بعضوں کی رائے تو قراالنقور کی آرزو کے حق میں ہوئی اور بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ ہم چونکہ ملک شام کی ملک ناصر کی عملداری میں رہتے ہیں اسلئے اس سے جنگ کرنا خلاف مصلحت ہے ۔ جب سب اپنی اپنی رائے قائم کرچکے تو مہنا نے کہا کہ میں تو مہمان کی مرضی کے مطابق کرونگا اور اسے سلطان عراق کے پاس ساتھ لیکر جاؤنگا ۔ اس اثنا میں یہ خبر موصول ہوئی کہ قراالنقور کے بال بچے ڈاک چوکی سے مصر بھیجدئے گئے ۔ اس واقعہ کے بعد مہنا نے قراالنقور سے کہا کہ آپ کے متعلقین کے ہاتھ آنے کی اب کوئی تدبیر نہیں نظر آتی ۔ ہاں اتنی بات ضرور ہاتھ میں ہے کہ آپکا جو مال اسباب حلب میں ہے اُسکی خلاصی کے لئے ہم کوشش کرتے ہیں ۔ پس مہنا کے زیر اہتمام

جتنی تو میں تھیں اُن سب کو تیاری کا حکم دیدیا اور تقریباً پچیس ہزار اپنی معیت میں سلئے اور سوار ہو کر حلب پہونچا۔ اور وہاں جاکر قلعہ کا دروازہ پھونک دیا۔ اور اسپر متصرف ہو گیا۔ قلعہ مذکور میں جسقدر مال و اسباب تھا وہ بھی سب قرا النقور کا تھا۔ اور جو کچھ بھی اُسکے متعلقین باقی تھے اُن سب کو وہاں سے لیکر اپنے ہمراہ لے آیا۔ بس صرف اسیقدر کارروائی کی۔ آپ آپ یا تو اسے تعدی کہہ لیجئے یا اسکا جو جی چاہے نام رکھ لیجئے۔ بعد ازاں مہنا اور اسکی معیت قرا النقور اور انکے ساتھ امیر حمص الافرم یہ سب ملک عراق کے پاس روانہ ہوئے۔ عراق کا سلطان ملک محمد خدابندہ اسوقت قراباغ میں تھا۔ یہ مقام سلطانیہ اور تبریز کے درمیان واقع ہے اور موسم گرما میں سلطان یہیں رہا کرتا ہے۔ ان سب کا سلطان نے نہایت عزت و احترام سے استقبال کیا۔ اور انکو اتارا۔ اسکے بعد مہنا کو عراق عرب کا ملک دیا۔ اور قرا النقور کو شہر مراغہ۔ یہ مقام عراق عجم سے ہے اور اسے دمشق صغیرہ بھی کہتے ہیں۔ اب رہا افرم اسے ہمدان کا ملک دیا۔ یہ سب مدت دراز تک اسی سلطان کے پاس رہے۔ امیر حمص الافرم نے تو یہیں وفات پائی۔ اسکے بعد ملک ناصر سے مہنا نے بہت کچھ عہد و پیمان لئے اور پھر وہاں سے ملک مذکور کے پاس واپس آگیا۔ اور قرا النقور بدستور وہیں رہا۔ ملک ناصر ہمیشہ اس آخر الذکر یعنی قرا النقور کی تاک میں لگا اور موقعہ کا منتظر رہتا اور برابر فرقہ اسمعیلیہ کے لوگونکو اسکے قتل کرانے کی تدبیریں بھیجتا رہتا۔ چنانچہ کچھ فداویہ قرا النقور کے محل میں بھی پہونچ گئے لیکن دھوکہ کھاکر بجائے اسکے دوسرے کو قتل کر دیا۔ ایک مرتبہ یہ سواری کی حالت میں تھا کہ کچھ فداویہ اسپر ٹوٹ پڑے کہ کسی طرح اسے قتل کر ڈالیں۔ الغرض فداویہ کا ایک بڑا گروہ قرا النقور کے قتل کے جھگڑے میں مارا گیا۔ یہ اسقدر محتاط تھا کہ کسی وقت بھی اپنے تن سے زرہ جدا نہ کرتا اور ہمیشہ لکڑی یا لوہے کے مکان میں سویا کرتا۔ جب سلطان محمد خدابندہ نے داعی اجل کو لبیک کہی اور اسکا بیٹا ابوسعید والی مملکت ہوا تو جوبان کبیر کا جو سلطان ابوسعید کے امرا میں سے تھا اور اسکے بیٹے دوعاش کا ملک ناصر کے پاس بھاگنے کا واقعہ پیش آیا۔ جو عنقریب ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔ اس واقعہ کے پیش آنے سے سلطان ابوسعید اور ملک الناصر کے مابین مراسلت شروع ہوئی اور یہ امر طے پایا کہ سلطان ابوسعید

ملک الناصر کے پاس قراالنقور کا سر اور ملک ناصر ابوسعید کے پاس دمرعاش کے سر بھیجدے چنانچہ ملک ناصر نے ایسا ہی کیا۔ جب قراالنقور کو اپنے متعلق فیصلہ کا علم ہوا۔ تو اس نے یہ کارروائی کی کہ اسکے پاس ایک انگوٹھی رہا کرتی تھی اور اُسکے نگینہ کے نیچے سم قاتل پوشیدہ رہا کرتا تھا۔ اس نے نگینہ اکھاڑ کر سم چوس لیا اور راہی ملک عدم ہوا۔ سلطان ابوسعید نے اس واقعہ کی ملک ناصر کو اطلاع دیدی اور سر بھیجنے کی ضرورت نہ سمجھی۔

فصل (۱۵) شہر جبلہ میں ورود

بعد ازاں میں فرقہ فداویہ کے قلعوں سے شہر جبلہ آیا۔ اس شہر میں نہریں بکثرت جاری ہیں اور درخت سرسبز وشاداب نہایت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ دریا یہاں سے ایک میل کی مسافت پر ہے۔

ذکر (۱۶) مزار حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اسی شہر میں مشہور ولی صالح حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے انکے متعلق یہ مشہور ہے کہ سلطنت کو خیرباد کہکر اللہ کے ہورہے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسا لوگوں کا گمان ہے یہ بادشاہ زادہ نہ تھے بلکہ انکے والد یا جد ادہم بھی فقرائے صالحین میں سے بڑے سیاح عابد وزاہد متقی اور ماسوا اللہ سے بالکل تارک تھے۔ ابراہیم مذکور کو سلطنت وراثتہً اپنے نانا کی طرف سے بیشک پہونچی ہے۔

فائدہ (۱۷) حکایت متعلق حضرت ابراہیم بن ادہمؒ

مذکور ہے کہ ایک دن ادہم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گذر ہوا آپ ایک نہر کے کنارے جو باغات کے اندر سے ہوتی ہوئی نکلتی تھی بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ اچانک دیکھا کہ نہر مذکور میں ایک سیب بہتا ہوا آرہا ہے خیال کیا کہ اسکے کھالینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ اٹھا کر کھالیا۔ جب کھاچکے تو یہ وسوسہ پیدا ہوا۔ کہ میں نے سیب کے مالک کی

اجازت نہیں لی اور ناجائز طریقہ پر کھا لیا ہے۔ اس خیال سے مالک باغ کے پاس گئے کہ جاکر اُسے اس امر کی اطلاع دیدیں۔ تاکہ اسکی اجازت سے حلال ومباح ہوجائے۔ چنانچہ باغ کے دروازہ کو جہاں سے یہ سیب بہکر آیا تھا کھٹکھٹایا۔ آواز سُنکر ایک لڑکی باہر آئی آپنے اُس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔ اُسے بھیجدے۔ اُس نے عرض کیا کہ وہ تو عورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اس سے پوچھ لے۔ میں خود حاضر ہوجاؤں چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ اُس خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور سارا واقعہ کہہ سُنایا۔ خاتون مذکور نے جواب دیا کہ باغ نصف تو میرا ہے اور نصف سُلطان کا ہے اور وہ یہاں نہیں ہیں بلخ تشریف لیگئے ہیں۔ جس کی اس مقام یعنی بخارا سے دس دن کی مسافت ہے۔ اُس نے اپنا سیب کا نصف حصہ تو آپ کو معاف کردیا۔ اب باقی رہا دوسرا نصف آپ اسے معاف کراتے بلخ تشریف لے گئے۔ جب یہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کیساتھ جارہی تھی۔ اُسی حالت میں آپ نے سارے واقعہ کی بادشاہ کو خبر دیدی اور نصف سیب کی معافی کے طالب ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا اسوقت تو میں کچھ نہیں کہتا۔ کل میرے پاس تشریف لائیے۔ اسکی ایک نہایت حسینہ وجمیلہ لڑکی تھی اور بہت سے شاہزادوں کی نسبت کے پیغام اُسکے لئے آچکے تھے۔ لیکن اس شاہزادی کا باپ یعنی بادشاہ انکار کردیا کرتا تھا۔ کیونکہ لڑکی عبادت اور نیکوکاروں کو بہت دوست رکھتی تھی اسلئے اسکی یہ خواہش تھی کہ دُنیا کے کسی متورع زاہد سے اسکا نکاح ہو جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہم کا سارا قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں نے ایسا متورع شخص کہیں نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرنے کے لئے بخارا سے آیا ہے۔ جب اُس لڑکی نے یہ کیفیت سُنی تو نکاح منظور کرلیا۔ جب دوسرے دن ادہم بادشاہ کے پاس آئے تو اسنے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کرینگے میں آپ کو نصف سیب معاف نہ کرونگا۔ ادہم نے کمال انکار کے بعد چاروناچار نکاح کرنا منظور کرلیا۔ چنانچہ بادشاہ نے لڑکی کا ادہم کے ساتھ نکاح کردیا۔ جب ادہم خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ لڑکی نہایت آراستہ وپیراستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی

تھی نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے۔ ادہم ایک گوشہ میں جاکر نماز میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس حالت میں صبح ہو گئی۔ اور متواتر سات شبیں اسیطرح گذر گئیں۔ اور اتنک سلطان نے سیب کا نصف حصہ انھیں معاف نہ کیا تھا اسلئے آپ نے بادشاہ کو بطور یاد دہانی کہلا بھیجا کہ آپ وہ معاف فرمادیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جبتک آپ کا میری لڑکی کے ساتھ اجتماع کا اتفاق نہ ہوگا میں نہ معاف کرونگا۔ آخر کار شب ہوئی اور ادہم اپنی بیوی کے ساتھ اجتماع پر مجبور ہوئے۔ آپ نے غسل کیا۔ نماز پڑھی اور ایک چیخ مار کر مصلے پر سجدہ میں گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو ادہم رحمۃ اللہ علیہ مردہ تھے بعد ازان اُس لڑکی سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ چونکہ ابراہیم کے نانا کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اسلئے سلطنت ابراہیم کو ملی۔ آپکے سلطنت چھوڑنے کا جو واقعہ مشہور ہے اُس کی اصل بھی یہی ہے۔

ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزار پر ایک نہایت عمدہ خانقاہ بنی ہے اسمیں ایک پانی کا حوض بھی ہے۔ اور یہاں ہر زائر اور مقیم کو کھانا دیا جاتا ہے۔ اس خانقاہ کے مہتمم ابراہیم العجمی کبار صالحین میں سے ہیں۔ یہاں بنصف ماہ شعبان کو لوگوں کا بکثرت اژدحام ہوتا ہے اور تمام اطراف ملک شام سے آتے اور تین دن یہاں رہتے ہیں۔ اس زمانہ میں شہر کے باہر بہت بڑا بازار لگایا جاتا ہے۔ اور ہر طرح کی اشیا کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں تمام اطراف واکناف عالم سے بہت سے فقرا مشائخ اور متبحرات وین آکر جمع ہوتے ہیں۔ جو شخص مزار مبارک کی زیارت کے لئے آتا ہے وہ مجاور مزار کو کچھ موم ضرور پیش کرتا ہے حتےٰ کہ اسکے بہت بڑے انبار ہو جاتے ہیں۔ اس شہر کے باشندے اکثر نصیریہ فرقہ کے ہیں۔

ذکر (۱۸) فرقہ نصیریہ

اس فرقہ والون کا عقیدہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ خدا ہیں۔ یہ لوگ نہ نماز پڑھتے۔ نہ طہارت کرتے اور نہ روزہ رکھتے ہیں۔ جب ملک الظاہر نے انہیں مجبور کیا کہ اپنے مواضعات میں مسجدیں بنائیں۔ تو ہر گاؤں کے متعلق مسجد تو بنالی

لیکن آبادی سے بہت دور۔ نہ تو اُن مساجد میں کبھی جاتے اور نہ انہیں آباد کرتے۔ بلکہ اکثر ان میں ان لوگوں کے مویشی اور جانور رہا کرتے تھے۔ جب کبھی ان میں کوئی مسافر اترتا اور اذان دیتا تو وہ لوگ کہتے کہ "رینگ نہیں تیرا دانہ چارہ تجھے دیدیا جائیگا" یہ فرقہ کثیر التعداد ہے۔

فائدہ (۱۹) حکایت متعلق فرقہ نصیریہ

لوگ مجھسے کہتے تھے کہ ایک مرتبہ اس فرقہ کا شہروں میں سے ایک گمنام آدمی آیا اور ان سے کہا کہ اللہ برتر نے تمہاری ہدایت کے لئے مجھے مامور کیا ہے۔ جب اس فرقہ کے لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے ان سب سے وعدہ کیا کہ میں تم سب کو ایک ایک شہر کا بادشاہ کردوں گا۔ چنانچہ اس نے ملک شام کے شہروں کو ان پر تقسیم کر دیا اور جو شہر جس کے نامزد کرتا اسے اسپرچڑھائی کا حکم دیدیتا۔ اور ان کو ایک زیتون کا پتہ دیکر کہتا کہ یہ بجائے فرمان کے ہے۔ اسے اپنا پشت پناہ سمجھو۔ جب اسکے حکم کے بموجب کوئی اپنے نامزد شدہ شہر میں جاتا اور لوگ اسے وہاں کے حاکم کے پاس حاضر کرتے تو وہ اس سے کہتا کہ امام مہدی نے مجھے یہ شہر عطا کیا ہے اگر وہ حاکم کہتا کہ فرمان کہاں ہو تو اسے وہ زیتون کا پتہ دکھا دیتا جسکا انجام یہ ہوتا کہ مارا جاتا اور قید ہوتا۔ آخر اس گمنام شخص نے یہ حکم نافذ کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کرو۔ اور جنگ کا آغاز شہر جبلہ سے ہو۔ اور حکم دیا کہ تلواروں کے بجائے آس پاس کے درختوں کی چھڑیاں ہاتھ میں لے لیں اور وعدہ کیا کہ یہ چھڑیاں وقت جنگ تمہارے ہاتھوں میں تلوار ہو جائیں گی۔ چنانچہ اُن سب نے بموجب حکم شہر جبلہ پر غدر کر دیا۔ جب شہر مذکور کے مسلمان نماز جمعہ میں مشغول تھے یہ انکے گھروں میں گھس آئے۔ اور بہت کچھ بیحرمتی کی۔ مسجد ہی میں اس واقعہ سے مسلمانوں میں شورش پیدا ہوگئی انھوں نے ہتیاروں کو سنبھال لیا اور ان غداروں کو جس طرح بھی بن پڑا قتل کیا۔ جب واقعہ ہذا کی خبر لاذقیہ پہونچی تو وہاں کا حاکم بہادر عبداللہ اپنی فوج لیکر جبلہ روانہ ہوا اور اس واقعہ کی خبر رسانی کے لئے نامہ بر کبوتر طرابلس کی طرف اڑائے گئے جب وہاں کے امیرالامرا کو ان نامہ بروں کے ذریعہ خبر پہونچی تو وہ بھی اپنی افواج لیکر قاہرہ سے جبلہ آپہونچا اور اس غدار فرقہ کا اسقدر جو

تک تعاقب کیا۔ ان غداروں میں سے تقریباً بیس ہزار کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا اور جو باقی بچے
تھے انھوں نے پہاڑوں میں بھاگ کر پناہ لی اور ملک الامراکو یہ کہلا بھیجا کہ اگر آپ ہمارے
امن کے ذمہ دار ہوجائیں تو ہم فی کس ایک دینار دینے کے لئے تیار ہیں۔ ساتھ ہی نامہ برکبوتر
طرابلس ہی کی سمت نہیں بلکہ ملک ناصر کے پاس بھی خبر رسانی کے لئے اُڑا ئے جا چکے تھے۔
وہاں سے بھی یہی جواب آیا کہ ان غداروں کو تیغ و شمشیر سے انکے کیفر کردار تک پہنچایا جائے
جواب آنے پر ملک الامرانے ملک ناصر کی طرف مراجعت کی اور اُس سے یہ عرض کیا کہ یہ لوگ
مسلمانوں کی طرف سے مزروعہ زمین میں کام کیا کرتا ہے اگر یہ سب قتل کردیے جائینگے
تو مسلمانوں کے فوائد میں بہت بڑا ضعف لاحق ہوجائے گا۔ اس بنا پر ملک ناصر نے اُن کی
جان بحالی کا حکم دیدیا۔

فصل (۲۰) شہر لاذقیہ میں ورود

بعد ازاں شہر جبلہ سے شہر لاذقیہ آیا۔ یہ ایک قدیم شہر ہے جو دریا کے ساحل پر واقع
ہے لوگ کہتے ہیں کہ لاذقیہ وہی شہر ہے جسکے بادشاہ کا کلام اللہ میں ان الفاظ میں ذکر ہے
یاخذ کل سفینۃ غصبا[1] یعنی ہر کشتی کو غصب کرلیا کرتا تھا۔ اس شہر میں میں ولی صالح
عبدالحسن اسکندری سے ملنے گیا تھا۔ لیکن جب شہر مذکور میں پہونچا تو وہ شیخ یہاں موجود نہ تھے
حجاز تشریف لے گئے تھے۔ انکے بعض اصحاب شیخ صالح بجائے اور شیخ یحیی سلاوی سے
ملاقات ہوئی۔ ان ہر دو شیوخ کا قیام علاؤالدین ابن البہا کی مسجد میں تہا۔ یہ شخص فضلائے
شام میں سے اور اس ملک کے کبار اشخاص میں سے تھا۔ اسکے یہاں ہر وقت صدقات
جود و سخا کا بازار گرم رہتا تھا۔ مسجد ہذا کے پاس اس نے ایک خانقاہ بھی بنائی تھی جس میں
ہر آنے والے اور رہنے والے کو کھانا ملتا تھا۔ اس شہر کا قاضی بہت بڑا فقیہ اور فاضل
المسمی بہ جلال الدین عبدالحق مصری مالکی نہایت کریم اور طیلان کے ملک الامرا علاؤ الدولہ
میں سے تھا۔ اسی وجہ سے اس نے لاذقیہ میں اسے قاضی مقرر کیا تھا۔

(۱) کلام مجید سورہ ۱۸۔ آیت ۷۰۔

فائدہ (۳۱) حکایت متعلق ابن المویّد ہجّا

شہر لاذقیہ میں ایک شخص ابن المویّد الہجار نام کا تھا۔ نہ تو اسکی زبان سے کسیکو امان تھی اور نہ اسکا مذہب ہی ٹھیک تھا۔ لیکن اپنی بے دینی چھپائے رکھتا تھا۔ اور نہایت بُری اور ملحدانہ باتیں کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً طیلان کے امیر الامرا سے اسکا کوئی کام پڑا۔ لیکن جب اسکی غرض نہ نکلی تو اس کاوش سے یہ مصر پہونچا اور اسے امور شنیعہ سے متہم کرکے پھر لاذقیہ واپس آیا۔ طیلان نے قاضی جلال الدین کو لکھا کہ کوئی شرعی سبب نکالکر ابن المویّد کے قتل کی فکر کرو۔ چنانچہ قاضی مذکور نے ابن المویّد کو اپنے گھر بلایا۔ اور دونوں میں باہم بحث ہوئی۔ اسکے دل میں جو ابن المویّد کی بیدینی کی باتیں تھیں۔ انھیں گفتگو ہی گفتگو میں ظاہر کردیا۔ اس سلسلہ میں ابن المویّد نے اور بھی بڑی بڑی بیدینی کی باتیں ظاہر کیں اور وہ ایسی تھیں جنکی ادنیٰ سزا قتل ہو سکتی تھی۔ قاضی نے پس پردہ چند گواہ بھی بٹھا رکھے تھے اور انھوں نے ابن المویّد کی کل تقریر قلمبند کرلی تھی۔ جب قاضی پر اسکی بیدینی ثابت ہوگئی تو اسے قیدخانہ میں قید کردیا۔ اور سارا واقعہ ملک الامرا طیلان کو لکھ بھیجا اسکے بعد اسے قیدخانہ سے نکالکر اسکے دروازہ ہی پر پھانسی دیدی۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ امیر الامرا طیلان طرابلس کی حکومت سے معزول کردیا گیا اور اسکے بجائے قرطیہ جو کبار امرا میں سے تھا۔ طرابلس کی حکومت سپرد ہوئی۔ چونکہ حاج قرطیہ۔ طیلان سے پہلے بھی طرابلس کا امیر الامرا تھا۔ اس بنا پر اسکے اور طیلان کے مابین عداوت تھی۔ چونکہ اُسی حکومت پر پھر حاج قرطیہ مامور ہوا۔ اسلئے اسے موقعہ ملا اور طیلان کے عہد حکومت کی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر خرابیاں نکالنے لگا۔ موقعہ پاکر متوفی ابن المویّد کے بھائیوں نے بھی اپنے بھائی کا معاملہ حاج قرطیہ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے قاضی جلال الدین اور ان گواہوں کو جنھوں نے متوفی مذکور کے بارہ میں شہادت دی تھی حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ سب حاضر ہوئے تو قرطیہ نے حکم دیا کہ ان سب کو شہر کے باہر جہاں لوگوں کو پھانسی دیجاتی ہے لیجاکر پھانسی دیدی جائے۔ یہ پھانسی کے نیچے بٹھلائے گئے اور انکے عمامے اتار لئے گئے۔ اس ملک کے امرا کا چونکہ یہ دستور تھا کہ جب

کسی کی پھانسی کا حکم دیتے تو اس جگہ کا حاکم امیر کے دربار سے گھوڑا دوڑاتا ہوا پھانسی دئے جانے کے مقام پر آتا اور پھر واپس جاکر مکرر امیر سے پھانسی دے جانے کی اجازت مانگتا حتیٰ کہ اسیطرح تین مرتبہ امیر کے پاس آمدورفت کرتا اگر تیسری مرتبہ بھی امیر پھانسی دینے کی اجازت دیدیتا تو پھانسی دیجاتی۔ چنانچہ قاضی جلال الدین اور اسکے ساتھی کے قتل کے معاملہ میں بھی حاکم لاذقیہ نے ایسا ہی کیا۔ جب تیسری مرتبہ حاکم لاذقیہ امیر کے پاس اجازت لینے گیا ہے۔ تو تمام حاضرین دربار نے اپنی پگڑیاں اُتار ڈالیں اور عرض کیا! یا امیر! اسلام کی اس میں سخت توہین اور بدنامی ہے کہ قاضی اور شاہدوں کو پھانسی دیجائے۔ امیر نے انکی شفاعت قبول کرلی اور قاضی کو مع گواہوں کے رہا کردیا۔

ذکر (۲۲) دیر قاروس و تحفظ

شہر لاذقیہ کے باہر ایک بہت بڑا دیر ہے۔ جسکا نام دیر قاروس ہے۔ یہ دیر ملک شام کے تمام دیروں سے بڑا ہے۔ یہاں بڑے بڑے راہب رہا کرتے ہیں۔ اور مسیحی بہت دُور دُور سے اسکی زیارت کو آتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں میں سے جو اُترتا اسکی مسیحیوں کی طرف سے روٹی۔ پنیر۔ زیتون۔ سرکہ اور کھیر کی دعوت ہوتی ہے۔

اس شہر لاذقیہ کا لنگر گاہ ملک شام کے تمام لنگر گاہوں سے اچھا ہے اسپر دو برج بنے ہوتے ہیں۔ انکے درمیان ایک بہت بڑی زنجیر لگی رہتی ہے۔ جبتک یہ زنجیر نہیں گرائی جاتی اسوقت تک نہ کوئی اس لنگر گاہ میں آسکتا ہے اور نہ جاسکتا ہے۔

ذکر (۲۳) حصن المرقب میں ورود

پھر میں یہاں سے قلعہ مرقب آیا۔ یہ منجملہ کبار قلعہ جات کے ہے۔ اسکی وضع قطع قلعہ کرک سے ملتی جلتی۔ قلعہ ہذا پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر بنا ہوا ہے اسکے باہر ایک مسافرخانہ ہے۔ یہیں مسافر اُترتے ہیں اور قلعہ جات کے اندر نہیں جانے پاتے۔ اسے رومیوں سے ملک منصور قلاؤون نے فتح کیا تھا۔ اور اب اسپر اسکے بیٹے ملک ناصر کی حکومت ہے۔

قاضی قلعہ برہان الدین مصری ہیں جو مرقب کے بہت بڑے قضاۃ اور بڑے لوگوں میں سے ہیں۔

ذکر (۲۴) جبل اقرع میں ورود

بعد ازاں میں جبل اقرع آیا۔ یہ ملک شام کے پہاڑوں میں سب سے بڑا پہاڑ ہے اس پہاڑ پر دریا اور دریا کے رہنے والوں کو جو چیز پہلے پہل نظر آتی ہے وہ ترکمان قوم ہے اس پہاڑ پر چشمے اور نہریں بکثرت ہیں۔

ذکر (۲۵) جبل لبنان میں ورود

بعد ازاں میں جبل لبنان آیا۔ یہ بہت بڑا اور تمام دنیا کے پہاڑوں میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب ہے۔ اسمیں طرح طرح کے میوہ جات پیدا ہوتے اور پانی کے چشمے اور سایہ دار درخت پیدا ہیں یہ پہاڑ زاہدوں۔ صالحوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ برتر کے لئے دنیا کو خیرباد کہدیا ہے۔ کبھی خالی نہیں رہتا۔ اس امر میں یہ پہاڑ بہت مشہور ہے۔ مجھے خود ایک ایسے صالحوں کے گروہ دیکھنے کا اتفاق ہوا جنہیں دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا اور ماسوا اللہ سے انقطاع کر کے صرف اسی کے ہو رہے تھے یہ ایسی گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ انکے نام تک سے کوئی آگاہ نہیں۔

فائدہ (۲۶) حکایت متعلق فقرائے کوہ لبنان

بعض صالحین سے اس پہاڑ پر مجھے شرف نیاز حاصل ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک زمانہ میں ہم اس پہاڑ پر فقرا کی ایک جماعت کے ساتھ شدید سرما میں تھے اور سردی سے بچاؤ کے لئے آگ روشن کر رکھی تھی اور بیٹھے ہوئے تاپ رہے تھے اس اثنا میں حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ آگ تو ایسی ہے کہ اگر اسمیں کوئی جانور بھونا جاتا تو خوب لطف آتا۔ اس اثنا میں فقرا میں سے ایک فقیر جو بظاہر بہت ہی حقیر معلوم ہوتا تھا اور نظروں میں

کوئی وقعت نہ رکھتا تھا یولا کہ میں عصر کے وقت حضرت ابراہیم ادہم کی عبادتگاہ میں تھا۔ وہاں دیکھ آیا ہوں کہ ایک گورخر برف میں پھنسا ہوا ہے اور ہر چہار اطراف سے برف نے اسے ایسا دبا لیا ہے کہ اُسے جنبش کی طاقت نہ تھی۔ اگر تم وہاں جاکر اُسے پکڑ لاؤ تو اُسکا گوشت آگ میں بھون سکو گے۔ وہ مرد صالح فرماتے ہیں کہ اُس درویش کے فرمانے سے ہم پانچ آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں گئے۔ دیکھا تو واقعی جیسا درویش نے بیان کیا تھا ویسا ہی پایا۔ اُسے ہم پکڑ کر اپنے دوستوں کے پاس لائے اور اُسے ذبح کر کے اُسکا گوشت آگ میں بھوننا شروع کیا۔ پھر گورخر کی خبر دینے والے درویش کو ہم نے کتنا ہی تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔ اس واقعہ سے ہمیں سخت تعجب ہوا۔

فصل (۲۷) شہر بعلبک میں ورود

بعد ازاں ہم شہر بعلبک پہونچے یہ بہت قدیم اور ملک شام کے اعلےٰ شہروں میں سے ہے اسکے ہر چہار اطراف نہایت اعلےٰ باغات اور اچھی اچھی پھلواریاں ہیں یوں سمجھئے کہ یہ شہر باغات اور پھلواریوں کا مرکز ہے۔ جابجا جاری چشموں کی وجہ سے اس شہر میں بڑی رونق رہتی ہے۔ اگر انتہائی خوبیوں کے باعث شہر کو دمشق کا ہم پلہ کہا جائے تو اقتضائے انصاف ہوگا۔ اس شہر کے بادشاہوں کے ساتھ تو وہ محبوبانہ تعلقات رہے ہیں جو دوسرے شہروں کو نصیب ہی نہیں یہاں ایک طرح کا دبس یعنی توام بنتا ہے اسے "دبس بعلبکی" کہتے یعنی اس شہر کی طرف نسبت کرتے ہیں یہ ایک قسم کا شیرہ ہے۔ جو انگور سے بنتا ہے یہاں ایک قسم کی مٹی ہوتی ہے اسے اس انگور کے شیرہ میں رکھ دیتے ہیں۔ جسکی وجہ سے اس کی مائعیت کم ہوجاتی ہے اور وہ جمکر ایک ڈھیلے جیسا ہوجاتا ہے پھر اسمیں پستے اور بادام ڈالکر ایک قسم کا حلوا بناتے ہیں اسکا نام "ملتی" ہے اور اسے جلد النفوس کہتے ہیں یہاں دودھ بکثرت ہوتا ہے اور اسے تجارت کے طریقہ پر دمشق بھی لیجاتے ہیں۔ تیز رفتار شخص کیلئے بعلبک اور دمشق کے مابین یکروزہ مسافت ہے۔ لیکن آہستہ رو بعلبک سے ایک چھوٹے سے شہر میں شہر جاتے ہیں اسکا نام زبدانی ہے۔

ذکر (۲۸) پیداوار وصناعات بعلبک

زبدان میں میوہ جات کی خوب کثرت ہے۔ پھر یہاں سے دوسرے دن دمشق میں داخل ہوتے ہیں۔ بعلبک میں ایک خاص قسم کا کپڑا بنا جاتا ہے۔ اسے بعلبکی کہتے ہیں یہاں لکڑی کے برتن اور چمچے ایسے بنائے جاتے ہیں جنکی دوسرے شہر میں نظیر نہیں ملتی یہاں کے لوگ پیالوں کو "دسوت" کہتے ہیں۔ میں نے بعض کاریگروں کو دیکھا ہے کہ ایک بڑے پیالے میں ایک کے اندر ایک پورے دس پیالوں کا اسطرح سٹ بناتے ہیں کہ اُوپر سے دیکھنے والا ایک پیالہ سمجھتا ہے۔ یہی حال چمچوں کا بھی ہے کہ ایک کے اندر ایک دس چمچوں کا سٹ بناتے ہیں۔ کہ وہ بھی بظاہر اوپر سے دیکھنے میں ایک چمچہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سٹ کے لئے ایک چمڑے کا غلاف بھی بناتے ہیں جس میں رکھکر اُن سب کو اپنے توشہ دان میں رکھ لیتے ہیں۔ جب دسترخوان بچھتا اور سب ساتھی کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ تو اس چمچہ کو نکالکر دسترخوان پر رکھ دیتے ہیں۔ اُوپر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ اسقدر آدمیوں میں صرف ایک چمچہ رکھا ہے۔ لیکن اسکے جوف سے یکے بعد دیگرے نو چمچے اور نکل آتے ہیں۔ جب میں بعلبک پہونچا تھا تو شام ہو گئی تھی اور دمشق دیکھنے کا اشتیاق زیادہ دامنگیر تھا چنانچہ دوسرے ہی دن میں دمشق روانہ ہو گیا۔

باب (۱۷) ہفتدہم

فصل (۱) شہر دمشق میں ورود

نویں رمضان المبارک ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۲۶ء کو میں شہر دمشق میں پہونچا۔ اور یہاں مدرسہ مالکیہ میں جسکا نام شرابشیہ ہے اُترا۔ یہ وہ شہر ہے جسکو خوبصورتی میں فضیلت اور دل آویزی میں تفوق حاصل ہے۔ اسکی واقعی خوبیوں کے لحاظ سے جسقدر اثنا و صفت

میں مبالغہ کیا جاتے وہ سب ہیچ ہے۔ میری کیا طاقت ہے کہ میں ابوالحسن ابن جبیر رحمتہ اللہ علیہ کے مقابلہ میں جو کچھ انھوں نے دمشق کی خوبیوں کے متعلق لکھا ہے کچھ زیادہ بیان کرسکوں وہ کہتے ہیں۔

ذکر (۲) توصیف دمشق از ابن جبیر

"دمشق تمام مشرق کی جنت اور نورمشرق کا مطلع ہے اور جہانتک میں بلاد اسلامیہ کے متعلق جانتا ہوں اس شہر سے بڑھکر کوئی شہر نہیں ہوسکتا دنیا کے تمام شہروں کو جہانتک میں نے دیکھا ہے یہ اپنی زینت و آراستگی۔ دلچسپی و دل آویزی اور کمال حسن خوبی میں ایک دولہن یا اس حسین آدمی کے مانند ہے جو پھولوں اور کلیوں کے زیورات سے سجا ہوا ہو اسکے باغات اور سبزہ زار گویا سبز لباس میں ملبوس ایک پیرا ز حسن وخوبی معشوق ہیں۔ بڑے بڑے عالیشان اور بلند پایگاہ مکانات نے ہیں ایک جلوہ پیدا کر دیا ہے اور مکانات بھی ایسے کہ جن میں زینت آراستگی اور سجاوٹ کی انتہا کر دی گئی ہو۔

اس شہر کی عظمت اس سے اور بھی دوبالا ہوگئی ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کے ایک ایسی جگہ پر مقام قیام ہے جو ایک عمدہ شیریں چشمہ پر مشتمل اور جسکے ہر چہار اطراف درخت لہلہا رہے ہیں اور درمیان میں آب سلسبیل ہے اس شہر میں صرف نیک صفات اور خوشحال آدمیوں کا گذر ہے۔ برے یہاں سے اس طرح خوف زدہ ہوکر بھاگتے ہیں۔ جس طرح موذی سانپ لوگوں کو دیکھکر راستہ سے بھاگ جاتا ہے۔ یہاں کی آب وہوا اسقدر پاکیزہ اور اعلےٰ ہے کہ اگر کوئی مرتا ہوا آدمی بھی وہاں جاتے تو اسکی جان میں جان آجائے تمام شہر ایسی خوبی آب وتاب اور چمک دمک سے معمور ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ صیقل کیا ہوا ہے اور اسقدر دلفگیر اور جاذب قلوب ہے کہ گویا ناظرین کو باآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ بس یہی تمہارا ملجا و ماویٰ ہے اس سے بڑھکر تمہیں کوئی آرامگاہ نہ ملے گی چشموں اور نہروں سے یہاں کی سرزمین ایسی آسودہ اور سیراب ہے کہ اگر اُسے اسکی حقیقت دریافت کرنے کا اشتیاق اور تشنگی پیدا ہو تو عجب نہیں یہاں کی

پتھریلی زمین بھی اپنی شادابی کے باعث بآواز بلند پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اگر تمہیں نہانے دھونے اور پینے کے لئے ٹھنڈے پانی کی ضرورت ہے تو ذرا پاؤں سے مجھے ٹھکرا دو پھر قدرت ایزدی کا تماشہ دیکھو۔

اس چمکتے دمکتے شہر کے اطراف میں سبزہ زار و باغات اس خوبی سے واقع ہوئے ہیں کہ گویا چاند کے گرد ہالہ سا ہے۔ یا جسطرح رسیلا پھل اپنے پوست کے غلاف میں ہوتا ہے۔ شہر ہذا کے مشرق میں جہاں زمین کا نشیب واقع ہے وہاں جہانتک نگاہ کی رسائی ہے۔ عجیب دلچسپ منظر ہے۔ اسیطرح یہاں کے حسین بقعہ اور مقام کو دیکھئے حد نظر تک سوائے سرسبزی اور شادابی کے اور کچھ نہیں نظر آتا۔ کیا مجال ہے کہ کمال تازگی اور دلچسپی کے باعث دیکھنے والا پلک تک تو مار سکے۔ بہت درست ہے کہ دنیا میں جنت ہے تو ماسوا دمشق کے اور کہیں نہیں ہے اور اگر عالم بالا میں ہے تو اسی دمشق کے مقابل و محاذ میں ہے۔

ذکر (۳) اشعار متعلق دمشق

ابن جزی کہتے ہیں کہ بعض شعرا نے اسی مضمون کو یوں نظم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بحر خفیف (۱)

إِنْ تَكُنْ جَنَّةُ الخُلُودِ بِأَرْضٍ فَدِمَشْقُ وَلَا تَكُونُ سِوَاهَا إِنْ تَكُنْ فِي السَّمَاءِ فَهْيَ عَلَيْهَا قَدْ أَبَدَّ هَوَاءَهَا وَهَوَاهَا بَلَدٌ طَيِّبٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ فَاغْتَنِمْهَا عَشِيَّةً وَضُحَاهَا	اگر دنیا میں وہ جنت ہے جسے زوال نہیں تو ماسوا دمشق کے اور کہیں نہیں ہے۔ اور اگر یہ آسمان پر ہے تو اسی کے محاذ میں ہے جسکی ہوائیں اور خواہشات اس امر کی خاص دلیل ہیں۔ یہ شہر نہایت عمدہ ہے اور اللہ برتر تو گناہوں کا معاف کرنے والا ہے۔ پس اسے غنیمت سمجھ اور خوب دل کھولکر اس سے متمتع ہو۔

ابن جزی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ محدث و سیاح شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ابن

(۱) ملاحظہ فرمائیے میری کتاب "بساتین البلاغۃ" جو فن شاعری میں ایک مختصر اور جامع کتاب ہے۔ عطاء الرحمن صدیقی

جابر ابن حسان قیس وادی آشی نزیل تونس نے دمشق کی خوبیاں فرما کر ابن جبیر کے کلام کی تصریح فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ جس ڈھنگ سے ابن جبیر نے دمشق کی تعریف کی ہے۔ اور جس طرز سے اُسکا حال بیان کیا ہے اس سے سننے والے کے قلوب میں ایک جوش اُمنگ اور آرزو پیدا ہوتی ہے یہ انھیں کا حصہ ہے۔ اسیطرح یہ کہ ابن جبیر کو دمشق میں قیام کا اتفاق نہیں ہوا۔ صرف وہاں کے آثار و علامات سے اسکی خوبیوں کا اظہار کیا ہے۔ کہتا ہے "یہاں کا شام کا وقت نہایت عمدہ منظر ہے۔ اِس سے میری مراد وہاں کے غروب آفتاب کے وقت کا سُنہرا پن ہے۔ یہ خوبی یہاں کی اُن خوبیوں میں سے ہے جو دوسری خوبیوں کے مقابلہ میں اس لائق نہیں کہ یہاں کا وصف قرار دیجائے۔ اپنی حقیقت کے لحاظ سے گو یہاں کے عیش و طرب اور طرح طرح کے جلسوں کی دھوم دھام اعلیٰ خوبی ہے۔ لیکن یہاں کی دوسری اعلےٰ درجہ کی خوبیوں کے مقابلہ میں یہ خوبی بھی ہیچ ہے۔ میں نے لوگوں سے جیسی اسکی تعریف سُنی تھی ہمکو حقیقت میں ویسا ہی پایا۔ یہاں کی خواہش و مرضی کے موافق وہ تمام اشیا موجود ہیں جن سے آنکھیں لطف اندوز ہوتی ہیں" یہ تعریف اُسی کے لئے مخصوص ہے جس نے اسے بچشم خود دیکھا اور اسکی سیر کی ہے۔

ذکر (۴) اشعار شرف الدین وغیرہ متعلق دمشق

ابن جزی کہتے ہیں کہ دمشق کے محاسن و اوصاف میں شعرا کے اسقدر کلام ہیں۔ کہ احاطہ شمار میں نہیں آسکتے۔ میرے والد رحمتہ اللہ علیہ کے اکثر شرف الدین بن محسن رحمتہ اللہ علیہ کے یہ اشعار وصف دمشق میں ورد زبان رہا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہوں۔

بحر طویل (۱)

دمشق بی شوق الیھا مبرح وان لج واش او الح عذول	دمشق ایسا شہر ہے جس کی سوزش عشق میں ہم مبتلا ہیں۔ خواہ عیب چین کتنا ہی لجاجت و ملامت کرے۔

(۱) فن شاعری کیلئے میری کتاب "بساتین البلاغۃ" ملاحظہ فرمایئے۔ مترجم۔

بلاد بها الحصباء در وتربها
عبير و أنفاس الشمال شمول
تسلسل فيها ماؤها وهو مطلق
وصح نسيم الروض وهو عليل

یہ ایسا شہر ہے جہاں کے سنگریزے گوہر کا حکم رکھتے ہیں وہاں کی خاک عبیر اور باد شمال شراب کی تاثیر رکھتی ہے وہاں کا پانی گو زنجیروں میں مقید یعنی مسلسل ہے[3] اور پھر لطف یہ کہ آزاد ہے گو باغات کی ہوا صحیح بھی ہے پھر لطف یہ کہ علیل یعنی آہستہ رواں ہے۔

نیز تعریف دمشق میں عرقلہ الدمشقی الکلبی کے یہ اعلیٰ پایہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

بحر کامل (۱)

الشام شامة وجنة الدنيا كما
إنسان مقلتها الغضيضة جلق
من آسها لك جنة لا تنقضي
ومن الشقيق جهنم لا تحرق

ملک شام دنیا کے رخسارہ کا تل ہے جسطرح اس کی رسیلی آنکھ کی پتلی جلق دمشق ہے۔
دمشق کے درخت آس تیرے لئے دائمی جنت ہے۔
اور شفیق سرخ رنگ کے باعث گو جہنم کے مشابہ ہے۔
لیکن گزند نہیں پہونچاتی۔

نیز اسی کی توصیف میں۔

بحر بسیط (۲)

أما دمشق فجنة معجلة
للطالبين بها الولدان والحور
ما صاح فيها على أوتاره قمر
إلا وغناه قمري وشحرور

بہرکیف دمشق طالبین کے لئے جنت عجلہ کے حکم میں ہے کیونکہ یہیں غلمان وحور ہر دو موجود ہیں۔
دمشق قمار بازاروں کے اس ناگوار شور و شغب سے محفوظ ہے جو پانسے پھینکنے کے وقت وہ کیا کرتے ہیں ہاں قمری و فاختہ کی خوشگوار آوازیں ضرور سننے میں آتی ہیں۔

(۱و۲) فن شاعری کیلئے میری کتاب "بساتین البلاغة" ملاحظہ فرمائیے۔ مترجم۔
(۳) شعرائے مشرق ومغرب کے متعلق یہاں ایک خاص امر کی طرف توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔ اول الذکر تو یہ کہتے ہیں کہ "تسلسل قائم کرنا" یعنی "زنجیریں بنانا ہے" اور ثانی الذکر "لہریں مارتے ہوئے رواں ہونا" یا اسکے ہم مفہوم الفاظ لایا کرتے ہیں۔ ذی فہم لوگ ان ہر دو طرز ادا کی مطابقت کرکے نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ مناسب ترکونسا طرز ادا ہے

یاحبّذا ودروع الماءِ تنسجها انامل الریح الا انها ذورُ	پانی کی زرہیں کیا ہی خوب ہیں جنہیں ہوا کی انگلیاں بنتی ہیں اور نشانہ اتنا زبردست ہو کہ لوگ انہیں حقیقی زرہیں سمجھکر دہوکا کھاجاتے ہیں۔

اشعار مذکورہ کے ماسوا اس مضمون پر بہت کچھ کہا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ناظرین کے لئے تعریف دمشق میں ابوالوحش سبیع بن خلق الاسدی کے اشعار بھی خالی از دلچسپی نہ ہونگے اسلئے وہ بھی پیش کئے ہیں۔

بحر رجز (۱)

سقی دمشقَ اللهُ غیثاً مُحْسِناً من مستهلّ دیمةٍ دهاقها	اللہ برتر نے دمشق کو عمدہ باران سے سیراب کر رکھا ہے۔ کوئی ہو وہاں کی متواتر موسلا دہار بارش میں چاند دیکھنے والا۔
مدینة لیس یضاهی حُسنَها فی سائر الدنیا ولا آفاقِها	یہ ایسا بےنظیر شہر ہے کہ اسکے حسن و خوبی کے مقابلہ میں نہ تمام دنیا میں کوئی شہر ہے اور نہ عالم میں۔
تَوَدُّ زوراءُ العراق انّها منها ولا تُعزیٰ الی عراقها	عراق کے زوراء (دریائے دجلہ) کو خواہش ہے کہ اسکی نسبت عراق دمشق کی طرف کیجائے نہ یہ کہ عراق دمشق اسکی طرف منسوب ہو۔
فأرضها مثل السماء بَهْجَةً وزهرها کالزُهرِ فی اشراقها	اسکی سرزمین تفوق و خوبی میں آسمان کے مانند ہے اور آب و تاب میں اسکی کلیاں ستارہائے فلک سے مشابہ ہیں
نسیم روضها متی ما قل سری فك اخا همو م من وِثاقها	یہاں کے باغات کی ہوائیں جب چلتی اور نفوس میں سرایت کرتی ہیں تو کیسا ہی کوئی داغی رنج و غم میں مبتلا ہوا سے نجات حاصل ہوجاتی ہے۔
قد رتم الربیع فی رُبُوعها وسیقت الدنیا الی اسواقها	جب فصل ربیع میں جہان کو تازگی اور جوش حاصل ہوتا ہے تو وہ دمشق کے میدانوں میں چرتی پھرتی ہے اور تمام دُنیا اُن کے بازاروں میں کشاں کشاں چلی آتی ہے۔

لا تسأم العيون ولا تُوقف مِن	نہ کبھی آنکھیں دمشق کے مناظر کی سیر سے تھکتی ہیں اور نہ
رؤيتها يوماً ولا استنشاقها	ناکیں یہاں کی خوشبو کے تمتع سے اکتاتی ہیں۔

قاضی فاضل عبدالرحیم البیانی[1] قصیدہ میں سے مناسب حال دمشق اشعار ذیل کا اقتباس بھی پیش ہے جو ابن منیر کی طرف بھی منسوب کئے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

بحر کامل (۲)

یا برق هل لك في احتمال تحيّة	اے برق کیا تجھے اسے سلام پہونچانے کی ضرورت ہے
عذبت فصاحت مثل مائك سلسلا	جو شیریں اور تیری آب و ہوا کے مانند خوش رفتار ہے
یا کر دمشق بمشق اقلام الحیا	تو نے آب باران کی قلموں یعنی تار بارش کی مشق کے ساتھ
زهر الرياض مرضعا ومكللا	دمشق میں صبح کی ہے جس سے وہاں کے باغات کے پھولوں
	کا منظر خط مرصع اور مکلل کے مانند ہوگیا ہے۔
واجْرُر بجيرون ذيولك واختصص	تو اپنے دامنوں کو جیروں کی طرف کھینچ اور اپنے لئے
مغنیً تأزّر بالعلیٰ و تسربلا	ایسی جگہ کو مخصوص کر جو برتری کا لباس پہنے ہوئے ہے
حيث الحيا الربعيّ محلول الحيا	جہاں کا باران ربیع ایسا ہے کہ انہیں ابر حل کیا ہوا ہے اور وہ
والوابل الربعي مفتر الكلا	باران بھی نباتات کو پینے والا ہے۔

اس مضمون پر ابوالحسن علی بن موسیٰ بن سعید العنسی الغرناطی عرف نورالدین کا کلام بھی ملاحظہ ہو

بحر بسیط (۳)

دمشق منزلنا حيث النعيم بدا	دمشق ہمارے اترنے کی جگہ ہے وہیں جنت کا تکمیل کیساتھ ظہور
مكمّلا وهو في الآفاق مختصر	ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ مقام عالم میں نہایت ہی قریب ہے۔

(۱) فن شاعری کیلئے میری کتاب بساتین البلاغۃ ملاحظہ فرمائیے۔ مترجم

(۲) شاعر ہذا کے ایم۔ ڈی۔ ساسی نے کچھ حالات قلمبند فرماتے ہیں اصطخری نے دمشق کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسکا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں! "دمشق میں ایسی عمارات ہیں کہ ان کا تمام روئے زمین میں ثانی نہیں۔ اس شہر کی بنیاد مالشق بن قانی بن مالک بن شام بن نوح نے ڈالی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اسکی بنا ضحاک نے ڈالی تھی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے رہنے کی جگہ تھی ۔ زبان عبرانی کی توراۃ کی بنا پر ایک قول یہ بھی ہے کہ دمشق کی بنا حضرت ابراہیمؑ کے خادم نے ڈالی تھی۔ لیکن اس امر کیلئے اور کوئی دوسرا ثبوت نہیں ملتا جس سے اسکی تائید ہوتی ہو۔ کچھ آگے چلکر مسجد دمشق کے باب صغیر کے پاس ایک ستون کا ذکر ہے جسکی لوگ زیارتیں کرتے اور تبرک مانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بہت قدیمی ستون ہے۔

القصب رأد غنّى والطير مادحه
والزهر يفتح والماء منحدر

وہاں کے نیستان کے درختوں کی لچک گیا ہے ایک رقص ہے۔ پرندے زمزمہ سنج ہیں۔ کلیاں بلند شاخوں پر رونما ہیں اور پانی جاری ہیں۔

وقد تجلت من اللذات اوجهها
لاكنها بظلال الدوح تستتر

غرض یہ کہ وہاں ہر قسم کی لذات کے جلوے آشکارا ہیں لیکن درختوں کے سایہ میں نہاں ہیں۔

وكل واد به موسى يفجره
وكل روض على حافاته الخضر

یہاں کی ہر وادی میں گویا حضرت موسیٰ نے چشمہ پھوڑ نکالا ہے اور ہر باغ کے کنارے نہایت ہی سرسبز و شاداب ہیں۔

نیز اشعار ذیل بھی ملاحظہ ہوں۔

بحر بسیط (۱)

خيم بجلق بين الكأس والوتر
في جنة هي ملء السمع والبصر

ومتع الطرف في مرأى محاسنها
وروض الفكر بين الروض والنهر

وانظر الى ذهبيات الاصيل بها
واسمع الى نغمات الطير في الشجر

وقل لمن لام في لذاته بشرا
دعني فانك عندي من سوى البشر

دمشق کے جلق مقام میں جہاں ہر قسم کا سامان عیش مہیا ہے تو خیمہ زن ہو وہ ایسی جگہ ہے جہاں کان اور آنکھوں دونوں کے لئے سامان عیش و تفریح ہے تو وہاں کے محاسن خوبیوں سے آنکھوں کو متمتع کر اور عقل و فکر کو وہاں کے باغات کے مناظر سے باغ باغ کر، وہاں کے اصل مناظر و بیبیات کو دیکھ اور درختوں پر پرندوں کے نغمات بھی سن۔

اُس شخص سے یہ صاف کہدے جو تجھے یہاں کی لذات سے متمتع ہونے کے معاملہ میں ملامت کرے۔ کہ میں تجھے آدمی نہیں سمجھتا چل ہٹ دور ہو۔

شاعر مذکور کا یہ آخری اقتباس بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

بحر کامل (۲)

امّا دمشق فجنة ينسي بها الوطن الغريب

دمشق بھی جنت ہے۔ جہاں پردیسی اپنا وطن بھول جاتا ہے

(۱) فن شاعری کیلئے میری کتاب بساتین البلاغة ملاحظہ فرمایئے۔ مترجم۔

للّٰہ ایام السبوت ✦ بہا ومنظرہا العجیب	خدا کی قسم وہاں کے ہفتہ کے دن تو نہایت ہی دلچسپ ہیں اُن دنوں کا ندارت خود مشاہدہ کر۔ تو ماسوا عاشق و معشوق کے انبساط کے اور کچھ نہ دیکھے گا۔
انظر بعینک ہل تری ✦ إلّا محبًّا وحبیب	
فی موطن غنا الحمام ✦ بہ علی رقص القضیب	پرندے اپنے وطن میں لچکتی ہوئی شاخوں پر گاتے اور رقص میں مصروف ہیں۔
وغدت اذا ہبّ روضہ ✦ تختان فی فرح وطیب	اس کے باغات کی کلیاں مارے فرحت اور خوشی کے چٹک رہی ہیں۔

تمام دمشق کے رہنے والوں کا معمول ہے کہ ہفتہ کو کوئی کاروبار نہیں کرتے اور سب سیرگاہوں اور باغات میں وہاں جا کر جاری چشموں کے کنارے اور پھول دار درختوں کے سایہ میں بطور میلہ جمع ہوتے ہیں۔ اور شام تک عیش و نشاط اور تفریح و انبساط میں بسر کرتے ہیں۔ ابن جزی کہتے ہیں کہ چونکہ دمشق کے محاسن کے ذکر میں کلام بہت طول پکڑ گیا ہے۔ اس نے اس سے دست کشی اختیار کر کے شیخ ابی عبداللہ ابن بطوطہ کا کلام پھر شروع کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ذکر (۵) جامع دمشق عرف جامع بنی اُمیہ

یہ مسجد تمام روئے زمین کی مسجدوں سے بڑی ہے اور بلحاظ کاریگری کے تمام دنیا کی مساجد میں زبردست اور پختہ ہے۔ اپنی ندرت۔ خوبصورتی شگفتگی الغرض جملہ خوبیوں میں تمام جہان کی مسجدوں سے کامل و اکمل ہے نہ دنیا کی کوئی مسجد اسکی نظیر ہے اور نہ مشابہ امیرالمومنین ولید ابن عقبۃ بن عبدالملک ابن مروان نے اسکے تیار کرانے کا بار اپنے ذمہ لیا تھا۔ جب امیر مذکور کو اس مسجد کی تیاری کا خیال ہوا تو اس نے روم کے بادشاہ کے نام بایں امر تحریر بھیجی کہ فن معماری سے اچھے اچھے واقفکار میرے پاس بھیجو چنانچہ حسب الحکم بارہ ہزار چیدہ واقفکار امیر مذکور کے پاس روانہ کئے گئے۔ اب جس مقام پر یہ مسجد واقع ہے وہاں اس سے پہلے مسیحیوں کا بہت بڑا گرجا تھا۔ جب مسلمانوں نے دمشق فتح کیا تو یوں ہوا

کہ ایک طرف سے حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ تلوار کے زور پر دمشق میں داخل ہوئے اور برابر نصف کنیسہ تک چلے گئے۔ چنانچہ نصف حصہ توانکے قبضہ میں تھا بالسیف آیا اور ابو عبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ تعالے عنہ دمشق کی مغربی سمت سے بربنائے صلح داخل ہوئے اسطرح باقی نصف کنیسہ بربنائے صلح مسلمانوں کے قبضہ میں آیا جس حصہ پر مسلمانوں کا بزور شمشیر تصرف ہوا تھا اسپر انھوں نے مسجد بنائی اور باقی نصف حصہ جو بربنائے شرائط صلح مسلمانوں کے تصرف میں آیا تھا وہ بدستور گرجا رہا۔

جب ولید نے مسجد میں وہ نصف گرجا بھی شامل کرنے کا ارادہ کیا تو شاہ روم سے کہا کہ آپ اس نصف حصہ کو میرے ہاتھ فروخت کرڈالئے اور جسقدر قیمت مانگتے ہیں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن ملک روم نے ولید کی اس خواہش کو مسترد کردیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اسکا کسیطرح تصفیہ نہیں ہوتا۔ تو پھر اسے بزور لے لیا۔ مسیحیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس گرجا کو جو منہدم کرے گا مجنون ہوجائے گا۔ چنانچہ اس امر کا لوگوں نے ولید سے بھی تذکرہ کیا۔ کہ لوگ اسے اسلئے منہدم کرتے ہوئے ڈرتے ہیں یہ سنکر ولید نے خود کدال ہاتھ میں لی اور یہ کہکر گرجا منہدم کرنا شروع کیا۔ "میں خدا کی راہ میں پہلے مجنون ہونے کو تیار ہوں!" جب مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو آپکی اتباع میں سب نے کھودنا شروع کیا اور اللہ بر ترنے مسیحیوں کا زعم باطل کردیا۔ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوچکی تو ولید نے طرح طرح کے طلائی نگینوں سے جنہیں طرح طرح کی رنگ آمیزیاں تھیں اسے خوب سجایا۔

طولاً مشرق سے مغرب کی سمت اسکی وسعت دوسو قدم ہے جو تین سو گز کے برابر ہوتے ہیں۔ اور قبلہ کی جانب سے چھت تک چوڑائی ایک سو پینتیس قدم ہے جو دوسو گز کے برابر ہوتے ہیں اسکی کلیاں رنگین بلور کی ہیں جنکی تعداد چوہتر ہے اسمیں شرقاً و غرباً تین مستطیل فرش ہیں ہر فرش کی چوڑائی اٹھارہ قدم ہے مسجد ہذا چون ستونوں پر قائم ہے جنکے درمیان میں آٹھ گچکاری کے پیل پائے ہیں اور چھ سنگ مرمر کے یہ عمدہ رنگین پتھروں سے مرصع ہیں نگینوں کی مرصع کاری سے ان میں محرابوں وغیرہ کے خوبصورت نقشے بنائے ہیں انہیں چھ پیل پاؤں اُس سیسہ کے برج کا بار ہے جو محراب کے سامنے واقع ہے اور جسے

"قبۃ النسر" کہتے ہیں۔ مہندسی نے مسجد ہذا کی عمارت اس طرز پر بنائی ہے کہ اگر پوری عمارت پر نظر ڈالی جائے تو "نسر طائر" کے شکل کی معلوم ہوتی ہے۔ اور قبہ مذکو بجائے سر کے نظر آتا ہے۔ یہ برج بھی دنیا کی عجیب و غریب عمارتوں میں سے اور دمشق کی تمام عمارتوں سے بلند ہے خوبی یہ ہے کہ اسے جس رخ سے دیکھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نسر طائر پرواز میں ہے۔ صحن مسجد میں تین سنگین فرش ہیں جو شرقاً و غرباً اور جنوباً و شمالاً کھومے ہوئے ہیں۔ ہر فرش دس قدم عریض ہے۔ ان سنگین فرشوں پر بھی چودہ ستون اور تینتیس پلپائے نصب ہیں۔ کل صحن کی بحیثیت مجموعی سو گز چوڑائی ہے۔ صحن ہذا بھی نہایت پرحسن مناظر میں سے ہے جسکی خوبصورتی بدرجہ اتم ہے۔ صحن ہذا میں شام کو مغرب کے وقت کیا قاری اور کیا محدث سب ہی جمع ہوتے اور نماز عشا پڑھ کر اپنے مکانات کو واپس جاتے ہیں۔ ان میں سے جب کوئی فقہا اور محدثین میں سے کسی بڑے کو دیکھتا ہے تو اسکی طرف اشتیاق سے نہایت عجلت کے ساتھ جاتا اور ادباً اپنا سر جھکا لیتا ہے۔

صحن ہذا میں تین قبے ہیں، جو غربی جانب ہے وہی سب سے بڑا ہے اور قبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام نامی اور اسم گرامی سے مشہور ہے۔ قبہ ہذا سنگ مرمر کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے ہر ستون طرح طرح کے رنگین نگینوں سے مرصع کار ہے۔ اور چھت سیسہ کی ہے۔ کہتے ہیں کہ مسجد کا مالی خزانہ اسی قبہ میں رہا کرتا تھا۔ لوگ مجھسے کہتے تھے کہ مسجد کی متعلقہ جائداد کی سوتے کے پچیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی ہے۔ اس صحن کی شرقی جانب ایک اور قبہ ہے یہ غربی جانب کے قبہ سے گو چھوٹا ہے لیکن اسکی وضع قطع اسی کی سی ہے۔ یہ سنگ مرمر کے آٹھ ستونوں پر قائم ہے۔ اسے قبہ زین العابدین کہتے ہیں۔ تیسرا قبہ وسط صحن میں ہر دو مذکورہ قبوں سے چھوٹا ہے۔ اسکی سنگ مرمر کی ہشت پہل عمارت اور نہایت شوخ سنگ سرخ چار ستونوں پر قائم ہے۔ قبہ کے نیچے لوہے کا ایک کٹہرا ہے اسمیں پیتل کا ایک نل لگا ہوا ہے۔ اس سے ایک فوارہ جاری ہے یہ نہایت صفائی کے ساتھ بہت بلند ہو کر گرتا ہے اور دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا چاندی کی چھڑی کھڑی ہے۔ یہاں کے لوگ اس کٹہرے کو "قفص الماء" یعنی "پانی کا پنجرہ" کہتے ہیں اور اس میں منہ لگا کر پانی پینا اچھا سمجھتے ہیں صحن ہذا

کی شرقی جانب ایک دروازہ ہے۔ اس دروازہ میں جانے سے آدمی ایک اور مسجد میں جا پہنچتا ہے اسکی وضع بھی نہایت پاکیزہ اور نادر ہے اسے مشہد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں دروازہ ہذا کے مقابل غربی جانب غربی اور جوفی ہر دو سنگین فرشوں کے مقام اتصال پر اور مقام ہے اسکے متعلق کہتے ہیں کہ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے حدیث سنائی ہے۔ مسجد ہذا کے قبلہ کے رُخ ایک بہت بڑا مقصورہ ہے جسمیں امام الشافعیہ امامت کرتا ہے۔

ذکر (۶) عہد عثمانی کا قرآن شریف

اس درجہ کے شرقی رکن میں محراب کے مقابل ایک بہت بڑا حجرہ ہے جس میں وہ قرآن شریف رکھا ہوا ہے جو حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ملک شام کی جانب روانہ فرمایا تھا۔

یہ حجرہ ہر جمعہ کو بعد نماز کھولا جاتا ہے۔ کلام مجید مذکور کی زیارت کرنے والوں کا بڑا اژدحام ہوتا ہے یہ اسے چومتے ہیں اور اسی مقام پر قرضہ داروں اور مدعاعلیہم سے حلف لیتے ہیں۔

ذکر (۷) محراب الصحابہ یا اسلام میں پہلی محراب

اس درجہ کے بائیں جانب "محراب الصحابہ" ہے۔ مورخین کہتے ہیں کہ یہ پہلی محراب ہے جو عہد اسلام میں بنائی گئی۔ اس درجہ میں امام مالکیہ امامت کرتا ہے۔

ذکر (۸) محراب الحنفیہ

اس درجہ کے داہنی جانب "محراب الحنفیہ" ہے یہیں امام الحنفیہ امامت کرتا ہے۔

ذکر (۹) محراب الحنابلۃ

اس درجہ سے ملی ہوئی "محراب الحنابلۃ" ہے۔ یہاں امام الحنابلہ کرتا ہے۔

ذکر (۱۰) منارہائے مسجد دمشق

مسجد ہذا کے متعلق تین منار ہیں۔ ایک جانب مشرق ہے۔ یہ مسیحیان روم کی عمارات میں سے ہے۔ اسکا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے۔ منارہ ہذا کے نیچے طہارت گاہ اور وضو کیلئے بہت سے مقامات بنے ہیں۔ یہاں معتکفین اور متعلقین مسجد نہاتے اور وضو کرتے ہیں دوسرا منار مغربی جانب ہے یہ بھی مسیحیان روم کی عمارات میں سے ہے۔ تیسرا شمال کی طرف مسلمانوں کا بنوایا ہوا ہے۔

ذکر (۱۱) موذنین مسجد مذکور

مسجد ہذا کے موذنوں کی تعداد تقریباً ستر ہے۔ اسکے شرقی جانب ایک بہت بڑا مقصورہ سودان کے طائفہ زیالعہ کا ہے اسمیں پانی کا تالاب ہے۔

ذکر (۱۲) مزار مبارک حضرت زکریا علیہ السلام

وسط مسجد میں حضرت ذکریا علیہ السلام کا مزار مبارک ہے اسکی صورت یہ ہے کہ دو ستونوں کے درمیان ایک ترچھا تابوت ہے جس پر سیاہ ریشم کا غلاف پڑا ہوا ہے اور سفید ریشم سے یہ عبارت کڑھی ہوئی ہے۔ یاذکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ (اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جسکا نام یحیٰی ہے)

ذکر (۱۳) فضائل مسجد دمشق

مسجد ہذا کے فضائل مشہور ہیں۔ چنانچہ میں نے دمشق کے فضائل میں پڑھا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد دمشق میں ایک نماز پڑھنے سے ستر نمازوں کا ثواب ملتا ہے ایک روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمام دنیا کے اُجڑ جانے کے بعد بھی اس مسجد میں اللہ برتر کی عبادت کیجاتے گی" کہتے ہیں کہ اس مسجد

کی قبلہ رویہ دیوار حضرت ہود علیہ السلام نے بنائی تھی۔

ذکر (۱۴) مزار حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کا مزار مبارک بھی اسی دیوار میں ہے۔ لیکن ظفار الیمن کے قریب ایک شہر ہے جسے وہاں کے باشندے "احقاف" کہتے ہیں وہاں میں نے ایک مکان دیکھا جسمیں ایک مزار تھا اور اسپر عبارت ذیل لکھی ہوئی تھی۔ھذا قبر ہود بن عابر صلے اللہ علیہ وسلم (یہ ہود بن عابر صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے)

مسجد ہذا کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ قرائت قرآن شریف اور ادائے نماز سے بہت کم خالی رہتی ہے۔ چنانچہ اسکا آئندہ ذکر آئے گا۔

روزانہ لوگ نماز صبح کے بعد اس مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور قرآن شریعت کی منزل پڑھتے ہیں اور عصر کی نماز کے بعد "قرائت کوثریہ" کے لئے جمع ہوتے ہیں اور سورۃ کوثر سے آخر قرآن شریف تک ختم کرتے ہیں یہ لوگ جو قرائت کے لئے جمع ہوتے ہیں ان کے لئے وظائف مقرر ہیں ان وظیفہ خوار لوگوں کی تعداد چھ سو ہے۔ ان پر خفیہ نویس بھی مقرر ہیں جو وظیفہ خوار ختم میں غیر حاضر ہوتا ہے۔ اُسے لکھ لیتے ہیں۔ جب وظیفہ تقسیم ہوتا ہے تو غیر حاضر کا وظیفہ کاٹ لیا جاتا ہے۔

مسجد ہذا میں مجاروں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتے اور ہر وقت نماز و قرائت اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور اس شغل سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے اور شرقی منارہ کے نیچے والی طہارتگاہ میں جسکا ہم ذکر کر آئے ہیں وضو کرتے ہیں اور باشندگان شہر ان لوگوں کی بلا ان کی درخواست کے کھانا اور کپڑے سے مدد کرتے ہیں۔

اذکار (۱۵) دروازہائے مسجد و قطعہ سنان حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ

مسجد ہذا میں چار دروازے ہیں پہلا مغرب رویہ ہے اسے "باب الزیادۃ" کہتے ہیں۔

دروازہ ہذا پر اُس برچھی کا ٹکڑا ہے جو حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے میں لگی تھی۔ دروازہ ہذا کے آگے چبوترہ ہے جس پر مختلف پیشہ ور دکانیں ہیں اسی دروازہ سے دار الخیل کی طرف جاتے ہیں۔ جب اس سے نکلتے ہیں تو بائیں جانب ٹھٹھیروں کا بازار پڑتا ہے۔ یہ بازار بہت بڑا اور دُور تک مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔ اسکا دمشق کے بازاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اب جہاں یہ بازار ہے۔ پہلے یہاں امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور انکی قوم کے مکانات تھے اور اس زمانہ میں اسکا نام خضراء تھا۔ اسی بنی عباس نے ڈہا دیا۔ اور وہاں بازار بن گئے۔

مسجد ہذا کا مشرقی دروازہ اسکے تمام دروازوں سے بڑا ہے۔ اسے "باب جیرون" کہتے ہیں۔ اسکی ایک بہت بڑی دہلیز ہے۔ پھر اس سے نکل کر ایک بہت بڑا صحن ملتا ہے۔ جسکے آگے بہت بڑے ستونوں کے پانچ دروازے ہیں۔

دروازہ مذکور کی بائیں جانب ایک بہت بڑا مشہد ہے اسی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک تھا۔ اسکے پاس ایک چھوٹی سی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب مسجد ہے جسمیں ایک پانی کا چشمہ بھی ہے۔ اس سنگین فرش کے مکان کے سامنے نہایت ترتیب سے بنی ہوئی سیڑھیاں ہیں ان سے اترنے کے بعد ایک دہلیز ہے جو فرش اعلیٰ سے ایک بڑی خندق کے مانند ہے۔ دہلیز ہذا ایک بہت بڑے دروازے سے جاکر ملتی ہے۔ جسکے نیچے کھجور کے درخت کی طرح بہت طویل ستون ہیں۔ دہلیز ہذا کے ہر دو جانب بھی بہت سے ستون ہیں جن پر چکر کے راستے بنے ہوئے ہیں۔ ان ستونوں پر بزازوں وغیرہ کی دکانیں ہیں اور ان پر جو مستطیل راستے ہیں ان پر جوہریوں اور کتب فروشوں اور عجیب وغریب شیشہ آلات کے کاریگروں کی دکانیں ہیں پہلے پھاٹک سے متصل ایک کشادہ صحن میں بڑے بڑے گواہوں کی بیٹھکیں ہیں۔ ان میں شافعی المذہب گواہوں اور باقی کل مختلف مذاہب والوں کی بیٹھکیں ہیں۔ ہر بیٹھک میں پانچ پانچ چھ چھ عادل گواہ اور نکاح پڑھنے والے قاضی کیطرف سے مقرر ہیں ان تمام گواہوں کے شہر میں حلقے ہیں۔

ان دوکانوں کے قریب کاغذی بازار ہے، یہاں کاغذ روشنائی وغیرہ بکتی ہیں۔

دہلیز مذکورہ کے درمیان سنگ مرمر کا ایک حوض بنا ہوا ہے اور اسپر بغیر چھت کا ایک قبہ سنگ مرمر کے ستونوں پر بنا ہے۔ حوض کے وسط میں ایک برنجی نل ہے جو اسقدر قوت کے ساتھ ایک قد آدم پانی کو اوپر پھینکتا ہے اسکا منظر نہایت دلچسپ ہے یہاں کے لوگ اسے فوارہ کہتے ہیں۔

ذکر (۱۶) گھڑیالی دروازہ

باب جیرون کے باہر کی طرف وہ گھڑیالی دروازہ ہے جسکی شکل ایک بڑی کھڑکی کی ہے ان میں چھوٹے چھوٹے طاق ہیں اور اُن میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان کھڑکیوں کی تعداد دن کے گھنٹوں کی تعداد کے برابر ہے۔ یہ ساری کھڑکیاں رنگین ہیں۔ اندر سے سبز رنگ کی ہیں باہر سے زرد رنگ کی۔ جب دن کا ایک گھنٹہ گذر جاتا ہے تو اندرونی سبز رنگ کا حصہ باہر ہو جاتا ہے اور باہرین زرد رنگ کا حصہ اندر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس بڑی کھڑکی کے اندر جسمیں یہ چھوٹی کھڑکیاں ہیں کوئی شخص مقرر ہے جو گھنٹے گذرنے کے بعد ان کا رنگ اپنے ہاتھ سے بدلتا رہتا ہے[1]۔

ذکر (۱۷) باب البریہ

مسجد ہذا کے غربی دروازہ کا نام "باب البریہ" ہے۔

ذکر (۱۸) مدرسہ شافعیہ

دروازہ مذکورہ کی باہری جانب داہنی طرف "مدرسہ شافعیہ" ہے۔ مدرسہ ہذا کی دہلیز بہت بڑی ہے۔ اسپر شمع والوں کی دکانیں ہیں اور میوہ فروشوں کی دکانوں کی بھی ایک قطار ہے، اسکی اوپری جانب ایک بہت بڑا پھاٹک ہے اسپر سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔

(۱) ابن جبیر اندلسی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ یہ پانی کی گھڑی ہوا اور اسکے "منجانہ" کہا ہے جسکے معنی "ساعۃ المائیۃ" کے ہیں۔

اس پھاٹک کے ستون بہت بلند ہیں اور داہنے بائیں دو گول سقابہ ہیں۔

ذکر (۱۹) دہلیز باب الجوفی عرف باب النطفانیین

باب الجوفی المعروف باب النطفانیین کی دہلیز بہت بڑی ہے۔ اس دروازہ سے باہر نکلتے ہوئے داہنی طرف ایک خانقاہ پڑتی ہے اسکا نام "الشمیعانیہ" ہے اسکے وسط میں ایک تالاب ہے اور اسمیں بہت سی طہارتگاہیں ہیں جنمیں ہروقت پانی جاری رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی مقام پر حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا گھر تھا۔ مسجد مذاکے چاروں دروازوں پر وضو کے لئے ایک ایک مقام بنا ہے اور ہر مقام میں سو سو حجرے ہیں۔ ان میں ہروقت پانی جاری رہتا ہے۔

ذکر (۲۰) امامیان مسجد مذکور

اس مسجد میں تیرہ امام ہیں انہیں کا پہلا امام الشافعیہ ہے۔ جب میرا اس مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا تھا تو قاضی القضاۃ جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن القزوینی امام الشافعیہ تھے یہ بہت بڑے فقہا میں سے ہیں اور اس مسجد کے خطیب تھے "دارلخطابۃ" میں رہا کرتے تھے۔ اور مقصورۃ کے پاس جو آہنی دروازہ ہے اُس سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ یہ وہی دروازہ ہے جس سے امیر معاویہ باہر نکلا کرتے تھے۔ اسکے بعد جلال الدین مذکور کو بلاد مصریہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا۔ چونکہ قاضی مذکور دمشق میں ایک لاکھ درہم کے قرضدار تھے اسلئے جب ملک الناصر نے انہیں بلاد مصریہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تو پہلے ان کا قرضہ اپنے پاس سے ادا کر دیا تھا۔

شافعیوں کا امام سب سے پہلے نماز پڑھاتا تھا جب یہ سلام پھیر چکتا تھا تو مشہد علی والا امام نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوتا۔ اسکے سلام پھیرنے کے بعد مشہد حسین والا امام نماز شروع کرتا۔ بعد ازاں امام الکلاسہ۔ پھر مشہد ابی بکر والا اور پھر مشہد عمر والا پھر مشہد عثمان والا رضی اللہ عنہم اجمعین نماز پڑھاتا۔

میرے یہاں جانے کے زمانہ میں امام المالکیہ فقیہ ابو عمر بن ابو الولید ابن الحاج التجیبی تھے۔ جو قرطبی الاصل۔ غرناطی المولد اور نزیل دمشق ہیں۔ یہ اور انکی شرکت میں انکے بھائی باری باری امامت کرتے تھے۔ اور امام حنفیہ میرے جانے کے زمانے میں فقیہ عماد الدین الحنفی المعروف بابن الرومی تھے۔ آپ بہت بڑے صوفیوں میں سے ہیں اور خانقاہ خاتونیہ کی تشیاخت آپ ہی سے متعلق ہے۔ اور آپ کی ایک بہت بڑی ذاتی خانقاہ بھی تھی۔ اور اس زمانہ میں جب میں گیا تھا۔ امام حنابلہ شیخ عبد اللہ الکفیف منجملہ دمشق کے شیوخ قرآۃ کے تھے۔ ائمہ مذکورہ کے ماسوا قضاء تراویح کے لئے پانچ امام اور رہتے تھے۔ یہاں اول روز سے ثالث لیل تک برابر نمازیں ہوتی رہتی تھیں۔ اسیطرح قرارت قرآن مجید کی بھی حالت تھی۔ یہ ہیں دمشق کی جامع مسجد کے فضائل و مفاخر۔

ذکر (۳۱) مدرسین و معلمین مسجد مذکور

مسجد ہذا میں فنون مختلفہ کی تدریس کے بہت سے حلقے منعقد رہتے ہیں۔ محدثین حدیث کی کتابیں بلند کرسیوں پر بیٹھکر پڑھتے ہیں اور قرآن پڑھنے والے صبح و شام نہایت خوش آوازی سے تلاوت قرآن کیا کرتے ہیں۔ یہاں صرف قرآن شریف پڑھانے والوں کی کئی جماعتیں ہیں۔ ہر استاد مسجد کے ایک ستون سے ٹیک لگاکر بیٹھتا تھا۔ بچوں کو قرآن شریف پڑھاتا تھا۔ یہ تختیوں پر کلام مجید کمال تنزیہ کو مدنظر رکھکر لکھتے نہ تھے بلکہ پڑھکر سکھاتے تھے۔ جو لکھنا سکھانے والا تھا۔ وہ کتابوں سے اشعار وغیرہ لکھ کر لکھنے کی مشق کراتا تھا اسطرح پہلے تو کلام مجید کی تعلیم بچہ حاصل کرتا تھا اور پھر منشی کے پاس لکھنے جاتا تھا کیونکہ لکھانے والے اشخاص صرف لکھانا ہی جانتے تھے۔ اسلئے جو طالبا انکے پاس خطاطی سیکھتے تھے ان کا خط نہایت اچھا ہو جاتا تھا۔

یہاں کے مدرسین میں سے عالم و صالح برہان الدین ابن الفرکم الشافعی و عالم صالح نور الدین ابو الیسر بن الصایغ فضل اور نیکو کاری میں مشہور لوگوں میں سے ہیں جس زمانہ میں جلال الدین القزوینی کو مصر کے عہدہ قضاءت پر مامور کیا گیا تو ان کی جگہ

نورالدین ابوالیسر کو دمشق کے عہدۂ قضارت پر مامور کیا گیا۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ ان میں سے امام عالم شہاب الدین بن جہل کبار علما میں سے ہیں۔ جب ابوالیسر نے عہدہ قضارت کے منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ تو یہ دمشق سے اس خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے کہ کہیں اس عہدہ کا طوق میرے گلے میں نہ ڈال دیا جائے جب ملک الناصر کو یہ خبر پہونچی تو دمشق کی قضارت پر دیار مصریہ کے شیخ الشیوخ قطب العارفین۔ لسان المتکلمین علاء الدین القونوی کو مامور کیا۔ آپ کبار فقہا میں سے تھے۔ انہیں میں سے امام فاضل بدر الدین علی السخاوی المالکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی ہیں۔

ذکر (۲۲) قضاۃ دمشق

دمشق کے شافعیہ قاضی القضاۃ کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ جلال الدین محمد بن عبدالرحمن قزوینی تھے۔ اب رہے قاضی المالکیہ سو ان کا نام شرف الدین ابن خطیب الفیوم ہے۔ آپ نہایت حسن الصورۃ والہیبۃ منجملہ رؤسائے کبار اور شیخ الشیوخ صوفیہ ہیں۔ عہدہ قضارت میں انکے نائب شمس الدین ابن القفصی ہیں۔ مدرسہ صمصامیہ میں عدالت کیا کرتے تھے۔ قاضی القضاۃ حنفیہ عماد الدین حورانی ہیں۔ آپ نہایت رعب و دبدبہ والے تھے۔ میاں بیوی کے مقدمات انہی کے اجلاس میں ہوا کرتے تھے۔ قاضی مذکور کے رعب وہیبت کا یہ حال تھا کہ جس سے یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ تمہیں عماد الدین کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔ بیچارہ اسکی عدالت میں پہنچنے سے پہلے ہی گھبرا کر ہار جاتا تھا۔ حنابلہ کے قاضی امام صالح عز الدین ابن مسلم ہیں آپ نہایت اعلےٰ قاضیوں میں سے تھے۔ عدالت سے اپنے دولت خانہ پر خچر پر سوار ہو کر واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حج کو تشریف لے گئے ہیں تو مدینہ طیبہ پہونچکر وفات پائی تھی۔

فائدہ (۲۳) حکایت

دمشق میں کبار فقہا ئے حنابلہ میں سے تقی الدین ابن تیمیہ ہیں۔ آپکی نہایت شاندار

شخصیت تھی۔ گو آپ کو بہت سے فنون میں قدرت تکلم تھی۔ لیکن عقل میں کسیقدر فتور آگیا تھا اہل دمشق آپ کی بے انتہا تعظیم و تکریم کرتے اور آپ انکے سامنے ممبر پر بیٹھکر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کوئی ایسا مسئلہ بیان فرمایا جسکی فقہائے وقت نے سخت مخالفت کی۔ اسپر ملک الناصر کی طرف سے آپ کے نام احکام صادر ہوئے کہ مع اپنے متبعین کے قاہرہ میں حاضر دربار ہوں اور دربار میں بہت سے قاضی اور فقیہ بھی بلائے گئے۔ انہیں سے شرف الدین الزوادی المالکی بھی تھے۔ ان زوادی مذکور نے جو کچھ ابن تیمیہ نے فرمایا تھا اعادہ کیا اور اُن فقہا نے جو کچھ آپ پر اعتراضات کئے اور آپکے خلاف دلائل قائم کئے تھے سب بیان فرمائے اور قاضی القضاۃ دربار کے سامنے مسئلہ مذکور کے متعلق ایک مصدقہ تحریر پیش کی۔ اُسے دیکھکر قاضی القضاۃ نے ابن تیمیہ سے فرمایا کہ آپ اس مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں آپ نے جواب میں عرض کیا "لا الٰہ الا اللہ" قاضی القضاۃ نے پھر مکرر دریافت فرمایا آپ نے پھر ما سوا اس جواب کے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اسپر ملک الناصر نے انہیں قید خانہ بھیجدیا چنانچہ آپ کئی سال تک قید خانہ میں رہے۔ یہیں چالیس جلدوں میں ایک قرآن شریف کی تفسیر لکھی اور اسکا نام بحر المحیط(۱) رکھا۔

ایک مرتبہ ابن تیمیہ کی والدہ ملک الناصر کے دربار میں تشریف لائیں اور آپ نے بیٹے کی رہائی کے متعلق عرض کی۔ چنانچہ ملک الناصر نے آپ کو رہا کر دیا۔ لیکن رہائی کے بعد پھر آپ سے وہی مختلف فیہ باتیں سرزد ہوئیں۔ جب یہ دوسرا واقعہ ہوا ہے تو میں دمشق میں تھا۔ اسکا بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ میں ابن تیمیہ کے پاس جمعہ کے دن گیا۔ آپ جامع مسجد دمشق میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اسمیں یہ بھی تھا کہ اللہ برتر آسمان سے دنیا پر اس طرح اُترتا ہے جسطرح دیکھو یہ میں ممبر سے اُترتا ہوں اور ایک زینہ اُتر کر بتایا۔ اسپر ایک مالکی فقیہ سے جسکا نام ابن الزہرا تھا نہ رہا گیا اور آپکے قول کی بڑی زبردست مخالفت کی۔ تمام سامعین بیچارے فقیہ مذکور پر ٹوٹ پڑے اور اسے اسقدر

(۱) نا لیا یہ وہی تفسیر ہے جس کا ذکر ڈی ہربلوٹ نے کیا ہے۔ لیکن اسکے پورے نام کا پتہ نہ لگ سکا نالباً اصل ماخذ میں کاتب سے فروگذاشت ہوئی ہے۔

تھپڑوں۔ گھونسوں اور جوتوں سے پیٹا کہ اسکا عمامہ گر پڑا۔ اور سر پر ریشمی ٹوپی دکھائی دی لوگوں نے اسکا استعمال ناجائز قرار دیا۔ اور اس بیچارے کو سب کے سب عزالدین بن مسلم قاضی حنابلہ کے گھر پکڑ کر لے گئے۔ قاضی مذکور نے اسے جیل خانہ بھیجنے اور سزا کا حکم صادر فرمایا لیکن فقہائے مالکیہ اور شافعیہ نے یہ سزا ناجائز تصور کی۔ اور ملک الامراء سیف الدین تنکیز کی عدالت میں اسکا اپیل دائر کیا۔ امیر مذکور بہت نیکوکار اور صالحین امراء میں سے تھا اسنے ملک الناصر کے حضور میں اس امر کے متعلق ایک تحریر بھیجی اور ابن تیمیہ کے امور منکرہ کے متعلق ایک صورت حال مکمل بگواہی گواہان بھی مرتب کی انکے امور منکرہ مین سے ایک یہ امر بھی تھا کہ اگر یہ کہا جائے کہ "میں نے تجھے تین طلاقیں دیں"۔ تو صرف ایک طلاق پڑتی ہے۔ دوسرا یہ امر تھا کہ اگر کوئی شخص زیارت مزار مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے سفر کرے تو اسے قصر نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔ انکے ماسوا اور بھی ایسے ہی امورات تھے جنکو امیر مذکور نے لکھکر ملک الناصر کے حضور میں روانہ کیا تھا۔ ملک مذکور نے انکے ملاحظہ فرمانے کے بعد ابن تیمیہ کے قلعہ میں قید رہنے کے متعلق احکام صادر فرمائے۔ چنانچہ آپ قلعہ میں قید کر دیے گئے اور یہیں انتقال فرمایا۔

ذکر (۴۴) مدارس دمشق

دمشق میں شافعیہ کے بہت سے مدرسے ہیں۔ انہیں سے عادلیہ سب سے بڑا ہے۔ اس مدرسہ میں قاضی القضاۃ کا اجلاس ہوتا ہے۔ اسی کے مقابلہ میں مدرسہ ظاہریہ ہے۔ یہیں ملک الظاہر کی قبر ہے اور نواب القاضی کا اجلاس ہوتا ہے۔ نائبان قاضی میں سے فخر الدین القبطی ہیں۔ انکے والد قبط کے منشیوں میں سے تھے لیکن مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ نیز نائبان قاضی میں سے جمال الدین ابن جملہ بھی ہیں۔ آپ قضاۃ شافعیہ کے عہدۂ قضائت کے متولی بھی ہوگئے تھے۔ لیکن کسی وجہ سے معزول کر دیئے گئے۔

فائدہ (۴۵) حکایت

دمشق میں ایک شیخ صالح ظہیر الدین عجمی تھے۔ انکی ملک الامراء تنکیز بہت زیادہ

اتباع اور تعظیم وتکریم کرتا تھا۔ ایک دن دار العدل میں ملک الامرا کے پاس شیخ موصوف تشریف لائے۔ وہاں ہر چہار مذاہب کے قاضی بھی موجود تھے۔ قاضی القضاۃ جمال الدین بن جملہ نے کوئی حکایت بیان کی اس پر شیخ ظہیر الدین نے فرمایا "کَذِبتَ" یعنی تم نے جھوٹی حکایت بیان کی"۔ آپکے اس فرمانے سے قاضی مذکور بہت چیں بجبیں ہوئے۔ اور غصہ میں آکر امیر مذکور سے عرض کیا "حضور والا کے دربار میں اس شخص نے مجھے جھوٹا کہنے کی کیونکر جرأت کی"؟ اس پر امیر نے شیخ موصوف کو قاضی مذکور کے سپرد کردیا اور فرمایا کہ اچھا تو آپ کے لئے کوئی مناسب حکم تجویز کرو۔ امیر کا خیال تھا کہ قاضی اس معاملہ کو رفت گذاشت کردے گا اور شیخ کے ساتھ کوئی برا برتاؤ نہ کریگا۔ قاضی آپکو مدرسہ عادلیہ میں لے آیا اور سو دُرّے لگائے۔ اور گدھے پر چڑھا کر تمام دمشق میں تشہیر کی۔ آپ کے ساتھ منادی ندا کرتا جاتا تھا اور جب ندا سے فارغ ہوتا تھا تو حسب دستور آپ کی پیٹھ پر ایک ضرب مارتا تھا۔ جب امیر الامرا کو اس واقعہ کی خبر پہونچی تو اسے سخت ناگوار ہوا۔ تمام فقیہوں اور قاضیوں کو جمع کرکے یہ واقعہ پیش کیا۔ سب نے بالاتفاق قاضی کی خطا کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ اُسکا یہ فعل خلاف مذہب ہے کیونکہ شافعی کے نزدیک اس قصور کی سزا رتبہ حد تک نہیں پہونچتی۔ شرف الدین قاضی القضاۃ مالکیہ نے قاضی کے فاسق ہونے کا فتوی دیا۔ اور یہ ساری مثل ملک الناصر کے پاس بھیجی گئی چنانچہ قاضی مذکور اس جرم میں معزول کردیا گیا۔

دمشق میں حنفیہ کے بہت سے مدرسے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا مدرسہ سلطان نور الدین کا ہے جسمیں قاضی القضاۃ حنفیہ کا اجلاس ہوتا ہے اور مالکیہ کے تین مدرسے ہیں ان میں سے ایک صمصامیہ ہے جسمیں قاضی القضاۃ مالکیہ رہتا ہے اور اجلاس بھی یہیں کرتا ہے۔ دوسرا مدرسہ نوریہ ہے اسے نور الدین محمود بن زنگی نے بنوایا تھا۔ تیسرا مدرسہ شرابشیہ ہے اسے شہاب الدین الشرابشی تاجر نے تعمیر کرایا تھا۔ حنابلہ کے بہت سے مدرسے ہیں ان میں سے بڑا مدرسہ نجمیہ ہے۔

ذکر (۲۶) ابواب دمشق

شہر دمشق کے آٹھ دروازے ہیں. باب الفرادیس. باب الجابیہ. باب الصغیر. ان دونوں دروازوں کے مابین ایک بڑا گورستان ہے. جسمیں حبیب صحابہ اور شہدا رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے بہت سے مزارات ہیں. توانکے ماسوا مزارات کا تو ذکر ہی کیا۔

محمد بن جزری فرماتے ہیں کہ دمشق کے دروازوں کے متعلق یہاں کے بعض متاخرین شعرا نے اشعار ذیل خوب فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

بحر رجز (۱)

دمشق فی اوصافہا ؛ جنۃ خلد راضیۃ	دمشق اپنے اوصاف کے لحاظ سے ایک پسندیدہ دوامی جنت ہے۔
اماتری ابوابہا ؛ قد جعلت ثمانیۃ	کیا اسکے ثبوت میں تم یہ نہیں دیکھتے کہ اسکے آٹھ دروازے بنائے گئے ہیں۔

ذکر (۲۷) بعض مشاہد و مزارات دمشق

مشتمل براذکار (۲۸) مزار حضرت ام حبیبہ (۲۹) مزار امیر معاویہ (۳۰) مزار حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۳۱) مزار کعب احبار رضی اللہ عنہ)

وہ قبرستان جو باب الجابیۃ اور باب الصغیر کے مابین واقع ہے۔ اسمیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالے عنہا اور آپکے بھائی امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رض موذن رسول اللہ صلعم۔ اویس القرنی (۲) رضی اللہ تعالے عنہ اور کعب الاحبار

(۱) ملاحظہ فرمایئے میری کتاب "بساتین البلاغۃ" عطاء الرحمن۔

(۲) اسمعانی کی کتاب "الانساب" کا جوابن الاثیر نے "وسوممہ کتاب اللباب لابن الاثیر الجزری" (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

رضی اللہ تعالے عنہ کے مزارات ہیں۔

ذکر (۳۲) مزار حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ

میں نے قرطبی کی کتاب "المعلم فی شرح صحیح مسلم" میں دیکھا ہے کہ اویس القرنی صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے شام روانہ ہوئے تھے کہ راستہ ہی میں ایک میدان میں نہ جہاں کوئی عمارت تھی اور نہ پانی انتقال فرمایا۔ تمام گروہ کے لوگوں کو بڑی سخت پریشانی و اننگیر ہوئی کہ یہاں کیا کیا جائے۔ چارو ناچار اُتر پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں توحنوط۔ کفن اور پانی سب کچھ موجود ہے۔ اسپر انہیں بڑا تعجب ہوا۔ الغرض آپکو نہلایا کفنایا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ ابھی قافلہ والے سوار ہو کر تھوڑی ہی دُور بڑھے تھے کہ بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ آپ کا مزار بغیر نشان کے نہیں چھوڑنا چاہیئے یہ کہکر جب اُسی مقام پر واپس آئے تو مزار کا کوئی نشان نہ پایا۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے "اسی جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ قتل کئے گئے۔ انشاء اللہ یہی صحیح تر ہے۔

ذکر (۳۳) مزارات حضرت ابی بن کعب و حضرت باز الشہب

باب الجابیہ سے متصل باب شرقی ہے۔ اسکے قریب ایک صحرا ہے اسمیں اُبی بن کعب رضی رسول اللہ صلعم کے صحابی کا مزار ہے اور اسی میں عابد و صالح رسلان المعروف بہ باز الشہب کا مزار ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خلاصہ بتایا ہو اس میں اس قرنی کی کنیت کی نسبت جن الفاظ میں بیان کی ہے اسکا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے ملاحظہ ہو۔ "القرنی۔ یہ قرن کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ مراد میں سے تھا۔ اس کا نسب نامہ یوں ہے۔ قرن بن رومان بن ناجیۃ بن مراد۔ اسکی طرف اُویس بن عامر القرنی الزاہد منسوب ہیں۔ عمرو سے مروی ہے کہ جنگ صفین میں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آدمی قتل ہوئے تھے۔ اُن میں سے آپ بھی ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کا مکہ میں انتقال ہوا اور یہ بھی کہ دمشق میں "

فائدہ (۳۴) حکایت متعلق وجہ تسمیہ باز اشہب یا رسلان

کہتے ہیں کہ ولی شیخ احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ جنکا مسکن مقام ام عبیدہ میں شہر واسط کے قریب تھا اور ولی اللہ ابن مدین شعیب بن الحسنی کے درمیان بہت بھائی چارہ اور مراسلت تھی۔ دونوں صبح وشام ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے اور جواب دیا کرتے تھے۔ گو انکے مابین مسافت بعیدہ تھی۔ شیخ احمدؒ کی خانقاہ کے قریب انکی ملک میں کچھ کھجورون کے درخت تھے۔ ایک سال حسب معمول انھوں نے درختوں کو چھانٹا اور ان میں سے دو پھلدار درخت چھوڑ دئے اور فرمایا "یہ میں اپنے بھائی شعیب کے لئے چھوڑتا ہوں"۔ ایسا اتفاق ہوا کہ اس سال شیخ ابو مدین حج کے لئے تشریف لے گئے اور عرفات کے متبرک مقام میں دونوں ایک دوسرے سے ملے۔ شیخ احمد کے ساتھ آپکے خادم رسلان بھی تھے۔ دونوں شیخوں میں ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ اثناء گفتگو میں خرمے کے درختوں کے چھوڑنے کا بھی ذکر آیا۔ اسپر رسلان نے اپنے مرشد شیخ احمد کی خدمت میں عرض کیا "اگر حضرت حکم فرمائیں تو ان درختوں میں سے پھل حاضر کروں"۔ اور اپنے آقا کا امتثال امر فرماکر وہاں سے اسیوقت روانہ ہوگئے اور دونوں حضرات کے سامنے پھل لاکر حاضر کردئے۔

خانقاہ والے کہتے ہیں۔ کہ انھوں نے عرفہ کے دن عشا کے وقت دیکھا کہ اس پھلدار درخت پر ایک باز اشہب آکر گرا اور درخت میں سے پھل توڑے اور لیکر اڑ گیا۔

اذکار (۳۵) مزارات حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا

(۳۶) مزار حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ (۳۷) مزار حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ (۳۸) مزار حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ (مبایعین تحت الشجرۃ) دمشق کی مغربی جانب ایک صحرا ہے جسے "صحراے قبور شہداء" کہتے ہیں اس میں

حضرت ابی الدرداء۔ آپکی بیوی حضرت ام الدرداء، حضرت فضالۃ بن عبید و اثلۃ بن الاسقع اور سہل ابن حنظلہ کے مزارات ہیں" یہ لوگ مبایعین تحت الشجرۃ" میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین۔

ذکر (۳۹) مزار حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ

دمشق میں ایک موضع ہے جسکا نام منیحۃ الشرقی ہے اس سے چار میل کے فاصلہ پر حضرت سعد ابن عبادۃ رضی اللہ تعالے عنہ کا مزار ہے اور ایک چھوٹی سی نہایت خوبصورت مسجد بھی ہے مزار مبارک کے سرہانے ایک پتھر پر یہ عبارت تحریر ہے۔

ھذا قبر سعد بن عبادۃ رأس الخزرج صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما	یہ سعد ابن عبادہ سردار قبیلہ خزرج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا مزار ہے۔

ذکر (۴۰) مزار حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

شہر مذکور سے قبلہ کی طرف ایک کوس کے فاصلہ پر ام کلثوم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کی صاحبزادی کا مزار مبارک ہے، کہتے ہیں کہ آپ کا اصلی نام زینب تھا۔ چونکہ اپنی خالہ ام کلثوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے زیادہ مشابہ تھیں اسلئے آپ نے اپنی کنیت ام کلثوم کر دی تھی یہاں ایک اعلےٰ درجہ کی مسجد بنی ہے اور اسکے گرد مکانات اور مصارف کے لئے اوقاف ہیں۔ اسے دمشق والے "قبر الست ام کلثوم" کہتے ہیں۔

ذکر (۴۱) حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا

یہاں ایک اور مزار بھی ہے کہتے ہیں کہ یہ مزار مبارک حضرت سکینہ حسین ابن علی علیہ السلام کی صاحبزادی کا ہے۔

ذکر (۲۴) مزار حضرت مریم علیہا السلام

دمشق کے مضافات میں ایک موضع ہے اسکے مشرقی جانب ایک مکان میں ایک مزار ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مزار ام مریم علیہا السلام کا ہے۔

ذکر (۴۳) مزار حضرت ابی مسلم خولانی رضی اللہ عنہ

و ذکر (۴۴) مزار حضرت ابی سلیمان درانی رضی اللہ عنہ

شہر مذکور کے مغرب کی طرف چار میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے جسے "درایا" کہتے ہیں۔ یہاں ابی المسلم الخولانی اور ابی سلیمن الدردانی رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں۔

ذکر (۴۵) مسجد الاقدام (جسمیں نشانات اقدام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں)

دمشق کے مشہور با برکت مشاہد میں سے "مسجد الاقدام" ہے یہ شہر مذکور سے قبلہ کیجانب دو میل کے فاصلہ پر اُس بڑی سڑک کے کنارے واقع ہے جو حجاز شریف۔ بیت المقدس اور دیار مصر کو گئی ہے۔ یہ بہت بڑی اور کثیر البرکۃ مسجد ہے اسکے مصارف کے لئے بھی بہت کچھ اوقاف ہیں اور اہل دمشق اسکی بہت عظمت کرتے ہیں۔ وہ اقدام جنکی طرف یہ مسجد منسوب ہوکر "مسجد الاقدام" کہلاتی ہے۔ یہ صورت ہے کہ پتھر پر قدموں کے نقش بنے ہیں اور مشہور ہے کہ یہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں[1]۔

ذکر (۴۶) کہتے جسے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کا ثبوت ہوتا ہے

مسجد ہذا میں ایک چھوٹا سا مکان ہے اسمیں ایک پتھر پر یہ عبارت لکھی ہے۔

---

(۱) اس قسم کے پتھروں پر پیروں کے نشانات خواہ دمشق میں ہوں یا سیلون میں خواہ برما میں ہوں یا مکہ میں یا کسی جگہ بھی اکثر از روئے تحقیق یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ بدھ کے زمانہ کے آثار ہیں۔ اس قسم کا ایک نہایت اعلےٰ درجہ کا اثر برٹش میوزیم کے ہال میں ہے جسے کیپٹن عزّ ٹ نے رکھا ہے۔

کان بعض الصلحین یری المصطفے علیہ السلام فی النوم فیقول لہ ھھنا قبر اخی موسٰے علیہ السلام۔

یعنی بعض اولیاء اللہ نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں ہمارے بھائی موسٰے علیہ السّلام کا مزار ہے۔

ذکر (۷۴) الکثیب الاحمر جس کی یہودی بہت تعظیم کرتے ہیں

مسجد ہذا کے قریب راستہ ہی پر ایک مقام ہے جسے "کثیب الاحمر" کہتے ہیں بیت المقدس اور اریحا کے قریب ایک موضع بھی "کثیب الاحمر" نام کا ہے۔ جسکی یہود بہت زیادہ عظمت کرتے ہیں۔

فائدہ (۴۸) حکایت

ایک مرتبہ دمشق میں بڑا سخت طاعون پھیلا تھا۔ اس زمانہ میں حیبی میں نے اہل دمشق کو اس مسجد کی تعظیم کرتے دیکھا۔ اس سے مجھے بڑا ہی تعجب ہوا۔ ماہ ربیع الثانی کا آخری زمانہ ۷۴۹ھ مطابق ماہ جولائی ۱۳۴۸ء تھا کہ ملک الامراء ارغون شاہ نے منادی کرنے والے سے یہ تشہیر کرائی کہ دمشق میں سب آدمی تین دن تک روزہ رکھیں اور بازاروں میں دن کے کھانے کے لئے ہرگز کوئی چیز نہ پکائی جائے۔ حالانکہ دمشق میں یہ طریقہ ہے۔ کہ دن کو بازاروں سے کھانا کھاتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے مسلسل تین دن تک روزے رکھے اور آخری روزہ پنجشنبہ کے دن پڑا۔ بعض اتراں امراء شرفاء قاضی۔ فقیہ اور مختلف درجوں کے آدمی جامع مسجد دمشق میں جمع ہوئے۔ حتی کہ اتنی وسیع مسجد پر ہوگئی۔ شب جمعہ کو سب وہیں شب باش ہوئے۔ کوئی نماز میں مصروف تھا۔ کوئی دعا کرتا تھا اور کوئی ذکر و دعا میں مشغول تھا۔ فجر کے وقت سب نے باجماعت نماز فجر ادا کی اور سب کے سب اس صورت سے پیادہ پا نکلے کہ ہاتھوں میں قرآن شریف تھے اور امراء تک پابرہنہ تھے۔ غرض تمام مرد عورتیں چھوٹے بڑے۔ کوئی ایسا باشندہ دمشق نہ تھا کہ نہ نکلا ہو۔ یہود اور نصاری اپنی تورات اور انجیل لئے اپنی عورتوں اور بچوں کو لیکر نکلے اور سب روتے اور گریہ زاری

کرتے۔ اپنی کتابوں اور انبیا کا توسل کرتے ہوئے "مسجد الاقدام" کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دوپہر تک وہاں تضرع و دُعا میں مصروف رہے۔ پھر واپس آکر جمعہ کی نماز دمشق کی جامع مسجد میں پڑھی اللہ پرتر تے اس فعل کے صلہ میں جہاں دمشق میں دو ہزار اموات روزانہ ہوتی تھیں اور قاہرہ اور مصر میں چوبیس چوبیس ہزار روزانہ اموات کی نوبت پہنچ گئی تھی۔ اس بلا کو رفع کر دیا۔

دمشق کے باب شرقی میں ایک سفید منار ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی منار ہے جس پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام دمشق میں اتریںگے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں آیا ہے۔

ذکر (۴۹) ارباض دمشق

دمشق کے تین اطراف ماسوا مشرقی طرف کے نہایت وسیع ارباض ہیں ان کا اندرونی حصہ دمشق کے اندرونی حصہ کے راستوں کے تنگ ہونے کی وجہ سے بہت گنجان اور خوشنما معلوم ہوتا ہے۔

شہر ہذا کے شمال کی طرف "ربض الصالحیہ" ہے۔ یہ ایک بڑا شہر معلوم ہوتا ہے اسکے بازار ایسے ہیں کہ انکی نظیر نہیں ملتی۔ اسمیں ایک جامع مسجد شفاخانہ اور مدرسہ ہے۔ اسے لوگ "مدرسہ ابن عمر" کہتے ہیں۔ سن رسیدہ اور متوسط العمر لوگ جو یہاں قرآن شریف پڑھنا سیکھتے ہیں انکے لئے یہ مدرسہ وقف ہے۔ یہاں کے معلموں اور طالبعلموں کے لئے کھانے پینے اور کپڑے کے مصارف مقرر ہیں۔ دمشق کے اندر بھی ایک ایسا ہی مدرسہ ہے۔ اسکا نام "مدرسہ ابن منجا" ہے۔ صالحیہ کے جتنے رہنے والے ہیں سب امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ کے مذہب کے تبع ہیں۔

اذکار (۵۰) جبل قاسیون و صالحیہ

دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے اسکا نام قاسیون ہے اور صالحیہ اسکے دامن میں واقع ہے یہ شہر بہت بابرکت مشہور ہے کیونکہ انبیاء علیہم السّلام کا اسپر گذر رہا ہے۔

ذکر (۵۱) مشاہد متبرکہ قاسیون

اس پہاڑ پر زیارتگاہوں میں سے وہ بڑا پہاڑ بھی ہے جسمیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ یہ غار تنگ مستطیل شکل کا ہے۔ اس غار کے قریب ایک مسجد بنی ہے اور اس سے ملحق ایک بہت بڑا عبادتخانہ ہے۔ یہ وہی غار ہے جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں۔ ماہتاب اور آفتاب کو دیکھا تھا جسکا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ غار کے باہر وہ مقام بھی بنا ہے۔ جہاں آپ نکلکر تشریف لائے تھے۔

میں بلاد عراق میں بھی ایک موضع میں گیا ہوں جسکا نام برص تھا جو حلہ اور بغداد کے درمیان واقع ہے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جائے ولادت ہے۔

ذکر (۵۲) مزار حضرت ذوالکفل علیہ السلام

یہ موضع ذوالکفل علیہ السلام کے شہر کے قریب ہے اور یہیں انکا مزار بھی ہے۔

یہاں کے مشاہد میں سے مغرب کی طرف مغارۃ الدم ہے اور اس سے اوپر کی طرف ہابیل بن آدم علیہ السلام کا خون ہے جسکا سرخ رنگ کا اثر اللہ برتر تے ایک پتھر پر باقی رکھا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں انھیں انکے بھائی قابیل نے قتل کیا تھا اور اسی غار میں گھسیٹ کر ڈالدیا تھا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ غار مذکور میں ابراہیم۔ موسےٰ۔ عیسیٰ۔ ایوب اور لوط صلے اللہ علیہم اجمعین نے اللہ برتر کی عبادت کی ہے اسپر ایک نہایت عمدہ مسجد بنی ہے جسپر جاتے کے لئے سیڑھیاں ہیں۔ مسجد ہذا میں بہت سے حجرے اور یہاں کے رہنے والوں کے لئے آبدار خانے بھی بنے ہیں یہ ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو کھولی جاتی ہے اور غار مذکور میں شمعیں اور چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔

منجملہ مشاہد متبرکہ کے ایک غار بھی ہے۔ جو پہاڑ کی چوٹی پر وقع ہے۔ اسے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسپر بھی عمارت بنی ہوئی ہے۔

اس غار سے نیچے ہٹ کر ایک اور غار ہے اسے لوگ "مغارۃ الجوع" کہتے ہیں، میں نے لوگوں سے سُنا ہے کہ یہیں ستر انبیاء علیہم السلام کے جمع ہونے کا اتفاق ہوا ہے، اسوقت انکے پاس صرف ایک روٹی تھی۔ ہر نبی دوسرے نبی کو دیتا تھا اور خود بھوکا رہنا چاہتا تھا۔ اسی اصرار میں وہ روٹی ایک دوسرے کے پاس پھرتی رہی۔ آخر کار اُسے کسی نے نہ کھایا اور کل انبیاء نے مذکور نے جان بحق تسلیم کی صلے اللہ علیہم۔

غار ہذا پر ایک مسجد بنی ہے جسمیں رات دن چراغاں رہتا ہے ان تمام مساجد کے لئے اوقاف کثیرہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ باب الفرادیس اور جامع قاسیون کے درمیان سات سو انبیاء اور بعضوں کا قول ہے کہ ستر ہزار انبیاء مدفون ہیں۔

شہر دمشق کے باہر ایک بہت بڑا پرانا قبرستان ہے جسمیں بہت سے انبیاء اور صالحین کے مزارات ہیں، اسکے ایک جانب جو باغات سے متصل ہے پست زمین کا ایک حصہ ہے جسمیں اب پانی بھرا رہتا ہے کہتے ہیں کہ یہ ستر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مدفن تھا چونکہ عرصہ دراز سے یہاں پانی بھرا رہتا ہے اسلئے کوئی دفن نہیں کیا جا سکتا۔

ذکر (۳۵) جبل قاسیون کے قریب مواضعات اور پہاڑیاں

حضرت عیسٰے علیہ السلام اور آپکی والدہ ماجدہ علیہا السلام کے رہنے کا مقام

کوہ قاسیون کے قریب ایک چھوٹی سی متبرک پہاڑی ہے جسکا اللہ برتر نے کلام مجید میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے "وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ"۔ (قرآن کریم سورہ ۲۳، آیت ۵۲) یہ پہاڑی حضرت عیسٰے علیہ السلام اور آپکی والدہ کے رہنے کا مقام تھی اس مقام سے زیادہ خوش منظر اور قابل سیر دنیا میں کوئی جگہ نہیں۔ اسپر بڑے بڑے عالیشان اور نہایت نادر و مستحکم محل تھے اور عجیب غریب پرفضا اور دلچسپ باغات ہیں، جو مقام ان دونوں ماں بیٹوں کے رہنے کا تھا وہ ایک چھوٹا سا غار ہے جسکے وسط میں ایک چھوٹا سا حجرہ بنا ہے۔

اسی کے مقابل ایک اور حجرہ ہے کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی عبادت کی جگہ ہے لوگ اس معبد میں نماز پڑھنے کے لئے پیش قدمی کرتے ہیں۔ اس غار میں ایک چھوٹا سا لوہے کا دروازہ ہے جسے چاروں طرف سے ایک مسجد گھیرے ہوئے ہے اور اس مسجد کے بہت سے گھومتے ہوئے راستے گئے ہیں۔ اس مسجد کا سقایہ نہایت خوبصورت ہے اس میں اوپر سے ایک چھتہ میں جو دیوار کے اندر بنا ہے آنکر حوض میں گرتا ہے۔ یہ حوض سنگ مرمر کا ہے اور اسقدر خوبصورت اور نادر الوضع ہے کہ دنیا میں اسکا کوئی نظیر نہیں اس حوض کے قریب وضو کے لئے جگہیں بنی ہیں۔ خود بخود پانی جاری رہتا ہے۔ یہ بابرکت پہاڑی دمشق کے تمام باغات کی چوٹی ہے۔ اس پہاڑی پر جسقدر پانی خرچ ہوتا ہے اسکا منبع ایک ہی جگہ ہے۔ جہاں سے سات نہروں میں پانی منقسم ہوتا ہے اور ہر نہر کا رُخ علیحدہ علیحدہ ہے۔ جس جگہ سے نہریں نکلی ہیں اس کا نام "مقاسم" ہے اور ان نہروں میں سے بڑی نہر کا نام "تورة" ہے۔ اس نہر نے پہاڑ سخت پتھر کو توڑ کر اندر ہی اندر ایک غار بنایا ہے اور اسی سے پانی کے باہر نکلنے کا راستہ ہے جب کوئی تیرنے والوں میں سے ہمت والا غوطہ خور پہاڑی کی چوٹی سے نہر میں کودتا ہے تو پانی میں ڈبکی لگاکر اندر ہی اندر پانی کو اوپر کی طرف پہاڑتا ہوا پہاڑی کے نیچے جاکر نکلتا ہے۔ یہ بڑے خطرہ کا فعل ہے۔

شہر دمشق کے جتنے باغات ہیں وہ سب اس پہاڑی کے گرداگرد ہیں۔ اس پہاڑی کے حسن و نزہت سے نگاہ کو جو فرحت ہوتی ہے اور دوسری جگہ نصیب نہیں۔ اسکی ساتوں نہریں مختلف راہوں سے جاری ہیں۔ ان کا ایک جگہ جمع ہونا پھر علیحدہ علیحدہ راہوں سے جاری ہونا اور اسکے پانیوں کا گرنا ایسے انداز سے واقع ہوا ہے کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ پہاڑی کا جمال اور اُسکا حسن تام مستغنی عن التوصیف ہے۔

اسکے لئے کاشتوں، باغات اور چمن بندیوں سے بکثرت اوقاف ہیں جن سے امام، موذن، رہنے والے اور آنے والے کو وظائف ملتے ہیں۔ پہاڑی کے نیچے ایک گاؤں ہے جسکا نام "نیرب" ہے اسمیں بکثرت باغات اور سایہ دار درخت ہیں۔ درخت اسقدر گنجان ہیں کہ ماسوا ان چند عمارتوں کے جو بہت زیادہ بلند ہیں اور باہر سے کچھ نظر نہیں آتا۔ موضع مذکور کا حمام اسقدر عمدہ ہے کہ بادید و شاید۔ یہاں ایک بڑی نادر جامع مسجد ہے جسکا تمام صحن سنگ مرمر کے نگینوں سے

مفروش ہے۔ مسجد ہذا کا سقایہ بھی نہایت عمدہ ہے وضو کرنے کے لئے بہت سے مقامات بنے ہیں جنہیں پانی جاری رہتا ہے۔

اس موضع کے قبلہ کی طرف ایک اور موضع ہے جسے "مزۃ" اور "مزۃ الکلب" کہتے ہیں۔ یہ قبیلہ کلب بن وبرۃ بن ثعلب بن حلوان بن عمران ابن الحاف بن قضاعۃ کی طرف نسبت ہے۔ یہ موضع اس قبیلہ کی جاگیر تھا اسکی طرف امام حافظ الدین جمال الدین یوسف بن الزکی الکلبی المزی اور آپ کے ماسوا بہت سے علما منسوب ہیں۔ یہ موضع دمشق کے تمام مواضعات سے بڑا ہے اسکی جامع مسجد نہایت عجیب و غریب ہے اور اس میں آب شیرین کا ایک بڑا سقایہ بھی ہے۔

دمشق کے اکثر مواضعات میں حمام جامع مسجدیں اور بازار واقع ہیں اور ان مواضعات کے باشندوں کی معاشرت شہریوں جیسی ہے۔ دمشق کے مشرق میں ایک موضع موسومہ بہ "بیت الاہیۃ" ہے۔ یہیں ایک گرجا بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ آزر اسی گرجے میں پتھروں کے بت تراشا کرتا تھا جنھیں حضرت خلیل علیہ السلام توڑ ڈالا کرتے تھے۔ گرجا مذکور کو اب ایک نادر جامع مسجد بنا دیا گیا ہے۔ جسمیں رنگ برنگ کے سنگ مرمر کے نگینوں کے جڑاؤ کا نہایت نادر کام ہے۔ ان پتھروں کے جڑاؤ کے جوڑ ایسی ترتیب سے کٹے ہیں کہ نہایت نادر اور خوشوضع معلوم ہوتے ہیں

ذکر (۵۴) اوقاف دمشق و (۵۵) باشندگان دمشق کے فضائل وعادات

دمشق کے اوقاف کے اقسام اور مصارف کا شمار انکی کثرت کی وجہ سے مشکل ہے بعض وقف ان لوگوں کے لئے ہیں جو حج کرنے سے معذور ہیں اور انکی طرف سے حج کرنے کے لئے مصارف دیئے جاتے ہیں۔ بعض اوقاف اُن غربا اور مساکین کے لئے ہیں جو مفلسی کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتے۔ ان اوقاف کے مصارف پر ان کے نکاح کا بندوبست اور سامان جہیز وغیرہ موقوف ہے۔ بعض اوقاف قیدیوں کے آزاد کرنے کے لئے ہیں کہ وہ اس مصرف میں آئیں۔ بعض مسافروں کے لئے ہیں جن سے انھیں کھانا کپڑا اور زاد راہ دیا جاتا ہے۔ بعض اوقاف سڑکوں اور پٹڑیوں کے درست کرنے کے لئے ہیں دمشق کے راستے ایسے ہیں کہ داہنے

اور بائیں پٹڑیاں پیدل چلنے والوں کے لئے ہیں اور بیچ میں سواروں کے چلنے کا راستہ ہے۔ انکے ماسوا نیک کاموں کے لئے اور بھی بہت سے اوقاف ہیں۔

فائدہ (۵۶) حکایت متعلق اوقاف

میں ایک دن دمشق کی کسی گھاٹی میں گیا۔ وہاں ایک کم عمر غلام لڑکا دیکھا کہ اسکے ہاتھ سے ایک چینی کی رکابی جسے وہ لوگ "صحن" کہتے ہیں گر کر ٹوٹ گئی تھی۔ اسکے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ رکابی کے تمام ٹوٹے ہوئے ٹکڑے چن لے اور برتنوں کے صاحب اوقاف کے پاس لیجا چنانچہ اُس غلام نے ایسا ہی کیا اور وہ شخص جس نے اُسے یہ رائے دی تھی اپنے ہمراہ برتنوں کے مہتمم اوقاف کے پاس اُسے لے گیا۔ اور اُسے ٹوٹی ہوئی رکابی کے ٹکڑے دکھائے۔ اُس نے غلام کو اتنی قیمت جتنے میں وہ آتی تھی دیدی اور کہا جا کر ایسی ہی دوسری "صحن" لیلے۔ یہ نہایت اچھا کام ہے کیونکہ غلام کا آقا یا تو رکابی ٹوٹنے کے جرم میں اُسے مارتا یا زجر و تنبیہ کرتا جس سے اُس غلام کی یقیناً دلشکنی ہوتی۔ اسی وجہ سے لڑکے کے چہرہ کا مارے خوف کے رنگ متغیر ہوا جاتا تھا۔ اس وقف کی غایت لوگوں کی دلشکنی کا دفعیہ ہے اللہ تعالیٰ اُس شخص کو جزائے خیر دے جس نے اپنی اعلیٰ ہمتی سے ایسا وقف جاری کیا۔

دمشق والے عام طریقہ پر مسجدوں خانقاہوں، مدرسوں اور زیارتگاہوں کی عمارتیں بنانے کی طرف بہت مائل ہیں۔ مغرب کے باشندوں کے ساتھ انھیں بڑا حسن ظن ہے۔ مال دولت، گھربار بال بچوں سب پر انکی دیانت و امانت کا اعتبار کرتے اور ان پر انھیں بڑا اطمینان ہے اگر دمشق کے اطراف میں سے کوئی کہیں سے بھی آجاتا ہے تو کہیں نہ کہیں سے اسکے گذارے کی صورت قائم کر دیتے ہیں۔ کہیں مسجد کی امامت۔ مدرسہ کی مدرسی، مسجد کی کوئی اور ملازمت۔ قرآت قرآنی کا سلسلہ یا مشاہرہ ہے کسی مشہد کی خدمت یا اگر صوفیوں میں سے ہے تو کسی نہ کسی خانقاہ سے اُس کے کھانے کپڑے کا سامان ہو جاتا ہے۔ الغرض جس مسافر میں کوئی صفت ہوتی ہے وہ سوال طلب کی بےعزتی سے محفوظ رہتا ہے اور لوگ خود اسکی خدمت کرتے ہیں۔ اور جو مزدوری کرنے اور پیشہ والے مسافر یہاں آتے ہیں۔ انکے لئے زندگی بسر کرنے کے دوسرے اسباب ہیں۔ کوئی باغ کی

کی حفاظت پر مقرر ہو جاتا ہے۔ کسی کو چکی گھر میں آٹا پیسنے پر نوکر رکھ لیتے ہیں اور بہت سے اُن لڑکوں کی حفاظت پر مامور ہو جاتے ہیں جو مدرسوں میں صبح و شام پڑھنے کیلئے آیا جایا کرتے ہیں اور جو شخص طالب علمی کرنا یا عبادت کرنیکے لئے فراغ و اطمینان چاہتا ہے تو ان مقاصد کی انجام دہی کے لئے اُسے کامل اعانت دیجاتی ہے۔

اہل دمشق کے فضائل میں سے یہ امر بھی ہے کہ ان میں سے رمضان کے مہینے میں کوئی بھی تنہا روزہ نہیں افطار کرتا۔ جو لوگ امراء قاضیوں اور بڑے لوگوں میں سے ہیں وہ اپنے ساتھ روزہ افطار کرنے کیلئے اپنے دوستوں اور فقیروں کو مدعو کرتے ہیں اور جو تاجر اور بڑے دوکانداروں میں سے ہیں ان کا بھی یہی رویہ ہے۔ اور جو مسکین اور دیہاتی ہیں وہ سب اینٹوں میں سے کسی کے گھر یا مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں ہر ایک کے پاس جو افطار کرنے کیلئے ہوتا ہے اپنے ساتھ لاتا ہے اور سب ملکر روزہ کھولتے ہیں جب میں دمشق میں آیا تھا تو میری نور الدین سخاوی مدرس مدرسہ مالکیہ سے بڑی ہم صحبتی رہا کرتی تھی اور انکی یہ خواہش تھی کہ میں رمضان میں آپکے ساتھ روزہ افطار کیا کروں۔ چار دن میں اُسکے پاس روزہ افطار کرنیکے لئے گیا ہی تھا کہ مجھے بخار آ گیا۔ اسلئے نہ جا سکا۔ اسپر اُس نے مجھے بلا بھیجا میں نے عرض کیا کہ میں مریض ہوں لیکن میرے عذر کی کوئی پیش نہ گئی اور مجھے اسکے پاس جانا ہی پڑا اور وہیں شب باش رہنا پڑا۔ جب میں نے صبح کو اپنے جائے قیام پر آنے کا ارادہ کیا تو مجھے باصرار تمام روکا اور کہا کہ جا کر کیا کیجئے گا۔ میرا گھر اپنا۔ اپنے باپ کا۔ (یعنی موروثی) یا بھائی کا گھر سمجھیئے۔ پھر آپ نے طبیب کو بلوایا اور کہا کہ طبیب جسطرح کہے اسیطرح میرے لئے دوا اور پرہیزی کھانا وغیرہ تیار کیا جائے۔ اس صورت سے میں آپ کے ساتھ عید الفطر تک رہا اور دوگانہ عید کے لئے عید گاہ گیا۔ الغرض اللہ برتر نے مجھے تپ مذکور سے شفا بخشی۔ اس اثناء میں میرے پاس جو کچھ تھا وہ سب صرف ہو گیا جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو میرے سفر کے لئے اونٹ کرایہ کر دیئے اور کل سفر خرچ بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے دام دیئے اور فرمایا جو کچھ آپ کو ضرورت پیش آئے وہ سب میرے ذمہ ہے۔ اللہ برتر انہیں جزائے خیر دے۔

دمشق کے ایک فاضل الملک الناصر کے محرروں میں سے عماد الدین قیصرانی تھے۔

آپکی یہ عادت تھی کہ جب دمشق میں کسی مغربی شخص کے آنے کی خبر سنتے تو اسکی تلاش کر کے ضیافت کرتے اور نہایت حسن سلوک سے پیش آتے اور اگر انمیں دین کے فضائل پاتے تو اپنی ملازمت کیلئے فرماتے۔ اسطرح انکے بہت سے مغربی ملازم تھے۔ یہی طریقہ سلطان کا کاتب السر فاضل علاء الدین بن غانم اور ان ہر دو حضرات کے ماسوا بہت سے لوگوں کی یہی روش تھی۔ دمشق کے دیگر کبار فضلاء میں سے صاحب عزالدین القلانسی ہیں۔ آپ بہت بڑے صاحب مکارم و فضائل و ایثار تھے اور بڑے دولتمند تھے۔

کہتے ہیں کہ جب الملک الناصر دمشق میں آیا تھا تو آپ نے اسکے لئے تمام خدم وحشم اور خواص وغیرہ کے تین دن تک برابر دعوت کی تھی اسی وجہ سے سلطان ناصر نے آپ کو "صاحب" کے لقب سے ملقب کیا تھا۔

دمشق کے دیگر فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ یہاں کے اسلاف بادشاہوں میں سے جب ایک بادشاہ کی موت کا زمانہ قریب آیا تو اس نے وصیت کی کہ اسے جامع مکرم کے قبلہ کی طرف دفن کیا جائے اور اسکی قبر چھپا دی جائے اور قرآن شریف پڑھنے والوں کے لئے بہت بڑی اوقاف معین کئے کہ روزانہ قرآن شریف کو ساتوں منزلیں منزل بمنزل پڑھکر ختم کر دیا کریں اسکی قبر مقصورہ صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے جانب شرق میں جس مقام پر تھی وہیں یہ قرآن مجید کی طریقہ مذکور کے مطابق تلاوت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ نیک طریقہ وہاں پر دائمی ہو گیا۔

نیز دمشق کے تمام بلاد کے باشندوں کا یہ ہی طریقہ ہے کہ عرفہ کے دن نماز عصر کے بعد باہر نکلتے ہیں اور بیت المقدس کی مسجد جامع بنی امیہ اور انکے ماسوا دیگر مساجد کے صحنوں میں ننگے سر کھڑے ہو کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ طلب برکۃ کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اسوقت کے منتظر رہتے ہیں جبکہ حجاج بیت اللہ عرفات میں پہونچیں اور برابر توسل حجاج بیت اللہ خشوع و خضوع کے ساتھ غروب آفتاب تک دعا اور بارگاہ الہی میں التجا میں مصروف رہتے ہیں پھر جسطرح حاجی عرفات سے واپس ہوتے ہیں اسیطرح یہ بھی اس امر سے دگریاں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوتے ہیں کہ وقوف عرفات سے محروم رہے اور اللہ برتر سے اس امر کی التجا کرتے ہیں کہ انہیں اس مقام متبرک میں پہونچا دے اور اس مقصد کے حصول کیلئے انکے اس

فعل دعا کو برکت قبولیت سے محروم نہ کر، اور آخری دن اٹھائیسویں ماہ مذکور کا تھا۔ صحیح مذکور
اہل دمشق کی جنازوں کی ہمراہی بھی عجیب ہے۔ محمد القاسم ابن محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی
کے آگے آگے چلتے ہیں اور قرآن پڑھنے والے نہایت خوش الحان جماعت کثیرہ شریک سماعت تھی
جاتے ہیں۔ انکا ایسا درد بھرا لہجہ ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ سننے والے پر رقت شیخ العباس الحجازی
اسقدر زبردست رقت کا اثر ہوتا ہے کہ روح کے پرواز کر جانے کا اندیشہ گذرتا ہے یحیٰی بن علی
مقصورہ کے سامنے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ اگر جنازہ جامع مسجد کے کسی امام، موذن یا خادم کا ہے
تو اُسکے ساتھ اس مقام تک برابر قرآن پڑھتے جاتے ہیں جہاں اسے رکھکر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔
اور اگر مذکور لوگوں کے ماسوا کسی اور کا جنازہ ہو تو صرف جامع مسجد کے دروازہ تک قراءت قرآن
کا فعل جاری رہتا ہے۔ جب جنازہ مسجد میں داخل کرتے ہیں تو تلاوت کلام مجید موقوف کر دیتے ہیں۔
بعض اشخاص کے جنازہ کی یہ صورت ہوتی ہے کہ باب البریہ کے قریب صحن کے مغربی جانب سب آدمی
بیٹھکر قرآن شریف کا ایک ایک پارہ لیکر پڑھتے ہیں۔ اور جو کوئی بھی شہر کے بڑے لوگوں یا اعیان میں
سے ماتم پرسی کے لئے آتا ہے یہ جو اسکا نام ہوتا ہے ان الفاظ میں باواز بلند ندا کرتے ہیں۔ بسم اللہ
کمال الدین۔ جمال الدین شمس الدین۔ بدر الدین وغیرہ۔ جب تلاوت قرآن ختم ہو جاتی ہے تو موذن
کھڑے ہو کر یہ کہتے ہیں۔ اب فلاں نیک اور عالم متوفی کی نماز کی فکر کرو اور عبرت حاصل کرو جو ان
صفات حسنہ کے ساتھ متصف تھا پھر نماز جنازہ پڑھکر اسے دفن کرنے کی جگہ لیجاتے ہیں۔

اس سے بڑھکر جنازوں کی تکفین و تجہیز کے معاملہ میں اہل ہند کا تعجب انگیز مرتبہ ہے وہ یہ
کہ تیجہ کو متوفی کے مدفن پر جمع ہوتے ہیں۔ وہاں عمدہ فرش بچھاتے ہیں اور قبر پر قیمتی اور پر تکلف
چادریں ڈالتے ہیں۔ اسکے چاروں طرف گلاب۔ نسرین چمبیلی وغیرہ کے خوشبودار پھول ڈالتے ہیں
اور انکے پاس اس قسم کے پھولوں کی بہت کثرت ہوتی ہے۔ انکے ماسوا لیمو ترنج وغیرہ کے درخت
بھی لاکر قبر کے گرد لگاتے ہیں اگر ان میں پھل نہ ہوتے انھیں لاکر قائم کرتے ہیں اور لوگوں کے
سایہ کے لئے وہاں شامیانہ وغیرہ لاکر بھی نصب کرتے ہیں۔ قاضی امرا اور انکے مثل حضرات وہاں
آکر بیٹھتے ہیں اور انکے مقابل قاری ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے پارے لائے جاتے ہیں اور ہر شخص
ایک ایک پارہ لیکر پڑھتا ہے جب خوش الحانی سے قاری قراءت قرآن کر چکتے ہیں تو قاضی دعا مانگتا

اور کھڑے ہو کر کبھی خطبے پڑھتا ہے جنہیں متوفی کا ذکر ہوتا ہے اور اسکے مرثیہ کے اشعار ہوتے ہیں۔ اس پس ماندہ عزیز و اقارب کا نام بھی ہوتا ہے انکے اور غم تعزیت ادا کرتا ہے۔ پھر سلطان کا ذکر کر کے اسکے حق میں دعائے خیر کرتا ہے۔ اسوقت سب لوگ جس طرف سلطان ہوتا ہے اسکی طرف رخ کرکے مؤدب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر قاضی بیٹھ جاتا ہے اور لوگ گلاب لاکر لوگوں پر چھڑکتے ہیں۔ اس گلاب پاشی کی ابتدا پہلے قاضی سے ہوتی ہے پھر اسکے پاس والوں پر چھڑکتے ہیں یہانتک کہ درجہ بدرجہ تمام لوگوں پر چھڑکا جاتا ہے۔ پھر شکر کے شربت کے گھڑے لاتے ہیں اور لوگوں کو پلاتے ہیں یہ بھی پہلے قاضی کو پلاتے ہیں پھر اسکے پاس والوں کو بعد ازاں پان لائے جاتے ہیں اسکی اہل ہند بہت عظمت کرتے ہیں اور جو شخص پان لاتا ہے اسکی بھی بہت تعظیم و تکریم کیجاتی ہے۔ اگر سلطان کسی کو پان کی گلوری دیتا ہے تو اسکی لینے والا سونے اور خلعت سے زیادہ عظمت کرتا ہے۔ متوفی کے گھر والے سوم تک پان نہیں کھاتے۔ اس دن قاضی یا اسکا کوئی قائم مقام پان لیجاتا ہے اور سیجے کی مذکورہ رسوم سے فارغ ہونے کے بعد میت کے ولی کو اپنے ہاتھ سے کچھ پان دیتا ہے اور وہ اسے کھالیتا ہے۔ اسکے بعد مجلس تیجہ برخاست ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس آجاتے ہیں۔ پان کا اگر خدا نے چاہا تو عنقریب ذکر آئے گا۔

ذکر (۵۷) دمشق کے اُن باشندگان کا ذکر جنسے میں نے حدیث شریف کی سماعت کی جنہوں نے مجھے حدیث شریف کی اجازت دی اور میری روانگی

میں نے جامع مسجد بنی اُمیہ میں اللہ برتر ہمیشہ اسے اپنے ذکر سے معمور و آباد رکھے۔ پوری امام ابو عبداللہ محمد ابن اسمٰعیل الجعفی البخاری رضی اللہ عنہ کی صحیح ملحق الاصاغر بالاکابر شہاب الدین احمد ابن ابی طالب بن ابی النعم بن حسن بن علی بن بیان الدین مقری الصالحی المعروف بابن الشحنة الحجازی سے چودہ دن کے جلسہ میں سُنی۔ سماعت کا آغاز سہ شنبہ کے دن نصف ماہ رمضان المعظم ۷۲۶ھ

مطابق پندرہویں اگست ۱۳۲۶ء سے ہوا اور آخری دن اٹھائیسویں ماہ مذکور کا تھا۔ صحیح مذکور کے قاری امام وحافظ ملک شام کے مورخ علم الدین ابی محمد القاسم ابن محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی الاصل الدمشقی تھے۔ میری سماعت کے ساتھ مندرجہ ذیل اشخاص کی جماعت کثیرہ شریک سماعت تھی جنکا نام محمد بن طغریل بن عبد اللہ ابن الغزال الصیرفی نے قلمبند فرمائے ہیں۔ شیخ العباس الحجازی نے کل کتاب صحیح شیخ الامام سراج الدین ابی عبد اللہ الحسنی بن ابی بکر المبارک بن محمد بن یحییٰ بن علی بن المسیح بن عمران الربیعی البغدادی الزبیدی الحنبلی سے شوال کے آخری دنوں اور ذیقعد کے ابتدائی دنوں ۶۳۰ھ میں جامع مظفر میں جو جبل قاسیون پر خارج دمشق میں واقع ہے سماعت فرمائی۔ آپکو تمام بخاری شریف کی اجازت ان دو شیخوں سے ہے۔ ابی الحسن محمد بن احمد بن عمر بن الحسنی بن الحنفت القطیعی المورخ۔ اور علی ابن بکر بن عبد اللہ بن روبۃ القلانسی القنطاری البغدادیین اور باب غیرۃ النسا و وجدہن سے آخر کتاب تک ابی المنجا عبد اللہ بن عمر بن علی بن زید بن اللتی الخزاعی البغدادی سے ملی ہے۔ ان ہر چہار حضرات نے شیخ سدید الدین ابی الوقت عبد الاول بن عیسے بن شعیب بن ابراہیم البجیری الہروی الصوفی سے ۵۵۳ھ میں بغداد میں سُنی ہے۔

آپ فرماتے ہیں ہمیں امام جمال الاسلام ابوالحسن عبد الرحمٰن ابن محمد بن المظفر بن محمد بن داود بن احمد بن معاذ بن سہل بن الحکم الداودی نے خبر دی دراں حالیکہ قاری آپکے حضور میں قرارت کرتا تھا اور میں سنتا تھا۔ یہ قرارت وسماعت کا واقعہ مقام بوشنج ۴۶۵ھ کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ ہمیں ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن حمویۃ ابن یوسف بن ایمن السرخستی نے خبر دی دراں حالیکہ آپکے حضور میں پڑھا جاتا تھا اور میں سامنے تھا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۳۸۱ھ کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ ہمیں عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر بن ابراہیم الفربری دراں حالیکہ آپکے حضور میں پڑھا جاتا تھا اور میں سامنے تھا۔ یہ واقعہ قرارت وسماعت مقام فربرین ۳۱۶ھ کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ ہمیں امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تو مقام فربر میں ۲۴۸ھ میں خبر دی اور دوسری مرتبہ ۲۵۳ھ میں اہل دمشق میں سے جن حضرات نے مجھے اس کتاب کی اجازت عطا فرمائی وہ۔ شیخ ابو العباس الحجازی مذکور ہیں آپنے اس اجازت

کے معاملہ میں جملہ شیوخ سے سبقت فرمائی اور آبائی اجازت بھی دی۔ دوسرے شیخ الامام شہاب الدین بن عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی ہیں آپکی ولادت ماہ ربیع الاول ۶۵۳ھ میں ہوئی۔ تیسری شیخ الامام الصالح عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن النجدی ہیں۔ چوتھے امام الامیہ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف ابن الزکی عبدالرحمٰن بن یوسف المزنی الکلبی حافظ الحفاظ ہیں۔ پانچویں شیخ الامام علاء الدین علی بن یوسف بن محمد بن عبداللہ الشافعی ہیں۔ چھٹے شیخ الامام الشریف محی الدین یحیی بن محمد بن علی العلوی ہیں۔ ساتویں شیخ الامام المحدث مجدالدین القاسم بن عبداللہ بن ابی عبداللہ المعلی الدمشقی ہیں آپ کا سال ولادت ۶۵۱ھ ہے۔ آٹھویں شیخ الامام العالم شہاب الدین احمد بن ابراہیم ابن فلاح بن محمد الاسکندری ہیں۔ نویں شیخ الامام ولی اللہ تعالیٰ شمس الدین بن عبداللہ بن تمام ہیں دسویں دونوں برادر شیخ شمس الدین محمد اور کمال الدین عبداللہ ہیں۔ یہ ہر حضرات ابراہیم بن عبداللہ بن ابی عمر المقدسی کے صاحبزادے ہیں۔ گیارھویں شیخ العابد شمس الدین محمد بن ابی الزہراء بن سالم الہکاری ہیں۔ بارھویں شیخۃ الصالحۃ ام محمد عائشہ بنت محمد بن مسلم بن سلامۃ الحرانی ہیں۔ تیرھویں شیخۃ الصالحۃ رحلۃ الدنیا زینب بنت کمال الدین احمد بن عبدالرحیم بن عبدالواحد بن احمد المقدسی ہیں۔

باب ہیجدہم (۱۸)

دمشق سے بصوب مدینہ منورہ سفر

فصل (۱) موضع کسوہ میں ورود

سنہ مذکور میں جب ماہ شوال کا چاند دیکھا گیا تو رکب حجازی دمشق سے باہر نکلا اور سب موضع کسوہ میں اترے اور میں بھی اس رکب حجازی کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اس رکب کا امیر سیف الدین الجوبان کبار امرائے دمشق میں سے تھا اور قاضی رکب شرف الدین الاذرعی الحورانی تھا۔ اسی سال مدرس المالکیہ صدر الدین الغماری نے حج بھی کیا تھا۔ میرا یہ سفر عرب کے ایک گروہ

کے ساتھ تھا جنہیں عجارمتہ کہتے تھے۔ ان کا امیر محمد بن رافع امراء میں بڑی قدر و منزلت کہتا تھا۔

فصل (۲) موضع صنمین میں ورود

پھر ہم موضع مذکور سے موضع صنمین میں آتے یہ ایک بڑا موضع ہے۔

فصل (۳) شہر زرعۃ میں ورود

بعد ازاں ہم شہر زرعۃ میں پہنچے حوران کے شہروں میں سے یہ ایک چھوٹا شہر ہے۔ یہاں ہم اس شہر کے قریب اترے۔

فصل (۴) شہر بصری میں ورود

بعد ازاں ہم سب شہر بصری میں آئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اس رکب کا یہ دستور تھا کہ بصری میں چار دن قیام کیا کرتا تھا۔ تاکہ جو اہل دمشق اپنی بعض ضروریات کی بنا پر پیچھے چھوٹ گئے ہوں اس عرصہ میں رکب کے ساتھ آملیں یہ وہی بصری ہے جہاں رسول اللہ صلعم بعثت سے قبل بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کی تجارت کیلئے تشریف لیگئے تھے۔ جہاں آپ نے ناقہ بٹھائی تھی وہاں اب ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کرادی گئی ہے۔ اہل حوران کا اس شہر میں اجتماع ہوتا ہے اور تمام حاجی اپنے زادِ راہ کا یہیں سے بندوبست کرتے ہیں۔

ذکر (۵) برکۃ الزیزہ

پھر یہاں سے برکۃ زیزہ (زیزا) جاتے ہیں یہاں ایک دن ٹھہرتے ہیں۔

ذکر (۶) اللجون

پھر لجون روانہ ہوتے۔ اس مقام پر جاری پانی ملتا ہے۔

ذکر (۷) قلعہ کرک

پھر قلعہ کرک جاتے ہیں یہ قلعہ تمام قلعوں میں عجیب تر اور محفوظ و مشہور تر ہے۔ اسے قلعہ غراب بھی کہتے ہیں۔ ایک وادی اس قلعہ کو ہر چہار اطراف سے گھیرے ہوئے ہے۔ قلعہ مذکور کا صرف ایک دروازہ ہے اسمیں داخل ہونے کا راستہ ایک سخت پتھر کے نیچے سے تراش کر نکالا گیا ہے۔ اور اسکی دہلیز میں جانے کا جو دروازہ ہے اسکا بھی یہی حال ہے۔

فائدہ (۸) حکایت متعلق قلعہ

بادشاہ لوگ آ آ کر اس قلعہ میں تحفظ اختیار کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت اسمیں پناہ لیتے ہیں۔ ملک الناصر نے بھی اسمیں پناہ لی تھی۔ کیونکہ یہ بچپن ہی میں تخت نشین ہو گیا تھا اسکا ایک غلام سلار نام کا تھا وہ اسکی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اسکی صغر سنی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ بہت غالب ہو گیا تھا۔ اب ملک ناصر کو بیحد اندیشہ ہو گیا اور کوئی چارہ نہ تھا براہ حکمت عملی اُسنے حج کو جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور دیگر امرا نے بھی اسکے ساتھ اس امر میں اتفاق کیا چنانچہ سلطان مذکور جب حج کیلئے روانہ ہوا۔ اور ایلا گھاٹی پر پہونچا یہاں سے یہ قلعہ قریب تھا اسمیں چلا گیا اور کئی سال تک پناہ گزین رہا۔ یہاں تک کہ تمام امرائے شام نے اسپر چڑھائیاں کیں اور تمام ممالک تے اسپر حملے کئے۔ اس اثنا۔ میں بیبرس الششنکر تمام ملک پر قابض ہو گیا۔ یہ شخص اسکے باورچی خانہ کا سردار اور ملک المظفر کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔ یہ وہی بیبرس ہے۔ جس نے اُس خانقاہ سعید السعدا کے قریب خانقاہ بیبرسیہ قائم کی تھی جسے صلاح الدین ابن ایوب نے بنایا تھا۔ ملک الناصر نے بیبرس پر لشکر لیکر حملہ کیا۔ یہ تاب مقاومت نہ لا کر صحرا کی طرف بھاگا ملک ناصر کے لشکر نے اسکا تعاقب کیا اور اسے گرفتار کر لیا اور ملک مذکور کے حضور میں لا کر پیش کیا۔ اُس نے اُسکے قتل کا حکم نافذ کیا چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔ سلار بھی گرفتار ہوا اور ایک کنویں میں قید کر دیا گیا۔ یہانتک کہ بھوک مارے بھوک کے اسکی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مارے بھوک کے اس نے نعوذ باللہ کوئی مردار چیز بھی کھالی تھی۔

ذکر (۹) موضع ثنیتہ

کرک کے باہر ایک موضع میں جسکا ثنیتہ نام تھا چار دن تک رکب ٹھہرا رہا اور پھر میدان میں داخل ہونے کا بندوبست کیا۔

فصل (۱۰) شہر معان میں ورود

بعد ازاں ہم شہر معان پہونچے یہ شام کے شہروں میں سے آخری شہر ہے۔ صوان کی گھاٹی سے ہم اُس جنگل میں جا گئے جسکی نسبت مشہور ہے داخلہا مفقود وخارجہا مولود۔ یعنی اسمیں داخل ہونے والا مفقود ہو جاتا ہے اور جو نکل آئے اُس نے دوبارہ زندگی پائی۔

ذکر (۱۱) مقام ذات حج

پھر دو دن چلنے کے بعد ہم ذات حج میں پہونچے یہ ایسا ریگستان ہے جسمیں کہیں آبادی کا پتہ نشان نہیں۔

ذکر (۱۲) وادی بلدح

پھر وادی بلدح میں آئے اسمیں پانی کا پتہ نشان بھی نہ تھا۔

فصل (۱۳) مقام تبوک میں ورود

پھر ہم مقام تبوک میں پہونچے یہ وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جنگ کی تھی۔ یہاں ایک چشمہ ہے جسمیں بہت تھوڑا پانی رہتا تھا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے اور آپ نے اس چشمہ میں وضو فرمایا تو شیریں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا اور ابتک آپکی برکت سے بدستور جاری ہے۔

شام کے حاجیوں کا دستور ہے کہ جب منزل تبوک پر پہنچتے ہیں تو اسپنے ہتھیار نکال لیتے

ہیں اور تلواروں کو برہنہ کر کے اس منزل پر حملہ کرتے اور وہاں کے درختوں پر سیف زنی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اسیطرح رسول اللہ صلعم اس مقام پر داخل ہوئے تھے۔

چشمہ مذکور پر بہت بڑا رکب اترتا ہے، سب کے سب اُسی سے اپنی ضروریات رفع کرتے ہیں اور اونٹوں کے سستانے اور سیراب کرنے کیلئے یہاں چار دن تک مقیم رہتے ہیں۔ چونکہ علاء اور تبوک کے مابین ایک خوفناک دشت پڑتا ہے اسلئے یہیں سے سفر کے لئے پانی کا بندوبست بھی کر لیتے ہیں۔ یہاں کے سقوں کا یہ دستور ہے کہ چشمہ مذکور کے کناروں پر اُترتے ہیں۔ اُنھوں نے بھینسوں کے چمڑے کے بڑے تالابوں کی طرح بہت سے حوض بنا رکھے ہیں انہیں میں سے اونٹوں کو پانی پلاتے ہیں اور مشکوں اور اونٹوں پر لادنے کی پانی کی پکھالوں کو اس پانی سے بھر لیتے ہیں یہاں ہر امیر اور بڑے آدمی کی طرف سے ایک حوض بنا ہے۔ جس سے اُسکے اور اسکے ساتھیوں کے اونٹوں کو پانی پلایا جاتا ہے اور پکھالیں لے چلنے والے اونٹوں کی پکھالوں میں بھی اس حوض میں سے پانی بھر لیا جاتا ہے۔ انکے علاوہ ان سقوں کے ساتھ اور لوگ بھی اپنے اپنے مشکیزے کچھ درہم دیکر ان حوضوں میں سے بھر لیتے ہیں۔ پھر یہاں سے رکب روانہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ دشت نہایت خوفناک ہے اسلئے برابر رات دن منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں۔

ذکر (۱۴) الوادی الاخیضر

اس دشت کے وسط میں ایک وادی ہے جسے وادی اخیضر کہتے ہیں۔ بس یہاں تو نعوذ باللہ وادی جہنم کا لطف آجاتا ہے۔ کسی سال حاجیوں کو یہاں کی باد سموم کی وجہ سے اسقدر مصیبت اٹھانی پڑی کہ انکی مشکوں کا پانی بالکل خشک ہو گیا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک گلاس پانی ہزار دینار تک میں بک گیا۔ الغرض خرید و فروخت کرنے والوں سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ اس وادی کے بعض پتھروں پر کندہ ہے۔

ذکر (۱۵) برکۃ المعظم

یہاں سے روانہ ہو کر لوگ برکۃ المعظم پر اُترتے ہیں یہ بہت بڑا برکہ ہے اور اولاد ایوب نے

جو ملک المعظم ہے اسکی طرف منسوب ہے۔ اسمیں کسی سال تو بارش کا پانی ہو جایا کرتا ہے اور کسی سال خشک ہو جایا کرتا ہے۔

ذکر (۱۶) برکتہ (بئر) الحجر

تبوک سے پانچ دن راستہ طے کرنے کے بعد بئر الحجر حجر ثمود پر پہونچتے ہیں اسمیں خوب پانی بھرا ہوا ہے۔ لیکن باوجود سخت پیاس کے بھی کوئی اس کنویں سے پانی نہیں پیتا۔ یہ فعل رسول اللہ صلعم کی اقتدا میں ہے۔ جب غزوہ تبوک میں آپ کا اس کنویں پر سے گذر ہوا تھا تو آپ اپنا راحلہ بہت تیزی سے اس مقام سے لیگئے تھے اور فرمایا تھا کہ اس کنویں سے کوئی پانی نہ پیئے اور جس نے اسکے پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹوں کو کھلاوے۔

ذکر (۱۷) دیار ثمود

اسی مقام پر پہاڑوں میں سنگ سرخ میں تراشے ہوئے قوم ثمودؑ کے رہنے کے مکانات ہیں انکی سیڑھیاں نقشی اور ایسی خوبی سے بنی ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی بنائی گئی ہیں۔ ان مکانات کے اندر بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں جن سے بڑی عبرت ہوتی ہے (انّ فی ذلك لعبرۃً قرآن کریم سورہ ۳۔ ۱۱: ۴۲۔ ۲۴۔ ۶۹: ۲۶)

یہاں دو پہاڑوں کے درمیان وہ مقام بھی ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی بٹھائی تھی۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مسجد کا نشان بھی ہے۔ وہاں لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں۔ حجر اور علا کے مابین کم وبیش نصف دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

فصل (۱۸) مقام علا میں ورود

علا۔ ایک بہت بڑا اور اچھا موضع ہے۔ وہاں کھجوروں کے باغات اور جاری چشمے ہیں۔ اور حاجیوں کا قافلہ چار دن قیام کیا کرتا ہے۔ ان چار دنوں میں وہ اپنے زاد راہ کا بندوبست کر لیتے ہیں اور اپنے کپڑے وغیرہ دھو لیتے ہیں۔ جو کچھ اسکے پاس زیادہ سامان ہوتا ہے وہ علا ہی

میں اثاثہ چھوڑ جاتے ہیں اور ضروری سامان و اسباب اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ علاکے باشندے بہت ذہین ہیں۔ شام کے مسیحی تاجر بھی یہاں تک جاتے ہیں اور پھر اس سے آگے نہیں بڑھتے حاجی جس چیز کو سامان سفر میں زائد سمجھتے ہیں اسے فروخت بھی کر ڈالا کرتے ہیں۔

ذکر (۱۹) وادی عطاس

پھر علا سے چلکر دوسرے دن وادی عطاس میں قافلہ پہنچتا ہے۔ یہ نہایت گرم مقام ہے اور یہاں بہت سخت باد سموم چلتی ہے۔ جس سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بعض سنوں میں یہاں اسقدر باد سموم چلی کہ اُس سے ماسوا اُسکے جسپر خدا کی مہربانی تھی سارا قافلہ ہلاک ہو گیا۔ جس سال یہ واقعہ گذرا اُسے "سنہ امیر الحاقی" کہتے ہیں۔

ذکر (۲۰) مقام ہدیۃ

پھر یہاں سے مقام ہدیۃ میں اترتے ہیں یہ غمناک مقام ریگ آلود زمین کی ایک وادی میں واقع ہے۔ تھوڑی سی ریگ کھودنے سے وہاں پانی نکل آتا ہے۔ لیکن شور ہوتا ہے۔

باب نوزدہم (۱۹)

فصل (۱) طیبہ مدینہ رسول اللہ صلعم وشرف وکرم

پھر یہاں سے روانہ ہو کر تیسرے دن بلد المقدس الکریم الشریف طیبہ مدینہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وشرف وکرم میں پہنچتے ہیں۔ وارد ہونیکے دن شام کے وقت ہم حرم شریف میں داخل ہوئے اور مسجد کریم تک پہونچکر سلام کرتے ہوئے باب السلام میں ٹھہرے اور مزار رسول اللہ صلعم اور منبر کریم کے مابین نماز ادا کی۔ اور ستون حنانہ کے باقی ٹکڑے کو بوسہ دیا۔ یہ ٹکڑا مابین مزار مبارک اور منبر شریف ایک ستون کے ساتھ اسکے دائیں جانب رُخ بقبلہ قائم ہے۔

اور سید الاولین والآخرین شفیع العصاۃ والمذنبین الرسول النبی الہاشمی الابطحی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تسلیما وشرف وکرم کا نیز آپکے سر دو پہلو صحابہ کرام ابی بکر الصدیق اور ابی حفص عمر الفاروق رضی اللہ عنہما کا حق سلام ادا کیا اور خوشی خوشی اس نعمت عظمی اور فتح کبری کی کامیابی سے اپنی قیامگاہ پر اللہ برتر کی حمد کرتے ہوئے واپس آئے۔ کہ ہمیں اکمنہ متبرکہ شریفہ اور مشاہد عظیمہ بلند مرتبہ کی زیارت سے مشرف کیا۔ اور یہ دعا کرتے ہوئے کہ بار خدایا ہم پھر آپکی زیارت سے مشرف ہوں اور اللہ برتر ہماری اس زیارت کو قبول فرمائے اور ہمارا یہ سفر اللہ برتر کے راستہ میں لکھا جائے۔

اذکار (۲) مسجد نبوی (۳) وروضہ شریفہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد معظم مستطیل ہے اور اسکے ہر چہار اطراف سے سنگین فرش گھیرے ہوئے ہیں اسکے وسط میں ایک صحن ہے جسپر کنکریاں اور ریگ بچھی ہوئی ہیں۔ مسجد کے گرد ایک سنگین فرش کا گھوما ہوا راستہ ہے جسکا ایک دوسرے سے پتھر جڑا ہوا ہے اور روضہ مقدس صلوات اللہ وسلامہ علی ساکنہا قبلہ کی طرف مسجد کرم کے مشرقی جانب سے ملا ہوا ہے۔ روضہ اقدس کی شکل ایسی نادر واقع ہوئی ہے کہ اسکی مثال ملنا ناممکن ہے۔ عمارت سنگ مرمر کی گول وضع کی ہے۔ پتھروں کا جڑاؤ نہایت نادر و پاکیزہ اور مصفا و شگفتہ ہے جسکا گارہ مشک اور دیگر خوشبوؤں سے آمیختہ ایسی خوبی سے لگا ہوا ہے کہ باوجود امتداد زمانہ کے اب تک اسکے استحکام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسکے صفحہ قبیلہ میں روئے مبارک کے مقابل ایک چاندی کی میخ گڑی ہوئی ہے۔ یہیں لوگ عرض سلام کے لئے روئے مبارک کی طرف رخ کرکے اور پشت بقبلہ ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ سلام پڑھتے ہیں۔ پھر اپنی داہنی جانب حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں آپ کا سر مبارک رسول اللہ صلعم کے قدموں کے پاس ہے پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف پھرتے ہیں آپکا سر مبارک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شانہائے مبارک کے قریب ہے۔

روضۃ المقدسہ زادہا اللہ طیبہ کے جوف میں ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا حوض ہے۔ جسکی جانب قبلہ بشکل محراب واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیما کا مکان تھا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہی آپکا مزار ہے واللہ اعلم۔

وسط مسجد کریم میں سطح زمین سے مسطح ایک تہ خانہ کے منہ پر گول ڈھکنا ڈھکا ہوا ہے۔ اس تہ خانہ میں سیڑھیاں ہیں جنکا سلسلہ مسجد سے باہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان تک چلا جاتا ہے اسی تہ خانہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والد کے گھر تشریف لیجاتی تھیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ وہی "خوخہ" ہے جسکا حدیث میں ذکر آیا ہے اور جسکے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتسلیماً نے باقی رہنے اور اسکے ماسوا کو بند کردینے کا حکم فرمایا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان کے مقابل حضرت عمر اور آپکے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مکانات ہیں۔

مسجد کریم کی مشرقی سمت امام المدینۃ ابی عبد اللہ مالک بن انس رضی اللہ کا مکان ہے اور باب السلام کے قریب ایک سقابہ ہے جسمیں لوگ سیڑھیوں سے اترتے ہیں اسکا پانی جاری اور نام "عین الزرقاء ہے"۔

ذکر (۴) مسجد کی بنا کے آغاز کا ذکر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماً دوشنبہ کے دن تیئیس ربیع الاول کو جب دار الہجرۃ مدینۃ الشریفہ میں تشریف لائے تو عمرو بن عوف کے یہاں اُترے۔ اور یہاں بائیس راتیں قیام فرمایا۔ چوبیس راتیں اور چار راتیں بھی کہتے ہیں۔ پھر مدینہ شریف تشریف لیگئے اور بنی نجار کے یہاں ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور یہاں سات مہینے تک قیام فرمایا اس اثنا میں مکانات اور مسجد بنالی۔

یہ مسجد کا مقام سہل اور سہیل رافع بن ابی عمر بن عائذ بن ثعلبہ بن غنم ابن مالک بن النجار کے صاحبزادوں کے کھلیان کا مقام تھا۔ ان دونوں لڑکوں نے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہم کی گود میں پرورش پائی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوایوب رضی اللہ کی دمین پر ورش پائی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماً نے اس کھلیان کی جگہ کو ان دونوں بھائیوں سے خرید لیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو راضی کردیا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انھوں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تسلیماً کے حضور میں زمین نذر

پیشکش کر دی تھی۔

الغرض رسول اللہ صلعم تسلیماً نے مقام مذکور پر مسجد کی بنا ڈالی اور آپ خود مع اپنے اصحاب کے اسمیں کام کرتے۔ پہلے اسکا صرف احاطہ بنا تھا اور نہ چھت بنائی گئی تھی نہ ستون قائم کئے گئے تھے۔ احاطہ طول میں سو گز تھا اور اتنا ہی عرض۔ ایک روایت یہ ہے کہ عرض۔ طول سے کچھ کم تھا۔ احاطہ کی دیوار کی بلندی بقدر قد آدم تھی۔ جب گرمی کی بہت شدت ہوئی تو صحابہ نے اسکی چھت بنانے کے متعلق عرض کی اُسوقت کھجوروں کے درختوں کے تنوں کے اسکے ستون بنائے گئے۔ اور چھت کھجوروں کی ٹہنیوں کی بنائی گئی۔

جب بارش ہوئی اور کھجوروں کی شاخیں اور پتیاں مینہ نہ روک سکیں تو مسجد مبارک میں پانی بھر گیا رسول اللہ صلعم وتسلیماً سے صحابہ نے آپکی خدمت میں مٹی کی چھت بنانے کے لئے عرض کیا آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ عریش حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی عریش کی طرح کافی یا سائبان مثل سائبان حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وافی ہے" الغرض ہر دو احادیث کا مفہوم اقرب ہے۔

لوگوں نے عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سائبان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا چھت اسطرح بنائی جائے کہ جب کوئی اسکے نیچے کھڑا ہو تو سر چھت تک پہنچے۔ مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے تین دروازے قائم کئے گئے جب سمت قبلہ پھیر دی گئی تو جنوبی دروازہ بند کر دیا گیا اور مسجد مبارک حضرت رسول اللہ صلعم کی حیات اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیات تک اسی صورت میں رہی۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا عہد آیا تو آپ نے مسجد نبوی صلعم میں یہ کہکر اضافہ کیا۔ اگر میں نے رسول اللہ صلعم وتسلیماً کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ "ہم مسجد میں کچھ اور اضافہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں" تو میں ہرگز اسکی عمارت میں اضافہ پر اقدام نہ کرتا۔

پس حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہ کھجوروں کے درختوں کے تنوں کے ستون اتروا ڈالے اور انکی جگہ پختہ خشتی ستون قائم کئے اور قد آدم تک مسجد کی بنا پتھر کی کر دی اور کل چھ دروازے قائم کئے۔ انہیں سے ماسوا قبلہ کی سمت کے ہر سمت میں دو دو دروازے تھے۔ انہیں سے آپ نے فرمایا کہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک دروازہ عورتوں کے واسطے مخصوص کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی حیات تک اس دروازہ کی کسی مرد کو شکل نہ دکھائی۔ آپ یہ بھی

فرماتے تھے اگر ہم اس مسجد کو وسیع کر کے صحرا تک پہنچا دیں جب بھی یہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً ہی کی مسجد مبارک رہیگی۔ حضرت عمرؓ کا یہ بھی ارادہ ہوا کہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً کے چچا حضرت عباسؓ کی ایک جگہ لیکر مسجد ہذا میں ملا دیں لیکن حضرت عباسؓ نے آپ کو اس ارادہ سے روکا۔ اُس عمارت میں ایک پرنالہ لگا ہوا تھا جسکا پانی مسجد میں گرتا تھا۔ چونکہ اُس سے لوگوں کو اذیت پہنچتی تھی اسلئے آپ نے اُسے نکلوا ڈالا۔ اسپر حضرت عباس کا اُسے جھگڑا ہو گیا۔ اور ان ہر دو حضرات کے مقدمہ کے تصفیہ کے لئے ابی ابن کعبؓ سر پنچ بنے۔ جب یہ دونوں حضرات ابی ابن کعبؓ کے مکان پر تشریف لیگئے تو کچھ وقفہ کے بعد ان ہر دو حضرات کو داخلہ کی اجازت دی۔ چنانچہ جب یہ داخل ہوئے تو انے تاخیر کی معذرت کی اور عرض کیا چونکہ میری جاریہ میرا سر دہلا رہی تھی اسلئے توقف معرض ظہور میں آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے گفتگو میں اقدام فرمایا۔ لیکن ابی نے روکدیا اور کہا کہ حضرت عباسؓ کو چونکہ آپ پر فضیلت حاصل ہے اسلئے یہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً سے جو مکان کے متعلق معاملہ ہوا ہے فرمائیں اسپر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً نے میرے لئے ایک خط کھینچ دیا تھا چنانچہ میں نے وہیں پر مکان بنا لیا۔ اور یہ پرنالہ وہ ہے جسے میں نے آپ کے دونوں کتفہائے مبارک پر چڑھکر لگایا تھا۔ اب عمرؓ کا عہد ایسا آیا کہ انھوں نے اُسے گرا دیا اور اُسے مسجد نبوی میں داخل کرنا چاہا۔ اسپر حضرت اُبیؓ نے جواب دیا کہ میرے علم میں بھی اسی قسم کا ایک معاملہ ہے۔ میں نے رسول اللہ صلعم وتسلیماً کو فرماتے ہوئے سُنا ہے جب حضرت داؤد علیہ السلام کا بیت المقدس بنانے کا ارادہ ہوا تو وہاں دو یتیموں کا ایک مکان تھا۔ آپ نے اسکے فروخت کر ڈالنے پر اصرار کیا۔ ان دونوں نے کہدیا کہ ہم تو نہیں بیچتے۔ پھر جب آپ نے اور زیادہ کوشش کی تو راضی ہو گئے لیکن قیمت میں کچھ مبالغہ کیا۔ چنانچہ آپ نے جو پہلی قیمت تجویز کی تھی اُسے رد کیا اور دوسری قیمت مقرر کی انھوں نے اُس دوسری قیمت کو بھی رد کیا اور زیادہ دام مانگے۔ حضرت داؤدؑ نے یہ قیمت بہت زیادہ سمجھی اسپر اللہ برتر نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی۔ تم جو کچھ انہیں قیمت دیتے ہو اگر وہ تمہاری ملک ہے تو تم جانو۔ اور اگر ہمارے دئے ہوئے رزق میں سے تم قیمت دے رہے ہو تو انھیں اُسقدر دینا چاہیئے جسمیں وہ راضی ہو جائیں۔ کیونکہ جس گھر کی میری طرف نسبت ہو وہ مظلمہ سے پاک ہونا چاہئے تمہارے سلئے اس قسم کا گھر بنانا حرام کیا گیا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار

وہ گھر سلیمان کو عطا کر۔ پس اللہ برتر نے وہ گھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کر دیا"

حضرت عمرؓ نے یہ سُنکر فرمایا کہ اسکی تصدیق کوئی اور بھی کر سکتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلعم وتسلیما نے فرمایا تھا۔ پس اُبیؓ انصار کے ایک قبیلہ کی طرف تشریف لے گئے انھوں نے آپکے اس ارشاد مبارک کی تصدیق کی۔ اسپر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اگر میں آپکی روایت کا کوئی تصدیق کرنے والا نہ پاتا تب بھی آپ کے فرمانے پر عمل کرتا۔ لیکن میں نے درجہ ثبوت کو پہونچ جانا دیا وہ مناسب سمجھا اسکے بعد آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پرنالہ اسی صورت سے لگاؤ کہ میرے دونوں کندھوں پر تمہارے پیر ہوں چنانچہ عباسؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ جب آپنے اس پرنالہ کا مجھی کو مالک بنا دیا تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے۔ اسپر حضرت عمرؓ نے اُسے پھر گرا دیا۔ اور اُسے مسجد میں داخل کر دیا۔

پھر جب مسجد نبوی میں حضرت عثمانؓ نے اضافہ کیا تو اسکی بنا کو اور زیادہ مستحکم کیا اور اسکے بنانے میں خود بذاتہ شرکت فرمائی۔ آپ اسکے کام میں اپنا سارا دن صرف کر دیا کرتے۔ اسپر استرکاری کی اور مسجد کے مقام کو منقش پتھروں سے مستحکم کیا۔ اور ما سوا چھت شرقی کے تمام جہات سے اسے وسعت دی ستون سنگین کر دئے اور انہیں لوہے اور رانگ کے ستونوں سے استحکام بخشا۔ اور چھت ساگون کی لکڑی کی اور محراب بنائی۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلا شخص مروان ہے جس نے محراب بنائی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ولید کے عہد خلافت میں عمر بن عبد العزیز نے محراب بنائی تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کے بعد ولید ابن عبد الملک نے مسجد شریف کو اور وسیع کیا۔ اور اس کام کا عمر ابن عبد العزیز کو متولی کیا چنانچہ انھوں نے مسجد شریف کو خوب وسیع کیا اور اسے نہایت خوبصورت بنا دیا۔ اور اسکے استحکام میں بہت کچھ مبالغہ کیا۔ یعنی اسکا سارا کام سنگ مرمر اور ساگون کا بنایا اور اسپر سونا چڑہایا۔

ولید نے بایں غرض شاہ روم کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا ارادہ مسجد نبوی صلعم تسلیماً کے بنانے کا ہے۔ اسلئے میں اس کام میں آپ کی اعانت چاہتا ہوں۔ چنانچہ شاہ روم نے تعمیل حکم کی اور اس کام کے لئے کاریگر اور اسی ہزار مثقال سونا بھیجدیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ ازواج النبی صلعم وتسلیماً کے حجرے بھی مسجد مبارک میں داخل کر لئے جائیں۔ پس عمر مذکور نے وہ مکانات جنکو تین طرف سے

مسجد نبوی میں شامل کیا ہے سب خرید لئے۔ جب چھت قبلہ کی باری آئی تو عبید اللہ ابن عبداللہ ابن عمرؓ نے حفصہ کا گھر نہ فروخت کرنا چاہا۔ انہیں دونوں کے درمیان بہت بات بڑھ گئی۔ لیکن انجام کار عمر مذکور نے اس شرط پر خرید لیا کہ مسجد میں شامل کرنے سے مکان کا جو حصہ بچ جائیگا وہ انکا ہے نیز اُسی باقی حصہ مکان سے وہ مسجد میں آنے کا راستہ بھی نکال لینگے۔ یہ وہی کھڑ ہے جو مسجد نبوی میں ہے۔

پھر عمر مذکور نے مسجد کے چار گوشوں میں چار مجوف مینار بنائے۔ جنمیں سے ایک مروان کے گھر پر سایہ فگن تھا۔ جب سلیمن بن عبد الملک حج کے لئے گیا اور مروان کے گھر میں اترا اور موذن اس پر اذان کے وقت چڑھا۔ تو چونکہ گھر کی بے پردگی ہوتی تھی اسلئے اُسکے ڈھا دینے کا حکم نافذ کردیا۔

عمر مذکور نے مسجد میں ایک محراب بھی بنائی تھی کہتے ہیں کہ یہ پہلا بانی محراب مسجد نبوی تھا۔

پھر مسجد مذکور میں المہدی بن ابی جعفر المنصور نے اضافہ کیا۔ اسکے والد یعنی ابوجعفر المنصور نے بھی مسجد کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن افسوس کہ اسکی دل کی دل ہی میں رہی۔ حسن ابن زید نے اسے بذریعہ تحریر ترغیب دلائی تھی کہ مشرقی سمت سے اسمیں اضافہ کیا جائے۔ اور یہ کہا تھا کہ اگر یہ شرقی جانب سے وسیع کی گئی تو روضہ کریمہ مسجد شریف کے وسط میں واقع ہوجائیگا۔ اسپر ابوجعفر نے اُسے جواب دیا کہ میں تمہاری تحریر کی حقیقت سمجھہ گیا تم اس بہانہ سے شیخ عثمان کا گھر ڈھا دینا چاہتے ہو۔

ابوجعفر نے اپنے عہد میں حکم نافذ کیا کہ گرمیوں کے زمانہ میں مسجد کے تمام صحن میں لکڑی کی چوبوں پر طنابوں سے شامیانہ نصب کیا جائے تاکہ نمازیوں کو گرمی میں تپش سے راحت ملے۔

ولید کے زمانہ میں مسجد کا طول دوسو گز تھا۔ المہدی نے اسے وسیع کرکے تین سو گز تک پہنچا دیا اور اُس مقصورہ کو بھی زمین کی سطح کے برابر کر دیا جو تقریباً دوسو گز بلند تھا۔ اور مسجد کے کئی مقامات پر اپنے نام کے کتبے لگائے۔

اسکے بعد ملک منصور قلاؤون نے باب السلام کے پاس ایک وضوخانہ بنانیکے لئے حکم نافذ فرمایا۔ اور امیر الصالح علاؤالدین عرف اقمر کے اس کام کی تولیت تفویض فرمائی۔ چنانچہ امیر مذکور نے ایک بہت بڑا وضوخانہ بنایا جسکا رقبہ نہایت وسیع تھا اور اسکے گرداگرد حجرے قائم کئے۔

جنہیں پانی جاری رہتا تھا۔
ملک منصور کا یہ ارادہ بھی تھا کہ ایسا ہی ایک وضو خانہ مکہ معظمہ میں بھی بنایا جائے۔ لیکن اللہ برتر کو اسکے ہاتھ سے یہ کام کرانا منظور نہ تھا۔ پھر اسکے بیٹے ملک الناصر نے صفا اور مروہ کے مابین ایک وضو خانہ بنوایا۔ جسکا انشاء اللہ عنقریب ہی ذکر ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔
مسجد نبوی صلعم وتسلیماً کی سمت قبلہ قطعی سمت قبلہ ہے۔ کیونکہ خود بنفس نفیس آپ نے اسکی سمت قائم کی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سمت قبلہ قائم کی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً سمت قبلہ قائم فرما رہے تھے اور حضرت جبرئیل بتاتے جاتے تھے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ جسوقت آپ سمت قبلہ قائم فرمارہے تھے اور حضرت جبرئیلؑ نے اشارہ کیا جتنے بلند پہاڑ درمیان میں حائل تھے وہ سب جھک گئے اور قبلہ کی عمارت سامنے نظر آنے لگی۔ رسول اللہ کعبہ دیکھتے جاتے تھے اور بنائے مسجد قائم کرتے جاتے تھے۔ پس ہر اعتبار سے سمت قبلہ قطعی اور یقینی ہے۔
جس زمانہ میں نبی صلعم وتسلیماً پہلے پہل مدینہ میں تشریف لائے تھے تو سمت قبلہ بیت المقدس کی طرف تھی۔ پھر سولہ مہینے اور بعض کہتے ہیں کہ سترہ مہینے کے بعد سمت قبلہ کعبہ کی جانب پھیری گئی۔

ذکر (۵) منبر مسجد نبوی صلعم

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً مسجد میں ایک کھجور کے درخت کی پیڑی سے تکیہ لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب خطبہ کیلئے منبر بنگیا۔ اور آپ اسپر تشریف فرما ہوکر خطبہ پڑھنے لگے تو اس پیڑی سے ایسی آواز آئی جیسے اونٹنی اپنے دودھ پیتے بچہ کیلئے روتی ہے۔ نبی صلعم وتسلیماً سے مروی ہے کہ آپ منبر سے اُترے اور اُس پیڑی کو جاکر گلے سے لگا لیا تب اُسے کہیں جاکر سکون ہوا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر میں اُسے گلے نہ لگاتا تو قیامت تک وہ اسیطرح روتا رہتا۔
اسمیں اختلاف ہے کہ یہ منبر کریم کس نے بنایا تھا۔ ایک روایت ہے کہ تمیم الداری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے بنایا تھا ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے بنایا تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ انصار میں سے ایک عورت کے غلام نے بنایا تھا۔ یہی حدیث صحیح میں آیا ہے۔

اسمیں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں جنگلی جھاڑ کی لکڑی کا بنایا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ شور گز کا تھا۔

منبر مذکور کی تین سیڑھیاں تھیں رسول اللہ صلعم وتسلیماً سب سے اوپری حصہ پر بیٹھا کرتے تھے اور دونوں پائے مبارک وسط سیڑھی پر رکھا کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو آپ وسط درجہ پر بیٹھا کرتے تھے اور آخری درجہ پر پیر رکھا کرتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو آپ نے پہلے درجہ پر نشست اختیار کی اور پیر زمین پر رکھتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے شروع عہد خلافت میں اسی پر عمل کیا۔ پھر آخر میں اوپر کے زینہ پر بیٹھنے لگے۔

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو انھوں نے منبر کریم کو شام میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ اسپر لوگوں نے بہت شور وغوغا کیا اور ایک نہایت تیز آندھی آئی۔ سورج گرہن پڑ گیا دن کو تارے نظر آنے لگے۔ اور زمین اسقدر تیرہ وتار ہو گئی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ٹکرا جاتا تھا اور راستہ نہ نظر آتا تھا۔ جب معاویہ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے اس فعل سے باز رہا۔ لیکن اسمیں نیچے کی جانب سے چھ آسین اور بڑھا نے چنانچہ کل نو درجات ہو گئے۔

ذکر (۶) خطبا و ائمہ مسجد نبوی صلعم

جس زمانہ میں میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا تھا۔ مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم وتسلیماً کے امام بہاء الدین سلامۃ کبار اہل مصر میں سے تھے۔ اور انکے نائب عالم صالح زاہد اور محتاج اللہ شیوخ زمانہ عز الدین الواسطی تھے۔ اللہ برتر آپکی ذات با برکات سے فیض پہنچاتا ہے آپ سے پہلے مسجد شریف کی خطابت اور قضامت کا کام سراج الدین عمر المصری سے متعلق تھا۔

فائدہ (۷) حکایت

مذکور ہے کہ یہ سراج الدین عہدۂ قضامت مدینہ اور خطابت مسجد شریف پر تقریباً چالیس

سال قائم رہے۔ پھر جب آپ نے یہاں سے مصر جانے کا ارادہ کیا تو تین مرتبہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً کی زیارت مبارک سے خواب میں مشرف ہوئے۔ ہر مرتبہ آپ یہاں سے جانے سے قاضی وخطیب مذکور کو منع فرماتے۔ اور فرماتے کہ تمہاری موت کا زمانہ قریب ہے۔ لیکن یہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے۔ اور چلے گئے ابھی آپ مصر پہنچے بھی نہ تھے کہ تین منزل اسی طرف مقام شُوَیس میں انتقال فرمایا۔ اللہ ہر فرد ایسے خاتمہ بد سے پناہ میں رکھے۔ آپ کی نیابت فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن فرحون رحمتہ اللہ علیہ کرتے تھے۔ انکی اولاد اتبک مدینہ شریفہ میں موجود ہے وہ یہ ہیں۔ ابو محمد عبداللہ مدرس مالکیہ اور نائب الحکم ہیں۔ اور ابو عبد اللہ محمد۔ یہ ہر دو حضرات صل باشندے شہر تونس کے ہیں اور یہاں کے بہت بڑے حسب نسب والوں میں آپکا شمار ہے۔ اسکے بعد جمال الدین الاسیوطی جو باشندگان مصر میں سے ہیں والی خطابت وقضا ہوئے اس سے پہلے یہ آخر الذکر حصن الکرک میں قاضی تھے۔

ذکر (۸) خدام وموذنین مسجد نبوی علیہ التحیۃ والثناء

مسجد شریف کے خدام نوجوان حبشی قوم میں سے ہیں۔ انکے ماسوا نہایت حسین پاکیزہ صورت اور خوش لباس لوگ ہیں۔ ان سب کے افسر اعلیٰ کو "شیخ الخدام" کہتے ہیں۔ اسکی ہیئت اور وضع امرائے کبار جیسی ہے۔ انکے لئے مصر اور شام میں وظائف مقرر ہیں۔ جو انہیں ہر سال پہنچائے جاتے ہیں۔ حرم شریف کے موذنوں کے سردار امام فاضل محدث جمال الدین المطری موضع مطریہ کے جو مصر میں ہے رہنے والے ہیں اور ان کے صاحبزادے فاضل عفیف الدین عبد اللہ اور شیخ المجاور الصالح ابو عبد اللہ محمد بن الغرنالحی المعروف بالتراس قدیمی مجاوروں میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنی خواہش نفس کے فتنہ کے خوف سے عضو مخصوص کٹوا ڈالا تھا۔

فائدہ (۹) حکایت

مذکور ہے کہ ابو عبد اللہ الغرنالحی۔ شیخ مسمی بہ عبد الحمید العجمی کی خدمت کیا کرتے تھے اور شیخ مذکور کو آپکے ساتھ بہت حسن ظن تھا۔ یہانتک کہ اپنے اہل اور مال کے معاملہ میں ان کی

جانب سے اطمینان کلی رکھا کرتے تھے اور جب کبھی سفر کو جاتے تو گھر آپ ہی کے سپرد کر جاتے تھے ایک مرتبہ شیخ مذکور کو سفر کا اتفاق ہوا چنانچہ آپ حسب عادت ان پر گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ شیخ عبدالحمید کی بیوی ان پر ریجھ گئی اور چاہا کہ ان سے اپنی خواہش نفسانی پوری کرے۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ کا خوف ہے کہ جس شخص نے مجھے اپنے گھر بار کا امین قرار دیا ہے میں اسمیں خیانت کروں اور نعوذ باللہ ناجائز فائدہ اٹھاؤں۔ حتیٰ کہ اپنے نفس کے فتنہ پر خوف کر کے اپنا عضو مخصوص کٹوا ڈالا جسکی وجہ سے آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب لوگوں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو علاج کیا چنانچہ آپ تندرست ہو گئے اور مسجد کریم کے خدام و موذنوں کا آپ کو عہدہ ملگیا۔ اور ہر دو گروہوں یعنی حبشیوں اور غیر حبشیوں پر آپ کو سردار بنا یا گیا خدا کا شکر ہے کہ اتنک آپ بقید حیات ہیں

ذکر (۱۰) مجاورین مسجد نبوی صلعم

ان میں سے ایک شیخ الصالح الفاضل ابو العباس احمد بن محمد بن مرزوق ہیں۔ آپ مسجد نبوی میں بڑے عبادت کرنے روزے رکھنے اور نماز پڑھنے والے اور صبر و اخلاص کی صفات سے متصف تھے۔ بسا اوقات آپ نے مکہ معظمہ کی مجاورت میں بھی بسر کی ہے میں نے آپکو ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۸ء میں مکہ معظمہ میں دیکھا تھا تو تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ طواف کرنے والا پایا۔ مجھے آپ کے اسقدر طواف کرنے سے سخت تعجب تھا کیونکہ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا اور طواف کرنے کی جگہ سیاہ پتھروں سے مفروش تھی اور دہوپ سے تو اسقدر گرم ہو جاتی تھی جیسے تاؤ دیا ہوا پتھر۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ سقے اسپر پانی ڈالتے تھے۔ لیکن جہاں پانی گرتا تھا وہاں سے آگے نہ بہہ سکتا تھا اور اسی جگہ گرمی کی شدت سے نیست و نابود ہو جاتا تھا اسوقت فرش اسقدر بھڑکتا تھا۔ کہ لوگ جرابیں پہن کر طواف کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس حالت کے ابو العباس ابن مرزوق برہنہ پا طواف کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے آپ کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تو میرا بھی دل چاہا کہ انکے ہمراہ طواف کروں۔ جا کر طواف میں آپکے ساتھ ملگیا۔ اور حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا۔ مجھے ان پتھروں کی ایسی بھڑک لگی کہ ایک مرتبہ بوسہ دینے کے بعد پھر میں طواف کرتے ہوئے حجر اسود کی طرف دوبارہ بوسہ دینے کیلئے باوجود کوشش بسیار کے نہ پلٹ سکا چنانچہ

میں نے واپسی کا ارادہ کر لیا اور اسطرح ورتک واپس آیا کہ راستہ میں اپنی کمل بچھاتا تھا۔ اور اسکے اُوپر چلتا تھا۔

اس زمانہ میں مکہ میں غرناطہ کے وزیر اور یہاں کے بڑے لوگوں میں سے ابو القاسم محمد بن محمد ابن الفقیہ ابی الحسن سہل بن مالک الاذی تھے یہ روزانہ ستہ اسبوع یعنی ۴۲ مرتبہ طواف کرتے تھے۔ لیکن دوپہر کو گرمی کی شدت کی وجہ سے طواف نہ کرسکتے تھے۔ لیکن ابن مرزوق کی یہ حالت تھی کہ باوجود گرمی کی شدت کے بھی دوپہر کے وقت اُن سے زیادہ طواف کیا کرتے تھے۔

مدینہ کے مجاورین میں سے شیخ صالح عابد سعید المراکشی کفیف اور شیخ ابو مہدی عیسیٰ بن حزرون المکناسی ہیں۔

فائدہ (۱۱) حکایت

جب شیخ ابو مہدی نے ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۸ء میں مکہ کی مجاورت میں تھے ایک روز مجاوروں کی ایک جماعت کے ساتھ جبل حرا کی طرف نکلے جب پہاڑ پر چڑھے اور اس مقام پر پہنچے جہاں رسول اللہ صلعم وتسلیما عبادت کیا کرتے تھے اور وہاں سے اترنے لگے تو ابو مہدی اپنے ہمراہی مجاورین سے پیچھے رہ گئے۔ پہاڑ میں ایک راستہ دیکھا گمان کیا کہ اس سے مسافت تھوڑی ہے چنانچہ اُسے اختیار کیا۔ آپکے ساتھی پہاڑ کے نیچے اُتر گئے اور آپ کا انتظار کرنے لگے لیکن جب آپکے آنے میں دیر ہوئی تو پہاڑ پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے لیکن آپ کہیں نہ نظر آئے گمان کیا کہ آپ پہلے ہی چلے گئے ہیں۔ اسلئے مکہ معظمہ چلے گئے اور عیسیٰ مذکور اپنے راستہ ہی چلتے چلتے دوسرے پہاڑ پر جا پہنچے راستہ بھول گئے اور گرمی کی وجہ سے پیاس نے تھکا دیا تھا اور جوتا بھی پھٹ گیا تھا آپ نے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر پیروں پر لپیٹے حتیٰ کہ چلتے چلتے تھک گئے ایک کیکر یا ببول کے درخت کے سایہ میں دم لینے کیلئے بیٹھ گئے۔ اللہ برتر نے آپکے پاس اونٹ پر سوار ایک اعرابی کو بھیجدیا وہ آپکے پاس ٹھہر گیا اور آپکے سارے حال سے مطلع ہو کر آپکو اونٹ پر بٹھا لیا اور مکہ پہنچا دیا۔ آپکی کمر میں ایک ہمیانی سونے سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے وہ اُسے دیدی۔ اور تقریباً ایک مہینہ تک آپ میں پیروں پر کھڑے ہونے کی

استطاعت نہ تھی۔ انکی تمام کھال اُڑ گئی تھی جب کہیں دوسری کھال پیدا ہوئی تو چلنے پھرنے کے قابل ہوئے۔ یہیں میرے ایک اور ساتھی پر بیتی جسکا انشاء اللہ آئندہ ذکر کرونگا۔

مدینہ شریفہ کے مجاورین میں سے ابو محمد السروتی قرار الحسنین میں سے تھے۔ اسی مذکورہ سال میں انھوں نے بھی مکہ کی مجاورت کی تھی اور یہیں قاضی عیاض کی کتاب الشفاء نماز ظہر کے بعد پڑھایا کرتے تھے اور یہیں نماز تراویح کی امامت بھی کرائی تھی۔

دوسرے مجاورین میں سے فقیہ ابو العباس الفاسی ہیں جو یہاں کے مدرس مالکیہ بھی تھے انھوں نے شیخ الصالح شہاب الدین الزرندی کی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا۔

فائدہ (۱۲) حکایت

مذکور ہے کہ ایک دن ابو العباس الفاسی بعض لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ اثنار گفتگو میں ایک بڑی بات انکی زبان پر آگئی۔ اسکا ارتکاب انسے اس وجہ سے ہوا کہ یہ علم نسب سے ناواقف اور اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھ سکتے تھے اللہ برترانہیں اس سخت ارتکاب سے معاف فرمائے آپکی زبان سے یہ نکل گیا کہ حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے کوئی اولاد پیں ماندہ نہ چھوڑی اور آپ کا یہ کلام امیر المدینہ طفیل ابن منصور ابن جمّاز الحسنی کے کانوں تک پہونچ گیا اُسنے آپ کے کلام کی مخالفت کی اور بہت بُرا مانا۔ کیونکہ کلام کی حقیقت ہی ایسی تھی کہ بُرا مانا جاتا اور ارادہ کیا کہ آپکو قتل کردے۔ لیکن لوگوں نے کہا کہ یہ جرم قتل کرنے کے لائق نہیں ہے امیر آپ کو مدینہ سے نکال دیا۔ کہتے ہیں کہ امیر مذکور نے کسی کو مامور کردیا کہ آپکو غفلت میں پاکر مارڈالے لیکن آپ ایسے روپوش ہوئے کہ اب تک آپکا کہیں پتہ نشان نہ ملا۔ اللہ برتر زبان کے شرور اور لغزشوں سے محفوظ رکھے۔

ذکر (۱۳) امیر مدینہ منورہ

مدینہ کا امیر کبیش بن منصور بن جماز تھا۔ اس نے اپنے چچا مقبل کو قتل کر دیا تھا اور کہتے ہیں کہ مقتول کے خون سے وضو کیا ایک دن کبیش ۷۲۷ھ مطابق ۱۳۲۷ء کے سخت گرمی میں

میدان کی طرف نکلا اور اسکے ساتھی بھی اسکی معیت میں تھے۔ بعض دنوں میں دوپہر کی سخت گرمی نے انہیں انتہا پریشان کیا۔ چنانچہ اسکے سارے ساتھی درختوں کے سایوں میں منتشر ہوگئے۔ اس اثناء میں اسکے چچا مقبل مقتول کے بیٹے اپنے غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ للکارتے ہوئے کہ "مقبل کے خون کا بدلہ لیجو" آن پہونچے اور کبیش ابن منصور کو قتل کرڈالا۔ اور اسکا خون چاٹ لیا۔ پھر اسکا بھائی طفیل ابن منصور جسکا ہم ذکر کرچکے ہیں کہ اس نے ابو العباس الفارسی کو شہر بدر کیا تھا۔ اسکا امارت مدینہ شریفہ پر جانشین ہوا۔

ذکر (۱۴) مزارات خارج از بلدہ مذکور

ان میں سے ایک بقیع الغرقد مدینہ مکرمہ کی شرقی جانب واقع ہے۔ یہاں کے زائرین جس دروازہ سے نکلتے ہیں اسکا نام "باب البقیع" ہے جو شخص اس دروازہ سے زیارت کیلئے جاتا ہے دروازہ سے نکلتے ہوئے اسکے بائیں طرف صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ملتا ہے۔ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتسلیما کی پھوپھی اور زبیر ابن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ آپکے مزار کے سامنے امام المدینۃ عبد اللہ مالک ابن انس رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ اسپر ایک مختصر سی عمارت کا چھوٹا سا قبہ بھی بنا ہوا ہے۔ اس مزار کے سامنے خاندانی مقدس نبوی صلعم کے خلاصہ یعنی حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول اللہ صلعم وتسلیما کا مزار مبارک ہے اسپر ایک سفید رنگ کا قبہ بنا ہوا ہے۔ قبہ ہذا کے داہنی جانب عبد الرحمن ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا مزار ہے۔ آپ ابی شحمہ کے اسم گرامی سے مشہور تھے۔ انہی کے مقابل عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ذی الجناحین جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں انکے مقابل ایک روضہ ہے جسمیں کہتے ہیں کہ امہات المومنین رضی اللہ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ اس روضہ کے پاس ایک اور روضہ ہے جسمیں حضرت عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلعم اور حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے مزارات ہیں۔ یہ گنبد بہت بلند اور نہایت مستحکم بنا ہوا ہے اور باب البقیع سے نکلنے والے کے داہنی طرف پڑتا ہے۔ حضرت حسن علیہ السلام کا سر مبارک حضرت عباس علیہ السلام کے قدموں کی جانب ہے۔ ان ہر دو حضرات کے مزارات زمین سے

بہت بلند اور وسیع بنے ہوئے ہیں۔ اوران پر نہایت خوبی سے جوڑ ملا کر تختے جڑے ہیں اوران پر پیتل کے پتر چڑھائے ہیں جن پر نہایت نادر کام کیا ہوا ہے۔ نیز بقیع میں مہاجرین و انصار اور کل صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے مزارات ہیں جن میں سے اکثر کا پتہ نہیں لگا۔ آخر بقیع میں امیرالمومنین ابی عمر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اسپر ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے۔ اور اسکے قریب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ہے۔ مشاہد کریمہ میں سے قُبا بھی ہے جو سمت قبلہ کی طرف مدینہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مدینہ طیبہ اور قُبا کے درمیان کا راستہ نخلستان میں سے ہوکر گیا ہے۔ اس مقام قبا میں وہ مسجد واقع ہے جسکے متعلق کلام مجید میں ان الفاظ میں کہ یہ وہ مسجد ہے جسکی بنا تقویٰ اور رضوان پر ہے۔

مسجد ہذا مربع شکل ہے اسمیں ایک سفید رنگ کا اتنا بلند منارہ ہے کہ بہت دور سے نظر آتا ہے۔ اسکے وسط میں وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلعم تسلیماً نے اپنی اونٹنی بٹھائی تھی۔ لوگ یہاں تبرکاً نماز پڑھتے ہیں اسکے صحن میں قبلہ کی طرف چبوترہ تر ایک محراب واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پہلے رسول اللہ صلعم تسلیماً نے نماز پڑھی تھی۔ اسکے قبلہ کی جانب ایک مکان بھی ہے جو ابو ایوب الانصاری رضی اللہ تعالے عنہ کا تھا۔ اس مکان کے پاس اور بھی بہت سے مکانات تھے جو ابوبکر، عمر، فاطمہ، عائشہ رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کئے جاتے تھے۔ کہ انکے ہیں مسجد ہذا کے مقابل "بئر اریس" ہے۔ یہ وہ کنواں ہے جسکا پانی پہلے کھاری تھا۔ رسول اللہ صلعم تسلیماً نے جب اپنا لعاب دہن مبارک اسمیں ڈالا تو اسکی برکت سے شیریں ہو گیا اور اسی میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ سے رسول اللہ صلعم تسلیماً کی خاتم کریم گر گئی تھی۔ مشاہد میں سے مدینہ شریفہ کے باہر قبہ حجر الزیت ہے کہتے ہیں کہ یہاں نبی صلعم تسلیماً کیلئے پتھر سے روغن زیت ٹپکا تھا۔ اس کنویں کے شمال کی طرف "بئر بضاعۃ" ہے اور اس کنویں کے مقابل "جبل الشیطان" ہے۔ جہاں یوم احد میں شیطان نے چلا کر کہا تھا کہ تمہارے نبی قتل کر دئے گئے۔ اس خندق کے لب پر جسے رسول اللہ صلعم تسلیماً نے جنگ احزاب کے دن کھودا تھا ایک ویران قلعہ ہے۔ جسے لوگ "حصن العزاب" کہتے ہیں اسکے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عزاب مدینہ

کے لئے بنوایا تھا۔ قلعہ مذکور کے سامنے جانب مشرق میں "بئر رومتہ" ہے۔ یہ وہ کنواں ہے جسکا نصف امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا۔ مشاہد کریمہ میں سے ایک احد بھی ہے۔ یہ وہ جبل مبارک ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلعم تسلیماً نے فرمایا ہے۔ احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ مدینۃ شریفہ کی وادی میں تقریباً آبادی سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس پہاڑ کے مقابل شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات ہیں حمزہ رضی اللہ عم رسول اللہ صلعم تسلیماً کا مزار مبارک ہے اور آپکے مزار مبارک کے گردان شہداء رضی اللہ عنہم کے مزار مبارک ہیں جو یوم احد میں شہید ہوئے تھے۔ یہ کل مزارات احد کے قبلیہ کی طرف واقع ہیں۔ احد کے راستہ میں ایک مسجد تو علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ کی طرف منسوب ہے اور ایک اور مسجد ہے جو حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور ایک "مسجد الفتح" بھی اسی راستہ پر واقع ہے جہاں رسول اللہ صلعم تسلیماً پر "سورۃ الفتح" نازل ہوئی تھی۔

اس مرتبہ میرا مدینۃ شریفہ میں چار دن قیام رہا۔ ہر شب کو مسجد کریم میں میں رہا کرتا تھا۔ لوگ مسجد مذکور کے صحن میں حلقہ باندھکر بیٹھے تھے اور بکثرت شمعیں روشن کرتے تھے۔ کچھ تو قرآن کریم کے پارے لیکر تلاوت کرتے تھے۔ کچھ اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے اور کچھ لوگ تربت طاہرہ زادہ اللہ طیباً کے مشاہدہ میں بسر کرتے تھے۔ ہر طرف سے خوش آواز لوگ رسول اللہ صلعم تسلیماً کے مدحیہ قصائد گاتے تھے۔ مختصر یہ کہ اشبہائے مبارکہ میں لوگوں کا یہی طریقہ تھا اور مجاوروں اور محتاجوں کو بکثرت صدقات دیتے اور انکے ساتھ بہت کچھ سلوک کرتے تھے۔ اس مرتبہ میرے ساتھ شام سے مدینہ شریف تک ایک ایسا شخص رہا جو آخر الذکر جگہ ہی کا رہنے والا تھا۔ یہ بہت بڑا فاضل شخص اور اسکا نام منصور بن شکل تھا۔ اس نے میری ضیافت بھی کی تھی۔ اور پھر اسکے ساتھ حلب اور بخارا میں بھی میرے ساتھ رہا۔ میری صحبت میں قاضی الزیدیہ شرف الدین قاسم ابن سنان بھی تھے اور اہل غرناطہ کے صلحاء فقراء میں سے ایک صاحب علی بن حجر الاموی بھی تھے

فائدہ (۱۵) حکایت

جب ہم مدینہ اللہ برتر اسکے ساکین کو مکرم کرے اور ان پر رحمت نازل ہو۔ پہنچے تو

مجھسے علی حجر مذکور نے بیان کیا۔ میں نے آج شبکو خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی شخص مجھسے کہرہا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں وہ بغور سُن لو اور از بر کرلو۔

بحر طویل (۱)

هینا لکُمْ یا زائرین ضَریحَہٗ	اے اُسکی ضریح مقدس کے زائرین تمہیں مبارکباد تم نے
امنتم بہٖ یوم المعاد من الرجسِ	قیامت کے دن ہر قسم کی گندگی سے نجات پائی۔
وصلتُم الی قبر الحبیب بطیبۃ	تم طیبہ میں حبیبؐ کے مزار مبارک پر پہونچ گئے۔ پس اسکو
فطوبی لمن یضحی بطیبۃ او یُمسِ	مبارکباد جو طیبہ میں صبح اور شام کرتا ہے۔

پھر انھوں نے میری معیت کے بعد مدینہ طیبہ میں مجاورت کی۔ اور پھر ہند کے دارالسلطنت دہلی کو سنہ ۷۴۳ھ مطابق سنہ ۱۳۴۲ء کے روانہ ہوگئے۔ اور میرے مکان کے پڑوس میں فروکش ہوئے میں نے آپ کے خواب کا قصہ بادشاہ ہند کے حضور میں بیان کیا۔ اس پر اُس نے آپکے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے حاضر ہوکر خود یہ واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ کو یہ بہت عجیب معلوم ہوا اور خوب پسند آیا اور آپ سے زبان فارسی میں بکمال اخلاق گفتگو کی۔ اور حکم دیا کہ آپکی مہمان نوازی کیجائے۔ اور سو تنکے(۲) عطا کئے۔ مغربی دیناروں کے وزن کے لحاظ سے ایک تنکہ کا وزن ڈہائی دینار ہوتے ہیں۔ نیز ایک گھوڑا بھی زین و لگام زیور سے آراستہ اور ایک خلعت عطا کی۔ اور روزانہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔ وہاں اہل غرناطہ میں سے ایک اعلیٰ فقیہ بھی تھا جسکی پیدائش بجایہ کی تھی۔ اور وہاں جمال الدین المغربی کے نام سے مشہور تھا۔ علی ابن حجر مذکور نے انھیں اپنے ساتھ لیا۔ اور وعدہ کیا کہ میں اپنی بیٹی سے آپکی تزویج کردوں گا اور اپنے گھر سے علیحدہ انھیں ایک چھوٹے سے گھر میں اتارا۔ اور ایک چھوکری اور چھوکرا خریدا اور وہ دینار جو بادشاہ نے انھیں عطا کئے تھے انہیں بغرض حفاظت اپنے بستر کے پاس ہی رکھا کرتے تھے۔ اور انکے متعلق کسی پر انہیں اطمینان نہ تھا۔ پس چھوکرا اور چھوکری دونوں نے باہم اس سونے کو لینے پر اتفاق کرلیا۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب یہ مکان

(۱) فن بلاغۃ اور عروض کے لئے میری جامع کتاب بساتین البلاغۃ کا ملاحظہ فرمایئے۔ عطاء الرحمٰن

(۲) تنکہ کی تحقیق عجائب الاسفار جلد دوئم مترجمہ مسٹر محمد حسین کے ص ۲۲۳ نوٹ میں ملاحظہ فرمایئے۔

واپس آئے تو اُن دونوں کا کوئی پتہ نشان نہ پایا اور نہ سونا ہی ہاتھ لگا۔ اس غم میں اُن کا کھانا پینا چھوٹ گیا۔ اور اس واقعہ کے صدمہ سے بیمار پڑ گئے۔ میں نے یہ سارا واقعہ بادشاہ سے جاکر بیان کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اتنی ہی رقم اور ابن حجر مذکور کو دیدی جائے چنانچہ رقم مقررہ ایک شخص کے ہاتھ جو ابن حجر سے واقف تھا اُسکے پاس بھیجدی گئی۔ لیکن جب یہ شخص مذکور آپکے مکان پر پہنچا تو آپ کو مُردہ پایا۔ اللہ برتر کی آپ پر رحمت ہو۔

باب بستم (۲۰)

سفر از مدینہ منورہ بصوب مکہ معظمہ

ذکر (۱) مسجد ذی الحلیفہ

جب ہمارا مدینہ سے کوچ ہوا تو مکہ جانے کا ارادہ تھا۔ اللہ برتر ان دونوں شہروں کو شرف بخشے۔ اس سفر میں ہماری پہلی منزل ذی الحلیفہ میں ہوئی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے رسول اللہ صلعم تسلیماً نے احرام باندھا تھا اور مدینہ یہاں سے پانچ میل کی مسافت پر ہے۔ یہی مقام منتہائے حرم مدینہ ہے اور اسکے قریب وادی العقیق ہے۔ یہاں سے میں نے سلے ہوئے کپڑے اُتار ڈالے غسل کیا۔ احرامی کپڑے پہنے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور صرف حج کا احرام باندھا۔ اور ہر میدان۔ پہاڑ۔ چڑھائی اترائی پر تلبیہ کرتا رہا۔

ذکر (۲) شعیب علی علیہ السلام

حتیٰ کہ میں شعیب علیہ السلام پہنچا اور شب کو یہیں قیام کیا۔ پھر یہاں سے کوچ کیا اور

ذکر (۳) مقام روحا

مقام روحا میں پہنچا۔ یہاں ایک کنواں ہے جسکا نام بئر ذات العلم ہے۔ کہتے ہیں کہ اس

کنوئیں میں علی علیہ السلام نے جن سے مقاتلہ کیا تھا۔

ذکر (۴) مقام صفراء

پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم مقام صفراء میں پہنچے۔ یہ ایک آباد وادی ہے۔ یہاں پانی بھی ہے کھجوروں کے درخت بھی اور محل بنے ہوئے ہیں جنہیں حسنی شرفاء رہتے ہیں اور انکے ماسوا دوسرے لوگ بھی آباد ہیں۔ وہاں ایک بہت بڑا قلعہ بھی ہے جسکے پاس چھوٹے چھوٹے قلعجات ہیں۔ اور اسکے متصل گاؤں بھی آباد ہیں۔

ذکر (۵) مقام بدر

پھر مقام مذکور سے کوچ کر کے ہم مقام بدر میں اترے۔ جہاں اللہ نے اپنے رسول صلعم تسلیماً کو فتح دی تھی اپنے وعدہ کریمکا ایفا کیا تھا۔ اور قدیم مشرکین کی بیخ کنی کی تھی۔ یہ ایک موضع ہے جسمیں نزدیک نزدیک خرموں کے باغات ہیں اور یہاں ایک نہایت بلند قلعہ بھی ہے۔ جس میں جانے کا راستہ اس وادی میں سے ہے جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ بدر میں ایک جوش زن چشمہ بھی ہے۔ جسکا پانی برابر جاری رہتا ہے اور وہیں وہ قلیب یعنی غار بھی ہے جسمیں اللہ کے دشمن مشرکین گھسیٹ کر پھینکے گئے تھے۔ آج اس مقام پر ایک باغ ہے۔ جسکے پیچھے شہداء رضی اللہ عنہم کا مقام ہے۔ اور جبل رحمت جسپر فرشتے نازل ہوتے تھے۔ صفراء سے داخل ہونے والے کے بائیں طرف ہے اور اس جبل مذکور کے مقابل جبل الطبول ہے۔ اس پہاڑ کی قطع ریگ کے ٹیلے جیسی ہے جسکا دور تک سلسلہ چلا گیا ہے۔ وہاں کی آبادیوں کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہر جمعہ کی شب کو یہاں دہوسوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور یہیں بدر میں وہ مقام بھی ہے۔ جہاں رسول اللہ صلعم یوم بدر کے دن عرش پر تشریف فرما اور اپنے اللہ برتر سے ایفائے وعدہ کے طلبگار رہتے تھے۔ یہ مقام عریش جبل الطبول کے رخ کے متصل مقام واقعہ جنگ کے سامنے ہے۔ نخل القلیب کے پاس ایک مسجد ہے۔ جسکے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی صلعم تسلیماً کے اونٹنی بٹھانے کی جگہ تھی۔ اور بدر و صفراء کے مابین بقدر "برید" یعنی بارہ میل کے

پہاڑوں کے وسط میں ایک وادی ہے جسمیں بکثرت چشمے جاری ہیں۔ اور کھجوروں کے باغات کا ایک دوسرے سے تسلسل چلا گیا ہے۔

ذکر (۶) الصحراء المعرفة بقاع البزوار

بدر سے ہم نے ایک صحراء کی طرف کوچ کیا۔ جسکا قاع البزار نام ہے۔ یہ ایسا صحرار ہے جسمیں بڑے بڑے راہبر راستہ بھول جاتے ہیں اور مخلص مخلص کو بھول جاتا ہے۔ اس صحراء کی مسافت تین میل کی ہے۔

ذکر (۷) وادی رابغ

اور اسکے آخر میں وادی رابغ ہے۔ اس وادی میں بارش کے موسم میں بہت سے تالاب بھرے رہتے ہیں اور عرصہ دراز تک نہیں پانی قائم رہتا ہے۔ یہاں سے مصر اور مشرق کے حاجی احرام باندھتے ہیں۔ یہ مقام جُحفَة کے پاس ہی ہے۔ پھر رابغ سے ہم تین دن میں پہنچے۔

ذکر (۸) عقبۃ السویق

اور یہاں سے عقبۃ السویق میں آئے یہ خلیص سے نصف میل کی مسافت پر واقع ہے اس مقام پر ریگ بہت ہے۔ حاجی یہاں ستو پینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس رسم کے ادا کرنے کیلئے مصر و شام سے ستو اپنے ہمراہ لاتے ہیں اور یہاں شکر ملا کر پیتے ہیں۔ امراء لوگ ستوؤں سے حوض بھروا دیتے ہیں اور لوگ پیتے ہیں۔ لوگ اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ایکمرتبہ رسول اللہ صلعم اس مقام سے گذرے تھے۔ اور صحابہ کے پاس کھانا نہ تھا آپ نے یہیں کی ریگ لیکر انہیں دیدی۔ انھوں نے گھولکر پیا تو وہ ستو تھے۔

ذکر (۹) برکہ خُلیص

پھر ہم برکہ خلیص میں اُترے۔ یہ ایک ہموار زمین پر واقع ہے۔ یہاں کھجوروں کے

باغات بکثرت ہیں اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک مستحکم قلعہ بھی بنا ہوا ہے۔ نیچے زمین پر بھی ایک قلعہ ہے جو اجاڑ پڑا ہے۔ اور پانی کا ایک چشمہ بھی جوش زن ہے۔ انہیں سے زمین میں کاٹ کر نہریں اور نالیاں بنائی ہیں جن سے اراضیات سیراب کیجاتی ہیں۔ صاحب خلیص ایک شریف حسنی النسب شخص ہیں۔ اس اطراف کے عرب یہاں بہت بڑا بازار لگاتے ہیں۔ جہاں بھیڑیں پھل پھلاری اور اقسام نان خورش سے جاتے ہیں۔

ذکر (۱۰) مقام عسفان

پھر ہم یہاں سے مقام عسفان میں آئے۔ یہ مقام مسطح زمین پر پہاڑوں کے درمیان واقع ہے یہاں کے میٹھے پانی کے کنویں بھی ہیں جنہیں سے ایک کی عثمان ابن عفان کی طرف نسبت کیجاتی ہے۔

ذکر (۱۱) مقام مدرج

مقام مدرج بھی عثمان کی طرف منسوب ہے۔ یہ خلیص سے بنصف یوم کی مسافت پر واقع ہے۔ اور یہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ مقام ہے۔ جہاں کے ایک مقام پر سیڑھیوں اور طرز عمارت کے طرز پر ایک سنگین فرش بنا ہوا ہے یہاں ایک کنواں بھی ہے جو علی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ کنواں آپ ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ عسفان میں ایک پرانا قلعہ اور ایک مستحکم برج بھی ہے جسے اب ویرانگی نے کمزور کردیا ہے۔ یہاں مقل کے درخت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

ذکر (۱۲) بطن مرّ یا مرّ الظہران

پھر ہم بطن مر میں آئے جسے مرّ الظہران بھی کہتے ہیں یہ ایک زرخیز وادی ہے جس میں خرموں کے درخت بکثرت ہیں اور جاری پانی کا ایک چشمہ جوش زن ہے۔ جو اس کے اطراف کو سیراب کرتا ہے۔ اس وادی سے تمام فواکہات اور سبزی اللہ برترا سے شرف دے بیجائے

ہیں۔ پھر رات ہی کو ہم اس وادی مبارک سے روانہ ہوگئے۔ ہمارے قلوب مارے خوشی کے اب پھولے نہیں سماتے تھے۔ کیونکہ اسکے مقصد اور تمنا کے حاصل ہونے کا وقت بہت قریب تھا

باب بست و یکم (۲۱)

مکہ معظمہ میں ورود و فضائل مقام ہذا

چنانچہ صبح ہوتے ہوئے ہم بلد الامین مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں پہونچ گئے۔ وہاں سے اللہ برتر کے حرم اور اُسکے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے ٹھکانے اور اسکے برگزیدہ محمد صلعم کے بعثت کے مقام میں آئے اور بیت الحرام الشریف میں باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے۔ یہ وہ مقام ہے کہ ''جو اس میں داخل ہوا اسے ہر طرح کا امن ملا'' اور سعید شریفہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ گویا یہ ایک دولہن ہے جو اپنی برتری کی امتیازی بلندی پر جلوہ افروز ہے۔ اور لباسہائے حسن میں ملبوس ہے۔ اللہ برتر کے مہانوں کا اسکے گرد جمگھٹ ہے اور جنت رضوان میں پہنچا دینے کا ذمہ دار ہے۔ ہم سب نے اسکا طواف قدم ادا کیا۔ حجر کریم کو بوسہ دیا۔ اور مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور باب الکعبہ اور حجر اسود کے درمیان جہاں پر کہ دُعا مستجاب ہوتی ہے۔ ملتزم کے پاس کعبہ کے پردہ کو پکڑ کر دُعا مانگی۔ اور آب زمزم پیا۔ کیونکہ نبی صلعم تسلیماً نے فرمایا ہے کہ آب زمزم اسی حاجت کیلئے ہوتا ہے جسکے لئے پیا جاتا ہے۔ پھر ہم نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور وہیں ایک مکان میں جو باب ابراہیم کے قریب تھا اترے۔ اللہ برتر کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے ہمیں اس بیت کریم کی مہمانی سے مشرف فرمایا اور اُن لوگونکی سرزمین میں داخل کیا جنکو حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوت پہنچی تھی اور کعبہ شریفہ مسجد عظیم۔ حجر کریم اور زمزم اور حطیم کے مشاہدہ زیارت سے ہماری آنکھوں کو متمتع کیا۔

یہ اللہ برتر کی صنعت کے عجائبات میں سے ہے کہ ان مشاہد باعظمت کی طرف

قلوب فطری طریقہ پر راغب ہوتے ہیں اور مقامات شریفہ میں حاضر ہونے کے شائق رہتے ہیں اسکی محبت قلوب میں اسقدر جاگزیں کر دی ہے کہ یہاں جو کوئی بھی حاضر ہوتا ہے کمال وفور شوق سے حاضر ہوتا ہے اور جب وہاں سے واپس ہوتا ہے تو اسکے فراق سے بہت متاثر ہوتا ہے اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ اسکی جدائی میں وہاں سے پلٹتا ہے اور یہی نیت ہوتی ہے کہ کہ یہاں کی مہمانی پھر نصیب ہو۔ اسکی متبرک سرزمین آنکھونکی پتلی ہے اور اسکی محبت قلوب کی سرشت میں داخل ہے۔ یہ اللہ برتر کی حکمت بالغہ نہیں تو اور کیا ہے اور اپنے خلیل علیہ السلام کی دعوت کی تصدیق ہے۔ یہ وفور شوق کا اثر ہے کہ مسافت بعیدہ پر اسکا منظر پیش نظر رہتا ہے اور گو یہ غائب ہو لیکن آنکھوں ہی آنکھوں میں پھرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلب کو جب اسکا وصل منظور ہوتا ہے تو ہر طرح کی مشقتیں اور تکالیف برداشت کر لیتا ہے اور بہت سے ضعیف ایسے ہیں جو اسکے وصل کیلئے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں اور راستہ ہی میں جان بحق ہونا گوارا کرتے ہیں اور جب اللہ برتر اس تک انہیں پہنچا دیتا ہے تو اسقدر مسرور اور خوش ہوتے ہیں کہ گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی۔ اور نہ انہیں کسی مشقت اور مصیبت کا سامنا ہوا تھا۔ بس یہ ایک حکم خداوندی اور صنعت ربانی ہے۔ یہ ایک ایسی دلیل ہے جسکے ساتھ نہ کسی خدشہ کا لگاؤ ہے اور نہ شبہ کا تعلق اور نہ کسی بناوٹ ہی کو دخل ہے۔ صاحب بصیرت حضرات کو اس سے بہت بڑی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اور عبرت کیش حضرات کیلئے بہت بڑی عبرت ہے۔ اللہ برتر کے فضل سے جسکی ان مقامات عالیہ تک رسائی ہو گئی۔ گویا اسپر درگاہ ایزدی سے بڑا انعام وفضل اور دارین کی بھلائی کا مالک ہو گیا۔ اسلئے ایسی نعمت عظمیٰ کا اسے شکریہ ادا کرتا اور ہمیشہ اس فضل وکرم کا ثنا کنندہ رہنا چاہیئے۔ اے خدا تو ہمیں بھی اس گروہ میں شمار کر لے جنکی زیارت تو نے قبول کر لی۔ اور جن لوگوں کی تجارت میں تو نے نفع بخشا ہے۔ انکے قدموں کے نشانات اللہ برتر کے راستہ شمار کیئے گئے اور انکے گناہوں کو تو نے اپنے فضل وکرم سے محو کر دیا۔

ذکر (۱) شہر مکۃ المعظمۃ

یہ ایک بڑا مستطیل شہر پاس پاس مکانوں والا وادی کے درمیان واقع ہے جسے

ہر طرف سے پہاڑوں نے ڈھانپ لیا ہے۔ اسی وجہ سے جبتک یہاں آنے والا پہنچ نہ جائے۔ یہ دُور سے نظر نہیں آتا۔ اور ان پہاڑوں کو جنہیں اگر آبریز کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا بہت بلند نہیں ہیں۔ جنوب کی طرف جبل ابی قبیس اور جبل قُعیقعان ہیں۔ اور شمال کی طرف جبل احمر ہے۔ جبل ابی قبیس کی طرف دو گھاٹیاں ہیں جنہیں اجیاد الاکبیر اور اجیاد الاصغیر کہتے ہیں اور جبل خندمہ جسکا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔ تمام مناسک۔ منیٰ۔ عرفہ۔ المزدلفہ۔ مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالےٰ کی شرقی جانب واقع ہوئے ہیں۔ شہر ہٰذا کے تین دروازے ہیں۔ اعلاء شہر کا دروازہ باب المعلاء کہلاتا ہے اور اسفل شہر کا دروازہ باب الشبیکہ۔ اسکو باب الزہرا اور باب العمرا بھی کہتے ہیں۔ دروازہ ہٰذا شہر کی غربی جانب ہے۔ مدینہ منورہ، مصر، شام اور جدہ کا راستہ اسی دروازہ سے ہے۔ نیز تنعیم میں جانا ہو تو بھی اسی راستہ سے جاتے ہیں۔ اسکا ذکر قریب ہی آئے گا۔ باب المسفل جنوب کی طرف ہے اس دروازہ سے فتح مکہ شرفہا اللہ کے دن خالد بن الولید رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تھے۔

اللہ برتر نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے نبی خلیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ایک "بنجر"(۱) وادی کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن آپکی دعائے مبارک کا یہ اثر ہے۔ کہ وہاں ہر طرف سی چیزیں پہنچ جاتی ہیں۔ ہر قسم کے پھل اور میوہ ہائے تر مثلاً انگور۔ انجیر۔ شفتالو اور خرمائے تر جنکی نظیر دنیا میں نہیں میں نے وہاں کھائے ہیں۔ اسیطرح یہاں ایسے عمدہ خربوزے آتے ہیں جو عمدگی اور شیرینی کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر مقامات میں نایاب ہیں۔ یہاں کا گوشت نہایت فربہ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اسیطرح وہ مال و اسباب بھی دوسرے شہروں میں بالتفریق پہنچتے ہیں یہاں سب مجتمع اور اکٹھا رہتے ہیں۔ یہاں ہر طرح کی سبزی اور بقولات بھی طائف۔ وادی نخلہ اور بطن مر سے بکثرت آتی ہیں یہ سب اللہ برتر کی مہربانی کا طفیل ہے جو حرم کے ساکنین اور بیت عتیق کی مجاورین کے حق میں مبذول ہے۔

ذکر (۲) مسجد حرام شرف اللہ و کرمہ

وسط شہر میں مسجد حرام واقع ہے جو نہایت وسیع ہے۔ ازرقی کہتا ہے کہ مشرق سے

(۱) بوادٍ غیر ذی ذرعٍ (سورۃ ۱۴۔ آیت ۳۷)

مغرب تک اسکا طول چارسو گز ہے اور تقریباً اتنا ہی عرض ہے کعبہ معظمہ اسکے وسط میں واقع ہے اسکا منظر نہایت خوشنما اور شان دلربایانہ ہے۔ زبان اسکی قدرت کے بیان میں لال ہے۔ اور توصیف کا اسکے حسن بیان میں قافیہ تنگ ہے۔ مسجد ہذا کی دیواریں تقریباً بیس گز اونچی ہیں۔ اور چھت جو تین صفحات میں ہے بلند ستونوں پر نہایت خوش اسلوبی سے قائم ہے اسکے تینوں سنگین فرش ایسے نظم سے منتظم ہیں کہ گویا ایک فرش ہے اسکے چارسو اکیانوے ستون تو صرف سنگ مرمر کے ہیں۔ اسکے علاوہ اور ستون گچکاری کے ہیں جو دارالندوۃ میں واقع ہیں۔ یہ مکان گو مسجد حرام میں بعد میں شامل کر لیا گیا ہے۔ لیکن شمال کی جانب جو سنگین فرش ہے اسمیں داخل ہے اسکے مقابل مع رکن عراقی کے مقام ہے۔ اس دارالندوۃ کی فضا مسجد حرام سے متصل ہے اور اسی فرش سے دارالندوۃ میں داخل ہوتے ہیں۔ اس فرش کی دیوار سے ملی ہوئی دکانیں ہیں جن پر طوہا لو سائبان واقع ہے۔ ان دکانوں میں مقری۔ نساخ اور خیاط بیٹھتے ہیں۔ اس فرش کے مقابل جو فرش ہے اسکی دیوار سے متصل بھی ویسی ہی دکانیں ہیں۔ انکے علاوہ اور فرشوں کی دیواروں کے تحت میں بھی دکانیں ہیں۔ لیکن ان پر سائبان نہیں۔ مغربی فرش پر آمدورفت کی جگہ باب ابراہیم کے پاس ہے۔ یہاں سارے ستون گچکاری کے ہیں۔

خلیفہ المہدی محمد ابن الخلیفہ ابوجعفر المنصور رضی اللہ عنہما کے اس مسجد الحرام کی بنا اور توسیع سے متعلق بہت احکام اور آثار کریمہ نمایاں ہیں۔ غربی فرش کی دیوار کے سرے پر یہ کتبہ ہے۔

امر عبداللہ محمد بن المہدی امیر المؤمنین اصلحہ اللہ نعم بتوسعۃ المسجد المسجد الحرام لحاج بیت اللہ وعمارتہ فی سنۃ سبع وستین ومائۃ

”اللہ برتر نے امیر المومنین عبداللہ محمد بن المہدی کا انجام بخیر کیا۔ جنہوں نے مسجد حرام کی وسعت کا حکم نافذ فرمایا تاکہ حج کرنے والوں کو آسائش پہنچے۔ چنانچہ تعمیر ہذا ۱۶۷ھ مطابق ۷۸۳-۴ء میں ہوئی۔

ذکر (۳) کعبہ معظمہ شریفہ زادہا اللہ تعظیماً و تکریماً

کعبہ شریف وسط مسجد میں ایک جانب کو کسی قدر مائل واقع ہوا ہے اسکی عمارت مربع اور

تین جانب سے بلندی میں تقریباً اٹھائیس گز ہے، چوتھی جانب جو حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین واقع ہے اسکی بلندی تقریباً انتیس گز ہے۔ اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے حجر اسود تک ہے۔ تقریباً چون بالشت ہے۔ اسیطرح مقابل والے پہلو کا عرض ہے جو رکن یمانی سے رکن شامی تک ہے۔ اس پہلو کا عرض جو رکن عراقی سے رکن شامی تک ہے داخل حجر سے اڑتالیس بالشت ہے۔ اسیقدر اُس پہلو کا عرض ہے جو رکن شامی سے رکن عراقی تک ہے خارج حجر اکیسو بیس گز ہے۔ طواف ہوتا ہے۔ اسکی بنا بڑے بڑے ٹھوس پتھروں کی ہے جنکا جوڑ نہایت استحکام اور سخت پائیداری کے ساتھ لگایا گیا ہے کہ امتداد زمانہ کا کوئی اثر نہیں پہونچ سکتا۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ اُس پہلو میں واقع ہوا ہے جو حجر الاسود اور رکن عراقی کے مابین ہے اسکے اور حجر الاسود کے درمیان دس بالشت کا فاصلہ ہے۔ اس جگہ کا نام ملتزم ہے۔ یہیں دُعا مستجاب ہوتی ہے زمین سے دروازہ کی بلندی ساڑھے گیارہ بالشت ہے۔ چوڑائی آٹھ بالشت اور طول تیرہ بالشت ہے۔ اور دیوار کے دروازہ کا چوڑا پانچ بالشت کا ہے۔ اس دروازہ میں تمام پتر چاندی کے نہایت کاریگری سے جڑے ہوئے ہیں اور دروازے کے دونوں بازو بھی چاندی کے پتروں سے نہایت کمال کے ساتھ آراستہ ہیں۔ اور اسیطرح عتبہ علیا پر بھی چاندی کے پتر چڑھے ہیں یہاں چاندی کے دو بڑے بڑے نقارے رکھے ہوئے ہیں جو مقفل ہیں۔

باب کریم ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ اور رسول اللہ صلعم وتسلیماً کی ولادت باسعادت کے دن کھولا جاتا ہے اور دروازہ کھولنے کی رسم یہ ہے کہ منبر کے مشابہ ایک کرسی رکھتے ہیں جسمیں سیڑھیاں اور لکڑی کے پائے ہوتے ہیں اور اس پاؤں میں چار پہیے لگے ہوتے ہیں جن سے یہ کرسی گھسیٹی جاتی ہے۔ اسے کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دیتے ہیں۔ اسوقت اوپر کا درجہ، کعبہ شریف کے دروازہ کی چوکھٹ سے متصل ہو جاتا ہے۔ پھر شیبین میں جو سب سے بڑا ہوتا ہے۔ وہ اسپر چڑھتا ہے۔ بیت اللہ کی کلید مبارک اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے اور اسکے ساتھ اور خادم بھی ہوتے ہیں۔ جو کعبہ کے دروازہ پر جو پردہ لٹکا ہوا ہے اُسے اُٹھاتے ہیں اسے برقع کہتے ہیں۔ جب تک رئیس الشیبین دروازہ کھولتا رہتا ہے یہ خدام اس برقع کو اٹھائے ہی رہتے ہیں۔ جب دروازہ کھول لیتا ہے تو پہلے یہ رئیس آستانہ عالیہ کو چومتا ہے اور پھر اندر

داخل ہوکر دروازہ بند کرلیتا ہے۔ اور دو رکعت نماز کے ادا کرلے میں جسقدر وقفہ ہوتا ہے، وہاں قیام کرتا ہے۔ پھر دوسرے شیبین اندر داخل ہوکر دروازہ بند کرلیتے ہیں۔ پھر دروازہ کھلتا ہے اور تمام لوگ اندر داخل ہوتے میں مبادرت کرتے ہیں۔ اور اس اثنا میں کہ دروازہ کھولا جاوے یہ سب باب کریم کی طرف رُخ کئے ہوئے نیچی نگاہیں کئے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ جناب الٰہی میں ہاتھ پھیلائے کھڑے رہتے ہیں۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو تکبیر اور بآواز بلند یہ الفاظ کہتے ہیں۔

"اللھم افتح لنا ابواب رحمتک ومغفرتک یا ارحم الراحمین"	"اے خدا رحم کرنے والوں میں سے بہت بڑے رحم کن ہمارے لئے اپنی رحمت اور مغفرت کے دروازہ کھول دیجئے"

کعبہ کے اندرونی حصہ کا فرش چوڑے سنگ مرمر کے ٹکڑوں کا ہے اور یہی حالت دیوارون کی ہے۔ اسکے اندر ساج کی لکڑی کے تین بڑے بڑے کھمبے ہیں ایک کھمبہ سے دوسرے کھمبہ تک چار قدم کا فاصلہ ہے۔ یہ کھمبے کعبہ کے وسط میں داخل ہیں۔ درمیانی کھمبہ اس پہلو کے نصف عرض کے مقابل پڑتا ہے جو رکن عراقی اور رکن شامی کے مابین ہے۔

کعبہ شریف کے پردے سیاہ ریشم کے ہیں جنپر سفید ریشم سے کشیدہ کشی میں کتابت کی ہوئی ہے۔ اس کتابت سے پردہ پر نہایت چمک دمک کا ظہور ہوتا ہے۔

کعبہ کریمہ کی عجیب نشانیوں میں سے کہ جسوقت اُسکا دروازہ کھولا جاتا ہے حرم شریف میں اتنی مخلوق خدا ہوتی ہے کہ ماسوا خالق ورزاق کے اُسکی کوئی تعداد نہیں جانتا۔ یہ سب کا سب کعبہ کے اندر داخل ہوجاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ کوئی تنگی یا کوتاہی نہیں آتی۔

نیز عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ کعبہ طواف سے شب و روز کسی وقت بھی خالی نہیں ہوا ایسی آجتک کوئی شہادت نہیں موجود ہے۔

نیز یہ بھی کہ باوجود مکہ معظمہ میں کبوتروں کی کثرت کے اور دوسرے پرندون کی بہتات کے نہ کعبہ پر کوئی آکر بیٹھتا ہے اور نہ کوئی اوپر سے اُڑکر گذرتا ہے۔ بلکہ جب کوئی جانور کعبہ شریف کی طرف سیدھا اُڑتا ہوا آتا ہے تو قریب آکر داہنے بائیں کترا کر نکل جاتا ہے

ہاں لوگ یہ ضرور کہتے ہیں کہ جب کوئی پرندہ بیمار ہوتا ہے تو کعبہ شریف پر آ کر بیٹھتا ہے اگر مرنا ہوتا ہے تو اسیوقت مرجاتا ہے اور تکلیف سے خلاصی پاتا ہے۔ اور اگر زندگی باقی ہوتی ہے۔ تو صحتیاب ہو کر اُڑ جاتا ہے۔ یہ سب اس پاک ذات کی قدرت ہے۔ جس نے اس شرف و بزرگی اور جلال وہیبت کے ساتھ اس مقام عالی کو مخصوص کیا ہے۔

ذکر (۴) میزاب مبارک

میزاب مبارک کعبہ شریف کے اُس پہلو پر قائم ہے جو حجر پر ہے یہ سونے کا بنا ہوا اور ایک بالشت چوڑا ہے اور تقریباً دو گز باہر نکلا ہوا ہے۔ وہ جگہ جو میزاب مذکور کے نیچے ہے۔ اسکے متعلق یہ گمان ہے کہ اجابت دعا کا مقام ہے۔

ذکر (۵) مزار مبارک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

میزاب ہذا کے نیچے حجر میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ اسکے اُوپر مستطیل شکل کا سبز رنگ کا سنگ مرمر محراب کی شکل کا ہے اور ایک اور دوسرے سبز رنگ کے سنگ مرمر سے ملا ہوا ہے جو مستدیر ہے۔ ان دونوں پتھروں کی چوڑائی تقریباً ڈیڑھ بالشت ہے یہ دونوں پتھر ملکر ایک مربع خوش منظر شکل بنجاتی ہے۔

ذکر (۶) مزار حضرت ہاجرہ علیہا السلام

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے ایک جانب رکن عراقی کے قریب آپکی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا مزار مبارک ہے۔ اسکی علامت ایک مستدیر سبز رنگ کا سنگ مرمر ہے اسکی بھی ڈیڑھ بالشت کی چوڑائی ہے۔ ہر دو مزارات کے مابین سات بالشت کا فاصلہ ہے۔

ذکر (۷) الحجر الاسود

الحجر الاسود زمین کی سطح سے چھ بالشت کی بلندی پر واقع ہے۔ لمبا آدمی اگر اُسے بوسہ

دینا چاہے تو اُسے جھکنا پڑتا ہے۔ اور پست قد شخص کو بوسہ دینے کیلئے کسیقدر طویل ہونا اور کھینا پڑتا ہے۔ یہ اُس رکن سے ملا ہوا ہے جو شرقی جانب ہے اسکی چوڑائی تین بالشت اور لمبائی ایک بالشت ایک انگل ہے۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ رکن شرقی میں کسقدر رواخل ہے۔ اسکے ایک ہی میں ملے ہوئے چار ٹکڑے ہیں کہتے ہیں کہ القرمطی نے اللہ کی اسپر لعنت ہو اُسے توڑا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کسی نے اسپر دہوس مارا تھا جس سے اُسکے چار ٹکڑے ہوگئے۔ لوگوں نے اس توڑنے والے کے قتل کے لئے مباورت بھی کی تھی اور اسی جرم کے باعث مغاربہ کا ایک گروہ کا گروہ قتل کر دیا گیا۔

حجر اسود کو چاندی کے ایک پتر سے خوب کس دیا ہے۔ اسپر یہ چاندی کی سفید تحریر ایسا لطف دیتی ہے کہ دیکھنے سے آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اسکے بوسہ دینے سے لذت دین کی عجیب نعمت حاصل ہوتی ہے اور وہ لطف آتا ہے کہ اس سے منہ کو جدا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ اللہ برتر نے اپنی عنایت سے اسمیں یہ ایک خاص خاصیت رکھی ہے۔ امر مذکور کے لئے رسول اللہ صلعم وتسلیما کا یہ ارشاد کافی ووافی ہے "ان یمین اللہ فی ارضہ" (یہ اللہ برتر کا اسکی زمین پر دست راست ہے) اے اللہ ہمیں اُسکے بوسہ دینے اور مس سے نفع پہنچا۔ اور ہر مشتاق زیارت کو اس تک پہنچا دے۔ آمین۔

حجر اسود سے جس مقام پر بوسہ دیتے ہیں اسکی داہنی جانب سے قریب ایک صحیح ٹکڑے میں ایک نہایت چھوٹا دمکتا ہوا سفید نقطہ ہے۔ اگر اسے اس صفحہ نورانی کا خال کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ جس نے اسکا حسن دوبالا کر رکھا ہے۔ حجر مذکور کو بوسہ دینے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا ہے۔ یعنی جب تک مزاحمت شدیدنہ اُٹھائی جائے اسوقت تک اس "سنگ مبارک" تک رسائی ناممکن ہے۔ یہی ہجوم اور ایک کے دوسرے پر ٹوٹنے کا اسوقت منظر ہوتا ہے جب کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ جسکا بالتفصیل ذکر کیا جا چکا ہے۔

اسی حجر اسود سے کعبہ معظمہ کے طواف کا آغاز کرتے ہیں یہی وہ پہلا رکن ہے جسے طواف کنندہ پہلے عمل میں لاتا ہے۔ جب اسے بوسہ دے لیتا ہے تو کچھ اُلٹے پاؤں ہٹتا ہے۔ اور پھر کعبۃ اللہ کو اپنی بائیں جانب کر کے طواف کا آغاز کرتا ہے۔ یہاں سے بڑھتے کعبہ

رکن عراقی ملتا ہے۔ رکن ہذا کعبہ شریف کے شمال جانب واقع ہے۔ پھر رکن شامی ملتا ہے۔ رکن ہذا کعبہ شریف کی غربی جانب واقع ہے۔ پھر رکن یمانی ہے۔ رکن ہذا جنوبی جانب میں واقع ہے۔ پھر حجر اسود کی طرف عود کرتا ہے۔ یہ کعبۃ اللہ کی جہت شریں واقع ہے۔

ذکر (۸) المقام الکریم

پردہ خفا میں نہ رہے کہ مابین کعبۃ اللہ اور رکن عراقی ایک مقام ہے جسکا طول بارہ بالشت اور تقریباً اس سے نصف عرض اور بلندی کم وبیش دو بالشت ہے۔ یہ مقام کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کا ہے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے اُس مقام کی طرف پھیر دیا جواب مصلی ہے اور مقام مذکور ایک حوض کے مشابہ رہگیا ہے۔ جب بیت اللہ الکریم کا غسل ہوتا ہے تو آب غسل اسی جگہ گرتا ہے۔ یہ بہت متبرک مقام ہے۔ لوگ یہاں نماز پڑھنے کیلئے بہت اژدحام کرتے ہیں۔ مقام کریم کی جگہ رکن عراقی اور باب کریم کے مقابل لیکن آخرالذکر کیطرف قدرے مائل ہے اسکے اوپر ایک قبہ بنا ہوا ہے اور اسکے نیچے لوہے کا کٹہرا لگا ہے۔ اور مقام کریم اسکے جوف میں واقع ہے اور فاصلہ اسقدر ہے کہ جب کوئی شخص اپنا ہاتھ اس کٹہرہ میں ڈالتا ہے تو صندوق تک پہنچتا ہے۔ کٹہرہ مقفل رہتا ہے اور اس سے اُس پار ایک پتھر ہے جو دوگانہ طواف کیلئے مصلی قرار دیا گیا ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب رسول اللہ صلعم وتسلیماً مسجد شریف میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کے پاس تشریف لائے اور سات مرتبہ اسکا طواف فرمایا۔ بعدازاں مقام کریم میں تشریف لائے اور فرمایا۔ اتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ (مقام ابراہیم میں سے مصلی بنالو) اور دو رکعتیں مقام شریف میں ادا فرمائیں۔ مقام ہذا کے پیچھے حطیم میں جو اسی مقام پر واقع ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مصلی ہے۔

ذکر (۹) حجر ومطاف یا حطیم

حجر کی دیوار کا اندر سے دور انتیس[۲۹] قدم ہے جو چورانوے بالشت کے برابر ہے یہ دیوار سنگ مرمر کی ہے۔ اور اسکے پتھروں کا جڑاؤ نہایت نادر اور مستحکم ہے۔ بلندی ساڑھے پانچ بالشت

ہے اور چوڑائی ساڑھے چار بالشت۔ حجرے کے اندر ایک بہت وسیع سنگ مرمر کا فرش ہے جسکے پتھروں کے ٹکڑوں کا جوڑ اسقدر ندرت۔ کاریگری اور استحکام کے ساتھ ہے کہ دیکھنے سے عقل حیران ہوتی ہے۔ کعبہ شریف کی اُس دیوار کے جو میزاب شریف کے نیچے ہے اور اُس دیوار کے مابین جو دیوار حجر کے مقابل ہے بخط استوا چالیس بالشت کا فاصلہ ہے۔ حجر میں آمدورفت کے دو راستے ہیں انمیں سے ایک دیوار اور رکن عراقی کے مابین ہے اسکی وسعت چھ گز ہے یہ وہ جگہ ہے جسے قریش نے بیت اللہ بنانے کے وقت چھوڑ دیا تھا۔ جیساکہ آثار صحیحہ سے ظاہر ہو دوسرا آمدورفت کا راستہ رکن شامی کے پاس سے ہے۔ اسکی وسعت بھی چھ گز کی ہے ان دونوں راستوں کے درمیان اڑتالیس بالشت کا فاصلہ ہے۔ طواف کے مقام کا فرش سیاہ پتھروں کا ہے۔ جسکا نہایت جڑاؤ ہے۔ اور بیت اللہ سے اسکی وسعت نو قدم کے فاصلہ پر ہے الاوہ جہت جو مقام کریم کے مقابل ہے وہ اسقدر وسیع ہے کہ مقام کریم تک پہونچ گئی ہے اور اُس نے اسکا بھی احاطہ کرلیا ہے۔ تمام حرم پر مع سنگی فرشوں کے سفید رنگ کا فرش ہے۔ اور عورتوں کے طواف کرنے کی جگہ سنگی فرش کے آخر میں ہے۔

ذکر (۱۰) زمزم مبارک

زمزم شریف کا قبہ مبارک الحجر الاسود کے مقابل ہے اور ہر دو کے مابین چوبیس قدم کا فاصلہ ہے۔ مقام کریم قبہ چاہ مذکور کی داہنی جانب واقع ہے اور قبہ کے رکن سے مقام کریم تک دس قدم کا فاصلہ ہے۔ قبہ شریف کے اندر کا فرش سفید سنگ مرمر کا ہے۔ چاہ مبارک وسط میں کعبہ شریف کے مقابل کی دیوار کی طرف کسیقدر مائل ہے۔ چاہ مذکور کی ساخت سنگ مرمر کے ٹکڑوں کی ہے جو نہایت کمال وندرت کے ساتھ سیسہ سے جوڑے گئے ہیں۔ چاہ مبارک کا دور چالیس بالشت ہے اور بلندی ساڑھے چار بالشت۔ اور چاہ مذکور کی گہرائی گیارہ قد آدم ہو یہاں کے باشندے کہتے ہیں کہ ہر جمعہ کی شب کو اسکا پانی بڑھ جایا کرتا ہے۔

چاہ مذکور کے قبہ شریف کا دروازہ شرقی جانب واقع ہے۔ قبہ کے اندر اسکا سقایہ سب طرف پھرا ہوا ہے۔ اسکی چوڑائی ایک بالشت اور زمین سے بلندی پانچ بالشت ہے۔ اس میں

وضو کے لئے پانی بھرا رہتا ہے۔ قبہ ہذا کے گرد ایک قبہ ہے جسپر لوگ بیٹھکر وضو کرتے ہیں۔
قبہ زمزم مذکور کے قریب ایک اور قبہ بھی ہے۔ اسکا نام قبہ الشراب ہے۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اور اسکا دروازہ شمال کی جانب واقع ہے۔ جب میں گیا ہوں تو اس قبہ میں چھوٹے چھوٹے کوزوں میں زمزم کا پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے رکھتے تھے۔ ان کوزوں کو الدوراق کہتے ہیں۔ ہر دورق یا کوزہ میں ایک گرفتنی لگی ہوتی ہے۔ اسمیں پانی ٹھنڈا ہونیکے لئے بھر دیتے ہیں۔ اور لوگ اسیکو پیتے ہیں۔

ذکر (۱۱) کتب خانہ حرم شریف

اسی میں کلام مجید بھی رکھے جاتے ہیں اور حرم شریف کا متعلقہ کتب خانہ بھی ہے۔ نیز اسی میں وہ تابوت بھی رہتا ہے جسمیں قرآن شریف رکھا ہوا ہے جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلعم وتسلیماً کی وفات شریف کے بعد ۱۸ سنہ ہجری مقدسہ میں نقل کیا تھا۔ اہل مکہ جب کسی قحط یا سختی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس مصحف کریم کو نکالتے ہیں اور کعبہ شریف کا دروازہ کھولکر آستانہ مبارک پر رکھتے ہیں اور اسکے ساتھ مقام ابراہیم علیہ السلام کو بھی لاکر رکھتے ہیں۔ اور سب لوگ برہنہ سر جمع ہوکر نہایت تضرع کے ساتھ مصحف کریم اور مقام کریم کے توسل کے ساتھ دعا مانگتے ہیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ وہاں سے لوگ جانے بھی نہیں پاتے کہ نزول رحمت الٰہی ہوجاتا ہے۔ اور انکو اپنے لطف وکرم سے ڈھانپ لیتا ہے۔
حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قبہ مذکور کے قریب ہی اس سے کچھ منحرف ایک اور قبہ ہے جسے قبہ یہودیہ کہتے ہیں۔

ذکر (۱۲) دروازہ ہائے مسجد الحرام و مشاہد کریمہ منصلہ

مسجد حرام شرفہ اللہ تعالیٰ کے انیس دروازے ہیں ان میں سے اکثر ایسے دروازے ہیں جنکے متعلق اور بھی کئی کئی دروازے ہیں۔ ان آخر الذکر میں ایک باب الصفا ہے جسکے متعلق پانچ دروازے ہیں۔ اس دروازہ کو پہلے باب بنی مخزوم کہتے تھے۔ مسجد مذکور کا یہ سب سے

بڑا دروازہ ہے یہی دروازہ ہے جس سے مقام سعی کی طرف نکلتے ہیں۔ مکہ میں داخل ہونے والے کے لئے یہ مستحب ہے کہ مسجد حرام شرفہ اللہ میں باب بنی شیبہ سے داخل ہو۔ اور طواف کے بعد باب الصفا سے اُن دونوں ستونوں کے درمیان سے نکلے جنہیں امیر المومنین المہدی رحمۃ اللہ اس امر کے اظہار کیلئے برپا کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم وتسلیماً صفا کی طرف اسی راستہ سے تشریف لےگئے تھے۔

دروازہ ہائے مذکورہ میں سے باب اجیاد الاصغر ہے۔ اسکے متعلق دو کھڑکیاں ہیں۔

تیسرا باب الخیاطین ہے۔ یہ بھی دیگر دروازوں پر مشتمل ہے۔

پھر باب العباس ہے۔ اسکے متعلق تین دروازے ہیں۔

پھر باب النبی صلعم وتسلیماً ہے اسکے ساتھ بھی اور دروازے ہیں۔

پھر باب بنی شیبہ جہت شمال سے شرقی دیوار کے رکن میں باب الکعبۃ الشریفہ کے بائیں جانب دبا ہوا ہے۔ اس دروازہ کے متعلق بھی تین دروازے ہیں۔ اسی دروازہ کو باب بنی عبد شمس کہتے ہیں۔ اسی سے خلفا داخل ہوا کرتے تھے۔

ایک چھوٹا دروازہ باب بنی شیبہ کے مقابل ہے جسکا کوئی نام نہیں۔ لیکن بعض یہ کہتے ہیں کہ اسکا نام باب الرباط ہے کیونکہ رباط السدرہ میں اسی دروازہ سے داخل ہوتے ہیں

پھر باب الندوہ ہے اور اس نام سے تین دروازے اور بھی مسمی ہیں دو تو برابر ہیں اور تیسرا دارالندوہ سے رکن غربی میں ہے۔ دارالندوہ مسجد شارع منسوب بہ حرم کر دیا گیا ہے۔ اور میزاب شریف کے مقابل واقع ہے۔

پھر دار العجلہ کا ایک جدید باب الصغیر یا چھوٹا دروازہ ہے۔

پھر باب السدرہ ہے جو اکیلا ہے اور دوسرے کوئی دروازے اسکے ساتھ شامل نہیں

پھر باب العمرہ ہے اسکی بھی یہی حالت ہے کہ ایک ہی ہے یعنی دیگر ابواب کا اسکے ساتھ شمول نہیں۔ یہ حرم شریف کے تمام دروازوں میں نہایت خوبصورت ہے۔

پھر باب ابراہیم ہے یہ بھی ابواب مذکور کی طرح ایک ہی ہے۔ اسکی نسبت میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے لیکن صحیح یہ ہے۔

کہ ابراہیم الخوزی کی طرف منسوب ہے جو اعاجم میں سے تھا۔
پھر باب الحزورہ ہے اسکے ساتھ دو دروازے اور ہیں۔
پھر باب اجیاد الاکبر ہے اسکے ساتھ بھی دو دروازے ہیں۔
ایک تیسرا دروازہ ہے وہ بھی اجیاد کیطرف منسوب ہے۔ جو دو دوسرے دروازوں پر مشتمل ہے۔
پھر ایک اور تیسرا دروازہ ہے یہ بھی اجیاد کی طرف منسوب ہے اور باب الصفا کے قریب ہے اور اسکے متعلق بھی دو دروازے اور ہیں۔ لوگ ان چار دروازوں میں سے جو اجیاد کیطرف منسوب ہیں۔ دو دروازوں کو اتاقین کی طرف منسوب کرتے ہیں۔
مسجد حرام کے منار پانچ ہیں۔ ایک باب الصفا کے پاس اُس رکن پر ہے جو جبل ابو قبیس کی طرف واقع ہے۔ دوسرا باب بنی شیبہ کے رکن پر ہے۔ تیسرا باب دار الندوہ پر۔ چوتھا رکن باب السدرہ پر اور پانچواں رکن اجیاد پر۔
باب العمرہ کے قریب ایک مدرسہ واقع ہے جسے السلطان المعظم یوسف بن رسول ملک الیمن المعروف بالملک المظفر نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جسکی طرف یمن میں دراہم مظفریہ منسوب ہیں۔ یہی اسوقت تک کعبہ معظمہ کا غلاف بنواتا رہا جب تک اسے الملک المنصور قلادون نے مغلوب نہ کیا۔
باب ابراہیم کے باہر ایک بہت بڑی خانقاہ ہے اسمیں امام المالکیۃ الصالح ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن معروف بہ خلیل کا مکان ہے۔ اسی باب ابراہیم پر ایک بلند قبہ بھی ہے جسمیں گچ کاری کی ایسی نادر کاری ہے کہ زبان توصیف گنگ ہے۔ اسی دروازے کے مقابل اندر جانے والے کی داہنی طرف الشیخ العابد جلال الدین محمد بن احمد الاقشہری کی نشست رہا کرتی تھی۔
نیز باب مذکور کے باہر ایک کنواں ہے جو چاہ باب ابراہیم کہلاتا ہے۔ اسی کے پاس شیخ الصالح دانیال عجمی کا دولت کدہ ہے۔ آپ ہی کے پاس سلطان ابوسعید کے زمانہ میں عراق کے کل صدقات آیا کرتے تھے اسکے قریب ایک سرائے ہے جو رباط الموفق کے نام سے موسوم ہے یہ تمام سراؤں سے نہایت اچھی ہے۔ میں اپنے مکۃ المعظمہ کے بود و باش کے زمانہ میں اسی سرائے

میں رہا تھا۔ اس زمانہ میں اسمیں الشیخ الصالح ابوعبداللہ الزوادی اور شیخ الصالح الطیار سعادۃ الجوانی بھی رہا کرتے تھے۔ ایک دن آپ بعد نماز عصر اپنے مکان تشریف لیگئے اور سجدہ کی حالت میں روبقبلہ انتقال فرمایا۔ آپ اچھے خاصے تھے کوئی مرض وغیرہ نہ تھا۔ نیز اس سرائے میں الشیخ الصالح شمس الدین محمد الشامی تقریباً چالیس سال رہے ہیں اور الشیخ الصالح شعیب المغربی بھی اسمیں اقامت گزین رہے ہیں۔ آپ کبار صالحین میں سے تھے۔ میں ایک دن آپکی خدمت میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ماسوا بورئیے کے مقام رہائش میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے آپ سے اسکے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا ہاں میں اسی میں سیدھی سادی زندگی بسر کرتا ہوں۔ خبردار اس راز کو افشا نہ کرنا۔

حرم شریف کے اطراف میں اور بھی بہت سے مکانات ہیں جنمیں کھڑکیاں ہیں اور جنمیں حرم شریف کی چھتوں سے ملی ہوئی ہیں۔ ان سے حرم شریف کی چھت پر کوجاتے ہیں جو لوگ ان مکانات میں رہتے ہیں وہ ہمیشہ حرم شریف کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

وہ مکانات جنکے دروازوں سے حرم شریف میں جا سکتے ہیں۔ زبیدہ اہلیہ رشید امیر المومنین کا مکان ہے پھر دار العجلہ اور دار الشراجی وغیرہ ہیں۔

مشاہد کریمہ میں سے جو مسجد الحرام کے قریب ہیں۔ قبۃ الوحی ہے۔ پھر خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا دولت خانہ ہے جو باب النبی صلعم وتسلیماً سے بہت قریب ہے۔ اس دولت خانہ میں ایک چھوٹا سا قبہ ہے۔ جہاں فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئی تھیں اسی کے قریب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا دولت خانہ ہے۔ اسکے مقابل ایک دیوار ہے جسمیں حجر مبارک ہے اور اسکا ایک سرا دیوار مذکور سے نکلا ہوا ہے لوگ اس سنگ مبارک کو بوسہ دیتے ہیں۔ مذکور ہے کہ سنگ مذکور میں نبی صلعم تسلیماً پر سلام عرض کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک دن آپ ابی بکر الصدیق کے دولت کدہ پر تشریف لائے آپ اپنے دولت کدہ پر موجود نہ تھے۔ نبی صلعم تسلیماً نے آپ کو آواز دی۔ سنگ مذکور بایں الفاظ گویا ہوا۔ اے رسول اللہ آپ دولت خانہ میں موجود نہیں ہیں۔

ذکر (۱۳) الصفا والمروہ

مسجد حرام کے دروازوں میں سے جس دروازے کا نام باب الصفا ہے۔ اسکے سے صفا تک

چھتر قدم کا فاصلہ ہے۔ اور الصفا کی وسعت سترہ قدم ہے۔ اسکی چودہ سیڑھیاں ہیں۔ اوپر کی سیڑھی چبوترہ کے ہم شکل ہے۔ اور صفا اور مروہ کے درمیان چار سو ترانوے قدم کا فاصلہ ہے اس مسافت میں الصفا سے المیل الاخضر تک ترانوے قدم کا فاصلہ ہے۔ اور میل اخضر سے میلین الاخضرین تک پچھتر قدم کا فاصلہ ہے اور میلین الاخضرین سے مروہ تک تین سو پچیس قدم کا فاصلہ ہے۔

مقام مروہ کی پانچ سیڑھیاں ہیں۔ مروہ مذکور ایک بہت بڑی قوس واقع ہے۔ اسکی وسعت سترہ قدم ہے۔ اور میل اخضر ایک سبز ستون ہے جو اس منارہ کے رکن سے ملا ہوا ہے جو حرم کے رکن شرقی میں واقع ہے۔ اور مروہ کی طرف دوڑنے والے کے بائیں طرف پڑتا ہے۔ اور دو میل اخضر بھی دو سبز ستون ہیں جو حرم کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے مقابل ہیں۔ ایک حرم کی دیوار میں واقع ہے جو اس دروازے سے نکلنے والے کی بائیں جانب پڑتا ہے اور دوسرا اسکے مقابل واقع ہے۔ المیل الاخضر اور المیلین الاخضرین کے مابین جاتے اور واپس آتے وقت رمل کرنا یعنی دوڑنا پڑتا ہے۔ صفا اور مروہ کے مابین ایک نالہ ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا بازار ہے۔ یہاں غلہ، گوشت، کھجور، گھی وغیرہ اور پھل پھلاری بکتے ہیں۔ جو مابین صفا اور مروہ سعی کرتے ہیں۔ اس بازار میں لوگوں کے اژدحام کی وجہ سے جو دکانوں پر ہوتا ہے پھنس جاتے ہیں۔ مکہ میں ماسوا اس بازار کے اور کوئی باقاعدہ بازار نہیں لگتا۔ ہاں باب بنی شیبہ کے پاس بزازوں اور عطاروں کی دکانیں ضرور لگتی ہیں۔

مابین صفا و مروہ العباس رضی اللہ عنہ کا دولت کدہ ہے جو اب بطور رباط ہے۔ اسمیں مجاور رہا کرتے ہیں۔ یہ رباط الملک الناصر رحمۃ اللہ نے تعمیر کرائی تھی۔ نیز آپ نے صفا اور مروہ کے مابین سنہ ۷۲۸ھ مطابق سنہ ۱۳۲۷ء میں ایک وضو خانہ بھی تعمیر کرایا ہے۔ اسکے دو دروازے ہیں ایک دروازہ بازار مذکور میں ہے اور دوسرا سوق العطارین کی طرف ہے۔ رباط مذکور پر ایک دستر خوان ہے جسمیں رباط مذکور کے خادم رہتے ہیں۔ یہ الامیر علاء الدین بن ہلال کے اہتمام میں بنا ہے مروہ کی داہنی سمت امیر مکہ سیف الدین عطیفہ بن ابی نمی کا دولت خانہ ہے۔ آپ کا عنقریب ذکر آئے گا۔

ذکر (۱۴) جبانہ مبارکہ یا قبرستان

مکہ کا قبرستان باب معلی کے باہر ہے۔ اس مقام کو حجون کہتے ہیں۔ حارث بن مضاض الجرہمی کے قول کے مطابق بھی یہی نام ہے۔

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا	گویا کہ حجون سے صفا تک کوئی انیس ہی نہ تھا اور نہ مکہ میں
انیس ولم یسمر بمکۃ سامر	کوئی ایسا شخص ہی تھا جسے کچھ پہلے کا حال معلوم ہوتا۔
بلی نحن کنا اھلھا فابادنا	ہاں ہم ہی تو اسکے باشندے تھے سو ہم کو شب و روز کی گردشوں
صروف اللیالی والجدود العواثر	اور لغزشوں و ہندہ کی سختیوں نے برباد کر دیا۔

قبرستان ہذا میں بہت سے صحابہ تابعین۔ علماء۔ صالحین اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ لیکن یہ سارے مشاہد بہت پرانے اور بے نشان ہو گئے ہیں اسلئے اہل مکہ کو ان کا پتہ تک بھی نہیں۔ الا چند مشاہد متبرکہ کا۔

ذکر (۱۵) مزار ام المومنین خدیجۃ رضی اللہ عنہا

ان میں سے ایک ام المومنین اور وزیرہ سید المرسلین۔ خدیجہ بنت خویلد ام اولاد نبی صلعم تسلیما کا مزار مبارک ہے اسکے ماسوا ابراہیم اور جدۃ السبطین الکریمین صلوٰۃ اللہ و سلام علی النبی صلعم تسلیماً و علیہم اجمعین کے مشاہد متبرکہ ہیں۔

ذکر (۱۶) مزار امیر المومنین ابی جعفر المنصور

اسی کے قریب خلیفہ امیر المومنین ابی جعفر المنصور عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن العباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا مزار ہے۔

اس قبرستان میں وہ مقام بھی ہے۔ جہاں عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مصلوب کیا گیا تھا۔ اس مقام پر ایک مکان بھی بنا ہوا تھا جسے باشندگان طائف نے اس غیرت کیوجہ سے منہدم کر دیا جو انکو انکے حجاج المبیر کی طرف سے لعنت کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی۔ قبرستان

مذکور کی طرف رخ کرکے کھڑے ہوتے ہوتے داہنی طرف ایک ویران مسجد واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ مسجد ہے جسمیں رسول اللہ صلعم تسلیماً سے جن نے بیعت کی تھی۔ اسی قبرستان پر سے ایک راستہ عرفات طائف اور عراق جانے والوں کے لئے جاتا ہے۔

اُن بعض مشاہد کا ذکر جو بیرون مکہ معظمہ واقع ہیں۔

ذکر (۱۷) بعض مشاہد بیرون آبادی مکہ معظمہ

خارج مکہ کے بعض مشاہد میں سے الحجون ہے۔ جسکا ذکر ابھی ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ الحجون اس پہاڑی کا نام ہے جو جبانہ یا قبرستان مذکور پر آبریز ہے المحصّب بھی ایک مقام ہے اسے ابطح بھی کہتے ہیں یہ الجبانہ مذکور کے متصل ہے۔

خیف بنی کنانہ بھی ایک جگہ ہے۔ جہاں رسول اللہ صلعم تسلیماً اترتے تھے۔

ذولحوی بھی ایک مقام ہے۔ یہ ایک وادی میں واقع ہے۔ اور اُن مہاجرین میں سے یہاں بہت سے مہاجرین کے مزارات ہیں جو مقام حصاص میں جو ثنیہ کدا کے نیچے ملا ہوا ہے۔ یہ سلسلہ مزارات اُن نشانات تک چلا گیا ہے جو حل و حرم کے فاصل ہیں۔ جب عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ تشریف لایا کرتے تو سب کو ذولحوی ہی میں قیام فرماتے۔ پھر غسل فرماکر صبح کو مکہ تشریف لیجاتے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم تسلیماً کا بھی یہی فعل مبارک تھا۔

ثنیہ کدی جسے ثنیۃ البیضاء بھی کہتے ہیں۔ یہ اسفل مکہ معظمہ میں ایک مقام دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ اسی سے رسول اللہ صلعم تسلیماً حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ روانہ ہوتے تھے۔

ثنیہ کدا۔ ایک مقام اسفل مکہ میں واقع ہے۔ اسکا الثنیۃ البیضاء بھی نام ہے یہ دو پہاڑوں کے مابین واقع ہے اس سے رسول اللہ صلعم تسلیماً عام الوداع میں مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔

ذکر (۱۸) ابو لہب اور اُس کی زوجہ کی قبریں

اسکے تنگ راستہ میں ایک مقام پر پتھروں کا ایک ڈھیر ہے جسے راہ گیر پتھروں سے سنگسار کیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ ابو لہب اور اسکی بیوی حمالۃ الحطب کی قبریں ہیں۔

اس ثنیہ اور مکہ معظمہ کے مابین ایک ہموار میدان ہے جب ایک مقام منا سے اترتا ہے تو یہیں ٹھہرتا ہے۔

مکہ معظمہ سے ایک میل کی مسافت پر ایک مسجد ہے اسکے بالمقابل سرراہ ایک پتھر رکھا ہوا ہے۔ اسپر ایک اور پتھر تھا جسپر کچھ تحریر تھی لیکن اب امتداد زمانہ سے وہ مٹ گئی۔ کہتے ہیں کہ جب نبی صلعم تسلیماً عمرہ سے واپس ہوئے تھے۔ تو یہاں بغرض استراحت تشریف فرما ہوئے تھے لوگ اسے تبرکاً بوسہ دیتے اور اسپر ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں۔

التنعیم بھی ایک جگہ مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اہل مکہ شرفہا اللہ یہیں سے عمرہ کرتے ہیں۔ یہ مقام حل حرم سے قریب تر واقع ہے۔ یہیں سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا تھا جب آپکو رسول اللہ صلعم تسلیماً نے حجۃ الوداع میں آپکے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی معیت میں حجۃ الوداع میں روانہ فرمایا تھا تو یہی فرمایا تھا کہ التنعیم سے عمرہ کرنا۔

یہاں سرراہ تین مساجد بھی بنی ہیں۔ ہر ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے۔ التنعیم کا راستہ بہت کشادہ اور صاف ہے۔ یہاں لوگ روزانہ حصول اجر نیک و ثواب جھاڑ دیتے ہیں کیونکہ عمرہ کرنے والے برہنہ پا ہوتے ہیں۔ اس راستہ میں کئی میٹھے پانی کے کنویں یا چاہ ہیں جنہیں الشبیکہ کہتے ہیں۔

الزاہر التنعیم کے راستہ میں تقریباً مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں مکانوں باغوں اور بازاروں کے نشان نظر آتے ہیں۔ راستہ کے ایک طرف مستطیل شکل کی ایک بہت بڑی دکان واقع ہے۔ اسپر بکثرت پانی پینے کے کوزے اور وضو کرنے کے برتن چنے رہتے ہیں۔ یہاں کا خادم ان برتنوں کو الزاہر کے کنوؤں کے پانی سے بھرتا ہے۔ یہ کنویں نہایت گہرے واقع ہوئے ہیں۔ یہ خادم مجاورین فقرا اور اہل خیر میں سے ہوتے ہیں۔ صرف عمرہ کرنیوالوں کی راحت و آسائش کے لئے اس کام کو اختیار کرتے ہیں۔ تاکہ انہیں نہانے پانی پینے اور وضو کی تکلیف نہ ہو۔ ذو طوی الزاہر سے متصل ہی ہے۔

ذکر (۱۹) جبال متصل مکہ معظمہ

منجملہ پہاڑوں کے جبل ابو قبیس مکہ معظمہ حرسہا اللہ کی جہت جنوب و مشرق میں واقع ہے۔

یہ پہاڑ مکہ شرفہا اللہ کے الاخشبین اور قریب ترین پہاڑوں میں سے اور رکن الحجر الاسود کے مقابل ہے۔ اسکی چوٹی پر ایک مسجد، رباط، اور عمارت کا نشان ہے۔ ملک الظاہر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تعمیر بھی کرانا چاہا تھا۔ کوہ مذکور حرم شریف پر آبہ پذیر ہے۔ اس سے مکہ شرفہا اللہ کا حسن، حرم اور اسکی ہمواری کا جمال اور کعبہ معظمہ کی زینت دوبالا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب اللہ برتر نے پہاڑ پیدا کئے تو پہلے کوہ ابوقبیس کو پیدا کیا تھا۔ زمانہ طوفان میں الحجر اسی میں امانت رکھا گیا تھا۔ قریش اس پہاڑ کو الامین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس نے پھر الحجر کو جو اس میں امانت رکھا گیا تھا الخلیل ابراہیم علیہ السلام کو دیدیا۔

ذکر (۲۰) مزار حضرت آدم علیہ السلام

یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کا مزار اسی میں ہے۔ اس پہاڑ پر وہ مقام متبرک بھی ہے، جہاں معجزہ شق القمر کے وقت نبی صلعم تسلیماً قیام پذیر رہے تھے۔

قُعیقعان بھی الاخشبین میں سے ایک پہاڑ ہے۔

جبل احمر۔ مکہ شرفہا اللہ کی جہت شمال میں واقع ہے۔

جبل خندمہ۔ اُن دو گھاٹیوں کے قریب ہے جنہیں اجیاد الاکبر اور اجیاد الاصغر کہتے ہیں۔

الجبل الطیر۔ یہ مقام التنعیم کے راستہ کی دونوں جہتوں کے چوراہے پر واقع ہے کہتے ہیں کہ یہ وہی پہاڑ ہے۔ جس پر الخلیل علیہ السلام نے پرندہ کے اجزار کھے تھے۔ اور پھر انہیں بلایا تھا۔ چنانچہ اللہ برتر نے اپنی کتاب عزیز میں اسکا ذکر فرمایا ہے[1]۔ اس پر کئی پتھروں کے نشانات بھی ہیں۔

جبل حراء۔ یہ مکہ شرفہا اللہ کے شمال میں تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پر مشرف اور اسکی چوٹی بہت بلند ہے۔ رسول اللہ صلعم تسلیماً قبل بعثت ظاہری اسی پہاڑ پر خوب عبادت فرمایا کرتے تھے۔ یہی پر پروردگار عالم کی طرف سے آپ پر امر حق آیا اور وحی کا آغاز ہوا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم تسلیماً اسپر تشریف فرما تھے۔ کہ جنبش کی۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہر اے

(۱) قرآن کریم سورۃ ۲۔ آیت ۲۶۲۔

کیونکہ تجود پر ماسوا نبی، صدیق اور شہید کے کوئی نہیں۔ اسمیں اختلاف ہے کہ اس واقعہ کے دن آپکی معیت میں کون تھا ایک روایت تو یہ ہے کہ العشرہ آپ کے ہمراہ تھے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جبل ثبیر نے آپکے نیچے جنبش کی تھی۔

جبل ثور۔ مکہ شرفہا اللہ سے یمن کے راستہ میں ایک فرسخ کے بعد پر واقع ہے اسمیں وہ غار بھی ہے۔ جسمیں جب آپ مکہ شرفہا اللہ سے ہجرت کر کے نکلے ہیں تو پناہ گزین ہوئے تھے تھے۔ اسوقت آپکی معیت میں الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ الکتاب العزیز میں مذکور ہے[1]۔ الارزقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کوہ مذکور نے رسول اللہ صلعم تسلیماً کو بایں الفاظ آواز دی تھی۔ الیّ یا محمد الی التی فقد اویت قبلک سبعین نبیاً (اے محمد صلعم میری طرف یہاں آئیے !! یہاں آئیے !!! میں نے آپ سے پہلے ستر نبیوں کو پناہ دی ہے) جب رسول اللہ صلعم غار میں داخل ہوئے تو آپکو یہاں اطمینان نا حاصل ہوا۔ آپکے ساتھی الصدیق آپکی معیت میں تھے۔ اسیوقت اللہ برتر کے حکم سے مکڑی نے غار کے دروازہ پر جالا تن دیا کبوتروں نے اسپر گھونسلا بنا دیا۔ اور انڈے دیدیئے۔ جب مشرکین کے پیروں کے نشانات کے ماہرین کے ساتھ غار مذکور تک پہونچے تو کہنے لگے کہ یہاں تک تو پیروں کے نشانات ملتے ہیں۔ لیکن دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا اور کبوتروں نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اسمیں کوئی کیونکر داخل ہو سکتا ہے یہ کہکر پھر گئے۔ اسپر الصدیق نے عرض کیا۔ اے رسول اللہ اگر کفار کہیں ہی آئیں۔ اسپر آپ نے دوسری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم اسطرف سے نکل جائیں گے۔ لیکن اس طرف پر آمد کے لئے کوئی دروازہ ہی نہ تھا۔ اسی وقت الملک الوہاب کی قدرت سے ایک دروازہ کھل گیا۔ لوگ اس غار مبارک کی زیارت کیلئے جاتے ہیں اور اس دروازہ سے تبرکاً داخل ہونے کا ارادہ کرتے ہیں جس سے نبی صلعم تسلیماً داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض تو داخل ہو جاتے ہیں اور بعض نہیں داخل ہو سکتے اور اسمیں پھنس جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو بڑی مشکل سے کھینچکر باہر نکالا جاتا ہے۔ کچھ لوگ غار مذکور کے سامنے ہی تبرکاً نماز پڑھتے ہیں اور اسمیں داخل نہیں ہوتے۔ ان شہروں کے لوگوں میں

(۱) قرآن کریم سورۃ ۹۔ آیت ۴۰۔

یہ مشہور ہے کہ حلالی تو اس غار میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن ولد الزنا نہیں داخل ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بہت سے لوگ داخل ہونے کا ارادہ نہیں کرتے کہ اگر اندر نہ جاسکے تو شرمندگی اور رسوائی ہوگی۔

ابن جزی کہتے ہیں ہمارے بعض واقف شیوخ نے بیان کیا ہے کہ داخل ہونے میں دشواری اس وجہ سے پیش آتی ہے کہ وہ شق جدھر سے اُس غار میں داخل ہوتے ہیں۔ اسکی اندرونی جانب ایک بہت بڑا بنیڈا پتھر واقع ہوا ہے۔ جو اس شق سے سر کے بل داخل ہونا چاہتا ہے تو پہلے اُس کا سر اس پتھر تک پہنچتا ہے جس سے نہ تو اسکے لئے اندر گھسنے کا امکان ہوتا ہے اور نہ یہی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو موڑ کر اوپر کی جانب سے آئے اور اسکا چہرہ اور سینہ دونوں زمین سے متصل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے پھنس جاتا ہے اور باوجود بسیار کشش اور کوشش کے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور جو اس میں پیٹھ کے بل داخل ہوتا ہے۔ اُسکے لئے امکان ہے کہ جب اُس بنیڈے پتھر سے جاکر سر لگے تو سر اٹھا کر بیٹھ جائے اسوقت اُس بنیڈے پتھر سے اسکی پیٹھ ٹک جائے گی۔ کمر شق پر رہے گی اور دونوں پیر غار سے باہر نکلتے ہوتے۔ پھر سیدھا ہو کر کھڑا ہوتا ہوا غار مبارک میں اتر جائیگا۔ یاد آمدم بوئے اصل۔

فائدہ (۱۲) حکایت متعلق جبل ثور

ایک مرتبہ کوہ مذکور پر میرے ساتھیوں میں سے دو ساتھیوں کو جو ایک تو فقیہ المکرم ابو محمد عبداللہ بن فرحان الافریقی التوزری ہیں اور دوسرے ابوالعباس احمد الاندلسی الوادی آشی ایسا اتفاق ہوا کہ جب وہ مکہ شرفہا اللہ تعالی میں ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۷ء میں مجاور رہتے تو اس غار کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں حضرات تنہا تھے اور کوئی راستہ کا واقفکار معیت میں نہ تھا۔ غار کا راستہ بھول گئے اور اس راستہ پر آ گئے جو غار کے راستہ سے کٹ کر علیحدہ ہو گیا تھا۔ یہ گرمی کا موسم تھا اور سخت دھوپ پڑتی تھی انکے پاس جو کچھ پانی تھا اسکا خاتمہ ہو گیا لیکن یہ غار مذکور تک نہ پہونچ سکے۔ عاجز آ کر مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ واپس ہوئے۔ ایک راستہ نظر آیا اُسے اختیار کر لیا۔ یہ دوسرے پہاڑ پر جاتا تھا۔ اسپ

گرمی سے بہت عاجز ہوگئے اور مارے پیاس کے بُرا حال اور دم نکلنے کے قریب ہوگیا۔ الفقیہ ابو محمد بن فرحان تو بالکل چلنے ہی سے عاجز ہوتے اور زمین پر لیٹ گئے اور الاندلسی اس بُری حالت سے محفوظ رہے۔ کیونکہ ان میں مطابقتاً طاقت زیادہ تھی۔ اور برابر ان پہاڑوں پر چلتے رہے۔ یہانتک کہ انہیں ایک راستہ ملا جس سے وہ اجیاد پر پہونچ گئے۔ اور مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں داخل ہوگئے۔ میرے پاس آئے اور اس حادثہ کا اعادہ اور عبداللہ التوزری کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ یہ واقعہ آخر دن میں ہوا تھا۔ عبداللہ مذکور کا ایک بھتیجا جسکا نام حسن تھا۔ گو اسکا مسکن وادی نخلہ تھا۔ لیکن اس زمانہ میں مکہ شرفہا اللہ میں رہا کرتا تھا۔ میں نے اُسکے چچا کی ساری سرگذشت اس سے بیان کی۔ اور الشیخ الصالح الامام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن المعروف بخلیل امام المالکیۃ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ اللہ آپ کی ذات سے نفع پہنچائے۔ اور حال بیان کیا۔ آپ نے اہل مکہ کی ایک جماعت کو انکی تلاش کیلئے بھیجا جسکے افراد ان پہاڑوں اور گھاٹیوں سے واقفیت رکھتے تھے۔

وہاں عبداللہ التوزری کی یہ سرگذشت ہے کہ جب یہ اپنے رفیق سے جُدا ہوگئے تو ایک بڑے پتھر کے سایہ میں آکر پناہ لی۔ اور درماندگی اور پیاس سے نڈھال حالت میں وہیں پڑے رہے۔ کوّے انکے سر پر منڈلاتے اور انکی موت کے منتظر تھے۔ جب دن ختم ہوا اور رات آئی تو رات کی ٹھنڈک سے انکی جان میں جان آئی اور جسم کو آسائش محسوس ہوئی۔ صبح کے قریب اٹھکر پا پیادہ روانہ ہوگئے۔ اور پہاڑ سے ایک وادی میں اُترے جسپر پہاڑوں کی وجہ سے دھوپ نہ آتی تھی اور برابر چلتے ہی رہے۔ حتی کہ انہیں ایسا نظر آیا کہ آگے کوئی چوپایہ کھڑا ہوا ہے۔ انہوں نے اسکی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ کسی عرب کا خیمہ ہے آپ اسے دیکھکر زمین پر گر پڑے اور اٹھ نہ سکے۔ خیمہ والی نے یہ حالت دیکھی۔ اسکا شوہر پانی لانے گیا ہوا تھا۔ جو کچھ تھوڑا بہت پانی اسکے پاس تھا وہ آپ کو پلایا۔ اس سے آپکی تشنگی دور نہ ہوئی۔ اتنے میں اسکا شوہر بھی پانی لے کر آگیا۔ اس نے آپ کو ایک مشکیزہ پانی پلایا اسپر بھی آپکی تشنگی نہ رفع ہوئی۔ پھر آپ کو گدھے پر سوار کردیا اور آپ مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ تشریف لے آئے۔ آپ کا ورود دوسرے دن نماز عصر کے قریب ہوا۔ آپ میں اسقدر تغیر واقع ہوگیا تھا کہ گویا اُنکی

قبر سے نکلے ہیں۔

ذکر (۲۲) ہر دو امرائے مکہ معظمہ

جس زمانہ میں میں مکہ گیا ہوں۔ تو یہاں کی امارت دو شرفائے اجل سے متعلق تھی جو آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ ایک کا نام اسد الدین رمیشہ تھا اور دوسرے کا سیف الدین عطیفہ۔ ان کے والد کا نام الامیر ابی نمی بن ابی سعد بن علی بن قتادہ الحسنیین تھا۔ رمیشہ از روئے سن کے بڑے تھے۔ لیکن دعا میں پہلے رمیشہ کا نام اسکے عادل ہونے کی وجہ سے لیا جاتا تھا۔ آخر الذکر یعنی چھوٹے بھائی کے دو بیٹے ہیں احمد اور عجلان۔ اس زمانہ میں یہی امیر مکہ ہے۔ نیز تقیبہ، سنہد اور ام قاسم بھی۔ اور عطیفہ کی اولاد محمد۔ مبارک اور مسعود۔ ان بڑے بھائی کا دولت خانہ المروہ کی داہنی طرف ہے اور چھوٹے بھائی رمیشہ کا دولت خانہ رباط الشرابی میں باب بنی شیبہ کے پاس ہے۔ ان دونوں بھائیوں کے دروازوں پر روزانہ مغرب کے وقت نقارہ بجتا ہے۔

ذکر (۲۳) فضائل باشندگان مکہ معظمہ

اہل مکہ کے افعال جمیلہ۔ مکارم تامہ اور اخلاق حسنہ ہیں۔ صعفاء منقطع عن الدنیا ہمسائیوں اور غرباء کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ انکے مکارم میں سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی ولیمہ کرتا ہے تو پہلے مساکین اور منقطین عن الدنیا مجاورین کو کھانا کھلاتا ہے۔ اور انکو نہایت مہربانی۔ رفق اور حسن خلق دعوت دیتا ہے۔ پھر بڑی خاطر و تواضع سے انھیں کھانا کھلاتا ہے۔ اکثر فقرا کا وہیں اجتماع رہا کرتا ہے جہاں لوگوں کا مطبخ ہوتا ہے۔ جہاں کبھی نے اپنے لئے روٹی پکوائی اور مکان لیچلا، یہ مساکین اسکے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ حصہ رسد دیتا ہے کسیکو محروم نہیں واپس کرتا۔ اگر اسکے پاس ایک ہی روٹی ہے تو اسیں سے تہائی یا نصف نہایت خوشی کے ساتھ خیرات کر دیتا ہے اور کسی کی طرف سے پیشانی پر بل نہیں لاتا۔

انکے افعال حسنہ میں سے یہ بھی ہے کہ چھوٹے یتیم بچے بازاروں میں آ بیٹھتے ہیں۔ ہر ایک کے پاس بڑی اور چھوٹی دو ٹوکریاں ہوتی ہیں۔ جسے یہ قفتہ بکتل کہتے ہیں۔ لوگ بازار

میں سودا لئے آتے ہیں۔ غلہ۔ گوشت۔ سبزی خریدتے ہیں۔ اور اس لڑکے کو دیدیتے ہیں۔ ایک تھیلہ یا ٹوکری میں تو غلہ بھر لیتا ہے اور گوشت اور سبزی دوسری میں رکھ لیتا ہے۔ اور خریدار کے گھر پہنچا دیتا ہے۔ تاکہ اُس جنس میں سے اُسکے لئے کھانا پک جائے۔ اور خریدار طواف کرنے یا کسی کام کے لئے اگر جاتا ہو تو چلا جاتا ہے۔ مجال کیا ہے کہ لڑکوں میں سے کوئی بھی اس امانت میں خیانت کرے۔ بلکہ جو جنس جس طریقہ پر دیجاتی ہے اسے بالکل واتم وجوہ اُسی طرح پہنچا دیتا ہے۔ اسکے لئے انکی پیسوں کی اجرت مقرر ہے۔

اہل مکہ نہایت خوش پوشاک ہوتے اور اکثر سفید کپڑے پہنتے ہیں۔ ہمیشہ ان کا لباس آپ سفید دیکھیں گے۔ خوشبو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ سرمہ بہت لگاتے اور مسواک بکثرت کرتے ہیں جو سبز اراک (پیلو) کی جڑ کی ہوتی ہے۔

مکہ کی عورتیں نہایت خوبصورت اور بڑی حسین وجمال والی صلاح وعفت میں ڈوبی ہوتی ہوتی ہیں۔ خوشبو کا بکثرت استعمال کرتی ہیں۔ یہانتک کہ چاہے گھر میں کھانے کو نہ ہو۔ لیکن جہانتک ہو سکے گا خوشبو ضرور خریدیں گی۔ ہر شب جمعہ کو خانہ کعبہ طواف کے لئے جاتی ہیں۔ اسوقت انکے جسم پر نہایت اچھی پوشاک ہوتی ہے اور تمام حرم انکی خوشبو سے مہکنے لگتا ہے اگر ایک عورت بھی طواف کے لئے آتی ہے اور طواف کرکے چلی جاتی ہے تو اُسکے جانیکے بہت دیر تک وہاں خوشبو بسی رہتی ہے۔

اہل مکہ کی اور نیک عادتوں کو جو موسم وغیرہ میں ان سے ظاہر ہوتی ہیں۔ انشاء اللہ یہاں کے فضلاء اور مجاورین کے ذکر کے بعد حوالہ قلم کیا جائے گا

اذکار (۴۳) قضاۃ، خطباء، امام الموسم علماء وصلحائے مکہ معظمہ

مکہ کے قاضی العالم الصالح العابد نجم الدین محمد بن الامام العالم محی الدین الطبری ہیں۔ آپ بڑے صدقہ وخیرات کرنے والے اور مجاورین کے ساتھ نہایت حسن اخلاق سے پیش آنے والے ہیں۔ کعبہ شریفہ کا بہت طواف کرنے اور اکثر حاضر باش رہنے والے ہیں۔ مواسم معظمہ میں لوگوں کو بہت کھانا کھلایا کرتے ہیں اور خاصکر رسول اللہ صلعم تسلیما کی

ولادت باسعادت کے دن تو دسترخوان نہایت وسیع ہوتا ہے۔ تمام شرفا ر کہ۔ یہاں کے بڑے آدمی۔ فقرا، حرم الشریف کے خادم اور کل مجاورین کی نہایت دھوم دھام سے دعوت ہوتی ہے۔ سلطان المصر الملک الناصر رحمہ اللہ آپکی بہت تعظیم کرتا ہے اور اسکے امراکے کل صدقات آپ ہی کے ہاتھوں سے جاری رہتے ہیں۔ آپکے صاحبزادے شہاب الدین فاضل ہیں جواب مکہ شرفہا اللہ کے عہدہ قضائت پر متمکن ہیں۔

مکہ کے خطیب مقام ابراہیم علیہ السلام کے امام نہایت فصیح و بلیغ اور یکتائے زمانہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی بہا۔ الدین الطبری ہے۔ آپ اُن خطیبوں میں سے ہیں جنکا تمام عالم میں بلاغت اور حسن بیان میں ثانی نہیں۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ آپ ہر جمعہ کے لئے ایک نیا خطبہ لکھتے ہیں اور پھر اسے کبھی مکرر نہیں پڑھتے۔

حرم شریف میں امام الموسم اور امام المالکیہ شیخ الفقیہ العالم الصالح الخاشع الشہیر ابوعبداللہ محمد بن الفقیہ الامام الصالح الورع ابی زید عبدالرحمٰن المشتہر بخلیل ہیں۔ اللہ برتر آپ اور آپکے گھر والوں کی بقا سے سب کو متمتع کرے۔ آپ دراصل افریقیہ میں بلاد الجرید کے رہنے والوں میں سے ہیں۔ آپ قبیلہ بنی حیون کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ بلکہ اہل مکہ کے کبار میں بھی آپ کا شمار تو کیا بلکہ ان میں واحد اور فرد ہیں آپ تمام گروہوں کے متفقہ طور پر قطب ہیں۔ باوجود اسکے جمیع اوقات میں عبادت میں مستغرق رہتے۔ باحیا۔ کریم النفس حسن الاخلاق اور کثیر الشفقت ہیں۔ کبھی سائل کو آپ نے محروم نہیں واپس کیا۔

فائدہ (۲۵) حکایت مبارکہ

میں جس زمانہ میں مکہ شرفہا اللہ کی مجاورت اور مدرسہ مظفریہ میں سکونت پذیر تھا۔ تو خواب میں رسول اللہ صلعم تسلیماً کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ مدرسہ مذکور کی ایک مجلس درس میں اس کھڑکی کے پاس تشریف فرما تھے۔ جس سے کعبہ شریفہ نظر آتا تھا۔ اور لوگ آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ میں شیخ ابوعبداللہ کو جو المدعو بخلیل ہیں دیکھتا تھا کہ آپ تشریف لائے اور آپ کے حضور میں دوزانو بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ کو رسول اللہ صلعم تسلیماً کے دست مبارک

میں دیدیا۔ اور فرمایا میں آپ سے اس عہد پر بیعت کرتا ہوں اور بہت سی چیزوں کے انہیں ے نام گنائے اور یہ کہ اپنے گھر سے کسی مسکین کو محروم نہ پھیروں گا۔ یہ آپ کا آخر عہد تھا۔ میں انکے اس قول پر تعجب کرتا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ آپ یہ کیسا عہد کر رہے ہیں۔ کیونکہ مکہ یمن۔ الزیالعہ۔ عراق عجم۔ اور مصر و شام میں فقرا کی بڑی کثرت ہے۔ اسوقت آپ ایک اونچا سفید اونی دارجبہ جیسے القفطان کہتے ہیں پہنے ہوئے تھے۔ اور بعض اوقات آپ یہی پہنا بھی کرتے تھے جب میں نے صبح کی نماز پڑھی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنا خواب بیان کیا آپ اسے سنکر بہت خوش ہوئے اور روئے اور فرمایا کہ وہ جبہ صالحین میں سے کسی صالح نے میرے دادا کو ہدیۃً عطا کیا تھا۔ میں اسے تبرکاً پہن لیا کرتا ہوں۔ اس خواب کے بعد پھر میں نے کبھی آپکے پاس سے کسی سائل کو محروم جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ اپنے خدام کو حکم دیا کرتے تھے۔ کہ روٹیاں اور کھانا پکا کر نماز عصر کے بعد روزانہ میرے پاس لایا کرو۔ اہل مکہ روزانہ نماز عصر کے بعد دن میں صرف ایک ہی مرتبہ کھانا کھایا کرتے اور اسی پر دوسرے دن کی نماز عصر کے وقت تک اکتفا کیا کرتے تھے اور جو دن میں کسی وقت کھانے کا ارادہ کرتا تھا تو خرمے کھاتا تھا، اسی وجہ سے انکی جسمی تندرستی اچھی رہتی ہے اور مرض اور کسل میں کم مبتلا رہتے ہیں۔

الشیخ خلیل کو القاضی نجم الدین الطبری کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ انکی طلاق میں کچھ شک واقع ہونے کی وجہ سے آپ نے ان سے مفارقت اختیار کر لی تھی اور پھر بعد میں الفقیہ شہاب الدین النویری سے جو کبار مجاورین میں سے اور سعید مصر کے رہنے والے تھے شادی کر دی۔ یہ آپکی زوجیت میں کئی سال رہیں اور آپکے ساتھ المدینۃ الشریفۃ بھی تشریف لائیں اسوقت انکی معیت میں انکے بھائی شہاب الدین بھی تھے۔ یہیں طلاق میں حانث ہوئے اور اسکے حق میں بخیل ہونے کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیا۔ پھر الفقیہ خلیل نے کئی سال کے بعد انکی طرف رجوع کر لیا تھا۔

مکہ کے مشاہیر میں سے امام الشافیہ شہاب الدین ابن البرہان (الدین)[1] ہیں نیز امام الحنفیۃ شہاب الدین احمد بن علی مکہ کے کبار ائمہ اور فضلا میں سے ہیں مجاورین

(۱) فرانسیسی ترجمہ عجائب الاسفار میں برہان الدین۔ لیکن اصل متون الدین کے ساتھ متفق نہیں۔

اور مسافرین کو کھانا کھلایا کرتے اور اکرم فقہائے مکہ میں سے اور ہر سال چالیس۔ پچاس ہزار درہم خیرات کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ بسبب قرضدار ہو جایا کرتے تھے۔ اللہ برتر آپکے قرضہ کی ادائیگی کی سبیل بھی کر دیا کرتا تھا۔ ترک امرا آپکی بہت عظمت کیا کرتے اور آپکے ساتھ حسن ظن رکھا کرتے تھے۔ بدین وجہ کہ آپ انکے امام تھے۔

نیز امام الحنابلہ المحدث الفاضل محمد بن عثمان تھے۔ آپ بغدادی الاصل اور مکی المولد ہیں۔ قاضی نجم الدین کے نائب اور تقی الدین المصری کے قتل کے بعد عہدہ محتسب پر بھی مامور رہے۔ لوگ آپ کی سطوت سے بہت ڈرتے تھے۔

فائدہ (۲۶) حکایت

تقی الدین المصری مکہ میں محتسب کے عہدہ پر مامور تھے۔ اور آپ کو ہر یعنی و لایعنی امر میں دخل تھا کسی سال ایسا اتفاق ہوا۔ کہ امیر الحاج اپنے ایک لڑکے کو جو بدمعاش تھا۔ ہیں لایا۔ کسی حاجی کے یہاں اس نے چوری کی۔ آپ نے اس جرم پر اسکا ہاتھ کاٹنے کا حکم نافذ فرمایا۔ اور امیر سے تقی الدین مذکور نے یہ کہا کہ اگر آپ کے سامنے اس لڑکے کا ہاتھ نہ کاٹا گیا تو اہل مکہ جو آپ کے خادم ہیں اس فعل پر غلبہ کرینگے۔ اُسے بچائیں گے اور چھین لے جائینگے اس پر آپ نے امیر مذکور کے روبرو ہی اُس لڑکے کے ہاتھ کاٹنے کا حکم نافذ فرمایا۔ اور یہ سزا عمل میں آ گئی۔ تقی الدین کی طرف سے لڑکے کے دل میں کینہ بھرا رہا۔ راہ گذر میں انکی تاک میں لگا اور موقعہ ڈھونڈھتا رہتا۔ لیکن کوئی قابو نہ چلتا تھا۔ کیونکہ امیر میں رمیثہ اور عطیفقہ کی طرف سے محتسب مذکور کے حق میں رسم حسب ادا ہو چکی تھی۔ انکے یہاں اس رسم کا یہ طریقہ ہے۔ کہ ان میں سے کوئی اپنا عمامہ یا ٹوپی عام مجمع میں کسیکو ہدیہ دیدیتے ہیں جسکو یہ دیا جاتا ہے۔ وہ دینے والے کے حفظ امن میں ہو جاتا ہے۔ اور اس رسم کا یہ احترام اسوقت تک قائم رہتا ہے جب تک وہ کہیں چلا نہ جائے اور مکہ نہ چھوڑ دے۔ چنانچہ تقی الدین برسوں مکہ میں رہے۔ پھر روانگی کا ارادہ کیا۔ ہر دو امیروں سے رخصت ہوئے اور وداعی طواف کیا۔ پھر باب الصفا سے روانہ ہوئے۔ اب وہ مقطوع الید ملا اور اپنی ابتری حالت کی شکایت کی اور ان سے اپنی ضرورت

کے لئے اعانت کا طالب ہوا۔ اسپر تقی الدین نے اسکو جھڑک دیا۔ اور زجر کیا۔ اسپر اُس نے میان سے خنجر نکال لیا۔ جسے یہ لوگ جنبیۃ کہتے ہیں اور ایک ہی ضرب میں آپ کا کام تمام کر دیا۔ (باز آمدم بسوئے ذکر اعیان مکہ)

پھر الفقیہ الصالح زین الدین الطبری۔ نجم الدین مذکور کے سگے بھائی ہیں۔ آپ مجاورین کے حق میں بہت بڑے صاحب فضل و احسان تھے۔

پھر الفقیہ المبارک محمد بن فہد القریشی فضلائے مکہ میں سے ہیں۔ آپ الفقیہ محمد بن عثمان الحنبلی کی وفات کے بعد القاضی نجم الدین کی نیابت کرتے تھے۔

ذکر (۲۷) محمد بن برہان کا وسواس

پھر العدل الصالح محمد بن البرہان زاہد و متورع ہیں۔ آپ وسواس میں بہت مبتلا رہتے تھے۔ میں نے آپ کو ایک دن المدرسۃ المظفریۃ کے حوض میں وضو کرتے دیکھا آپ کسی عضو کو دھو کر پھر دوبارہ دھوتے تھے۔ سر کے مسح کرنے کے بعد پھر کئی مرتبہ مسح کیا۔ جب اسپر بھی قناعت نہ ہوئی تو آپ نے سر کو حوض میں غوطہ دیدیا۔ اور جب نماز کا ارادہ کرتے تو امام شافعی نماز سے فارغ بھی ہوجاتا اور آپ تو نیت ہی کیا کرتے۔ حتیٰ کہ دوسرے امام کے ساتھ آپ کو نماز پڑھنے کی ضرورت ہوتی۔ آپ نہایت کثیر الطواف۔ عمرہ کرنے والے اور ذاکر تھے۔

ذکر (۲۸) بعض مجاورین مکہ معظمہ

مجاورین مکہ میں سے الامام الصالح الصوفی المحقق العابد عفیف الدین عبد اللہ بن اسعد الیمنی الشافعی الشہیر بالیافعی ہیں۔ آپ کا شبانہ روز طواف ہی میں گذرتا تھا جب آپ شب کو طواف کر لیتے تو المدرسۃ المظفریۃ کی چھت پر چڑھ جاتے اور بیٹھکر کعبۃ الشریفۃ کے مشاہدہ میں یہانتک مشغول رہتے کہ آپ کو نیند آنے لگ گئی۔ آپ اپنے سر کے نیچے پتھر رکھکر کچھ استراحت فرما لیتے۔ پھر تازہ وضو کر کے اسیطرح طواف میں مشغول ہو جاتے۔ یہانتک کہ صبح کی نماز میں شرکت فرماتے آپکی شادی الفقیہ العابد شہاب الدین بن البرہان کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اُسوقت آپ

بہت صغیر سن تھیں۔ اور ہمیشہ اپنے متعلق اپنے والد سے شاکی ہی رہا کرتی تھیں اور آپکے والد آپ کو صبر کے لئے فرمایا کرتے۔ اس صورت سے کئی سال گذر گئے آخر کار انھوں نے مفارقت اختیار کر لی۔

پھر الصالح العابد نجم الدین الاصفونی ہیں۔ آپ بلاد الصعید میں خدمت قضا پر مامور تھے پھر انقطاع کر کے اللہ برتر کے ساتھ لو لگالی۔ اور حرم شریف کی مجاورت اختیار کر لی۔ روزانہ التنعیم سے عمرہ کیا کرتے۔ اور رمضان میں دن میں دو مرتبہ عمرہ کیا کرتے۔ کیونکہ نبی صلعم تسلیماً سے حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے ہم پلہ ہے۔

پھر الشیخ الصالح العابد شمس الدین محمد الطلبی ہیں۔ آپ بہت بڑے کثیر الطواف والتلاوۃ قدما مجاورین میں سے ہیں۔ مکہ شرفہا اللہ ہی میں انتقال فرمایا۔

پھر الصالح ابو بکر الشیرازی المعروف بالصامت ہیں۔ آپ بھی بہت زیادہ طواف کیا کرتے تھے۔ مکہ میں کئی سال رہے لیکن اس اثنا میں کسی سے کلام نہ کیا۔

پھر الصالح خضر العجمی ہیں۔ آپ بہت زاید روزے رکھتے اور تلاوت و طواف میں مشغول رہتے۔

پھر الشیخ الصالح برہان الدین العجمی الواعظ ہیں۔ آپکے لئے کعبۃ الشریفۃ کے روبرو کرسی رکھی جاتی۔ اُسپر بیٹھکر لوگونکو وعظ اور نہایت فصیح زبان اور خاشع قلب سے لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ جسکا مجمع کے قلوب پر بہت اثر ہوتا۔

پھر الصالح المجود برہان الدین ابراہیم المصری۔ مقری مجید۔ ساکن رباط السدرۃ ہیں اہل مصر و شام اپنے صدقات آپ ہی کی خدمت میں بھیجا کرتے۔ یتیم بچونکو کتاب اللہ کی تعلیم دیا کرتے اور انکے حوائج ضروریہ اور کپڑے کے ذمہ دار تھے۔

پھر الصالح العابد عز الدین الواسطی ہیں۔ آپ بہت بڑے دولتمند تھے۔ آپکے شہر سے سالانہ بہت مال آیا کرتا تھا اُس سے غلہ اور کھجوریں خرید اکرتے تھے اور ضعفا و مساکین میں تقسیم کر دیا کرتے۔ اور بنفس نفیس انکے گھروں میں پہنچایا کرتے۔ آپکی دم واپسیں تک اسی روش پر گذری۔

پھر الفقیہ الصالح الزاہد ابو الحسن علی بن رزق اللہ الانجری ہیں۔ آپ طنجہ کے بہت غور و فکر والے حضرات اور کبار صالحین میں سے ہیں۔ کئی سال مکہ میں مجاورت کی اور یہیں وفات پائی۔

آپ میں اور میرے والدین قدیمی دوستی تھی۔ حتیٰ کہ آپ ہمارے شہر طنجہ میں جب تشریف لاتے تو ہمارے ہی یہاں اترتے۔ آپ کا مدرسہ مظفریہ میں بھی ایک مکان تھا آپ دن کو طلباء کو پڑھایا کرتے اور شب کو اپنے مسکن میں جو رباط ربیع میں تھا تشریف لے آتے۔ رباط مذکور مکہ کی تمام رباطوں میں اچھی ہے۔ اسکے اندر شیریں پانی کا ایسا کنواں ہے کہ مکہ میں ویسا کوئی کنواں نہیں۔ اسکے رہنے والے کل صالح لوگ ہیں۔ دیار حجاز کے باشندے اس رباط کی بہت ہی تعظیم کرتے اور اسکے لئے نذریں مانتے ہیں۔ اور طائف کے لوگ اسکے لئے پھل پھلاری بھیجا کرتے ہیں۔ ان باشندگان طائف کے یہاں یہ رسم بھی ہے کہ جس شخص کا کھجور انگور، شفتالو جسے خوخ کہتے ہیں اور انجیر جسے خمط کہتے ہیں باغ ہے اسکی پیداوار کا دسواں حصہ اس رباط کیلئے نکال لیتے ہیں۔ اور اپنے اونٹوں پر لاد کر یہاں پہنچا دیتے ہیں طائف اور مکہ کے مابین دو دن کی مسافت ہے۔ جو اسکا ایفا نہیں کرتا سال آئندہ میں اسکے باغ کی پیداوار کم ہوتی ہے۔ اور اُسے نقصان پہنچتا ہے۔

فائدہ (۲۹) حکایت متعلق فضل رباط ربیع

ایک دن الامیر ابی نمی صاحب مکہ کے غلام اس سرائے میں امیر مذکور کے گھوڑے لے آئے اور اس کنوئیں سے پانی پلایا جب وہ اُن گھوڑوں کو انکے اصطبلوں میں پہنچا آئے تو انہیں ایسا درد پیدا ہوا جس سے وہ اپنے سر اور پیر زمین پر پٹکنے لگے۔ جب اس واقعہ کی خبر الامیر ابی نمی کو پہنچی۔ تو بنفس نفیس سرائے کے دروازے پر حاضر ہوا۔ اور جو مساکین سرائے مذکور میں رہتے تھے اُن سے معذرت چاہی۔ اور مساکین مذکور میں سے ایک کو اپنے دولت کدہ پر لے آیا۔ اس نے ان چوپایوں کے پیٹوں پر اپنے ہاتھ سے مسح کیا۔ اس سے جو کچھ اس کنوئیں کا پانی انکے پیٹوں میں تھا سب نکل گیا۔ اور انہیں اس درد سے صحت حاصل ہوگئی اسکے بعد ماسوا بھلائی کے اُنھوں نے اس سرائے میں کوئی بدعنوانی نہیں کی۔

پھر الصالح المبارک ابو العباس الغماری اصحاب ابی الحسن بن رزق اللہ میں سے ہیں آپ رباط ربیع میں رہا کرتے تھے۔ مکہ شرفہا اللہ میں وفات پائی۔

پھر الصالح ابو یعقوب یوسف بادیہ سبتۃ کے باشندے اور ہر دو مذکور شیخوں کے خادم ہیں۔ جب ان دو حضرات کا وصال ہوگیا تو آپ ہی رباط مذکور کے شیخ ہوئے۔
پھر الصالح السیاح السالک ابو الحسن علی بن فرعوس التلمسانی ہیں۔
نیز الشیخ سعید الہندی رباط کلاسہ کے شیخ تھے۔

فائدہ (۳۰) حکایت متعلق شیخ سعید

الشیخ سعید مذکور ہند کے بادشاہ محمد شاہ[1] (تغلق) کے پاس تشریف لائے۔ اس نے آپ کو بہت عطا کیا۔ آپ اسے لیکر مکہ تشریف لائے۔ الامیر عطیفۃ نے آپکو قید کر دیا۔ اور کہا جو دولت تم ہند کے بادشاہ کے پاس سے لائے ہو۔ مجھے دیدو۔ آپ نے انکار کر دیا۔ امیر اُسنے آپ کے پیر کسکر آپ کو خوب تکلیف دی۔ جب کہیں آپ نے پچیس ہزار دراہم سیم امیر مذکور کو دیئے۔ اور پھر ممالک ہند کو واپس چلے آئے۔ میں آپ سے ہندوستان میں ملا ہوں۔
الامیر سیف الدین غدا ابن ہبۃ اللہ بن علیٰ بن مُھنی[2] امیر عرب الشام کے دولت کدہ پر فروکش تھے۔ غدا مذکور کی بود و باش ہند ہی میں رہا کرتی تھی۔ اور ملک ہند کی بہن آپ سے بیاہی تھیں۔ انکے حالات کا عنقریب ذکر کیا جائے گا۔ پھر شاہ ہند نے الشیخ سعید کو تمام مال جو آپ سے الامیر عطیفہ والی مکہ شرفہا اللہ نے لیلیا تھا۔ عطا فرما دیا۔ پھر آپ حاجی کے ساتھ جسکا نام وشُلی اور امیر غدا مذکور کے آدمیوں میں سے تھا روانہ ہوئے۔ امیر مذکور نے وشُلی کو کچھ آدمی لانیکے لئے بھیجا تھا۔ اور اسکے ساتھ بہت سا مال اور تحفے بھی بھیجے تھے ان میں وہ خلعت بھی تھی جو ملک ہند نے اپنی بہن کے شب زفاف میں پہنائی تھی۔ خلعت مذکور نیلے حریر کی تھی۔ جسپر سنہرا کام بنا ہوا تھا۔ اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ جواہرات کی کثرت کی وجہ سے اسکا رنگ نہ نظر آتا تھا۔ اور وشُلی مذکور کو پچاس ہزار درہم بھی دے تھے کہ نفیس گھوڑے خرید کر لیتے آنا۔

---

(۱) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ "عجائب الاسفار" جلد دوم صفحہ ۹۱ ملاحظہ فرمائیے۔
(۲) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ عجائب الاسفار جلد دوم صفحہ ۹۳ ملاحظہ فرمائیے۔

الغرض الشیخ سعید و شل کے ساتھ روانہ ہوئے اور ان دونوں نے متفقہ طور پر جو مال ان دو حضرات کے پاس تھا اسکا تجارتی مال خریدا۔ جب یہ دونوں جزیرہ سقطرہ پہونچے جسکی طرف الصبر السقطری منسوب ہیں تو ان پر ہندوستان کے ڈاکوؤں نے بہت سی کشتیوں پر سوار ہوکر ڈاکہ مارا۔ دونوں فریقوں میں سخت مقاتلہ ہوا۔ اور دونوں جانب کے بہت سے آدمی کام آئے۔ چونکہ و شل مذکور تیر انداز تھے۔ اسلئے بہت سے ڈاکو قتل ہوئے۔ پھر ڈاکو ان پر غالب آ گئے۔ اور و شل کو ایسا کاری طور پر زخمی کیا کہ یہ جانبر نہ ہوسکے۔ جو کچھ انکے پاس تھا سب ڈاکوؤں نے چھین لیا۔ صرف انکی سواری مع اسکے آلات اور زاد راہ کے چھوڑ دی۔ آخر کار سب عدن پہونچے اور یہیں و شل نے انتقال کیا۔

ان ڈاکوؤں کی یہ عادت ہے کہ جب تک دوسرا ان پر قتل کا اقدام نہ کرے نہ یہ کسی کو قتل ہی کرتے ہیں اور نہ اُسے غرق ہی کرتے ہیں بلکہ اُسکا مال لیکر اسے مع اسکی سواری کے چھوڑ دیتے ہیں اور غلاموں پر بھی ہاتھ نہیں ڈالتے کیونکہ یہ بھی اُنکی جنس میں سے ہیں۔

الحاج سعید نے بادشاہ سے یہ بھی سُنا تھا کہ اُسکا ارادہ ہے کہ اپنے شہر میں دعوت عباسیہ[1] کا اظہار کرے جیسا کہ اس سے پہلے شاہان ہند مثلاً سلطان شمس الدین للمش[2][3] اسکے بیٹے ناصر الدین[4]۔ السلطان جلال الدین فیروز شاہ[5] اور السلطان غیاث الدین بلبن[6] نے کیا تھا اور بغداد سے انکے پاس خلعتیں آئی تھیں۔ جب و شل نے انتقال کیا تو الشیخ سعید مصر میں الخلیفہ ابی العباس بن الخلیفہ ابی الربیع سلیمان العباسی کے پاس تشریف لے گئے اور واقعہ مذکور سے آگاہ کیا۔ اسپر خلیفہ مذکور نے اپنے دست خاص بلا دہندا میں شیخ سعید مذکور کی نیابت کے لئے خط لکھا۔ شیخ سعید مذکور نے خط مذکور کو اپنے ساتھ لے لیا اور یمن تشریف لیگئے وہاں جاکر تین سیاہ خلعتیں خریدیں اور جہاز پر سوار ہوکر ہند روانہ ہوئے۔ جب کھنبایت[7] پہونچے۔ جو

(۱) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ "عجائب الاسفار" جلد دوم صفحہ ۵۲ ملاحظہ فرمائیے۔
(۲) اس لفظ کی تحقیق کے لئے مسٹر محمد حسین کا ترجمہ عجائب الاسفار" جلد دوم صفحہ ۵۳ نوٹ ۱ ملاحظہ فرمائیے۔
(۳) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ "عجائب الاسفار" جلد دوم صفحہ ۵۶ ملاحظہ فرمائیے۔
(۴) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ "عجائب الاسفار" جلد دوم صفحہ ۴۶ ملاحظہ فرمائیے۔
(۵) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ "عجائب الاسفار" جلد دوم صفحہ ۵۷ ملاحظہ فرمائیے۔
(۶) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ "عجائب الاسفار" جلد دوم صفحہ ۱۰۹ نوٹ ۱ ملاحظہ فرمائیے۔
(۷) مسٹر محمد حسین کا ترجمہ "عجائب الاسفار" جلد دوم ملاحظہ فرمائیے۔

دارالسلطنت دہلی سے چالیس منزل کی مسافت پر ہے تو وہاں کے خبر رساں نے بادشاہ ہند کے دربار میں الشیخ سعید کی تشریف آوری کی اطلاعی تحریر بھیجی اور یہ بھی تحریر کیا کہ انکے پاس خلیفہ کا حکم اور فرمان ہے۔ اسپر بادشاہ ہند کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ انکو احترام کے ساتھ دربار میں روانہ کرو، جب یہ دارالسلطنت کے قریب پہونچے تو امراء، قضاۃ اور فقہا کو آپکی پیشوائی کے لئے بھیجا۔ پھر بادشاہ بنفس نفیس پیشوائی سے لئے تشریف لیگئے چنانچہ جاکر الشیخ کا استقبال اور ان سے معانقہ کیا۔ انھوں نے جو حکم نامہ لائے تھے پیش کیا۔ شاہ مذکور نے اسے بوسہ دیا اور اپنے سر پر رکھا اور جس صندوق میں خلعتیں رکھی تھیں انھیں میں رکھدیا اور صندوق مذکور کو اپنے کندھے پر اٹھا کر کئی قدم چلا اور ان خلعتوں میں سے ایک خلعت نکال کر زیب تن کی۔ اور دوسری خلعت الامیر غیاث الدین محمد بن عبدالقادر بن یوسف بن عبدالعزیز بن الخلیفۃ المستنصر العباسی(۱) کو پہنائی جو بادشاہ ہند کے پاس مقیم تھا۔ ان کا عنقریب ذکر آئے گا۔ تیسری خلعت الامیر قبولہ الملقب بالملک الکبیر کو پہنائی۔ یہ بادشاہ مذکور کے پیچھے کھڑا ہوکر چنور ہلایا کرتا تھا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا تو الشیخ سعید اور آپکے ہمراہیوں کو خلعتیں پہنائی گئیں۔ اور آپکو ہاتھی پر سوار کرادیا اور اسیطرح شہر مذکور میں داخل کیا۔ السلطان گھوڑے پر سوار آپکے آگے آگے تھا اور آپکے دائیں اور بائیں وہ دو امراء تھے جنہوں نے عباسیہ خلعتیں پہنائی تھیں اور مختلف طریقوں پر شہر سجایا گیا تھا اور لکڑی کے گیارہ قبے بنائے گئے تھے۔ اُن میں سے ہر قبہ چار منزلوں کا تھا ہر درجہ پر گوئیے مرد اور عورتیں اور رقاصہ تھیں یہ سب بادشاہ کے ملازم تھے اور قبہ زردوزی کپڑوں سے اوپر سے نیچے تک اور اندر سے باہر تک سجا ہوا تھا۔ ہر قبہ میں بھینسوں کے چمڑوں کے تین تین حوض بنے ہوئے تھے۔ عرق گلاب ملا ہوا پانی بھرا ہوا تھا۔ ہر آنے جانے والے کو اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک ان میں سے پانی پیئے اور جو ان میں سے پانی پیتا تھا اُسے نہایت اعلیٰ مصالحہ دار پندرہ گلوریاں ملتی تھیں۔ انکے کھانے سے چہرہ پر تازگی اور ہونٹوں میں سرخی پیدا ہوتی تھی اور صفرا نیست و نابود ہوجاتا تھا اور جو کھانا کھایا ہوتا تھا ہضم ہوجاتا تھا۔

(۱) عجائب الاسفار جلد دوم صفحہ ۲۷۳ نوٹ ۱ ملاحظہ فرمائیے۔

جب الشیخ سعید ہاتھی پر سوار ہوئے تو اُسکے سامنے چلتے وقت ریشمی کپڑے شہر مذکور کے دروازہ سے لیکر محل سلطان تک بچھائے جاتے تھے۔ الشیخ جس مکان میں اتارے گئے تھے، وہ بادشاہ کے رہنے کے محل سے بہت قریب تھا۔ شیخ مذکور کے لئے بادشاہ نے بہت سامال اور وہ تمام کپڑے بھجوائے جو قبوں میں لگائے اور بچھائے گئے اور ہاتھی کے سامنے ڈالے گئے تھے۔ وہ السلطان نے نہیں بلکہ اہل عرب اور ان کاریگروں نے جنھوں نے قبے بنائے اور جو عضوں وغیرہ کے خادموں نے لیلئے۔ اور یہی اسوقت کرتے تھے جب بادشاہ سفر سے تشریف لایا کرتے تھے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ خلیفہ مذکور کا فرمان ہر جمعہ کو دونوں خطبوں کے مابین پڑھا جایا کرے۔ الشیخ سعید کا ایک ماہ قیام رہا۔ پھر بادشاہ نے آپکے ہاتھ خلیفہ مذکور کو تحفے روانہ کئے جب آپ کھنبایت تک پہونچے تو وہاں کچھ قیام کیا۔ یہانتک کہ دریا کے سفر کا سامان مہیا ہوگیا،

ہند کے بادشاہ نے اپنے یہاں سے بھی ایک قاصد خلیفہ کے پاس بھیجا تھا۔ یہ شیوخ صوفیہ میں سے الشیخ رجب البرقعی باشندہ شہر قرم تھے۔ جو صحرائے قبچق میں سے ہے اور انکے ہاتھ خلیفہ کے لئے بہت سے ہدیے بھی بھیجے تھے جنہیں سے ایک سنگ یاقوت تھا اسکی پچاس ہزار دینار قیمت تھی۔ اور بایں مضمون ایک تحریر بھیجی تھی کہ اپنی طرف سے بلاد ہند اور سندھ میں کوئی نائب مقرر کر کے بھیجدیجئے۔ یا نائب کے ماسوا کوئی ایسا شخص بھیجدیجئے جو اس امر کو ظاہر کردے اس تحریر کے روانہ کرنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خلافت کے معاملہ میں میرا آپ پر اعتقاد اور نیک نیت ہے۔

شیخ رجب مذکور کا ایک بھائی دیار مصر میں تھا۔ جسے الامیر سیف الدین الکاشف کہتے تھے۔ جب رجب الخلیفہ کے پاس پہنچے تو نہ اسنے شاہ ہند کی تحریر پڑھنے کی اجازت تھی اور نہ ہدیہ ہی قبول کیا۔ اور یہ شرط کی کہ الملک الصالح اسمعیل بن الملک الناصر کی موجودگی میں یہ ساری باتیں عمل میں لائی جائیں۔ امیر سیف الدین علی نے اپنے بھائی رجب سے کہا کہ یہ پتھر بیچ ڈالئے۔ انھوں نے فروخت کر ڈالا اور اسکی قیمت سے جو اسے تین لاکھ درہم ملی تھی چار پتھر خرید لئے اور الملک الناصر کی حضور میں حاضر ہوا۔ بادشاہ ہند کی تحریر اور انکے

پتھروں میں سے ایک پتھر پیش کیا۔ اور باقی پتھر الملک کے امرا کو دیدیئے اور سب کا اس امر پر اتفاق ہوا۔ کہ الملک الہند کو جو نائب اُس نے طلب کیا تھا تحریر کر دیا جائے۔ خلیفہ مذکور کے حضور میں گواہ پیش ہوئے۔ اور اُسنے بنفس نفیس اس امر کو موکد کیا۔ کہ میں نے اپنی طرف سے بلاد ہند پر ایک نائب مقدم کر دیا ہے۔ اور ملک الصالح مذکور نے اپنے دربار کے ایک قاصد یعنی مصر کے شیخ الشیوخ رکن الدین العجمی اور آپکی معیت میں الشیخ رجب اور صوفیہ میں سے ایک جماعت کو بھیجدیا۔ اور بحر فارس میں اُبُلّہ سے ہُرمز تک سوار رہے۔ اس زمانہ میں یہاں کا بادشاہ قطب الدین تہمتی طوران شاہ تھا۔ اُس نے ان کا بہت اعزاز کیا اور اتار کر بلاد ہند کو بذریعہ جہاز روانہ کر دیا۔ چنانچہ یہ شہر کہنبایت پہونچ گئے۔ اُس زمانہ میں الشیخ سعید یہیں تھے اور یہاں کا امیر مقبول التلنگی بادشاہ ہند کے خواص میں سے تھا۔ شیخ رجب اس امیر سے ملے اور اسکے گوش گذار کیا۔ کہ الشیخ سعید نے آکر آپ کو دھوکا دیا اور جو خلعتیں اس نے پیش کی تھیں وہ عدن کی خریدی ہوئی تھیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ اسے گرفتار کر کے خوند عالم کے پاس جو سلطان ہے بھیجدو۔ اسپر الامیر نے کہا کہ بادشاہ کے نزدیک الشیخ سعید کی بڑی عظمت ہے۔ اسکے ساتھ بغیر اُسکے حکم کے یہ برتاؤ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں اسے آپکے ساتھ روانہ کر دوں۔ پھر سلطان کو اختیار رہے جیسا مناسب سمجھے کرے۔ اور یہ سارا حال امیر مذکور نے بادشاہ کو تحریر کر دیا اور اخبار نویس نے بھی کل کیفیت لکھ بھیجی۔ اس سے بادشاہ کے دل میں بڑا تغیر پیدا ہوا۔ اور شیخ رجب سے بھی ناراض ہوا۔ کیونکہ انھوں نے سارا واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ اب سلطان الشیخ سعید کی اور بھی عظمت کرنے لگا۔ اور رجب کو آنے سے روک دیا۔ اور شیخ سعید کا جیسا کہ مذکور ہو چکا اعزاز واکرام اور زیادہ کر دیا۔ جب شیخ الشیوخ بادشاہ کی حضور میں تشریف لائے تو بادشاہ نے اٹھکر آپکی تعظیم کی اور آپ سے معانقہ کیا۔ اور جب بھی شیخ الشیوخ مذکور تشریف لیجاتے تو وہ تعظیماً آپکے لئے کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔ الشیخ سعید مذکور سرزمین ہند میں نہایت معظم ومکرم رہے۔ اور میں نے آپ کو ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء میں یہیں چھوڑا تھا۔

جس زمانہ میں میں مکہ میں مجاور تھا۔ تو وہاں ایک شخص حسن المغربی المجنون تھا۔

اسکی شان نہایت عجیب تھی اور اس سے نادر نادر باتیں سرزد ہوا کرتی تھیں۔ یہ اس سے پہلے صحیح العقل اور ولی اللہ تعالیٰ نجم الدین الاصفہانی کا آپکی حیات کے زمانہ میں خادم یا مُرید تھا۔

فائدہ (۳۱) حکایت متعلق حسن مجنون

حسن مجنون شب کو بہت زیادہ طواف کیا کرتے تھے اور اثنا۔ طواف میں انہیں ایک کثیر الطواف فقیر بھی نظر آتا تھا جو دن کو کبھی نہ نظر آتا۔ ایک شب کو وہ فقیر آپ کو ملا اور آپکا حال دریافت کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ اے حسن تیری ماں تیرے لئے رویا کرتی ہے اور تیرے دیدار کی مشتاق ہے۔ اللہ برتر کی نیک بندیوں میں ہے کیا تو چاہتا ہے کہ وہ تیرا دیدار کرلے۔ حسن نے فرمایا ہاں۔ لیکن مجھے یہ قدرت نہیں کہ میں اپنے آپ کو اُسے دکھادوں۔ فقیر مذکور نے کہا کہ اچھا ہم شب متصلہ میں انشاءاللہ یہاں ملیں گے۔ یہ شب جمعہ تھی۔ فقیر نے جہاں کا وعدہ کیا تھا وہیں ملگیا۔ دونوں نے بیت اللہ کا جسقدر اللہ چاہتا تھا طواف کیا۔ پھر باہر نکل گیا۔ اور حسن باب المعلیٰ تک اسکے پیچھے پیچھے گئے۔ پھر فقیر نے حسن سے کہا کہ اپنی آنکھیں بند کرلے۔ اور کپڑے سمیٹ لے چنانچہ حسن نے اسپر عملدرآمد کیا پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ اپنا شہر پہچانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر اُس فقیر نے کہا دیکھ یہی تیرا شہر ہے۔ اب حسن نے اپنی آنکھیں کھولدیں کیا دیکھتے ہیں کہ اپنی ماں کے گھر پر موجود ہیں اب ماں کے پاس چلے گئے۔ لیکن یہ سرگذشت کچھ نہ بیان کی۔ اور نصف ماہ آپکی خدمت میں رہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا شہر۔ مدینہ آسفی (مقامات واکش میں سے) تھا۔ پھر حسن صحرا کی طرف گئے کیا دیکھتے ہیں کہ فقیر مذکور آپکے ساتھ ہے۔ اس نے آپ سے دریافت کیا۔ کہا کیا حال ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ آقائی الشیخ نجم الدین کی زیارت کو ترستا ہوں۔ اپنے حسب معمول نکلا تھا۔ اتنے دنوں آپ سے مفارقت میں پڑ گیا۔ میری آرزو ہے کہ مجھے آپ تک پہونچا دیجئے اس فقیر نے آپ کو جواب دیا۔ اچھا۔ اور وعدہ کیا کہ رات کو اسی جنگل میں ملنا۔ جب آپ نے اُسکا امتثال ادا کیا۔ تو جیسا اس نے مکہ شرفہا اللہ میں آپ کے ساتھ کیا تھا ویسا ہی کیا۔ یعنی آپکی آنکھیں بند کرائیں اور دامن سمٹوائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور کیا دیکھتے ہیں کہ آپ

فوراً مکہ شرفہا اللہ میں موجود ہیں۔ فقیر کی انہیں نصیحت تھی کہ نجم الدین یا کسی اور سے یہ سرگذشت کچھ بھی نہ بیان کرے۔ جب آپ نجم الدین کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا۔ اے حسن اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے آپ نے عرض کیا یہ نہ دریافت کیجئے۔ اسپر آپ نے اصرار کیا۔ چنانچہ مجبوراً انہیں سارا قصہ بیان کرنا پڑا۔ اب نجم الدین نے کہا کہ مجھے وہ شخص دکھادو پس حسن انہیں لیکر شب کے وقت آئے اور وہ شخص بھی حسب عادت آیا اور جب ان دو حضرات کے پاس سے گذرا تو حسن نے اپنے ساتھی سے کہا۔ آقائی یہ وہی ہے یہ اُس شخص نے سن لیا اور انکے منہ پر اپنا ہاتھ مار کر کہا۔ خاموش! خدا تجھے خاموش کرے۔ چنانچہ آپکی زبان گونگی ہوگئی اور عقل جاتی رہی اور حرم میں مخبوط الحواسوں کی طرح رہنے لگے۔ شب و روز بغیر وضو کے طواف کیا کرتے اور نماز وغیرہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ لوگ آپ کو متبرک سمجھتے اور کپڑے وغیرہ پہنا دیا کرتے۔ جب آپ کو بھوک لگتی تو ما بین الصفا اور المروۃ جو بازار ہے اسمیں کسی بھی دکان پر پہونچ جاتے اور جو چاہتے کھاتے رہتے۔ نہ آپ کو کوئی روکتا اور نہ منع کرتا۔ بلکہ جسکی جو چیز کھا لیتے وہ خوش ہوتا۔ کیونکہ اس سے اسکی فروخت میں برکت ترقی اور بہت نفع ہوتا۔ جب آپ بازار میں آتے تو یہاں کے دکاندار چاروں طرف سے آپ کو بلاتے اور ہر شخص یہی چاہتا کہ آپ میری دکان سے کھائیں۔ اسلئے کہ اسکی برکت کا انہیں تجربہ تھا۔ یہی حال سقائیں یا پانی پلانے والوں کا تھا ہر سقا یہی چاہتا تھا کہ میرا پانی پئیں۔ آپ کا یہ طریقہ ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۸ء تک رہا اسمیں الامیر سیف الدین یلمک حج کرنے گیا اور آپ کو اپنے ساتھ دیار مصر لیگیا۔ اسوقت سے آپکا کوئی حال معلوم نہیں۔ اللہ برتر آپکی ذات سے نفع پہونچائے۔

ذکر (۲۳) دستور نماز ہائے باشندگان مکہ معظمہ و مقامات اعلیٰ

انکی عادت میں سے یہ ہے کہ اماموں میں سے پہلے امام شافعیہ نماز پڑھتا ہے اور بادشاہ کی جانب سے یہی مقدم ہے۔ اسکی نماز المقام الکریم مقام ابراہیم الخلیل علیہ السلام کے پیچھے ایک نہایت نادر حطیم یا کٹہرہ میں ہوتی ہے۔ مکہ کے اکثر لوگ اسی مذہب پر ہیں۔ الحطیم یا وہ کٹہرہ دو جڑی ہوئی سیڑہی کے مشابہ لکڑیاں ہیں۔ جنکے مابین ایک گز کا فاصلہ ہے۔ اور

اسیطرح انکے مقابل دو لکڑیاں اور ہیں۔ یہ چاروں لکڑیاں گچکاری کے چار پاؤں پر جمی ہوئی ہیں سب سے اوپر کی لکڑی پر ایک اور ہنڈی لکڑی لگی ہے انہیں لوہے کے آنکڑے لگے ہیں جنہیں شیشے کی قندیلیں لٹکائی جاتی ہیں۔ جب امام الشافعی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو امام المالکیہ اُس محراب میں نماز پڑھتا ہے۔ جو الرکن الیمانی کے سامنے ہے اور اسیوقت امام الحنبلیہ بھی الحجر الاسود اور الرکن الیمانی کے سامنے نماز پڑھتا ہے۔ پھر امام الحنفیہ المیزاب المکرم کے سامنے اُس حطیم کے نیچے نماز پڑھتا ہے جو اسکے لئے بنا ہے۔ ان اماموں کے سامنے ان کی محرابوں میں شمع رکھی جاتی ہے۔ یہ تو انکی چار نمازوں کی ترتیب تھی۔ رہی مغرب کی نماز سو یہ ہر امام اپنے مقتدیوں کے ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھتا ہے۔ اس وجہ سے مقتدیوں میں سہو اور تخلیط واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی اکثر مالکی شافعی مقتدیوں کے ساتھ رکوع میں چلے جاتے ہیں حالانکہ ہر امام اسقدر بلند آواز سے تکبیر کہتا ہے کہ کسی آواز موذن کی آواز کے برابر بلند ہوتی ہے اور لطف یہ کہ ہر گروہ اپنے امام کی رات دن آواز سنتا رہتا ہے۔ اسلئے پوری طرح آشنا ہوتا ہے۔ پھر بھی سہو واقع ہو جاتا ہے۔

ذکر (۳۳) نماز جمعہ و خطبہ میں باشندگان مکہ کی عادات کا

جمعہ کے دن انکی یہ عادات ہیں۔ کہ منبر مبارک الکعبۃ الشریفہ کے اُس دیوار کے حصے سے ملا کر رکھا جاتا ہے جو الحجر الاسود اور الرکن العراقی کے درمیان ہے اور الخطیب کا رخ المقام الکریم کی طرف ہوتا ہے۔ جب الخطیب نکلتا اور آگے آتا ہے تو سیاہ لباس میں ملبوس ہوتا ہے۔ اور سر پر سیاہ ہی عمامہ ہوتا ہے۔ اور اسپر ایک سیاہ رنگ کی چادر ہوتی ہے۔ یہ سارا لباس الملک الناصر کی طرف سے ملتا ہے۔ اُسوقت اسپر نہایت وقار اور متانت طاری ہوتی ہے۔ اور نہایت آہستہ آہستہ دو سیاہ جھنڈیوں کے درمیان چلتا ہے جنہیں موذنوں میں سے دو آدمی لئے ہوتے ہیں۔ اسکے آگے آگے ایک مودب چلتا ہے۔ جسکے ہاتھ میں القرقعہ ہوتا ہے یہ ایک لکڑی ہے۔ جسکے ایک سرے پر باریک بنا ہوا چمڑا لگا ہوتا ہے اسے یہ پٹخارتا ہے جس سے نہایت بلند آواز ہوتی ہے جو حرم کے اندر اور باہر سبکو سنائی

دیتی ہے۔ تاکہ لوگوں کو الخطیب کے نکلنے کا علم ہو جاتے۔ موذن برابر یہ فعل جاری رہتا ہے حتےٰ کہ امام منبر کے قریب پہونچ جاتا ہے۔ پہلے الحجر الاسود کو بوسہ دیتا ہے اور اسکے پاس کھڑے ہوکر دعا کرتا ہے۔ پھر منبر کی طرف جاتا ہے۔ اور موذن الزمزمی جو تمام موذنوں کا سردار ہے سیاہ لباس میں ملبوس اسکے سامنے رہتا اور کندھے پر تلوار رکھے ہوتا ہے۔ جسکا قبضہ اُسکے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور وہ دونوں جھنڈیاں منبر کے دونوں طرف نصب کر دیجاتی ہیں۔ جب یہ منبر کے درجوں میں سے پہلے درجہ پر چڑھتا ہے تو موذن مذکور اُس تلوار کو اسے دیدیتا ہے۔ یہ پہلے درجہ پر اسقدر زور سے تلوار کی نوک مارتا ہے کہ اسکی آواز سب کے کانوں تک پہونچ جاتی ہے۔ پھر دوسرے درجہ اور اور پھر تیسرے درجہ پر اسیطرح مارتا ہے جب سب سے بلند درجہ پر پہونچتا ہے تو چوتھی مرتبہ نوک مارتا ہے۔ اور قبلہ رُخ ٹہر کر آہستہ آہستہ دعا مانگتا ہے۔ پھر لوگوں کی طرف رخ کرکے داہنے بائیں سلام کرتا ہے۔ لوگ اسکے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پھر بیٹھ جاتا ہے۔ اور موذن زمزم کے قبہ کے اوپر سب ایک ہی وقت میں اذان دیتے ہیں۔ جب اذان ہو چکتی ہے تو الخطیب خطبہ پڑھتا اور اُس میں النبی صلعم پر درود کی کثرت کرتا ہے اور اسکے اثنا میں یہ کہتا ہے۔

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد ما طاف بھذا البیت طایف۔	خدایا محمد اور آل محمد پر جبتک کوئی طواف کنندہ اس گھر کا طواف کرتا رہے رحمت بھیجا کر۔

اور اپنی انگلی سے بیت الکریم کی طرف اشارہ کرتا ہے اور۔

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد ما وقف بعرفۃ واقف	اے اللہ محمد اور آل محمد پر اسوقت تک رحمت نازل کرتا رہ جبتک کوئی وقوف کرنیوالا عرفات میں توقف کرے۔

اور خلفائے اربعہ تمام صحابہ النبی صلعم کے دونوں چچا۔ آپکے دونوں نواسوں۔ انکی ماں اور انکی نانی خدیجۃ سب پر ترضیہ اور سلام جیسا موقعہ ہو کرتا ہے۔ پھر الملک الناصر پھر السلطان المجاہد نور الدین علی بن الملک المؤید داؤد بن الملک المظفر یوسف بن علی بن رسول۔ پھر السید بن الشریفین الحسنیین ہر دو امیر مکہ سیف الدین عطیفہ کا جو دونوں بھائیوں میں سے چھوٹے ہیں۔ انکے عدل کی وجہ سے نام مقدم کرتا ہے۔ پھر اسد الدین رُمیثہ کا نام

لیتا ہے یہ دونوں ابی نمی سعد بن علی بن قتادہ کے بیٹے ہیں۔ ان سب کیلئے دعا کرتا ہے۔ ایک مرتبہ سلطان عراق کیلئے بھی دعا کی تھی۔ لیکن پھر موقوف کردی۔ جب خطبہ سے فارغ ہوتا ہے تو نماز پڑھتا ہے اور بعد فراغ اُسیطرح واپس ہوتا ہے۔ کہ داہنے اور بائیں دونوں جھنڈیاں ہوتی ہیں اور الفرقعہ سامنے ہوتا ہے۔ جس سے نماز ہو چکنے کی اطلاع مقصود ہوتی ہے۔ پھر منبر مذکور اپنی جگہ پر المقام الکریم کے مقابل لیجاکر رکھ دیا جاتا ہے۔

ذکر (۳۴) اہل مکّہ کی ہر ماہ میں عادات رویت ہلال کا

اس امر میں ان کی عادت یہ ہے کہ امیر مکہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو اسطرح آتا ہے کہ اسکے گرد سوار ہوتے ہیں۔ سفید لباس میں ملبوس عمامہ باندھے اور کندھے پر تلوار رکھے ہوتا ہے اور اسپر تمکین و وقار کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ المقام الکریم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ پھر حجر الاسود کو بوسہ دیتا اور طواف السبوع کرتا ہے۔ رئیس المؤذنین اسکے قبہ زمزم پر حاضر رہتا ہے۔ جونہیں امیر ایک سوط یا پھیرا طواف کا پورا کر چکتا اور الحجر الاسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ رئیس المؤذنین بآواز بلند امیر کے حق میں نئے مہینہ کے آنے کی مبارکباد میں دعا کرتا ہے۔ پھر اسکی اور اُسکے کسی سلف الکریم کی مدح میں شعر پڑھتا ہے اسیطرح ساتوں پھیروں یا اسواط میں کرتا ہے۔ جب وہ اس طواف سے فارغ ہو جاتا ہے تو الملتزم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ پھر دو رکعت نماز المقام کے پیچھے پڑھتا ہے پھر واپس چلا جاتا ہے اسیطرح جب کبھی سفر کا ارادہ کرتا یا کسی سفر سے واپس آتا ہے تو اسوقت عمل میں لاتا ہے۔

ذکر (۳۵) عادات رویت ہلال ماہ رجب

جب ماہ رجب کا چاند دیکھا جاتا ہے تو امیر مکہ نقارے اور قرنا بجانے کا حکم کرتا ہے اس سے لوگوں کو ماہ رجب کے آنے کی خبر دینی مقصود ہوتی ہے۔ پھر پہلی تاریخ کو اسکی سواری نکلتی ہے۔ جسکے ساتھ تمام اہل مکہ عجیب ترتیب کے ساتھ سوار اور پیادہ نکلتے ہیں یہ سب

ہتھیار بند ہوتے ہیں اور امیر مذکور کے سامنے فوجی کرتب دکھاتے چلتے ہیں۔ گھوڑے سوار اپنے گھوڑوں کو کڑکاتے اور دوڑاتے چلتے ہیں۔ اور پیادہ پا اپنی سپاہ گری کے جوش میں کودتے ہوتے اور اپنے ہتھیاروں کو ہوا میں اچھالتے اور گرتے ہوئے انھیں نہایت صفائی سے پکڑتے ہیں۔ الامیر رمیثہ اور الامیر عطیفہ اور انکے ساتھ انکے دونوں بیٹے اور انکے سردار مثلاً محمد بن ابراہیم اور صبیح کے دونوں بیٹے علی اور احمد۔ علی بن یوسف۔ شداد بن عمر۔ عامر الشرق منصور بن عمر۔ موسےٰ المرزق وغیرہ کبار اولاد الحسن میں سے اور دیگر اعیان ساتھ ہوتے ہیں اور انکے سامنے نشانات۔ نقارے اور دہولنے چلتے ہیں۔ ان تمام مذکورین پر نہایت تمکنت اور وقار ہوتا ہے یہ سب برابر چلتے رہتے ہیں کہ المیقات پر پہونچتے ہیں۔ پھر ترتیب مذکورہ پر وہاں سے واپس ہوکر المسجد الحرام تک آتے ہیں یہاں امیر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اور الموذن الزمزمی قبہ زمزم پر چڑھکر ہر پھیرے پر اپنے حسب عادت جیساکہ مذکور ہوا دعا کرتا ہے جب وہ طواف سے فارغ ہوجاتا ہے۔ تو الملتزم کے پاس دو رکعت نماز اور پھر دو رکعت المقام کے پاس ادا کرتا ہے۔ اور اسکو مسح کرکے المسعی کی جانب نکلتا اور سوار ہوکر سعی کرتا ہے۔ تمام اعیان اسکے گرد ہوتے ہیں اور آگے آگے فوج چلتی ہے۔ بعد ازاں یہ اپنے مکان چلا جاتا ہے عید دن میں یہ دن بھی ان کے لئے بمنزلہ عید کے ہوتا ہے۔ نہایت فاخرہ لباس پہنتے اور اس سے خوش ہوتے ہیں۔

ذکر (۳۶) عمرہ رجب

اہل مکہ رجب کا عمرہ اس دہوم دہام سے مناتے ہیں کہ ایسا کوئی جشن نہیں ہوتا۔ یہ مسلسل شبانہ روز رہتا ہے۔ اور اس مہینے کے اوقات میں سے کوئی وقت بھی عبادت سے خالی نہیں ہوتا۔ خاصکر پہلی۔ پندرہویں۔ اور ستائیسویں تاریخوں میں تو عبادت کے لئے بہت ہی مستعد رہتے ہیں۔ میں نے ستائیسویں رجب کی شب کو دیکھا ہے کہ مکہ کے راستوں میں ہودجوں کی بڑی کثرت ہوتی ہے جو بیش قیمت حریر اور کتان کے کپڑوں سے سجے ہوتے ہیں اسے ہر شخص اپنی استطاعت بھر انجام دیتا ہے۔ اور اونٹوں کو انکے گلوں میں ریشمی رسیاں

ڈالکر سجاتے ہیں۔ ہودجوں کے پردے اسقدر لمبے ہوتے ہیں کہ زمین چھونے میں کوئی دقیقہ نہیں باقی رہتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیمے نصب ہیں۔ اور میقات التنعیم تک چلے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ بطحاء مکہ میں ہودجوں کا سیلاب ہے۔ راستہ میں دونوں طرف شمعوں اور مشعلوں کی روشنی کیجاتی ہے۔ اور ہودجوں کے آگے بھی یہی حال ہوتا ہے۔ پہاڑوں سے بھی تہلیل کرنے والوں کی صدائے بازگشت آنے لگتی ہے۔ جس سے دلوں میں رقت طاری ہوتی ہے اور آنسو بہنے لگتے ہیں۔ جب لوگ عمرہ کر چکتے ہیں تو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ پھر کچھ رات گذرے سعی بین الصفا والمروہ کے لئے نکلتے ہیں۔ المسعی میں چراغاں ہوتا اور لوگوں کی بڑی کثرت ہوتی ہے سعی کرنے والی عورتیں اپنے ہودجوں میں بیٹھی ہوتی ہیں۔ اور المسجد الحرام روشنی سے ایک بقعہ نور معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس عمرہ کو العمرۃ الاکمیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اسمیں مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اکمتہ سے احرام باندھتے ہیں یہ مسجد مذکور کے سامنے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر مقام ہے اور اس مسجد سے بہت قریب ہے۔ جو علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

اس عمرہ کی اصل یہ ہے کہ عبداللہ الزبیر رضی اللہ عنہما جب بنائے کعبۂ مقدسہ سے فارغ ہوئے تو وہاں سے پیادہ پا ننگے پیر عمرہ کرنے کے لئے نکلے آپ کے ساتھ اہل مکہ بھی تھے۔ اور دن ستائیسویں تاریخ ماہ رجب کا تھا۔ اور جب الاکمہ پہونچے تو وہاں سے احرام باندھا اور ثنیۃ الحجون سے المعلی تک راستہ قائم کیا۔ جس سے یوم الفتح میں مسلمان داخل ہوئے تھے۔ اسوقت سے اب تک یہ عمرہ اہل مکہ کی سنت میں داخل ہو گیا۔

اُس دن عبداللہ مذکور نے بہت سے اونٹ بھی قربانی کئے تھے۔ نیز کل اشراف مکہ اور اہل استطاعت نے بھی اونٹوں کی قربانیاں کی تھیں۔ اور یہاں کئی دن کھانے پکواتے اور لوگوں کو کھلاتے رہے۔ یہ سب اللہ برتر کے لئے اُس فضل کے شکریہ میں جو اُس نے بنائے بیت اللہ الکریم میں جیسی الخلیل صلوات اللہ علیہ کے زمانہ میں اُسکی عمارت تھی۔ آسانی کی صورت میں فرمایا تھا۔ پھر جب ابن الزبیر کا واقعہ قتل پیش آیا تو حجاج کعبہ نے اس بناء کو توڑا اور اُسے جیسا کہ عہد قریش میں تھا بنایا۔ حالانکہ انھوں نے اسکی بنا میں قصر کیا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے اسی بنا پر اُسے اسواسطے باقی رکھا کیونکہ زمانہ اسلام کا ابھی نیا نیا آغاز ہوا تھا۔

پھر الخلیفہ ابوجعفر المنصور نے ابن الزبیر کی بنا پر اسکا اعادہ کرنا چاہا۔ لیکن مالک رحمۃ اللہ نے آپ کو اس ارادہ سے منع کیا۔ اور فرمایا اے امیر المومنین بیت اللہ کو ملوک کھلونا نہ بنائیے۔ کہ جب کوئی چاہے اسمیں تبدیلی کر دے۔ اسلئے اُسے اُسی حالت پر چھوڑ دیا تاکہ اس روس کا سلسلہ نہ جاری ہو۔

مکہ کے مضافات کے تمام لوگ مثلاً باشندگان بجیلہ۔ زہران۔ اور غامد سب عمرہ رجب میں حاضر ہونے کی مبادرت کرتے ہیں اور غلہ گھی۔ شہد۔ بادام زیت اور کشمش مکہ میں لاتے ہیں۔ اسلئے مکہ میں انکی بڑی ارزانی رہتی ہے اور یہاں کے لوگ نہایت آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور اکثر انہیں سہولت رہتی ہے۔ اگر ان بلاد کے لوگ نہ ہوتے تو اہل مکہ کی معیشت نہایت ضیق سے گذرتی۔ یہ کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ اپنے بلاد میں رہتے ہیں اور یہ رسد مکہ میں نہیں لاتے تو انکے یہاں قحط ہو جاتا ہے۔ اور انکے جانور مرنے لگتے ہیں۔ جس سال یہ مکہ میں رسد پہونچاتے ہیں تو انکے بلاد کی پیداوار میں بہت فراخی اور برکت ظاہر ہوتی اور انکے مالوں میں افزائش ہوتی ہے۔ جب انکے رسد لانے کا زمانہ آتا ہے اور اُن میں اس امر کیلئے کسل کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو اُنکی عورتیں جمع ہو کر انھیں نکالتی ہیں یہ برتر کی بہت بڑی حکمت اور بلدۃ الامین پر اُسکی خاص عنایت ہے۔ یہ بلاد جہاں ان قبائل کی آبادی ہے بہت زرخیز ہیں۔ مثلاً بجیلہ۔ زہران۔ اور غامد وغیرہ۔ یہ نہایت سرسبز ہیں۔ انگور اور غلہ بکثرت پیدا ہوتا ہے یہاں کے لوگ نہایت فصیح زبان۔ صادق نیت اور حسن اخلاق والے ہیں۔ جب الکعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ تو گویا دل و جان سے اسپر ٹوٹے پڑتے ہیں اور اسکے پردے پکڑ کر نہایت خشوع و خضوع اور رقیق القلبی کے ساتھ دعائیں مانگتے ہیں۔ جسکے اثر سے لوگوں کے دل بھر آتے ہیں اور کیسی ہی سخت آنکھ کیوں نہ ہو اُس سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جب لوگ دعا میں مصروف ہوتے ہیں تو انکے اطراف دوسرے مومنین بھی انکی دعا پر دست بدعا ہوتے ہیں۔ دوسروں کے لئے نہ انکے ساتھ طواف کرنا ممکن ہے۔ اور نہ الحجر الاسود کو بوسہ دینا کیونکہ اسپر انکا بہت زاید اژدحام ہوتا ہے۔ یہ نہایت دلیر اور شجاع ہوتے ہیں اور لباس چمڑے کا پہنتے ہیں۔ جب یہ مکہ آتے ہیں تو راستہ کے بدو انکے آنے سے بہت ڈرتے اور انکے ساتھ تعرض کرنے سے

پرہیز کرتے ہیں۔ جو زائرین انکے ساتھ ہوتے ہیں وہ انکی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ مذکور ہے کہ النبی نے انکا ذکر کیا اور تعریف فرمائی ہے۔ آپکے یہ الفاظ ہیں "تم انھیں نماز سکھاؤ وہ تمہیں دعا مانگنا سکھا دینگے"[1] کیا یہ امر انکے شرف کیلئے کچھ کم ہے کہ آپکے اس عام ارشاد میں یہ لوگ شامل ہیں "ایمان اور حکمت یمن کے باشندوں کا حصہ ہے"[2]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے کہ آپ انکے طواف کے وقت کا خیال رکھا کرتے تھے۔ اور جب یہ دعا مانگا کرتے تھے تو تبرکاً انکے گروہ میں اپنے آپ کو داخل کر دیا کرتے تھے۔ الغرض عجیب شان کے لوگ ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے، "طواف میں تم بھی انکے اندر بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ ان پر اللہ برتر کی رحمت ٹوٹی پڑتی ہے"[3]

ذکر (۳۷) شب برات باشندگان مکہ معظمہ نصف شعبان کی رات میں ان کی عادات

بزرگ راتوں میں سے اس رات میں اہل مکہ نیک کاموں میں بہت مبادرت کرتے ہیں۔ مثلاً طواف۔ نماز بالجماعۃ یا انفرادی طریقہ پر۔ المسجد الحرام میں بہت سی جماعتیں ہو جاتی ہیں اور ہر جماعۃ کا علیحدہ امام ہوتا ہے۔ چراغ قندیلیں اور مشعلیں جلاتے ہیں۔ پھر اسکے مقابل چاند کی روشنی ہوتی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ زمین اور آسمان دونوں نور سے جگمگاتا ہے۔ سو سو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ یا ام القرآن اور سورہ اخلاص ہر دو کو دس دس مرتبہ پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ منفرد طریقہ پر الحجر میں نماز پڑھتے ہیں۔ بعض البیت الشریف کا طواف کرتے ہیں اور بعض عمرہ کرنے کے لئے نکلجا۔تے ہیں۔

ذکر (۳۸) رمضان المبارک باشندگان مکہ معظمہ

جب رمضان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو الامیر مکہ کیہاں نقارے اور دھونسے بجائے

(۱) علموھم الصلاۃ یعلموکم الدعاء۔ (۲) الایمان یمانی والحکمۃ یمانیۃ۔ (۳) اذا حموھم فی الطواف فان الرحمۃ تنصب علیھم صباً۔

جاتے ہیں اور مسجد حرام میں فرش بچھا کر بکثرت شمعیں اور مشعلیں روشن کر کے زیبائش کر دی جاتی ہے جس سے تمام حرم بقعہ نور اور عجیب مسرت اور جگمگاہٹ کا منظر بنجاتا ہے۔ تمام امام اپنے مقتدیوں کو لیکر جدا ہو جاتے ہیں۔ الشافعیۃ الحنفیۃ۔ الحنبلیۃ اور الزیدیۃ۔ المالکیۃ کے چار قرار جمع ہوتے ہیں جو قرات میں نیابت کرتے ہیں شمعیں جلائی جاتی ہیں اور الحرام میں کوئی زاویہ اور جانب باقی نہیں رہتی جسمیں کوئی قاری جماعت کے ساتھ نماز میں نہ مشغول ہو۔ الغرض تمام مسجد قاریوں کی آواز سے گونج اٹھتی ہے۔ دل بھر آتے ہیں حضور قلب حاصل ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو منفرد طریقہ پر طواف اور المسجد میں نماز ہی پڑھنے پر اختصار کرتے ہیں۔ تمام اماموں میں الشافعیۃ کے امام کی اس امر میں سعی بلیغ رہتی ہے۔ انکی عادت یہ ہے کہ جب التراویح کو ختم یعنی بیس رکعتیں پڑھ لیتے ہیں تو ان کا امام معہ اپنے مقتدیوں کے سب طواف کرنے لگتے ہیں جب الاسبوع سے فارغ ہو جاتے ہیں تو الفرقعہ جسکا ہم نے ذکر کیا ہے۔ کہ جمعہ کے دن خطیب کے سامنے ٹپخارا جاتا ہے۔ ٹپخارا جاتا ہے۔ یہ نماز کی طرف پھر عود کرنے کی علامت ہوتی ہے پھر دو رکعتیں پڑھکر السبوع کرتے ہیں اسطرح سے اور بیس رکعتیں ختم کرتے ہیں(۱)۔ پھر الشفع والوتر پڑھتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ اور اس عادت پر کچھ ایزاد نہیں ہو سکتا۔

جب سحریوں کا وقت آتا ہے تو المؤذن الزمزمی سحر کا اس صومعہ میں اہتمام کرتا ہے جو الحرم کے الرکن الشرقی میں ہے کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے۔ اور سحری کرنے کی یاد دلاتا اور تاکید کرتا ہے۔ اسیطرح تمام صوامع میں موذن کرتے ہیں۔ جب اُن میں سے کوئی بولتا ہے۔ تو اسکے جواب میں اُسکا دوسرا ساتھی بولتا ہے۔ ہر صومعہ کے اوپر ایک لکڑی نصب کیجاتی ہے اور اسکے اوپر ایک اور بینڈی لکڑی لگاتے ہیں۔ اس میں دو بڑی بڑی شیشہ کی قندیلیں روشن ہوتی ہیں۔ جب فجر کا وقت قریب آتا ہے۔ اور قطع سحر کا اعلان کیا جاتا ہے تو یکے بعد دیگرے دونوں قندیلیں گرا دی جاتی ہیں اور موذن

(۱) کوڑے کے ٹپخارے جانے کے بعد دوبارہ بیس رکعت نماز پڑھنے کا معاملہ میری تاصر فہم میں نہ آیا معذور ہوں اصل عربی یہ ہے۔ ثم یصلی رکعتین ثم یطوف اسبوعا ھٰکذا الی ان تتم عشرین رکعۃ انتہی۔

اذان دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کا جواب دینے لگتا ہے۔ مکہ شرفہا اللہ کے مکانات چھت دار ہیں۔ جنکے مکان اسقدر دُور ہیں کہ اذان نہیں سُن سکتے تو وہ قنادیل مذکور کو جب تک نظر آتی رہتی ہیں دیکھکر سحری کرتے رہتے ہیں۔ اور جب نظر آنا بند ہو جاتی ہیں، تو کھانا پینا بند کر دیتے ہیں۔

رمضان کی دس آخر راتوں میں سے ہر طاق رات میں قرآن ختم کرتے ہیں۔ اس ختم میں قاضی فقہا اور بڑے لوگ حاضر رہتے ہیں اور انکے ساتھ ختم قرآن کرنے والا اہل مکہ کے بڑے لوگوں میں سے کسیکا لڑکا ہوتا ہے۔ جب ختم کر چکتا ہے تو اسکے لئے منبر ریشم سے سجا ہوا رکھتے ہیں۔ اور شمعیں جلاتے ہیں۔ یہ خطبہ پڑھتا ہے اور جب اس سے فارغ ہوتا ہے۔ تو اس شخص کا باپ اپنے گھر میں لوگوں کو بلا کر لیجاتا ہے۔ اور انھیں خوب کھانا اور میٹھی چیزیں کھلاتا ہے۔ اسطرح تمام طاق راتوں میں عملدرآمد کرتے رہتے ہیں اسیطرح انکے یہاں ستائیسویں رات کو عملدرآمد ہوتا ہے جسمیں کل راتوں سے زائد اہتمام عمل میں لاتے ہیں۔ المقام الکریم کے پیچھے قرآن اعظم کا ختم کرتے ہیں۔ اور حطیم الشافعیہ کے مقابل بڑی بڑی بلیاں کھڑی کرتے ہیں۔ جنکا سلسلہ حطیم تک پہونچ جاتا ہے۔ انکے درمیان لمبی لمبی لوحیں لٹکاتے ہیں۔ جنکے تین درجے بنائے جاتے ہیں۔ اپر شمعیں اور شیشہ کی قندیلیں روشن کرتے ہیں۔ جنکی روشنی کی شعاعوں سے آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں۔ امام آگے بڑھکر آخری عشا کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اور پھر سورۃ القدر پڑھنا شروع کرتا ہے۔ شب گذشتہ میں جتنے امام ہوتے ہیں۔ سب کی انتہائی قراءت سورۃ القدر ہی تک ہوتی ہے۔ اسوقت کل امام المقام میں ختم کی وجہ سے تعظیماً التراویح نہیں پڑھتے۔ بلکہ اسی جگہ تبرکاً حاضر رہتے ہیں۔ امام دو سلاموں میں ختم کرتا ہے۔ پھر المقام کی طرف رُخ کرکے خطیب کھڑا ہوتا ہے جب یہ اس سے فارغ ہوجاتا ہے تو تمام امام اپنی نمازوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اور یہ مجمع ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر انتیسویں شب کو المقام المالکی میں یقینا ہر ایک مختصر سا مجمع منعقد نہایت منزہ اور موقر ہوتا ہے۔ یہیں بھی ختم ہوتا ہے اور پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

ذکر (۳۹) شوال المکرم باشندگان مکہ معظمہ

ماہ شوال میں انکی عادات جو ماہائے الحج المعلومات کا آغاز ہے۔ اسکی چاند رات کو مشعلیں جلاتے ہیں اور چراغوں اور شمعوں کی اسیطرح روشنی کرتے ہیں جسطرح رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو کیا کرتے ہیں۔ کل اطراف کے صوامع میں چراغاں کرتے ہیں اور کل سطح حرم اور اس مسجد کی سطح میں روشنی کرتے ہیں جو ابی قبیس کے اوپر ہے۔ اس شب کو تمام مؤذن تہلیل و تکبیر اور تسبیح میں اسیطرح لوگ یہی طواف۔ نماز۔ اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے ہیں جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو عید کے شایان شان لباس میں ملبوس ہوتے اور الحرام الشریف میں اپنی اپنی جگہ لینے کے لئے مبادرت کرتے ہیں اور وہیں نماز عید پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اس سے افضل اور کوئی مقام نہیں ہے۔ سب سے پہلے صبح کے وقت المسجد میں الشیبیتون پہنچ جاتے ہیں۔ اور الکعبتہ المقدسہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ ان میں سے جو سب سے بڑا ہوتا ہے وہ اسکے آستانہ مبارک پر بیٹھ جاتا ہے اور باقی کل اسکے سامنے بیٹھتے ہیں۔ یہانتک کہ امیر مکہ آتا ہے اور وہ سب اس سے ملاقات کرتے ہیں۔ یہ البیت کا اسبوع طواف کرتا ہے اور المؤذن الزمزمی قبہ زمزم کی چھت پر حسب معمول بلند آواز سے اسکی اور اسکے بھائی کی ثنا۔ اور اسکے لئے دعا کرتا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا پھر اسیطرح خطیب دو سیاہ جھنڈیوں کے درمیان آتا اور الفرقعہ اسکے آگے ہوتا ہے یہ نہایت اچھے کپڑوں میں ملبوس ہوتا ہے۔ پس المقام الکریم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے پھر منبر پر چڑھکر بلیغ خطبہ پڑھتا ہے جب اس سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے سلام اور مصافحہ اور استغفار کرتا ہے۔ پھر سب الکعبتہ الشریفہ کا ارادہ کرتے اور اسمیں جوق در جوق داخل ہوتے ہیں بعد ازاں باب المعلی کے قبرستان کو تبرکاً جو صحابہ اور صدور سلف وہاں مدفون ہیں۔ انکی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور پھر واپس ہو جاتے ہیں۔

ذکر (۴۰) احرام الکعبہ

ذی قعدہ کی ستائیسویں تاریخ کو الکعبتہ الشریفہ زادہا اللہ تعظیماً کے پردے سے ہر چہار ر

اطراف سے ڈیڑھ قد آدم کے برابر اونچے کر دئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں کہ اُن میں سے کہیں کوئی کچھ لے نہ لے۔ اسے لوگ احرام الکعبہ کہتے ہیں۔ یہ دن الحرام الشریف میں بہت حاضری کا ہوتا ہے۔ اس دن کے بعد پھر مدت وقوف عرفہ گذر جانے کے بعد تک کسی دن الکعبۃ المقدسہ نہیں کھولا جاتا۔

ذکر (۱۴) شعائر حج واعمال

جب ماہ ذی الحجہ کا پہلا دن ہوتا ہے تو نماز کے وقتوں میں اور صبح و شام نقارے اور دہونسے بجائے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو موسم مبارک کا علم ہو جائے اور برابر عرفات کی طرف صعود تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جب ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ ہوتی ہے تو ظہر کی نماز کے وقت خطیب بہت بلیغ خطبہ پڑھتا ہے۔ جس میں لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دینا اور یوم وقفہ کے متعلق بتاتا ہے۔ جب آٹھویں تاریخ ہوتی ہے تو لوگ صبح کو منی کیطرف صعود کرتے ہیں۔ اور مصر شام اور عراق کے علماء۔ اور اہل علم رات کو منی ہی میں شب باش رہتے ہیں۔ اہل مصر، شام اور عراق میں شمعیں جلانے میں آپس میں بڑی مباہات ومفاخرت رہتی ہے۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے سے پیچھے نہ رہے۔ لیکن اس امر میں اہل شام ہمیشہ بڑھے رہے چڑھے رہتے ہیں۔ جب نواں دن آتا ہے۔ تو سب لوگ منی سے نماز صبح کے بعد عرفہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ راستہ میں ان کا گذر وادی محسّر پر ہوتا ہے۔ اس سے دوڑتے اچھلتے گذرتے ہیں۔ وادی مذکور سے اس طرح گذرنا سنت ہے۔ یہ مزدلفہ اور منی کے مابین حد واقع ہوئی ہے۔ مزدلفہ زمین کا دو پہاڑوں کے مابین ایک ہموار اور وسیع قطعہ ہے۔ اسکے گرد پانی کے تالاب وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ جنھیں زبیدہ بنت جعفر بن ابی جعفر المنصور زوجہ امیر المومنین ہارون الرشید نے بنوایا تھا۔ منی اور عرفہ کے مابین پانچ میل کا فاصلہ ہے اور یہی فاصلہ منی اور مکہ کے مابین بھی ہے۔ عرفہ کے تین نام ہیں۔ عرفہ۔ جمع اور المشعر الحرام۔ عرفہ بھی ایک بہت وسیع اور مسطح قطعہ زمین ہے جسے بہت سے پہاڑ حلقہ کئے ہوئے ہیں۔ یہیں میدان عرفات کے آخر میں جبل الرحمۃ ہے

اور اسکے اور اسکے اطراف میں موقف ہے اسکے سامنے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر دو علَم جو حل اور حرم کے مابین حد ہیں۔ ہیں ان دونوں علموں کے قریب جو جگہ عرفہ سے متصل ہو وہ بطن عرنہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس سے النبی صلعم نے علیحدہ رہنے کیلئے فرمایا ہے اسلئے اُس مقام سے تحفظ واجب ہے۔ نیز جبتک آفتاب ڈھل نہ جائے نفر سے رکے رہنا بھی واجب ہے۔ اکثر اونٹ والے لوگوں کو اس امر پر آمادہ کرتے اور ڈراتے رہتے ہیں۔ کہ النفر میں اژدہام ہوجائیگا۔ اور تبدریج انھیں بطن عرنہ پہونچا دیتے ہیں۔ جس سے اُنکا حج ٹوٹ جاتا ہے۔ جبل الرحمۃ جسکا ہم ذکر کرچکے ہیں۔ وسط مسطح میدان میں قائم ہے اور اسے کسی پہاڑ سے قطعًا لگاؤ نہیں اسکی چوٹی پر ایک قبہ ہے جسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ عمارت مذکورہ کے وسط میں ایک مسجد بھی ہے جسمیں نماز پڑھنے کے لئے لوگوں کا بہت اژدحام ہوتا ہے۔ اسکے گرد ایک وسیع مسطح میدان۔ میدان عرفات سے ملا ہوا ہے۔ جبل مذکور قبلہ کی طرف ایک دیوار ہے جس میں بہت سی محرابیں قائم ہیں۔ لوگ یہیں نماز پڑھتے ہیں۔ نیز جبل مذکور کے نیچے روبقبلہ کھڑے ہونے والے کی بائیں طرف ایک پرانا مکان ہے۔ جسے آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسکے بائیں طرف پتھر ہیں اسکے پاس النبی صلعم کا موقف تھا اسکے اطراف میں پانی کے لئے بہت سے تالاب اور چہ بچے ہیں اسکے قریب ایک اور مقام ہے جہاں الامام ٹھہرتا اور خطبہ پڑھتا ہے اور بین الظہر والعصر جمع کرتا ہے ان علموں کی طرف رخ کرکے کھڑے ہونے والے کے بائیں جانب ایک وادی ہے جسے وادی الاراک کہتے ہیں۔ یہیں دراک (پیلو) کے بہت بڑے بڑے درخت دور تک لگے ہوئے ہیں۔ جب نفر کے وقت آتا ہے تو الامام المالکی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اور اپنے موقف سے اُتر آتا ہے۔ تمام لوگ ایک ہی بار نفر کرتے ہیں جس سے تمام زمین گونج اٹھتی اور پہاڑوں پر لرزہ پڑجاتا ہے۔ آہ وہ موقف کریم اور مشہد عظیم جس سے ہر شخص عاقبت بالخیر ہونے کا امیدوار اور اسکی خیر و برکت اور رحمت کا طالب رہتا ہے۔ اے اللہ ہمارا شمار بھی اُن لوگوں میں کردے جنھیں تونے اپنی رضا سے اختیار بخشتا ہے۔

میرا پہلا وقفہ پنجشنبہ ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۲۶ء کو واقع ہوا تھا۔ اُسدن مصری

رکب کا امیر ارغون الاداور۔ الملک الناصر کا نائب تھا۔ اسی سال الملک الناصر کی لڑکی نے بھی حج کیا تھا۔ یہ ابی بکر بن ارغون مذکور کی بیوی تھی۔ نیز الملک الناصر کی زوجہ نے بھی حج کیا تھا۔ اسکا نام خُوندۃ تھا۔ یہ السلطان المعظم محمد اوزبک۔ ملک السدا اور خوارزم کی لڑکی تھی۔ اور الرکب الشامی کا امیر سیف الدین الجوبان تھا۔ جب النفر غروب آفتاب کے بعد واقع ہوا تو ہم عشاء آخرۃ کے قریب مزدلفہ پہونچے۔ یہیں بین المغرب والعشاء جمع کیا۔ یہ فعل سنت رسول اللہ کے مطابق تھا۔ جب نماز صبح مزدلفہ میں پڑھی تو المشعر الحرام میں وقوف اور دعا کے بعد دن چڑھ گیا۔ کل مزدلفہ ماسوا وادی محسر کے موقف ہے۔ یہاں اسوقت تک بھاگنا پڑتا ہے۔ جب تک اس سے نکل جائے اکثر لوگ الجمار کے لئے کنکریاں مزدلفہ ہی سے لے لیتے ہیں۔ یہ مستحب فعل ہے اور ایسے لوگ بھی ہیں جو المسجد الحنیف کے اطراف سے چن لیتے ہیں۔ الغرض اس امر میں اختیار ہے کہ جہاں سے چاہے لو۔ جب لوگ منیٰ میں پہونچ جاتے ہیں تو الجمرۃ العقبہ کی رمی میں مبادرت کرتے ہیں، پھر منحر کرتے اور ذبح کرتے ہیں۔ پھر سر منڈاتے اور ماسوا عورت اور خوشبو کے انکے لئے ساری چیزیں حلال ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں طواف الافاضۃ کے بعد حلال ہوتی ہیں۔ اس جمرۃ کی رمی یوم النحر کے طلوع آفتاب کے وقت سے ہوتی ہے۔ جب اسے رمی کر لیتے ہیں تو اکثر لوگ ذبح کرتے اور سر منڈانے کے بعد طواف الافاضۃ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو دوسرے دن تک قیام کرتے ہیں۔ اُس دن زوال آفتاب کے قریب لوگ الجمرۃ الاولی کی سات کنکریوں سے رمی کرتے ہیں۔ اور الجمرۃ الوسطی پر بھی اسیطرح عمل میں لاتے ہیں۔ ان دونوں جمروں کے پاس رسول اللہ صلعم کے اتباع میں دعا کے لئے وقوف کرتے ہیں۔ پھر جب تیسرا دن ہوتا ہے تو لوگ اُنچاس کنکریوں سے رمی کی تکمیل کرکے مکہ شرفہا اللہ کی طرف روانہ ہونے میں جلدی کرتے ہیں۔ اکثر لوگ النحر کے دن کے بعد تیسرے دن بھی یہاں قیام اور ستر کنکریوں سے رمی کرتے ہیں۔

ذکر (۴۳) لباس کعبہ

النحر والے دن الرکب المصری سے کعبۃ الشریفۃ کا لباس البیت الکریم کو بھیجا جاتا ہے

یہ پہلے تو اُسکی چھت پر رکھا جاتا ہے۔ پھر النحر والے دن کے تیسرے دن الشیبیون میں سے ایک الکعبۃ الشریفۃ پر لٹکاتے کے لئے اُسے لیتا ہے۔ یہ لباس گہرے سیاہ رنگ کے حریر کا جسکے درمیان میں کتان کا بھراؤ ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔ اسکی اعلیٰ طرف میں ایک سفید تحریر کڑھی ہوئی ہے وہ یہ ہے جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما۔۔۔۔۔۔ الآیۃ[1] (اللہ برتر نے کعبہ کو بیت الحرام قیام کے لئے بنایا۔۔۔۔۔ الخ الآیۃ) پھر تمام اطراف میں قرآن کی سفید کڑھی ہوئی آیتیں ہوتی ہیں۔ اسکی گہری سیاہی پر یہ ایسا چمکتا ہے کہ آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں اور جب پہنا دیا جاتا ہے تو اسکے دامن لوگوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہنے کے لئے چن دئے جاتے ہیں۔

الملک الناصر ہی ہے جسکے ذمہ الکعبۃ الکریمہ کا لباس ہے۔ اور القاضی الخطیب۔ الائمۃ۔ الموذنین۔ الفراشین اور القومۃ یا المنتظفین کے اخراجات کیلئے روزینہ مقرر کر رکھا ہے نیز الحرام الشریف کی اور ضروریات بھی مثلاً شمع اور زیت سب یہی بھیجتا ہے۔

ہر سال اور اس زمانہ میں الکعبۃ الشریفۃ روزانہ عراقیوں۔ خراسانیوں وغیرہ کے لئے جو رکب عراقی کے ساتھ ہوتے ہیں کھولا جاتا ہے۔ یہ لوگ الشامی اور المصری رکبوں کے سفر کے بعد مکہ میں چار دن تک قیام کرتے ہیں۔ اس عرصہ میں مجاورین وغیرہ پر بہت کچھ صدقات کرتے ہیں۔ یہ میری چشم دید بات ہے کہ شب کے وقت الحرام میں طواف کرتے وقت مجاوروں یا مکہ والوں میں سے جو کوئی ملجائے تو اسے چاندی اور کپڑے دیتے ہیں اسی طرح زائرین الکعبۃ الشریفۃ کو بھی دیتے ہیں۔ اور اگر جب انہیں کوئی سوتا ہوا آدمی ملجاتا ہے تو اسکے منہ میں سونا اور چاندی بھر دیتے ہیں۔ جس سے وہ بیدار ہوجاتا ہے۔ جب میں انکے ساتھ عراق سے ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۸ء میں مکہ آیا تو انھوں نے یہ فعل بہت زیادہ کیا۔ اور اسقدر صدقہ دیا کہ مکہ میں سونے کا بھاؤ گر گیا۔ اور ایک مثقال اٹھارہ درہم نقرہ تک اسکے بہت زیادہ سونا صدقہ کرنے کی وجہ سے پہونچ گیا۔ اسی سال السلطان ابی سعید ملک العراق منبر اور قبہ زمزم پر نام لیا گیا۔

---

(۱) قرآن کریم سورۃ ۵۔ آیت ۹۸۔

باب بست و دوم (۲۲)

فصل (۱) مکہ معظمہ سے بصوب مدینہ منورہ شرفہا اللہ روانگی

بیسویں ذی الحجہ کے پورے خاتمہ پر میں امیر رکب العراق البہلوان محمد الحویم کے ساتھ جو باشندگان موصل میں سے تھا مکہ سے روانہ ہوا۔ امارۃ الحاج کا عہدہ اسے الشیخ شہاب الدین قلندر کی وفات کے بعد ہوا تھا۔ شہاب الدین مذکور بہت سخی۔ فاضل شخص تھے۔ انکا سلطان انکی بہت حرمت کیا کرتا تھا۔ طریقہ قلندریہ(۱) کے لحاظ سے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں منڈایا کرتے تھے۔ جب میں مکہ شرفہا اللہ تعالے سے الامیر البہلوان مذکور کی معیت میں روانہ ہوا تو آپ نے بغداد تک نصف راحلہ میرے لئے لیا اور اسکا کرایہ بھی اپنے پاس سے ادا کیا اور مجھے اپنے پاس اتارا۔ اور طواف الوداع کے بعد بطن مر تک ہم عراقیوں خراسانیوں۔ فارسیوں اور عجمیوں کے جم غفیر کے ساتھ نکلے۔ یہ لا تعداد لوگوں کا مجمع تھا۔ ان سے زمین موجیں مارتی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور دل بادل کی طرح چلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ جو شخص الراکب سے کسی ضرورت کے لئے نکلا اور اس نے اپنی جگہ کے لئے کوئی علامت نہ مقرر کرلی تو لوگوں کی کثرت کی وجہ سے گم ہوگیا۔ اس رکب میں مسافرین کے خیراتی زادراہ کے لئے بہت سے اونٹ تھے۔ پانی اٹھائے ہوئے زاد صدقہ کے باربردار اور ان لوگوں کے لئے دواؤں اور شربت کی لدے ہوئے جو بیمار ہو جائیں۔

جبکہ یہ رکب اترتا تھا تو بڑی بڑی تانبے کی دیگوں میں جنہیں الاسود کہتے ہیں کھانا پکایا جاتا تھا۔ اور ان مسافروں کو کھلایا جاتا تھا جنکے ساتھ زاد نہیں ہے۔ رکب ہذا میں ایک گروہ خالی اونٹوں کا تھا۔ ان میں سے کسی اونٹ پر اس شخص کو سوار کر دیتے تھے جو چلنے سے معذور ہوتا تھا۔ یہ سب السلطان ابی سعید کے صدقات اور بخششوں میں سے تھا۔

(۱) اس فرقہ متصوفہ کے لئے میری کتاب "الفقر" کا مقدمہ ملاحظہ فرمایئے۔ عطاء الرحمٰن۔

ابن جزی کہتے ہیں اللہ برتر کنیتہ الشریفۃ کو بزرگی عطا فرمائے جس نے کرم کی ایسی زبردست مثال قائم کی۔ تمہارے لئے تو مولانا مجد الکارم کے حالات ہی کافی ہیں۔ آپ نے جود کے علموں کو اسقدر بلند کردیا کہ وہ اپنی دعوت میں مثال ہیں اور امیر المسلمین ابی سعید ابن مولانا کا فضل یہ ہے کہ آپ کفار کو بیخ و بن سے نیست و نابود کرنے اور اسلام کا پورا بدلہ لینے والے ہیں۔ یعنی امیر المسلمین ابی یوسف قدس اللہ ارادھم الکریمۃ وابقی الملک عصیھم الطاہر الی یوم الدین (آمدم برسد اصل)

اس رکب میں بازار بھی ساتھ تھے۔ جن میں بڑی بڑی مفید چیزیں طرح طرح کے کھانے اور پھل پھلاری ملتے تھے۔ رکب شب کے وقت چلتا تھا۔ قطاروں کے آگے مشعلیں روشن تھیں جس سے زمیں سرتاپا نور بنی ہوئی تھی اور رات دن نظر آتا تھا۔

مقام عُسفان میں ورود

پھر ہم بطن مر سے روانہ ہوکر مقام عُسفان میں داخل ہوئے۔ پھر

مقام خُلیص میں ورود

یہاں سے روانہ ہوکر مقام خُلیص میں پہونچے۔

وادی السمک میں ورود

پھر برابر چار دن تک چلتے رہے اور وادی السمک میں آئے۔

مقام بدر میں ورود

بعد ازاں پانچ منزلیں طے کرکے بدر میں آئے۔ یہ کوچ روزانہ دو مرتبہ ہوا کرتے تھے۔ ایک صبح کے بعد ہوتا تھا اور دوسرا عشا کے بعد پھر

الصفرا میں ورود

الصفرا میں آئے۔ اور یہاں ایک دن آرام کیا۔ یہاں سے المدینۃ الشریفۃ تین دن کی مسافت پر ہے۔ الغرض یہاں سے روانہ ہو کر۔

طیبۃ مدینۃ رسول اللہ صلعم میں ورود

ہم طیبۃ مدینۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے۔ اور دو مرتبہ زیارت رسول اللہ صلعم سے مشرف ہوئے۔ المدینۃ الشریفۃ میں ہمارا اچھے وقت قیام رہا۔ پھر یہاں سے رکب کے ساتھ تین دن کی مسافت کا پانی لیکر روانہ ہوئے۔ چنانچہ تیسرے دن۔

باب (۲۳) بست وسوم

مدینۃ المنورہ سے مشہد علی کو کوچ

فصل (۱) الوادی العروس میں ورود

الوادی العروس(۱) میں ہمارا ورود ہوا۔ یہاں کی ریتلی زمین سے اور پانی لیا۔ جو کچھ زمین کے کھودنے سے نہایت شیریں نکل آتا ہے۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے۔

فصل (۲) سرزمین نجد میں ورود

ہم سرزمین نجد میں پہونچے۔ یہ نگاہ کی رسائی تک ایک فراخ میدان ہے۔ یہاں کی خوشگوار ہوا سے بھی ہم نے فائدہ اُٹھایا۔

(۱) صاحب قاموس کہتے ہیں کہ یمن کے ایک چھوٹے قلعہ کا نام ہے لیکن یہ وہ مقام نہیں ہو سکتا جسکا بیان کر رہے

ذکر (۳) آب العُیلہ

بعد ازاں مقام مذکور سے روانہ ہو کر چار منزلیں چلے اور آبگاہ العَیلہ پر پہونچے۔

ذکر (۴) آب النُقرہ

بعد ازاں ایک اور آب گاہ پر پہونچے جسکا نام النقرہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے تالابوں کے بہت سے آثار پائے جاتے ہیں جنھیں اگر بڑی بڑی جھیلوں سے تشبیہ دیجائے تو بیجا نہوگا

ذکر (۵) آب القارُورۃ

پھر مقام مذکور سے کوچ کرنے کے بعد ایک اور آبگاہ ملی جسے القارُورۃ کہتے ہیں۔ یہاں بھی بڑے بڑے تالاب بنے ہوئے تھے جنہیں بارش کا پانی بھرا ہوا تھا۔ یہ زبیدہ بنت جعفر رحمہا اللہ کے بنوائے ہوئے تھے۔ اللہ اُسے اس کار خیر کی جزا دے۔ یہ مقام سرزمین نجد کے وسط میں ہے۔ نہایت پر فزا خوشگوار آب وہوا والا۔ نہایت اچھی مٹی ہر فصل میں معتدل۔ پھر القارورۃ سے روانہ ہو کر ہم

فصل (۶) حاجر میں ورود

الحاجر میں پہونچے۔ یہاں بھی تالاب بنے ہوئے ہیں۔ جب کبھی خشک ہو جایا کرتے ہیں تو گڑھے کھود کر ان میں سے پانی نکالا جاتا ہے یہاں سے کوچ کر کے۔

فصل (۷) سمیرۃ میں ورود

ہم سمیرۃ میں آئے۔ یہ فراخ ہموار زمین میں نشیب میں واقع ہے۔ اسمیں مکان کے مشابہ ایک قلعہ بنا ہوا ہے جسمیں لوگ رہا کرتے ہیں۔ یہاں بہت سے چہ ہے ہیں جن میں سوتوں سے پانی نکلتا ہے۔ اس سرزمین میں عرب بھیڑیاں۔ گھی اور دودھ لاتے ہیں اور انھیں حاجیوں

کے ہاتھ کورے کپڑے کے عوض خریدتے ہیں اور اسکے ماسوا کسی چیز کے عوض نہیں بیچتے۔
پھر ہم یہاں سے روانہ ہو کر

ذکر (۸) الجبل المحروق

الجبل المحروق پہنچے۔ یہ زمین کے ایک میدان میں واقع ہے۔ اسکے اوپر بڑے بڑے سوراخ ہیں جنہیں سے ہوا نکلا کرتی ہے۔

ذکر (۹) وادی الکروش

پھر مقام مذکور سے روانہ ہو کر ہم وادی الکروش پہونچے۔ یہاں پانی بالکل نہیں ہے، پھر رات ہی رات کوچ کرکے صبح ہوتے ہوتے ہم۔

ذکر (۱۰) حصن فید

حصن فید پہونچے یہ زمین کی فراخی میں ایک بہت بڑا قلعہ ہے۔ اور اسکے اطراف ایک شہرپناہ بھی ہے جسمیں عربوں کی بود و باش ہے۔ حاجیوں کے ساتھ فروخت اور تجارت پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب حاجی عراق سے مکہ شرفہا اللہ تعالےٰ لے جانے لگتے ہیں تو جو سامان انکے پاس زاید ہوتا ہے یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ جب واپس آتے ہیں تو اپنا سامان لے لیتے ہیں یہ مکہ سے بغداد کی مسافت کے نصف پر واقع ہے۔ اور کوفہ یہاں سے بارہ دن کی مسافت پر ہے یہاں سے ہموار راستہ میں تالابوں میں کنوئیں ہیں۔ الرکب کی عادت ہے کہ جب اس مقام میں داخل ہوتا ہے تو نہایت ہوشیاری اور جنگ جیسی تیاری کے ساتھ داخل ہوتا ہے تاکہ یہاں عربوں کے گروہ پر خوف طاری رہے۔ اور رکب پر لوٹ مار کے لئے دست درازی نہ کرسکیں، یہیں ہماری دو عرب امیروں سے ملاقات ہوئی جنکا نام فیاض اور حیار تھا۔ یہ دونوں امیر مُھنّیٰ بن عیسیٰ کے بیٹے ہیں۔ انکے ساتھ بہت سے عربی گھوڑے اور پیادے تھے۔ جنکی تعداد احاطہ شمار سے باہر تھی۔ ان دونوں کی ذات سے حاجیوں اور مسافروں کی حفاظت اور امن کا

اظہار ہوتا تھا۔ یہاں عرب اونٹ اور بھیڑیں بکثرت لاتے تھے، جو لوگ خرید سکتے تھے انہوں نے انہیں سے خریدے بھی تھے۔ پھر یہاں سے ہم نے کوچ کیا اور۔

فصل (۱۱) اجفُر میں ورود

مقام اجفر[1] آئے یہ مقام جمیل اور بثینہ دو عاشقوں کے نام کی وجہ سے شہرت رکھتی ہے۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم۔

فصل (۱۲) البیداء میں ورود

البیداء میں آئے۔ اور یہاں سے رات ہی رات چلکر۔

فصل (۱۳) زرُود میں ورود

زرود میں وارد ہوئے۔ یہ زمین کا ایک وسیع ٹکڑا ہے جسمیں روان ریگ تھی اور قلعہ کی شکل کے چھوٹے چھوٹے گھر بنے تھے۔ گو یہاں چوہے بکثرت تھے۔ لیکن انکا پانی شیریں نہ تھا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم۔

فصل (۱۴) الثعلبیّہ میں ورود

الثعلبیہ پہونچے۔ یہاں ایک اجاڑ قلعہ بھی ہے اور اسکے سامنے ایک بڑا ہولناک تالاب۔ اسمیں سیڑھیوں سے اترتے ہیں اور اسمیں اسقدر بارش کا پانی بھرا رہتا ہے۔ کہ رکب کیلئے کافی ووافی ہوتا ہے۔ اس مقام پر عربوں کا بڑا زبردست اجتماع ہوتا ہے وہ اونٹ۔ بھیڑیں۔ گھی اور دودھ بیچتے ہیں۔ اس مقام سے کوفہ تین منزل کی مسافت پر ہے۔ پھر کوچ کرکے ہم۔

(۱) جفر کی جمع ہے۔

فصل (۱۵) برکۃ المرجوم میں ورود

برکۃ المرجوم آئے۔ یہ مقام سرراہ واقع ہے۔ اور یہاں ایک بہت بڑا پتھروں کا ڈھیر ہے۔ اُسکے پاس سے جو گذرتا ہے۔ اُسے رجم کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جسے رجم کرتے ہیں یہ ایک رافضی تھا جو حج کرنے کے ارادے سے رکب کے ساتھ جا رہا تھا۔ اسکے اور اتراک اہل سنت کے مابین کچھ نزاع پیدا ہوئی۔ صحابہ کو گالی دے بیٹھا۔ اُنھوں نے اسے پتھروں سے مار ڈالا۔ یہاں عربوں کے بہت سے مکانات ہیں۔ یہ رکب کیلئے گھی اور دودھ وغیرہ لایا کرتے ہیں۔ اور ایک بہت بڑا تالاب بھی ہے جسکا پانی رکب کیلئے کافی و وافی ہوتا ہے۔ اسے زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا نے بنوایا تھا۔ اور مکہ اور بغداد کے مابین راستہ میں جتنے تالاب حوض یا کنویں ہیں۔ وہ سب اسی سخیہ کی یادگار ہیں۔ اللہ اسے کامل جزائے خیر دے۔ اگر اس راستہ پر اسکی عنایت نہ مبذول ہوتی۔ تو اسپر کوئی نہ چلتا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم

فصل (۱۶) مشقوق میں ورود

مقام مشقوق میں آئے۔ یہاں بھی دو تالاب تھے جنمیں شیریں پانی بھرا تھا۔ لوگوں کے پاس جو کچھ بھی پانی تھا وہ سب یہاں پھینک دیا اور انمیں سے نیا پانی بھر لیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر

فصل (۱۷) التنانیر میں ورود

مقام التنانیر پہونچے۔ یہاں بھی ایک پانی سے بھرا ہوا تالاب تھا۔ پھر یہاں سے راتوں رات روانہ ہو کر کچھ دن چڑھے

فصل (۱۸) زمالہ میں ورود

مقام زمالہ میں پہونچے۔ یہ ایک آباد گاؤں ہے اور عرب کا ایک محل بنا ہوا ہے۔ پانی کے لئے دو تالاب اور بکثرت چوبچے ہیں۔ یہ اس راستہ کے اب خوردوں میں سے

ہیں۔ پھر روانہ ہو کر ہمارا ورود۔

فصل (۱۹) الہتیمین میں ورود

الہتیمین میں ہوا۔ یہاں بھی پانی کیلئے دو تالاب بنے ہوئے ہیں پھر یہاں سے کوچ کرکے ہم۔

ذکر (۲۰) العقبۃ الشیطان

اُس عقبۃ کے قریب اترے جو العقبۃ الشیطان کے نام سے مشہور ہے۔ عقبۃ مذکور پر دوسرے دن صعود کا اتفاق ہوا۔ اس راستہ میں ماسوا اس راستہ کے کوئی راستہ نہ دشوار گذار تھا اور نہ طویل۔ پھر اس راستہ کو طے کرکے ہم۔

فصل (۲۱) واقصۃ میں ورود

مقام واقصہ میں اترے اسمیں ایک بہت بڑا قصر ہے اور بہت سے پانی کے لئے تالاب بنے ہوتے ہیں۔ اور آبادی عربوں کی ہے۔ یہ اس راستہ کا آخری آبخور ہے۔ اسکے بعد کوفہ تک ماسوا فرات سے شعبوں کے اور کوئی مشہور آبخور نہیں ملتا۔ یہاں بہت سے اہل کوفہ حاجیوں سے ملتے ہیں۔ جو آٹا۔ روٹی۔ کھجور اور پھل پھلاری لاتے ہیں۔ اور آپسمیں لوگونکی نہایت حسن اخلاق سے مزاج پرسی کرتے اور ایک دوسرے کو سلامتی مبارکباد دیتے ہیں۔

فصل (۲۲) لورۃ میں ورود

مقام مذکور سے روانہ ہو کر ہمارا نزول لورۃ(۱) میں ہوا۔ یہاں بھی ایک بہت بڑا پانی کیلئے تالاب تھا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم۔

ذکر (۲۳) المساجد

مقام المساجد میں پہونچے۔ یہاں تین تالاب بنے تھے۔ بعد ازاں ہماری روانگی ہوئی اور

(۱) مراصد میں "لوزۃ" ہے۔

ذکر (۲۴) المنارة القرون

مقام المنارة القرون میں پہونچے۔ یہ زمین کے میدان میں ایک بہت بلند منار بنا ہوا ہے اور اسپر اسقدر ہرنون کے سینگ لگے ہوئے تھے کہ گویا انکی جھول پڑی ہوئی تھی۔ اسکے اطراف کوئی عمارت نہ تھی۔ پھر روانہ ہوکر۔

فصل (۲۵) عذیب میں ورود

مقام عذیب میں پہونچے۔ یہ ایک شاداب وادی ہے۔ اُسپر ایک عمارت اور اسکے گرد سبزہ زار میدان ہے۔ جسکے دیکھنے سے آنکھوں میں طراوٹ پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہاں سے روانہ ہوکر

فصل (۲۶) القادسیہ میں ورود اور بطرف نجف الشرف کوچ

ہم القادسیہ پہونچے یہ وہ مقام ہے جہاں کا واقعہ اہل فرس مشہور ہے۔ اللہ برتر نے وہاں دین اسلام ظاہر کیا۔ اور آگ کے پرستار مجوسیوں کو ایسا ذلیل وخوار کیا۔ کہ پھر اسکے بعد انکی کوئی حکومت نہ رہی۔ اور خدائے برتر نے انکی ساکھ کی بیخ کنی کر دی۔ اُس زمانہ میں امیرالمسلمین سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ القادسیہ بہت بڑا شہر تھا۔ جسے سعد رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ اب ویران ہوکر اسکی آبادی ایک بڑے گاؤں جیسی رہگئی ہے۔ یہاں کھجوروں کے باغات اور الفرات کے پانی کی نہریں ہیں۔ پھر ہم روانہ ہوئے اور۔

باب (۲۴) بست وچہارم

فصل (۱) نجف شہر مشہد علی ابن ابی طالب میں ورود وتفصیلات مقام ہذا

شہر نجف میں آگئے۔ یہاں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مزار ہے یہ شہر نہایت خوبصورت

اور سخت وہموار تختہ زمین پر واقع ہے۔ عراق کے شہروں میں اس سے بڑھکر کوئی شہر نہیں۔ اور یہاں کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے اور مکانات بھی بہت مستحکم ہیں اور بازار نہایت خوبصورت اور پاکیزہ ہیں۔ یہیں ہمارا دخول باب الحضرۃ سے ہوا۔ پہلے بقالوں کی دُکانیں ملیں۔ پھر طباخوں۔ پھر خبازوں کی۔ پھر پھل پہلواری کا بازار۔ پھر خیاطوں کا اور پھر گدڑی بازار اسکے بعد عطاروں کا بازار ہے۔ بعد ازاں باب الحضرۃ ہے۔ جہاں لوگوں کا عقیدہ ہے کہ علی علیہ السلام کا مزار ہے۔ اسکے مقابل مدرسے اور خانقاہیں اور تکیئے آباد ہیں۔ انکی عمارات نہایت اچھی اور احاطہ کی دیواریں قاشاں ہیں۔ جو ہمارے ملک کے الترنج کے مشابہ ہیں۔ لیکن ان کا رنگ زیادہ چمکدار اور نقش بہتر ہیں

فصل (۲) روضۃ اور مزارات کا ذکر

باب الحضرۃ سے مدرسہ عظیمہ میں دخول۔ اس بڑے مدرسہ میں شیعہ مذہب کے طلبہ اور صوفیہ رہتے ہیں۔ اور ہر آنیوالے کی تین دن تک دو وقتہ روٹی گوشت اور کھجوریں ملتی ہیں۔ اس مدرسہ سے باب القبہ میں دخول ہوتا ہے۔ یہاں دروازہ پر حاجب۔ نقیب اور خواجہ سرا ہوتے ہیں۔ جب کوئی زائر آتا ہے تو ان میں سے ایک کھڑا ہوجاتا یا اگر کئی زائر ہوں تو سب کھڑے ہوجاتے ہیں۔ پھر زائرین مذکور آستانہ پر ٹھہر کر ان سے بایں الفاظ اذن لیتے ہیں "اے امیر المومنین یہ ضعیف بندہ آپکے حکم سے روضہ علیہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو داخل ہوکر زیارت والا سے مشرف ہو ورنہ واپس چلا جائے۔ گو یہ گنہگار اس لائق نہیں ہے۔ آپ حضرات اہل مکارم اور پردہ پوش ہیں"۔ پھر اسے آستانہ بوسی کا حکم کرتے ہیں۔ آستانہ ہذا اور دونوں بازو چاندی کے ہیں۔ پھر زائر یا زائرین کا قبہ علیہ میں دخول ہوتا ہے۔ اسکے اندر طرح طرح کے حریر وغیرہ کے فرش بچھے ہوتے ہیں۔ اور سونے چاندی کی چھوٹی بڑی قندیلیں لٹکی ہوتی ہیں۔ وسط قبہ میں ایک لکڑی سے منڈھا ہوا مربع چبوترہ ہے اسپر سونے کے نہایت پائدار بکے ساخت منقوش پتر چڑھے ہوتے ہیں۔ جن سے وہ لکڑی کے تختے بالکل ڈھپ گئے ہیں۔ چبوترہ مذکور کی بلندی قدِ آدم کے قریب ہوگی۔ اسپر تین مزار ہیں۔ ان میں سے ایک کے متعلق یہ خیال ہے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا مزار ہے۔

اور دوسرا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ اور تیسرا رضی اللہ عنہ کا۔ مزارات مذکور کے درمیان سونے چاندی کے طشت عرق گلاب۔ مشک۔ اور انواع و اقسام کی خوشبویات سے بھرے رکھے ہیں۔ جنہیں تبرکاً زائر اپنا ہاتھ ڈالکر اپنے منہ پر پھیرتا ہے۔ قبہ علیہ ہذا کا دوسرا دروازہ بھی ہے۔ اسکی چوکھٹ بھی چاندی کی ہے اور اسپر رنگین حریر کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ایک مسجد کی طرف جاتا ہے جسمیں نہایت عمدہ حریر کا فرش اور اسکی دیواریں اور چھت بھی حریر کے پردوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ مسجد ہذا کے چار دروازے اور کل چوکھٹیں چاندی کی ہیں۔ اور ان دروازوں پر بھی ریشم کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ شہر ہذا کے کل باشندے رافضی ہیں اور روضہ ہذا کی بہت سی ایسی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ جن سے ان کو یہ ثبوت بہم پہنچا ہے۔ کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

فصل (۳) کرامات و ذکر (۴) لیلۃ المحیا۔

کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو جسے یہ لوگ "لیلۃ المحیا"(۱) کہتے ہیں

(۱) مسٹر ولف (　[illegible]　) مشنری نے اپنی اس ملک کی بود و باش کے زمانہ میں "لیلۃ المحیا" کے متعلق لکھا ہے کہ یہ فرقہ یزید سے تعلق رکھتی ہے۔ اس شب کو یہ روح خبیثہ یا شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ بیان مسامحہ پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ اسکے خلاف علی ابن ابوبکر ہراتی کا ان کی کتاب متعلق زیارات میں قول موجود ہے یہاں آپکے ایک اور قول کا جو اس رسم کے مشابہ گو اسپہ کے اعمال سے تعلق رکھتا ہے۔ ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں "براق اعمال (اسپو) میں ایک گاؤں ہے۔ یہیں ایک معبد ہے جہاں مضافات سے بہت معمر اور مریض آکر شب کو رہتے ہیں۔ ایسے لوگ شب کو خواب میں دیکھتے ہیں کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے تمہارے مرض یا ضعف کی یہ دوا ہے تو ویسا کرتے ہیں ورنہ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص انکے جسم کو مسح کر رہا ہے۔ اسکے بعد یہ اچھے ہوکر اٹھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں" پھر جہاں شہر بلط کے متعلق ذکر کیا ہے تو یہ کہا ہے "میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک زمانہ دراز سے لنگڑا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہدایت کے موافق جو آپ نے خواب میں فرمائی تھی۔ اس شخص نے غسل کیا۔ اور تندرست ہوگیا" ترجمہ عبارت یہ ہے "میں نے یہاں ایک عجیب کرامت کا مشاہدہ کیا وہ یہ کہ موصل میں ایک شخص تھا جسکے پیر رہ گئے تھے۔ بیسا کھیوں کی مدد سے چلا کرتا تھا۔ اس صورت سے اسے لوگ دیکھتے دیکھتے ایک زمانہ گذر گیا ایک شب کو یہ خواب میں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ کہتا تھا کہ آپ نے یہ ہدایت فرمائی ہے۔ کہ میرے بیٹے عمر بن الحسنی کے مزار پر جاؤ تاکہ خدائے برتر کی قدرت کا ظہور ہو۔ چنانچہ لوگ اسے مقام مذکور میں اٹھا کر لیگئے۔ یہاں اُسے آپکے مزار پر غسل دیا۔ خدا کی قدرت کہ موصل پیادہ پا چلکر آیا۔ پھر لوگوں نے اسکا عبد علی نام رکھدیا۔ اب تک بقید حیات ہے۔ واللہ اعلم" اگر ایسی ہی باتوں کو کرامت کہا جاتا ہے تو یہ تو سارا اعتقاد کا کھیل ہے جس کا اثر اب بھی کسی قسم کی دوسری جد و جہد کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس اعتقاد سے کیا تو مسلمانوں کے یہاں اور کیا رومن کیتھولکس کے یہاں بہت سی ایسی ہی عجیب و غریب باتیں رونما ہوئی ہیں۔

عراقین خراسان۔ بلاد فارس اور الروم سے ایسے مریض لائے جاتے ہیں جن میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو۔ ان میں سے تیس یا چالیس عشاء آخرۃ کی نماز کے بعد الضریح المقدس پر ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اور لوگ انکے کھڑے ہونے کے منتظر ہوتے ہیں۔ اسطرح کہ کوئی تو نماز پڑھنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ کوئی ذکر میں اور کوئی تلاوت میں اور کوئی روضہ کے نظارے میں۔ کم وبیش نصف یا ثلث شب گذرنے کے بعد سب بھلے چنگے تندرست ہوکر کھڑے ہو جاتے اور "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ" کہتے ہیں۔ انکے نزدیک یہ امر وہاں کا بہت بڑا فیضان تصوّر کیا جاتا ہے۔ میں نے یہ ثقہ لوگوں سے سُنا ہے۔ گو میں نے شب مذکور میں کبھی حاضری کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن میں نے مدرسۃ الضیافت میں تین شخصوں کو دیکھا ہے۔ ایک روم کا باشندہ تھا۔ دوسرا اصبہان کا اور تیسرا خراسان کا۔ یہ کمزوری کی وجہ سے کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ میں نے ان سے ان کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم "لیلۃ المحیا" سے محروم رہے اسلئے دوسرے سال اسکے آنے کے منتظر ہیں۔ یہ ایسی رات ہے کہ انہیں بلاد سے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور دس دن تک بہت بڑا بازار لگتا ہے۔ نہ تو اس شہر میں کوئی حاکم فوجداری ہے اور نہ کوتوال۔ سب نقیب الاشراف کے زیر حکم ہیں۔ یہاں کے باشندے تجارت پیشہ ہیں اور روئے زمین میں بہت دُور دُور کے سفر کرتے ہیں۔ سب صاحب شجاعت وکرم ہیں۔ انکا ہم سفر کبھی کسی کا ظلم نہیں اٹھا سکتا۔ میں ان حضرات کی صحبت کا بہت ثنا خواں ہوں لیکن علی رضی اللہ عنہ کے باب میں بہت ضرورت سے زائد مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ بلاد عراق وغیرہ کے بہت سے ایسے باشندے ہیں کہ ان میں سے جو کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو روضہ ہذا کے لئے نذر مانتا ہے۔ جب اچھا ہو جاتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر کسی سر کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو سونے یا چاندی کا سر بنواتے ہیں اور اسے روضہ ہذا پر لے آتے ہیں۔ اسے لیکر النقیب خزانہ میں داخل کر دیتا ہے۔ اور ایسا ہی وہ شخص بھی کر دیتا ہے جو ہاتھ یا پیر وغیرہ اعضا کے مرض میں مبتلا ہو۔ روضہ ہذا کا خزانہ بہت بڑا ہے۔ جہاں بہت زائد مال ہے جو باوجود کثرت کے اسی میں محفوظ ہے۔

ذکر (۵) نقیب الاشراف

نقیب الاشراف ملک عراق کی طرف سے ایک سالار رہے۔ بادشاہ کے نزدیک اسکی بڑی وقعت اور اسکا بہت بڑا درجہ ہے جب سفر میں جاتا ہے تو امراء کبار کی شان و شوکت سے ساتھ جاتا ہے علم اور نقارے اسکے ساتھ ہوتے ہیں۔ شام اور صبح اسکے دروازہ پر نوبت بجتی ہے۔ شہر مذکور اسی کے زیر حکم ہے۔ ماسوا اسکے کسی کو سیاہ سپید کا دخل نہیں۔ اور نہ ماسوا اسکے یہاں سلطان کی طرف سے یا کسی غیر کی طرف سے یہاں حاکم ہی ہے۔ میرے یہاں داخل ہونے کے زمانہ میں نظام الدین حسنی بن تاج الدین الآوی جو عراق عجم کے شہر آوہ کا رہنے والا تھا۔ النقیب تھا۔ اس شہر کے تمام باشندے رافضی ہیں اس نقیب مذکور کا ایک خاندان ہے انہیں سے جب کوئی نقیب مر جاتا ہے تو دوسرا بعہدۂ نقیب الاشراف مقرر کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے۔

جلال الدین ابن الفقیہ۔

قوام الدین ابن طاؤس۔

ناصر الدین مُطہر الشریف الصالح شمس الدین محمد الاوہری باشندہ عراق عجم ہیں۔ آجکل آپ ہند میں تشریف فرما اور یہاں کے بادشاہ کے ندما کی سلک میں داخل ہیں۔

ابو غرہ بن سالم بن مہنّی بن جماز بن شیحۃ الحسینی المدنی ہیں۔

فائدہ (۶) حکایت و ذکر (۷) متعلق نقیب الاشراف

الشریف ابو غرہ پہلے عابدانہ زندگی بسر کرتے اور تعلیم میں مصروف رہا کرتے تھے اور انہیں شہرت حاصل کی تھی۔ مدینہ شریفہ کرمہا اللہ میں اپنے چچا زاد بھائی منصور ابن جماز امیر المدینہ کی حمایت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر آپ نے مدینہ کی بود و باش کو خیرباد کہا اور عراق احلۃ میں مسکن گزین ہوئے۔ اس اثنار میں النقیب قوام الدین بن طاؤس نے انتقال کیا۔ تمام اہل عراق نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ نقابۃ الاشراف کی تولیت ابی غرۃ کو

ملنی چاہیئے اور اس امر کے متعلق ایک تحریر السلطان ابی سعید کے حضور میں پیش کی۔ سلطان مذکور نے اسے منظور کر لیا اور اسکے استحکام کے لئے انکے لئے ایک فرمان بھی نافذ کیا۔ نیز بلاد عراق میں نقیبوں کے لئے جو علم اور نقارے ہوا کرتے تھے وہ بھی بھیجے۔ اس سے یہ دنیا کی محبت میں ایسے پھنس گئے کہ عبادۃ اور زہد سب کو خیر باد کہدیا۔ اور مال میں بیجا کرنے لگے۔ چنانچہ اسکی سلطان مذکور کو شکایت کی گئی۔ جب انکو اس شکایت کا علم ہوا۔ تو حکمت عملی سے سفر کا ارادہ ظاہر کیا کہ میں ملک خراسان تونس میں علی بن موسیٰ الرضیٰ کے مزار مبارک کی زیارت کیلئے جانا چاہتا ہوں۔ حالانکہ انکا اصل میں بھاگ جانے کا ارادہ تھا۔ جب آپ علی ابن موسےٰ مزار مبارک کی زیارت سے فارغ ہوئے تو ہرات جو آخر بلاد خراسان ہے تشریف لے آئے۔ اور وہاں اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا بلاد ہند جانے کا ارادہ ہے چنانچہ آپ کے اکثر رفقاء وہاں سے واپس ہو گئے اور آپ سرزمین خراسان سے سندھ تشریف لے گئے۔ جب وادی سندھ میں پہونچے جو پنج آب کے نام سے مشہور ہے تو نقارے اور کرنا بجوائے۔ اس سے اس آبادی کے باشندوں میں ہراس پیدا ہو گیا۔ اور انہیں یہ شک ہوا کہ تاتاری لوٹ کے لئے آ پہونچے۔ اسلئے یہ اوجا بھاگ کھڑے ہوئے اور جو کچھ انھوں نے سُنا تھا۔ یہاں کے امیر کو بتایا۔ اس واقعہ کے سنتے ہی امیر مذکور اپنی افواج کو معیت میں لیکر سوار اور مستعد جنگ ہوا۔ اور ہراول کو دریافت حال کے لئے روانہ کیا انھوں نے جاکر دیکھا کہ تقریباً دس تو گھوڑے ہیں اور آدمیوں اور تاجروں کی ایک جماعت ہے جو راستہ میں الشریف کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اور انکے ساتھ نقارے اور نشانات ہیں۔ انھوں نے ان سے انکے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ الشریف نقیب العراق بادشاہ ہند کے یہاں مہمانی میں آیا ہے۔ یہ سنکر ہراول امیر مذکور کے پاس گئے۔ اور سارا حال بتایا۔ اسپر امیر مذکور یہ سمجھا کہ الشریف بڑا نادان ہے۔ کہ غیر ملک میں علم بلند کرتا اور نقارے بجاتا ہے۔ جب الشریف شہر اوجا میں داخل ہوا۔ تو یہاں ایک عرصہ تک قیام گزین رہا۔ اپنے دروازے پر صبح و شام نقارے بجایا کرتا۔ اور اسکا اسے بہت شوق تھا۔ کہتے ہیں کہ اپنی نقابت کے زمانہ میں عراق میں بھی اسکا یہی دستور تھا کہ اپنے سرہانے

نقارے بجوایا کرتا تھا۔ جب نقارچی نقارہ بجانے سے رُک جاتے تو اُن سے کہتا اسے نقارچی ایک چوب اور مار۔ یہاں تک کہ وہ اسی لقب سے ملقب ہو گیا۔

ذکر (۸) بلاد ہند کیطرف روانگی کا ارادہ اور ذکر (۹) وزیر سلطان کی بخالت

شہر ادجا کے مالک نے ہند کے بادشاہ کو بایں مضمون ایک تحریر بھیجی کہ یہاں الشریف آیا ہے۔ راستہ میں نقارے بجاتا ہے اور اسکے دروازہ پر بھی صبح شام نقارے بجتے ہیں اور نشانات یا علم بھی بلند کرتا ہے۔ اور اہل ہند کی یہ رسم ہے کہ نہ تو کوئی نشان ہی بلند کرتے ہیں اور نہ نقارہ ہی بجاتے ہیں۔ الا وہ لوگ جنھیں بادشاہ نے عطا کر دیے ہوں۔ اور اسپر بھی صرف سفر میں عمل کرتے ہیں۔ اور بحالت حضر میں اگر نقارہ بجتا ہے تو بالخصوص بادشاہ کے دروازہ پر بجتا ہے۔ ہاں مصر، شام اور عراق میں یہ دستور ضرور ہے کہ امرا کے دروازوں پر نقارے بجا کرتے ہیں۔ جب انکی بادشاہ ہند کو خبر پہنچی تو اُسے انکا یہ فعل بہت بُرا معلوم ہوا۔ اور اسے ناجائز قرار دیا۔ پھر امیر مذکور دار الخلافۃ کے لئے روانہ ہوا۔ اس امیر کا نام کشلی خاں تھا۔ انکے یہاں خان اعظم الامراء کو کہتے ہیں۔ یہ ملتان میں رہا کرتا تھا۔ جو بلاد سندھ کا دار السلطنت ہے۔ اسکی بادشاہ ہند کے دربار میں بڑی عظمت تھی اور بادشاہ مذکور اسے چچا کہا کرتا تھا۔ کیونکہ اس نے اسکے باپ السلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی السلطان ناصر الدین خسرو شاہ کیساتھ جنگ کے وقت مدد کی تھی۔ جب امیر مذکور ہند کے دار السلطنت میں پہونچا تو بادشاہ اس کے استقبال کے لئے نکلا۔ اتفاقاً وہی دن یہاں الشریف بھی پہونچ گیا۔ لیکن الشریف الامیر سے چند میل آگے اسیطرح نقارے بجاتا ہوا چلا آرہا تھا۔ گو موکب سلطان اس سے دوچار ہوا۔ لیکن اسنے کوئی توجہ اُسکی طرف نہ مبذول کی۔ آخر نقیب مذکور خود ہی سلطان کی طرف بڑھا۔ اور اسے سلام کیا۔ اب تو سلطان نے بھی اسکی مزاج پرسی اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ چنانچہ اس نے وجہ بیان کر دی۔ پھر سلطان نے موکب آگے بڑھایا اور کشلی خان سے ملاقی ہوا۔ اور اپنے

دارالامارۃ میں واپس چلا آیا۔ لیکن نہ تو الشریف کی طرف کوئی توجہ مبذول کی اور نہ اسے یا اسکے ماسوا کسی کو اتارنے کا حکم دیا۔ اس زمانہ میں السلطان کا ارادہ شہر دولت یار جانے کا تھا۔ جسے کتکہ بھی کہتے ہیں۔ اور الاویجہ یا دیوگیر۔ یہ شہر دہلی سے چالیس دن کی مسافت پر ہے۔ جب السلطان سفر کرنے لگا تو الشریف کے پاس پانچسو درہم بھیجے۔ یہ مغربی سونے کے حساب سے ایک سو پچیس درہم کے برابر تھے۔ یہ رقم جس شخص کے ہاتھ بھیجی تھی۔ اُسکے ذریعہ یہ کہلا بھیجا تھا کہ اُس سے کہدیتا اگر اپنے بلاد واپس جانے کا ارادہ ہو تو یہ زاد راہ ہے اور اگر ہماری معیت میں چلنا ہے تو یہ راہ خرچ کے لئے ہے اور اگر دارالسلطنت میں رہنے کا ارادہ ہے۔ تو ہماری واپسی تک اخراجات کے لئے یہ رقم ہے۔ اس سے الشریف کو بہت غم ہوا کیونکہ اسکا غالب ظن تھا کہ سلطان اسے اپنی حسب عادت جیسا اسکے مثل دوسرے لوگوں کو عطا کیا ہے بہت کچھ عطا کرے گا۔ چنانچہ اس نے سلطان کی معیت میں سفر اختیار کیا۔ اور الوزیر احمد بن ایاس المدعو بخواجہ جہان کے متعلقین کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے اس لقب سے ملقب کیا تھا۔ اور اسی سے مخاطب بھی کیا کرتا تھا۔ اور تمام لوگ بھی اسے اسی لقب سے مخاطب کرتے تھے کیونکہ انکی عادت ہے کہ جب بادشاہ کسیکا ایسا نام رکھدیتا ہے جو ملک کی طرف نسبت رکھتا ہو۔ مثلاً عماد۔ ثقہ۔ یا قطب یا کسی ایسے نام کے ساتھ جس کی جہان کی طرف نسبت ہو۔ مثلاً صدر وغیرہ تو اسی سے بادشاہ بھی اسے مخاطب کرتا ہے اور تمام لوگ بھی۔ اور جو ماسوا اس لقب کے کسی دوسرے نام سے اسے مخاطب کرتے ہیں مستحق سزا ہوتے ہیں۔ الغرض الوزیر اور الشریف کے مابین مستحکم مودت ہو گئی۔ چنانچہ اسکے ساتھ نہایت حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا تھا اور اسکی بہت زائد عزت کرتا تھا اور بادشاہ کو بھی اسپر ایسا مہربان کیا کہ اُسکے متعلق اسکا نہایت اچھا خیال ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ اسے مملکت کے آباد حصہ میں دو گاؤں دئے جائیں اور اسے وہیں اقامت کا حکم دیا۔ وزیر ہذا نہایت ذی فضل صاحب مروت متصف بمکارم اخلاق تھا۔ غربا سے اسے بڑی محبت تھی۔ اور انکے ساتھ بہت احسان کیا کرتا تھا۔ نیک کاموں میں مصروف رہتا۔ کھانا کھلایا کرتا۔ اور تکئے بنوایا کرتا۔ الشریف ان دونوں مواضعات میں آٹھ سال تک رہا اور اس جاگیر سے بہت مال پیدا کیا۔ پھر جانے کا ارادہ کیا

لیکن یہ امر خارج از امکان تھا کیونکہ یہ سلطان کے ملازموں میں سے تھا اور کسی ملازم سلطان کو بغیر اپنے آقا کی اجازت کے نکلنے کا اختیار نہ تھا۔ سلطان مذکور کو غیر ملکی لوگوں سے بڑی محبت تھی اسلئے انھیں واپس جانے کی بہت کم اجازت دیا کرتا تھا۔ آخر کار نقیب نے براہ ساحل بھاگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اسے وہیں سے واپس کر لیا گیا۔ دار السلطنت لایا گیا۔ پھر اس نے وزیر سے خواہش ظاہر کی کہ کسیطرح بادشاہ سے واپسی کے لئے اجازت لوادیجئے چنانچہ وزیر مذکور نے بادشاہ کو اس معاملہ میں سمجھا بجھا کر راضی کر لیا۔ حتیٰ کہ بادشاہ نے اسے بلاد ہند سے جانے کا پروانہ راہداری دیدیا۔ اور رائج الوقت دراہم کے دس ہزار دینار بھی عطا کئے۔ جو مغربی سونے کے حساب سے ڈھائی ہزار دینار کے برابر تھے۔ یہ دینار تھیلی میں لائے گئے اور انھیں اپنے بستر کے نیچے رکھکر ان پر سو گیا۔ کیونکہ اسے دیناروں سے بڑی محبت تھی اور انھیں دیکھکر بہت خوش ہوا کرتا تھا۔ نیز اس خیال سے بھی کہ مبادا اسکے ساتھیوں میں سے ان میں سے کوئی کچھ نہ لے۔ کیونکہ اسکی طبیعت میں بخالت تھی۔ ان کے اوپر لیٹنے کی وجہ سے پہلو میں درد اٹھا اور برابر بڑھتا ہی گیا۔ اسکی وجہ سے سفر سے بھی باز رہا اور بیسویں دن اس تھیلی کے ملنے کے بعد انتقال کر گیا۔ اور وصیت کی یہ مال الشریف حسن الجرانی کو دے دیا جائے۔ اس نے یہ کل مال ان شیعوں کو خیرات میں دیدیا جو باشندگان عراق و حجاز دہلی میں مقیم تھے۔ کیونکہ اہل ہند اپنے مال کا نہ تو بیت المال کو وارث اور نہ غیر ملکی لوگوں کے مال سے کوئی تعارض ہی کرتے ہیں۔ اور نہ ان سے اس مال کے متعلق کوئی پوچھ گچھ ہی کرتے ہیں یہی حالت باشندگان سودان کی ہے۔ کہ نہ تو گورے رنگ کے لوگوں کے مال سے کچھ تعارض کرتے ہیں اور نہ اسے لیتے ہی ہیں بلکہ متوفی کے ساتھیوں میں سے جو بڑے لوگ ہوتے ہیں انکے پاس یہ مال امانت رکھ دیا جاتا ہے یہانتک کہ اسکا مستحق آجاتا ہے

ذکر (۱۰) برادرزادہ ابو غرہ مسمی بقاسم

اس شریف ابو غرہ کا ایک بھائی المسمیٰ بہ قاسم تھا۔ جو ایک مدت تک غرناطہ میں رہا تھا۔ اور وہیں الشریف ابی عبداللہ ابراہیم الشہیر بالمکی کی بیٹی کے ساتھ اسکی

شادی ہوئی تھی۔ بعد ازاں اس نے جبل طارق میں جاکر بود و باش اختیار کرلی تھی یہانتک کہ الجزیرۃ الخضراء کے مضافات وادی گرزۃ میں شہید ہوا یہ ایسا نڈر شخص تھا۔ کہ بیدھڑک آگ میں کود پڑا کرتا تھا۔ اور بھی بہت سے خلاف عادت کام اس سے سرزد ہوا کرتے تھے۔ اسکی بہت سی اس صفت کے متعلق باتیں زبان زد عوام ہیں اسکے دو پس ماندہ بیٹے ہیں۔ جن کا الشریف الفاضل ابی عبد اللہ محمد بن ابی القاسم بن نفیس الحسینی الکربلائی کفیل ہے یہ شخص بلاد مغرب میں العراقی کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے ان ہر دو پس ماندگان کی ماں سے انکے والد کے مرنے کے بعد شادی کرلی تھی چنانچہ اسکا ہی دوسرے شوہر کے پاس انتقال ہوا۔ پھر اسکے بعد متوفیہ یا اپنے ان دونوں سوتیلے بیٹوں سے اسکا نہایت حسن سلوک رہا۔ اللہ برتر اسے جزائے خیر دے۔

باب (۲۵) بست و پنجم

فصل (۱) روانگی ابن بطوطہ از مشہد علی بسوئے بصرہ

جب ہم امیر المومنین علی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو چکے تو رکب تو بغداد روانہ ہوا۔ اور میں نے رفقائے کبیر کی معیت میں بصرہ کا سفر اختیار کیا۔ رفقائے مذکور عرب خفاجہ اور انھیں بلاد کے باشندے اور نہایت باشوکت اور پر ہیبت لوگ تھے ان اطراف میں ماسوا انکی معیت کے سفر کی کوئی صورت نہیں۔ میں نے اس قافلہ کے امیر شاد بن درّاج الخفاجی کے ذریعہ اونٹ کرایہ کیا۔ اور مشہد علی علیہ السلام سے روانہ ہو کر۔

فصل (۲) الخوانق میں ورود

الخوانق میں اترا۔ یہ مقام النعمان بن المنذر اور ان کے اجداد کے رہنے کا مقام تھا جو بلوک بنی ماء السماء میں سے تھے۔ یہاں کچھ عمارات

کے آثار[1] اور کچھ بقایا بڑے بڑے تبے ایک نہر کے کنارے وسیع میدان میں باقی ہیں نہر مذکور فرات سے نکلتی ہے۔ پھر ہم یہاں سے کوچ کر کے مقام۔

فصل (۳) القائم الواثق میں ورود

القائم الواثق میں وارد ہوئے۔ یہاں ایک ویران گاؤں کے آثار اور ایک ویران مسجد ہے۔ جسکا صرف ایک مینار یا صومعہ باقی ہے۔ پھر یہاں سے الفرات کے کنارے کنارے روانہ ہوکر

فصل (۴) القدار میں ورود

مقام القدار میں پہونچے۔ یہ پانی کے وسط میں بانسوں کا ایک جنگل ہے۔ یہاں دہقانی عرب رہتے ہیں جنہیں المکادی کہتے ہیں۔ ان کا پیشہ راہزنی اور مذہب رافضی ہے۔ ہماری معیت سے فقرا کی ایک جماعت پیچھے رہگئی تھی۔ ان بیچاروں کو ایسا لوٹا کہ جوتے اور کشکولیں تک بھی باقی نہ چھوڑیں۔ یہ اسی جنگل میں پناہ گزیں ہیں۔ جو ان کا تعارض کرتا ہے اسی جنگل میں بھاگ کر پناہ گزیں ہو جاتے ہیں۔ جنگل مذکور میں درندے بھی بکثرت ہیں۔ اس القدار سے ہمیں تین منزلیں طے کرنی پڑیں۔ پھر ہم شہر واسط میں پہونچ گئے۔

فصل (۵) شہر واسط میں ورود

یہ شہر ہر طرف سے نہایت خوبصورت اور یہاں باغوں اور درختوں کی بڑی کثرت ہے اور بڑے بڑے لوگ ہیں جنکی زیارت ہی موجب حسنات اور ان کا دیکھ ہی لینا باعث قبولیت ہے۔ اہالیان شہر اکثر نیکوکار کیا بلکہ سرتاپا خیر باشندگان عراق ہیں اکثر قرآن کریم کے حافظ اور بڑے زبردست صحیح صاحب قرآت ہیں۔ اکثر بلاد عراق کے لوگ انکے پاس

---

(۱) آپکے حالات سے۔ اے سنخولتنس (A. Sehul Tans) کی کتب حالات جزیرۃ العرب متعلق مملکت العرب کا صفحہ ۱۲۶۔ اور آثار العناد یدعربیا صفحات ۱۱، ۳۹، و ۴۷۔ مملو ہیں۔ ہردو مذکورہ کتب کے زبان لاطینی کے اصل مکمل نام یہ ہیں Historia Imperii Valusteneme Jaclandurum In Aralua felicemanumenta Vetusteora Analuoa

علم تجوید یا قرات سیکھنے آتے ہیں۔ اس قافلہ کے ساتھ بھی لوگوں کی ایک جماعت اسی لئے آئی تھی کہ یہاں کے شیوخ سے علم تجوید القرآن حاصل کریں۔ شہر ہذا میں ایک بہت بڑا مدرسہ بھی ہے جسمیں صرف اسی لئے تین سو حجرے بنے ہیں کہ جو طلباء دور دست سے القرآن کی تعلیم کے لئے آئیں۔ وہ اس دار الطلبہ میں رہیں۔ اسے الشیخ تقی الدین بن عبد المحسن الواسطی نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ یہاں کے بڑے لوگوں اور فقہا میں سے ہے۔ ہر طالب علم کو سال میں ایک مرتبہ جامہ پوشیدنی دیا کرتا اور روزانہ خورد و نوش وغیرہ کی ضروریات کا کفیل تھا یہ خود بھی اسکے بھائی اور ساتھی سب بیٹھکر مدرسہ ہذا میں القرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مجھے اس سے شرف نیاز حاصل ہے۔ اس نے میری دعوت بھی کی تھی۔ اور کھجوریں اور بہت سے دراہم بطور زاد راہ کے دیئے تھے۔

ذکر (۶) مزار مبارک ابو العباس احمد الرفاعی

جب ہم شہر واسط میں اترے تو ہمارا قافلہ اس سے باہر تجارۃ کے لئے تین دن تک مقیم رہا۔ یہاں ہم الولی ابی العباس احمد الرفاعی(۱) کے مزار مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے مزار مبارک ام عُبیدۃ کے قریب ہے جو واسط سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ میں نے الشیخ تقی الدین سے عرض کیا۔ کہ میرے ساتھ کسیکو بھیجدیجئے جو مجھے وہاں تک پہونچادے آپ نے میرے ساتھ بنی اسد کے تین عربوں کو کردیا۔ جو اسی جانب کے رہنے والے تھے۔ اور سواری کے لئے ایک گھوڑا بھی دیا۔ میں ظہر کے وقت روانہ ہوا۔ شب کو تو اسی بنی اسد کے پڑاؤ میں آرام کیا اور دوسرے دن ظہر کے وقت رواق تک پہونچا۔ یہ ایک بہت بڑی رباط ہے

(۱) ان ولی کامل کے کچھ حالات نفحات الانس مولانا جامی علیہ الرحمۃ سے اخذ کرکے بحذف عبارات حوالہ قلم کئے جانے ضروری ہیں یہ شیخ سیدی احمد بن ابی الحسن الرفاعی قدس اللہ تعالی۔ بحیثیت ولی نہایت بلند درجہ اور اعلی مرتبہ رکھتے تھے۔ اللہ پاک نے آپکے دست مبارک سے بہت سے خوارق ظاہر کرائے ہیں اور نہایت ممتاز لوگوں کو آپ کا والہ و شیدا بنایا ہے۔ آپکی ذات بابرکات سے بہت سی عجیب باتوں کا اظہار ہوا ہے۔ لیکن آپکے مریدین میں کچھ اچھے ہیں اور کچھ برے۔ کچھ شعلہ زن دہکتی آگ میں داخل ہوجاتے ہیں اور سانپوں سے کھیلتے ہیں۔ نہ تو یہ آپکی تعلیم معلوم ہوتی ہے اور نہ آپ جیسے دیگر ولی صلحا کی تعلیم ہے اللہ برتر شیطان سے پناہ میں رکھے آپ امام بزرگوار موسی کاظم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ ام عبیدۃ میں بود و باش کیا کرتے تھے پنجشنبہ کو دن بائیسویں جمادی الاول ۵۷۸ھ مطابق ۱۱۸۲ء کو وصال فرمایا

جس میں ہزاروں فقرار ہتے ہیں۔ وہاں الشیخ احمد کوچک ولی اللہ ابی العباس الرفاعی کے پوتے سے جنکی زیارت کو میں جارہا تھا۔ شرف ملاقات حاصل ہوا۔ آپ بلاد روم میں سے جس مقام میں رہتے تھے۔ اپنے دادا کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اور رواق کی شیوخت بھی آپ ہی کو پہنچی تھی۔ جب نماز عصر ہو چکی تو نقارے اور دف بجائے گئے اور فقراء پر کیفیت وجد طاری ہوئی۔ پھر انھوں نے نماز مغرب ادا کی اور دسترخوان چنا گیا۔

ذکر (۷) طائفہ احمدیہ کا سماع میں رقص وغیرہ

جس پر چاول کی روٹیاں۔ مچھلیاں دودھ اور کھجوریں تھیں۔ لوگوں نے کھانا کھایا اور نماز عشاء آخرہ سے فارغ ہوئے۔ اور پھر ذکر میں مشغول ہوگئے۔ الشیخ احمد اپنے جد مذکور کے سجادہ پر تشریف فرما ہوئے۔ اور گانا شروع ہوا۔ بوجھ بھر لکڑیاں لاکر ڈالی گئیں۔ اور انہیں آگ لگائی گئی اور فقراء اسکے وسط میں گھس کر رقص وجد میں مصروف ہوئے۔ بعض فقراء تو آتش مذکور میں لوٹتے تھے اور بعض انگارے کھاتے تھے حتی کہ ساری آگ بجھ گئی۔ یہ ان کا طریقہ ہے۔ اور یہ امورات اس طائفہ الاحمدیہ کے مخصوصات ہیں۔ ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو زندہ سانپ کو پکڑ کر دانتوں سے اسکا سر کاٹتے ہیں حتی کہ علیحدہ کر دیتے ہیں۔

فائدہ (۸) حکایت متعلق طائفہ حیدریہ

میرا ایکمرتبہ ایک مقام میں جسکا نام افغانپور اور مضافات ہزار امروہا میں سے تھا اسکے اور دار السلطنت ہند کے درمیان پانچ منزل کی مسافت ہے۔ گذر ہوا۔ ہم وہاں ایک نہر کے کنارے جسکا نام السرور تھا اترے۔ یہ برشگال کا موسم تھا۔ اسکے یہاں برشگال موسم بارش کو کہتے ہیں۔ قراجیل کے پہاڑوں سے اس نہر میں اسیل بہکر گرتی تھی جو کہ اسکا پانی انسانوں اور چوپاؤں میں سے پیتا تھا مرجاتا تھا۔ کیونکہ یہ بارش کا پانی زہریلی گھاس پر سے آتا تھا۔ الغرض ہم اس نہر پر چار دن ٹھہرے۔ لیکن اسکے پاس کوئی نہ گیا۔ یہاں

ہمیں فقراء کی ایک جماعت ملی۔ جو اپنے گلے میں لوہے کے طوق اور ہاتھوں میں کڑے ڈالے ہوئے تھے۔ ان کا بڑا فقیر بالکل کالا بھجنگا تھا۔ یہ لوگ الحیدر (۱) یہ گروہ کے تھے۔ یہ ہمارے قریب ہی شب باش رہے۔ انکے بڑے نے ہم سے کہا کہ آپ کچھ لکڑیاں منگوادیں تاکہ رقص وجد کے وقت جلائی جادیں۔ میں نے یہاں کے حاکم سے جسکا نام عزیز اور لقب خمار تھا جسکا عنقریب ذکر آئیگا۔ کہا کہ لکڑیاں منگوا دیجئے۔ اس نے تقریباً بیس گٹھے لکڑیاں بھجوادیں۔ ان فقراء نے نماز عشاء آخرۃ کے بعد ان لکڑیوں میں آگ لگادی حتیٰ کہ سب جلکر آگ کے انگارے ہوگئیں اور گانا ہونے لگا۔ وہ لوگ اس آگ میں گھس گئے اور برابر حالت وجد میں ناچتے اور اس آگ پر لوٹتے رہے۔ انکے بڑے یا سردار نے مجھسے ایک کرتہ مانگا۔ اسے میں نے ایک نہایت باریک کرتہ نکال کر دیدیا۔ وہ اسے پہن کر آگ میں لوٹنے لگا۔ اسکی آستین آگ پر مارتا تھا۔ حتیٰ کہ یہ سارے انگارے بجھ اور سرد ہوگئے۔ میرے پاس وہ کرتہ لایا اسمیں کہیں ذرہ بھر بھی آگ کا اثر نہ تھا۔ اس سے مجھے بہت حیرت اور تعجب ہوا۔

ذکر (۹) آب الھضیب و ذکر (۱۰) وادی الکریم و ذکر (۱۱) موضع المشیرب

جب میں الشیخ ابی العباس الرفاعی۔ اللہ برتر آپکے وسیلہ سے نفع پہنچاتے زیارت سے فارغ ہوگیا تو شہر واسط واپس آیا تو میں نے ان رفیقوں کو دیکھا کہ سب کوچ کر گئے ہیں چنانچہ ان سے راستہ میں جاملا۔ ہم سب ایک پانی پر پہونچے جسے الھضیب کہتے تھے پھر وہاں سے کوچ کرکے وادی الکریم میں اترے۔ وہاں پانی نہ تھا۔ پھر روانہ ہوکر ایک مقام پر پہونچے جسے المشیرب کہتے تھے۔ پھر یہاں سے کوچ کرکے البصرہ کے قریب اترے پھر یہاں سے کوچ کیا اور دن چڑھے شہر بصرہ میں داخل ہوگئے۔

(۱) جہاں اس سفرنامہ میں خراسان کا ذکر ہیو وہاں کچھ حالات اس فرقہ منصوفہ کی ریاضات اور اسکے رہبر کے حوالہ قلم کئے گئے ہیں

باب بست و ششم (۲۶)

فصل (۱) شہر بصرہ میں ورود

یہاں ہم مالک بن دینار کی رباط میں اترے۔ جب میں مقام مذکور پر آیا۔ تو تقریباً دو میل[1] تک قلعہ کے مشابہ ایک عالیشان عمارت نظر آئی۔ میں نے اسکے متعلق لوگوں سے دریافت کیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مسجد ہے شہر ہذا کی سرزمین بڑی ہموار اور فراخ کہ مسجد مذکور اسکے وسط میں واقع تھی۔ اسکے اور موجودہ بصرہ کی آبادی کے مابین اب دو میل کا فاصلہ ہے۔ اسیطرح اسکے اور اسکی پہلی شہرپناہ کے مابین بھی اسیقدر فاصلہ ہے۔ اسلئے مسجد مذکور ان دونوں کے وسط میں تھی۔ شہر بصرہ عراق کے امہات البلاد میں سے ہے جسکا تمام عالم میں شہرہ ہے۔ اسکا اطراف بہت وسیع اور سواد نہایت مصفا اور دلچسپ ہے۔ باغ بہت ہیں اور پیداوار کی بڑی کثرت سے پیداواری اور تروتازگی سے مالا مال ہے۔ دریائے شور اور شیریں نہر دونوں کا یہاں مجمع ہے اس شہر سے بڑھکر دنیا میں کہیں نخلستان نہیں۔ یہاں کے بازار میں کھجوریں ایک درہم میں چودہ رطل عراقی ملتی ہیں۔ یہاں کا درہم ایک ثلث النقرہ کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں کے

(۱) اصطلاح میل کی ابن جبیلہ کے یہاں یہ تشریح ہے۔ ایک میل = ۱۰۰۰ باع ؛ ایک باع = ۴ ذراع ؛ ایک ذراع = ۲۴ انگل ؛ ایک انگل = ۶ جو باین طور کہ ایک کے پہلو میں دوسرا رکھا جائے ؛ ایک جو = خچر کی دم کے چھ بالوں کے مجموعی چوڑان کے برابر۔ ایک فرسخ = ۳ میل کا ؛ ایک برید = ۴ فرسنگ کے "برد" کے متعلق گولیس [illegible] کی اس تحریر میں مسالحہ ہے : بارہ میلوں کی اندرونی پیمایش تین فرسنگ ہے" یہاں بجائے ۳ کے ۴ ہونا چاہیئے۔ مشرقی اور انگریزی میل کی نسبتی مسافت ۱۸ ½ فرسنگ = ایک ڈگری۔ بحوالہ کولمبس سیدیا ابو الفدا ؛ اگر کسور سے نجات پہلی کیجائے تو وہ نسبت ہوگی جو ۱۱۲ کی ۱۳۹ کے ساتھ ہے۔ اس لحاظ سے مشرقی میل کی انگریزی میل سے ۱۳۹ کی ۱۱۲ کے ساتھ نسبت ہوگی۔ اگر یہ حساب درست ہو تو ایک مشرقی میل ½ ۲۱۸۴ انگریزی گزوں کے برابر ہوگا اسی لحاظ سے دوسری مذکورہ پیمایشوں کی نسبت سمجھہ لیجئے۔ صاحب قاموس کہتا ہے کہ آجکل میل کی غیر معین مسافت کی بھی وہی حالت ہے جو قدیم عہد میں فرسنگ کی مساحت کی غیر معینہ حالت تھی۔

قاضی حجۃ الدین نے میرے پاس کھجوروں کا اتنا بڑا گٹھا بھیجا کہ ایک آدمی بدقت اٹھا سکتا تھا میں نے ارادہ کیا کہ اسے بیچ ڈالوں۔ نو درہم میں فروخت ہوا۔ اس قیمت میں تہائی کولی نے اپنی مزدوری میں لے لی کہ مکان سے بازار تک اٹھا کر لے گیا تھا۔ یہاں کی کھجور سے ایک قسم کا شیرہ بناتے ہیں۔ جسکا نام السیلان ہے۔ یہ ایسا اچھا ہوتا ہے جیسے الجلاب۔

ذکر (۲) محلہائے بصرہ

بصرہ تین محلوں پر شامل ہے ایک کا نام ہذیل ہے۔ اس محلہ کے بڑے شخص کا نام الشیخ الفاضل علاء الدین بن الاثیر ہے۔ یہ شخص بڑے کریم اور فاضل لوگوں میں سے ہے۔ میری ضیافت بھی کی تھی اور میرے پاس کپڑے اور درہم بھیجے تھے۔ دوسرے محلہ کا نام بنی حرام ہے۔ یہاں کے بڑے شخص السید الشریف مجد الدین موسی الحسنی صاحب مکارم و فواضل ہیں۔ آپ نے بھی میری ضیافت کی تھی اور میرے پاس کھجوریں السیلان اور درہم بھیجے تھے تیسرے محلہ کا نام العجم ہے اسکا سب سے بڑا شخص جمال الدین اللوکی ہے۔

فائدہ (۳) مسجد علی

باشندگان بصرہ بہت با اخلاق اور مسافروں سے انس رکھنے والے اور ان کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ خاطر و تواضع اور مسافر نوازی میں کوئی دقیقہ نامرعی نہیں چھوڑتے۔ اسلئے ان میں رہکر مسافر بالکل نہیں گھبراتا۔ نماز جمعہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مسجد میں جسکا ذکر ہو چکا ہے۔ ادا کرتے ہیں۔ پھر وہ بند ہو جاتی ہے اور ماسوا دوسرے جمعہ کے درمیان میں کوئی نہیں آتا۔ مسجد ہذا سب سے اچھی مساجد میں سے ہے۔ اسکا صحن نہایت فراخ ہے۔ اور فرش وادی السباع سے جو سرخ کنکریاں آتی ہیں ان سے مفروش ہے۔ اس میں وہ مصحف کریم رکھا ہوا ہے جسکے پڑھتے وقت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے تھے اور اُس ورق میں خون کا متغیر نشان بھی ہے جسمیں اللہ برتر کا یہ قول ہے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[1]

[1] قرآن کریم ۲۔ آیت ۱۳۱۔

فائدہ (۴) پُر از عبرت حکایت

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں اس مسجد میں نماز جمعہ میں شریک تھا۔ جب خطیب کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگا تو خوب بالجہر گا گا کر پڑھتا تھا۔ اسکے اس فعل سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ اور اس واقعہ کا القاضی حُجۃ الدین سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب یہاں کوئی ایسا شخص نہیں باقی رہا جو کچھ بھی علم نحو سے واقفیت رکھتا ہو۔ یہ اُس شخص کے لئے بڑی پر از عبرت بات ہے جو تغیرات عالم کا بنظر تعمق مشاہدہ کرتا ہے۔ کہ اللہ برتر کی پاک ذات امورات کو کیسا اُلٹ پلٹ اور متغیر کر دیا کرتی ہے۔ اور کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ اُس نے بصرہ کے امورات کو ایسا الٹ پلٹ کر دیا ہے کہ کبھی تو یہ نحو کا مرکز اور اس علم کا مقام اصول و فروع تھا اور یہاں کے باشندے اسکے مسلم الثبوت امام تھے۔ اور اب یہاں کا خطیب جمعہ کا خطبہ بھی ٹھیک طریقہ پر نہیں پڑھ سکتا۔

مسجد ہذا کے سات مینار ہیں ان میں سے ایک مینار کے متعلق یہ مشہور ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی لینے سے لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ میں اسپر مسجد کی اعلیٰ چھت سے چڑھا۔ بعض اہل بصرہ بھی میری معیت میں تھے اسکے کھمبون میں سے ایک کھمبے میں لکڑی کا ایک ہتا کیلوں سے ایسا جڑا ہوا اور جوڑا ایسا چسپاں تھا کہ ہلانے سے بالکل نہ ہلتا تھا۔ کھڑکھڑاہٹ تو کیا معنی۔ ایک شخص نے جو میری معیت میں تھا اُس ہینڈل میں ہاتھ ڈالا اور کہا کہ "بطفیل سر مبارک امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ہل"۔ اسپر اس ہینڈل نے جنبش کھائی اور مینار مذکور بھی حرکت میں آ گیا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ ہینڈل میں ڈالا اور کہا "میں کہتا ہوں اس مبارک ابی بکر خلیفۂ رسول اللہ صلعم کے طفیل سے ہل" اور ہینڈل ہلایا۔ اسپر بھی مینار حرکت میں آ گیا۔ لوگوں کو اس واقعہ سے بڑا ہی تعجب ہوا۔ اہل بصرہ سنت والجماعت مذہب کے ہیں جیسا میں نے کہا۔ اگر کوئی یہاں ایسا کرے تو کوئی خوف کی بات نہیں۔ اگر ایسا مشہد علی، مشہد الحسینؓ۔ الحلۃ۔ البحرین۔ قُمّ۔ قاشان۔ ساوۃ۔ آوۃ۔ بالحوس۔ الغرض مذکورہ مقامات میں سے کسی مقام میں بھی کیا جائے تو کرنے والا سلا

نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ ان مقامات کے باشندے بڑے کٹے رافضی ہیں۔

ابن جزی کہتے ہیں میں نے بلاد اندلس کی وادی المنصورۃ کے شہر برشانہ میں ایک مینار دیکھا ہے۔ جو خلفاء وغیرہم میں سے کسی کے نام سے بھی متحرک ہوجایا کرتا ہے یہ مینار ایک مسجد کا ہے۔ جسکی عمارت بڑی عالیشان ہے۔ مگر کوئی قدیم نہیں۔ جتنے مینار اتبک نظر سے گذرے ہیں انہیں یہ نہایت اچھا اور خوبصورت مینار ہے اور پستی اور بلندی کے لحاظ سے متوسط ہے نہ کسی طرف کو جھکا ہوا ہے اور نہ اس میں کوئی دھوکا ہے۔ میں ایک مرتبہ اسپر چڑھا تھا۔ کچھ لوگ بھی میری معیت میں تھے۔ بعض آدمیوں نے اُسکے کونوں کے تپھروں کو جو پکڑ کر ہلایا تو سارا مینار ہلنے لگا یہانتک کہ مجھے اُن سے کہنا پڑا کہ اب نہ ہلاؤ۔ میرے کہنے سے انھوں نے ہلانا بند کر دیا۔ (آمدم باصل)

ذکر (۵) بصرہ کے مشاہد مبارکہ

مزارات مبارک میں سے طلحۃ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ آپ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے ایک فرد ہیں۔

ذکر (۶) مزار مبارک طلحۃ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

مزار ہذا شہر کے اندر ہے اسپر قبہ، مسجد اور خانقاہ بنی ہے۔ خانقاہ مذکور میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔ اہل بصرہ اس مزار مبارک کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور در حقیقت وہ مستحق بھی اسکا ہے۔

ذکر (۷) مشہد الزبیر بن القوام رضی اللہ عنہا

مشاہد متبرکہ میں سے پھر حضرت الزبیر بن القوام رضی اللہ عنہا کا مشہد مقدس ہے۔ آپ رسول اللہ صلعم کے حواری اور آپکی پھوپھی کے صاحبزادے ہیں رضی اللہ عنہا۔ مشہد ہذا بصرہ کے باہر ہے اسپر کوئی قبہ نہیں۔ ہاں ایک مسجد اور خانقاہ ضرور ہے جسمیں مسافروں کو کھانا ملا کرتا ہے۔

ذکر (۸) حلیمہ سعدیہ رسول اللہ صلعم کی رضائی والدہ کا مزار مبارک

نیز یہاں کے مشاہد مقدسہ میں سے حلیمہ السعدیہ کا مزار مقدسہ بھی ہے۔ آپ رسول اللہ صلعم کی رضاعت کی وجہ سے والدہ ہیں۔

ذکر (۹) رسول اللہ صلعم کے رضاعی بھائی کا مزار

اس مزار مقدسہ کے پہلو میں آپکے صاحبزادے اور رسول اللہ صلعم کے رضائی بھائی کا مزار

ذکر (۱۰) ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلعم کا مزار

مشاہد متبرکہ میں سے ابی بکرۃ صحابی رسول اللہ صلعم کا مزار مقدس ہے اسپر ایک قبہ بنا ہے۔ اس سے چھ میل کے فاصلہ پر وادی السباع کے قریب۔

ذکر (۱۱) انس بن مالک خادم رسول اللہ صلعم کا مزار مقدس

انس بن مالک خادم رسول اللہ صلعم کا مزار مقدس ہے۔ اس مشہد مبارک کی زیارت کے لئے کوئی راستہ نہیں اور درندوں کی کثرت اور آبادی نہ ہونے کے باعث بغیر بہت سے آدمیوں کے جانا متعذر رہے۔

ذکر (۱۲) مزار مبارک الحسن بن ابی الحسن البصری سید التابعین رضی اللہ عنہ

مشاہد متبرکہ میں سے الحسن بن ابی الحسن سید التابعین رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس ہے

ذکر (۱۳) مزار مبارک محمدؒ بن واسع رضی اللہ عنہ

پھر محمد بن واسع رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس ہے۔

ذکر (۱۴) مزار مالک بن دینار رضی اللہ عنہ

پھر مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس ہے۔

ذکر (۱۵) مزار حبیب العجمی رضی اللہ عنہ

پھر حبیب العجمی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

ذکر (۱۶) مزار سہل بن عبداللہ التستری رضی اللہ عنہ

پھر سہل بن عبداللہ التستری رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس ہے۔

ان مزارات میں سے ہر مزار کے تعویذ پر صاحب مزار کا نام اور تاریخ وصال تحریر ہے یہ سب قدیمی شہر پناہ میں داخل ہیں۔ آج اس شہر پناہ اور شہر موجودہ کے مابین تقریباً تین میل کا فاصلہ ہے۔ نیز ماسوا مزارات مذکور کے اور بھی صحابہ اور ان تابعین کے بہت سے مزار ہیں جو یوم الجمل میں شہید ہوئے تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ میرے یہاں ورود کے زمانہ میں امیر البصرہ رکن الدین العجمی التوریزی (التبریزی) آپ نے میری ضیافت بھی کی تھی اور بحسن سلوک پیش آئے تھے۔ بصرہ الفرات اور الدجلہ کے ساحل پر واقع ہے۔ اسمیں جدو جزر ہوتا رہتا ہے اور اسیطرح مغرب کی وادی سلا وغیرہ کی حالت ہے۔ جو شور خلیج۔ بحر فارس سے دس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ جب اس میں مد ہوتا ہے تو اسکا پانی شیریں پانی پر غالب ہوجاتا ہے اور جب جزر ہوتا ہے تو میٹھا پانی شور پر غالب ہوجاتا ہے۔ اس لئے اہل بصرہ کے مکانات کو پانی سیراب رکھتا ہے۔ اسی لئے یہ کہاوت بنگئی ہے۔ ان ماءھم زعاق (اہل بصرہ کے پانی کی جو شورپنی میں کیا شک ہے)

ذکر (۱۷) اشعار متعلق آب و ہوا وغیرہ

ابن جزی کہتے ہیں اسی وجہ سے بصرہ کی ہوا زور دار نہیں اور یہاں کے لوگوں کا رنگ زرد اور چہرے بے روپ ہوتے ہیں۔ حتی کہ ایکی ضرب المثل بنگئی ہے۔ کسی شاعر نے جب الصاحب کے سامنے تربوز لایا گیا تو یہ کہا۔

لِلّٰہِ اُتْرُجٌّ غَدَا بَیْنَنَا
مُعَبِّرًا عَنْ حَالِ ذِی عِبْرَۃٍ
کَمَا کَسَی اللّٰہُ ثِیَابَ
اَھْلِ الْھَوٰی وَ سَاکِنِی الْبَصْرَۃِ

بحر سریع (۱)

باخدا ہم میں اُترج زبان حال سے ذی عبرت لوگوں کا شاہد بنگیا۔
جیسے کہ اللہ نے علالت کا لباس عشاق اور باشندگان بصرہ کو پہنایا۔ (آدم باصل)

باب بست و ہفتم (۲۷)

فصل (۱) بصرہ سے بصوب فارس کوچ

پھر میں ساحل بصرہ سے صنبوق (۲) یعنی چھوٹی کشتی پر سوار ہوکر روانہ ہوا اور۔

فصل (۲) الابلہ میں ورود

الابلہ (۳) پہونچا اسکے اور بصرہ کے مابین دس میل کا فاصلہ ہے اور یہ برابر باغات گے

(۱) میری کتاب بساتین البلاغۃ کا حصہ متعلق فن عروض ملاحظہ فرمایئے۔ عطاء الرحمن۔ مترجم

(۲) ترکی صنبوق "قلمی تلخیص سفرنامہ ابن بطوطہ فتح اللہ البیلونی موجودہ پبلک لائبریری کیمرج یعنی سنبوک ور ترکی سنبکیہ

(۳) ابو الفدا کہتا ہے کہ مقام مذکور کا بلحاظ اطوال طول البلدہ ۸۔۴۰۔۷۴۔ اور عرض البلدہ ۰۰،۵۵۔۳۰۔ اور بلحاظ قانون طول البلد ۴۰۔۷۴۔ اور عرض البلدہ ۵۵،۳۱۔ اور پھر ابن حوقل کی زبان سے مقام ہذا کے متعلق بیان کرتا ہے کہ ابن حوقل کہتا ہے کہ ابلہ ایک چھوٹا مستحکم اور آباد شہر ہے اسمیں ایک نہر الابلہ جاری ہے جو دریائے دجلہ سے نکل کر جو شہر بصرہ کے مقابل ہے ہلا سہلہ آتی ہے اور پھر بصرہ جاتی ہے اور اس دریا کی شاخ سمندر اور عبادان جاتی ہے۔ (بقیہ صفحہ آیندہ پر)

ہوئے چلے گئے ہیں اور داہنے بائیں درخت سایہ فگن ہیں۔ درختوں کے سایہ میں دوکاندار بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو روٹی۔ مچھلی۔ کھجوریں۔ دودھ اور پھل پھلاری بیچتے ہیں۔

ذکر (۳) عبادت خانہ سہل بن عبداللہ التستری رضی

بصرہ اور آبلہ کے مابین سہل بن عبداللہ التستری رضی کا عبادت خانہ ہے جب لوگ کشتیوں میں اسکے مقابل پہونچتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ اسکے محاذ میں جو حصہ وادی آتا ہے اسمیں سے پانی پئیں گے اور ان ولی رضی اللہ عنہ کے توسل سے بہبودی کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ ملاح ان بلاد میں کھڑے کھڑے دکانداری کرتے ہیں۔ ابلہ کسی زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا جس میں ہند اور فارس کے تاجر بغرض تجارت آیا کرتے تھے۔ اب ویران اور گاؤں کی صورت ہو گیا ہے۔ اب محلہ وغیرہ کے نشانات رہ گئے ہیں جو آج اسکی پہلی عظمت کا پتہ دیتے ہیں اسکے بعد ہم پھر فارس ... خلیج میں ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہوئے جو ... نام سے ابلہ کے ایک ... تھا بعد مغرب سوار ہوئے تھے اور صبح ...

فصل (۴) عبادان میں ورود

عبادان(۱) میں ہوئی۔ یہ ایک بہت بڑا موضع زمین شور پر واقع ہے۔ اسمیں کوئی عمارتیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰) بصرہ تک اسکا لمبان چار فرسنگ ہے۔ اور نہر مذکور کے دونوں کناروں پر ایک دوسرے سے متصل محل اور باغات ہیں اور ایسا اتصال ہے کہ بس ایک قطار معلوم ہوتا ہے کہ چلی گئی ہے۔ یہی حالت اسکے کھجوروں کے درختوں کی ہے کہ ایک قطار میں چلے گئے ہیں۔ ان حصص میں تمام باغات کی یہ صورت ہے کہ یکے بعد دیگرے مسلسل واقع ہیں جب سمندر مد پر ہوتا ہے تو تمام نہریں پانی سے لبریز ہو جاتی ہیں حتی کہ بلا روک و دشواری خرموں کے درختوں اور وادیوں میں آجاتا ہے۔ اور جب جزر کی حالت ہوتی ہے تو باغات اور کھجوروں کے درختوں سب کو چھوڑ چھاڑ چلدیتا ہے۔ جن نہروں کا یہاں ذکر ہے یہ ڈاکٹر رسل (Russell) کی "نیچرل ہسٹری الیپو" اسقدر بکثرت ہیں کہ انسے باغات کی آبیاری ہوتی ہے پھر انسے اور بھی چھوٹی چھوٹی شاخیں کاٹی گئی ہیں جو باغات کے چمنوں وغیرہ کو سیراب کرتی ہیں۔ غالباً زیوری کے پیش نظر یہی نہریں تھیں۔ جب ہی تو اس نے کہا ہے "درخت دریاؤں کے پانی سے جاتے جاتے ہیں" ذہر بلوت (..... D. Hessel) کا ابلہ کے تحت میں مطالعہ فرمائیے۔

(۱) الہروی کہتے ہیں "یہ سمندر میں ایک جزیرہ کا نام ہے جسمیں ایک مشہد ہے جو اسکی النبی صلعم کیطرف نسبت کیجاتی ہے اسمیں علی رضی اللہ عنہ کا کنواں۔ الخضر علیہ السلام کا مشہد اور ایک رباط مبارکہ ہے۔ الغرض یہ ایک متبرک مقام ہے

نہیں ہیں۔ یہاں مسجدوں۔ عبادت خانوں (دیر الصالحین) کی رباطوں کی بڑی کثرت ہے اور اسکے اور ساحل کے ابین تین میل کی مسافت ہے۔

ذکر (۵) اشعار متعلقہ

ابن جزی کہتے ہیں کہ عبادان زمانہ قدیم میں ایک شہر تھا۔ یہاں کی زمین قابل زراعت نہیں ہے۔ اور پانی بھی یہاں کم ہے۔ اسلئے ضروریات خوردنی اور نوشیدنی دوسری جگہوں سے لاتے ہیں۔ اسکے متعلق کسی شاعر کا یہ کلام بھی ہے۔

بحر سریع (۱)

من مبلغ اندلسا انني
حللت عبادان اقصى الثرى
اوحش ما ابصرت لكنني
قصدتها اذكرها في الورى
الخبز فيها يتهادونه
وشربة الماء بها تشترى

ترجمہ

ہے کوئی جو اندلس تک پہونچا دے۔ میں عبادان میں جو دنیا کے اس سرے پر ہے اترا ہوا ہوں۔
وحشت ناک ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ عالم میں اسکی تشہیر بھی کردوں۔
یہاں روٹیاں تحفواً ہدیہ دیتے ہیں۔ اور پیاس کے لئے پانی دیا جاتا ہے۔ (آدم بر اصل)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۱) جسمیں اطراف عالم سے عباد اور زہاد زیارت کیلئے حاضر ہوا کرتے ہیں"۔

ابوالفدا۔ اس مقام کا طول البلد بتسدالحوالہ ۰۳۰-۴۷ اور عرض البلد ۰۲۰-۲۵ لکھتا ہے۔ لیکن اسکے ماسوا اور لوگوں نے اختلافاً ۵۵-۵-۷۵ اور ۳۰-۵۰-۷ طول البلد بتایا ہے۔ پھر بسند ابن سعید اسکا حال یوں لکھتا ہے "اس نے کہا کہ عبادان بحر فارس میں ہے۔ جو اس کے گرداگرد ہے۔ اور اب صرف تھوڑی سی خشکی رہگئی ہے۔ اس مقام کے جنوب مشرق میں دریائے دجلہ سمندر میں گرتا ہے۔ ابن سعید کے ماسوا اور لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ عبادان دریائے دجلہ کے بحر فارس میں گرنے کی جگہ یعنی دہانے پر جانب شرقی میں واقع ہے اور اس مقام سے ساحل مہروبان تک تقریباً چار منزل کی مسافت ہے۔ اور یہ یعنی عبادان بصرہ سے ڈیڑھ منزل کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ عبادان کے جنوب اور مشرق میں الخشباب یعنی کشتیوں کے راستہ کے لئے بحر میں علامات جو انہیں علامات تک رہتی ہیں اور ادھر ادھر نہیں جاتیں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جزر سے خشکی پر جا کر ٹکرا جائیں"۔ ان خشباب حد بندی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ رسیوں سے حد قائم کر دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہاں بھی رسیاں باندھ کر علامت قائم کر دی جاتی ہے کہ جہاز حفاظت کے ساتھ آجائیں۔ اس میں Assemann کی ببلیاتھ اورینٹ جلد سوم صفحہ ۲ و ۱۲۰۶۔ سر ولیم اوسلے کا اورنیٹل جغرافیہ صفحہ ۱۱ وغیرہ اور ڈفریمری کے یہاں عبادان کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) میری کتاب بیاتین الایا نمۃ کا حصہ متعلق علم عروض مطالعہ فرمائیے۔ عطاء الرحمن۔ مترجم۔

فائدہ (۶) حکایت

اسی البحر کے ساحل پر ایک کنڈ ہے۔ جسے خضر والیاس علیہما السلام کا کنڈ کہتے ہیں۔ اس کنڈ کے مقابل ایک خانقاہ ہے۔ جس میں مع اپنے بال بچوں کے چار فقیر رہتے ہیں اور کنڈ اور خانقاہ کی خدمت کرتے ہیں۔ ان کی بسر اوقات زائرین کے نذرانوں پر ہے۔ وہاں سے جو گذرتا ہے انہیں خیرات دیتا ہے۔ اس خانقاہ کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ عبادان میں ایک عالی مرتبہ زاہد تن تنہا رہتا ہے۔ مہینہ میں ایک مرتبہ اس سمندر پر آتا ہے۔ اور اس سے اسقدر کھانے کے لئے لیجایا کرتا ہے۔ جتنا مہینہ بھر کے لئے اُسے کافی ہوتا ہے۔ پھر مہینہ ختم ہونے کے بعد نظر آتا ہے۔ کئی سال گذر گئے ہیں کہ وہ اسیطرح زندگی بسر کر رہا ہے۔ جب ہم عبادان پہنچے تو میرا ماسوا اس عابد کی تلاش کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ میرے تمام ساتھی تو مسجدوں اور عبادت خانوں میں نماز وعبادت میں مصروف ہو گئے اور میں اسکی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ میرا ایک ویران مسجد میں گذر ہوا وہاں دیکھا کہ عابد مذکور نماز میں مصروف ہے۔ میں اسکے ایک جانب بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنی نماز میں اختصار کیا۔ اور سلام پھیر کر میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا "اللہ دنیا اور آخرت میں تیری مراد پوری کرے"۔ چنانچہ بحمد اللہ دُنیا میں تو میری مراد پوری ہو گئی یعنی سیاحت اور اللہ نے مجھے اُن مقامات پر پہونچایا کہ میری دانست میں آجتک وہاں کسی سیاح کے قدم نہیں گئے۔ اب رہی دوسری مراد سو اللہ کی رحمت سے مجھے دخول جنت کی مراد کے حصول کی قوی اُمید ہے۔

جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میں نے اس عابد شخص کے متعلق ان سے سارا ذکر کیا۔ اور مقام بھی بتایا۔ یہ سب لوگ اسکے پاس گئے لیکن نہ تو وہاں وہ ہی ملا اور نہ اس کا کوئی پتہ چلا۔ اس واقعہ سے اُنہیں بڑا تعجب ہوا۔ پھر شام کے وقت خانقاہ مذکور میں واپس آئے اور وہیں سو رہے۔ اُن چار فقرا میں سے نماز عشاء آخرۃ کے بعد ایک فقیر آیا۔ اس کی عادت تھی کہ ہر رات کو عبادان جایا کرتا اور تمام مسجدوں کے چراغ جلایا کرتا اور پھر خانقاہ مذکور میں واپس آجاتا۔ اس شب کو جب یہ عبادان گیا تو اسکی عابد شخص سے ملاقات ہوئی تھی۔

اُس نے اسے تازی مچھلی دی اور کہا کہ یہ اُس مہمان کو دیدینا۔ جو آج آیا تھا۔ چنانچہ اس فقیر نے آکر ہم سب سے دریافت کیا "آپ لوگوں میں سے الشیخ سے آج کون ملا تھا؟ میں نے کہا کہ "میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں"۔ اُس نے کہا کہ "فقیر نے کہا ہے یہ آپکی ضیافت کے لئے ہے۔ اسپر میں نے اللہ برتر کا شکر بیہ ادا کیا۔ اور فقیر مذکور نے وہ مچھلی ہمارے لئے پکائی ہم سب نے اُس میں سے کھائی۔ آجتک ایسی عمدہ مچھلی کھانے میں نہیں آئی تھی۔ اور میرے دل میں آیا کہ باقی عمر شیخ ہی کی خدمت میں بسر کردوں۔ لیکن خوشامدی نفس نے مجھے اس سے باز رکھا۔

باب بست و ہشتم (۲۸)

فصل (۱) ملک فارس میں ورود

پھر ہم سمندر میں صبح کے قریب بلدہ ماچول کے لئے سوار ہوئے۔ میں نے اپنے سفر کا یہ دستور رکھا تھا۔ کہ جس راستہ سے ایک مرتبہ گذر ہو چکا ہے اسپر سے دوبارہ جہانتک امکان ہو نہ گذروں اور بغداد العراق جانے کی بھی بہت زیادہ خواہش تھی۔ پس بعض اہل البصرہ نے مجھے سفر میں سرزمین اللور۔ پھر عراق العجم بعدازاں عراق العرب جانے کی صلاح دی چنانچہ انکے اقتضا پر میں نے عمل درآمد کیا۔ الغرض ہم چار دن کے بعد۔

فصل (۲) بلدہ ماچول میں ورود

بلدہ ماچول[1] پہونچے۔ یہ ایک چھوٹا سا اُسی خلیج پر ایک بلدہ ہے جسکا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ بحر فارس سے نکلا ہے۔ اسکی زمین بالکل شور ہے نہ اسپر کوئی درخت ہے اور نہ نبات۔

(۱) محمد فتح اللہ البیلوتی کے ملخص قلمی نسخہ سفرنامہ ابن بطوطہ موجودہ پبلک لائبریری کیمبرج میں ماجون لکھی ہو ورنہ عربی میں چونکہ ج نہیں آتا۔ اسلئے ابن جزی کے ملخص نسخہ میں اجول ہے۔

شہر ہذا میں تمام بازاروں سے بڑا ایک بازار ہے۔ یہاں صرف ایک ہی دن قیام رہا۔ پھر اپنی سواری کے لئے میں نے اُن لوگوں سے ایک چوپایہ کرایہ کیا۔ جو رامز سے ماچول غلہ بیچنے آتے تھے۔ اور برابر تین دن تک جنگل میں مسافت طے کرتا۔ ہا۔ اس میں کرد لوگ، اونی گھر میں رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عربی الاصل ہیں۔ بعد ازاں ہمارا۔

فصل (۳) شہر رامز میں ورود

شہر رامز[۱] میں ورود ہوا۔ یہ نہایت عمدہ شہر ہے۔ پھل پھلاری کی بہتات ہے اور نہریں بھی ہیں۔ یہاں میں القاضی حسام الدین محمود کے یہاں فروکش ہوا۔ اور ایک ذی علم۔ دیندار۔ صاحب ورع ہندی شخص سے ملاقات ہوئی اسے بہاؤ الدین کہتے تھے لیکن اصل نام اسمٰعیل بہاؤ الدین ابی ذکریا الملتانی کی اولاد میں سے اور مشائخ تبریز وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا۔ مذکور شہر رامز میں میں ایک شب رہا۔ پھر تین دن تک ہمیں وسیع سرزمین کی مسافت طے کرنی پڑی۔ اسمیں ایک گاؤں تھا جس میں کرد رہتے تھے۔ اور ہر منزل پر خانقاہیں بنی ہوئی تھیں۔ جن میں آنے والے کو روٹی۔ گوشت اور حلوا ملتا تھا۔ ان کا حلوا انگور، شیر۔ آٹے اور گھی کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ ہر خانقاہ میں ایک شیخ۔ ایک امام۔ ایک موذن۔ اور فقراء کے لئے خادم غلام اور کھانا پکانے والے ملازم رہتے ہیں۔ پھر میرا۔

فصل (۴) شہر تستر میں ورود اور یہاں کی نہر کا ذکر

شہر تستر[۲] میں ورود ہوا۔ یہ بلاد اتابک کی وسیع سرزمین کا آخر۔ اور کوہستان کا آغاز ہے

---

(۱) نسخہ مذکور موجودہ پبلک لائبریری کیمبرج میں رامین ہے۔ یہ غالباً ایسی مین (Asseman) کا اُدمُون یا تھمزمن جیسے عربی میں ارامان لکھا ہے۔ یا غالباً مسٹر ادلن برنک (K eeneucheel) کا رامسین یا رامش ہے۔ اول الذکر تحقیق بریناسکے بیلیا تھ۔ اور ینیٹ۔ جلد دوم حصہ دوم صفحہ ۱۲۰۷ ہے۔ اور آخر الذکر مسٹر مذکور کی تحقیق صفحہ ۶۵۔ اصل عربی سے ماخوذ ہے۔

(۲) اس شہر کے متعلق ایسی مین (Asseman [illegible]) کے ببلیا تھ۔ اور ینیٹ کی جلد سوئم حصہ دوم صفحہ ۱۲۸۱ میں محقق ذکر ہے۔

شہر بڑا اور پُر رونق و شاداب ہے۔ باغ نہایت نفیس اور اعلٰے درجہ کے ہیں اور بازاروں میں ہر ضرورت کی چیز مہیا ملتی ہے۔ شہر ہذا بہت قدیمی ہے۔ اسے خالد بن الولید نے فتح کیا تھا۔ یہ وہی شہر ہے جسکی طرف سہل بن عبداللہ کی نسبت کیجاتی ہے۔ شہر ہذا کے اطراف میں ایک نہر ہے۔ جسے الازرق کہتے ہیں۔ اسکا پانی نہایت صاف اور گرمیوں میں بے انتہا ٹھنڈا ہوتا ہے۔ میں نے ایسا ٹھنڈا نفیس پانی ماسوا شہر بلخشان کے اور کہیں نہیں دیکھا۔ شہر مذکور کا مسافروں کیلئے صرف ایک دروازہ ہے۔ اسے دروازہ دسبول کہتے ہیں۔ یہ دروازہ اسیکو کہتے ہیں۔ جسے باب کہا جاتا ہے اسکے ماسوا اسکے اور دروازہ بھی ہیں جو نہر مذکور کی طرف نکلتے ہیں۔ نہر کے دونوں جانب باغات اور رہٹوں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ نہر ہذا گہری ہے۔ مذکور باب المسافرین پر بغداد اور الحلہ کیطرح کشتیوں کا پل ہے۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ بعض شعراء کا اس نہر کے متعلق یہ قول ہے۔

ترجمہ	(بحر کامل)[1]
شاذرواں کے تستر کو دیکھو اور تعجب کرو۔	انظر لشاذروان تستر واعجب
کہ اُس نے اپنے متعلقہ بلاد کی سیرابی کیلئے کیسا پانی جمع کیا ہے	من جمعه ماء لسقی بلاده
جسطرح کسی قوم کا بادشاہ مال جمع کرتا ہے۔	کملیك قوم جمعت امواله
پھر دوسرے دن اپنے لشکروں پر اُسے تقسیم کر دیتا ہے۔	فغدا یفرقها علی اجناده

شہر تستر میں فواکہات کی بڑی کثرت ہے۔ اور کل خوبیاں گویا وہاں ارزاں اور لاانتہا ہیں اور اسکے بازاروں کا خوبصورتی میں تو کہیں مثل ہی نہیں۔

ذکر (۵) زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم کا زعمی مزار مقدس

شہر مذکور کے باہر ایک مزار مقدس ہے۔ جسکی زیارت کے لئے ان اطراف کے لوگ

---

(۱) بحر مذکور کی متعلقہ دیگر تفصیلات کیلئے میری کتاب بساتین البلاغۃ حصہ متعلق علم عروض ملاحظہ فرمائیے۔ عطا

جاتے اور وہاں پر نذریں مانتے ہیں۔ وہاں ایک خانقاہ بھی ہے جس میں فقراء رہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ یہ زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا مزار مقدس ہے۔

ذکر (۶) امام شرف الدین موسےٰ اولاد سہل بن عبداللہؒ

میں شہر تستر میں الشیخ الامام الصالح المتفنن شرف الدین موسےٰ بن الشیخ الصالح الامام العالم صدر الدین سلیمان کے مدرسہ میں فروکش ہوا تھا۔ آپ سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ شیخ بڑی بزرگیوں والے علم اور دین۔ صلاح اور ایثار کے جامع تھے آپ کا ایک مدرسہ اور خانقاہ بھی ہے۔ اسکے چار نوجوان خادم سنبل۔ کافور۔ جوہر۔ اور سرور تھے۔ ان میں سے ایک کے تو خانقاہ کے اوقات سپرد ہیں۔ اور دوسرے کے متعلق روزانہ خانقاہ کے اخراجات وغیرہ کا کام ہے تیسرے کے متعلق واردین کے سامنے دسترخوان بچھانے اور کھانا وغیرہ کھلانے کا انتظام ہے اور چوتھے کے متعلق باورچیوں۔ سقوں اور فراشوں کی نگرانی ہے۔ میں آپکے پاس سولہ دن رہا۔ جو حسن انتظام آپکے یہاں تھا ویسا مجھے کہیں نہ نظر آیا۔ اور نہ ایسا خوش ذائقہ کھانا ہی کہیں کھایا۔ ہر شخص کے سامنے اسقدر فراوانی سے کھانا رکھا جاتا ہے۔ کہ چار آدمیوں کے لئے کافی ہو۔ کھانے میں بریانی ہوتی ہے۔ گھی میں بھنا ہوا گوشت ہوتا ہے بھنا ہوا مرغ ہوتا ہے۔ روٹی۔ گوشت اور حلوا ہوتا ہے۔

فائدہ (۷) حکایت متعلق امام مذکور

یہ شیخ نہایت خوبصورت شخص ہیں اور سیرت کے لحاظ سے بھی سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں وعظ کہا کرتے ہیں۔ جب میں نے آپکی مجالس وعظ میں شرکت کی تو میں نے جتنے واعظین اس سے پہلے الحجاز۔ الشام اور مصر میں دیکھے تھے سب ہیچ ہوگئے اور جتنے واعظین سے ملاقات ہوئی آجتک آپ جیسا میں نے کوئی نہ پایا۔ میں ایک دن آپکی خدمت میں آپکے باغ میں جو النہر کے کنارے ہے حاضر ہوا۔ یہاں شہر کے تمام فقہا اور بڑے لوگ جمع تھے۔ تمام اطراف و اکناف سے فقرا آئے اُن سب کو کھانا کھلایا

پھر آپ نے انکے ساتھ نماز ظہر ادا کی۔ اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور وعظ بیان کیا۔ اس سے پہلے قاریوں نے آپکے حضور میں رولانے والی آواز سے تلاوت قرآن کی تھی۔ انکے نغمے ایسے موثر تھے۔ کہ دل بھر آتا تھا۔ اور جو خطبہ آپنے پڑھا تھا وہ نہایت سکون اور وقار کی حالت پر مشتمل تھا۔ آپ کا فنون علم میں بڑا زبردست تصرف تھا گیا تو کتاب اللہ کی تفسیر میں اور کیا حدیث رسول اللہ صلعم اور اسکے مطالب بیان کرتے ہیں۔ اسکے بعد تمام اطراف سے استفتے آپکے حضور میں ڈال دیے گئے۔

ذکر (۸) اہل عجم کے استفتے

عجمیوں کا دستور ہے کہ کاغذ پر مسائل لکھتے ہیں اور واعظ کے سامنے ڈالدیتے ہیں۔ وہ ان کا جواب دیدیتا ہے۔ جب آپکے حضور میں یہ کاغذ ڈالے گئے تو آپ نے اُن سب کو ہاتھ میں جمع کر لیا۔ اُن میں سے ایک ایک فتوی یکے بعد دیگرے نکالتے جاتے اور نہایت اچھا اور عمدہ جواب دیتے جاتے تھے۔ اس اثناء میں نماز عصر کا وقت آگیا۔ آپنے تمام لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر وہ سب رخصت ہو گئے۔ آپکی مجلس علم۔ وعظ اور برکت کی مجلس تھی۔ بہت سے لوگ توبہ پر آمادہ ہوئے۔ آپ نے اُن سے عہد لیا۔ اور اُن کی پیشانی کے بال قطع کر دیے۔ اس مقصد کے لئے پندرہ طالب علم تو بصرہ سے آئے تھے۔ اور دس تستر کے عام لوگوں میں سے تھے۔

فائدہ (۹) حکایت

جب اس شہر میں میں داخل ہوا۔ تو بخار کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ گرمی کے موسم میں ان بلاد میں بخار پھیل جایا کرتا ہے۔ جیسا کہ دمشق وغیرہ بلاد میں ہوتا ہے۔ جہاں پانی اور پھل پھلاریوں کی کثرت ہے۔ میں اور میرے ساتھی سب بخار میں مبتلا ہو گئے۔ ان میں سے ایک شیخ کا جسکا نام یحیی الخراسانی تھا۔ انتقال بھی ہو گیا۔ الشیخ مذکور نے آپکی تجہیز اور جن چیزوں کی میت کیلئے ضرورت ہوتی ہے سب کا انتظام کر دیا اور نماز جنازہ

بھی پڑھائی۔ یہیں میں نے اپنے ایک ساتھی کو بھی علالت کی وجہ سے چھوڑ دیا جنکا نام بہاؤالدین ختنی تھا آپ میرے سفر کے بعد انتقال کر گئے۔ جب میں بیمار تھا تو جو کھانے میرے لئے مدرسہ مذکور میں تیار کئے جاتے تھے۔ انکی طرف رغبت نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ الفقیہ شمس الدین السندی، نے جو وہاں کے طالب علموں میں سے تھے مجھ سے ایک کھانے کا ذکر کیا۔ اسکے کھانے کو میرا دل چاہا۔ میں نے انہیں درہم دئے وہ بازار سے میرے لئے یہ کھانا جا کر پکوا لائے۔ جب وہ میرے پاس لائے تو یہ خبر الشیخ کو پہونچی۔ آپ کو بہت شاق گذرا۔ میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے تم یہ کیا کرتے ہو کہ بازار میں کھانا پکواتے ہو کیا میں نے خادموں کو یہ نہیں کہدیا ہے کہ یہ جو چیز کھانا چاہیں انہیں پکا دیا کرو۔ پھر اُن سب کو بلایا اور فرمایا۔ تم میں سے آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو۔ خواہ کھانا ہو یا شکر وغیرہ۔ فوراً حاضر کرو۔ اور اس معاملہ میں ان کو شدید تاکید فرمائی اللہ بر تر آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فصل (۱۰) شہر ایذج میں ورود

پھر ہم شہر تستر سے روانہ ہوئے اور تین منزل کی مسافت سخت پہاڑوں میں طے کرتے رہے۔ ہر منزل پر ایک خانقاہ تھی۔ جسکا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور شہر ایذج(۱) میں پہونچے۔ شہر ہذا کا نام مال الامیر بھی ہے۔ یہ سلطان اتابک(۲) کا دارالسلطنت ہے۔ جب میں وہاں پہونچا تو یہاں کے شیخ الشیوخ۔ عالم، متورع نور الدین الکرمانی سے نیاز حاصل ہوا۔ تمام خانقاہیں آپ ہی کی نگرانی میں ہیں۔ یہاں اسے (خانقاہ کو) مدرسہ کہتے ہیں۔ سلطان آپکی عظمت کرتا اور آپکی زیارت کو آیا کرتا ہے۔ اسیطرح ارباب الدولۃ اور دربار کے بڑے لوگ بھی آپکی زیارت کو صبح وشام آیا کرتے ہیں۔ آپ نے میرا بڑا اکرام کیا۔ اور ضیافت کی۔

(۱) اولن برو ک [illegible] صاحب کی کتاب حالات عراق فارس عربی صفحہ ۲۵ ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) یہ غالباً رکن الدین افراسیاب بن رکن الدین لارستان کے اتابکوں کے خاندان کے آخری شخص ہیں۔ ڈی جغنس (DE. gingnaes) جنکی سند پر یہ نام لکھا گیا ہے کہتا ہے کہ اس سلطان کا سنہ ۷۴۰ھ مطابق سنہ ۱۳۳۹ء میں انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ ان حصص میں ابن بطوطہ کے ورود کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہوا ہوگا۔ سلطان ہذا کا نام جیسا کہ سطور بالا میں مذکور ہوا فتح اللہ البیلونی کے ملخص سفرنامہ ابن بطوطہ میں "اتابک افراسیاب" لکھا ہے۔

اور الدینوری خانقاہ میں مجھے اتارا۔ یہاں میں کئی دن مقیم رہا۔ جب میں یہاں وارد ہوا تھا تو گرمیوں کا زمانہ تھا۔ ہم رات کی نماز پڑھکر سب سے اوپر کی چھت پر سویا کرتے تھے۔ پھر دن چڑھے خانقاہ زاویہ یا مدرسہ میں اتر کر آتے۔ میرے ساتھ یہاں بارہ فقیر اور رہتے تھے ان میں سے ایک امام تھا اور بڑے جید قاری اور خادم تھا۔ ہم یہاں نہایت اچھی طرح بآرام رہے۔

ذکر (۱۱) ملک ایذج اور تستر

جب میں ایذج گیا تھا تو وہاں کا بادشاہ السلطان اتابک افراسیاب ابن السلطان اتابک احمد تھا۔ انکے یہاں اتابک ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بادشاہ کی طرف سے ان بلاد کا والی یا حاکم ہو۔ اور ان بلاد کو بلاد اللّور[1] کہتے ہیں۔ یہ سلطان اپنے بھائی اتابک یوسف کے بعد ان بلاد کا والی ہوا ہے اور اتابک یوسف اپنے والد اتابک احمد کے بعد والی ہوا تھا۔ میں نے ثقہ لوگوں سے اسکے بلاد میں سنا ہے کہ احمد مذکور صالح بادشاہ تھا۔ اور اس نے اپنے بلاد میں چارسو ساٹھ خانقاہیں آباد کی تھیں۔ ان میں سے صرف اسکے دارالسلطنت ایذج میں چالیس تھیں۔ اپنے بلاد کے خراج یا آمدنی کو اس نے تین پر تقسیم کیا تھا۔ اس میں سے تہائی تو خانقاہوں اور مدرسوں کے خرچ میں آتا تھا اور تہائی فوجی خرچ میں اور ایک تہائی میں اپنی اور اپنے بال بچوں غلاموں اور خادموں کا خرچ چلاتا تھا۔ اسکی طرف سے ہر سال بادشاہ عراق کو ہدیہ بھیجا جاتا تھا اور اکثر خود بھی لیکر جایا کرتا تھا۔ میں نے اسکے بلاد میں خود اسکے آثار صالحہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ اکثر سخت اور بلند پہاڑوں میں پتھروں اور صحراؤں کے درمیان راستے نکالے ہیں اور یہاں تک وسیع کر دیا ہے کہ چوپاے مع اپنے بوجھوں کے بے تکلف چل سکتے ہیں۔ ان پہاڑوں کا طول سترہ منزل کا ہے اور عرض دس منزل کا۔ انکی چوٹیاں گویا ایک دوسرے سے باتیں کر رہی ہیں۔ ان کو کاٹ کر نہریں بھی نکالی ہیں اور ان میں درخت البلوط کے ہیں۔ وہاں کے لوگ اسکی لکڑی پیس کر اسکے آٹے کی روٹی پکاتے ہیں۔ تمام منازل کی ہر منزل پر ایک خانقاہ ہے۔ جسے یہ المدرسة کہتے ہیں۔ جب مدرسہ میں کوئی مسافر آتا ہے تو اُس وقت

(۱) مسٹر اولین برو ک ( ) کی کتاب "عراق تفصیل" اصل عربی کے صفحات ۴۴ و ۴۵ میں ان بلاد کا ذکر موجود ہے

جو کھانا ممکن ہوسکتا ہے اسکے سامنے لایا جاتا ہے۔ اور اسکے جانور کو گھاس دیجاتی ہے۔ خواہ وہ مانگے یا نہ مانگے ان کا یہ طریقہ ہے کہ خادم المدرسہ آتا ہے۔ اور جتنے آدمی اس میں ٹھہرے ہیں انہیں گن جاتا ہے۔ اور ہر شخص کے لئے دو ٹکیاں۔ گوشت اور حلوا لے آتا ہے۔ یہ سب اُس خانقاہ پر سلطانی وقف سے ہوتا ہے۔ السلطان اتابک احمد ایک زاہد اور صالح شخص تھا جیسا کہ اسکے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اپنے کپڑوں کے نیچے جو کپڑے جسم سے ملے رہیں اون یا کمبل کے پہنا کرتا تھا۔

فائدہ (۱۲) حکایت متعلق ملک مذکور

ایک مرتبہ السلطان اتابک احمد۔ بادشاہ عراق ابی سعید کے پاس آیا۔ اسکے بعض خواص نے اس سے عرض کیا کہ اتابک آپ کے پاس آرہا ہے اور زرہ پہنے ہوئے ہے۔ اس خبر دینے والے کو ان اونی کپڑوں سے جو یہ لباس کے نیچے پہنے ہوئے تھا زرہ کا دھوکا ہوا تھا۔ ابوسعید نے ان لوگوں سے کہا کہ تم مذاق کے طریقہ پر اُسکے سامنے مجھ سے یہ کہنا تاکہ اسکی واقفیت کا علم ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن اتابک اسکے پاس گیا۔ پس الامیر الجوبان جو عظیم امرائے عراق میں سے تھا۔ امیر سُوَیتہ امیر ویار بکر اور الشیخ حسن جواب سلطان عراق ہیں کھڑے ہوگئے اور مذاقیہ اور ہنسی کے طریقہ پر اتابک کے کپڑے پکڑ لئے۔ دیکھا تو اُسکے کپڑوں کے نیچے کمبل کے کپڑے تھے۔ اور اسے السلطان ابوسعید نے بھی دیکھا۔ کھڑا ہوگیا اس سے معانقہ کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور بایں الفاظ اس سے مخاطب ہوا۔ سن آطا۔ ترکی زبان میں اسکے معنی یہ ہیں کہ تو میرا باپ ہے۔ اور جو کچھ یہ پیشکش لیکر گیا تھا اس سے اسے دوگنا عوض میں دیا۔ اور اسکے لئے اس امر کا ایک فرمان نافذ فرمایا۔ کہ یہ اور اسکی اولاد آج سے پیشکش وغیرہ پیش کرنے سے آزاد ہے۔

ذکر (۱۳) ابن اتابک

اسی سال اس نے وفات پائی۔ اور اسکا بیٹا اتابک یوسف دس سال تک والی رہا۔

اسکے بعد اسکا بھائی افراسیاب والی ہوا۔ جب میں ایذج میں گیا۔ تو ارادہ تھا کہ السلطان افراسیاب مذکور کو دیکھوں لیکن چونکہ وہ ماسوا جمعہ کے دن کے اور دن خمر کیوجہ سے باہر نہیں نکلتا اسلئے اسے نہ دیکھہ سکا۔ اسکے ایک بیٹا بھی تھا کہ وہی اسکا ولی عہد بھی تھا۔ اور اسکے ماسوا کوئی بیٹا نہ تھا۔ وہ اسی زمانہ میں بیمار ہوگیا تھا۔ کسی شب کو میرے پاس اسکا ایک خادم آیا۔ اور میرا حال دریافت کیا۔ میں نے اسے بتلا دیا۔ پھر وہ چلا گیا۔ پھر نماز مغرب کے بعد آیا۔ اسکے پاس دو بڑی کشتیاں تھیں۔ ایک میں تو کھانا تھا اور دوسری میں فواکہات۔ اور ایک تھیلی تھی جس میں درہم تھے۔ اور مع سازوں کے گانے والے بھی اسکے ساتھ تھے اُسنے کہا کہ گاؤ تاکہ فقرا جوش میں آئیں اور السلطان کے بیٹے کے لئے دُعا کریں۔ میں نے اُس سے کہا کہ میرے ساتھیوں کو نہ سماع سے کوئی بہرہ ہے اور نہ رقص سے۔ ہم نے ملکر السلطان اور اسکے بیٹے کے لئے دُعا کی۔ اور درہم مذکور فقرا میں تقسیم کر دئے۔ جب آدھی رات گذر گئی تو بکا و نوحہ کی آواز ہمارے کان میں آئی۔ معلوم ہوا کہ مریض مذکور کا انتقال ہوگیا۔

جب صبح ہوئی تو ہمارے پاس الشیخ الزاویہ اور اہل بلد آئے اور کہا کہ قاضی فقیہ اشراف۔ اور امرا۔ تمام شہر کے بڑے لوگ۔ السلطان کے مکان پر عزاداری کیلئے گئے ہیں مناسب ہے کہ تم بھی مع تمام آدمیوں کے چلو۔ میں نے انکار کر دیا۔ انھوں نے مجھسے بہت اصرار کیا۔ پھر چار و ناچار جانا ہی پڑا۔ چنانچہ میں سب کو اپنے ساتھ لیکر گیا۔ دیکھا کہ تمام سرزمین ایوان سلطانی۔ غلاموں۔ شاہزادوں۔ وزرا۔ اور فوجی افسروں مردوں اور لڑکوں سے بھری پڑی ہے اور سب ٹاٹ کے لباس میں ملبوس یا گھوڑوں کی جھولیں اوڑھے ہوئے ہیں اور اپنے سروں پر مٹی اور گھاس ڈالی ہوئی ہے اور بعضوں نے تو اپنی پیشانی کے بال بھی نوچ ڈالے ہیں۔ اور یہ سب دو گروہوں میں منقسم ہیں ایک گروہ تو ایوان سلطانی کی جانب اعلیٰ میں ہے۔ اور دوسرا گروہ اسفل میں ہے۔ ہر گروہ اپنی دوسری جانب دوڑتا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے اپنے سینے یہ کہکر کوٹتے ہیں "خوند کار ما" اسکے معنے یہ ہیں اے ہمارے آقا۔ یہ میں نے ایسا ہولناک سما اور خوفناک منظر دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

فائدہ (۱۴) حکایت متعلقہ

یہ ایک عجیب بات ہے جو مجھے پیش آئی۔ جس دن میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جملہ قاضی، خطیب اور شریف محل سلطانی کی دیواروں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ اور ہر طرف سے محل ماتم کرنے والوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور وہ ان عزاداروں سوگواروں اور سینہ کوبوں میں شامل ہیں۔ اور اپنے کپڑوں کے اوپر موٹے جھوٹے خراب روئی کے روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ جنکی اوپر کی طرف اور سامنے کے رخ سلائی بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ان کا اوپری حصہ تو اندر کی طرف تھا اور وہ حصہ جو جسم سے ملا رہنا چاہیئے یعنی استر اوپر کی طرف تھا۔ ہر ایک کے سر پر ایک پھٹا ہوا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ یا سیاہ رنگ کی لنگی بندھی ہوئی تھی۔ چالیسویں تک ان کا یہی فعل رہتا ہے۔ انکے نزدیک یہ انتہائی رنج کی علامت ہے۔ اسکے بعد السلطان ہر ایک کے لئے جو عزاداری کرتا ہے۔ کامل لباس بھیجتا ہے۔

جب میں نے دیکھا کہ محل سلطانی ہر طرف سے لوگوں سے بھرا ہوا ہے تو دا ہنے بائیں نظر کی کہ کوئی بیٹھنے کی جگہ مل جائے۔ دیکھا کہ وہاں ایک زمین سے ایک بالشت بلندی پر ایک سائبان ہے جسمیں اسکے کونوں میں سے ایک کونے میں صرف ایک شخص لوگوں سے علیحدہ بیٹھا اور نمدے کے مشابہ کپڑے کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ جیسے ان بلاد کے ضعفا بارش اور برف باری اور سفروں میں پہنا کرتے ہیں۔ پس میں اس شخص کی طرف بڑھ گیا اور میرے ساتھی مجھ سے چھوٹ گئے۔ جب مجھے لوگوں نے اسطرح جاتے ہوئے دیکھا۔ تو بڑی متعجبانہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ مجھے اس شخص کے متعلق کوئی علم نہ تھا کہ کون ہے۔ میں سائبان مذکور پر چڑھ گیا اور اس شخص کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور زمین سے کچھ اس طرح اٹھا۔ کہ گویا کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اسے یہ لوگ "نصف القیام" کہتے ہیں۔ میں اسکے مقابل کھمبے کے پاس بیٹھ گیا پھر میں نے لوگوں کی طرف دیکھا کہ سب کی نگاہیں میری طرف پڑ رہی ہیں۔ اس سے مجھے بہت تعجب ہوا۔ فقہا، مشائخ،

اور اشراف کو میں نے دیکھا کہ وہ سب سائبان سے نیچے تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ قاضیوں میں سے ایک قاضی نے مجھے اشارہ بھی کیا کہ وہاں سے اتر کر اُسکے پاس جا بیٹھوں۔ لیکن میں نے اسپر عمل نہ کیا۔ اب میں سمجھ گیا کہ یہ السلطان ہے۔

پھر ایک گھنٹہ کے بعد شیخ المشائخ نورالدین الکرمانی جنکا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ تشریف لائے۔ سائبان کی طرف چڑھے اور شخص مذکور کو سلام کیا۔ اُس نے کھڑے ہو کر آپکی تعظیم کی۔ پھر آپ میرے اور اُس شخص کے مابین بیٹھ گئے۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ شخص سلطان ہی ہے۔ پھر جنازہ لایا گیا۔ یہ ترنج لیموں اور نارنگیوں کے درختوں کے مابین تھا۔ انکی شاخیں خوب بار آور تھیں۔ اور یہ درخت لوگوں کے ہاتھوں میں تھے۔ گویا جنازہ ایک باغ میں چلتا تھا۔ اور بڑی لمبی چھڑوں میں مشعلیں روشن اسکے آگے تھیں اور اسیطرح شمع بھی۔ جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ اور لوگ اس کے ساتھ قبرستان شاہی کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ شہر سے چار میل کے فاصلہ پر مقام ہلافیجان میں واقع ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے۔ اسکے اندر سے پانی کی ایک نہر نکل گئی ہے اور اسکے اندر ایک مسجد بھی ہے جس میں نماز جمعہ ہوا کرتی ہے۔ اور باہر کی جانب ایک حمام بھی ہے۔ قبرستان مذکور کے ہر چہار اطراف ایک عظیم الشان باغ ہے جو اسے ڈھاکے ہوئے ہے۔ یہاں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔ چونکہ مقام بہت دور تھا۔ اسلئے میں لوگوں کے ساتھ جنازہ مذکور کے مدفن نہ جا سکا۔

ذکر (۱۵) سلطان اتابک کے حضور میں جانا

جب کچھ دن گذر گئے تو السلطان نے میرے پاس اپنا وہی قاضی ضیافت کیلئے بلانے کو بھیجا جو پہلے پہل میرے لئے ضیافت کی دعوت لایا تھا۔ میں اسکے ساتھ اُس دروازہ تک گیا جسے باب السرور کہتے ہیں۔ ہم بہت سی سیڑھیاں چڑھ گئے یہانتک کہ ایک ایسی جگہ پہونچے جہاں کچھ فرش نہ بچھا تھا۔ یہ وہی اسکے سوگ کی وجہ سے تھا۔ السلطان ایک مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسکے سامنے دو ڈھکے ہوئے

برتن رکھے تھے۔ ایک سونے کا تھا اور دوسرا چاندی کا۔ اور نشستگاہ میں ایک سبز رنگ کا سلجادہ بھی رکھا ہوا تھا۔ میرے لئے وہی السلطان سے قریب بچھایا گیا۔ میں اُسپر بیٹھ گیا۔ اُس نشستگاہ میں ماسوا اسکے حاجب اور محمود اور ایک ندیم کے جسکا میں نام نہیں جانتا اور کوئی نہ تھا۔ سلطان مذکور نے مجھسے میرا حال اور میرے بلاد کے متعلق دریافت کیا۔ نیز الملک الناصر (سلطان مصر) اور بلاد الحجاز کے متعلق بھی دریافت کیا۔ مجھے اسکا یہ فعل بہت پسند آیا۔ پھر ایک بڑا فقیہ آیا۔ جو ان بلاد کے جمیع فقیہوں کا سردار تھا۔ سلطان مذکور نے مجھسے کہا یہ مولانا فضیل ہیں۔ فقیہ کو تمام بلاد اعاجم میں لفظ مولانا سے مخاطب کرتے ہیں اور اسی لفظ سے اسے سلطان وغیرہ بھی مخاطب کرتے ہیں پھر فقیہ مذکور کی ثنا وصف بیان کرنے لگا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ نشہ اُسپر غالب ہے۔ اور اسکا تو مجھے علم ہی تھا کہ یہ داغ الخمر ہے۔ پھر اُس نے مجھسے زبان عربی میں گفتگو کی جسے یہ خوب بولنا جانتا تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ توجہ فرمائیں تو کچھ عرض کروں آپ السلطان اتابک احمد کی اولاد ہیں۔ جو صلاح اور زہد میں مشہور تھا۔ آپ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے آپکی سلطنت پر کوئی دھبہ ہو۔ ماسوا اسکے اب میں نے اُن دونوں برتنوں کی طرف اشارہ کیا۔ سلطان مذکور میرے اس کہنے سے بہت نادم اور خاموش ہو گیا۔ جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو مجھے کہا کہ تشریف رکھیئے۔ اور فرمایا کہ آپ جیسے لوگوں کی تشریف آوری باعث رحمت ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ اُسپر نیند غالب آرہی ہے اور سونا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں رخصت ہو کر چلا آیا۔

چونکہ اپنے جوتے دروازہ ہی پر چھوڑ دیئے تھے۔ واپسی پر دیکھا تو نہ تھے الفقیہ محمود جوتے تلاش کرنے کے لئے اُتر آئے۔ اور الفقیہ فضیل انہیں نشستگاہ کے اندر تلاش کرنیکے لئے چڑھ گئے۔ وہاں انھیں وہ ایک طاق میں ملگئے۔ آپ میری پاس لے آئے۔ آپکی اس تکلیف فرمائی سے میں بہت شرمندہ ہوا۔ اور معافی کا طالب ہوا۔ آپ نے میرے جوتوں کو بوسہ دیا۔ اور اپنے سر پر رکھ لئے اور فرمایا "آپکو اللہ جو کچھ آپ نے ہمارے سلطان سے فرمایا اسکے صلہ میں برکت دے۔ کیکو اسکے

خلاف کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ باخدا مجھے امید ہے کہ اسکے دل میں آپ کے اس فرمانے کا اثر ہوگا۔"

ذکر (۱۶) ایذج سے کوچ

کچھ دنوں بعد میں دارالسلطنت ایذج سے روانہ ہوا۔

ذکر (۱۷) مدرسۃ السلاطین

پھر مدرستہ السلاطین میں آیا۔ جہاں انکی قبریں تھیں۔ اور یہاں بھی چند دنوں تک مقیم رہا۔ یہاں السلطان نے میرے پاس کچھ دینار بھیجے۔ پھر ہم اس سلطان کے بلاد سے روانہ ہوتے اور برابر دس دن تک بلند پہاڑوں میں مسافت طے کرتے رہے۔ ہر شب کو مدرسہ میں قیام کرتے وہیں سے کھانا بھی ملتا۔ انھیں میں سے ایسے مدرسے بھی تھے جو آبادی میں تھے اور ایسے بھی تھے جنکے گرد کوئی آبادی نہ تھی۔ لیکن وہاں تمام ضروریات لاکر مہیا کی جاتی ہیں۔ دسویں دن ہمارا ورود ایک مدرسہ میں ہوا جسے

ذکر (۱۸) مدرستہ کریوا الرخ

مدرستہ کریوا الرخ کہتے ہیں۔ یہ اس ملک کا آخر بلاد ہے۔ یہاں سے ہم نے ایک وسیع زمین پر سفر کیا۔ جس میں پانی کی بڑی کثرت اور شہر اصفہان کے مضافات میں سے بھی۔ پھر بعد ازاں ہم۔

فصل (۱۹) شہر اشترکان میں ورود

شہر اشترکان آئے۔ یہ ایک اچھا شہر ہے۔ اور پانی اور باغات کی اس میں بڑی کثرت ہے۔ اس میں ایک نہایت نادر مسجد بھی بنی ہے۔ اور اسکے درمیان سے نہر ہوکر نکل گئی ہے۔ اسکے بعد ہم کوچ کرکے۔

فصل (۲۰) شہر فیروزان میں ورود

شہر فیروزان(۱) میں پہونچے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ نہروں، درختوں اور باغات کی یہیں بڑی کثرت ہے۔ یہاں ہم نماز عصر کے بعد داخل ہوئے تھے دیکھا کہ لوگ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے ہیں۔ اور اسکے پیچھے اور آگے مشعلیں روشن کر رہی ہیں اور اسکے پیچھے ساز اور گویے ہیں۔ جو طرح طرح کے گیت نہایت اچھی طرح گاتے جا رہے ہیں۔ انہیں دیکھکر ہم نے بہت تعجب کیا۔ یہاں ہمارا ایک رات قیام رہا۔ پھر صبح کے وقت ہمارا گذر ایک گاؤں میں ہوا جسے۔

فصل (۲۱) نیلان سے گذر

نیلان کہتے ہیں۔ یہ بڑی نہر کے کنارے ایک بڑا گاؤں ہے۔ اور اسکے ایک طرف ایک انتہائی خوبصورت مسجد بنی ہے جسپر سیڑھیوں سے چڑھکر اوپر پہنچتے ہیں۔ موضع ہذا باغات سے گھرا ہوا ہے۔ ایک دن ہمیں ان باغات پانیوں اور اعلٰے مواضعات میں چلنا پڑا۔ جن میں کبوتروں کے رہنے کے لئے بکثرت برج بنے ہوئے تھے۔ پھر نماز عصر کے بعد ہمارا۔

فصل (۲۲) عراق العجم کے شہر اصفہان میں ورود

عراق العجم کے شہر اصفہان میں ورود ہوا۔ شہر اصفہان بہت بڑے شہروں میں سے اور نہایت خوبصورت ہے۔ لیکن اب بہت زیادہ سنیوں اور روافض کے درمیان فتنہ کی وجہ سے ویران ہو گیا ہے۔ جو اب تک برابر ان میں چلا آ رہا ہے۔ اور برابر نہیں قتل و خون کا بازار گرم رہتا ہے۔

---

(۱) صاحب مراصد الاطلاع کہتے ہیں ''یہ اصفہان کے مواضعات میں سے ایک موضع ہے۔ جو اپنی خوبصورتی اور اعلٰے آب وہوا کے باعث ممتاز ہے''

ذکر (۲۳) پھل پھلاریوں کی خوبیاں

اس شہر میں پھل پھلاری بکثرت ہیں۔ ان میں سے مشمش بھی ہے جسکا نظیر نہیں۔ اسے لوگ قمر الدین کہتے ہیں۔ اسے خشک کرکے جمع کر رکھتے ہیں۔ اسکی گٹھلی میٹھے بادام سے زیادہ شیریں ہوتی ہے۔ یہاں کی بہی بھی نہایت خوش ذائقہ اور بڑی ہوتی ہے۔ اس جیسی کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ انگور نہایت اچھے ہوتے ہیں۔ اور خربوزہ تو اچھا عجیب شان والا ہوتا ہے کہ ماسوا بخاری اور خوارزمی خربوزہ کے ویسا کہیں نہیں ہوتا۔ اسکا چھلکا سبز ہوتا ہے۔ لیکن اندر سے سُرخ نکلتا ہے۔ اور جسطرح الشریحہ۔ المغرب میں جمع کرکے رکھ لیتے ہیں۔ اسیطرح سے جمع کر لیتے ہیں۔ یہ انتہا شیریں ہوتا ہے۔ جسے اسکے کھانے کی عادت نہ ہو۔ پہلی مرتبہ کھانے سے اُسے دست آنے لگتے ہیں۔ چنانچہ جب میں نے اسے اصفہان میں کھایا تھا تو میری یہی حالت ہوئی تھی۔

ذکر (۲۴) باشندگان اصفہان اور انکی ضیافتیں

باشندگان اصفہان نہایت خوبصورت گورے چٹے ہوتے ہیں اور اندر سے سرخی جھلک مارتی ہے۔ اور شجاعت وبہادری ان پر غالب ہوتی ہے نہایت کریم النفس اور نہایت خوش غذا ہوتے ہیں۔ انکی خوش غذائی کے عجیب وغریب واقعات ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی بایں الفاظ دعوت کرتے ہیں۔ آیئے تشریف لایئے ہمارے ساتھ نان ماس نوش فرمایئے۔ انکی زبان میں نان روٹی کو کہتے ہیں اور ماس دودھ کو۔ جب اسکے ساتھ مدعو کیا جاتا ہے تو اسے نہایت متفخرانہ طرح طرح کے کھانے کھلاتے ہیں اور ہر پیشہ والا اپنے میں سے ایک کو بڑا یا چودھری مانتا ہے۔ اسے کلو کہتے ہیں۔ شہر کے بڑے بڑے لوگوں کی بھی جو پیشہ والے نہیں ہیں یہی حالت ہے۔ یہاں نوجوانوں کے بکثرت جلسے ہوتے ہیں۔ اور یہ جماعتیں آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتی ہیں۔ ایک دوسرے کی حتی الامکان نہایت تکلف سے دعوت کرتا ہے اور کھانے پینے

کے تکلفات میں اپنے مقدور پر خاتمہ کردیتا ہے۔ مجھ سے بیان کیا گیا کہ ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ کی دعوت کی تو شمع کی آگ سے کھانا پکایا۔ پھر دوسرے نے دعوت کی تو حریر کی آگ سے کھانا پکایا۔

ذکر (۳۵) خانقاہ شیخ علی بن سہلؒ اور یہاں کے شیخؒ

میں اصفہان میں اس خانقاہ میں اترا جسکی نسبت شیخ علی بن سہل۔ جنید کے مرید کی طرف نسبت کیجاتی ہے یہ بڑی باعظمت جگہ ہے۔ یہاں اس سرزمین کے لوگ آیا اور اسکی زیارت سے برکت حاصل کرتے ہیں انہیں ہر وارد اور صادر کو کھانا دیا جاتا ہے۔ اسمیں ایک نہایت عمدہ حمام ہے جسکا فرش سنگ مرمر کا اور دیواریں تاشان کی ہیں۔ یہ وقف رہتا ہے جسکا جی چاہے جائے اسکے لئے کچھ دینا نہیں پڑتا۔ اس خانقاہ کے شیخ الصالح العابد الورع قطب الدین حسنی بن الشیخ ولی اللہ شمس الدین محمد بن محمود بن علی المعروف بالرجاء ہیں۔ اور آپکے بھائی العالم المفتی شہاب الدین احمد ہیں۔ میں نے اس خانقاہ میں چودہ دن قطب الدین کے پاس قیام کیا۔ دیکھا کہ آپ بڑے عابد۔ فقراء اور مساکین سے بہت محبت رکھنے والے اور انکی نہایت تواضع کرنے والے ہیں۔ انہیں کسی کو بھی تعب کی گنجائش نہ دینا چاہتے۔ آپ نے میری بھی تکریم اور ضیافت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا چھوڑا۔ اور مجھے نہایت اچھا لباس بھی پہنایا۔ جس وقت میں خانقاہ مذکور میں پہونچا تو میرے لئے کھانا اور وہ تین خربوزے بھیجے جنکی میں ابھی تعریف کرآیا۔ یہ نہ اس سے پہلے میں نے کبھی دیکھے تھے اور نہ کھاتے تھے۔

ذکر (۳۶) ان شیخ کی کرامت

شیخ مذکور میرے پاس ایک مقام پر تشریف لائے جو اس خانقاہ کے قریب تھا جس میں میں اترا تھا۔ یہ مقام شیخ کے باغ کے قریب تھا۔ میں نے اس دن اپنے کپڑے دھوئے تھے۔ اور باغ مذکور میں پھیلائے تھے۔ کپڑوں میں سے میں نے ایک

سفید رومی دار جبہ دیکھا جسے یہ "نہر مبخی" کہتے ہیں۔ وہ مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش ایسا میرے پاس بھی ہوتا۔ جب الشیخ میرے پاس تشریف لائے۔ تو باغ کے ایک گوشہ کی طرف دیکھا اور اپنے بعض خدام سے کہا وہ "نہر مبخی" کپڑا میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ آپکے پاس لے آئے۔ تو آپ نے وہ مجھے پہنا دیا۔ اسپر میں آپکے قدموں کی طرف بوسہ دینے کے لئے جھکا۔ اور آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنی کلاہ مبارک پہنا دیجئے۔ اور اسکی مجھے اسیطرح اجازت عطا فرمایئے جسطرح آپ کو اپنے والد نے اپنے شیوخ سے اجازت عطا فرمائی ہے۔ پس شیوخ نے مجھے چودہ جمادی الآخرہ ۷۲۷ھ مطابق سات مئی ۱۳۲۷ء کو خانقاہ مذکور میں اسیطرح پہنا دی جسطرح انہوں نے اپنے والد شمس الدین محمود سے اور انہوں نے اپنے والد تاج الدین علی الرجاء سے اور انھوں نے الامام شہاب الدین ابی حفص عمر بن محمد بن عبداللہ السہروردی سے اور انھوں نے الشیخ الکبیر ضیاء الدین ابی النجیب السہروردی سے اور انھوں نے اپنے چچا الامام وجیہ الدین عمر سے اور انھوں نے اپنے والد محمد بن عبداللہ المعروف بعمویہ سے اور انھوں نے الشیخ اخی فرج الزنجانی سے اور انہوں نے احمد الدینوری سے اور انہوں نے الشیخ المحقق علی بن سہل الصوفی سے اور انھوں نے ابی القاسم الجنید سے اور انھوں نے سری السقطی سے اور انھوں نے داؤد السلطان سے اور انھوں نے الحسن بن ابی الحسن البصری سے اور انھوں نے امیرالمومنین علی بن طالب سے پہنی تھی۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ نے اس سند کو اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ سری السقطی کو معروف الکرخی سے اور ان کو داؤد السلطانی سے صحبت رہی ہے۔ علی ہذا القیاس۔ اسیطرح داؤد السلطانی اور حسن بصری کے مابین حبیب عجمی واسطہ ہیں اور اخو فرج الزنجانی کی نسبت یہ مشہور ہے کہ انہیں ابا العباس النہاوندی سے صحبت رہی ہے۔ اور انھیں ابا عبداللہ بن خفیف سے اور ابا محمد رویم سے اور انہیں ابا القاسم الجنید سے صحبت رہی ہے۔ لیکن محمد بن عبداللہ عمویہ کو ضرور الشیخ احمد الدینوری الاسود سے صحبت رہی ہے اور ان دونوں شیوخ کے مابین کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

وہ شیخ جنھیں ابا فرج الزنجانی سے صحبت ملی ہے وہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ابی النجیب کے والد ہیں (آدم باصل)

بعد ازاں ہم اصفہان سے الشیخ مجدالدین کی زیارت کے لئے شیراز روانہ ہوئے دونوں کے مابین دس دن کی مسافت ہے پس۔

فصل (۲۷) شہر کلیل میں ورود

شہر کلیل آئے۔ یہ اصفہان سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے ایک چھوٹا سا شہر ہے نہریں اور باغات بکثرت ہیں اور پھل پہلاری کی بہتات ہے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ سیب بازار میں ایک درہم کے پندرہ رطل عراقی ملتے تھے۔ اور ان کے درہم کی قیمت تین نقرئی۔ وہاں ہم اس خانقاہ میں اترے جسے اس شہر کے بڑے آدمی نے جسکا نام خواجہ کافی تھا تعمیر کیا تھا۔ یہ بڑا دولتمند شخص ہے اور اللہ برتر نے اسکے ساتھ بڑا انعام کیا ہے۔ کہ اسکی طبیعت امور خیر میں مال صرف کرنے مثلاً صدقات وغیرہ دینے خانقاہوں کے تعمیر کرانے اور مسافروں کی کھانے وغیرہ سے خبرگیری کی طرف مائل کی ہے۔ پھر کلیل سے روانہ ہوکر ہم دو دن تک مسافت طے کرتے رہے اور ایک بڑے موضع میں پہونچے جسے

فصل (۲۸) شہر بصرمار میں ورود

بصرمار کہتے ہیں۔ یہاں بھی ایک خانقاہ ہے۔ جس میں سہروارد وصادر کو کھانا ملتا ہے۔ اسے بھی خواجہ کافی مذکور نے تعمیر کرایا تھا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوکر ہم۔

فصل (۲۹) شہر یزدخاص میں ورود اور دشت الروم سے گذر

شہر یزدخاص پہونچے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ لیکن یہاں کی عمارت بہت عمدہ ہے بازار نہایت اچھے اور جامع مسجد بھی نہایت عجیب و غریب پتھر کی چھت دار بنی ہے۔ شہر ہذا ایک خندق کے کنارے واقع ہے۔ اسمیں باغات اور پانی ہیں اور باہر کی طرف ایک سرائے ہے

جس میں مسافر اترتے ہیں۔ اسپر ایک لوہے کا نہایت مضبوط اور روک دار دروازہ ہے۔ اور اندر کی جانب بکثرت دکانیں ہیں جن میں مسافروں کو ہر ضرورت کی چیز ملجاتی ہے۔ اس رباط کو الامیر محمد شاہ ینجو ابن السلطان ابی اسحق ملک شیراز کے والد نے تعمیر کرایا تھا۔ یزدخاص میں ایک پنیر بنایا جاتا ہے جو اسی مقام کے لئے مخصوص ہے۔ خوبی میں اسکا نظیر نہیں۔ ہر ٹکڑے کا وزن دو اوقیوں(۱) سے چار اوقیون تک ہوتا ہے۔ پھر اس شہر سے ہم روانہ ہوئے۔

فصل (۳۰) مابین میں ورود

مابین پہونچے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے جس میں نہریں اور باغات بکثرت ہیں اور بازار نہایت خوبصورت ہیں۔ یہاں اکثر جوز کے درخت ہیں۔ یہاں سے روانہ ہوکر ہم

فصل (۳۱) شیراز میں ورود

شیراز پہنچے۔ اس شہر کی آبادی بہت پرانی اور نہایت بلند مرتبہ کا شہر ہے۔ اسکے باغات بڑے آب و تاب کے اور نہریں بڑی موجزن ہیں بازار نہایت اعلےٰ اور بکثرت عمارات پر مشتمل ہے۔ عمارات میں استحکام اور خوش ترتیبی بھی ہے۔ جس پیشہ والے یہاں کے ایک بازار میں ہیں دوسرے بازار میں نہیں۔ اور یہاں کے باشندے نہایت خوبصورت اور خوش پوشاک ہیں۔ مشرق میں شہر دمشق کے ماسوا اور کوئی ایسا شہر نہیں جو اعلیٰ بازاروں باغات نہروں اور باشندوں کے حسن پر مشتمل ہے الا شیراز۔

فصل (۳۲) تفصیلات شہر شیراز

شہر ہذا ایک وسیع قلعہ زمین پر آباد ہے جسے اطراف سے باغات ڈھانپے ہوئے ہیں اسکے اندر سے پانچ نہریں ہوکر نکلی ہیں۔ ایک نہر کا نام رکن آباد ہے۔ اسکا پانی نہایت شیریں۔ گرمیوں میں بہت ٹھنڈا اور جاڑوں میں گرم رہتا ہے۔ نہر ہذا ایک چشمہ سے جو وہیں

(۱) ایک اوقیہ انگریزی کے ایک اونس کے برابر ہوتا ہے۔

ایک پہاڑ کے کنارے ہے اور اسے الکلیہ کہتے ہیں نکلی ہے۔

یہاں کی تمام مساجد میں جو بڑی مسجد ہے اسے المسجد العتیق کہتے ہیں۔ یہ بلحاظ وسعت کے تمام مساجد سے وسیع اور بلحاظ عمارت کے نہایت خوبصورت ہے۔ اسکا صحن نہایت وسیع اور سنگ مرمر کا ہے۔ گرمی کے موسم میں شب کے وقت تمام صحن دھویا جاتا ہے اور شہر کے تمام بڑے لوگ شام کے وقت یہیں جمع ہوتے ہیں اور مغرب اور عشا کی نمازیں یہیں ادا کرتے ہیں۔ اسکی شمال جانب ایک دروازہ ہے۔ جسے باب حسن کہتے ہیں۔ اس سے پہل پھلاری بیچنے والوں کے بازار میں راستہ جاتا ہے۔ یہ بازار نہایت عجیب ہے۔ میں اسے دمشق کے باب البرید کے بازار پر فضیلت دونگا۔

ذکر (۳۳) باشندگان شہر شیراز

اہل شیراز نہایت نیک۔ دیندار اور عفیف ہیں اور خاصکر عورتیں تو ان صفات سے بہت زیادہ متصف ہیں ان کا دستور یہ ہے کہ سب موزے پہنتی ہیں اور اسطرح اوڑھ لپیٹ کر اور برقعہ پہن کر باہر نکلتی ہیں۔ کہ ان کا ذرا بھی عضو کہیں نہیں دکھائی دیتا۔ صدقے اور ایثار کرنے میں بہت بڑھی چڑھی ہیں۔ انکی ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ سب جامع مسجد میں دوشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو وعظ سننے کے لئے جمع ہوتی ہیں۔ اکثر ان کا ہزار ہزار دو دو ہزار کا اجتماع ہوجاتا ہے۔ ہر عورت کے ہاتھ میں ایک پنکھا ہوتا ہے جسے یہ سخت گرمی میں اپنے جھلتی رہتی ہیں۔ میں نے اسقدر عورتوں کا کسی شہر میں مجمع نہیں دیکھا۔

ذکر (۳۴) شیخ مجدالدین بن اسمٰعیل

جب میں نے شہر شیراز جانے کا ارادہ کیا تھا تو صرف یہ مقصد تھا کہ الشیخ القاضی الامام قطب الاولیاء، فرید الدہر صاحب کرامات ظاہرہ مجدالدین اسمٰعیل بن محمد خداداد کی زیارت سے مشرف ہونگا۔ خداداد کے معنی اللہ برتر کے عطیہ کے ہیں۔ پس میں اس مقصد کے حصول کے لئے مدرسۃ المجدیۃ گیا۔ جو آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ اس میں آپ کا

مسکن بھی ہے اور آپ ہی نے اسے قائم بھی کیا ہے۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میرے ساتھ تین شخص اور تھے۔ اور چوتھا میں تھا۔ دیکھا کہ فقہا اور شہر کے بڑے لوگ آپکے انتظاری میں ہیں۔ چنانچہ آپ نماز عصر کے لئے باہر نکلے۔ آپکے ساتھ محب الدین اور علاؤ الدین آپکے دونوں بھتیجے اور آپکے سگے بھائی روح الدین تھے۔ ان میں سے ایک آپکی داہنی طرف تھا۔ اور دوسرا آپکی بائیں طرف۔ چونکہ آپ کو ضعف بصارت لاحق ہوگیا ہے اور عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ اسلئے یہ دونوں حضرات قضا میں آپکی نیابت کرتے ہیں[1]۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھسے معانقہ کیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے مصلی تک چلے گئے۔ پھر ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور اشارہ کیا کہ میں آپ کی ایک جانب نماز پڑھ لوں۔ چنانچہ میں نے امتثال امر کیا۔ اور نماز عصر ادا کی۔ پھر آپکے سامنے کتاب المصابیح اور الصاغان کی شوارق الانوار پڑھی گئی۔ اور آپکے دونوں نائبوں نے قضا کے متعلق واقعات بیان کئے۔ پھر شہر کے بڑے لوگ آپ کو سلام کرنے کے لئے بڑھے۔ صبح و شام ان کا یہی معمول ہے۔ پھر آپ نے میرے حالات دریافت فرمائے۔ اور میرے آنے کی کیفیت پوچھی۔ اور المغرب مصر الشام اور الحجاز کے متعلق بھی استفسار فرمایا۔ میں نے آپکی خدمت عالی میں سارے حالات بیان کر دیئے۔

پھر آپ نے اپنے خدام کو حکم دیا۔ انھوں نے مجھے مدرسہ کے ایک چھوٹے گھر میں اتار دیا۔ دوسرے دن آپ کی خدمت میں العراق کے بادشاہ السلطان ابی سعید کا قاصد آیا۔ اسکا نام ناصر الدین الدرقندی تھا۔ یہ کبار امراء میں سے اور خراسانی الاصل شخص ہے جب یہ آپ کی خدمت میں پہونچا تو اپنی ٹوپی سر سے اتار لی اسے یہ لوگ الکلا کہتے ہیں القاضی کے پیروں کو بوسہ دیا۔ اور آپکے سامنے اپنے کانوں کو پکڑے ہوئے بیٹھا رہا۔ امراء تتر کا اپنے بادشاہوں کے سامنے بیٹھنے کا یہی قاعدہ ہوا کرتا ہے۔ یہ امیر اپنے غلاموں۔ خادموں

(۱) خوند میر صاحب۔ خلاصۃ الاخبار کہتے ہیں "اس زمانہ میں قاضی مذکور کا شہر شیراز میں بہت اثر تھا جس کہ آپ ہی سے تھے۔ جن کی وجہ سے امیر چوپانی اور امیر محمد مظفر کے طرفداروں میں مصالحت ہوگئی تھی۔"
اسکی عبارت کا یہ ترجمہ ہے" آخر الامر قاضی مجد الدین اسمعیل ابن یحیٰی کے توسط سے جماعہ اکابر اور فضلاء میں مصالحت ہوئی اور امیر پیر حسنی چوبانی انتہائی اقبال و کامرانی کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے" یہ واقعہ ۷۳۸ھ کا ہے

اور ساتھیوں پانچسو سواروں کے ساتھ آیا اور شہر کے باہر اُترا تھا۔ جب القاضی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ تو اسکی معیت میں صرف پانچ ہی شخص تھے۔ اور آپکے حضور میں از روئے ادب خود تن تنہا حاضر ہوا تھا۔

فائدہ (۳۵) حکایت شیخ ہذا کی تعظیم کے متعلق جسکی بنا آپکی کرامات ظاہرہ پر ہے

عراق کا بادشاہ السلطان محمد خوانبدہ تھا۔ اسکے کافر ہونے کے زمانہ میں اسکے ساتھ ایک فقیہ روافض امامیہ میں سے رہا کرتا تھا۔ جسکا نام جمال الدین مطہر تھا۔ جب سلطان مذکور مشرف باسلام ہوگیا۔ اور اسکے مشرف باسلام ہونے سے تتر بھی مسلمان ہوگئے تو اس فقیہ کی تعظیم زیادہ کرنے لگا۔ اب تو اسے موقع ملگیا اور اس نے روافض کے مذہب کو اسکی نظروں میں خوب اچھا دکھانا شروع کیا اور دیگر مذاہب پر اسکی فضیلت ثابت کی ہے اور صحابہ اور خلافت کا حال بھی اسے خوب تفصیل کے ساتھ بتایا۔ اور یہ بتایا کہ ابابکر اور عمر یہ دونوں رسول اللہ کے وزیر تھے اور علی آپکے ابن عم اور داماد تھے۔ اسلئے خلافت کے وارث وہی تھے اور اُسکے دستور کے موافق آپ کی ذات کو تمثیلاً پیش کیا۔ اور یہ کہا کہ جو ملک آپکے تصرف میں ہے وہ آپ کے اجداد و اقارب سے آپ کو ورثتاً ملا ہے۔ چونکہ سلطان مذکور کو کفر چھوڑے ہوئے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا۔ اور قواعد دین سے ناواقف تھا۔ اسلئے اُس نے حکم جاری کیا کہ لوگ رفض اختیار کریں۔ اور اسکے متعلق ہر دو عراقوں فارس اور بیجان۔ اصفہان کرمان اور خراسان احکام بھیجے[1]۔ وہ بلاد جن میں پہلے یہ فرمان پہونچا۔ بغداد شیراز اور اصفہان ہیں۔ باشندگان بغداد میں سے باب الازج کے رہنے والوں نے اس حکم کو نہ مانا۔ کیونکہ وہ اہل سنت اور ان میں سے اکثر الامام احمد بن حنبل

(۱) اس مقام کے لئے اسی بین (Browne) کی ببلیا تھکا اورنیٹ۔ جلد سوم حصہ دوم صفحات ۶-۵-۷ دیکھنا مفید ہیں۔

کے مذہب پر تھے۔ انھوں نے کہا نہ توہم اس حکم کو سُننے کے لئے تیار ہیں اور نہ ماننے کیلئے اور جمعہ کے دن جامع مسجد میں مسلح آئے۔ یہیں السلطان کا قاصد بھی تھا۔ جب الخطیب ممبر پر چڑھا توسب اسکی طرف رُخ کرکے کھڑے ہوگئے۔ ان مسلح لوگوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہ لوگ بغداد کے حامی اور رائے دہندہ تھے۔ انھوں نے خطیب کے لئے قسم کھائی کہ اگر اس نے مرسوم خطبہ کو بدل دیا یا اس میں کچھ زیادتی یا کمی کی تو ہم اسے (خطیب کو) قتل کر ڈالیں گے۔ اور سلطان کے قاصد کو بھی تہ تیغ کرینگے۔ اور اسکے بعد جسکی اطاعت خدا کو منظور ہوگی کرینگے۔ سلطان نے یہ حکم دیا تھا کہ خلفاء اور تمام صحابہ کے نام خطبہ سے نکال دیئے جائیں اور ماسوا علی اور آپ کے متبعین کے کسی کا نام نہ لیا جائے۔ مثلاً عمار کا۔ رضی اللہ عنہم۔ خطیب مذکور قتل سے ڈر گیا اور مرسوم میں خطبہ پڑھا۔

باشندگان شیراز و اصفہان نے بھی باشندگان بغداد کی طرح کیا۔ قاصدوں کو بادشاہ کے پاس ناکام واپس ہونا پڑا۔ اور جاکر جو حالت اسکے متعلق گذری تھی بیان کی۔ [illegible] سلطان نے حکم نافذ کیا کہ تینوں [illegible] شہروں کے قاضی لائے جائیں چنانچہ ان میں سے جو پہلے لائے گئے وہ القاضی مجد الدین قاضی شیراز تھے۔ اسوقت سلطان جس مقام میں تھا۔ اُسے قراباغ کہتے [illegible] تھے۔ یہ سلطان کے موسم گرما میں رہنے کی جگہ تھی۔ جب قاضی موصوف [illegible]ور میں تشریف لے گئے تو سلطان نے حکم دیا کہ ان کو میرے کتوں کے سامنے ڈالدو۔ انکی گردنوں میں زنجیریں بندھی رہتی تھیں اور بنی آدم ہی کے کھانے کے لئے مخصوص تھے جب وہ شخص لایا جاتا تھا جسپر کتے چھوڑنے ہوتے تھے تو وہ ایک بڑے میدان میں بالکل آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ پھر اسپر یہ کتے چھوڑ دئے جاتے تھے۔ پس یہ اسکے سامنے دوڑتے تھے اور اُسے کوئی مفر نہ ہوتا تھا۔ حتی کہ اُسے پکڑ لیتے تھے اور چیر پھاڑ ڈالتے اور اسکا گوشت کھا لیتے تھے۔ جب القاضی مجد الدین پر کتے چھوڑے گئے اور آپ کے پاس پہونچے تو آپ کی خوشامد کرنے اور دم ہلانے لگے۔ اور آپ کو کوئی گزند نہ پہونچا۔

جب یہ خبر السلطان کو پہونچی۔ تو وہ ننگے پیروں اپنے گھر سے نکل آیا اور قاضی مذکور کے قدموں پر اوندھے منہ گرکر چومنے لگا۔ اور ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور اسکے جسم پر جو کپڑے

تھے وہ سب اُسے پہنا دیتے۔ ان لوگوں میں یہ بات بڑی عظمت کی ہے۔ جب کسی کے لئے اس طرح بادشاہ اپنے کپڑے اتارتا ہے۔ تو اُسکے اس کی اولاد اور دیگر پس ماندگان کے لئے جب تک یہ کپڑے یا ان میں سے کوئی چیز باقی رہتی ہے۔ بڑی شرف والی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو ورثتاً ملتی ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ عظمت والا پائے جامہ شمار کیا جاتا ہے۔ جب سلطان مذکور نے قاضی مجدالدین کے لئے اپنے کپڑے اتارے۔ اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر میں لیگیا اور عورتوں سے کہا کہ آپکی تعظیم اور آپ سے برکت حاصل کریں اور سلطان مذکور نے مذہب رفض کو چھوڑا تو بلاد میں یہ فرمان بھیجا کہ مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم رہیں۔ اور قاضی مذکور کو نذر پیش کی۔ اور اُسے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اسکے بلاد کو روانہ کر دیا۔

ذکر (۳۶) موضع جمکان و ذکر (۳۷) موضع میمن

جو نذرانے پیش کئے تھے ان میں سے سو مواضعات جمکان کے بھی تھے یہ دو پہاڑوں کے مابین ایک خندق ہے اسکا طول چوبیس فرسخ ہے۔ اور ایک درمیان سے ایک بہت بڑی نہر نکلی ہے۔ اور اسکے دونوں جانب مواضعات ترتیب سے آباد ہیں یہ شیراز کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے۔ اسکے بڑے مواضعات میں سے جو شہروں کے ہم پلہ ہیں ایک موضع میمن ہے۔ یہ بھی قاضی مذکور کے لئے ہے۔ اس مقام کے عجائبات میں سے جو جمکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ہے کہ اسکا وہ حصہ جو شیراز سے متصل ہے جسکی مسافت بارہ فرسخ کی ہے۔ بہت ٹھنڈا ہے۔ یہیں برف باری ہوا کرتی ہے اور اس میں اکثر جوز کے درخت ہیں اور دوسرا نصف حصہ جو بلاد بال اور ہرمز کے راستہ میں بلاد ہلار سے متصل ہے بہت سخت گرم ہے اس میں اکثر کھجور کے درخت ہوتے ہیں دوسری مرتبہ بھی مجھے اسوقت قاضی مجدالدین کی زیارت سے مشرف ہونے کا اتفاق ہوا۔ جب میں ہندوستان سے نکلا۔ اور صرف آپکی زیارت سے حصول برکت کے لئے ہرمز گیا۔ یہ واقعہ ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء کا ہے ہرمز اور شیراز کے مابین پینتیس ۳۵ دن کی مسافت ہے۔ جب میں آپ کی

خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ بہت زیادہ ضعیف ہونے کی وجہ سے حرکت سے قاصر تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ پہچان گئے۔ میری طرف متوجہا اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور معانقہ کیا۔ میرا ہاتھ آپکی کہنی پر پڑا تو میں نے محسوس کیا کہ آپ کا چمڑا ہڈی سے چپک گیا ہے اور ان میں گوشت کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ مجھے آپ نے اُس مدرسہ میں اُتارا جس میں پہلی مرتبہ اتارا تھا۔ پھر ایک دن میں آپکی زیارت کو گیا تو وہاں شیراز کے بادشاہ السلطان ابو اسحق کو پایا جسکا ذکر عنقریب ہی آئیگا۔ یہ آپ کے سامنے اپنے ہاتھ سے اپنا کان پکڑے ہوئے بیٹھا تھا۔ یہ رسم انکے یہاں انتہائی ادب کی علامت ہے۔ جب لوگ بادشاہوں کے حضور میں بیٹھتے ہیں تو یہی کرتے ہیں۔ پھر میں مدرسہ کی طرف دوسری مرتبہ آیا تو آپ کا دروازہ بند تھا۔ میں نے اسکا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ سلطان کی ماں اور بہن میں میراث کے معاملہ میں کچھ جھگڑا ہوگیا ہے۔ اسلئے انکو قاضی مجدالدین کے حضور میں بھیجا گیا۔ چنانچہ یہ دونوں خواتین آپکے پاس مدرسہ میں آئی ہیں۔ اور آپکو حکم قرار دیا ہے۔ آپ نے ان دونوں میں مطابق شرع فیصلہ کردیا۔ اہل شیراز آپ کو قاضی نہیں کہتے بلکہ "مولانا اعظم" کہتے ہیں۔ اور اسیطرح دستاویزوں اور ان کاغذوں میں لکھتے بھی ہیں۔ جن میں آپ کے اسم گرامی کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کا میرا آخری زمانہ ماہ ربیع الثانی ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء تھا۔ آپ کے بہت سے انوار کے پرتو مجھپر پڑے۔ بہت سی برکتیں مجھپر ظاہر ہوئیں۔ اللہ آپ کی اور آپ جیسے حضرات کی ذات بابرکات سے سب کو نفع پہونچائے۔ آمین۔

ذکر (۳۸) سلطان شیراز

جب میں شیراز گیا تھا تو وہاں کا سلطان الملک الفاضل ابو اسحق بن محمد شاہ ینجو تھا۔ اسکے والد نے اسکا نام الشیخ ابی اسحق الکازرونی کے نام پر رکھا تھا۔ اللہ برتر ان بزرگ کے اسم گرامی سے نفع پہنچاتے۔ یہ نہایت نیکوکار بادشاہوں میں سے صاحب حسن صورت و سیرت و ہیئت۔ کریم النفس جمیل الاخلاق متواضع صاحب قوت تھا۔ اسکا

ملک بہت بڑا اور اسکے لشکر میں صرف پچاس ہزار ترک اور عجمی تھے۔ اہل اصفہان پر اسے بہت اعتماد اور بھروسہ تھا اور اہل شیراز پر کبھی مطمئن نہ ہوا۔ نہ انہیں اپنا خادم بناتا تھا۔ اور نہ تقرب عطا کرتا تھا۔ اور نہ ان میں سے کسی کو مسلح ہونے کی اجازت دیتا تھا۔ کیونکہ یہ بہت بڑے باہیبت اور بہادر لوگ ہوتے اور بادشاہوں کے مقابلہ کی جرأت رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے جسکے ہاتھ میں ہتھیار دیکھتا تھا سزا دیتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ اُسے سپاہی گھسیٹے لئے جا رہے ہیں۔ یہ پولیس کے لوگ تھے اور اسکی گردن میں رسی باندھی ہوئی ہے۔ میں نے لوگوں سے اسکے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ رات کو ہاتھ میں یہ کمان لئے ہوئے جا رہا تھا۔ اسلئے سلطان مذکور نے اہل شیراز کی طبیعت میں اس سختی کا مشاہدہ کرکے اسلحہ کے لئے حکم امتناعی صادر فرمایا ہے اور اصفہانیوں کو ان پر ترجیح دیا کرتا تھا۔ کیونکہ اسے ان سے کوئی خوف نہ تھا۔

اسکا والد محمد شاہ ینجو۔ ملک العراق کی طرف سے شیراز کا حاکم تھا[1]۔ یہ شخص نہایت حسن سیرت اور یہاں کے باشندوں سے محبت رکھنے والا تھا جب اس نے وفات پائی تو السلطان ابوسعید نے اسکی جگہ پر الشیخ حسین کو جو ابن الجوبان امیر الامراء ہیں مقرر کیا۔

(۱) امیر خوند کہتے ہیں کہ ۷۲۳ھ میں صوبہ فارس کی حکومت امیر مسافر اینیاق کو سپرد کی گئی۔ سالہا سال تک امیر محمود شاہ انجو امیر جوبان کے ماتحت وہاں کا حاکم رہ چکا تھا۔ یہ شخص ان قطعات کا قاضی تھا۔ اُن کے الفاظ کا ترجمہ بغرض استفادہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے "۷۲۴ھ میں سلطان ابوسعید بہادر نے ولایت فارس کی حکومت پر امیر مسافر اینیاق کو مامور فرمایا۔ سالہا سال سے امیر محمود شاہ انجو بھی امیر جوبان کے ماتحت اور زیر اہتمام ولایت مذکور کا حاکم رہ چکا تھا۔ اور شیراز اور شبانکارہ کی ولایت میں اس کی اسقدر املاک تھی کہ اُسے سو تومان سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی۔" پھر اس کے بعد ہمارے پیش نظر یہ امر کیا گیا کہ ابو اسحٰق محمد شاہ انجو کے لڑکوں میں سے تھا۔ ملاحظہ ہو "امیر محمود شاہ کے لڑکے تبریز سے بھاگ گئے۔ امیر مسعود روم کو چلا گیا اور امیر شیخ ابو اسحٰق امیر علی بادشاہ کی خدمت میں بھاگا۔" ابو اسحٰق شیرازی کس عہدہ پر مامور رہا اس سے مورخین خاموش ہیں۔ لیکن اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کسی بڑے زبردست اقتدار کے عہدہ پر مامور تھا۔ ۷۴۲ھ میں یہ اصفہان کی حکومت پر مامور ہوا۔ اور ۷۴۳ھ میں شیراز پر ملک اشرف کے لڑکے کا مقابلہ کیا اور اہل شہر کی مدد سے پیچھے ہٹا دیا۔ خوندمیر کا اس صلہ کے تحت میں بیان ہمارے سیاح کے بیان سے مطابق ہے۔ ملاحظہ ہو "امیر ابو اسحٰق اسقدر سخی اور اتنے بکثرت مکارم اخلاق کا شخص تھا کہ اسکا

ان کا عنقریب ذکر آئے گا۔ اور انکی معیت میں بہت سا لشکر بھیجا۔ جب یہ شیراز پہونچا تو یہاں کے محصول ضبط کرلئے۔ یہ اللہ کے بلاد میں سے کثیر المحاصل بلد ہے۔ مجھسے الحاج قوام الدین الطمغچی نے بیان کیا جو یہاں کے خزانہ کے مہتمم تھے۔ کہ یہاں کی روزانہ دس ہزار درہم کی آمدنی کی وصولی کا میں ذمہ دار ہوں۔ مغربی سونے سے اسکی قیمت ڈھائی ہزار دینار سُرخ ہیں۔ الامیر حسنی یہاں ایک مدت تک رہے۔ پھر الملک العراق کے پاس آنے کا ارادہ کیا تو ابی اسحٰق بن محمد شاہ نیجو۔ اسکے دونوں بھائیوں رکن الدین اور مسعود بک اور اسکی والدہ طاش خاتون کو گرفتار کرکے عراق لیجانا چاہا۔ تاکہ ان سے ان کے والد کا مال طلب کرے۔ جب یہ گرفتار شدہ شیراز کے بازار میں پہونچے۔ تو طاش خاتون نے اپنا منہ کھول دیا کیونکہ اس نے اس شرم کی وجہ سے برقعہ اوڑھ لیا تھا کہ اسے کوئی اس حالت میں نہ دیکھ لے۔ کیونکہ ترک عورتوں میں رسم ہے کہ وہ اپنا چہرہ نہیں ڈھانکتیں۔ اور باین الفاظ اہل شیراز سے فریادرسی کی۔ اے اہل شیراز کیا تم میں سے اسطرح جاونگی؟ میں فلاں عورت اور فلاں کی بیوی ہوں؟ اس پر ٹرہیون میں سے ایک شخص اٹھا جسکا پہلوان محمود نام تھا جب میں شیراز گیا تھا تو اس شخص کو بھی دیکھا ہے اس نے کہا کہ ہم ہرگز اسطرح اسکو اپنے شہر سے نہ جانے دینگے اور نہ اسے پسند کرینگے۔ لوگوں نے بھی اسکے اس قول کی اتباع کی۔ اورعام لوگوں میں شورش پیدا ہوگئی۔ سب نے ہتیار اٹھالئے۔ اور بہت سے لشکریوں کو مار ڈالا۔ ان کا مال چھین لیا اور اس عورت اور اسکی اولاد کو چھوڑا لیا۔ الامیر حسنی اور جو اسکے ساتھی تھے سب بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ السلطان ابی سعید کے پاس شکست خوردہ آیا۔ اس نے اسکو بہت سا لشکر دیا۔ اور کہا کہ شیراز واپس جاؤ۔ اور جسطرح چاہو جاکر حکومت کرو۔ جب یہ خبر باشندگان شیراز کو پہونچی۔ تو انہیں معلوم ہوا کہ ان میں اب کوئی طاقت نہیں ہے یہ سب القاضی مجد الدین کے پاس آئے۔ اور آپ سے التجا کی کہ فریقین کی خونریزی کو رفع دفع کیجئے اور صلح کرادیجئے۔ جب آپ امیر حسنی کی طرف روانہ ہوئے تو امیر مذکور آپکی وجہ سے گھوڑے سے اتر پڑا۔ سلام عرض کیا۔ اور صلح ہوگئی۔ اس دن الامیر حسنی

شہر کے باہر اُترا تھا۔ جب دوسرا دن ہوا تو باشندگان شیراز اسکے دیکھنے کے لئے نہایت اچھی ترتیب سے نکلے۔ شہر کو سجایا اور خوب شمعیں جلائیں اور امیر حسنی مذکور بڑی شان و شوکت اور ہجوم کے ساتھ داخل ہوا۔ اور اسکے ساتھ بڑے حسن و اخلاق سے پیش آیا۔

جب السلطان ابو سعید نے وفات پائی۔ اور اسکا سارا کارخانہ درہم و برہم ہو گیا اور ہر امیر نے بغاوت شروع کر دی۔ تو الامیر حسنی کو انکی طرف سے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اس لئے ان میں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ السلطان ابو اسحٰق شیراز۔ اصفہان اور بلاد فارس کا والی بن بیٹھا۔ اسکا ملک ڈیڑھ ماہ کی مسافت تھا۔ اسکا ایسا رعب ہوا اور اسقدر ہمت بڑھی کہ دوسرے بلاد متصلہ پر بھی اپنی حکومت جمادی۔ فتوحات کا آغاز پہلے سب سے قریب مقام شہر یزد سے ہوا۔ یہ شہر نہایت اچھا اور پاکیزہ ہے اور بازار نہایت عجیب ہیں۔ نہریں بکثرت جاری اور درخت بڑے سر سبز و شاداب ہیں۔ یہاں کے باشندے تجارت پیشہ شافعی المذہب ہیں۔ چنانچہ اس نے محاصرہ کیا۔ اور متصرف ہو گیا۔ الامیر مظفر شاہ ابن الامیر محمد شاہ بن مظفر نے ایک قلعہ میں جا کر پناہ لی جو یہاں سے چھ میل کی مسافت پر۔ اور نہایت بلند اور ریگستان کے درمیان واقع ہے۔ جب اس قلعہ کا جا کر محاصرہ کیا۔ تو الامیر مظفر سے جو بہادری ظاہر ہوئی جسے خرقات عادت کہنا چاہیئے۔ کبھی سننے میں نہ آئی تھی۔ السلطان ابی اسحٰق کے لشکر پر شب خون مارتا تھا۔ اور جسیں قدر چاہتا تھا قتل کرتا تھا۔ ڈیروں خیموں کو پھاڑ ڈالتا اور پھر اپنے قلعہ میں چلدیتا۔ کسی میں جرأت نہ ہوتی کہ اسکے قریب چلا جائے۔ ایکمرتبہ السلطان کے خیموں پر شب خون مارا اور وہاں ایک جماعت کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور دس گھوڑے خاص سلطانی پکڑ لئے اور قلعہ میں لے آیا۔ اب تو سلطان مذکور نے حکم دیا کہ دس ہزار اسپ سوار ہر شب کو تیار رہا کریں۔ اور کمین گاہیں مقرر کر کے اُن میں پوشیدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وہ اپنی حسب عادت سو ساتھیوں کو لیکر نکلا اور لشکر پر شب خون مار کمین گاہوں کے سواروں نے اُسے گھیر لیا۔ اور لشکر جا پہونچا۔ آپس میں خوب کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ لیکن یہ نکلکر اپنے قلعہ میں پہونچ گیا۔ اسکے ساتھی سواروں میں سے صرف ایک سوار پکڑ کر السلطان ابی اسحٰق کے پاس

لایا گیا۔ سلطان نے اُسے خلعت دیا اور آزاد کر دیا۔ اور اسکے ہاتھ مظفر کے لئے ایک امن نامہ بھیجا کہ میرے پاس چلے آؤ۔ لیکن اُس نے اس سے انکار کر دیا۔ پھر انکے مابین خط وکتابت جاری رہی۔ اور السلطان ابی اسحٰق کے قلب میں اسکی طرف سے محبت جاگزین ہو گئی۔ چونکہ اُس نے اسکی مردانگی کا نبات خود مشاہدہ کیا تھا۔ اسلئے کہا کہ میں صرف آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب دیکھ لوں گا تو چلا جاؤنگا۔ پس سلطان مذکور قلعہ کے باہر کھڑا ہوا اور امیر مذکور کو اسکے دروازہ پر اور اُسے سلام کیا۔ السلطان نے اُس سے کہا کہ آپ کو امان ہے نیچے تشریف لے آیئے امیر مظفر نے جواب دیا۔ کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے۔ جب تک آپ میرے قلعہ میں نہ داخل ہونگے میں نہ اُتروں گا۔ اس سے کہا کہ اچھا بہتر ہے۔ اور سلطان مذکور اپنے دس ساتھیوں کی معیت میں قلعہ میں داخل ہو گیا۔ جب قلعہ کے دروازہ پر پہونچا۔ تو مظفر پیادہ پا اُتر آیا۔ اور اسکی رکاب کو بوسہ دیا۔ اور اسکے آگے پیادہ پا چلتا ہوا اسے اپنے مسکن میں داخل کیا اسکے کھانے میں شرکت کی۔ اور اسکی معیت میں سوار ہو کر محل سلطانی میں آ اترا۔ سلطان نے اُسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ خلعت اسکے زیب تن کی اور بہت سا مال عطا کیا۔ اب دونوں میں اتفاق ہو گیا اور خطبہ میں سلطان اور ابی اسحٰق دونوں کا نام پڑھا جانے لگا۔ اور بلاد مظفر اور اسکے باپ دونوں کے نام پر ہو گئے بعد ازاں سلطان مذکور اپنے بلاد واپس چلا آیا۔

فائدہ (۳۹) حکایت مقابلہ سلطان شیراز و ہند وذکر (۴۰) جود وسخا

ایک مرتبہ السلطان ابو اسحٰق کی یہ آرزو ہوئی کہ ایک ایوان۔ ایوان کسریٰ کی طرح بنایا جائے۔ اہل شیراز کو حکم دیا کہ اسکی بنیادیں کھودنے کا کام اپنے ذمہ لیں۔ چنانچہ اہل شیراز نے امتثال امر کیا۔ اس کام میں ہر فن والا دوسرے فن والے پر تسابق چاہتا تھا حتیٰ کہ اس کام میں حد کر دی۔ مٹی ڈھونے کے لئے چمڑے کی ٹوکریاں بنوائیں۔ اور انپر حریر زرکش کے غلاف چڑھوائے۔ اور یہی مٹی ڈھونے والے چوپاؤں کے ساتھ بھی کیا۔ یعنی انکے لئے

ایسی ہی خورجیاں بنوائیں۔ اور بعض نے چاندی کے پھاوڑے بنوائے۔ اور بکثرت شمعیں روشن کیں۔ کھودنے کے وقت یہ نہایت عمدہ کپڑے پہنتے اور اپنی کمروں میں ریشم کے ٹپکے باندھکر کھودنے کا کام کرتے۔ سلطان مذکور انکے یہ سارے فعل ایک مقام خاص سے بیٹھکر مشاہدہ کرتا تھا۔ میں نے بچشم خود اس عمارت کو دیکھا ہے۔ تقریباً زمین سے تین گز بلند ہوئی تھی۔ جب اسکی بنا پڑ گئی تو سلطان مذکور نے اہل شہر سے کام لینا بند کر دیا ہوگا۔ اور مزدوری دیکر اس کام کے کرنے والوں سے اسے کرایا ہوگا۔ اس کام کو ہزاروں کاریگر انجام دیتے تھے۔ میں نے شہر مذکور کے والی سے سُنا ہے کہ اسکے محاصیل کا کثیر حصّہ اس عمارت کی تعمیر میں صرف ہوا ہے۔ یہ امیر جلال الدین بن القلکی التوریزی بحیثیت مہتمم مامور تھا۔ اسکا بڑے لوگوں میں شمار تھا۔ اور اسکا والد مسمی علی شاہ جیلان السلطان ابی سعید کے وزیر کا نائب تھا۔ اس امیر جلال الدین القلکی کا ایک فاضل بھائی بھی تھا جسکا نام ہبتہ اللہ اور لقب بہاؤ الملک تھا۔ یہ بھی ملک الہند کے پاس اسوقت گیا تھا جب میں گیا تھا۔ اور ہمارے ساتھ شرف الملک امیر بخت بھی تھے۔ ملک الہند نے ہم سب کو خلعتیں دیں۔ ہر شخص اپنے اپنے کار لائقہ کی غرض سے آیا تھا۔ ہمارے لئے روزانہ مرتب مقرر کیا اور بہت کچھ احسان سے پیش آیا جسکا انشاء اللہ ہم قریب ہی ذکر کرینگے۔ یہ السلطان ابو اسحٰق۔ ملک الہند کا عطا و کرم میں بہت کچھ تشبہ کیا کرتا تھا لیکن کجا ثریا کی بلندی اور کجا تحت الثری۔ ابی اسحٰق کے عطایا میں سے سب سے بڑا عطیہ جسکا ہمیں علم ہے یہ ہے کہ اس نے الشیخ زادۃ الخراسانی کو جب یہ ملک الہراہ کے پاس سے اس کے پاس سفیر ہوکر آیا تھا۔ تو ستر ہزار دینار عطا کئے تھے۔ لیکن ملک الہند اس سے دو گنی دو گنی رقمیں جو احاطہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ باشندگان خراسان وغیرہ کو دیا کرتا تھا(۱)

(۱) جب ابن بطوطہ ہندوستان گیا ہے تو یہاں کا بادشاہ محمد شاہ تھا۔ اسکی جود و سخا سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سبب پر سبقت رکھتا تھا۔ ملاحظہ ہو مسٹر ڈو (ڈوسن D) کی تاریخ ہندوستان جلد اول صفحات ۲۱۳ وغیرہ انہوں نے اور فرشتہ وغیرہ نے اس قسم کے حالات بکثرت دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو "عظما۔ کبرا۔ ہنرور۔ اور کشتی لوگ عواطف و مراحم کی اُمید سے۔ خراسان۔ عراق ماوراء النہر۔ عربستان۔ اور ترکستان وغیرہ سے ہندوستان آتے تھے۔ اور دامنہائے اُمید قصور سے زیادہ بھر کر لیجاتے تھے" یہ اقتباس سیاح کے بیان کی تائید میں پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ اس قسم کی نظیریں بکثرت ہیں جنکا بیان خالی از طوالت نہیں۔

فائدہ (۴۱) حکایت جود وسخا

خراسانیوں کے ساتھ ملک الہند کا ایک عجیب فعل ہوا۔ ایک مرتبہ اسکے پاس خراسان کے فقہا میں سے ایک فقیہ آیا۔ جو ہروی المسکن اور خوارزمی الاصل تھا۔ اسے الامیر عبداللہ کہتے تھے۔ اسے خاتون ترابک۔ امیر قطلودمور صاحب خوارزم کی زوجہ نے الہند کے ملک مذکور کے پاس ہدیہ لیکر بھیجا تھا۔ ملک مذکور نے اسے قبول کر لیا۔ اور اس سے دوگنا عطا کر کے اسکے پاس بھیجا اور قاصد مذکور کو اپنے پاس ٹھہرا کر اپنے ندیموں کے زمرہ میں داخل کیا۔ ایک دن ملک الہند نے اس سے کہا کہ خزانہ میں جاؤ اور جسقدر تم سے اٹھ سکے سونا اٹھا لاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گیا۔ اور تیرہ تھیلیاں اٹھا لایا اور ہر تھیلی میں جسقدر سونا آسکتا تھا بھرا۔ اور تمام تھیلیاں اپنے اعضا میں سے ہر عضو میں باندہیں یہ چونکہ بہت طاقتور تھا۔ اسلئے انہیں لیکر کھڑا ہو گیا۔ جب خزانہ سے نکلا تو گر پڑا۔ اور اٹھ نہ سکا۔ سلطان مذکور نے جسقدر اس نے نکالا تھا وزن کرایا۔ تو دہلی کے من سے کل تیرہ من تھا۔ ایک من کا وزن پندرہ رطل مصری کے مساوی ہوتا ہے۔ پس حکم کیا کہ یہ سب تمہارے حوالہ ہے۔ اس نے لیا اور لیکر چلا آیا۔

فائدہ (۴۲) اسی کے مناسب دوسری حکایت

ایک مرتبہ امیر بخت الملقب بشرف الملک الخراسانی نے یہ وہی شخص ہیں جنکا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ ملک الہند کے دربار میں بیمار ہو گئے۔ ملک مذکور انکی عیادت کے لئے آیا۔ جب اسکے پاس آیا تو انھوں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ ملک مذکور نے قسم دلائی کہ اپنی چارپائی سے نہ اترو۔ سلطان کے لئے ایک مونڈھا ڈال دیا گیا یہ اس پر بیٹھا پھر سونا اور ترازو منگوایا۔ چنانچہ لایا گیا۔ مریض سے کہا کہ ترازو کے ایک پلڑہ میں بیٹھو انھوں نے کہا اے خوند عالم اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ ایسا کرینگے تو میں بہت سے کپڑے پہن لیتا ملک مذکور نے کہا تو اچھا اب سہی جسقدر کپڑے تمہارے پاس ہیں پہن لو۔ انھوں نے بہت سی

ایام سرما کے روئی دار کپڑے پہن لئے۔ اور ترازو کے پلڑے میں بیٹھ گئے۔ دوسری پلڑے میں اسقدر سونا رکھا گیا۔ کہ سونے والا پلڑہ جُھک گیا۔ ملک مذکور نے کہا کہ لو اور اپنے اُوپر سے اسے صدقہ کرا لو۔ اور آپکے پاس سے چلا آیا۔

ذکر (۴۳) دونوں کے مناسب حکایت

الفقیہ عبدالعزیز الاردویلی اسکے حضور میں حاضر ہوا اس نے علم حدیث دمشق میں حاصل کیا تھا۔ اور فقاہت سے بھی بہرہ ور ہوا تھا۔ اسنے اسکے سو دینار دراہم روزانہ مقرر کئے۔ جو پچیس دینار سونے کے برابر تھے۔ ایک روز اسکے دربار میں حاضر ہوا تو سلطان مذکور نے اُسی سے ایک حدیث پوچھی۔ اُس نے اس مضمون کی بہت سی احادیث بیان کردیں اُسے اسکی یادداشت پر بڑا تعجب ہوا۔ اور اپنے سر کی اُسے قسم دلائی کہ اسوقت تک تم یہاں سے نہ جانا جبتک میں اس امر کو پورا نہ کرلوں جسے تم دیکھ لوگے۔ پھر ملک مذکور اپنی نشستگاہ سے اُتر آیا اور اسکے قدم چومے اور ایک بیضادی سینی منگوائی جو چھوٹی کشتی کے مشابہ تھی اور حکم دیا کہ اس میں ہزار دینار سُرخ ڈالے جائیں۔ اُسے سلطان مذکور نے اپنے ہاتھ میں لیا اور اسکے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش کیا۔ یہ مع سینی کہ تمہاری نظر ہیں۔

ایک مرتبہ ایک خراسانی شخص اسکے حضور میں حاضر ہوا۔ یہ ابن الشیخ عبدالرحمن الاسفرائینی کے نام سے مشہور تھا۔ اسکے والد نے بغداد میں بودوباش اختیار کرلی تھی۔ اسے پچاس ہزار دینار دراہم۔ گھوڑے۔ غلام اور خلعتیں عطا کی گئیں۔ قریب ہی جب ہم بلادالہند کا ذکر کرینگے تو اس بادشاہ کے بہت سے حالات بتائیں گے۔ یہ حکایات تو صرف اس ضمن میں بیان کردی گئیں کہ ہم نے یہ کہا تھا۔ کہ السلطان ابا الحق عطایا میں تشبہ چاہتا ہے۔ گو وہ بہت بڑا سخی ہے لیکن کرم اور سخا میں ملک الہند کے ایک درجہ کو بھی نہیں پہونچ سکتا۔

ذکر (۴۴) شیراز کے بعض مشاہد

ان میں سے احمد بن موسیٰ اخی الرضا علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی

بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا مشہد ہے۔ اہل شیراز اس مشہد کی بہت تعظیم کرتے اس سے برکت حاصل کرتے اور اللہ برتر کے فضل کے لئے دلیلہ بتاتے ہیں۔ اسپرطاش خاتون السلطان ابی اسحق کی ماں نے ایک بہت بڑا مدرسہ اور خانقاہ بنوائی ہے اسمیں وارد وصادر کو کھانا ملتا ہے۔ اور قراء تربت مبارکہ پر ہمیشہ قرآن پڑھتے ہیں۔ خاتون مذکور کی عادت ہے کہ اس مشہد پر ہر دوشنبہ کی شب کو آتی ہے۔ اس شب کو تمام قاضی فقیہ اور شریف جمع ہوتے ہیں۔ بلاد اللہ میں سے شیراز میں شرفا کی کثرت ہے۔ میں نے معتمد آدمیوں سے سنا ہے کہ شرفا میں سے وہ لوگ جنکے لئے روزینہ مقرر ہے چھوٹوں اور بڑوں میں سے کچھ اوپر ایک ہزار چار سو ہیں۔ اور ان کا نقیب عضد الدین الحسینی ہے۔ جب یہ لوگ مذکور مشہد مبارک پر حاضر ہوتے ہیں تو حاظرین ختم قرآن کرتے ہیں اور قراء نہایت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔ کھانا۔ پھل پہلاری اور حلوا لایا جاتا ہے۔ جب سب لوگ کھا چکتے ہیں تو واعظ وعظ کہتا ہے۔ یہ سب نماز ظہر کے بعد سے عشا تک ہوتا رہتا ہے خاتون مذکور ایک کھڑکی میں جو مسجد کے اوپر واقع ہے بیٹھی دیکھا کرتی ہے۔ پھر مزار مبارک کے دروازہ پر طبل۔ نفیریاں اور کرنا وغیرہ جس طرح بادشاہوں کے دروازوں پر بجائے جاتے ہیں۔ بجائے جاتے ہیں۔ یہاں کے مشاہد میں سے الامام القطب الولی ابی عبداللہ بن خفیف (۱) کا مزار مبارک بھی ہے۔ آپ یہاں کے باشندوں میں الشیخ کے نام سے مشہور

---

(۱) مولانا جامی نے نفحات الانس میں آپکا اسورات متصوفہ کی معرفت کے ضمن میں کئی مرتبہ ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ابن بطوطہ نے آپ کا ذکر ولی اور قطب لقاب سے کیا ہے مولانا مذکور نے بھی کیا ہے۔

او ائل ایشیاٹک سوسائٹی کے ٹرانزیکشنز کی پہلی جلد میں ان شیخ کے متعلق ایک تحقیق اس کتبہ کی بنا پر ہے جسکا اسمیں نام لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ کا مزار نہیں ہے۔ بہرکیف ابن بطوطہ سے یہ ثبوت بہم پہنچتا ہے کہ آپکا مزار شیراز میں ہے۔ اگر اس بیان کو درست تسلیم کر لیا جائے تو امکان کو استحکام ہو جاتا ہے لیکن جہاں سیلون کا ذکر آئیگا وہاں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اُس ملک میں بھی آپ کے مزار ہونے کا عقیدہ ہے۔ لیکن اس قسم کے کسی حال سے ہم آشنا نہیں کہ آپ کس کالج یا اس قسم کی کسی چیز کے بانی تھے۔ گو کسی درباری عہدہ کے ساتھ آپ کا تعلق نہیں ثابت ہوتا تاہم یہ امر آپکی قدرت میں ضرور تھا۔ مولانا جامی کی کتاب مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے سنہ ۱۳۳۱ھ میں وفات پائی۔ لیکن جس کتبہ کا میں نے ذکر کیا ہے اسمیں اس وقت کا سنہ ۱۳۱۷ھ مرقوم ہے اور کتبہ کا سال تحریر سنہ ۱۳۴۳ھ ہے۔ اسلئے غالباً آپ سنہ ۱۳۱۷ھ میں سیلون میں ہونگے۔ پھر یہاں بادشاہ سے متمتع ہو کر واپس تشریف لیگئے (بقیہ برصفحہ آئندہ)

اور تمام بلاد فارس کے سردار ہیں۔ آپکے مشہد مبارک کی یہ لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں۔ صبح اور شام حاضری دیتے ہیں اور اُسے مسح کرتے ہیں۔ میں نے مذکور قاضی مجد الدین کو دیکھا کہ آپ اسکی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اور اسے بوسہ دیا کرتے تھے۔ خاتون مذکور ہر جمعہ کی رات کو اس مشہد کی زیارت کے لئے آیا کرتی ہے۔ اسپر ایک خانقاہ اور مدرسہ بھی ہے۔ یہاں تمام قاضی اور فقیہ جمع ہوتے ہیں اور جو کچھ مشہد احمد بن موسٰے پر کرتے ہیں وہی یہاں بھی کرتے ہیں۔ میں ان دونوں مقامات پر حاضر ہوا ہوں۔ الامیر محمد شاہ ینجو۔ السلطان ابی اسحٰق کے والد کی قبر اسی تربت سے متصل ہے۔ الشیخ ابوعبداللہ بن خفیف کا اولیاء اللہ میں بہت بڑا مرتبہ ہے اور آپ کے حالات بہت مشہور ہیں یہ وہی بزرگ ہیں جنھوں نے سرزمین ہند کے جزیرہ سیلان میں جبل سرندیپ کا راستہ ظاہر کر دیا تھا۔

ذکر (۵۴) کرامت شیخ ابوعبداللہ بن خفیف

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے کوہ سرندیپ کا ارادہ کیا۔ اور تیس فقرا بھی آپکی معیت میں تھے۔ پہاڑ کے راستہ میں جہاں کوئی آبادی بھی نہ تھی۔ ان سب پر سخت بھوک نے غلبہ کیا۔ اور راستہ بھی سہو کر گئے۔ ان سب نے الشیخ سے اجازت مانگی کہ چھوٹے ہاتھیوں میں سے کسی کو پکڑلیں۔ جنگل وہاں بہت بہتات تھی۔ اور بادشاہ ہند کے لئے لیچلیں۔ شیخ مذکور نے انہیں اس فعل سے منع کیا۔ جب ان پر بھوک کا اور غلبہ ہوا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اب اگر آپ کا وصال ۳۳۱ھ میں ہوا ہو تو ۳۴۳ھ کتبہ کی تحریر کا سال ہوگا۔ بہرکیف جامی نے خالد ابن ابو بقایا وغیرہ کے مشابہ کوئی نام بھی ذکر نہیں کیا جو کتبہ میں تحریر ہے صرف آپنے آپکا نام ابوعبداللہ بن خفیف الشیرازی اس عبارت کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ نام وے محمد بن خفیف بن اسفکشار الضبی است۔ سال وفات ان الفاظ میں ہے۔ وسنہ احدی وثلثین وثلثمایہ برفتہ از دُنیا۔ یعنی ۳۳۱ھ میں آپ دُنیا سے تشرف لے گئے۔ نوکس۔ (Nevill) نے اپنی کتاب سیلون میں لکھا ہے "یہ پہلے زمانہ کے کسی بادشاہ نے" یہ معبد (یعنی کینڈی میں مسجد) عطیہ دی گئی تھی۔ کیونکہ ہر مختار کل کچھ صدقہ جاریہ کر سکتا ہے" صفحہ ۱۷۱۔ اسلئے میرے اُس خیال کو تائید مزید ہوتی ہے جسکا میں شیخ کے متعلق اظہار کر چکا ہوں۔ نیز یہ آپ پہلے شخص ہیں۔ جنھوں نے بحیثیت مسلمان ہونیکے اس جزیرہ میں ملکیت حاصل کی۔

شیخ مذکور کی حکم عدولی کی۔ اور اُن میں سے ایک چھوٹا ہاتھی پکڑ لیا۔ اُسے ذبح کیا اور اسکا گوشت کھا گئے۔ الشیخ انہیں اسکے کھانے سے روکتے ہی رہے[1]۔ جب یہ سب اس شب کو سوتے تو ہر طرف سے ہاتھی آکر جمع ہو گئے اور انکے پاس آئے۔ ان میں سے ہر ایک کا منہ سونگھتے تھے اور اُسے مار ڈالتے تھے۔ حتیٰ کہ انھوں نے سب کے ساتھ یہی کاروائی کی۔ پھر شیخ مذکور کو سونگھا لیکن بال بھی نہ بیکا کیا۔ ان میں سے ایک ہاتھی نے آپ کو پکڑا۔ اور اپنی سونڈ میں لپیٹ کر پیٹھ پر ڈال لیا۔ اور جہاں آبادی تھی لے آئے۔ جب یہاں والوں نے آپ کو دیکھا تو بڑا تعجب کیا اور آپکے پاس آکر صورت حال سے واقفیت حاصل کی۔ جب ان میں سے کچھ لوگ آپ کے قریب ہوئے تو ہاتھی نے آپ کو اپنی پیٹھ سے اتار کر اس طرح زمین پر رکھا۔ تو ان سب نے آپکو دیکھا اور آپکے پاس آئے آپ کو چھوا اور اپنے ملک میں لے گئے اور آپ کی اس حالت کی سب کو اطلاع دی۔ یہ کفار تھے۔ آپ انکے پاس کچھ دن رہے۔ یہ مقام نہر کے کنارے تھا۔ اور اسکا نام خور الخیزران تھا۔ اس مقام پر غوطہ زنی کا مقام تھا۔ جس میں سے جواہرات نکلتے تھے۔ کہتے ہیں کہ الشیخ نے کبھی انکے بادشاہ کے سامنے اپنے قیام کے زمانہ میں سے ایک دن غوطہ زنی کی اور دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں باندھے ہوئے باہر نکل آئے۔ اور بادشاہ سے کہا کہ میرے ہاتھوں میں سے جس ہاتھ کی مٹھی چاہو لیلو۔ بادشاہ نے کہا کہ داہنے ہاتھ کی مٹھی میں جو کچھ ہے وہ ہم نے لیا۔ آپ نے اُس میں جو کچھ تھا اُسکے سامنے ڈال دیا۔ تو تین سنگ یاقوت تھے اور ایسے کہ اُن کا نظیر تھا۔ چنانچہ وہ انکے بادشاہوں کے تاج میں جڑے ہوئے ہیں اور انکی ارث میں رہتے ہیں۔

میں اس جزیرۂ سیلان میں بھی گیا۔ یہاں کے تمام باشندے کافر ہیں لیکن مسلمان فقراء کی بہت عزت کرتے اور انہیں اپنے گھروں میں اتارتے ہیں کھانا کھلاتے اور انہیں اپنے گھروں میں اپنے اہل وعیال میں رکھتے ہیں۔ ان کا یہ طریقہ تمام کفار ہند کے خلاف ہے کیونکہ نہ وہ مسلمانوں کو اپنے پاس آنے دیتے۔ نہ انھیں اپنے برتنوں

---

(۱) مصلح الدین سعدی شیرازی نے گلستان کے باب اول حکایت سوم میں لکھا ہے "بکری پاک ہے اور ہاتھی ناپاک"

ہیں کھانا کھلاتے اور نہ پانی پلاتے ہیں۔ باوجود یکہ نہ یہ انہیں کچھ اذیت پہونچاتے نہ اُنکی کچھ بُرائی کرتے اور نہ انہیں کچھ دکھ دیتے ہیں۔ جب ہمیں کبھی ان سے گوشت پکوانے کا اتفاق ہی آپڑا ہے تو وہ اپنی ہانڈیوں میں گوشت لاکر ہم سے دور بیٹھے ہیں۔ کیلے کے پتے اُن پر چاول رکھتے ہیں یہ اُن کا کھانا ہے۔ اور اسپر کوشان بھی ڈالتے ہیں۔ یہ انکے ساتھ کھانے کی چیز ہے۔ اور چلے جاتے ہیں۔ ہم وہ کھاتے ہیں۔ اور پس خوردہ کتوں کے سامنے ڈالدیا جاتا ہے۔ اور اُسے پرندے کھا لیتے ہیں۔ اگر اس میں سے کسی ایسے چھوٹے بچے نے کھا لیا جسے عقل نہیں ہے تو اسے خوب مارتے ہیں اور گائے کا گوبر کھلا دیتے ہیں کیونکہ انکے عقیدہ کے موافق وہ اس سے پاک ہو جاتا ہے۔

اسکے مشاہد میں سے الشیخ الصالح القطب روزبہان البقلی کا مشہد ہے۔ آپ کبار اولیاء میں سے تھے۔ آپ کا مزار مبارک مسجد جامع میں ہے جہاں خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس مسجد میں القاضی مجدالدین جنکا ذکر پہلے آچکا ہے رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے ہیں۔ اسی میں میں نے آپ سے کتاب مسند الامام ابی عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی سُنی ہے آپ اسے بسند وزیرہ بنت عمر بن المنجا۔ آپ بسند ابو عبداللہ الحسین بن ابی بکر بن المبارک الزبیدی بیان کرتی ہیں اور یہ بسند ابو زرعۃ طاہر بن محمد بن طاہر المقدسی۔ یہ بسند ابوالحسن المکی بن محمد بن منصور بن علان العرضی۔ یہ بسند القاضی ابوبکر احمد بن الحسن الحرشی بیان کرتے ہیں اور یہ ابی العباس ابن یعقوب الاصم سے۔ یہ الربیع بن سلیمان المرادی سے۔ اور یہ الامام ابی عبداللہ الشافعی سے روایت کرتے ہیں۔ نیز میں نے اس مسجد میں القاضی مجدالدین سے الامام رضی الدین ابی الفضائل الحسن بن محمد بن الحسن الصغانی کی کتاب مشارق الانوار بھی سنی ہے۔ انھوں نے الشیخ جلال الدین ابی ہاشم محمد بن احمد الہاشمی الکوفی سے بروایت الامام نظام الدین محمود بن محمد بن عمر الہروی اور انھوں نے مصنف مذکور سے سنی ہے۔

یہاں کے مشاہد میں سے الشیخ الصالح زرکوب کا مشہد ہے۔ اسپر ایک خانقاہ بھی کھانا کھلانے کے لئے بنی ہے۔ یہ تمام مشاہد شہر کے اندر ہیں اسیطرح یہاں کے باشندوں

کی تمام قابل عظمت قبریں ہیں کیونکہ ان میں سے جس شخص کا بیٹا یا بیوی مرتی ہے تو اسکی قبر گھر کے کسی حصہ ہی میں بنا چھوڑتے ہیں اور پھر اُس میں دفن کر دیتے ہیں اور اُس گھر کو چٹان یا فرش سے مفروش کر دیتے ہیں۔ میت کے سرہانے اور پائینتی بکثرت شمعیں روشن کرتے ہیں۔ اس گھر میں گلی کی طرف ایک لوہے کی شبکے دار گھڑکی لگاتے ہیں۔ اس سے قراء داخل ہوتے ہیں جو نہایت خوش الحانی سے تلاوت کرتے ہیں۔ باشندگان شیراز سے بڑھکر تمام عالم میں خوش الحانی کے ساتھ کوئی قرآن پڑھنے والے نہیں ہیں۔ گھر والے مزار پر فرش بچھاتے اور اسپر چراغان کرتے ہیں۔ گو یا میت بدستور گھر میں ہے۔ مجھ سے لوگوں نے ذکر کیا کہ وہ روزانہ میت کے لئے کھانا پکاتے ہیں اور اسکے نام پر اسے صدقہ دیدیتے ہیں۔

فائدہ (۴۶) حکایت متعلقہ

ایک دن میں شہر شیراز کے کسی بازار سے گذرا۔ دیکھا کہ ایک مسجد نہایت اعلےٰ بنی ہوئی اور اچھے فرش والی ہے اور اُس میں چند قرآن جزدانوں میں کئے ہوئے ایک چوکی پر رکھے ہیں۔ مسجد مذکور کی شمالی جانب ایک خانقاہ ہے۔ اس میں بازار کے رخ ایک کھڑکی لگی ہے۔ اوراس میں ایک نہایت خوبصورت شخص اچھے کپڑے پہنے ہوئے بیٹھا اور اپنے سامنے قرآن رکھے ہوئے پڑھ رہا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اور اُسکے پاس بیٹھ گیا۔ اُس نے میرے آنے کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے کل حال بیان کر دیا پھر میں نے شیخ مذکور سے مسجد کے متعلق دریافت کیا اُس نے مجھ سے کہا کہ یہ میری تعمیر کرائی ہوئی ہے اور اسپر میں نے قراء وغیرہ کے لئے بہت سے اوقاف وقف کئے ہیں اور یہ خانقاہ جس میں میں بیٹھا ہوا ہوں اسمیں میری قبر کا سروا یہ ہے۔ اگر اللہ برتر نے میری موت اسی شہر میں لکھی ہے۔ پھر اپنے نیچے کا فرش لوٹا اسکے نیچے قبر چھپی ہوئی تھی اور لکڑی کے تختوں سے اُسے ڈھانپ رکھا تھا۔ اسی کے بالمقابل اُسنے ایک صندوق مجھے دکھلایا اور کہا کہ اس صندوق میں میرا کفن اور حنوط ہے اور وہ دراہم ہیں جو میں نے

ایک ایک نیک شخص کا کنواں کھود کر مزدوری میں ملتے ہیں۔ یہ دراہم میں نے اس لئے رکھ چھوڑے ہیں کہ جب میں مرجاؤں گا تو میری تجہیز و تکفین کے اخراجات میں کام آئیں گے اور جو بچ جائیں گے وہ صدقہ کرائے جائیں گے۔ مجھے اسکی یہ باتیں سنکر بہت تعجب ہوا۔ جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو مجھے قسم دلائی اور وہی جگہ میری ضیافت کی۔

ذکر (۴۷) مقبرہ شیخ سعدیؒ

اُن مشاہد میں سے جو بیرون شیراز واقع ہیں۔ الشیخ الصالح المعروف بالسعدی کا مزار ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے۔ اکثر اپنے کلام کو زبان عربی سے بھی خوب چمکایا ہے۔ آپ کی ایک خانقاہ بھی ہے جسے آپ نے اسی مقام پر تعمیر کرایا تھا۔ اس میں ایک نہایت اعلےٰ باغ ہے اور خانقاہ مذکور ایک بڑی نہر کے کنارے واقع ہے جسے رکن آباد کہتے ہیں۔ یہاں شیخ مذکور نے کئی چھوٹے چھوٹے سنگ مرمر کے حوض بھی کپڑے دہونے کے لئے بنوائے ہیں۔ لوگ شہر سے نکلکر اس مقام کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اسی خانقاہ کے دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں اور اس نہر میں اپنے کپڑے دہوتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ یہی میں نے بھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں پہونچکر کیا۔ اس خانقاہ سے متصل ایک دوسری خانقاہ بھی ہے اور اس سے ملا ہوا ایک مدرسہ ہے یہ دونوں عمارتیں شمس الدین سمنانی کے مزار پر بنی ہوئی ہیں۔ آپ امرا فقہا میں سے تھے اور وصیت کر مرے ہیں کہ میں اسی مقام پر دفن کیا جاؤں۔

شیخ ابی شیراز میں کبار فقہا میں سے الشریف مجید الدین ہیں۔ آپ کا معاملہ کرم عجیب ہے لیکر سخا ایسا ہوا ہے کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا سب خیرات کر دیا یہانتک کہ بستر پر اتنی تنک سے دریغ نہ کیا اور جو گدڑی آپ کے پاس تھی اوڑھ لی۔ جب شہر کے امرا آتے ہیں تو آپکے پاس آتے ہیں اور آپ کو اس حالت میں دیکھتے ہیں تو کپڑے پہناتے ہیں مرتبہ ان کی طرف سے آپکے لئے پچاس دینار دراہم وظیفہ مقرر ہے۔

ذکر (۴۸) بلاد الشول میں قیام

پھر میں شیراز سے الشیخ الصالح ابی اسحٰق الکازرونی(۱) کے مزار کی زیارت کے لئے جو کازرون میں ہے روانہ ہوا۔ یہ شیراز سے دو دن کی مسافت پر ہے۔ پہلے دن ہم بلاد الشول میں اترے۔ یہ عجمیوں کا ایک گروہ ہے۔ میدان میں رہتے ہیں اور ان میں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں۔

ذکر (۴۹) طائفہ شول کے بعض لوگوں کی کرامت

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں شیراز کی کسی مسجد میں نماز ظہر کے بعد اللہ عزوجل کی کتاب کی تلاوت کے لئے بیٹھا کرتا تھا۔ میرے دماغ میں یہ خیال گذرا کہ اگر میرے پاس کوئی مصحف کریم ہوتا تو اس میں تلاوت کرتا۔ اس اثنا میں ایک جوان شخص میرے پاس آیا اور مجھسے زور سے کہا " لو"۔ جب میں نے سر اٹھایا تو میری گود میں ایک مصحف کریم ڈالکر چلاگیا۔ اسی دن میں نے اسے پڑھکر ختم کردیا۔ اور منتظر رہا کہ اسے واپس کردوں گا۔ جب وہ میرے پاس نہ آیا۔ تو میں نے اس شخص کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ بہلول الشولی ہیں۔ پھر مجھے یہ کبھی نظر نہ آئے پھر دوسرے دن ہم عشا کے وقت۔ کازرون پہنچے۔ اور الشیخ ابی اسحٰق کی خانقاہ میں اسرا۔ یہ رات ہم نے وہیں کھانا کھایا اور

فصل (۵۰) کازرون میں ورود و ذکر (۵۱) شیخ ابو اسحٰق

[annotation near heading: السمل بیا اسحٰق / سقے کہ یہ میرا احق]

کازرون پہونچے۔ اور الشیخ ابی اسحٰق کی خانقاہ میں اسرا آگے بہرشت وقف سے

(۱) کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر بلوٹ صاحب نے جن ابو اسحٰق الکازرونی کا ذکر کیا ہے۔ اگر اللہ پر ترنے کازرونی کے کازرونی صحیح ہوگا۔ گو مراصد الاطلاع میں یہ موجود ہے کہ کازرون نے کپڑا اچھی ہوئی تھی جو دریا اور شیراز کے مابین واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ اہل فارس کا دسیاط ہے۔ یہاں جو مصری کپڑے قصب کے مشابہ تو نہیں لیکن اچھا ضرور ہے۔ یہاں بکثرت نخل باغات سے لوگ ایک صندوق ہیں۔ جنکا شمال وجنوب کی طرف سلسلہ چلا گیا ہے۔ اسکے اور شیراز کے مابین تین دلطا جو میں نے

جا اترے اور اس رات کو یہیں شب باش رہے انکا یہ طریقہ ہے کہ چاہے کوئی بھی وارد ہوا سے ہریسہ جو گوشت گیہوں اور گھی سے بنتا ہے کھلاتے ہیں یہ چپاتی سے کھایا جاتا ہو اور جو انکے یہاں آتا ہے۔ جب تک اسکی تین دن تک ضیافت نہ کر لیں۔ سفر کے لئے رخصت نہیں کرتے۔ وہ شیخ جو خانقاہ میں مقیم ہے اسکے پاس لوگ حاجتیں لیکر آتے ہیں۔ شیخ مذکور ان فقراء سے کہتا ہے جو اس خانقاہ میں رہا کرتے ہیں۔ انکی تعداد سو سے اوپر ہے ان میں سے شادی شدہ بھی ہیں یہ قرآن ختم کرتے ہیں اور پھر شغل و ذکر ہوتا ہے۔ پھر اس حاجتمند کے لئے الشیخ ابی اسحق کی ضریح کے پاس دعا کرتے ہیں۔ اللہ برکت آپکے وسیلہ سے اسکی حاجت پوری کر دیتا ہے۔

ان شیخ ابو اسحق کی اہل ہند اور چینی بڑی عظمت کرتے ہیں۔ بحر چین میں سفر کرنیوالوں کی عادت ہے کہ ہوا میں تغیر ہوتا اور چوروں سے انھیں خوف دامنگیر ہوتا ہے تو ابی اسحق کے لئے منتیں مانتے ہیں اور ہر شخص نے جو منت مانی ہے اسے لکھ لیتا ہے۔ جب سلامتی سے خشکی پر پہنچ جاتے ہیں تو خانقاہ کے خادم کشتی پر چڑھ جاتے اور کشتی کی زمام پکڑ لیتے ہیں۔ اور ہر نذر ماننے والے کی نذر یا چڑھاوے لیتے ہیں۔ چین یا ہندوستان سے کوئی ایسا جہاز یا کشتی نہیں آتی جس میں اس مقصد کے لئے ہزاروں دینار نہ ہوں۔ خانقاہ کے خادم کی طرف سے وکیل آتے ہیں وہ انہیں سے لیتے ہیں۔ فقراء میں سے جو الشیخ کے صدقہ کے طالب آتے ہیں ان کو یہاں سے ایک تحریر دیجاتی ہے۔ اور الشیخ کی علامت چاندی کے قالب میں منقوش ہوتی ہے۔ اسے سُرخ روشنائی سے اس فرمان پر لگا دیتے ہیں۔ اس سے اسپر نشان بنجاتا ہے۔ اُس تحریر کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس الشیخ ابی اسحق کے لئے کوئی نذر ہے اس میں اسقدر فلاں شخص کو دیدینا چاہیئے۔ ہزار سے لیکر سو تک اور اسکے مابین دینے کے لئے حکم ہوتا ہے اور اس سے زیادہ فقیر کی حاجت پر انحصار ہوتا ہے۔ جب وہ شخص ملجاتا ہے۔ جسکے پاس کچھ نذر ہے اور اس سے لے لیتے ہیں تو اس حکم نامہ میں تحریر کے نیچے جو کچھ اس سے وصول کیا ہے لکھ دیتے ہیں۔ ایکمرتبہ ہندوستان کے بادشاہ نے ابی اسحق کے لئے دس ہزار دینار کی نذر مانی۔

اس کی خبر خانقاہ کے فقراء کو ملی۔ ان میں سے ایک ہندوستان آیا۔ اُسے لیا اور لیکر خانقاہ واپس چلا گیا بعد ازاں ہم کازرون سے۔

فصل (۵۲) شہر زیدین میں ورود و اذکار (۵۳) مزار حضرت زید بن ثابت رضؓ و (۵۴) مزار حضرت زید بن ارقم رضؓ

شہر زیدین میں وارد ہوئے۔ یہ اس نام سے اسلئے مسمی ہے کہ اس میں زید بن ثابت اور زید بن ارقم(۱) ان دونوں انصاریوں اور رسول اللہ صلعم تسلیماً کے صحابہ رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں۔ یہ شہر نہایت اچھا بکثرت باغات اور پانیوں پر مشتمل ہے اور یہاں کے بازار بھی نہایت اچھے اور مساجد نہایت عجیب ہیں۔ یہاں کے باشندے نیکوکار۔ امانت دار۔ اور دیانت دار ہیں۔ یہاں کے خاص رہنے والوں میں سے القاضی نورالدین الزیدانی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ باشندگان ہند کے یہاں تشریف لائے تھے۔ اسوقت یہاں کے مقام ریبتہ المہل کے عہدہ قضا کے آپ والی ہوئے تھے یہ بہت سے جزائر کا نام ہے جنکا مالک جلال الدین بن صلاح الدین صالح تھا۔ اس بادشاہ کی بہن کے ساتھ آپ نے شادی بھی کی تھی۔ اسکا عنقریب ذکر آئیگا۔ نیز اسکی لڑکی خدیجہ کا بھی ذکر آئیگا۔ جو اسکے بعد ان جزیروں کی والی ہوئی تھی۔ یہیں قاضی نورالدین مذکور نے وفات بھی پائی۔ پھر اس مقام سے ہم روانہ ہوکر۔

فصل (۵۵) الحویزاء میں ورود

الحویزاء(۲) میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ جس میں عجمی رہتے ہیں۔

(۱) تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۱۱۹۔

(۲) مراصد الاطلاع میں اس نام کے متعلق یہ تفصیل ہے۔ الحویزہ۔ الحوزہ۔ کی تصغیر ہے۔ یہ مقام واسط اور وسط بطائح میں خوزستان کے مابین ہے۔ محمد فتح اللہ البیلونی کے ملخصہ نسخہ سفرنامہ ابن بطوطہ موجودہ پبلک لائبریری کیمبرج میں "الحویزا" ہے۔

اسکے اور بصرہ کے مابین چار اور اسکے اور کوفہ کے مابین پانچ منزلوں کی مسافت ہے یہاں کے رہنے والوں میں سے الشیخ الصالح العابد جمال الدین الحویزائی۔ قاہرہ کے سعید السعداء کی خانقاہ کے شیخ ہیں۔

باب بست ونہم (۲۹)

فصل (۱) براہ کوفہ بصوب بغداد کوچ وفصل (۲) مقام الطرفاوی میں ورود

پھر یہاں سے ہم کوفہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور ایسے صحرا سے گذر ہوا کہ جس میں ماسوا ایک مقام کے جسے الطرفاوی کہتے ہیں پانی نہ تھا۔ یہاں سفر کرکے ہم تیسری دن پہنچے تھے۔ پھر یہاں سے ورود کے دوسرے دن بعد شہر کوفہ میں پہنچ گئے۔

فصل (۳) کوفہ میں ورود اور ذکر (۴) حالت شہر مذکور

یہ شہر بھی امہات البلاد العراقیۃ میں سے ایک اور اپنی زیادتی فضل کے باعث ممتاز صحابہ اور تابعین کا ٹھکانہ اور علماء اور صالحین کا مقام ہے۔ مزید برآں علی بن ابی طالب امیر المومنین کا دار السلطنت رہا ہے۔ لیکن اب سرکشوں کی دست درازی کے باعث ویران ہو گیا ہے اسکے سارے فساد اور بربادی کا باعث عرب خفاجہ ہیں جنکی اسکے جوار میں بود و باش ہے۔ یہ لوگ راستہ میں ڈاکہ زنیاں کرتے رہتے ہیں اسکی کوئی شہر پناہ نہیں۔ تمام عمارت اینٹ کی ہے۔ اسکے بازار نہایت خوبصورت ہیں ان میں اکثر کھجور اور مچھلی بکتی ہے۔ یہاں کی جامع مسجد بہت بڑی اور شرف والی ہے۔ اسکے سات درجے ہیں جو پتھر کے منجھے ترشے ہوئے ستونوں پر قائم ہیں پتھروں

کے نیچے اُوپر جوڑوں میں سیسہ پلایا ہوا ہے۔ یہ بہت طول و طویل ہیں۔

اس مسجد کے آثار کریمہ میں سے ایک مکان داہنی طرف دیا ہوا رُخ بقبلہ ہے کہتے ہیں کہ اس میں الخلیل صلوات اللہ علیہ کی عبادت کا مقام تھا۔ اسی کے قریب ایک محراب ہے جس پر ساگون کی لکڑی کا بلند حلقہ لگا ہوا ہے۔ یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محراب ہے یہیں آپ کو اشقی ابن ملجم نے مارا تھا۔ لوگ یہاں پر نماز پڑھتے ہیں مسجد کے اس درجہ میں ایک خانقاہ ہے اس میں ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے۔ اسپر بھی ساگون کی لکڑی کا ایک حلقہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں التنور سے طوفان نوح علیہ السلام جوش زن ہوا تھا(۱)۔ اسکی پشت پر مسجد سے باہر ایک مکان ہے کہتے ہیں کہ یہ نوح علیہ السلام کا گھر تھا اسکے مقابل ایک اور مکان ہے کہتے ہیں کہ یہ ادریس علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی۔ اسی سے متصل ایک وسیع جگہ ہے جو مسجد مذکور کی قبلہ رُخ دیوار سے ملی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے اسی جگہ کشتی بنائی تھی۔ اس وسیع میدان کے آخر میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا گھر ہے اور وہ مکان بھی ہے جس میں آپ کو غسل دیا گیا تھا۔ اسی کے متصل ایک مکان ہے اسکے متعلق بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ نوح علیہ السلام کا مکان ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہ ساری باتیں کہاں تک درست ہیں۔

(۱) مشرقی اس قسم کی حکایت کو عین دین سمجھتے اور ان پر بڑی گردنیں ہلاتے ہیں۔ اسلئے مجھے بھی ضروری ہوا کہ اس قسم کے لوگوں کی ضیافت طبع کیلئے میر خوند سے ترجمہ نقل کردوں: "امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ تنور کے جوش زن ہونے سے ظہور فجر طلوع صبح مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تنور کے جوش زن ہونے سے روئے زمین کے پانی کا ابلنا مراد ہے۔ قتادہ کہتا ہے کہ اب تک زمین کا وہ عالی مقام موجود ہے۔ جہاں سے پانی اُبلتا ہے عام اتفاق اس امر پر ہے کہ تنور کی جوش زنی سے نانوائی کے تنور کا جوش زن ہونا مراد ہے جسمیں حضرت نوحؑ کی بیوی اپنی بیٹی کے ساتھ روٹیاں لگا رہی تھیں۔ یہ کام حضرت نوح کو میراث میں پہونچا تھا۔ تنور مذکور مسجد کوفہ کے باب الکندہ کے پاس واقع تھا۔ اسی جگہ سے نوحؑ کشتی پر بیٹھے۔ مقاتل کہتا ہے کہ شام کے ایک مقام میں تھا جسکا نام عین الوارد اور بعلبک کے قریب ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہند میں تھا ایک فریق یہ بھی کہتا ہے کہ نوحؑ ایک نانبائی کی دکان پر کھڑے ہوتے تھے اُسنے بطور ہزل کہا۔ وہ پانی کہاں ہے جس سے آپ ہمیں ڈرایا کرتے ہیں اور کس جگہ سے آئیگا؟ نوحؑ نے جواب دیا تیرے تنور سے چنانچہ اسیوقت تنور سے پانی ابلنا شروع ہو گیا۔" الہروی نے بھی کوفہ کے ضمن میں ایسا ہی حال لکھا ہے اسلئے اسکو نقل کرنا طول دینا ہے۔

ذکر (۵) مزار حضرت مسلم بن عقیلؓ۔ ذکر (۶) مزار حضرت عاتکہؓ۔ ذکر (۷) مزار حضرت سکینہؓ۔ ذکر (۸) قصر الامارہ بانی سعد بن ابی وقاصؓ۔ ذکر (۹) قبر ابن ملجم۔ ذکر (۱۰) قبر مختار بن عبیدؓ

مسجد کی مشرقی جانب ایک بلند مکان ہے جسپر سیڑھی لگا کر جانا ہوتا ہے۔ اس میں مسلم بن عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اور اسی کے قریب مسجد کے باہر عاتکہؓ اور سکینہ حسین علیہ السلام کی دونوں صاحبزادیوں کا مزار ہے۔ کوفہ کا وہ قصر امارت جسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا۔ ماسوا اسکی بنیاد کے اب کچھ نہیں باقی رہا۔ کوفہ سے الفرات نصف فرسخ جانب شرق میں نصف فرسخ کی مسافت پر واقع ہے آپس میں کھجوروں کے مسلسل باغات ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے چلے گئے ہیں۔ میں نے کوفہ کے قبرستان کے مغربی جانب ایک مقام دیکھا جو سفید زمین میں نہایت سیاہ تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ الشقی ابن ملجم کی قبر ہے۔ باشندگان کوفہ ہر سال بہت سی لکڑیاں لیکر آتے ہیں اور اسکی قبر کے مقام پر سات دن تک جلاتے ہیں۔ اسی کے قریب ایک قبہ ہے۔ اسکے متعلق مجھ سے یہ کہا گیا کہ اس میں المختار بن ابی عُبید کا مزار ہے۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور۔

ذکر (۱۱) بئر ملّاقہ

بئر ملاقہ میں اُترے۔ یہ ایک نہایت اچھا شہر کھجوروں کے باغات کے درمیان واقع ہے۔ میں اس سے باہر اترا تھا۔ اندر جانا بہت بُرا معلوم ہوا کیونکہ یہاں کے باشندے رافضی ہیں۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر ہم۔

فصل (۱۲) شہر حلّہ میں ورود

شہر حلّہ[1] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑا شہر الفرات کے مشرقی کنارے آباد

(۱) [illegible] الہروی کہتا ہے کہ یہودی حزقیل اور یہودی علیہما السلام کے [illegible]

چلا گیا ہے۔ یہاں کے بازار نہایت اچھے اور ہر قسم کے صنائع اور پسندیدہ چیزوں کے جامع ہیں۔ یہاں آبادیاں بکثرت ہیں اور اندر اور باہر کھجور کے باغات بترتیب قائم ہیں اس کے مکانات باغوں ہی کے اندر ہیں۔ یہاں ایک بہت بڑا پل ہے جو کشتیوں کو دونوں کناروں تک جوڑ کر باندھا گیا ہے اسکے دونوں کناروں پر لوہے کی زنجیریں تنی ہیں۔ جو دونوں سروں پر لکڑی کے زبردست کندوں سے جو ساحل پر ہیں بندھی ہوئی ہیں۔

شہر ہذا کے تمام باشندے امامیہ اثنا عشریہ ہیں۔ انکے دو فریق ہیں ایک تو اکراد یا کرد مشہور ہیں اور دوسرے الجامعین۔ ان دونوں میں برابر جدال و قتال برپا رہتا ہے

ذکر (۱۳) مشہد صاحب الزمان

شہر ہذا میں بڑے بازار کے قریب ایک مسجد ہے اسکے دروازہ پر ایک حریر کا پردہ لٹکا رہتا ہے۔ یہاں کے لوگوں نے اسکا نام مشہد صاحب الزمان رکھا ہے۔ ان کا دستور ہے کہ ہر شب کو سو آدمی اہل شہر نکلتے ہیں۔ یہ سب ہتھیار بند ہوتے ہیں اور ہاتھ میں ننگی تلواریں لئے امیر شہر کے دروازہ پر عصر کی نماز کے بعد آتے ہیں۔ اس سے ایک زین کسا ہوا اور لگام لگا ہوا گھوڑا یا خچر لیتے ہیں اور اس چوپائے کے سامنے۔ نقارے۔ نفیریاں اور قرنائے بجاتے ہوتے۔ ان میں سے پچاس اسکے آگے اور اسقدر اسکے پیچھے اور کچھ اسکے داہنے اور کچھ بائیں مشہد صاحب الزمان پر آتے ہیں۔ اور دروازہ پر ٹھہر کر یہ الفاظ کہتے ہیں۔

باسم اللہ یا صاحب الزمان باسم اللہ اخرج قد ظہر الفساد و کثر الظلم وھذا اوان خروجک فیفرق بک بین الحق والباطل

اللہ کے نام پر اے صاحب الزمان اللہ کے نام پر آپ ظاہر ہوجئے فسادات کا ظہور ہے ظلم کی کثرت ہے اب بھی آپ کے خروج کا زمانہ ہے تاکہ آپ کی ذات مبارک سے لوگ حق و باطل میں امتیاز کرسکیں۔

برابر اسیطرح کہتے ہیں اور نماز مغرب تک قرنائے۔ نقارے اور نفیریاں بجاتے

رہتے ہیں ان کا یہ بھی قول ہے کہ اس مسجد میں محمد بن الحسن العسکری داخل ہوئے تھے اور اسی میں غائب ہوگئے[1]۔ اب وہ عنقریب نکلنے والے ہیں اور وہی انکے نزدیک "الامام المنتظر" یعنی وہ امام ہیں جنکے ظہور یا خروج کا انتظار کیا جارہا ہے۔

(۱) صاحب بستان نے اہل تشیع کا اس امر کے متعلق یہ عقیدہ قلمبند کیا ہے" امامیہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ امام محمد بن عسکری زندہ ہیں۔ لیکن نظر سے پوشیدہ۔ اس پوشیدگی کو غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ کہتے ہیں۔ غیبت صغریٰ کی مدت جو معتمد عباسی کے عہد یعنی ۲۶۶ھ میں ہوئی ۷۳ سال تھی اور غیبت کبریٰ راضی ابن مقتدر عباسی کے عہد میں رونما ہوئی ان ہر دو غیبت میں فرق یہ ہے کہ صغریٰ میں کتاب اور وکلا۔ امت کے اماموں اور صلحا میں واسطے تھے۔ اور کبریٰ میں آمد و شد منقطع ہوگئی تھی۔ پہلے وکیل عثمان ابن سید العمری تھے۔ پھر امام زمان کے حکم سے وکالت آپکے صاحبزادے ابو جعفر محمد کو دیگئی آپ اس عہدہ کو پچاس سال تک انجام دیتے رہے۔ آپکے بعد ابو القاسم حسین ابن روح ابن ابی بحر نوبختی کو یہ عہدہ تفویض رہا۔ پھر آپ نے اس عہدہ کے لئے ابو الحسن علی ابن محمد السمری کو وصیت کی آپ ہی آخر وکلا ہیں۔ جب آپ بیمار ہوئے تو شیعہ نے دریافت کیا کہ آپ کے بعد اس وکالت کے مقدس عہدہ کا کس کو ذمہ دار ہونا چاہیئے۔ اسوقت اسکے اقتناع کے متعلق آپ نے یہ وصیت نامہ لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا علی ابن محمد السمری اعظم اللہ اجر اخوانک فیک۔ فانک میت ما بینک و بین ستۃ ایام فاجمع امرک ولا توص الی احد یقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقعت الغیبۃ التامۃ فلا ظہور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ ذکرہ بعد طول الامد وقسوۃ القلوب و امتلاء الارض جورا وسیاتی من شیعتی من یدعی المشاہدۃ الا فمن یدعی المشاہدۃ قبل خروج السفیانی والصیحۃ فھو کذاب مفتر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ترجمہ

اللہ رحمن اور رحیم کے نام سے آغاز۔ اے علی محمد السمری کے بیٹے۔ تیری ذات سے اللہ تیرے بھائیوں کے اجر میں زیادتی کرے لیکن تو تو ایک مردہ شخص ہے مجھ میں اور تجھ میں صرف چھ دن کا تقدم و تاخر ہے۔ اپنے امورات کا بندوبست کرلے اور اپنی موت کے بعد کسی کی طرف قائم مقامی کی تقرری کے لئے توجہ نکر۔ اسلئے کہ اب "غیبت تامہ" واقع ہوگی۔ اور نہ بغیر اللہ برتر کے اذن کے کوئی ظہور ہی ہوسکتا ہے کہ جسکی یادگار کی زمانہ مدید گذرنے کے بعد تک عظمت کیجائے۔ قلوب سخت ہوجائینگے اور زمین جور سے پر ہوجائیگی۔ لیکن قریب میرے گروہ میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو مشاہدہ کا طالب ہوگا۔ لیکن جو شخص مشاہدہ کا طالب ہو السفیانی کے خروج اور الصیحہ سے پہلے ہو وہ جھوٹا اور مفتری ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کے سوا کسی میں قوت اور جو بیان نہیں۔

آپ نے وسط ماہ شعبان ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ظہور کے زمانہ کی جو علامتیں مذکورہ بالا عبارات میں قلمبند ہوئی ہیں۔ جب یہ رونما ہونگی تو تین شخصیتوں کا ظہور ہوگا۔ بالخصوص اہل شیعہ کے عقیدہ کے موافق مہدی کا ظہور اور اسیوقت محمد اور مسیح علیہ السلام کا بھی۔

شہر الحلۃ پر السلطان ابوسعید کی موت کے بعد الامیر احمد بن رمیثۃ بن ابی نمی امیر مکہ غالب ہو گیا تھا اور اس پر کئی سال تک حکمران رہا۔ یہ شخص نہایت اچھی سیرت والا تھا اہل عراق اسکی بڑی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ الشیخ حسن سلطان العراق اس پر غالب آئے اسکو بہت تکلیفیں دیں اور قتل کر دیا اور اسکے پاس جو کچھ اموال اور ذخائر تھے لے لئے۔ پھر یہاں سے ہم روانہ ہو کر۔

فصل (۱۴) شہر کربلا میں ورود و ذکر (۱۵) مقبرہ حضرت امام حسینؑ

شہر کربلا مشہد الحسین بن علی علیہما السلام (۱) میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے چاروں طرف سے اسے کھجوروں کے درخت ڈھانکے ہوتے ہیں۔ اسے الفرات کا پانی سیراب کرتا ہے۔ روضہ مقدسہ اسکے اندر ہے۔ اس پر ایک بہت بڑا مدرسہ اور ایک متبرک خانقاہ بنی ہوئی ہے اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔ الروضہ کے دروازہ پر حاجب اور سووب تعینات رہتے ہیں انکی بغیر اجازت کے کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا پہلے آستانہ شریف کا بوسہ دیا جاتا ہے۔ یہ چاندی کا بنا ہوا ہے۔ اور الضریح المقدس پر سونے اور چاندی کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور دروازوں پر حریر کے پردے پڑے ہیں۔ اس شہر کے باشندے دو گروہ ہیں۔ اولاد رخیک اور اولاد فائز ان دونوں گروہوں میں ہمیشہ بازار قتل گرم رہا کرتا ہے۔ یہ سب امامیہ اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ انہیں کے فتنہ کی وجہ سے یہ شہر ویران ہو گیا ہے۔ پھر یہاں سے ہم بغداد روانہ ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ دونوں آسمان سے اتریں گے۔ نافرمانی کا غلبہ ہوگا اور سخت جدال و قتال رونما ہوگا۔ پھر کہیں فردوس الارض کا وجود ہوگا اور امن عامہ کا منظر۔ واللہ اعلم۔ اس قسم کی مخلوط باتیں لوگوں کے عقائد میں کہاں سے گھس گئیں جو پہلے مشرکین و کفار کے عقائد تھے۔

(۱) یہیں امام حسین علیہ السلام قتل یا شہید ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام جلد اول صفحات ۳۸۹-۳۹۱۔ وذی ہیریلوئے تحت کربلا۔

باب (۳۰) سی وام

فصل (۱) شہر بغداد میں ورود۔ وذکر (۲) اقتباس ابن جبیر متعلق شہر ہذا

شہر دار السلام۔ پایہ تخت اسلام نہایت عزت والا۔ اعلےٰ فضل والا۔ خلفاء۔ کا تیارگاہ۔ اور علماء کی قرارگاہ ہے۔ ابو الحسین بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ شہر بہت قدیم ہے۔ اگرچہ جیسا کہ ہمیشہ سے یہ دار السلطنت خلافۃ العباسیہ اور امامت قریشیہ کا مقام دعوت رہا ہے رہتا۔ تو اسکے آثار نہ جاتے اور ایسا نہ ہوتا کہ اب اسکا صرف نام ہی نام باقی رہگیا ہے حوادث کا شکار ہونے سے پہلے اسکی جو حالت تھی اور مصائب کی نظر پڑ لگنے سے پہلے جو اسکی کیفیت تھی اسکے لحاظ سے اب اسے ایک پرانا ٹھیکرا سمجھنا چاہیے۔ یا اسکی طرف اس شان وشوکت کی نسبت سے دیکھنا ایک حسن خیال مجسمہ قائم کرنا ہے جسکی کوئی بنیاد نہیں۔ نہ اس میں اب کوئی حسن ہے جسکی طرف نظر منجذب ہو۔ اور نہ کوئی ایسی خوبی ہے جو دیکھنے والے کو مبہوت بنا دے۔ ہاں اسکے شرق اور غرب کے مابین ایک دجلہ ضرور واقع ہے۔ جیسے اگر یہ کہا جائے کہ دو صفحوں کے مابین ایک آئینہ نمودار ہے تو درست دیجا ہے۔ یا اسے اس موتی کی لڑی سے تشبیہ دیجائے جو سینہ کے دو پہلوؤں سے نکل گئی ہو تو راست وسزا ہے۔ اسکے آب جاری میں کوئی گدلاپن نہیں ہوتا اور ایسا صیقل کیا ہوا آئینہ ہے جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتا۔ گویا کہ یہ ایک حسن حریلی ہے جس کی نشوونما اسکی ہوا اور پانی میں ہے۔

ذکر (۳) اشعار متعلق شہر ہذا

ابن جوزی کہتے ہیں کہ ابا تمام حبیب بن اوس نے اسکی شاہانہ شان وشوکت کے

ترجمہ	
کرخ کے مرغزاروں میں سے میں نے اس باغ کو یاد کیا جو ہمیشہ تروتازہ اور جس میں ہمیشہ خالص پانی رہا۔	ذکرت من مسارح الکرخ روضا لم یزل ناضرا وما غاض نمیرا
جس میں باوجود خشک سالی کے کلیاں ہوتی تھیں اور جسکے مطالع تاج نور سے جلوہ گر ہوتے ہیں۔	واجتنت من ربا الحول نورا واجتلت من مطالع التاج نورا

بغداد کی بعض عورتوں کے اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے اسکی یاد میں کہے ہیں

ترجمہ	بحر کامل
بغداد اور اسکے عراق پر افسوس۔ اسکے غزالوں اور انکی جادو نگاہ آنکھوں پر افسوس	اھا علی بغدادھا وعراقھا وظبائھا والسحر فی احداقھا
دریائے فرات کے کنارے انکے چہرۂ زیبا کی جلوہ گری پر افسوس اور انکی گردنوں کے طوقوں پر افسوس جو ہلال کی طرح درخشاں تھے۔	ومجالھا عند الفرات باوجہ تبدو اھلتھا علی اطواقھا
اس نعیم (یعنی کنارۂ دجلہ) میں وہ ایسا تبختر کرتی تھیں جس سے ثابت ہوتا تھا کہ عذری کا عشق انہیں کے اخلاق سے وجود میں لایا گیا ہے۔	فی النعیم کانما خلق الھوی العذری من اخلاقھا
میری جان اسپر قربان کیونکہ زمانہ میں جتنی خوبیوں کا وجود ہے ان سب کا اسی کے افق سے طلوع ہوا ہو (آمد باصل)	نفسی الفداء لھا فای محاسن فی الدھر تشرق من اشراقھا

بغداد میں دو پُل ہیں جو اسیطرح بندھے ہوئے ہیں جیسا کہ ہم نے شہر اطلّہ کے پُل کا ذکر کیا ہے۔ ان پُلوں پر شبانہ روز مردوں اور عورتوں کی آمد و رفت رہتی ہے انکی وجہ سے ہمیشہ انکے لئے تفریح ہے۔ بغداد میں گیارہ مسجدیں ایسی ہیں جن میں خطبہ پڑھا جاتا ہے اور نماز جمعہ ہوتا ہے۔ مغربی جانب آٹھ مسجدیں ہیں اور شرقی جانب تین۔ انکے سوا اور بھی بہت سی مسجدیں ہیں۔ یہی حالت مدرسون کی ہے لیکن اب ویران ہوگئے ہیں۔

ذکر (۴) بغداد کے حمام

بغداد میں حمام بھی بکثرت اور نادر ہیں اکثر حماموں پر تارکول پھرا ہوا ہے دیکھنے

والے کو خیال ہوتا ہے کہ سیاہ سنگ مرمر کے ہیں یہ تارکول ایک چشمہ سے نکالا جاتا ہے جو کوفہ اور بصرہ کے مابین ہے۔ اس میں ہمیشہ اسکا سوت چلتا رہتا ہے اور اسکے اطراف میں مثل گارے کے ہوتا ہے۔ اس میں سے کھرچ کر بغداد میں لاتے ہیں۔ یہاں کے حمام میں بہت سے خلوت خانے ہوتے ہیں۔ ہر خلوت خانہ کی سطح اور نصف دیوار تک تارکول سے اور باقی اوپر کی نصف دیوار سفید گچ مخلوط سرخی سے پتی ہوتی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے خلاف رنگ نظر کے لطف کو دوبالا کرتے ہیں۔ ہر خلوت خانہ کے اندر سنگ مرمر کا ایک حوض ہوتا ہے اس میں دو ٹوٹیاں لگی ہوتی ہیں۔ ایک سے گرم پانی نکلتا ہے اور دوسری سے ٹھنڈا۔ ہر شخص خلوت خانہ میں تنہا داخل ہو کر نہاتا ہے۔ اس کا اگر کسی کے شریک کرنے کا ارادہ ہو تو خیر ورنہ کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ ہر خلوت خانہ کے گوشہ میں ایک حوض نہانے کے لئے اور بھی ہوتا ہے اس میں بھی گرم اور سرد دو ٹوٹیاں ہوتی ہیں۔ ہر داخل ہونیوالے کو تین تہبند دے جاتے ہیں ایک باندھ کر نہاتا ہے۔ دوسرا نہا کر فارغ ہونے کے بعد باندھتا ہے۔ اور تیسرے سے جسم کا پانی پوچھتا ہے۔ میں نے ماسوا شہر بغداد کے اور اس قسم کا کہیں انتظام نہیں دیکھا۔ گو بعض بلاد اس معاملہ میں اسکے قریب ہیں۔

ذکر (۵) بغداد کی جانب غربی

اسکی مغربی جانب پہلے آباد ہوئی تھی۔ لیکن اب اکثر اجاڑ ہے۔ اس میں سے اب صرف تیرہ محلے باقی رہگئے ہیں۔ ہر محلہ گویا بجائے خود ایک شہر ہے۔ ہر محلہ میں دو یا تین حمام ہیں۔ ان میں سے آٹھ محلے تو ایسے ہیں جن میں جامع مسجدیں بھی ہیں۔ ان محلوں میں سے ایک محلہ باب البصرہ ہے۔ یہیں الخلیفہ ابی جعفر المنصور رحمہ اللہ کی جامع مسجد ہے۔ ایک شفاخانہ محلہ باب البصرہ اور اس محلہ کے مابین جو دریائے دجلہ کے کنارے ہے واقع ہے یہ ایک بہت بڑا محل ہے جواب ویران ہو گیا ہے۔ صرف آثار باقی ہیں۔

ذکر (۶) مزار حضرت معروف کرخی و ذکر (۷) عون ؟ کا مزار

اسی مغربی جانب مشاہد میں سے معروف الکرخی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ یہ محلہ

باب البصرہ میں واقع ہے۔
اس باب البصرہ کے راستہ میں ایک بہت بڑی عمارت والی زیارتگاہ ہے اسمیں ایک بہت چوڑے تعویذ کا مزار ہے۔ اسپر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:" ھذا قبر عون من اولاد علی بن ابی طالب"(یہ عون کا مزار ہے جو علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں)

ذکر (۸) مزار حضرت موسیٰ کاظم رض

اسی جانب موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق والد علی بن موسیٰ الرضا کا مزار ہے۔ اسکی ایک جانب جواد کا مزار ہے۔ یہ دونوں مزارات مقبرہ کے اندر ہیں۔ ان پہ ایک چبوترہ لکڑی کے تختوں سے ڈھکا ہوا ہے اسپر چاندی کی تختیاں ہیں۔

ذکر (۹) بغداد کی جانب شرقی

بغداد کی اس جہت شرقی میں بہت سے نہایت اچھی ترتیب کے بازار ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑے بازار کا نام سوق الثلاثاء ہے۔ اس میں صناعۃ علیحدہ علیحدہ ہے اس بازار کے وسط میں المدرسۃ النظامیہ ہے۔ یہ ایسا عجیب ہے کہ اپنی خوبی کی وجہ سے ضرب المثل بنگیا ہے۔ اسکے آخر میں المدرسۃ المستنصریۃ ہے۔ اسکی نسبت امیر المومنین المستنصر باللہ ابی جعفر بن المومنین الظاہر بن امیر المومنین الناصر کی طرف کی جاتی ہے اس میں چاروں مذاہب ہیں۔ ہر مذہب کے لئے علیحدہ علیحدہ محل بنے ہوئے ہیں ہر ایک میں مسجد اور درس دینے کی جگہ ہے۔ مدرس کی نشستگاہ ایک لکڑی کے چھوٹے قبہ میں کرسی پر ہے جسپر فرش ہوتا ہے۔ مدرس جب بیٹھتا ہے تو اسکے چہرہ سے اطمینان اور وقار برستا ہے سیاہ کپڑے پہنے اور عمامہ باندھے ہوتا ہے۔ اسکے داہنے اور بائیں دو شخص اور ہوتے ہیں جو مدرس کے بیان کئے ہوئے مضمون کو مکرراً بیان کرتے ہیں۔ ان چار نشستوں میں سے ہر نشست کی یہ ترتیب ہے۔ اس مدرسہ کے اندر طالب علموں کے لئے حمام اور وضو کرنے کا مقام ہے۔

شرقی جہت میں اُن مساجد میں سے جن میں جمعہ ہوتا ہے تین مسجدیں اور ہیں۔ ایک جامع الخلیفہ ہے۔ یہ قصرہائے خلفاء اور انکے مکانات کے قریب ہے۔ یہ جامع مسجد بہت بڑی ہے۔ اس میں سقائے اور وضو اور غسل کے لئے بہت سی طہارت گاہیں بنی ہیں۔ میں اس مسجد میں الشیخ الامام العالم الصالح مسند العراق سراج الدین ابا حفص عمر بن علی بن عمر القزوینی سے ملا ہوں۔ اور اسی میں آپ سے تمام مسند ابی محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام الدارمی سنی ہے۔ یہ سماعت ماہ رجب ۷۲۷ھ مطابق ۱۳۲۷ء میں ہوئی تھی۔

آپ نے فرمایا ہمیں اسکی خبر الشیخۃ الصالحۃ المسندۃ بنت الملوک فاطمہ بنت العدل تاج الدین ابی الحسن علی بن علی بن ابی البدر نے خبر دی۔ یہ کہتی ہیں کہ مجھے الشیخ ابوبکر محمد بن مسعود ابن بہروز الطیب المارستانی نے خبر دی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوالوقت عبدالاول ابن شعیب السنجری الصوفی نے خبر دی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں الامام ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد بن المظفر الدوادی نے خبر دی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو محمد عبداللہ بن احمد بن حمویۃ السرخسی نے خبر دی۔ یہ ابی عمران عیسٰی ابن عمر بن العباسی السمرقندی سے اور یہ ابی محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل الدارمی سے روایت کرتے ہیں۔

دوسری جامع الجامع السلطان ہے۔ یہ بیرون شہر ہے۔ اسکے متصل محل ہیں یہ السلطان کی طرف منسوب ہیں۔

تیسری جامع مسجد، جامع الرصافۃ ہے۔ اسکے اور جامع السلطان کے مابین تقریباً ایک میل کا فاصلہ ہے۔

ذکر (۱۰) مقابر خلفائے بغداد اور یہاں کے بعض علماء اور صالحین کے مزارات

الخلفاء العباسیین رضی اللہ عنہم کے مزارات الرصافۃ میں ہیں۔ اور ہر مزار پر صاحب مزار کا نام لکھا ہوا ہے۔ ان میں سے المہدی۔ الہادی۔ الامین۔ المعتصم۔

الواثق۔ المتوکل۔ المنتصر۔ المستعین۔ المعتز۔ المہتدی۔ المعتمد۔ المعتضد۔ المکتفی۔ المقتدر۔ القاہر۔ الراضی۔ المتقی۔ المستکفی۔ المطیع۔ الطائع۔ القائم۔ القادر۔ المستظہر۔ المسترشد۔ الراشد۔ المقتفی۔ المستنجد۔ المستضئی۔ الناصر۔ الظاہر۔ المستنصر۔ المستعصم۔ کے مزارات ہیں۔ یہ آخر الذکر خلیفہ خلفائے عباسیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ اسپر التتر نے بغداد میں تلوار سے حملہ کیا تھا اور اسے اپنے اس دخول سے تھوڑے ہی دنوں بعد قتل کردیا اور بغداد سے الخلافۃ العباسیہ کا نام ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ یہ واقعہ ۶۵۴ھ میں ہوا تھا (یہاں مسامحہ ہے اصل میں واقعہ ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء کا ہے۔

ذکر (۱۱) امام ابو حنیفہؒ ذکر (۱۲) امام احمد بن حنبلؒ۔ ذکر (۱۳) شبلیؒ ذکر (۱۴) سری السقطیؒ ذکر (۱۵) بشر حافیؒ۔ ذکر (۱۶) داؤد طائیؒ۔ ذکر (۱۷) جنید بغدادیؒ علیہم اجمعین کے مزارات

الرصافۃ کے قریب الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اسپر ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے اور خانقاہ بھی ہے، یہیں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔ شہر بغداد میں ماسوا اس خانقاہ کے آج کوئی ایسی خانقاہ نہیں ہے جس میں کھانا کھلایا جاتا ہو۔ اللہ برتر کی پاک ذات ہے جو اشیاء کو پیدا کرتا ہے اور پھر انہیں بدل دیتا ہے۔ اسی کے قریب الامام ابی عبد اللہ احمد بن حنبل[1] رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اسپر کوئی قبہ نہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کے مزار پر کئی مرتبہ قبہ بنایا گیا۔ لیکن اللہ برتر کی قدرت سے منہدم ہو گیا۔ باشندگان بغداد آپکے مزار کی بہت تعریف کرتے ہیں اور اکثر آپ ہی کے مذہب پر ہیں۔ اسی کے قریب ابی بکر الشبلی[2] کا مزار ہے۔ جو متصوفہ کے ائمہ رحمہ اللہ

(۱) ابو حنیفہ اور حنبل کا ذکر جو دین اسلام کے دو مذہبوں کے ائمہ ہیں۔ ڈی ہربلوٹ نے بھی کیا ہے۔

(۲) مولانا جامی آپکا نام ابو السعود بن الشبلی لکھتے ہیں۔ اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ آپ جنید کے ہم عہد تھے نفحات الانس کی آخری ربع میں جو آپ کے حالات لکھے ہیں۔ ان میں آپ کی بعض عجیب کرامتوں کا ذکر ہے جنکا یہاں نقل کرنا باعث طول عبارت ہے۔

میں سے ہیں اور سری السقطی[1]۔ بشر الحافی[2]۔ داؤد والطائی[3] اور ابی القاسم الجنید[4] رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات ہیں۔

باشندگان بغداد کا ہر جمعہ کا دن ان مشائخ میں سے کسی شیخ کی زیارت کے لئے ہوتا ہے۔ اور دوسرا دن دوسرے شیخ کے لئے۔ اسی طرح آخر ہفتوں تک سلسلہ چلا جاتا ہے۔ بغداد میں صالحین اور علماء رضی اللہ تعالے عنہم کے بہت سے مزارات ہیں۔

بغداد کی اس جہت شرقی میں پھل پھلاری نہیں ہوتیں۔ یہاں جہت غربی سے لاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں باغات اور باغیچے بکثرت ہیں۔

جب میرا بغداد پہونچنے کا اتفاق ہوا تھا تو الملک العراق یہیں تھا۔ اس لئے یہاں اسکا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ذکر (۱۸) سلطان العراقین اور خراسان

وہ السلطان الجلیل ابو سعید بہادر خان ہے۔ خان کا لفظ یہاں الملک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ السلطان الجلیل محمد خدا بندہ[5] کا بیٹا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو

(۱) نفحات الانس میں آغاز سے کچھ ہی بعد اسکا ذکر ہے۔ آپ جنید کے پیر تھے۔ اور بغداد کو آخری فیض پہونچانے والوں میں سے۔ آپکا پورا نام سری بن المغلس السقطی تھا۔ اور کنیت ابو الحسین ہے۔ آپ الحافی کے ہم عہد ہیں۔

(۲) صاحب نفحات الانس نے اپنی اس کتاب کے آغاز کے کچھ بعد جہاں آپکے کل حالات مرقوم ہیں پورا نام بشر بن الحارث بن عبد الرحمٰن لکھا ہے اور ابو نصر کنیت۔ آپکا وصال ۲۲۷ھ مطابق ۸۴۱ء میں ہوا۔

(۳) تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۱۴ میں جہاں الہروی کی پیادہ پا سیاحی کا ذکر ہے۔ ان بزرگوں کے مزارات الشونیزیہ میں لکھے ہیں۔ یہ اصطلاحاً بغداد کا ایک حصہ کہلاتا ہے۔ ان بزرگوں کے القاب۔ ابدال۔ الاولیاء۔ الصالحین اور الشہداء ہیں۔ صاحب مراصد الاطلاع لکھتا ہے کہ الشونیزیہ بغداد کی مغربی سمت ایک قبرستان ہے اور بہت سے مذکورۂ بالا اولیاء اللہ یہیں مدفون ہیں۔ اس قطعہ زمین پر صوفیوں کے لئے ایک مسجد اور خانقاہ بھی ہے۔

(۴) مولانا جامی کے لحاظ سے دوسرے مرتبہ کے اولیاء اللہ ہیں۔ آپکی کنیت ابو القاسم ہے اور لقب قواریری زجاج اور خزاز۔ آپ ان تین اولیاء اللہ میں سے ہیں جو ۲۹۸ھ مطابق ۹۱۰ء میں بقید حیات تھے اور اسکے مرتبہ کا چوتھا نہ تھا۔ (نفحات الانس) وغیرہ۔

(۵) ڈی گیگنس [illegible] کے لحاظ سے الجائتو خان الملقب بہ غیاث الدین خدا بندہ محمد ۲۷ رمضان ۱۳۱۶ء کو مرا۔ اور ابو سعید بہادر خان ابن الجائتو نے ۱۹ سال حکومت کی۔ اور پھر ۱۲ ربیع الاخر ۱۳۳۵ء کو فوت ہو گیا۔

ملوک تتر میں سے اسلام لایا تھا اسکے نام کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ انہیں اختلاف کرنے والے گروہوں میں سے وہ گروہ بھی ہے جو اسکا نام خدابندہ کہتا ہے۔ جسکے معنی عبداللہ ہیں کیونکہ زبان فارسی میں لفظ خدا اللہ بزرگ و برتر کا نام ہے اور بندہ کے معنی غلام یا عبد کے ہیں یا جو کچھ ان دونوں کے ہم معنی ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اسکا نام خربندہ ہے۔ خر فارسی زبان میں حمار یا گدھے کو کہتے ہیں۔ اسلئے اس نام کے معنی غلام الحمار ہوئے۔ ان دونوں اقوال کی مخالفت شاذیت میں سمجھنا چاہیئے۔ مشہور یہی آخری نام ہے اول میں تغییر بربنائے تعصب ہے۔ آخری نام کے ساتھ نام رکھنے کا سبب یہ بھی بتاتے ہیں۔ کہ التتر اپنی اولاد کا نام اُس شخص کی اولاد پر رکھدیتے ہیں جو پردیسی ولادت کے وقت پہلے گھر میں داخل ہو۔ جب یہ سلطان پیدا ہوا تو جو شخص پہلے داخل ہوا۔ وہ لید اٹھانے والا تھا اور اسے لوگ خربندہ کہتے تھے۔ اسلئے اسی کے نام پر اسکا نام رکھدیا۔ خربندہ کا بھائی قازغان تھا لوگ اسے قازان(۱) کہنے لگے۔ قازغان کے معنی ہانڈی کے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ جب یہ پیدا ہوا تھا تو ایک لڑکی داخل ہوئی اسکے پاس ہانڈی تھی۔

یہ خدابندہ وہی شخص ہے جو مسلمان ہو گیا تھا جسکا ہم قصہ بیان کر چکے ہیں کہ اس نے لوگوں کو جب اسلام لے آیا ہے تو کیونکر رفض پر آمادہ کیا تھا اور القاضی مجدالدین کا اُسکے ساتھ کیا معاملہ ہوا تھا جب یہ مر گیا تو اسکی جگہ اسکا بیٹا ابو سعید بہادر خان والی ملک ہوا۔ یہ بڑا فاضل اور کریم شخص تھا۔ اور جب برسر اقتدار ہوا ہے تو بہت کم عمر تھی۔ جب میں نے اسے بغداد میں دیکھا ہے تو یہ جوان اور تمام لوگوں سے بہت زیادہ صاحب جمال تھا۔ اور اسکے رخسارے سبزہ آغاز ہوئے تھے۔ اسوقت اسکا وزیر الامیر غیاث الدین محمد بن خواجہ رشید تھا۔ اسکا باپ ایک یہودیہ کے بطن سے تھا جس نے اپنی قوم سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اسے السلطان محمد خدابندہ ابی سعید کے والد نے اپنا وزیر بنایا تھا۔ میں نے ان دونوں کو ایک دن دجلہ میں ایک دخانی کشتی پر دیکھا تھا جسے یہ لوگ "الشبارة" کہتے ہیں

(۱) ڈی ہربلوٹ اور تاریخ اسلام جلد پنجم صفحہ ۱۹۰۔ میں گازان ہے۔

یہ سلوان کے مشابہ ہوتی ہے۔ اور اسکے سامنے دمشق خواجہ۔ الامیر الجوبان کا بیٹا جو ابی سعید پر متغلب ہوا تھا۔ بیٹھا تھا۔ اور اسکے داہنے اور بائیں دو کشتیاں اور تھیں ان میں اہل عرب اور غنا بیٹھتے تھے۔

میں نے اس دن اسکی سخاوتوں میں سے یہ دیکھا کہ اندھوں کا ایک گروہ اسکا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور اپنے ضعف حال کی شکایت کرنے لگا۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک جوڑا کپڑے اور ایک غلام عطا کیا کہ جہاں یہ چاہے ہاتھ پکڑ کر لیجایا کرے اور ہر ایک کے لئے نفقہ بھی جاری کر دیا۔

جب سلطان ابو سعید والی مملکت ہوا۔ اور وہ صغیر سن تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ تو امیر الامراء الجوبان اس پر غالب ہو گیا اور اسنے اسکے اختیارات کو تا بحدے روک دیا۔ کہ اسکے ہاتھ میں صرف برائے نام ملک رہ گیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض عیدوں میں ایسا محتاج ہو گیا کہ اس سے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑی۔ مجبور ہو کر اسنے کسی تاجر کے پاس آدمی بھیجا۔ چنانچہ اس نے جسقدر مال کی ضرورت تھی اُسے دیدیا اور برابر اسکی یہی حالت رہی۔ حتیٰ کہ ایک دن اسکے باپ کی بیوی دنیا خاتون آئی۔ اور کہا کاش ہم مرد ہوتے تو جوبان اور اسکے بیٹے کو جس حالت میں یہ ہیں کبھی نہ چھوڑتے۔ اس نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے اس کہنے کا مطلب کیا ہے اس نے کہا کہ دمشق خواجہ بن الجوبان اس حد تک تجاوز کر گیا ہے کہ تمہارے باپ کے ناموس پر دست اندازی کی دلیری کرتا ہے۔ اور کل شب کو طغی خاتون کے پاس شب باشی بھی ہوا ہے اور سب مجھے کہلا بھیجا کہ اس شب کو تیرے پاس شب باشی کروں گا۔ ماسوا اسکے اب کوئی تدبیر نہیں کہ تمام امرا اور لشکروں کو جمع کرنا چاہیئے۔ جب وہ شب باشی کے لئے چھپ چھپا کر قلعہ میں جائے تو تمہارے لئے اسکا گرفتار کر لینا ممکن ہے۔ رہا اسکا باپ اسکے معاملہ کا خدا مالک ہے کیونکہ الجوبان اسوقت خراسان گیا ہوا تھا۔ اس کہنے سے اسے بڑی غیرت معلوم ہوئی اور اس معاملہ پر غور کرتا رہا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ دمشق خواجہ قلعہ میں ہے تو امرا اور لشکروں کو حکم کیا کہ ہر طرف سے اسے گھیر لیں۔ جب صبح ہوئی تو دمشق باہر

نکلا۔ اسکے ساتھ صرف ایک سپاہی تھا۔ جسے الحاج المصری کہتے تھے۔ دیکھا کہ قلعہ کے دروازہ پر بینڈی زنجیر لگی ہے اور اسپر قفل لگا ہوا ہے۔ اسلئے سوار حالت میں نکلنا ناممکن ہے۔ پس الحاج المصری نے اپنی تلوار سے زنجیر پر ایک ضرب ماری اور اسے کاٹ دیا۔ اور یہ دونوں ساتھ ہی نکل گئے۔ لشکروں نے انہیں گھیر لیا۔ امرائے خاصگیہ میں سے ایک امیر جو مصر خواجہ کے نام سے مشہور تھا اور ایک جوان سے جسے لو لو دمشق خواجہ کے نام سے لوگ جانتے تھے۔ مڈبھیڑ ہوئی۔ اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر الملک ابا سعید کے پاس لائے۔ اور اسے اسکے گھوڑے کے سامنے ڈالدیا۔ یہ ان کا طریقہ ہے کہ اپنے بڑے دشمنوں کے سروں کے ساتھ یہی کرتے ہیں۔

سلطان مذکور نے حکم نافذ کیا۔ اسکا گھر لوٹ لیا گیا۔ اور جس نے اسکے خادموں اور غلاموں کو قتل کیا تھا وہ قتل کیا گیا۔ جب یہ خبر اسکے والد الجوبان کو پہونچی جو خراسان میں تھا۔ اسکے ساتھ اسکے بیٹے۔ بڑا بیٹا امیر حسن اور طالش اور جلوخان تھے۔ یہ آخر الذکر سب سے چھوٹا اور سلطان ابی سعید کا بھانجہ تھا۔ اسکی ماں سالحی بک۔ السلطان خدابندہ کی بیٹی تھی۔ امیر مذکور کے ساتھ تتر لشکر اور اسکے سب حامی موجود تھے۔ سب نے متفقہ السلطان ابو سعید کے قتل کی رائے دی اور اسپر چڑھائی کر دی۔ جب ان دونوں لشکروں کا میدان کارزار گرم ہوا۔ تو تتر اپنے سلطان کے پاس بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور الجوبان کو تنہا چھوڑ دیا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا تو اسکے پاؤں پھرا اور سلجستان کے صحرا کی طرف بھاگ گیا۔ اور وہاں چھپ رہا۔ اور اسپر متفق ہوا کہ ملک ہرات غیاث الدین سے پناہ لینے کے لئے ملے۔ اور اسکے شہر میں پناہ گزین ہو جائے۔ چونکہ دونوں کے مابین کچھ پہلی مخالفتیں تھیں۔ اسلئے حسن اور طالش اسکے دونوں بیٹے اس امر پر متفق نہ ہوئے اور کہا کہ اس سے ایفاء عہد کی امید نہیں۔ کیونکہ اس نے فیروز شاہ کے ساتھ بیوفائی کی جب اس نے اس سے پناہ مانگی تھی۔ اور اسے قتل کر ڈالا۔ لیکن جوبان نے انکی اس رائے پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے دونوں بیٹوں کو چھوڑ کر پناہ گزینی کے لئے اپنے چھوٹے بیٹے جلوخان کی معیت میں روانہ ہو گیا۔ غیاث الدین اسکے استقبال کے لئے آیا۔

اور اسکے لئے پیادہ ہو گیا۔ اور اسے امان دیکر اپنے شہر میں داخل کیا۔ پھر کچھ دنوں بعد عہد شکنی کر کے اسے قتل اور اسکے بیٹے کو قتل کر دیا اور ان دونوں کے سر السلطان ابو سعید کے پاس بھیجدیے۔ اب رہے حسن اور طالش یہ دونوں خوارزم چلے گئے۔ اور السلطان محمدؐ روزبک کے دربار میں پہونچے۔ اس نے ان دونوں کی بہت خاطر و تواضع کی۔ حتیٰ کہ ان سے ایک ایسی حرکت صادر ہوئی جس سے ان دونوں کا قتل واجب ہوتا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کو قتل کر دیا۔

جوبان کا ایک چوتھا بیٹا بھی تھا جسے الامرتامش کہتے تھے۔ یہ دیار مصر کی طرف بھاگ گیا۔ اسکا الملک الناصر نے بڑا اعزاز و احترام کیا۔ اور اسے اسکندریہ عطا کرنا چاہا۔ لیکن اسنے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا مجھے کچھ لشکر دیدیے جائیں۔ تاکہ السلطان ابوسعید سے جنگ کروں۔ جب اسکے پاس الملک الناصر کوئی لباس بھیجتا تو یہ اُس لیجانیوالے کو اس سے بڑھکر لباس دیا کرتا۔ اس سے الملک الناصر پر اپنا اثر جمانا مقصود تھا۔ اور یہ ایسے افعال کا بھی مرتکب ہوا تھا۔ جن سے اسکا قتل ضروری معلوم ہوا۔ چنانچہ اسے قتل کر دیا۔ اور اسکا سر ابی سعید کے پاس بھیجدیا۔ ہم اسکا اور قراسنقور کا قصہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

جب الجوبان قتل کیا گیا تو اسکی اور اسکے بیٹے کی میتیں عرفات میں لاکر رکھی گئیں اور پھر اس تربت میں دفن کرنے کے لئے مدینہ لیجائی گئیں۔ جو الجوبان نے مسجد رسول اللہ صلعم کے پاس اپنے لئے مخصوص کی تھی۔ چنانچہ اس فعل سے روکا گیا اور البقیع میں دفن کیا گیا۔ الجوبان وہی شخص ہے جس نے مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ میں پانی پہونچایا تھا۔

جب السلطان ابوسعید الملک کا مستقل مالک ہو گیا۔ تو الجوبان کی لڑکی سے شادی کرنی چاہی۔ اسے بغداد خاتون کہتے ہیں یہ تمام عورتوں میں نہایت خوبصورت اور اُس شیخ حسن کے تحت میں تھی جس نے ابی سعید کے مرنے کے بعد اسکے ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ اسکی پھوپھی کا بیٹا تھا۔ اس نے اسے حکم دیا۔ کہ خاتون مذکور سے دست بردار ہو جائے۔ چنانچہ اُس نے امتثال امر کیا۔ اور پھر ابوسعید نے اسکے ساتھ شادی کر لی۔

اسکے لئے یہ تمام عورتوں میں زیادہ اقتدار والی تھی۔ اور اتر اک اور تتر میں عورتوں کا بہت اقتدار مانا جاتا ہے۔ چنانچہ جب یہ کوئی حکمنامہ لکھتے ہیں تو یہ لکھتے ہیں السلطان اور خواتین کی طرف سے۔ اور تمام خاتونوں کا کل بلاد و ولایات اور اور ملک کے محصولوں میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ جب یہ السلطان کے ساتھ سفر کرتی ہے تو علیحدہ کرتی ہے۔

یہ خاتون ابی سعید پر بہت غالب آگئی ہے اور دیگر عورتوں پر اسے فضیلت بھی ہ اسی حالت پر ایک مدت گذر گئی۔ پھر اس نے ایک اور عورت سے شادی کی۔ اسکا نام دلشاد تھا۔ اس سے اسے بہت محبت ہو گئی۔ اور بغداد خاتون کی محبت جاتی رہی۔ اس سے اسے بہت ڈاہ پیدا ہوا۔ اس نے اسے ایک زہر آلود رومال دیدیا۔ جب جماع کے بعد اس نے اس سے پوچھا تو مر گیا۔ کوئی پس ماندہ اسکا والی وارث نہ تھا۔ ہر طرف سے امرانے اسکی مملکت پر غلبہ کیا(۱) چنانچہ قریب ہی ہم اسکا ذکر کرینگے۔

جب امرا کو یہ امر معلوم ہوا۔ کہ بغداد خاتون نے اسے زہر سے ہلاک کر دیا ہے۔ تو سب اسکے قتل پر متفق ہو گئے۔ اور اس کام کے لئے مبارت الفتیٰ الرومی خواجہ لوتو نے کی جو کبار اور قدیم امرا میں سے تھا۔ اسکے پاس جب یہ حمام میں تھی آپہونچا اور ایک ایسا دہوس اسے مارا کہ اسکا وہیں خاتمہ ہو گیا۔ اور کئی دن تک وہیں حمام میں پڑی رہی اسکی شرمگاہ پر صرف ایک بورئے کا ٹکڑا ڈہکا رہا۔ اسکے بعد الشیخ حسن ملک عراق عرب میں مستقل ہو گیا۔ اور السلطان ابی سعید کی بیوی دلشاد سے شادی کر لی جیسی کہ ابو سعید نے اسکی عورت سے شادی کی تھی۔

ذکر (۱۹) السلطان ابو سعید کی موت کے بعد ملک تصرف جمانیوالوں کا

تغلب کرنیوالوں میں سے۔

شیخ حسن اُسکا پھوپھی زاد بھائی ہے جسکا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ اس نے تمام عراق عرب

(۱) ڈی جیفنس (DE. guemes) وغیرہ کا بھی یہی بیان ہے۔ نیز میر خوند کی جلد پنجم حالات سنہ ۷۳۶ھ وغیرہ و ڈی ہربلوٹ متعلق حالات ابو سعید بھی اسکے موید ہیں۔

پر قبضہ جما لیا تھا۔
ابراہیم شاہ ابن الامیر سنیتہ ہے۔ اس نے موصل اور دیار بکر پر قبضہ جما لیا تھا۔
الامیر ارتنا ہے۔ جو بلاد الترکمان المعروف ببلاد الروم پر متصرف ہو گیا تھا۔
حسن خواجہ بن الدمرطاش بن الجوبان ہے یہ تبریز۔ السلطانیہ۔ ہمدان۔ قم۔ قاشان الری۔ ورامین۔ فرغان۔ اور الکرج پر متصرف ہو گیا تھا۔
الامیر طغیطمور ہے۔ اس نے بعض بلاد خراسان پر حکومت جما لی تھی۔
الامیر حسین ابن الامیر غیاث الدین ہے اس نے ہرات اور معظم بلاد خراسان پر حکومت جما لی تھی۔
ملک دینا ہے۔ اس نے بلاد مکران۔ بلاد کیج پر قبضہ جما لیا تھا۔
محمد شاہ بن مظفر ہے اس نے یزد۔ کرمان۔ اور ورفو پر تصرف جما لیا تھا۔
الملک قطب الدین تہمتن ہے۔ اس نے ہرمز۔ کیش۔ القطیف۔ البحرین اور قلہات پر قبضہ جما لیا تھا۔
وہ سلطان ابو اسحق جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ شیراز۔ اصفہان اور ملک فارس پر متغلب ہو گیا تھا۔ اسکے سارے مقبوضات پینتالیس دن کی مسافت ہے۔
السلطان افراسیاب اتابک بلاد میں سے ایذج وغیرہ پر متغلب ہو گیا۔ جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اب ہم اپنے راستہ کے حالات بیان کرنے پر متوجہ ہوتے ہیں۔

ذکر (۲۰) عراق کے کوچ اور نزول کی کیفیت

پھر ہم بغداد سے نکلکر محلہ السلطان ابی سعید میں آئے۔ ہمارے یہاں آنے سے غرض ملک العراق کی سواری کی ترتیب دیکھنی تھی کہ کیونکر کوچ ہوتا ہے۔ کیونکر نزول ہوتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کیونکر جاتے اور سفر کرتے ہیں۔ انکی عادت ہے طلوع فجر کے وقت کوچ کرتے ہیں اور دن چڑھنے کے قریب اترتے ہیں۔ انکی ترتیب یہ ہے۔ امرا میں سے ہر امیر اپنے لشکر۔ نقاروں اور علموں کے ساتھ آتا ہے اور اپنے معینہ مقام پر

خواہ میمنہ میں ہو خواہ میسرہ میں ٹھہرتا ہے۔ جب تمام امرا آ کر اس طرح ٹھہر چکتے ہیں اور ان کی صفیں مکمل ہو جاتی ہیں۔ تب بادشاہ سوار ہوتا ہے۔ کوچ کے نقارے اور قرنائے بجائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر امیر آتا ہے اور بادشاہ کو سلام کرتا ہے اور پھر اپنی جگہ واپس جاتا ہے۔ پھر بادشاہ کے سامنے حجاب اور نقبا۔ آتے ہیں۔ انکے بعد اہل طرب آتے ہیں انکی تعداد سو آدمیوں کی ہوتی ہے۔ یہ نہایت اچھے لباس میں ملبوس ہوتے اور سلطان کے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔ ان اہل طرب کے سامنے دس گھوڑے ہوتے ہیں انکے سوار اپنی گردنوں میں ڈھول لٹکائے ہوتے ہیں اور پانچ اسپ سوار اور ہوتے ہیں جنکے پاس پانچ صرنائیاں ہوتی ہیں ہم انھیں غیطات کہتے ہیں۔ یہ ان ڈھولوں اور سونائیوں کو بجاتے ہیں۔ پھر ٹھہر جاتے ہیں اور دس اہل طرب میں سے اپنی اپنی باری سے گاتے ہیں جب یہ گا چکتے ہیں تو نقارے اور صرنائیاں بجائی جاتی ہیں۔ پھر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور دوسرے دس اپنی باری باری سے گاتے ہیں۔ جب دسوں باریاں ختم ہو جاتی ہیں تو انکے نزدیک نزول ہوتا ہے۔

جب السلطان روانہ ہوتا ہے تو اسکے داہنے بائیں۔ تقریباً پچاس امرائے کبار ہوتے ہیں۔ انکے بعد علموں۔ نقاروں۔ نفیریوں اور قرنائے والے۔ پھر السلطان کے غلام۔ اور پھر اپنے اپنے مرتبوں پر امرا۔ ہر امیر کے ساتھ نقارے یا ڈھول اور قرنائی ہوتے ہیں۔ ان سب کی ترتیب زیر اہتمام امیر لشکر ہوتی ہے اسکی بھی ایک بہت بڑی جماعت ہوتی ہے۔ اس شخص کی سزا جو اپنی فوج اور جماعت سے پیچھے رہجاتا ہے یہ ہوتی ہے کہ اسکا تماق لے لیا جاتا ہے۔ اور اس میں خاک بھر کر اُسکے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ اور اُسے منزل پہنچنے تک پیادہ پا چلنا پڑتا ہے۔ پھر وہاں سے امیر کے پاس لاتے ہیں۔ یہاں اسے اوندھا لٹایا جاتا ہے۔ اور اسکی پیٹھ پر پچیس کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ اس پر صاحب مرتبہ اور غیر صاحب مرتبہ کا کوئی امتیاز نہیں کسیکو بغیر سزا دیے نہیں چھوڑتے۔

جب یہ منزل کرتے ہیں تو السلطان اور اُسکے غلام علیحدہ علیحدہ محلوں میں اُترتے ہیں۔ اور خواتین میں سے ہر خاتون کا محلہ علیحدہ ہوتا ہے۔ ان خواتین کا ہر محلہ میں امام

موذن۔ قرا۔ اور بازار علیحدہ ہوتے ہیں۔ وزرا کتاب اور دیگر عہدہ داروں کا محلہ بھی علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ ہر امیر علیحدہ اترتا ہے اور سب خدمت سلطان میں عصر کے بعد حاضر ہوتے ہیں۔ اور عشاء اخیرۃ کے بعد واپس چلے جاتے ہیں۔ سب کے آگے آگے مشعلیں جلتی جاتی ہیں۔

جب کوچ کا وقت ہوتا ہے تو بڑا نقارہ بجایا جاتا ہے۔ پھر اُس بڑی خاتون کا نقارہ بجتا ہے جو الملکۃ ہے۔ پھر تمام خواتین کے نقارے بجتے ہیں۔ پھر وزیر کا نقارہ بجتا ہے پھر ایک ہی مرتبہ تمام امرا کے نقارے بجتے ہیں۔ پھر امیر المقدمۃ مع اپنے لشکر کے سوار ہوتا ہے۔ پھر اسکے پیچھے خواتین۔ پھر سلطان کا سامان اور باورچی خانہ اور خواتین کا سامان۔ پھر دوسرا امیر مع اپنے لشکر کے اسکا فرض یہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کو اسبابوں اور خواتین میں نہ جانے دے اور پھر تمام لوگ۔

میں نے اس محلہ میں دس دن سفر کیا۔ پھر

فصل (۲۱) شہر تبریز میں ورود

الامیر علاء الدین محمد کے ساتھ شہر تبریز گیا۔[1] یہ شخص الامیر الکبار والفضلاء میں سے تھا۔ اس دن کے بعد شہر تبریز پہونچے اور آبادی سے باہر ایک مقام پر اترے۔ جسے الشام کہتے ہیں۔ یہاں قازان ملک العراق کی قبر تھی۔ اسپر ایک نہایت اچھا مدرسہ اور خانقاہ بنی ہوئی تھی۔ اس میں ہر وارد وصادر کو روٹی۔ گوشت۔ گھی کی بریانی۔ اور حلوا ملتا تھا۔ مجھے الامیر نے اس خانقاہ میں اتارا۔ اسکے چاروں طرف موجزن نہریں اور لہلہاتے ہوئے درخت تھے۔

دوسرے دن ہم شہر میں اس دروازہ سے داخل ہوئے۔ جسے باب بغداد کہتے ہیں۔ پھر ہمیں ایک بڑا بازار ملا۔ اسکا نام کوق قازان ہے۔ یہ بازار بلاد دین میں جسقدر بازار نظر سے گذرے ہیں سب سے اچھا ہے۔ اس میں ہر صناعت کا حصہ علیحدہ ہے۔ جسکا دوسری

(۱) اسی میں ([illegible]) کی بیبلیا تھا اور ٹینیٹ جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۴۸۷ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز ڈی ہربلوٹ کا مضمون متعلق تبریز بھی مفید ہے۔

صناعت کے حصہ سے کوئی تعلق نہیں۔ جوہریوں کے بازار سے جو میرا گذر ہوا۔ تو وہاں قسم قسم کے جواہرات دیکھکر مجھے حیرت ہوگئی۔ اس میں فروخت کا کام خوبصورت غلام کرتے تھے جو نہایت پرتکلف لباس میں ملبوس تھے اور انکی کمریں ریشمی ٹپکوں سے بندھی ہوئی تھیں تاجروں کے سامنے سے جواہرات اٹھا کر ترک عورتوں کو دکھاتے تھے۔ وہ بکثرت خریدتیں اور خریداری کی طرف رغبت کرتی تھیں۔ یہ سارا رنگ ڈھنگ دیکھکر مجھے فتنہ کا اندیشہ ہوا اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔

پھر ہم عنبر اور مشک کے بازار میں داخل ہوئے۔ وہاں بھی ایسا یا اس سے بڑھکر دیکھا۔ پھر المسجد الجامع گئے۔ اسے الوزیر علی شاہ المعروف بجلیان نے تعمیر کرایا تھا۔ اسکے قبلہ کے رُخ داہنی طرف ایک مدرسہ ہے اور بائیں طرف ایک خانقاہ۔ اسکا فرش مرمر کا ہے اور دیواریں قاشانی کی۔ جو الزلیج کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسکے اندر سے ایک پانی کی نہر نکل گئی ہے۔ اسمیں طرح طرح کے درخت۔ انگور کی بیلیں۔ اور چمیلی کے درخت لگے ہیں۔ ان کا دستور ہے کہ روزانہ نماز عصر کے بعد صحن مسجد میں سورۃ یٰس۔ سورۃ الفتح۔ سورۃ عمّ پڑھتے ہیں۔ اور اسکے لئے تمام شہر کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

ہم ایک رات شہر تبریز میں رہے۔ پھر دوسرے دن السلطان ابی سعید کا حکم الامیر علاء الدین کو پہونچا کہ آپ مجھسے ملئے۔ چنانچہ میں امیر مذکور ہی کے ساتھ پلٹ گیا۔ اور تبریز میں علماء میں سے کسی سے نہ ملسکا۔ پھر ہم روانہ ہوکر المحلۃ السلطان میں پہونچے۔ امیر مذکور نے میرے متعلق اس سے کہا۔ اور مجھے اسکے پاس باریاب کرایا۔ اُس نے میرے وطن کے متعلق پوچھا۔ مجھے کپڑے دئے اور سواری عنایت کی۔ امیر مذکور نے یہ بھی عرض کیا کہ انکا الحجاز الشریف جانے کا ارادہ ہے۔ سلطان نے میری زادراہ اور مع محمل کے راستہ کے لئے سواری کا حکم دیا۔ اور میرے لئے اسکے متعلق امیر بغداد خواجہ معروف کو لکھدیا۔

ذکر (۳۳) واپسی بہ بغداد

چنانچہ میں پھر شہر بغداد آیا اور السلطان نے جو کچھ میرے لئے حکم کیا تھا اسکی تکمیل ہوئی

باب سی و یکم (۳۱)

فصل (۱) موصل سے دیار بکر کو روانگی

چونکہ ابھی الرکب کی روانگی کا دو ماہ سے زائد زمانہ باقی تھا۔ اسلئے مجھے موصل اور دیار بکر جانا زیادہ اچھا معلوم ہوا۔ کہ ان بلاد کو بھی دیکھ لوں۔ اور الرکب کی روانگی کے وقت تک بغداد واپس آجاؤں۔ اور پھر الحجاز الشریف کا رُخ کروں۔ پھر میں بغداد سے نکلکر ایک منزل روانہ ہوا۔ اور نہر دُجیل پر پہونچا۔ یہ دجلہ سے نکلتی اور بہت سے مواضعات کو سیراب کرتی ہے۔ پھر ہم دو دن کے بعد ایک بڑے گاؤں میں پہونچے۔ اسے

فصل (۲) مقام حربۃ میں ورود و ذکر (۳) قلعہ معشوق

اسے حربۃ کہتے ہیں۔ یہ مقام بہت سرسبز اور پر از قسمت تھا۔ پھر ہم نے کوچ کیا۔ اور دجلہ کے کنارے ایک قلعہ کے قریب اُترے۔ اسے المعشوق کہتے ہیں یہ دجلہ پر بنا ہوا ہے۔ اس قلعہ کے شرقی جانب۔

فصل (۴) شہر سرّ من رای یا سامرّا میں ورود

شہر سرمن رای سے جسے سامرا[1] بھی کہتے ہیں۔ نیز اسکا نام سام راہ بھی ہے۔

(۱) ابو الفدا کہتا ہے کہ سرمن رای کا نام سامرہ بھی ہے۔ اسکا اطوال کے لحاظ سے طول البلد ۶۹.۰۸ - اور عرض البلد ۳۴.۰۸ ہے۔ اور قانون کے لحاظ سے ۶۹.۴۵ طول البلد اور ۳۴.۰۵ عرض البلد ہے۔ بلحاظ رسم ۶۰.۴۵ طول البلد اور ۳۴.۰۸ عرض البلد ہے۔ اللباب میں مذکور ہے کہ سرمرای بغداد سے اور عراق میں ایک مشہور شہر ہے لوگوں نے اسے مخفف کر کے سامرا بنا لیا اسے المعتصم نے بنایا تھا لیکن بہت جلد برباد ہوگیا۔ العزیزی میں ہے کہ سرمرای سے عکبرا تک گیارہ فرسنگ ہے۔ یہ بھی کہ دریائے دجلہ کے شرقی کنارہ پر ہے۔ اس شہر کی ہوا اور مٹی بہت اچھی ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ یہاں آجکل لوگ آباد نہیں ہیں۔ الا ایک موضع کیطرح تھوڑے سے حصہ میں ابو سعید

زبان فارسی کے اس نام کے معنی سام کا راستہ ہوتے۔ اس شہر میں ویرانی کو بہت غلبہ ہو اس وجہ سے اب کچھ ہی حصہ باقی رہگیا ہے۔ اسکی ہوا نہایت معتدل ہے۔ باوجود بلاؤں اور دست بردزمانہ کے نہایت خوبصورت ہے۔ اس میں بھی صاحب الزماں کا مشہد ہی جیساکہ الحلہ میں ہے پھر یہاں سے ایک منزل روانہ ہوکر۔

فصل (۵) شہر تکریت میں ورود

ہمارا شہر تکریت(۱) میں ورود ہوا۔ یہ ایک بڑا شہر ہے۔ اسکی حاریں یا کنارے بہت وسیع بازار نہایت اچھے اور مسجدیں بکثرت اور یہاں کے باشندے نہایت خوش اخلاق ہیں دجلہ اسکی جہت شمالی میں واقع اور لب دریائے مذکور ایک مستحکم قلعہ بھی بنا ہوا ہے۔ یہ شہر بہت قدیمی اور اسکے چاروں طرف شہر پناہ بنی ہوئی ہے۔ پھر ہم نے یہاں سے دو منزلیں کوچ کیا اور ایک۔

فصل (۶) العقر میں ورود

گاؤں میں وارد ہوئے۔ جسے العقر کہتے ہیں۔ یہ بھی دریائے دجلہ کے کنارہ ہے۔ اسکی جانب اعلےٰ میں ایک ٹیلہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قلعہ تھا۔ اور جانب اسفل ایک خان ہے جو خان الحریۃ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں برج ہیں اور عمارت بہت زبردست ہے۔ یہاں سے مواضعات اور عمارات کا برابر موصل تک سلسلہ چلا گیا ہے۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہتا ہے کہ اسے المعتصم نے بنایا تھا۔ اور الواثق نے اسکے ساتھ شہر الہارونیہ کو شامل کیا۔ پھر المتوکل نے شہر الجعفریۃ کو شامل کرکے اسے خوب بڑھایا" ہربلوٹ کے یہاں تحت سامرا تاریخ اسلام جلد دوم صفحات ۱۶۹، ۲۰۵، ۲۲۱۔ نیز میری کتاب سیر الخلفاء میں اسکے متعلق نہایت تفصیلی بحث ہے۔ عطا مترجم

(۱) اُلن بروک کی کتاب "عراق فارس کے تفصیلی حالات" صفحہ ۴۔ ایسی مین (Assemani) کی ببلیاتھ۔ اورینٹ" جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۷۸۳۔ اور دی ہربلوٹ متعلق تکریت یہ کتب تکریت کے حالات سے مملو ہیں۔

فصل (۷) القیارہ میں ورود و ذکر (۸) تارکول کے چشمے

ایک مقام میں وارد ہوئے۔ جسے القیارہ کہتے ہیں۔ یہ دجلہ کے قریب ہے اور یہاں سے زمین سیاہ رنگ کی ہے۔ اس میں بہت سے چشمے ہیں۔ جن سے تارکول نکلتا ہے۔ اسکے لئے حوض بناتے ہیں اور اُس میں اسے جمع کرتے ہیں اسوقت یہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا زمین پر گارا۔ اس کا رنگ نہایت سیاہ چمکتا ہوا ہوتا ہے۔ اور اُس میں سے خوشبو آتی ہے۔ ان چشموں کے اطراف میں ایک بہت بڑا سیاہ تالاب ہے اسپر کوئی چیز رقیق کائی کی طرح آجاتی ہے۔ جب تھپیڑوں سے یہ کنارہ آجاتی ہے تو یہ بھی تارکول بنجاتی ہے۔ اس مقام کے قریب ایک بڑا چشمہ ہے۔ جب اس میں سے تارکول نکالنا چاہتے ہیں تو اسپر آگ جلاتے ہیں۔ اس آگ سے اسکی رطوبت مائیہ جو کچھ ہوتی ہے۔ خشک ہوجاتی ہے۔ پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر لیجاتے ہیں ہیں جیسا کہ ہم ابھی اس چشمہ کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں جو الکوفہ اور البصرہ کے درمیان ہے کہ اُس میں بھی یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ پھر ہم نے ان چشموں سے دو منزل کوچ کیا اور ان دونوں کے بعد موصل پہونچ گئے۔

فصل (۹) شہر موصل میں ورود۔ ذکر (۱۰) شہر ہذا و ذکر (۱۱) حالات قلعہ جات

یہ شہر نہایت پرانا اور بہت سرسبز ہے۔ یہاں کا قلعہ بہت مشہور ہے جسکا نام الحدباء ہے۔ نہایت شاندار اور بے مثل شہرۂ آفاق ہے۔ اسکی شہر پناہ بہت مضبوط مستحکم برجوں والی ہے۔ اور سلطان کے مکانات اس سے ملے ہوئے ہیں۔ انکے اور شہر پناہ کے مابین فاصل ایک مستطیل وسیع سڑک اعلیٰ شہر سے اسفل شہر تک واقع ہے۔ شہر پر دو نہایت مستحکم شہر پناہیں بنی ہیں۔ ان میں بکثرت قریب قریب برج بنے ہیں۔ شہر پناہ کے اندرونی جانب

گول گول تلے اوپر چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہیں۔ چونکہ شہر پناہ کا چوڑا بہت وسیع ہے اسلئے یہ اس میں بن بھی سکے۔ میں نے بلاد کی شہر پناہوں میں سے ماسوا دارالسلطنت ہند شہر دہلی کی شہر پناہ کے کوئی ایسی شہر پناہ نہیں دیکھی ہے۔ یہیں ایک جامع مسجد بھی دجلہ کے کنارہ موصل کی سرائے بہت بڑی ہے۔ اس میں مسجدیں اور حمام دکانیں اور بازار بکثرت ہیں۔

واقع ہے۔ جسکے چاروں طرف لوہے کی کھڑکیاں ہیں اور اس سے ملے ہوئے چبوترہ بنے ہیں جن سے دجلہ کا پانی ٹکراتا ہے۔ یہ نہایت خوبصورت اور پائیدار ہیں۔ اور اسکے سامنے ایک شفاخانہ بھی ہے۔

شہر کے اندر دو جامع ہیں۔ ان میں سے ایک تو پرانی ہے۔ اور دوسری نئی۔ ان میں سے نئی کے صحن میں ایک قبہ ہے اسکے اندر سنگ مرمر کی ہشت پہل ایک بلند نشیمن بنی ہوئی ہے۔ اسپر سنگ مرمر کا ایک فوارہ ہے جس سے نہایت زور و شور کے ساتھ ہر وقت پانی چلا کرتا ہے۔ اور بقدر آدم بلند ہو کر اسی جگہ پلٹ کر گرتا ہے۔ یہ نہایت پیارا منظر ہوتا ہے۔ شہر موصل کا چوک بازار نہایت نادر الحسن ہے اسپر لوہے کے دروازے لگے ہوئے ہیں اور چاروں طرف اسکے دکانیں ہیں اور تلے اوپر حجرے بنے ہیں انکی تعمیر بہت عمدہ ہے۔

ذکر (۱۲) مشہد جرجیس النبی علیہ السلام

شہر ہذا میں مشہد جرجیس النبی علیہ السلام ہے۔ اسپر ایک مسجد بنی ہے اور مزار مبارک اسکے ایک زاویہ میں ہے جو اندر جانے والے کے داہنی طرف پڑتا ہے۔ یہ الجامع الجدید اور باب الجسر کے مابین ہے۔ مجھے اس مزار مبارک کی زیارت کا شرف اور مسجد مذکور میں نماز پڑھنا نصیب ہوا ہے۔ اللہ برتر کا شکر۔

یہیں یونس علیہ السلام کا ٹیکرا ہے۔ اور اس سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک چشمہ ہے۔ اسکی نسبت بھی آپ ہی کی طرف کیجاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی امت کو اس میں پاک ہونے کا حکم دیا تھا۔ پھر یہ سب ٹیلہ مذکور پر چڑھے اور دعا مانگی۔ اسکی وجہ سے

اللہ برتر نے ان سے عذاب دُور کر دیا۔ اسی کے قریب ایک بہت بڑا گاؤں ہے اور اسکے قریب ایک ویرانہ ہے۔

ذکر (۱۳) شہر نینوی کے کھنڈرات

کہتے ہیں کہ یہ مقام وہ شہر ہے جو نینوی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ یونس علیہ السلام کا شہر تھا۔ اسکی چاروں طرف کی شہر پناہ کا اثر اب بھی ظاہر ہے اور اسکے دروازوں کے آثار ابتک نظر آتے ہیں۔ ٹیلہ پر ایک بہت بڑی عمارت ہے۔ اس میں ایک سرائے بھی ہے جس میں بہت سے حجرے چھوٹے چھوٹے۔ محل۔ طہارت گاہیں۔ اور سقائے بنے ہوئے ہیں۔ ان سب کے لئے ایک ہی دروازہ ہے وسط رباط میں ایک حجرہ ہے۔ اسپر ریشم کا پردہ پڑا رہتا ہے۔ اسکا دروازہ مرصع کار ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی وہ مقام ہے۔ جسمیں یونس علیہ السلام کا موقف تھا۔ اور اس رباط میں جو مسجد بنی ہے۔ اسکی رباط کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ اُن علیہ السلام کی عبادت کی جگہ تھی۔ باشندگان موصل ہر جمعہ کی شب کو نکلکر اس رباط میں آتے ہیں اور اس میں عبادت کرتے ہیں۔ باشندگان موصل نہایت اعلےٰ اخلاق شیریں کلام اور فضیلت والے ہیں۔ مسافروں سے بڑی محبت کرتے اور نہایت خاطر و تواضع سے پیش آتے ہیں۔

میرے جانے کے زمانہ میں یہاں کا امیر السید الشریف الفاضل علاء الدین علی بن شمس الدین محمد الملقب بحیدر بہت بڑے کُرما فضلا میں سے تھا۔ اپنے گھر میں مجھے اتارا تھا۔ اور جب تک میں اُسکے پاس رہا۔ میرے سارے مصارف کا کفیل رہا۔ اسکا صدقہ اور ایثار مشہور ہے۔ السلطان ابو سعید اسکی بہت عظمت کرتا تھا۔ یہ شہر اور اسکے اطراف و جوانب کے سب اسکے اختیار میں دیدیے تھے۔ اسکی سواری بڑی دھوم دھام سے نکلتی ہے۔ جسکے ساتھ اسکے تمام غلاموں اور لشکروں کا جلوس ہوتا ہے۔ شہر کے اعیان کبار صبح و شام اسے سلام کرنے آتے ہیں۔ بہت بہادر اور باہیبت شخص ہے۔ جب یہ لکھی جاتی تھی۔ اسوقت اسکا لڑکا دار السلطنت فاس میں جو کہ غربا۔

کی جائے قرار۔ فرقون کی جائے پناہ۔ اور وفود کی محط رحال تھی۔ موجود تھا۔ اللہ برتر اسے مولٰنا امیر المومنین کے عہد سعادت میں مسرت اور ترقی عطا فرمائے اور اسکے اطراف جوانب کو حفاظت و پناہ میں رکھے۔ پھر ہم موصل سے روانہ ہو کر ایک گاؤں میں اترے،

فصل (۱۴) عین الرصد میں نزول

اسے عین الرصد کہتے ہیں یہ ایک نہر پر ہے جس پر پل بندھا ہوا ہے اس میں ایک بہت بڑی خان بھی ہے۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور ایک گاؤں میں پہونچے جسے

فصل (۱۵) المولیجۃ میں ورود

المولیحہ کہتے ہیں۔ پھر یہاں سے کوچ کیا اور

فصل (۱۶) جزیرۃ ابن عمر میں ورود و ذکر (۱۷) جبل الجودی

جزیرہ ابن عمر[1] میں پہونچے۔ یہ ایک بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے اور ہر چہار اطراف سے اسے وادی احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے اسکا نام جزیرہ ہے اسکا اکثر حصہ ویران پڑا ہوا ہے۔ بازار نہایت اچھا ہے۔ اور مسجد بہت پرانی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ اسکا کام بہت پائیدار ہے۔ نیز اسکی شہر پناہ بھی پتھر کی ہے۔ یہاں کے باشندے فضلا ہیں۔ اور مسافروں سے محبت کرتے ہیں۔ ہم جس دن یہاں پہونچے تو کوہ جودی کو دیکھا جس کا اللہ عز وجل کی کتاب میں اس طرح ذکر ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی اسپر کھڑی تھی۔ یہ پہاڑ بہت اونچا اور مستطیل ہے۔ پھر ہم نے یہاں سے دو منزل مسافت طے کی اور۔

(۱) جزیرہ ابن عمر کے متعلق جغنیز، اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۵۷ میں ذکر کرتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ دریائے دجلہ کا جزیرہ تھا۔ اور موصل کے ماتحت۔ یہاں کی حکومت کی باگ سیف الدین غازی کے ہاتھ میں تھی۔ نیز ملاحظہ ہو دی ہربلوٹ۔ حالات جزیرۃ۔ نیز السی مین ([illegible]) کی ہبل۔ اور نیٹ جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۷۵۱، اسکے تفصیلی حالات سے ملو ہے۔ ابو اللہ ([illegible]) الواقدی کے الجزائر کے حالات میں مؤید ہے کہ یہ دریائے دجلہ کا جزیرہ تھا۔ (۲) قرآن کریم سورۃ ۱۱۔ آیت ۴۶۔

فصل (۱۸) شہر نصیبین میں ورود

شہر نصیبین[۱] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک پرانا شہر متوسط درجہ کا ہے اسکا اکثر حصہ اجاڑ ہے۔ اور ایک فراخ خوش فضا میدان میں واقع ہے۔ اس میں جاری پانی متراکم الاثمار باغات کی بہتات ہے اور درخت ترتیب سے واقع ہیں۔ اور پھل پھلاریوں کی بھی بڑی کثرت ہے یہاں عرق گلاب ایسا عمدہ بنتا ہے کہ اسکی خوشبو اور ذائقہ کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اسکے گرد ندی اسطرح احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جس طرح کنگن کلائی کو احاطہ کئے ہوتا ہے۔ یہ دریا کے قریب ایک پہاڑ کے چشمہ سے نکلتی ہے اور کئی طرف منقسم ہوجاتی ہے۔ جو اسکے باغات میں سے ہوکر نکلتی ہیں اور ان میں سے ایک نہر شہر میں چلی جاتی ہے۔ جو اسکے راستوں اور گھروں میں سے ہوکر نکلتی ہوئی مسجد اعظم کے صحن میں گذرتی ہے اور دو تالابوں میں گرتی ہے ایک تالاب تو وسط صحن میں ہے اور دوسرا شرقی دروازہ کے پاس ہے۔ اس شہر میں ایک شفاخانہ اور دو مدرسے ہیں۔ یہاں کے باشندے نیکوکار۔ دیندار سچے اور امانتدار ہیں

ذکر (۱۹) اشعار متعلق شہر ہذا

ابو نواس نے اپنے کلام میں بالکل درست کہا ہے۔

بحر بسیط[۲]	ترجمہ
طابت نصیبین لی یوما وطبت لھا	نصیبین مجھے خوب مرغوب ہی اور میں نصیبین کو مرغوب ہوں
یالیت حظی من الدنیا نصیبین	کاش دنیا میں نصیبین ہی میرے حصہ میں ہوتا۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ لوگ نصیبین کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کی آب و ہوا خراب ہے۔ چنانچہ اسکے متعلق بعض شعراء نے کہا ہے۔

(۱) اس مقام کے اس زمانہ کے حالات سے جب یہ میمون کے تحت میں تھا۔ ایسی مین (Assemani) نے بتلایا ہے۔ اور یٹ جلد سوم حصہ دوم کے صفحات ۷۷۰ تا ۸ تک ملو ہیں الہروی کہتا ہے کہ یہاں ایک عناب بابر کا درخت ہے اسکے متعلق عجیب عجیب باتیں زبان زد ہیں اور ایک یونانی زبان کا کتبہ ہے اس سے درد پسست اچھا ہوتا ہے۔ ڈی ہربلوٹ تحت نصیبین ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) میری کتاب "بساتین البلاغۃ" حصہ متعلق علم عروض ملاحظہ فرمائیے۔

بحر خفیف (۱)

لنصیبین قد عجبت و مانی

دارھا داع الی العلات

بعد ما لوردا حمرا فی دارھا

لسقام حتی من الوجنات

ترجمہ

شہر نصیبین اور جو کچھ اسکے گھروں میں ہو، مجھے بیماریوں کی طرف بلاتا ہے۔

اسکے گلشنوں میں گلاب کی اصل سُرخ رنگت ہوتی ہی نہیں۔ اس رنگ و روپ کا اضمحلال بیماریوں کی وجہ سے ہے۔

پھر ہم نے شہر سنجار کی جانب کوچ کیا اور۔

فصل (۲۰) شہر سنجار میں ورود

شہر سنجار (۲) میں وارد ہوئے۔ یہ بہت بڑا شہر ہے۔ پھل پھلاریاں اور درخت بکثرت ہیں۔ چشمے اور نہریں بھی بہت ہیں۔ اس کی آبادی روئے کوہ پر ہے۔ کثرت انہار و باغات کی وجہ سے دمشق کے مشابہ ہے۔ یہاں کی جامع مسجد کی برکت مشہور ہے کہتے ہیں کہ یہاں دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اسکے گرد ایک دریا پانی کی نہر ہے جو اسیں ہو کر نکلتی ہے

(۱) میری کتاب "بساتین البلاغۃ" حصہ متعلق علم عروض ملاحظہ فرمائیے۔ عطا مترجم۔

(۲) الہروی اس جگہ کے متعلق کہتے ہیں وہ شہر سنجار میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پہاڑ کے اوپر مسجد ہے اور اسی میں قنبر کا ٹیلہ بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پہاڑ کی چوٹی سے نوح علیہ السلام کی کشتی ٹکرا کر ٹوٹ گئی تھی۔ اسی وجہ سے اس جگہ کا نام سنجار ہو گیا کیونکہ سن کے معنی بلندی اور دانت کے ہیں اور جار ماضی کا صیغہ ہے۔ یعنی رہی۔ لیکن درست یہ ہے کہ اسکی بنا سنجار بن ملک بن الدغر نے ڈالی تھی۔ اسلئے اسکی طرف منسوب ہو گیا۔ "اسیطرح آمد، آمد بن اسبید کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ اسی نے اسکی نبیاد ڈالی تھی۔ اور اسیطرح الرہا۔ البعید بن ملک بن الدغر کی لڑکی الرہا کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ اسی نے اسے آباد کیا تھا۔" یہ اقتباس میں نے اس لئے اور یہی پیش کیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مشرقیوں میں اکثر شہر یا آبادیاں ملک کی طرف نہیں منسوب ہوتیں بلکہ بانیوں یا آباد کرنیوالوں کی طرف بہت سے شہر ایسے ہیں جو بقراط کیطرف اسلئے منسوب ہیں کہ وہاں اسکا پورا یا سر کا اسٹیچو ہے۔ یا یہ کہ عقیدہ ہے کہ وہ بقراط اعظم کے تحت تحفظ میں ہیں۔ ایسی ہیں۔ ([illegible]) کی ببلیا تھ۔ اورینٹ۔ جلد سوم۔ حصہ دوم۔ صفحہ ۹ ۷ ۷۔ والجزائر۔ للواقدی۔ ابوالڈ ([illegible]) کا صفحہ ۱۵۔ تاریخ اسلام جلد سوم۔ صفحہ ۲۰ ۷۔ وڈی ہربلوٹ۔ بیان سنجار۔ اس مضمون زیر بحث سے متعلق ہیں۔

باشندگان شہر کرد ہیں۔ بہادر اور صاحب کرم جن لوگوں سے میں اس شہر میں ملا۔ ان میں سے الشیخ الصالح العابد الزاہد عبداللہ الکردی منجملہ مشائخ کبار کے صاحب کرامات ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ چالیس دن کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔ اور وہ بھی جو کی آدھی روٹی سے میں سنجار کے پہاڑ کی چوٹی پر ایک کنڈ پر آپکی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ آپ نے میرے لئے دعا کی تھی۔ اور زاد راہ کے لئے کچھ دراہم بھی دئے تھے۔ جو میرے پاس سے کبھی جدا نہ ہوئے۔ حتی کہ کفار ہنود نے مجھ سے چھین لئے۔ پھر میں شہر دارا کی سمت روانہ ہوا۔ اور۔

فصل (۲۱) شہر دارا میں ورود

شہر دارا(۱) میں وارد ہوا۔ یہ بہت بڑا پرانا شہر ہے اور دور سے سفید نظر آتا ہے۔ اس میں ایک بہت بلند قلعہ بھی ہے۔ اب شہر ہذا ویران پڑا ہوا ہے۔ اور اس میں کوئی آبادی نہیں۔ شہر کے باہر ایک گاؤں آباد ہے۔ یہیں ہم اترے تھے۔ پھر ہم نے یہاں سے کوچ کیا اور۔

فصل (۲۲) شہر ماردین میں ورود

شہر ماردین(۲) میں وارد ہوئے۔ یہ بھی ایک بڑا شہر اور روئے کوہ پر واقع ہے۔ اسلام کے شہروں میں سب سے اچھا نادر اور اتقن ہے۔ یہاں کے بازار نہایت اچھے ہیں۔ یہاں ایک کپڑا بنتا ہے۔ جو اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ اونی ہوتا ہے۔ اور اسے مرعز کہتے ہیں۔ شہر ہذا میں مشہور قلعوں میں سے ایک بہت عالیشان قلعہ اسکے پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔

فصل (۲۳) اشعار متعلق شہر ہذا

ابن جزی کہتے ہیں کہ ماردین کا یہی قلعہ ہے جسکا نام الشہباء ہے اور اسیکو

(۱) الہروی کہتا ہے کہ اس شہر دارا میں الملک دارا کے عہد کے آثار قدیمہ ہیں تیو مسٹر الوالد (de Slane) کی تاریخ واقدی متعلق الجزائر کا صفحہ ۲۸ بھی اس بیان سے مملو ہے۔
(۲) ایسی مین (Marasid) ببلیا منہ۔ اور رنیٹ جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۷۲۷۔ اسی مقام کے بیان سے مملو ہے

العراق کے شاعر صفی الدین عبدالعزیز بن سرایا الحلی نے صفت تسمیط[1] میں اپنے اس قول میں مراد لیا ہے۔

ترجمہ	بحر سریع[1]
الحلہ کے خوشبودار چمنستان کو چھوڑ دو۔ اور زوراء کے	فذر ربوع الحلۃ الفیحاء
سفید بالوں والے اونٹوں سے روگردانی کرلو۔	وانزود بالعیس عن الزوراء
موصل میں الحدباء پر مت ٹھہرنا حقیقۃً قلعہ الشہباء شہاب	ولاتقف بالموصل الحدباء
ثاقب ہے جو۔	ان شہاب القلعۃ الشہباء
زمانہ کو گردش میں ڈالنے والے شیطان کو جلد پھونکڈالنے والا ہے	(محرق شیطان صرف الدھر)

حلب کے قلعہ کا نام بھی الشہباء ہے۔ یہ کلام مسمط نہایت نادر ہے۔ الملک المنصور سلطان ماردین کی اس سے مدح کی گئی ہے۔ یہ نہایت کریم تھا۔ اور اسکا آوازہ دور دور تک گوش زد خلائق تھا۔ اس نے تقریباً پچاس سال تک یہاں بادشاہت کی۔ قازان ملک التتر کا اس نے عہد پایا ہے۔ اور السلطان خرابندہ کا اسکی بیٹی دنیا خاتون کو عقد نکاح میں لاکر داماد بنا۔

ذکر (۴۲) سلطان ماردین کا میری یہاں جانیکے زمانہ کا ذکر

یہ وہ الملک الصالح ابن الملک المنصور[2] جسکا ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں۔ اس نے اپنے باپ سے سلطنت ارث میں پائی تھی بادشاہ ہذا کے مکارم بہت مشہور ہیں۔ سرزمین عراق شام اور مصر میں اس سے زیادہ کریم بادشاہ کوئی نہیں۔ اسکے پاس شعراء اور فقراء آتے

(۱) میری کتاب "بساتین البلاغۃ" حصہ متعلق علم عروض ملاحظہ فرمائیے۔ عطا مترجم۔

(۲) اس سفرنامہ میں جتنے سلاطین کا ذکر ہے۔ اسکے لئے مسٹر دی جینیس (gmegmes) کی ورق گردانی تضیع اوقات ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسٹر مذکور ہمیشہ اس کمی کا احساس کرتے رہے ہے کہ انہیں اس مقصد کیلئے ایسی کتب مہیا ہوسکیں جنسے وہ اس کمی کے پورا کرنے میں کامیاب ہوسکتے۔ کاش اگر اسباب موافق ہوتے تو خدائے برتر سے اعانت کی کامل توقع تھی کہ وہ حتی المقدور یہ کمی پوری کرادیگا۔ بہرکیف "کار دنیا کسے تمام نکرد۔ ہر چہ گیرید مختصر گیرید" انشاء اللہ یار زندہ صحبت باقی۔ عطا مترجم

ہیں۔ ان کو اپنے باپ کے طریقہ پر عطایا ستے جزیہ سے سرفراز فرماتا ہے۔ اسکی مدح میں ابوعبداللہ محمد بن جابر الاندلسی المروی الکفیف بھی قصیدہ لیکر گیا تھا۔ اسے اسکے صلہ میں بیس ہزار درہم عطا کئے گئے تھے۔ اسکے یہاں بہت سی صدقات کی مدیں ہیں۔ مدرسے اور خانقاہیں ہیں جن میں لوگوں کو کھانا ملتا ہے۔ بادشاہ ہذا کا وزیر بہت مرتبہ کا شخص الامام العالم۔ وحید الدہر۔ فرید العصر جمال الدین السنجاری ہے۔ اس نے تبریز میں علم حاصل کیا۔ اور علمائے کبار کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہے۔ اسکے قاضی القضاۃ الامام الکامل برہان الدین الموصلی ہیں۔ قاضی مذکور دیندار متورع اور صاحب فضل ہیں۔ ایسے موٹے جھوٹے اونی کپڑے زیب تن کئے رہتے ہیں۔ جن کی قیمت دس دراہم تک بھی نہیں پہونچتی۔ اور ایسا ہی عمامہ بھی زیب سر رکھتے ہیں۔ اکثر اجرائے احکام کے لئے صحن مسجد میں مدرسے سے باہر تشریف فرما ہوا کرتے ہیں۔ یہیں آپ عبادت بھی کیا کرتے ہیں۔ جو شخص آپ کو نہ پہچانتا تھا دیکھکر یہ خیال کرتا تھا۔ کہ قاضی کے کوئی خادم یا مددگار ہیں۔

فائدہ (۲۵) حکایت متعلق قاضی مذکور

مجھ سے ذکر کیا گیا کہ ان قاضی کے پاس ایک عورت آئی۔ آپ اسوقت مسجد کے باہر تھے۔ جو آپ کو پہچانتی نہ تھی۔ اسلئے آپ سے دریافت فرمایا۔ حضرت! قاضی صاحب کہاں اجلاس کیا کرتے ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا! تیرا ان سے کیا مطلب ہے؟ اسنے جواب دیا۔ میرے شوہر نے مجھے مارا ہے۔ اور اسکے دوسری بیوی بھی ہے۔ ہم دونوں کی خبرگیری میں وہ عدل نہیں کرتا۔ میں اسے یہ بھی کہا تھا کہ القاضی کے پاس چل اسنے اس سے بھی انکار کر دیا۔ میں مفلس ہوں میرے پاس ایک حبہ بھی نہ تھا۔ کہ القاضی کے آدمیوں کو کچھ لیتی دیتی کہ وہ اسے اسکی عدالت میں لا حاضر کرتے۔ آپ نے فرمایا تیرے شوہر کا مکان کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا شہر ہذا کے باہر ملا عون کے گاؤں میں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تو میں تیرے ساتھ اسکے پاس چلتا ہوں۔ عورت نے کہا خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں جو آپ کو دے سکوں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں تجھ سے کچھ نہ لونگا

پھر فرمایا۔ اچھا تو اپنے گاؤن جا اور گاؤن کے باہر میرا انتظار کرنا۔ میں تیرے پیچھے پیچھے آرہا ہون۔ چنانچہ وہ آپکے حکم کے موافق گئی۔ اور آپ کا انتظار کیا۔ آپ اسکے پاس پہونچ گئے آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ آپ کی عادت میں یہ بات داخل تھی کہ آپ کبھی کو اپنی معیت نہ لیا کرتے تھے۔ آپ کو لیکر وہ اپنے شوہر کے مکان پر آئی۔ جب اُسنے آپ کو دیکھا تو کہا یہ کس منحوس شخص کو تو اپنے ساتھ لائی ہے۔ آپ نے اُسسے جواباً کہا ہاں خدا کی قسم میں ایسا ہی ہون۔ لیکن تو اپنی بیوی سے رواداری برت۔ جب بات بڑھ گئی تو لوگ بھی آپہونچے اور القاضی کو پہچانکر آپ کو سلام کیا۔ تب یہ شخص بہت ڈرا اور شرمندہ ہوا۔ پس القاضی نے اُس سے کہا خیر کوئی ڈرنے کی بات نہیں ہے۔ تو اپنے اور اپنی بیوی کے مابین صلح کرلے چنانچہ اُس شخص نے اُسسے راضی کر لیا۔ اور قاضی مذکور نے ان دونون کو اُس دن کا خرچ دیا۔ اور واپس تشریف لے آئے۔ مجھے ان قاضی سے شرف زیارت حاصل ہوا ہے۔ آپ نے اپنے مکان پر میری ضیافت بھی کی تھی۔

باب (۳۲) سی و دوم

فصل (۱) بغداد کو واپسی اور بصوب مکہ برائے زیارت کوچ پھیرین ہوتے ہوئے واپسی

پھر میں نے بغداد کو واپسی کے لئے کوچ کیا۔ پس اُس شہر موصل میں پہونچا۔ جسکا ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں۔ تو مجھے باہر کی جانب اسکا رکب ملا۔ یہ بغداد کو جا رہے تھے۔ ان قافلے والون مین ایک صالحہ۔ عابدہ عورت تھی جسے "الست زاہدہ" کہتے تھے۔ یہ خلفاء کی اولاد میں سے تھی۔ کئی مرتبہ حج کیا تھا۔ اور دائم الصوم بھی تھی۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ اور اُسکے جوار میں رہا۔ اسکے ساتھ بہت سے فقرا بھی تھے جو اسکی

خدمت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں کہ رکب متوجہ بغداد تھا۔ اس رحمتہ اللہ علیہا نے زرود میں وفات پائی اور وہیں دفن کی گئی۔

پھر ہم شہر بغداد پہونچے۔ وہاں دیکھا تو حاجی بڑے زور و شور سے کوچ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ میں بھی شہر مذکور کے امیر معروف خواجہ کے پاس گیا اور جن چیزوں کا سلطان نے میرے لئے حکم کیا تھا۔ وہ ان سے طلب کیں۔ آپ نے میری لئے آدھا اونٹ چار آدمیوں کا زاد راہ اور انکے لئے پانی مقرر کیا۔ اور اسکے لئے مجھے تحریر دیدی۔ اور امیر الرکب البہلوان محمد الحویح کا میر اسامنا کرا دیا۔ اور میرے لئے بہت کچھ ان سے کہہ سن بھی دیا۔ میرے اور انکے مابین پہلی شناسائی بھی تھی۔ اب اس سے اور بھی تاکید ہوگئی۔ میں برابر اسکے جوار ہی میں رہا۔ مجھپر بہت احسان کرتا تھا اور جسقدر اسے کہا سُنا گیا تھا اس سے بھی زائد ہی میرے ساتھ حسن و سلوک سے پیش آتا تھا۔

فصل (۲) مکہ میں ورود اور ذکر (۳) مکہ میں ابن بطوطہ کا تین سال تک قیام

جب ہم کوفہ سے نکلے تو مجھے مرض اسہال لاحق ہوگیا۔ لوگ مجھے دن میں کئی مرتبہ محمل کے اوپر سے اتارتے۔ اور الامیر میری مزاج پُرسی کیا کرتا۔ اور میرے لئے بہت تاکید کرتا رہتا۔ مجھے مرض ہی لاحق رہا حتیٰ کہ میں مکہ حرمہا اللہ تعالےٰ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً پہونچ گیا۔ اور بیت الحرام کرمہ اللہ تعالیٰ کا طواف القدوم کیا۔ چونکہ میں کمزور تھا اسلئے ستار فرض بیٹھکر ادا کرتا تھا۔ پھر طواف کیا اور الامیر الحویح کے گھوڑے پر بیٹھکر الصفا و المروۃ کے مابین سعی کی۔ اور اس سال دوشنبہ کے دن وقوف کیا جب ہم منیٰ میں اُترے تو میری طبیعت اچھی ہونے لگی۔ اور مرض سے استحکام صحت نظر آنے لگا۔ جب حج پورا ہوچکا تو میں اس سال مکہ میں رہا یہاں الامیر علاؤ الدین

بن ہلال مشید الدوادی[1]۔ باب بنی شیبہ کے مضافات میں سے العطارین کے باہر وضو خانہ بنواتے کے لئے مقیم تھا۔

اسی سال باشندگان مصر کے کبراء میں سے ایک بڑی جماعت یہاں مقیم تھی ان میں سے۔

تاج الدین ابن الکویک۔

نور الدین القاضی۔

زین الدین بن الاصیل۔

ابن الخلیلی۔

ناصر الدین الاسیوطی۔

اسی سال میں نے المدرستہ المظفریتہ میں سکونت اختیار کی۔ اور خدا نے مجھے بیماری سے بھی نجات دی۔ الغرض میں نہایت اچھی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور طواف، عبادت اور عمرہ کرنے کے لائق ہو گیا۔ اسی سال کے اثناء میں الصعید کے حاجی آئے اور ان کے ساتھ۔

الشیخ الصالح نجم الدین الاصفونی۔ ان کا یہ پہلا حج تھا۔

دونوں بھائی علاء الدین علی اور سراج الدین عمر۔ القاضی نجم الدین البالسی۔ قاضی مصر کے دونوں صاحبزادے اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ آئے تھے۔

ذکر (۴) امیر سیف الدین یلمک کے پاس بعض باشندگان طنجہ

نصف ذیقعدہ میں الامیر سیف الدین یلمک آیا۔ یہ فضلاء میں سے تھا۔ اور اس کے ساتھ میرے وطن طنجہ کے اللہ اسے پناہ میں رکھے بہت سے لوگ آئے انہیں سے۔

الفقیہ ابو عبداللہ محمد ابن القاضی ابی العباس ابن القاضی الخطیب ابی القاسم الجُرادی۔

الفقیہ ابو عبداللہ بن عطاء اللہ۔

الفقیہ ابو عبداللہ المرسی۔

(۱) [illegible]

الفقیہ ابو محمد عبداللہ المصری۔
ابوالعباس ابن الفقیہ ابی علی البلنسی۔
ابو محمد بن القابلہ۔
ابوالحسن البیاری۔
ابوالعباس ابن نافوت۔
ابوالصبیر ایوب الفخار۔
احمد ابن حکامتہ۔
اور اہل قصر المجاز میں سے۔
الفقیہ ابو زید عبدالرحمٰن بن القاضی ابی العباس ابن الخلوف۔
اہل العقر الکبیر میں سے۔
الفقیہ ابو محمد بن مسلم۔
ابو اسحٰق ابراہیم بن یحیٰی۔
مذکورہ بالا کا صاحبزادہ۔
اسی سال مکہ میں۔
الامیر سیف الدین تقزدمور کا جو کہ الخاصکیۃ میں سے تھا۔
الامیر موسٰے بن قراما۔
القاضی فخر الدین ناظر الجیش کاتب الممالیک۔
التاج ابو اسحٰق۔
الیست حدق حُرَّسیَّۃُ الملک الناصر کا ورود ہوا۔
الحرام الشریف میں ان سب کی طرف سے بہت سے عام صدقات ہوئے۔
ان میں سے سب سے زیادہ صدقہ القاضی فخر الدین نے کیا۔ اسی سال ہمارا وقوف جمعہ کے دن ۷۲۸ھ مطابق ۲۸-۱۳۲۷ء سے ہوا۔ جب حج ختم ہوچکا تو میں مکہ میں اللہ برتر اُسے اپنی حفاظت میں رکھے ۷۲۹ھ مطابق ۲۹-۱۳۲۸ء تک مقیم رہا۔

اسی سال احمد بن الامیر رُمیثہ اور مبارک بن الامیر عطیفہ (۱) عراق سے آئے۔ انکی معیت میں اشخاص ذیل تھے۔

الامیر جمر الحویم۔
الشیخ زادہ الحزبادی۔
الشیخ دانیال۔

یہ مذکورہ بالا حضرات مجاورین اور اہل مکہ کے لئے سلطان ابوسعید ملک العراق کے پاس بہت سے صدقات لائے تھے۔ اسی سال السلطان ابوسعید کا نام الملک الناصر کے نام کے بعد خطبہ میں پڑھا گیا۔ اور اسکے لئے قبہ زمزم کے اوپر دعا مانگی گئی اور پھر اسکے نام کے بعد سلطان الیمن الملک المجاہد نور الدین کا نام لیا گیا۔ لیکن الامیر عطیفہ نے اس امر پر موافقت نہ کی۔ اور اپنے سگے بھائی منصور کو روانہ کیا۔ تاکہ الملک الناصر کو اس واقعہ سے مطلع کرے۔ لیکن رمیثہ نے اُسے واپس لانے کا حکم کیا۔ جب یہ واپس آگیا تو اسے پھر دوسری مرتبہ جُدّة کے راستہ سے بھیجا۔ اور اس نے الملک الناصر کو جاکر اس واقعہ کی خبر دیدی۔

اسی سال یعنی ۷۲۹ھ مطابق ۲۹-۱۳۲۸ء کو ہم نے سہ شنبہ کو وقوف کیا۔ جب حج سے فارغ ہو چکا تو میں نے مکہ میں اللہ برتر اسے محفوظ رکھے ۷۳۰ھ مطابق ۱۳۳۰ء کے قیام کیا۔

ذکر (۵) عطیفہ امیر مکہ اور آیدمور امیر لشکر ناصری کے مابین فتنہ کا سبب

اسی موسم حج میں امیر مکہ عطیفہ اور آیدمور امیر جندار الناصری کے مابین فتنہ ہوا اسکا سبب یہ تھا۔ کہ تجار باشندگان یمن کے یہاں چوری ہو گئی تھی۔ انھوں نے آکر

(۱) ڈیفریمری اور سنگوینیت کے عربی ایڈیشن میں تو الامیر عطیفہ کا نام ہے۔ لیکن فرانسیسی ترجمہ میں نہیں ہے نیز رحلۃ ابن بطوطہ مطبوعہ مصر میں بھی الامیر عطیفہ کا نام موجود ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانسیسی ترجمہ میں نام رہ گیا ہے۔ الامیر عطیفہ اپنے بھائی الامیر رمیثہ کے ساتھ ضرور تھا۔ اس طرح عراق سے مکہ آنے والے پانچ اشخاص ہوئے۔ عطا مترجم۔

آیدمور سے شکایت کی۔ آیدمور نے مبارک بن الامیر عطیفہ سے کہا کہ ان چوروں کو حاضر کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں انکو جانتا تو ہوں نہیں لاؤں کیسے۔ اسکے ماسوا اہل یمن ہمارے زیر حکومت نہیں اور نہ تمہارا ہی انپر کوئی حکم ہے۔ اگر باشندگان مصر اور شام کے یہاں کوئی چوری ہوئی ہو تو اُسکے متعلق بیشک تم مجھ سے بازپرس کر سکتے ہوں۔ اسپر آیدمور نے اُسے گالی دی اور یہ کہا اے قوّاد تو ہم سے ایسی باتیں کرتا ہے۔ اور اُسکے سینہ پر ایک مکا مارا۔ وہ گر پڑا اور اسکا عمامہ اُسکے سر سے گر گیا۔ اسپر اُسے بہت غصہ آیا۔ اور اسپر اُسکے غلام کو بھی طیش آیا۔ آیدمور اپنے لشکر کی طرف جانے کے لئے سوار ہوا۔ راستہ میں اسے مبارک اور اسکا غلام ملے۔ انہوں نے اسے اور اسکے غلام کو قتل کر دیا۔ حرم میں فتنہ برپا ہو گیا۔ وہاں امیر احمد۔ الملک الناصر کے چچا کا بیٹا بھی تھا۔ ترکوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ اور ایک عورت کو قتل کیا۔ جسکے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ باشندگان مکہ کو قتال پر آمادہ کرتی ہے۔ اور رکب میں جو ترک تھے وہ سب بارادۂ جنگ سوار ہو گئے۔ ان کا امیر ایک خاص ترک تھا۔ جب یہ حالت دیکھی تو القاضی۔ الائمۃ اور المجاورین سب اپنے سروں پر قرآن شریف رکھکر آگئے اور درمیان میں پڑکر صلح کرا دی۔ حاجی مکہ میں داخل ہوئے جو کچھ یہاں انکا مال تھا۔ اُسے لیکر مصر واپس ہو گئے۔

جب یہ خبر الملک الناصر کو پہونچی تو اُسے بہت شاق گذرا۔ اور مکہ کو لشکر روانہ کئے۔ الامیر عطیفہ اور اسکا بیٹا مبارک بھاگ کھڑے ہوئے اور اسکا بھائی رمیثہ اور اسکی اولاد وادی نخلہ میں چلی گئی۔ جب لشکر مکہ پہونچا۔ تو الامیر رمیثہ نے اپنی اولاد میں سے ایک کو اپنے اور اپنے بیٹوں کی امان طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ اسپر انھوں نے امان دیدی۔ رمیثہ اپنا کفن ہاتھ میں لئے ہوئے الامیر کے پاس آیا۔ اُس نے اسے خلعت دی۔ اور مکہ اسکے سپرد کر دیا۔ اور سارا لشکر مصر واپس آگیا الملک الناصر رحمۃ اللہ بردبار اور فاضل شخص تھا۔ میں اسی زمانہ میں مکہ شرفہا اللہ تعالٰی سے(۱)

(۱) الہروی نے جو کچھ کعبہ کی پہلی حالت اور قریش کی اُسے توڑ کر دوبارہ بنانیکی حالت کا ذکر کیا ہے۔ اس کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

بارادہ بلاد یمن نکلا اور۔

فصل (۶) حدہ میں ورود

حدہ میں وارد ہوا کہ مقام مکہ اور جدہ کے مابین ہے۔ پھر

فصل (۷) جدہ میں ورود

میں جدہ میں وارد ہوا۔ یہ ایک قدیم شہر ساحل بحر پر واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ اہل فارس کا آباد کیا ہوا ہے۔ اسکے باہر قدیم تالاب بنے ہیں۔ اور اُن میں ایک دوسرے کے پاس پاس سخت پتھروں میں بیحد کنوئیں کھدے ہیں جنکا شمار دشوار ہے اس سال بارش کم ہونے کی وجہ سے ایک دن کی مسافت کے بعد سے جدہ میں پانی آتا ہے۔ اور حاجی وہاں گھر والوں سے پانی مانگتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مطالعہ کنندگان کے لئے ترجمہ درج ذیل کرتا ہوں "مغربی جانب سے تیس ذراع ہے اور جس رکن میں حجر الاسود ہے اُس سے اُس رکن تک جو بجانب جنوب اسکے مقابل ہے بائیس ذراع ہے۔ اور مقابل کی جانب شمال سے بیس ذراع۔ اسکا کل دور ایکسو پانچ ذراع ہے۔ جب تک اسے قریش نے منہدم کرکے عہد رسولؐ اللہ میں تعمیر نکیا اسوقت تک اسکی یہی حالت رہی۔ یہ نسبت پہلے کے انھوں نے اسے چھوٹا کر دیا یہانتک کہ صرف ساڑھے چھ ذراع رہگیا (غالباً اندرونی لمبائی اور چوڑائی سے مراد ہے) اور نو ذراع اسکی بلندی میں بڑھایا اسطرح بلندی اٹھارہ ذراع ہوگئی۔ اسکی عمارت میں لکڑی اور پتھر کے ردے تھے۔ اسطرح کہ پندرہ دور تو لکڑی کے تھے اور سولہ دور پتھر کے۔ اور اندرونی جانب چھ کھمبے تھے۔ جس میں فرشتوں اور نبیوں علیہم السلام کی اور درخت اور ابراہیمؑ الخلیل علیہ السلام کی تصویر بنی تھی۔ آپ اپنے ہاتھ میں غلیلیں تیر لئے ہوئے تھے اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ اور آپکی والدہ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ لیکن فتح والے سال رسول اللہؐ نے حکم دیا۔ ساری صورتیں مٹا دی گئیں کعبہ کے اندر اس بھیڑے کے سینگ بھی لٹکے ہوئے تھے۔ جسے ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا۔ ابن الزبیر کے زمانہ تک تو یہ رہے لیکن پھر جلا دئے گئے" غالباً یہ کعبہ پہلے بعض رسولوں کے رہنے کی جگہ تھی اور چونکہ پہلے موجودہ صورت کی بہ نسبت وسیع بھی تھا اسلئے ممکن ہے کہ کسی خاندان کے تمام مقاصد کے لئے کافی ہو۔ اگر در حقیقت اس میں ابراہیمؑ کی تصویر اور مینڈھے کے سینگ وغیرہ تھے۔ جیسا کہ مذکور ہے تو اسکی اصلی تاریخ کے لئے نہایت نادر ثبوت ملسکتا ہے۔ اور اگر عیسیٰؑ ابن مریمؑ اور آپکی والدہ کی تصویر تھی تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کے عہد سے پہلے عربستان کے مسیحی تصاویر رکھتے تھے اور انہیں سے کفار نے تصاویر اختیار کی ہونگی۔

فائدہ (۸) مقام مذکور میں ایک سائل کے متعلق حکایت

جدہ میں ایک عجیب واقعہ جو مجھے پیش آیا وہ یہ ہے کہ میرے دروازہ پر ایک اندھا سائل جسکی ایک لڑکا رہنمائی کرتا تھا آیا۔ یہ پانی مانگتا تھا۔ مجھے سلام کیا میرا نام لیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ نہ میری اسکی اور نہ اسکی میری کبھی کی شناسائی تھی۔ اسلئے مجھے اسکی اس بات سے بڑا تعجب ہوا۔ پھر اس نے میری انگلی اپنے ہاتھ میں پکڑی اور کہا۔ فقختہ۔ یعنی انگوٹھی کہاں ہے۔ جب میں مکہ سے نکلا تھا تب بھی مجھ سے بعض فقرا نے یہی سوال کیا تھا۔ چونکہ اسوقت میرے پاس کوئی چیز نہ تھی اسلئے میں نے اُسے اپنی انگوٹھی دیدی تھی۔ جب اسکے بارہ میں اس اندھے نے مجھ سے پوچھا۔ تو میں نے اُس سے کہدیا کہ وہ تو میں نے ایک فقیر کو دیدی ہے۔ اُس نے کہا کہ اسکی تلاش میں پلٹ جاؤ۔ کیونکہ اس میں جو نام لکھے ہیں اس میں رازوں میں سے ایک بڑا راز ہے۔ اسکی اس بات سے مجھے بڑا تعجب ہوا۔ کہ اسکو یہ ساری باتیں کیونکر معلوم ہیں۔ اللہ ہی اسکی حالت خوب جانتا ہے۔

جدہ میں ایک جامع مسجد ہے جسے جامع الابنوس کہتے ہیں۔ یہ بڑی بابرکت مشہور ہے۔ اس میں دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے۔ یہاں کا الامیر ابا یعقوب بن عبدالرزاق تھا۔ اور القاضی اور الخطیب۔ الفقیہ عبداللہ باشندگان مکہ میں سے شافعی المذہب تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو تمام لوگ نماز کے لئے جمع ہوتے۔ موذن آتا۔ اور باشندگان جدہ کا جو وہاں مقیم تھے شمار کرتا۔ اگر انکی تعداد چالیس ہوتی تو خطبہ ہوتا اور نماز جمعہ پڑھائی جاتی۔ اور اگر ان کا شمار چالیس تک نہ پہنچتا تو چار رکعت نماز ظہر پڑھائی جاتی۔ اور جو یہاں کے باشندے نہ ہوتے خواہ انکی کتنی ہی تعداد ہوتی کوئی اعتبار نہ کرتا۔

پھر ہم جدہ سے دریا کے سفر کے لئے جہاز پر سوار ہوئے۔ جسے وہاں کے لوگ الجلبہ کہتے ہیں۔ اسکا مالک رشیدالدین الالفی الیمنی تھا۔ جو در اصل حبشہ کا باشندہ تھا۔ اور الشریف منصور ابی نمی دوسرے جلبہ پر سوار ہوئے۔ گو انکی یہ خواہش تھی

کہ میں انہیں کے ساتھ رہوں۔ لیکن میں نے اسے منظور نہ کیا۔ کیونکہ اسکے ساتھ انکے جلبہ پر اونٹ بھی تھے۔ مجھے ان سے اندیشہ پیدا ہوا۔ اس سے پہلے میں نے کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا تھا۔ وہاں ایک باشندگان یمن کا گروہ بھی تھا انھوں نے اپنا سارا زادراہ اور سامان اسی جلبہ میں لاد اتھا اور سفر کے لئے بالکل کمربستہ تھے۔

فائدہ (۹) حکایت متعلق شریف منصور

جب ہم نے دریا کا سفر اختیار کیا تو الشریف منصور نے اپنے ایک غلام سے آٹے کی ایک گون لانے کے لئے جو نصف بار ہوتا ہے اور ایک کپا گھی لانیکے لئے کہا۔ وہ یہ دونوں باشندگان یمن کے سامان میں سے لے آیا اور خود انکے ساتھ آیا۔ اس کے بعد تاجر روتے ہوئے آئے اور کہا اس گون کے اندر ہمارے دس ہزار درہم چاندی کے ہیں اور مجھسے ملتجی ہوئے کہ میں انکے واپس کرنے کے لئے کچھ کہوں سنوں اور بہتر یہ ہے کہ اسکے عوض دوسری گون لے لوں۔ چنانچہ میں آیا اور سکے متعلق کہا سنا اور اس سے یہ بھی کہا کہ تاجروں کی اس گون میں کوئی چیز بھی ہے۔ اس نے کہا کہ اگر گون میں شکر ہے تب تو میں انھیں اسے واپس نہ کرونگا اور اگر اسکے ماسوا ہے تو خیر گون واپس کر دونگا۔ جب اُسے کھولا تو درا ہم نکلے۔ وہ انہیں واپس کر دئے اور مجھ سے کہا کہ اگر عجلان ہوتا تو میں کبھی نہ واپس کرتا۔ عجلان رمیثہ کے بھتیجے کا نام تھا۔ اسی زمانہ میں اہل دمشق میں سے ایک تاجر کے گھر میں یمن کو جانے والا ایک قاصد گھس گیا۔ اور گھر میں جو کچھ تھا اُسکا بڑا حصہ اٹھا لایا۔ اس زمانہ میں وہ عجلان امیر مکہ ہے۔ اُسکی حالت بہت درست ہو گئی ہے اور نہایت عدل وفضل والا ہو گیا ہے۔

پھر ہم نے اسی دریا کا سفر اختیار کیا۔ دو دن تک تو ہوا اچھی چلتی رہی لیکن اُسکے بعد اس میں تغیر واقع ہو گیا۔ اور جس راستہ کا ہم نے ارادہ کیا تھا اسکی مانع ہوئی۔ دریا کی لہریں ہم تک جہاز کے اندر پہونچنے لگیں۔ جن سے لوگوں کو ادھر ادھر جھکنے میں تکلیف

ہونے لگی اس ہولناک حالت میں ہم اُس لنگر گاہ میں پہونچے۔ جسے

فصل (۱۰) بندرگاہ راس دوائر میں ورود

راس دوائر کہتے ہیں۔ یہ عیذاب اور سواکن کے مابین ہے۔ ہم یہاں اُترے تو اسکے ساحل پر ایک بانس کا ایک مکان مسجد کی شکل کا پایا۔ اس میں بہت سے شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکوں میں پانی بھر رکھا تھا۔ ہم نے اس میں سے پانی پیا۔ اور کھانا پکایا اس بندرگاہ میں ہم نے ایک عجیب بات دیکھی۔ کہ وادی کی طرح دریا میں سے ایک نشیب میں پانی بہکر نکلتا ہے۔ لوگ کپڑے کے کونے پکڑ کر پھیلا کر اس پانی میں غوطہ دیتے تھے اور باہر نکالتے تھے۔ وہ مچھلیوں سے بھرے ہوئے باہر نکلتے تھے۔ ہر مچھلی گز بھر لمبی ہوتی تھی۔ اس مچھلی کا نام البوری تھا۔ لوگوں نے ان میں سے بہت سی مچھلیاں پکائیں۔ اور خریدیں۔

ذکر (۱۱) قوم بجاۃ

وہاں ہمارے پاس البجاۃ کا ایک گروہ آیا۔ یہ اسی سرزمین کے رہنے والے ہیں۔ رنگ ان کا سیاہ ہوتا ہے اور ان کا لباس زرد رنگ کا۔ سروں پر ایک انگل کی چوڑی سُرخ پٹی باندھتے ہیں۔ یہ بڑے جری اور بہادر ہوتے ہیں۔ انکے ہتھیار برچھے اور تلواریں ہیں۔ انکے پاس جو اونٹ ہیں انہیں یہ الصہب کہتے ہیں۔ ان پر کاٹھیاں کس کر سوار ہوتے ہیں ان سے ہم نے اونٹ کرایہ کئے۔ اور انکی معیت میں ایک جنگل میں سفر کیا۔ جس میں ہرن بکثرت تھے۔ چونکہ البجاۃ انھیں کھاتے نہیں اسلئے یہ آدمیوں سے بہت مانوس ہیں اور ان سے بھاگتے نہیں۔ اپنے سفر کے دو دن بعد ہم ایک اہل عرب کے قبیلہ میں پہونچے۔ یہ اولاد کاہل کہلاتے تھے۔ البجاہ سے ان کا بہت میل جول ہے اور اُن کی زبان بھی سمجھتے ہیں۔ اسی دن ہم۔

فصل (۱۲) جزیرہ سواکن میں ورود

جزیرہ سواکن میں پہونچے۔ یہ تقریباً جنگل سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے نہ یہاں پانی ہے۔ نہ زراعت اور نہ درخت۔ لوگ کشتیوں میں لاد کر وہاں پانی لیجاتے ہیں اس میں تالاب ہیں جن میں بارش کا پانی جمع ہوجاتا ہے۔ یہ بہت بڑا جزیرہ ہے۔ اس میں شتر مرغوں۔ ہرنوں اور گورخر کا گوشت بکثرت ملتا ہے۔ انکے پاس بکریاں بھی بہت ہیں اور دودھ اور گھی کی بہتات ہے۔ یہیں سے تجارت کے لئے مکہ بھی جاتے ہیں۔ ان کا غلہ الجرجور ہے۔ اسے جوار کے جنس سے سمجھنا چاہیئے۔ اسکا دانہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اسے بھی مکہ لیجاتے ہیں۔

ذکر (۱۳) سلطان سواکن

جزیرہ سواکن کا میرے یہاں پہونچنے کے زمانہ میں سلطان الشریف زید بن ابی نمی[1] تھا۔ اور اسکا باپ امیر مکہ اور اسکے دونوں بھائی اسکے بعد وہاں کے امیر ہوئے۔ یہ دونوں وہی عطیفہ اور رمیثہ ہیں جنکا پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ یہ یہاں کا شریف البجاۃ[2] کی طرف سے ہوا ہے۔ اسلئے کہ یہ اسکے بھانجے تھے۔ سلطان مذکور کے ساتھ البجاۃ اولاد کاہل اور عرب جہنیہ کا بہت بڑا لشکر تھا۔

ہم اس جزیرہ سواکن سے سفر دریا کے ذریعہ بغرض سرزمین یمن روانہ ہوئے چونکہ اس دریا میں پتھر بہت ہیں اسلئے رات کے وقت اس میں کوئی سفر نہیں کرتا۔ صرف طلوع شمس سے غروب تک سفر کرتے ہیں۔ شام کو لنگر ڈالدیا جاتا ہے اور خشکی

(۱) ابوالفدا نے اپنی تاریخ میں جسے میں تاریخ اسلام کہتا ہوں جلد پنجم صفحہ ۲۸۲-۲۰ یعنی سنہ ۱۳۱۳ع کے ضمن میں لکھا ہے کہ ابوالغیث، ابن النامی میرے ساتھ مکہ باین مقصد گئے تھے۔ کہ اُن کے بھائی کے عوض انہیں وہاں کی حکومت پر مامور کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ تقرری عمل میں آگئی۔ ممکن ہے کہ جس شخص کا یہاں ذکر ہے۔ اس حاکم کا لڑکا ہو، جو ابن بطوطہ کے جانے کے زمانہ میں وہاں کا حاکم ہوگا۔

(۲) ادسلے صاحب کے "جغرافیہ مشرقی" کا صفحہ ۱۲ اسکے بیان سے ماخوذ ہے۔

میں اُتر پڑتے ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو پھر جہاز پر سوار ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ جہاز کے افسر کو الربان کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ کشتی کے سب سے بالائی حصہ میں رہا کرتا ہے۔ اور صاحب سکان کو برابر پتھروں کے متعلق خبر دیتا رہتا ہے۔ ان پتھروں کو وہ اپنی اصطلاح میں النبات کہتے ہیں۔ جزیرہ سواکن سے چھ دن نکلنے کے بعد ہمارا۔

فصل (۱۴) شہر حلی میں ورود

شہر حلی[(۱)] میں ورود ہوا۔ اسے لوگ ابن یعقوب کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ شخص یمن کے سلاطین سے تھا۔ جو اس میں پہلے رہا کرتا تھا۔ یہ بہت بڑا اور آبادی اسکی نہایت عمدہ ہے۔ اس میں عربوں کے دو گروہ رہتے ہیں۔ بنو حرام۔ اور بنو کنانہ۔ اس شہر کی جامع مسجد تمام جامع مسجدوں میں اچھی ہے۔ اس میں فقرا کی ایک جماعت رہتی ہے جنکا ماسوا عبادت کے اور کوئی کام نہیں۔ ان میں سے الشیخ الصالح العابد الزاہد قبولہ الہندی کبار صالحین میں سے ہیں۔ انکا لباس پیوندوار اور ٹوپی نمدے کی تھی۔ انکی خلوت گاہ مسجد سے ملی ہوئی تھی۔ جسکا فرش صرف ریگ کا تھا۔ کوئی بوریا تک بھی نہ تھا۔ اور نہ کوئی اور فرش۔ جب میں آپکی زیارت سے مشرف ہونے گیا ہوں تو آپکے پاس ماسوا وضو کے لوٹے اور کھجور کے ریشوں کے دستر خوان کے اور کوئی چیز نہ تھی اور اس میں خشک روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا تھا۔ اور ایک پیالی میں تھوڑا سا نمک اور صعتر تھا۔ جب آپکے سامنے کوئی شخص آتا۔ تو آپ وہی اُسے پیش کر دیا کرتے۔ یہ سنکر آپکے اور ہم صحبت جو کچھ انکے پاس ہوتا ہر ایک بلا تکلف لے آتا۔ جب یہ سب نماز عصر سے فارغ ہو جاتے۔ تو الشیخ کے سامنے نماز مغرب تک ذکر کے لئے جمع رہتے۔ جب نماز مغرب سے فارغ ہو جاتے تو ہر شخص نقلیں ادا کرنے کے لئے اپنی اپنی جگہ اختیار کرتا۔ اور عشاء الآخرہ

(۱) ابو الفدا نے اس جگہ کو بلحاظ اطوال۔ طول البلد ۲۰ ۔ ۴۲ ۔ اور ۵۰ ۔ ۱۳ عرض البلد کہا ہے۔ اور قانون کے لحاظ سے اسکا طول البلد ۵۰ ۔ ۴۴ ہے۔ پھر کہتا ہے "حلی یمن کے اطراف میں سے ہے۔ الادریسی کہتا ہے۔ کہ جو شخص تہامہ سے صنعا کو ریگستان عبور کرنا چاہتا ہے تو اسے تقریباً ۸ منزل سرین سے جانا چاہیئے۔ انہیں اطراف میں انہیں شہر حلی ملیگا۔

تک یہی حالت رہتی ۔ جب عشاء الآخرۃ کی نماز سے فارغ ہو جاتے ۔ تو تہائی رات تک سب ذکر میں مشغول رہتے ۔ پھر واپس ہو جاتے ۔ اور شب کے تین حصوں میں کے اول تیسرے حصہ میں پھر مسجد میں جمع ہوتے اور صبح تک نماز تہجد میں مشغول رہتے اور بعد فراغ نماز واپس چلے جاتے ۔ ان میں سے ایسے بھی تھے ۔ جو چاشت کی نماز تک مسجد میں رہتے ۔ یہ انکا دائمی طریقہ تھا میرا بہت ارادہ ہوا کہ میں انکے ساتھ اپنی باقی عمر بسر کر دوں ۔ لیکن اسکی توفیق نہ ہوئی ۔ اللہ برتر اپنے لطف اور توفیق سے ہمیں مشغول فرمائے ۔

ذکر (۱۵) سلطان حلی

یہاں کا سلطان عامر بن ذویب بن کنانہ اور فضلاء ۔ اُدباء ۔ شعراء میں سے تھا مکہ سے جدہ تک میرا اسکا ساتھ رہا ہے ۔ ۷۳۰ھ مطابق ۳۰-۱۳۲۹ء میں اس نے حج کیا تھا ۔ جب میں مدینہ آیا تھا ۔ تو مجھے اُتارا تھا ۔ اور باکرام پیش آیا تھا کئی دن تک میں اسکی مہمانی میں بھی رہا ۔ اور اسکے جہاز میں دریا میں سفر کرتے ۔

فصل (۱۶) شہر اسدجہ میں ورود و ذکر (۱۷) بندگاہ الابواب

شہر اسدجہ میں وارد ہوا تھا ۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے ۔ اس میں اولاد الٰہی کی ایک جماعت رہتی ہے ۔ یہ یمن کے تاجروں کا ایک گروہ ہے ۔ ان میں سے اکثر صعدہ کے رہنے والے ہیں ۔ صفات فضل و کرم سے متصف ۔ مسافروں کو کھانا کھلانیوالے حاجیوں کی اعانت کرنیوالے ۔ ان کو جہازوں میں سوار کرنیوالے اور اپنے مالوں میں سے انھیں زاد راہ دینے والے ہیں ۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے وہ خاص امتیاز رکھتے اور بہت مشہور ہیں ۔ اللہ برتر نے انکے اموال میں بڑی برکت دی ہے ۔ اور اپنے فضل سے ان کو بہت کچھ بڑھایا ہے ۔ اور فعل خیر میں انکی اعانت کی ہے کوئی شخص روئے زمین پر نہیں جو اس معاملہ میں انکی مثال بن سکے ۔ ہاں الشیخ بدرالدین

النقاش باشندہ شہر القحمہ ضرور ہیں۔ وہ بیشک ان باتوں اور سخا میں انکی مثال ہو سکتے ہیں ہم اسرجہ میں مذکور لوگوں کی ضیافت میں صرف ایک ہی شب رہے۔ پھر الحادث لنگر گاہ کو روانہ ہوئے۔ لیکن یہاں اترنا نہ ہوا۔ پھر الابواب بندرگاہ گئے۔ بعد ازاں۔

فصل (۱۸) شہر زبید میں ورود

ہمارا شہر زبید(۱) میں ورود ہوا۔ یہ یمن میں ایک بڑا شہر ہے۔ اسکے اور صنعا کے مابین چالیس فرسخ کی مسافت ہے۔ یمن میں صنعا کے بعد اس سے بڑا کوئی شہر نہیں اور نہ اسکے باشندوں جیسے کہیں کے باشندے مالدار ہی ہیں۔ اس میں باغات بہت ہیں۔ پانی کی کثرت ہے۔ لوز وغیرہ میں سے پھل پھلاریاں بہت ہوتی ہیں۔ یہ شہر صحرائی ہے ساحلی نہیں۔ جو شہر یمن کے پایہ تخت رہے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ الغرض یہ ایک بڑا شہر ہے اس میں عمارت کی بہت کثرت ہے۔ نخلستان۔ باغات اور پانی کی بہتات ہے۔ بلاد یمن کے پیارے اور یمن کے پیارے اور خوبصورت شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ یہاں کے باشندے پاکیزہ خصائل حسن اخلاق والے۔ اور خوبصورت ہیں۔ اور عورتوں کا حسن تو بہت ہی بڑھا چڑھا ہے۔ یہ مقام وہی وادی الخصیب ہے۔ جسکا بعض احادیث میں اسطرح ذکر آیا ہے "رسول اللہ صلعم نے معاذ کو وصیت فرمائی "اے معاذ جب وادی الخصیب میں آنا تو وہاں دوڑ نا"

یہاں کے نخلستان کے ہفتے مشہور ہیں۔ یعنی جب کھجوروں کے پکنے اور گدرانے کا زمانہ ہوتا ہے تو ہر ہفتے کھجوروں کے باغات میں میلہ لگتا ہے۔ اور باشندگان شہر میں سے کوئی بھی ایسا فرد نہیں رہتا۔ جو وہاں نہ جاتا ہو۔ اہل عیش و نشاط اور دکاندار وہاں جاتے ہیں۔ اور پھل پھلاریوں اور مٹھائیوں کی دکانیں وہاں لگاتے ہیں۔ عورتیں بھی اونٹوں پر محملوں میں نکلتی ہیں۔ ان عورتوں میں باوجود حسن وجمال کے جسکا میں نے ابھی ذکر کیا ہے کمال درجہ کا حسن اخلاق اور کرم ہوتا ہے اور پردیسی پر تو انکی عنایات بہت مبذول رہتی

(۱) زبید کے متعلق ہر بلوٹ ماتحت اسم مذکور ملاحظہ فرمایئے۔

ہیں جس طرح ہمارے بلاد کی عورتیں ان سے نکاح کرنے میں تامل نہیں کرتیں یہ بھی نہیں کرتیں۔ جب یہ کہیں سفر کا ارادہ کرتا ہے تو یہ بھی اسکے ساتھ مشایعت کے لئے آتی ہے۔ اور اسے رخصت کرکے چلی جاتی ہے اور اگر اس شوہر سے اسکے کوئی ہے تو اسکی کفالت کرتی ہے اور اولاد کی ساری ضروریات اسکے باپ کی واپسی تک پوری کرتی رہتی ہے شوہر کی غیبت کے زمانہ کا اس سے کوئی نان نفقہ اور کپڑے وغیرہ کا سوال نہیں کرتی۔ اور اگر اسنے وہیں اقامت اختیار کرلی تو اسکی طرف سے قلیل نفقہ اور لباس پر قناعت کرلیتی ہے۔ لیکن یہ اپنے شہر سے کبھی باہر نہیں نکلتیں۔ چاہے ان کو کچھ بھی دیدیا جائے کہ وہ اپنے شہر سے نکلیں۔ لیکن کبھی نہ نکلیں گی۔

اس شہر کے علما اور فقہاء سب نیکوکار۔ دیندار۔ امانت دار۔ صاحب مکارم و حسن اخلاق ہیں۔ میں اس شہر زبید میں الشیخ العالم الصالح ابا محمد الصنعانی۔ الفقیہ۔ الصوفی۔ المحقق ابا العباس الابیانی۔ الفقیہ المحدث اباعلی الزبیدی سے ملا تھا اور انہیں کے جوار میں اترا تھا۔ انھوں نے میرا بڑا اکرام کیا۔ اور میری ضیافت کی۔ اسکے باغات میں بھی میں گیا تھا۔ اور ان میں سے بعض کے پاس الفقیہ القاضی العالم ابی زید عبدالرحمٰن الصوفی کی معیت میں جو قصبۂ یمن سے ہیں گیا۔ وہاں العابد الزاہد الخاشع احمد بن عجیل الیمنی کا بھی ذکر آیا جو کبار رجال اور اہل کرامات میں سے ہیں۔

فائدہ (۱۹) شیخ احمد عجیل کی کرامت

لوگوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ فقہائے زیدیہ[1] اور اسکے بڑے لوگ الشیخ احمد بن عجیل کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ آپ انکے لئے خانقاہ سے باہر تشریف فرما ہوئے آپکے اصحاب نے ان کا استقبال کیا۔ لیکن الشیخ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ انھوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے انکے ساتھ مصافحہ کیا۔ اور رسم خوش آمدید ادا کی۔ ان میں مسئلہ تقدیر کے متعلق بحث چھڑ گئی وہ کہتے تھے کہ قدر کوئی چیز نہیں ہے اور مکلف خود اپنے افعال کا

(۱) ڈی ہربلوٹ (D'Herbelot) ذکر زیدیہ تاریخ ابو الفداء یا تاریخ اسلام جلد سوم صفحہ ۲۴۳۔ اسکے حالات سے ملتے ہیں۔

خالق ہے۔ شیخ مذکور نے ان سے فرمایا اگر حقیقت یہی ہے جو آپ لوگ کہتے ہیں۔ تو اپنی اس جگہ سے کھڑے ہو جائیے۔ جب انھوں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو استطاعت نہ پائی۔ الشیخ نے ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ اور خانقاہ میں چلے گئے اور وہ وہاں اسی حالت میں رہے۔ جب گرمی کی شدت ہوئی تو تمازت آفتاب ان کو لاحق ہوئی اور جو مصیبت ان پر لاحق ہوئی تھی اس سے چلانے لگے تو اصحاب الشیخ اس طرف آئے اور شیخ مذکور سے عرض کیا۔ کہ انھوں نے اللہ برتر کے حضور میں توبہ کر لی ہے۔ اور اپنے مذہب فاسد سے انحراف اختیار کر لیا ہے۔ الشیخ اسکے پاس تشریف لائے اور ان سے سچے اعتقاد کی طرف رجوع کا اور اپنے مذہب باطل کے چھوڑنے کا عہد لیا۔ آپ نے انہیں اپنے زاویہ میں داخل کیا اور یہ تین دن تک آپکی ضیافت میں رہے۔ پھر اپنے بلاد کو واپس چلے گئے۔

میں ان صالح شخص کے مزار کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ یہ شہر زبید کے باہر ایک گاؤں میں واقع ہے۔ جسکا نام غسانہ ہے۔ وہاں آپکے صالح صاحبزادہ ابا الولید سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ انھوں نے میری ضیافت بھی کی تھی اور آپ ہی کے پاس میں شب باش بھی رہا۔ ضریح الشیخ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور آپکے ساتھ تین دن تک مقیم رہا۔ پھر آپکے ساتھ زیارۃ الفقیہ ابی الحسن الزیلعی کے لئے سفر کیا۔ آپ کبار صالحین میں سے ہیں۔ جب یمن کے حاجی حج کے لئے جاتے ہیں تو آپ انکے ساتھ مقدم ہوتے ہیں۔ اور یہ آپ کا احترام کرتے ہیں۔ پھر ہمارا ...

فصل (۲۰) جبلہ میں ورود

جبلہ(۱) میں ورود ہوا۔ یہ ایک چھوٹا خوبصورت شہر ہے۔ یہاں کھجور، پھل پھلاریوں

---

۵ مراصد الاطلاع کے لحاظ سے یہ عربستان کی کئی جھیلوں کا نام ہے جن میں سے ایک پر بنی مازن بن الازد بن الغوث رہتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یمن کی حد مآرب میں ایک جھیل کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک جحفہ کے قریب ایک جھیل ہے یہ بھی کہ یمن میں ابین ...... زبید کے جھیل ہے۔

(۱) ابو الفدا اس مقام کا تلفظ جُبلہ کرتا ہے۔ ابو حاقول کے لحاظ سے اسکا طول البلد ۰۸ ۔ ۵ ۔ ۲ ۔ اور عرض البلد ۱۳۰۵ ہے" یہ پہاڑوں میں عدن اور صنعاء کے مابین واقع ہے چونکہ اسکی جائے وقوع دو نہروں پر ہے اسلئے اسے مدینۃ النہرین کہتے ہیں۔ یہ نئی جگہ ہے۔ اسکی بنا صلیحیون نے ڈالی تھی جب یہ یمن پر غالب تھے۔ بعض قابل اعتماد سیاحوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جبلہ اور تعز کے مابین جانب مشرق مائل بشمال ایک دن سے کم کی مسافت ہے"

اور نہروں کی کثرت ہے۔ جب الفقیہ ابو الحسن الزیلعی نے الشیخ ابی الولید کی تشریف آوری کی خبر سنی۔ تو آپکا استقبال کیا اور اپنی خانقاہ میں اتارا۔ ہم آپ کے پاس تین دن بہت اچھی طرح رہے اور پھر واپس ہوئے آپ نے ہمارے ساتھ فقرا میں سے ایک فقیر کو بھی کر دیا۔ پھر ہم۔

فصل (۲۱) شہر تعزؔ میں ورود

شہر تعزؔ[1] میں وارد ہوئے۔ یہ ملک الیمن کا دار السلطنت ہے۔ اور یمن کے تمام شہروں میں نہایت اچھا اور سب سے بڑا۔ یہاں کے باشندے نہایت تجبر و تکفر والے اور سخت مزاج ہیں یہ روش اُن بلاد پر غالب ہے جن میں بادشاہ رہتے ہیں۔ یہ تین محلوں پر مشتمل ہے۔ ایک میں سلطان یمن اپنے غلاموں حواشی اور ارباب دولت کے رہتا ہے۔ اسکا کچھ نام ہے جو مجھے یاد نہیں رہا۔ دوسرے میں امرا اور فوجی لوگ رہتے ہیں اسکا نام عُدَینۃ ہے تیسرے میں عام لوگ رہتے ہیں اس میں ایک بہت بڑا بازار بھی ہے۔ اسکا نام المحالب ہے۔

ذکر (۲۲) سلطان الیمن

وہ السلطان المجاہد نور الدین علی ابن السلطان المؤید ہزبر الدین داؤد ابن السلطان المظفر یوسف بن علی بن رسول[2]

(۱) ابو الفدا اس مقام کا تلفظ تِعِز کرتا ہے اور مختلف مصنفین کے لحاظ سے اسکا مختلف فیہ طول البلد اور عرض البلد بھی لکھا ہے۔ طول البلد ۳۰۔۶۴۔ اور عرض البلد ۱۴۰۸۔ ابن سعید کے لحاظ سے طول البلد ۰۰۸۔۱۰۷ اور عرض البلد ۱۴۰۳۰۔ اور اتالوجی (Yaseleng Samuel) طول البلد ۳۰۔۶۵۔ اور عرض البلد ۱۳۰۴۰۔ قلمبند کرتا ہے۔ اور پھر یہ کہتا ہے کہ تعز ہمارے زمانہ میں یمن کے بادشاہوں کی بود و باش کا مقام تھا یہ ایک چھوٹا قلعہ تھا جو ساحل کے پہاڑوں اور ملک زبید پر واقع تھا۔ تعز سے اوپر ایک نزہت گاہ ہے جسے صہلہ کہتے ہیں جسمیں اسکے اوپر کے پہاڑ سے بادشاہ یمن پانی لاتا ہے اور اسکے باغ کے وسط میں اسنے نہایت عظیم الشان اور مستحکم عمارات بنائی ہیں۔

(۲) تاریخ ابو الفدا یا تاریخ اسلام کی جلد پنجم صفحات ۳۴۸۔۹ میں ہے کہ اس بادشاہ کے باپ کا تعز میں سنہ ۱۳۲۱ء میں انتقال ہوا (ریزکی (Reiske) نے اسکا تلفظ تیز کیا ہے) اسوقت اسکے لڑکے کو الملک المجاہد سیف الدین کا لقب ملا اور بجائے اپنے متوفی باپ کے تخت نشین ہوا۔ لیکن چونکہ یہ بہت نو عمر اور ناتجربہ کار تھا۔

اسکا جد رسول(۱) کے نام سے اسلئے مشہور ہے کہ خلفائے بنی عباس میں سے کسی نے اسے یمن کی امارت پر مامور کر کے بھیجا تھا۔ پھر اس ملک میں اسکی اولاد مستقل ہو گئی۔ اسکی دربار اور سواری کی عجیب ترتیب ہے۔ میں جب شہر میں اس فقیر کے ساتھ گیا۔ جسے الشیخ الفقیہ ابو الحسن الزیلعی نے میرے ساتھ بھیجا تھا تو میری معیت میں قاضی القضاۃ الامام المحدث صفی الدین الطبری المکی کے پاس گیا۔ ہم نے اسے سلام کیا۔ اس نے ہمارے ساتھ رسم خوش آمدید ادا کی۔ ہم نے اسی کے گھر میں تین دن تک اسی کی مہمانداری پر قیام کیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو پنجشنبہ تھا اس میں السلطان دربار عام کیا کرتا تھا۔ میرے ساتھ اسکے حضور میں گیا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اسکو سلام کرنے کی کیفیت ہے۔ کہ انسان زمین کو اپنی کلمہ کی انگلی سے چھوتا ہے۔ پھر اسے اپنے سر تک اٹھاتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے" ادام اللہ عزک۔ چنانچہ میں نے بھی ویسا ہی کیا۔ جیسا قاضی مذکور نے کیا تھا۔ اور القاضی بادشاہ کی داہنی جانب بیٹھ گیا۔ مجھے فرمایا چنانچہ میں بھی اسکے روبرو بیٹھ گیا۔ مجھ سے میرے شہر مولانا امیر المسلمین جواد الاجواد ابی سعید رضی اللہ عنہ۔ ملک مصر، ملک العراق اور ملک اللور کے متعلق دریافت کیا۔ چنانچہ جو کچھ اسکے حالات مجھ سے دریافت کئے تھے۔ وہ میں نے بتائے۔ اسکا وزیر اسکے حضور ہی میں حاضر تھا۔ اس نے میری تکریم اور میرے اتارنے کے متعلق حکم دیا۔

اس بادشاہ کے اجلاس کی یہ ترتیب تھی کہ وہ ایک چبوترہ پر بیٹھتا تھا۔ جو ریشم کے فرش سے مزین ہوتا تھا۔ اور اسکے داہنے اور بائیں ہتھیار بند لوگ ہوتے تھے پھر اسکے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس وجہ سے کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ یہ اس سے مع اپنی زندگی کے ہاتھ دھو بیٹھتا (دیکھئے صفحات ۳۵۷، ۱،۶ ۳ وغیرہ) المختصر یہ برسر اقتدار رہا اور جب ہمارے سیاح کا یہاں ورود ہوا ہے تو یمن کا بادشاہ تھا۔

(۱) ایسا ہی ایک لقب حبشہ یا ابی سینیہ (Abyssinia) کے پرسٹر جوہن (Prester John) میں نکالا تھا۔ اسکے متعلق مشنریوں نے صرف اسقدر قلمبند کیا ہے۔ ایک تاتاری بادشاہ نے بھی یہ لقب اختیار کیا تھا۔ جسکا فارسی میں فرشتہ جان ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالباً اس نے دین مسیحی قبول کر لیا تھا ممکن ہے کہ یہی یورپی زبان میں پھر مسٹر جوہن میں لیا گیا ہو لیکن اس لقب کی شان حبشہ کی نسبت کا ثبوت بہم پہنچانا مشکل ہے تاوقتیکہ یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ جب ہمارے سیاح نے یہاں قدم رکھا ہے تو شاہ یمن اس لقب سے ملقب تھا جسے اس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے اسیر ایسی مین

پاس تلوار اور ڈھال والے ہوتے تھے اسکے پاس تیرانداز ہوتے تھے۔ اسکے سامنے میمنہ اور میسرہ میں الحاجب اور باب الدولۃ کاتب السر ہوتے تھے امیر لشکر اسکی پشت پر اور چاؤش جنکا شمار اہل لشکر ہی میں ہے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوتے تھے۔ جب بادشاہ بیٹھتا تھا توسب متفقہ طریقہ پر بآواز بلند "بسم اللہ" کہتے تھے۔ اور جب کھڑا ہوتا تھا اسوقت بھی یہی کہتے تھے اسوجہ سے تمام محل کے لوگوں کو اسکے قیام اور قعود کے وقت سے آگاہی ہوجاتی تھی جب اچھی طرح بیٹھ جاتا تھا۔ تو جن لوگوں کے سلام کرنے کا دستور تھا وہ سلام کرتے تھے اور جو جگہ اسکے لئے معین ہوتی تھی میمنہ میں یا میسرہ میں وہاں آکر ٹھہر جاتے تھے اور کوئی بھی اپنی جگہ سے تجاوز نہ کرتا تھا اور نہ بیٹھتا ہی تھا تاوقتیکہ اسے بیٹھنے کا حکم نہ کردیا جائے جب ایسا ہوتا تھا تو بادشاہ امیر لشکر سے کہتا تھا۔ فلاں شخص سے کہو کہ بیٹھ جائے۔ چنانچہ یہ مامور اپنی ٹھہرنے کی جگہ سے کچھ آگے بڑھکر فرش پر جو کھڑے ہونے والوں کے سامنے ہوتا تھا میمنہ یا میسرہ میں بیٹھ جاتا تھا۔

پھر کھانا لایا جاتا تھا۔ یہ دو قسم کے کھانے ہوتے تھے۔ عام لوگوں کا کھانا اور خاص لوگوں کا کھانا۔ خاص لوگوں کے کھانے میں سے السلطان۔ قاضی القضاۃ۔ شرفا میں سے کبار۔ فقہا اور مہمان کھاتے تھے۔ عام لوگوں کے کھانے میں تمام شرفا۔ فقہا۔ قضاۃ۔ مشائخ امرا۔ اور سرداران لشکر کھاتے تھے۔ ہر شخص کے لئے کھانے میں نشست کی جگہ مقرر تھی۔ جو اُس سے تجاوز نہ کرتا تھا۔ اور نہ کوئی ایک دوسرے کا مزاحم ہوتا تھا۔ اور تقریباً اسی ترتیب کے مساوی کھانا کھانے میں بادشاہ ہند کی ترتیب ہے۔ لیکن مجھے اسکا علم نہ ہوسکا کہ سلاطین الہند نے یہ ترتیب سلاطین الیمن کی اختیار کی ہے یا سلاطین الیمن نے سلاطین الہند سے لی ہے۔ میں سلطان الیمن کا کئی دن مہمان رہا۔ اسنے میرے ساتھ بڑا احسن سلوک کیا۔ اور مجھے سواری عطا کی۔ پھر میں سفر کے لئے شہر صنعا کی سمت روانہ ہوا

فصل (۲۳) شہر صنعا میں ورود

یہ شہر(۱) بلاد یمن کا پایہ تخت تھا۔ بڑا شہر ہے۔ عمارات اچھی اینٹ اور چونے کی

بنی ہیں۔ درخت پھل پھلاری اور زراعت کی کثرت ہے۔ ہوا معتدل اور پانی اچھا ہے عجیب بات یہ ہے کہ بلاد ہند، یمن اور حبشہ میں گرمیوں کے موسم میں پانی برستا ہے اور بسا اوقات اس زمانہ میں ظہر کے بعد ہی برستا ہے۔ اسلئے مسافر زوال کے وقت جلدی کرتے ہیں کہ کہیں بارش نہ شروع ہو جائے۔ اور اہل شہر اپنے مکانات کو واپس آجاتے ہیں۔ اسلئے کہ یہاں پانی موسلادہار اور کثرت سے برستا ہے۔ شہر صنعاء سارا مفروش ہے۔ جب پانی برستا ہے۔ تو کل گلیاں دہل کر صاف ستھری ہو جاتی ہیں۔ یہاں کی جامع مسجد تمام جامع مسجدوں سے بہترین ہے۔ اسمیں انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا مزار بھی ہے۔ پھر میں یہاں سے شہر عدن روانہ ہوا۔

فصل (۴۲) شہر عدن میں ورود

یہ شہر[1] بلاد الیمن کا بندرگاہ ساحل البحر الاعظم پر واقع ہے اسکے چاروں طرف سے پہاڑ ڈھانکے ہوتے ہیں۔ ماسوا ایک طرف کے کئی طرف سے جانے کا راستہ نہیں۔ شہر بہت بڑا ہے لیکن نہ اس میں زراعت ہے نہ درخت اور نہ پانی۔ یہاں صرف تالاب بنے ہوئے ہیں جن میں بارش کے زمانہ میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ پانی یہاں سے فاصلہ پر ہے۔ کبھی کبھی عرب پانی روک دیتے ہیں اور اہل شہر اور پانی کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ اسوقت یہ ان کو کچھ مال اور کپڑا دیکر راضی کر لیتے ہیں۔ یہاں گرمی شدت کی ہوتی ہے۔ یہی اہل الہند کا بندرگاہ بھی ہے۔ یہاں کنبایت۔ تانہ۔ کوکم۔ قالقوط۔ فندرانیۃ۔ الشالیات۔ منجرور۔ فاکنور۔ ہنور اور سندابور وغیرہ سے بڑے بڑے جہاز آتے ہیں۔ الہند کے تاجر یہاں سکونت رکھتے ہیں اور تاجران مصر بھی۔ عدن کے باشندے۔ تاجر حمال اور مچھلیوں کے شکاری ہیں۔ یہاں کے تاجر بڑے مالدار ہیں۔ کبھی کبھی تو ان میں سے ایک ہی کا بہت بڑا جہاز مع اُس سامان کے جو اُس میں ہوتا ہے۔ ہوتا ہے۔ اور اس میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں صرف اسی کے مال کی گنجائش ہوتی ہے۔ اسپر یہ لوگ بڑا فخر اور ناز کرتے ہیں۔

---

(۱) اس مقام کے حالات سے تذکرہ صلاح الدین از ستحدہتن (Schullon) نیز ایسی یمن کی ببلیا تھ اور ینٹ جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۷۰۰ و ڈی ہربلوٹ متعلق عدن ملاحظہ ہیں۔

فائدہ (۲۵) حکایت متعلق شہر ہذا

مجھ سے ذکر کیا گیا کہ ان میں سے بعض نے اپنے مملوک کو بھیجا کہ ایک مینڈھا خرید لائے اسی طرح دوسرے نے بھی اپنے غلام کو اسی کام کے لئے بھیجا۔ اتفاق سے اُس دن بازار میں صرف ایک ہی مینڈھا تھا۔ اسکے متعلق دونوں غلاموں میں بڑھا بڑھی شروع ہوئی۔ یہانتک کہ اسکی قیمت چارسو دینار تک پہنچ گئی اُن میں سے ایک نے اسے خرید لیا۔ اور کہا کہ میرے پاس کل چارسو دینار کی پونجی ہے۔ اگر میرا آقا مجھے اسکی قیمت دیدیگا تو خیر ورنہ میں اپنی ساری پونجی تجھے دیدونگا چنانچہ اُسے اس میں کامیابی ہوگئی۔ اور دوسرا خریدار مغلوب ہوگیا وہ اپنے آقا کے پاس مینڈھا لیکر گیا۔ جب اُسکے آقا کو سارا قصہ معلوم ہوا تو اسے آزاد کردیا اور اسے اُسکے صلہ میں ہزار دینار انعام دئے۔ دوسرا جب اپنے آقا کے پاس ناکامیاب گیا تو اُسنے اُسے پیٹا اور اپنا مال لے لیا اور اسے نکال دیا۔

میں عدن میں ایک تاجر کے پاس اُترا جسے ناصرالدین الفار بری کہتے تھے۔ ہر شب کو اسکا کھانا تقریباً بیس تاجرون کا حاضر کیا جاتا تھا۔ اور اس سے زیادہ اسکے غلامون اور خادمون کی تعداد تھی۔ باوجود اسقدر ذی ثروت ہونے کے یہ لوگ نہایت دیندار متواضع صاحب صلاح و مکارم اخلاق ہیں۔ مسافر کے ساتھ بڑے حسن وسلوک سے پیش آتے ہیں فقرا کی عظمت کرتے ہیں۔ اللہ برتر کی حق زکوۃ جو واجب ہے ادا کرتے ہیں۔

میں اس شہر میں یہاں کے قاضی الصالح سالم بن عبداللہ الہندی سے ملا۔ آپکے والد ہزدور غلاموں میں سے تھے۔ بیٹا علم میں مشغول ہوا۔ اسلئے سردار اور سرمنشا ہوگیا آپ بہت اچھے قاضیوں اور فضلاء میں سے تھے۔ میں آپکا کئی دن تک مہمان رہا۔

باب (۳۳) سی وسوم

فصل (۱) سفر بصوب افریقہ شرقی

پھر شہر عدن سے روانہ ہوکر چار دن تک سفر دریا کیا۔ اور

فصل (۲) شہر زیلع میں ورود

شہر زیلع[1] میں وارد ہوا۔ یہ البربرۃ کا شہر ہے۔ جو سودان کا گروہ ہے۔ شافعی المذہب ہیں۔ انکے بلاد صحرا ہیں۔ جنکی دو ماہ کی مسافت ہے۔ ان میں سے اوّل زیلع ہے اور آخر مقدشو[2] ہے۔ انکے مویشی اونٹ ہیں اور انکی بھیڑیاں فربہی کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ باشندگان زیلع سیاہ رنگ ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر رافضی ہیں۔

(۱) اس مقام کے متعلق رنک (Rinck) کا رسالہ مفید ہے جس میں ابو الفدا سے حبشہ یا ابی سینیہ (Alyssina) کے متعلق صفحہ ۹ مطبوعہ سنہ ۱۷۹۰ء میں اقتباسات مندرج ہیں۔ اور یہی مضمون اسکے لاطینی ترجمہ صفحہ ۱۰ میں ہے۔ نیز عربی میں صفحہ ۱۲ بھی اس سے مملو ہے۔ اخہورن (E Chhorn) کی کتاب متعلق افریقہ کے صفحہ ۳۱ میں جو عبارت ہے اُسکا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ابن سعید کہتے ہیں کہ زیلع اہل حبش کا ایک مشہور شہر ہے۔ اسکے باشندے اہل اسلام ہیں۔ یہ ایک نہر کے کنارے حضیض میں واقع ہے جو سمندر سے آتی ہے۔ یہاں گرمی بہت شدت سے پڑتی ہے۔ یہاں کا پانی شیرین ہے۔ جو کنووں سے نکالا جاتا ہے۔ نہ یہاں کے باشندوں کے باغات ہیں اور نہ یہ پھلوں ہی سے آشنا ہیں۔ قانون میں ہے کہ زیلع حبشہ کا بندرگاہ ہے جسکا یمن سے چنداں فاصلہ نہیں یہاں مہنگائی کا بہت غلبہ ہے خط استوا پر واقع ہے اور موسم معتدل ہوتا ہے جن سیاحوں نے اسے دیکھا ہے کہتے ہیں کہ یہ عیذاب کے برابر ایک چھوٹا شہر ہے ساحل پر واقع ہے اور سیخون کے زیر حکومت ہے۔ تاجروں کی آمد یہاں بہت زیادہ ہے اور یہاں کے باشندے ان کی بڑی خاطر و مدارات اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ ڈی ہربلوٹ (Dr. Herbelot) متعلق حبش نہایت تفصیل پر مبنی ہے۔

(۲) ابو الفدا جیسا کہ رنک (Rinck) اور اخہورن (echhorn) نے افریقہ کے صفحہ ۳۳ میں اس لفظ کا تلفظ مقدیشو کیا ہے اور کہتا ہے کہ بحر ہند پر واقع ہے۔ یہاں کے باشندے مسلمان ہیں۔ مصر کے دریائے نیل کی طرح یہاں بھی ایک دریا ہے جسکا پانی موسم سرما میں بڑھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دریا دریائے نیل کی شاخ ہے جو کورا جھیل سے نکلی ہے۔ اور بحر ہند میں مقدیشو کے پاس گرتی ہے۔ ابو المجد موصلی نے مزیل الارتیاب میں لکھا ہے کہ مقدیشو ایک بڑا شہر ہے جو زنج اور اہل حبش کے ملک کے مابین واقع ہے۔ سر ولیم اوسلے نے اپنے جغرافیہ کے صفحہ ۱۴ میں اسکا نہایت اچھی طرح حال قلمبند کیا ہے۔ یہاں کے پھلوں وغیرہ کے متعلق رنک کا رسالہ مذکورہ بالا نہایت مفید معلومات سے مملو ہے اسکے لئے عربی کے صفحات ۱۱ و ۱۲ وغیرہ مخصوص ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ابن بطوطہ یہاں کے باشندوں کو سوڈان کی بربر زنج کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جو نوٹ نوم بجاۃ پر اس سے پہلے آغاز کتاب کے چند صفحات کے بعد گذر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ پرتگالی ملاحوں کا مگدوشیہ کہلاتا ہے۔

یہ بڑا شہر ہے اور اسکا بازار بھی بڑا ہے۔ لیکن دُنیا کی آبادی میں تمام شہروں سے گندہ بھیانک اور اسکا اکثر حصہ متعفن ہے۔ اسکے متعفن ہونے کی وجہ اس میں مچھلیوں کی کثرت اور اونٹوں کا خون ہے جو اس میں گلیون میں ذبح کیے جاتے ہیں۔

جب ہم اس شہر میں پہونچے تو باوجودیکہ البحرین بہت ہول تھا ہم یہیں شب باش ہوئے لیکن اسکی آبادی میں گندگی کی وجہ سے شب باش نہ ہوتے۔ پھر ہم یہاں سے براہ البحر پندرہ دن تک سفر کرتے رہے اور۔

فصل (۳) شہر مقدشو میں ورود

مقدشو میں وارد ہوتے۔ یہ انتہا درجہ کا بڑا شہر ہے۔ یہاں کے باشندوں کے پاس بکثرت اونٹ ہیں جو صدیون کی تعداد میں روزانہ ذبح ہوتے ہیں اور انکے پاس بھیڑیں بھی بکثرت ہیں۔ یہ بڑے زبردست تاجر ہیں۔ یہاں ایک کپڑا بنتا ہے جو اسکی طرف منسوب ہے۔ اسکی کہیں نظیر نہیں۔ یہاں سے اسے دیار مصر وغیرہ میں لیجاتے ہیں۔ اس شہر کے باشندون کی یہ عادت ہے کہ جب جہاز لنگر گاہ کی طرف پہونچنے والا ہوتا ہے تو یہ الصنابق یعنی چھوٹی کشتیون پر سوار ہو کر اسکے پاس جاتے ہیں۔ ہر صنبوق میں یہاں کے باشندوں کا ایک گروہ ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ایک ڈھکی ہوئی سینی لاتا ہے جن میں کھانا ہوتا ہے۔ اس جہاز کے تاجرون میں سے ایک کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ میرے یہاں اترنے کا پیش کش ہے۔ اسیطرح ان میں سے ہر ایک کرتا ہے۔ چنانچہ وہ تاجر بجز ان جوانون میں سے جس نے اسے مدعو کیا تھا اور کسی کے یہاں نہیں اترتا۔ ہاں وہ سوداگر جو اکثر اس شہر میں آتا جاتا رہتا ہے۔ اور اُسکی یہاں کے رہنے والوں سے شناسائی ہوگئی ہے۔ اسے اختیار ہے چاہے جہاں اُترے۔ جب وہ اپنے مدعو کرنے والے کے یہاں اترتا ہے تو جو کچھ بیچنا ہوتا ہے اسی کے ذریعہ بیچتا ہے۔ اور جو خریدنا ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ خریدتا ہے۔ اگر کسی نے اس سے ارزان قیمت پر مال خرید لیا۔ یا بغیر اُسکے مدعو کرنے والے یا میزبان کے حضور کے فروخت کیا تو انکے نزدیک وہ فروخت ناجائز ہوتی ہے۔ اس قاعدہ

کی پابندی پر انہیں خوب نفع ہوتا ہے۔ جب وہ نوجوان لوگ اس جہاز پر چڑھے۔ جس میں میں تھا تو اُن میں سے بعض میرے پاس آیا۔ میرے ساتھیوں نے اس سے کہا۔ یہ تاجر نہیں بلکہ فقیہ ہیں۔ پس اُس نے با آواز بلند اپنے ساتھیوں سے یہ کہا۔ یہ القاضی کے مہمان ہیں اُن میں سے ایک مدعو کنندہ قاضی کے لوگوں میں سے بھی تھا۔ اُس نے جاکر اسے اطلاع کر دی وہ ساحل البحر پر مع اپنے تمام طالب علموں کے آیا۔ اور اُن میں سے ایک کو میرے پاس بھیجا۔ پس میں اور میرے ساتھی اُترے۔ القاضی اور اُسکے ساتھیوں کو میں نے سلام کیا قاضی نے مجھ سے کہا بسم اللہ ہم شیخ کو سلام کے لئے جاتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کون شیخ۔ اس نے کہا السلطان۔ وہاں کے لوگوں کا دستور تھا کہ سلطان کو شیخ کہتے تھے۔ میں نے کہا کہ اُتر لینے کے بعد میں بھی اُسکے حضور میں حاضر ہونگا۔ قاضی مذکور نے کہا کہ یہاں کا دستور ہے۔ جب کوئی فقیہ۔ یا شریف یا صالح شخص آتا ہے تو جبتک سلطان کی حضوری سے نہ مشرف ہو یا نہیں اُترتا۔ چنانچہ میں انکے ساتھ انکے فرمانے کے بموجب چلا گیا۔

ذکر (۴) سُلطان مقدشو

سلطان مقدشو کو جیسا کہ ہم اسکے متعلق ذکر کر چکے ہیں یہاں کے لوگ اسے شیخ کہتے ہیں۔ اسکا نام ابوبکر الشیخ عمرو ہے۔ اسکی اصل البربرہ سے ہے اور گفتگو المقدیشی زبان میں۔ لیکن عربی زبان بھی جانتا ہے۔ اسکی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی جہاز پہنچتا ہے۔ تو السلطان کا صنبوق اُسکے پاس جاتا ہے اور جہاز کے متعلق تحقیقات ہوتی ہے کہ کہاں سے آیا ہے کون اسکا مالک ہے۔ اور کون کپتان یعنی افسر جہاز ہے۔ اس میں کیا مال لدا ہے اور تاجروں وغیرہ میں سے اس میں کون آیا ہے۔ الغرض کل حالات کی تحقیقات کرتا ہے جب ساری باتوں کا علم ہو جاتا ہے تو سلطان سے عرض کیا جاتا ہے۔ پس جس شخص کو وہ مستحق سمجھتا ہے اپنے پاس اتارتا ہے اور جسکو نہیں سمجھتا نہیں اُتارتا ہے۔

جب میں قاضی مذکور کے ہمراہ جسے ابن البرہان کہتے تھے جو حقیقت میں مصر کا رہنے والا تھا السلطان کے مکان پر پہونچا تو نوجوانوں میں سے ایک نکل کر آیا۔ القاضی کو سلام کیا

اور اُس سے عرض کیا۔ امانت پہونچا دیجئے اور مولٰنا کا شیخ سے حال بیان کر دیجئے کہ یہ صاحب سرزمین حجاز سے تشریف لاتے ہیں وہ جاکر السلطان کو اطلاع کرکے واپس آگیا اور اپنے ساتھ کچھ پانوں کے پتے اور چھالیا لایا۔ دس پان اور کچھ چھالیا مجھے دیں اور اتنی ہی القاضی کو دیں۔ اور باقی میرے ساتھیوں اور القاضی کے طلبہ کو تقسیم کیں۔ ایک شیشہ میں دمشقی عرق گلاب لیکر آیا اور میرے اور قاضی کے اُوپر چھڑکا اور کہا کہ مولانا کے لئے دارالطلبہ میں اُتارنے کا حکم ہوا ہے۔ یہ مقام طلبہ کی ضیافت کے لئے مقرر ہے۔ القاضی نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم اس مقام تک آئے۔ یہ الشیخ کے مکان سے قریب مفروش اور تمام ضروریات سے مرتب تھا۔ پھر الشیخ کے مکان سے کھانا لیکر آیا۔ اسکی معیت میں اسکے وزراء میں سے بھی ایک تھا۔ جسکے متعلق مہمانداری کا کام تھا۔ اُس نے کہا۔ ہمارے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے "قدمتم خیر مقدم" (یعنی خوش آمدید) بعد ازاں کھانا چنا گیا۔ اور ہم نے کھایا ان کا کھانا گھی میں پکے ہوئے چاول تھے۔ جسے لکڑی کے کٹھروں میں نکالا تھا اور ان کے اوپر خورشین ڈالی ہوئی تھیں۔ مرغی کا گوشت۔ بکری کا گوشت۔ مچھلی اور بھاجیاں یا ساگ۔ یہ لوگ خوز کو پکنے سے پہلے دوہے ہوئے دودھ میں ڈالکر پکاتے ہیں اور اسے پیالوں میں ڈالتے ہیں اور ایک پیالہ میں دہی جاتے ہیں۔ اور اسپر لیموں، سیاہ مرچ۔ سرکہ۔ نمک۔ ہری ادرک اور انبیا (۱) (لیکن یہ سیب کی طرح ہوتا ہے غالباً سیب خام سے مشابہت مقصود ہے جس میں کھٹاس ہوتی ہے۔ لیکن اسکے اندر گٹھلی ہوتی ہے۔ جب یہ پک جاتا ہے تو نہایت شیریں ہوتا ہے اور پھلوں کی طرح کھایا جاتا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ نخچتہ لیموں کی طرح ترش بھی ہوتا ہے اسے سرکہ میں ڈالتے ہیں) ان سب کو پیسکر چٹنی بناتے ہیں۔ جب چاولوں کا ایک لقمہ کھاتے ہیں تو اسکے بعد یہ چٹ پٹی اور مخلل یعنی چٹنی کبھی کھاتے ہیں۔ باشندگان مقدشو میں سے ایک شخص اسقدر کھانے کا عادی ہے جسقدر ہم میں سے ایک جماعت کھانے کی عادی ہے یہ لوگ بلحاظ جسم بہت موٹے تازے ہوتے ہیں۔

---

(۱) عربی میں العنبا ہے۔ یہ لفظ آنب یا انبہ کے لئے ہے دیکھئے عنب انگور کو کہتے ہیں اور عناب دوا میں کام آتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عربی میں رسیلے پھل کا نام ع ن ب سے رکھتے ہیں۔ لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔

پھر جب ہم کھانے سے فارغ ہو چکے۔ تو القاضی ہمارے پاس سے چلا گیا۔ اور ہم یہاں تین دن تک ٹھہرے۔ ہمارے پاس دن میں تین مرتبہ کھانا لایا جاتا تھا۔ یہی انکی عادت ہے۔ جب چوتھا دن ہوا تو جمعہ کا دن تھا۔ میرے پاس قاضی مذکور اور طلبہ آئے۔ اور ایک وزرائے شیخ میں سے بھی آیا۔ اور میرے لئے لباس لائے۔ انکے لباس میں سے ایک ریشمی خوطہ یعنی تہبند ہوتا ہے۔ جسے انسان پاجامہ کے بجائے اپنی کمر سے باندھ لیتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ پاجامہ سے آشنا بھی نہیں۔ اور ایک بوٹے دار مصری قطعہ کی چادر اور ایک دوہری قدسی فرجیّہ اور ایک مصری بوٹہ دار عمامہ۔ اسیطرح میرے ساتھیوں کے لئے بھی ان کے مناسب کپڑے لائے۔

پھر ہم جامع مسجد آئے اور مقصورہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب الشیخ المقصورہ کے دروازہ سے برآمد ہوئے تو میں نے انہیں القاضی کے ساتھ سلام کیا۔ انھوں نے رسم ترحیب ادا کی اور القاضی کے ساتھ اپنی زبان میں گفتگو کی۔ پھر عربی زبان میں یہ الفاظ کہے "قدمت خیر مقدم وشرفت بلادنا وانستنا" (خوش آمدید! آپ نے ہمارے ملک کو شرف بخشا اور ہمیں اپنا گرویدہ بنایا) اور صحن مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ اپنے والد کی قبر پر جاکر کھڑے ہوئے جو وہیں مدفون ہیں۔ فاتحہ پڑھا اور دعا کی۔ پھر وزراء امراء اور افسران لشکر آئے۔ اور انھوں نے سلام کیا۔ انکی بھی سلام کرنے کی ویسی ہی عادت ہے جیسی اہل یمن کی۔ یعنی اپنی کلمہ کی انگلی زمین پر رکھتا ہے۔ پھر اسے سر پہ لیجاتا ہے اور ادام اللہ عزك (اللہ آپکے اعزاز کو بقائے جاوید عطا فرمائے) کہتا ہے۔

پھر الشیخ مسجد کے دروازہ سے نکلے۔ جوتے پہنے۔ قاضی سے بھی فرمایا کہ جوتے پہن لو۔ اور مجھے بھی یہی ارشاد ہوا۔ اور پاپیادہ اپنے مکان کا رخ کیا جو المسجد سے قریب ہی ہے۔ تمام لوگ برہنہ پا چلتے تھے۔ انکے سر پر چار چھتریاں رنگین ریشم کی لگائی گئیں۔ ہر چھتری کی چوٹی پر سونے کی ایک چڑیا بنی تھی۔ اس دن ان کا لباس ایک قدسی سبز فرجیّہ تھی اور اسکے نیچے مصری کپڑے تھے۔ فرجیّہ کے حاشیے بہت اچھے تھے گلے میں حریر کی ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ اور سر پہ بہت بڑا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ سامنے نقارے

قرناسے اور نفیریاں بجتی تھیں اور انکے آگے اور پیچھے افسران لشکر تھے اور القاضی۔ الفقہا۔ اور الشرفا۔ ساتھ ساتھ تھے۔ اس طرح آپ اپنے محل شاہی تک تشریف لیگئے۔ وزراء امراء اور افسران لشکر ایک سائبان میں بیٹھ گئے اور القاضی کے لئے فرش بچھایا گیا جسپر ماسوا اُسکے اور کسی کے بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن فقہا اور شرفا اُسکے ساتھ تھے۔ اسطرح یہ لوگ نماز عصر تک بیٹھے رہے۔ جب سب لوگ الشیخ کے ساتھ نماز عصر پڑھ چکے تو تمام لشکر آئے۔ اور اپنے مراتب کے لحاظ سے صف بستہ ہوکر کھڑے ہوگئے۔ پھر طبل۔ نفیریاں۔ قرناسے اور بانسریاں بجائی گئیں۔ جب باجہ بجتا تھا تو نہ کوئی حرکت کرتا تھا اور نہ اپنی جگہ سے جنبش کرتا تھا۔ چلنے والا ٹھہر جاتا تھا نہ پیچھے حرکت کرتا تھا نہ آگے۔ جب الطبلخانہ بج چکا تو انھوں نے اپنی انگلیوں سے سلام کیا۔ جیساکہ ہم ذکر کرچکے ہیں اور چلے گئے۔

ان کا ہر جمعہ کے دن یہی طریقہ ہے۔ جب سنیچر کا دن ہوتا ہے۔ تو لوگ الشیخ کے دروازہ پر آتے ہیں اور مکان شاہی سے باہر جو سائبان بنے ہیں ان میں بیٹھ جاتے ہیں۔ القاضی الفقہا۔ الشرفا۔ الصالحین۔ المشائخ اور الحجاز۔ دوسرے درجہ تک داخل ہوجاتے ہیں۔ اور لکڑی کی بنچوں پر جو انکے لئے اسی امر کے لئے مخصوص ہیں جاکر بیٹھ جاتے ہیں۔ القاضی کے لئے پوری ایک بنچ مخصوص ہوتی ہے۔ اور ہر قسم کے لوگ جو بنچیں انکے لئے مخصوص ہیں انھیں پر بیٹھتے ہیں۔ اسپر انکے ماسوا اور کوئی دوسرے نہیں بیٹھ سکتے پھر الشیخ اپنی نشستگاہ میں بیٹھتا ہے اور القاضی بلایا جاتا ہے۔ یہ آکی بائیں جانب بیٹھتا ہے۔ پھر الفقہا داخل کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو بڑے ہیں وہ اسکے سامنے بیٹھتے ہیں اور باقی سلام کرکے واپس ہوجاتے ہیں۔ پھر الشرفا۔ باریاب ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو بڑے ہوتے ہیں وہ اسکے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور باقی سلام کرکے واپس ہوجاتے ہیں اور اگر مہمان ہیں تو آکی داہنی جانب بیٹھتے ہیں۔ پھر المشائخ اور الحجاز کی باریابی ہوتی ہے۔ ان میں سے جو بڑے ہیں وہ بیٹھ جاتے ہیں اور باقی سلام کرکے واپس ہوجاتے ہیں۔ پھر الوزراء اور انکے سیدالامراء باریاب ہوتے ہیں۔ پھر ایک گروہ کے

بعد دوسرا گروہ افسران فوج کا باریاب ہوتا ہے۔ یہ سب سلام کرکے واپس آجاتے ہیں۔ پھر کھانا لایا جاتا ہے۔ الشیخ کے سامنے القاضی اور الشرفاء اور جو شخص مجلس میں بیٹھا ہوتا ہے کھاتا ہے۔ انکے ساتھ الشیخ بھی کھانے میں شریک ہوتا ہے اور اگر اسے اپنے امرائے کبار میں سے کسی کا اعزاز بڑھانا مقصود ہوتا ہے۔ تو اسے مدعو کیا جاتا ہے اور وہ بھی انکے ساتھ کھاتا ہے۔ اور تمام لوگ طعام خانہ میں کھاتے ہیں۔ انکے کھانے کی ترتیب الشیخ کے حضور میں باریابی کی ترتیب کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ پھر الشیخ اپنے گھر میں چلا جاتا ہے۔

اور القاضی۔ الوزراء۔ کاتب السر اور چار کبار امراء میں سے لوگوں کے معاملات کے فیصلے اور مستغیثین کا استغاثہ سُننے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ جو مقدمات احکام شرعیہ سے متعلق ہیں اُن میں تو القاضی حکم کرتا ہے اور جو مقدمات انکے ماسوا ہیں۔ انھیں اہل مشورہ یعنی الوزراء اور الامراء فیصل کرتے ہیں۔ جس مقدمہ میں السلطان کے مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے اسے السلطان کے پاس لکھ بھیجتے ہیں وہ فی الفور اس کاغذ کی پشت پر جو جواب اسکے نزدیک مناسب ہوتا ہے جواب لکھ بھیجتا ہے۔ یہ اُن کا دائمی طریقہ ہے پھر میں بحری سفر کے لئے شہر مقدشو سے بلاد السواحل کی طرف بقصد شہر کُلوا جو بلاد الزنوج[1] میں سے روانہ ہوا۔ پس ہم۔

فصل (۵) جزیرہ منبسی میں ورود

جزیرہ منبسی[2] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا جزیرہ ہے۔ اسکے اور ارض السواحل کے مابین براہ البحر دو دن کی مسافت ہے اسمیں کوئی میدان نہیں۔ اسکے درخت لوز۔ لیموں اور اُترج کے ہیں۔ یہاں کے باشندوں میں ایک قسم کا پھل بھی ہوتا ہے جسے یہ لوگ

(۱) ہربلوٹ (Herbelot) متعلق زنج یا زنگ۔ مقام مذکور کی تفصیلات سے مملو ہے۔ غالباً اسی لفظ کی برکت لفظ زنجبار ہے جو نقشوں میں نظر آتا ہے۔ طبیعت میں کچھ شک پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہمارا سیاح اسقدر جنوب تک چلا گیا ہے کہ شہر ہائے مذکور میں اسکا ورود ہو گیا ہے؟

(۲) ہملٹن (Hamilton) نے اسکا نام منباس لکھا ہے۔ انڈیا۔ باب اول۔

جمُّون کہتے ہیں۔ یہ زیتون کے مشابہ ہے۔ اسکی گٹھلی بھی اُسکے مشابہ ہوتی ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ اسکی مٹھاس بہت تیز ہوتی ہے۔ اس جزیرہ کے باشندوں میں زراعت نہیں ہوتی۔ انکے لئے غلہ السواحل سے لیجاتے ہیں۔ ان کا اکثر کھانا موز یعنی کیلہ اور مچھلی ہے۔ یہ شافعی المذہب۔ دیندار۔ اور عفاف صلاح والے ہیں۔ انکی مسجدیں لکڑی کی نہایت مستحکم بنی ہیں۔ اور مساجد کے دروازوں میں سے ہر دروازہ پر ایک کنواں اور دو ٹھیکرے بنے ہیں۔ انکی گہرائی ایک یا دو گز ہوتی ہے۔ لکڑی کی ڈونگی میں ہاتھ بھر لمبی ایک پتلی لکڑی لگی ہوتی ہے۔ اسی سے پانی نکالتے ہیں۔ کنویں اور مسجد کے گرد کی زمین مسطح ہوتی ہے۔ جو شخص مسجد میں جانا چاہتا ہے اپنے پیر دھوکر داخل ہوتا ہے۔ مسجد کے دروازہ پر ایک نہایت موٹا چٹان کا ٹکڑا ہوتا ہے اُس سے اپنے پیر پوچھ ڈالتا ہے جو وضو کرنا چاہتا ہے اُسی ڈونگی کو اپنی رانوں میں دبا لیتا ہے اور اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالکر وضو کر لیتا ہے۔ اور تمام آدمی برہنہ پا چلتے ہیں۔ اس جزیرہ میں ہم صرف ایک رات رہے اور پھر سوار ہوکر بسفر دریا شہر کلوا کی جانب روانہ ہوگئے۔

فصل (۶) شہر کُلوا کا ذکر

یہ ایک بڑا ساحلی شہر ہے۔ یہاں کے اکثر باشندے الزنوج یعنی زنگی نہایت سیاہ رنگ کے ہیں۔ ان کے چہروں پر چھیتوں کے نشانات بنے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ جناوہ میں سے اللیمیین کے چہروں پر ہوتے ہیں۔ مجھ سے بعض تاجروں نے ذکر کیا کہ شہر سفالہ کی شہر کُلوا سے نصف ماہ کی مسافت ہے۔ اور بلاد اللیمیین کے سفالہ اور یوفی کے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے۔ لوگ یوفی سے سفالہ چاندی لاتے ہیں۔ شہر کلوا اچھے شہروں میں سے ہے۔ اسکی عمارات بہت مستحکم اور کل چوبی ہیں اور مکانوں کی چھتیں قبہ دار ہیں۔ یہاں بارش بھی بہت ہوتی ہے۔ یہ تمام لوگ اہل جہاد ہیں۔ اسلئے کہ ایک ہی میدان میں آباد ہیں جو زنگی کفار کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ ان پر دینداری اور صلاح غالب ہے۔ اور شافعی المذہب ہیں۔

فصل (۷) کلوا کے سلطان کا ذکر

یہاں کا میرے ورود کے زمانہ میں بادشاہ ابوالمظفر حسن تھا جسکی کنیت ابوالمواہب بھی تھی۔ کیونکہ یہ بخشش اور سخاوت میں بہت کیا کرتا تھا۔ زنگیوں کے ملک پر جنگیں بہت کیا کرتا تھا۔ ان پر چڑھائیاں کرکے انہیں شکست دیدیتا تھا۔ اور مال غنیمت لے لیتا تھا اسکا خمس نکالتا تھا۔ اور اُسے معین مصارف میں جو کتاب اللہ تعالےٰ میں ہیں صرف کر دیا کرتا تھا۔ ذوی القربیٰ کا حصہ خزانہ میں علیحدہ رکھتا تھا۔ جب الشرفا۔ آتے تھے تو اُسے انہیں دیدیا کرتا تھا۔ یہ الشرفا۔ عراق اور حجاز وغیرہ سے آیا کرتے تھے۔ میں نے اُسکے پاس شرفائے الحجاز کی ایک جماعت دیکھی اُن میں سے محمد بن جماز منصور بن لبیدۃ بن ابی نمی ہیں میں مقدشو میں تبل بن کبیش بن جماز سے بھی ملا تھا۔ یہ بھی اسکے پاس حاضر ہونے کا ارادہ کرتا تھا۔ یہ سلطان بہت صاحب تواضع ہے۔ فقرا کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ انکے ساتھ کھاتا پیتا ہے۔ اور اہل دین شرف کی بہت تعظیم کرتا ہے۔

فائدہ (۸) اسکے بعض مکارم کی حکایت

ایک دن میں جمعہ کے دن اسکے پاس حاضر ہوا۔ یہ نماز سے نکل کر اپنے گھر جا رہا تھا۔ اسکے سامنے یمنی فقرا میں سے ایک فقیر آگیا اور اسے "یا المواہب" کہکر خطاب کیا۔ اسنے جواب دیا "لبیک یا فقیر حاجتک" (اے فقیر میں حاضر ہوں اپنا مقصد بیان کر) اُسنے عرض کیا "اعطنی ہذا الثیاب اللتی علیک" (یہ کپڑے جو تیرے جسم پر ہیں مجھے عطا کر) اُسنے جواب دیا "نعم اعطیکہا" (بہت اچھا تجھے مل جائینگے) فقیر نے عرض کیا "الساعۃ" (ابھی) اسنے جواب دیا "نعم الساعۃ" (ہاں ابھی) اور مسجد چلا گیا۔ اور خطیب کے حجرہ میں جا کر دوسرے کپڑے پہنے اور یہ کپڑے اتارے۔ اور فقیر سے کہا "اُدخل فخذہا" (اندر آجا اور لیلے) پس فقیر داخل ہوا اور لیلئے۔ رومال میں لپیٹ کر انکی گٹھری سر پر رکھی اور چلا گیا۔ السلطان کا لوگوں نے اس فعل تواضع و کرم کے اظہار پر شکریہ ادا کیا۔ اسکے بیٹے

ولی عہد نے فقیر مذکور سے یہ کپڑے لیلئے اور انکے عوض اسے دس غلام عطا کر دئے۔ جب سلطان مذکور کو لوگوں کے اس فعل شکریہ کے ادا کرنے کی اطلاع ہوئی۔ اُسنے بھی فقیر کو اپنی طرف سے دس غلام اور دو بوجھ ہاتھی دانت کے عطا کئے۔ انکے عطایا میں سے سب سے بڑا عطیہ ہاتھی دانت ہوتے ہیں۔ یہ لوگ سونا بہت کم دیا کرتے ہیں۔

جب اس سلطان فاضل کریم رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ تو اسکا بھائی داؤد برسر اقتدار ہوا۔ لیکن اسکی طبیعت اسکے برعکس تھی۔ جب اسکے پاس کوئی سائل آتا۔ تو اُس سے کہتا "دینے والا تو مر گیا۔ اور کچھ ترکہ چھوڑ کر نہیں گیا۔ کہ اس میں سے دیا جائے"۔ جب اسکے پاس مہمان کئی ماہ تک۔ پڑے رہتے۔ تو اسوقت اسکے ساتھ کچھ سلوک کر دیا کرتا۔ یہانتک کہ مہانوں نے اسکے دروازے کو خیرباد کہہ دیا۔

باب سی وچہارم (۳۴)

فصل (۱) واپسی بصوب یمن عمان سے بجانب ہرمز کوچ

پھر ہم نے کلوا سے بارادہ شہر ظفار الحموض سفر دریا اختیار کیا۔

فصل (۲) شہر ظفار(۱) الحموض کا ذکر

یہ آخر بلاد یمن اور البحر الہندی کے ساحل پر واقع ہے۔ یہیں سے اعلےٰ گھوڑے

(۱) الیسی ین (Hanseen) کا ببلیا تھ اورنیٹ۔ جلد سوم۔ حصہ دوئم۔ صفحہ ۵۷۷۔ ڈی ہربلوٹ (D'Herbelot) تحت ظفار اس مقام کے بیان سے مطلوب ہیں۔ ابو الفدا، اس مقام کا یہ طول البلد اور عرض البلد بتاتا ہے۔ اطوال کے لحاظ سے اسکا طول البلد ۳۰۔۶۲۔ اور عرض البلد ۳۰۔۱۳ ہے۔ قانون کے لحاظ سے طول البلد ۸۔۶۷۔ اور عرض البلد ۳۰۔۱۳ ہے ابن سعید کے یہاں ۸۔۳۔۷۔ اور رسم کے لحاظ سے بھی ۸۔۳۔۷۔ دیگر اعداد پر کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا اسلئے انکا ذکر بیکار ہے۔ پھر اس مقام کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے "ظفار ایک شہر ہے جو دریائے وسیع موہانہ کے ساحل پر واقع ہے جو البحر الجنوبی

ہندوستان لیجاتے جاتے ہیں۔ اسکے اور بلاد ہند کے مابین ہوا کے موافق ہونے پر پورے ایک مہینہ کی مسافت ہے۔ ایک مرتبہ میں نے فالقوط سے جو بلاد الہند میں سے ہے ظفار تک اٹھائیس دن میں ہوا اچھی ہونے پر راستہ طے کیا تھا۔ رات اور دن برابر مسافت طے ہی کرتے رہے تھے۔ ظفار اور عدن کے مابین خشکی کی جنگل میں ہو کر ایک مہینہ کی مسافت ہے اور حضر موت(۱) کے مابین سولہ دن کی مسافت ہے۔ نیز اسکے اور عمان(۲) کے مابین تیس دن کی مسافت ہے۔ شہر ظفار ایک علیحدہ جنگل میں واقع ہے جس میں نہ کوئی گاؤں ہے۔ اور نہ کوئی زیر حکومت مقام۔ اور بازار شہر کے باہر ایک سرائے میں ہے۔ جسے الحرجاء کہتے ہیں۔ یہ بازار تمام بازاروں میں نہایت گندہ اور بدبودار بازار ہے۔ چونکہ اس میں پھل اور مچھلیاں بکثرت بکتی ہیں۔ اسلئے مچھروں کی بڑی کثرت ہے۔ مچھلیوں میں سے ایک مشہور قسم کی مچھلی کی یہاں بہت کثرت ہے۔ جسے السردین کہتے ہیں۔ یہ یہاں بہت موٹی تازی ہوتی ہے یہ عجائبات میں سے کہ یہاں کے گھوڑوں کا چارہ یہی السردین ہے۔ اور اسیطرح ان کی بھیڑوں کا بھی۔ ماسوا یہاں کے اور کسی جگہ یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی۔ مچھلی بیچنے والیاں اکثر نوکر ہوتی ہیں۔ انکی پوشش سیاہ ہوتی ہے۔

یہاں کے باشندوں کی زراعت جوار ہوتی ہے وہ اسکی آبیاری کنوؤں سے کرتے ہیں۔ جنکا پانی بہت دور ہوتا ہے۔ انکی آبیاری کی تفصیل یہ ہے کہ یہ ایک بڑا ڈول بناتے ہیں اور اس میں کئی رسیاں باندھتے ہیں۔ ہر رسی کو غلام یا نوکر پکڑ کر کھینچتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے نکلتا ہے۔ اور تقریباً سو میل تک خشکی میں جانب شمال کو بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسلئے اس موہانہ کے ایک قطعہ پر ظفار واقع ہے۔ ظفار اور اس موہانہ سے تاوقتیکہ خشکی کی ہوا نہ ہو کوئی جہاز نہیں نکل سکتا۔ اس مذکور موہانہ سے ہندوستان کی طرف جہاز جاتے ہیں۔ ظفار بلاد الشحر کا دارالسلطنت ہے۔ ہندوستان کی بہت سی پیداواریں اسکی سرزمین میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ناریل۔ پان۔ ظفار کے جانب شمال الاحقاف کے ریگستانی کنارے ہیں اور ظفار و صنعا کے مابین چوبیس فرسخ کی مسافت ہے۔ بعض کے نزدیک ظفار ساحل یمن پر ہے اور اس میں بہت سے باغات وغیرہ ہیں"۔

(۱) ڈی ہر بلوٹ (De Herbelot) حضر موت کے نہایت تفصیلی حالات سے مملو ہے۔

(۲) صاحب مراصد الاطلاع اس لفظ کا تلفظ عمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بحر الیمن کے ساحل پر بحر کی شرقی جانب ایک عربیتہ قطعہ زمین کا نام ہے اور دو بلاد پر مشتمل ہے۔ یہاں کی گرمی ضرب المثل ہے اور یہاں کے باشندے رباضیہ خوارج ہیں۔

ڈول کو ایک بڑی بلند لکڑی پر کنوئیں سے کھینچتے ہیں اور اسکا پانی ایک تالاب میں ڈالتے جاتے ہیں جس سے آبیاری کرتے ہیں۔ انکے یہاں ایک قسم کا گیہوں بھی ہوتا ہے۔ جسے یہ العلس کہتے ہیں۔ یہ حقیقت میں ایک قسم کا بھوسی اترا ہوا جو ہے۔ انکے لئے چاول بلاد الہند سے جاتا ہے یہی انکی زیادہ غذا ہے۔ اس شہر کے دراہم تانبے اور القصدیر کے ہوتے ہیں۔ انکے ماسوا اور کسی کا رواج نہیں۔ یہاں کے تمام باشندے اہل تجارت ہیں ماسوا اسکے اور انکی معاشش کی کوئی صورت نہیں۔

ان لوگون کی عادت ہے کہ جب بلاد الہند وغیرہ سے کوئی جہاز پہونچتا ہے۔ تو السلطان کے غلام ساحل پر پہونچ جاتے ہیں اور صنبوق پر چڑھکر جہاز کی طرف جاتے ہیں انکے پاس جہاز کے مالک یا اسکے نائب۔ جہاز کے کپتان یا افسر اور منشی جہاز کے لئے پورا لباس ہوتا ہے۔ اور انکے لئے تین گھوڑے بھی لیجاتے ہیں۔ جنپر انہیں سوار کرتے ہیں اور انکے سامنے نقارے اور قرنائے ساحل البحر سے السلطان کے گھر تک بجاتے لاتے ہیں اور انہیں وزیر اور امیر لشکر کے سپرد کر دیتے ہیں۔ جہاز پر جتنے آدمی ہوتے ہیں تین دن تک کھانا بھیجکر انکی ضیافت کیجاتی ہے۔ پھر تین دن کے بعد انہیں السلطان کے گھر میں کھانا پڑتا ہے۔ ان کا یہ فعل اسلئے ہوتا ہے کہ جہاز والون کا جلب قلب کرلیں۔

یہ لوگ بڑے صاحب تواضع وحسن اخلاق اور فضیلت والے ہوتے اور پردیسیوں سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ ان کا لباس روئی کا ہوتا ہے جو انکے پاس بلاد الہند سے لیجایا جاتا ہے۔ اور پائجامہ کے بدلے کمر میں تہبند باندھتے ہیں اور گرمی کی شدت کی وجہ دوسرا تہبند یا چادر اپنی پیٹھ پر ڈال لیتے ہیں۔ اور دن میں کئی مرتبہ نہاتے ہیں۔ یہاں مسجدیں بکثرت ہیں۔ ہر مسجد میں نہانے کے لئے کئی غسلخانے ہوتے ہیں۔ یہاں ریشم۔ روئی۔ اور السی کی چھال کے بہت کپڑے بنائے جاتے ہیں جو نہایت اچھے ہوتے ہیں۔ یہاں کے اکثر باشندوں مردوں اور عورتوں کو فیل کا بہت زیادہ مرض ہوتا ہے۔ اس سے انکے دونوں پیر پھول جاتے ہیں۔ اکثر مردوں کو مرض فتق بھی بہت ہوتا ہے۔ اس سے خدا کی پناہ۔ انکی اچھی عادات میں سے صبح اور عصر کی نماز کے بعد ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا ہے۔

صف اول کے لوگ قبلہ کی سمت سے اپنا منہ پھیر لیتے ہیں اور اپنے پیچھے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ یہی نماز جمعہ کے بعد بھی کرتے ہیں۔ کہ سب ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں۔

اس شہر کے مخصوصات اور عجائبات میں سے یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص نہیں جسنے اسپر تصرف کا ارادہ کیا ہو اُسے کوئی افتاد نہ پیش آئی ہو اور اسکے اور اسکے مابین کوئی سد راہ نہ واقع ہوگئی ہو۔ مجھ سے بیان کیا گیا کہ السلطان قطب الدین تہمتن بن طوران شاہ صاحب ہرمز اسپر خشکی اور بحری دونوں طرف سے چڑھائی کی۔ اسپر اللہ سبحانہٗ نے ایسی آندھی نازل کی کہ اُسکے سارے جہاز برباد ہوگئے اور اُسے اُسکے محاصرہ سے باز آنا اور اسکے بادشاہ سے صلح کرنی پڑی۔ اسیطرح مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ الملک المجاہد سلطان الیمن نے ایک بہت بڑے لشکر کی سرکردگی میں اسپر مامور کیا۔ کہ اسکے بادشاہ کے ہاتھ سے اسے چھین لے۔ حالانکہ وہ بھی اسکا بھتیجا تھا۔ جب یہ امیر اپنے گھر سے نکلا تو اسپر اور اسکے ساتھیوں کی ایک جماعت پر دیوار گر پڑی اور وہ سب ہلاک ہوگئے بادشاہ کو اپنے خیال سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور اسکا محاصرہ اور اسکی فتح سے دست بردار ہونا پڑا۔

غرائب میں سے یہ بھی ہے کہ اس شہر کے لوگ اہل مغرب سے اپنی شان میں بہت مشابہ ہیں۔ یہاں کی بڑی مسجد کے خطیب کے گھر میں فروکش ہوا۔ انکا نام عیلےٰ بن علی ہے۔ یہ نہایت عالی مرتبہ اور کریم النفس شخص ہیں۔ انکے پاس کئی چھوکریاں تھیں۔ جنکے نام مغربی خادموں جیسے تھے۔ ایک کا نام بخیت تھا اور دوسری کا نام زاد المال۔ میں نے یہ نام ماسوا اس شہر کے کہیں نہیں سنے۔ یہاں کے باشندے اکثر برہنہ سر رہا کرتے ہیں عامے نہیں باندھتے۔ انکے مکانات میں سے ہر مکان میں کوٹھری کے اندر بوریہ کا مصلی لٹکا رہتا ہے۔ جسپر مالک مکان نماز پڑھتا ہے۔ ایسا ہی باشندگان مغرب بھی کرتے ہیں۔ ان کی غذا جوار ہے یہ مشابہت تام اس امر کی موئید ہے۔ کہ صنہاجہ وغیرہ مغربی قبائل میں سے ہیں۔ انکی اصل حمیرہ سے ہے۔

اس شہر کے قریب میں باغات کے اندر الشیخ الصالح العابد ابی محمد بن ابی بکر بن عیسیٰ کی خانقاہ ہے جو اہل ظفار ہی میں سے ہیں۔ یہ خانقاہ باشندگان ظفار کے نزدیک بہت قابل تعظیم ہے۔ صبح و شام یہاں پناہ لینے کے لئے آتے ہیں۔ جب کوئی پناہ لینے والا اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو السلطان کا اُسپر کوئی غلبہ باقی نہیں رہتا۔ میں نے یہاں ایک شخص دیکھا جسکے متعلق مجھ سے ذکر کیا گیا۔ کہ یہاں یہ کئی سال سے پناہ گزین ہے اور السلطان اُس سے کبھی کچھ تعرض نہ کر سکا۔ جس زمانہ میں کہ میں اُس میں تھا تو السلطان کے کاتب نے اُس میں پناہ لی تھی۔ اور اس میں قیام پذیر تھا۔ یہاں تک کہ دونوں میں صلح ہو گئی۔

میں اس خانقاہ میں آیا۔ رات کو دو شیخوں ابی العباس احمد اور ابی عبداللہ محمد کی ضیافت میں رہا۔ یہ دونوں الشیخ ابی بکر مذکور کے بیٹے ہیں۔ میں نے ان میں بہت بڑا فضل مشاہدہ کیا۔ جب ہم نے کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئے۔ تو ابو العباس نے ان دونوں سے وہ پانی جس سے ہم نے ہاتھ دھوئے تھے لے لیا اور اس میں سے تھوڑا سا پیا اور باقی خادم کے ہاتھ اپنے بال بچوں میں بھیجدیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اسے پیا۔ ان کا یہ برتاؤ تمام ایسے واردین کے ساتھ جن میں یہ آثار خیر و برکت پائے ہیں۔ اسیطرح میری ضیافت یہاں کے قاضی الصالح ابو ہاشم عبد الملک الزبیدی نے بھی کی تھی۔ اس نے بذات خاص میری خدمت اپنے ذمہ لی تھی اور بنفس نفیس میرے ہاتھ دھلائے اور اس فرض کی انجام دہی کسی دوسرے کے سپرد نہ کی۔

اس خانقاہ کے قریب پہلے بادشاہ الملک المغیث کا مزار ہے۔ اسکی بھی یہ لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں اور جس شخص کی کوئی حاجت ہوتی ہے اسکے پورے ہونے کے لئے یہاں پناہ لیتا ہے۔ چنانچہ اُس کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ لشکر کی یہ عادت ہے۔ کہ جب مہینہ پورا ہو جاتا ہے اور انہیں تنخواہ نہیں ملتی تو اس تربت پر آکر پناہ لیتے اور اسکے نزدیک پڑاؤ ڈالدیتے ہیں۔ حتی کہ ان کی تنخواہ انہیں پہونچ جاتی ہے۔ اس شہر سے آدھے دن کی مسافت پر۔

ذکر (۳) الاحقاف یا مساکن عاد و ذکر (۴) قوم عاد کی مکانات

الاحقاف(۱) یعنی مساکن عاد(۲) ہیں۔ یہاں ایک خانقاہ اور ساحل بحر پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور اسکے اطراف میں مچھلی کے شکاریوں کا ایک گاؤں ہے۔ خانقاہ مذکور میں ایک۔

ذکر (۵) مزار مبارک ہود بن عابر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

مزار ہے جسپر یہ تحریر ہے "ھذا قبر ھود بن عابر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام" (یہ ہود بن عابر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے) میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ دمشق کی مسجد میں ایک مقام ہے جسپر یہ عبارت تحریر ہے "ھذا قبر ھود ابن عابر" (یہ ہود بن عابر کا مکان ہے) لیکن اغلب یہ ہے کہ آپ کا مزار الاحقاف ہی میں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہی آپ کے بلاد ہیں۔ فضیلت حال سے اللہ ہی خوب واقف ہے۔ اس شہر میں باغات بھی ہیں جن میں موز بکثرت اور بڑا ہوتا ہے۔ میرے سامنے اسکی ایک پھلی تولی گئی۔ اُسکا وزن بارہ اوقیہ(۳) تھا۔ اسکا ذائقہ نہایت اچھا اور بہت شیرین ہوتی ہے۔ یہاں پان بھی ہوتے ہیں اور ناریل بھی جنھیں جوز الہند کہتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں ماسوا بلاد الہند کے اور کہیں نہیں ہوتیں۔ انکے شہر ظفار میں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ الہند سے مشابہ اور اسکے قریب ہے۔ ہاں شہر زبید میں السلطان کے باغ میں بھی ناریل کے چھوٹے درخت ہیں۔ چونکہ اب پان اور ناریل کا ذکر آگیا ہے۔ اسلئے ہم ان دونوں کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اس لفظ کے معنی تو دہانے ریگ یا سواحل ہیں۔ جیسا کہ ظفار کے نوٹ میں مذکور ہوا۔ صاحب مراصد الاطلاع کہتے ہیں۔ الاحقاف حقف کی جمع ہے۔ جسکے معنے ریگ کے ہیں۔ اس سے مراد مڑا ہوا ساحل ریگ ہے اور وہ الاحقاف جسکا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ عمان (العمان) اور ملک مہرۃ کے مابین ایک وادی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمان اور حضرموت کے مابین ایک وادی کا نام ہے۔ یہ البحر کے بالکل کنارے پر ریگستانی ساحل ہیں۔

(۲) ایک قوم کا نام ہے۔ جسکا کلام مجید میں ذکر آیا ہے۔

(۳) محمد فتح اللہ البیلونی کے نسخہ قلمی سفرنامہ ابن بطوطہ موجودہ پبلک لائبریری کیمبرج میں "دس اوقیہ" ہے۔ ایک اوقیہ انگریزی تول کے ایک اونس کے برابر ہوتا ہے۔

اور ان کی خصوصیات بھی بیان کرتے ہیں

ذکر (۶) پان

پان بھی اسیطرح لگایا جاتا ہے جسطرح انگور کی بیل لگائی جاتی ہے۔ اس کے لئے بھی نرسل کا منڈوا بنایا جاتا ہے[1] جسطرح انگور کی بیل کے لئے بنایا جاتا ہے۔ یا اسے ناریل کے درخت کے قریب لگاتے ہیں۔ اسپر یہ اسیطرح چڑھجاتا ہے۔ جس طرح بیل اور سیاہ مرچ چڑھجاتی ہے۔ پان کے درخت میں کوئی پھل نہیں ہوتا مقصود اسکے پتے ہوتے ہیں۔ یہ عُلّیق کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ ان میں سے عمدہ زرد ہوتا ہے۔ اسکے پتے روزانہ چن لئے جاتے ہیں۔ باشندگان ہند پان کی بہت عزت کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کے گھر پر اس سے ملنے جاتا ہے تو وہ اُسے پانچ پان دیتا ہے۔ گو یا اُس نے دنیا و مافیہا سب کچھ دیدیا۔ بالخصوص اگر وہ کوئی امیر یا بڑا ہے۔ اسکے نزدیک پان کا دینا بہت بڑی بات سمجھی جاتی ہے۔ اور اُس کا یہ فعل چاندی اور سونے کے دینے سے بھی زیادہ اسکی سخاوت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے پہلے چھالیا لیتے ہیں۔ یہ جوز الطیب کے مشابہ ہوتی ہے۔ اسے توڑتے ہیں یہانتک کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔ آدمی اسے اپنے مُنہ میں ڈال لیتا ہے اور چباتا ہے۔ پھر پان لیتا ہے اور اسپر تھوڑا سا چونہ لگا کر چھالیا کے ساتھ چباتا ہے۔ اسکی خاصیت یہ ہے کہ منہ خوشبودار بناتا ہے۔ بدبُو دور کرتا ہے۔ کھانا ہضم کرتا نہار منہ پانی پینے کے ضرر سے محفوظ رکھتا۔ اسکے کھانے سے فرحت ہوتی اور مباشرت کے معاملہ میں تقویت پہونچاتا ہے۔ آدمی اسے رات کو اپنے سرہانے رکھکر سوتا ہے۔ جب نیند سے جاگتا یا اسکی بیوی یا لونڈی اُسے جگاتی ہے تو اس میں سے کھا لیتا ہے اس سے جو کچھ اُسکے منہ میں بدبو یا خرابی ہوتی ہے جاتی رہتی ہے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بلاد ہند

(۱) مسٹر نوکس (Knox) کہتے ہیں "وہ درخت جن سے برگ تنبول حاصل ہوتے ہیں۔ ان مقامات میں وہ بہت مرغوب اور کھائے جاتے ہیں اور جس طرح آئی ڈی (Ivy) کی سدابہار بیل چڑھتی ہے۔ اسیطرح اسکی بیل بھی درختوں اور نرسلوں پر چڑھجاتی ہے۔ جو اسی مقصد کے لئے زمین میں لگائے جاتے ہیں۔ اور جوں جوں درخت تنبول بڑھتا جاتا ہے۔ یہ بھی بڑھتے جاتے ہیں" سیلون صفحہ ۴۴

میں السلطان اور امراء کی بجار یہ ماسوا پان کے کچھ نہیں کھاتیں۔ ہم بلاد الہند کے ذکر کے وقت اسکا ذکر کرینگے۔

ذکر ناریل

یہ جوز الہند ہے۔ بلحاظ شان اور حالت کے یہ درخت عجیب ہے۔ اسکے اور کھجور کے درخت میں ماسوا اسکے اور کوئی فرق نہیں کہ اس میں جوز لگتے ہیں اور اس میں پھل لگتے ہیں۔ اسکا جوز بنی آدم کے سر کے مشابہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں دونوں آنکھوں اور منہ کے مشابہ نشانات ہوتے ہیں اور اسکے اندر کچے ہونے کی حالت میں دماغ کے مشابہ ہے اور اسکے اوپر کے ریشے بالوں کے مشابہ ہیں۔ یہ ان سے رسیاں بناتے ہیں بجائے لوہے کی کیلوں کے ان کو کشتیوں کے بنانے کی بندش میں لاتے ہیں۔ اور جہازوں کیلئے رسے بھی اسکے بناتے ہیں[1]۔ اسکا جوز اور خاصکر وہ جو جزائر ذیبۃ المہل میں ہوتا ہے۔ آدمی کے سر کے برابر ہوتا ہے۔

لوگوں کا خیال ہے کہ اگلے زمانہ میں حکماء الہند میں سے ایک حکیم بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کا بہت مقرب اور اسکے نزدیک بہت قابل تعظیم تھا۔ اُس بادشاہ کا ایک وزیر بھی تھا اُس میں اور اس حکیم یا طبیب میں عداوت رہا کرتی تھی۔ اس حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ اگر اس وزیر کا سر کاٹا اور دفن کیا جائے تو اس سے ایسا درخت پیدا ہوگا جس میں بہت بڑا کھجور کا پھل لگے گا۔ جس سے تمام اہل ہند اور اسکے ماسوا تمام دنیا متمتع ہونگے۔ بادشاہ نے اس سے کہا اگر وزیر کے سر سے جیسا تم کہتے ہو نہ ظاہر ہوا تو پھر؟ اُس نے کہا اگر ایسا نہ ہو

(۱) مسٹر کرافرڈ (Crawfurd) کہتے ہیں "کھجور کے درخت کی ایک قسم کا نام گومتی ہے اسکی مجمع الجزائر ہند میں بڑی کثرت ہے۔ اسکا ریشہ بہ نسبت ناریل کے نہایت اچھا ہوتا ہے اور یہ نسبت ناریل کے ریشے کے مالدیوز اور سیلون وغیرہ میں اسکا استعمال بھی بہت ہوتا ہے" ان حصص میں اسکی کثرت نشو و نما کا ذکر نہایت شرح و بسط کے ساتھ جلد اول کے صفحات ۳۸۰ و ۳۹۸ میں کیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہی بات ابو زید الحسن نے کوئی صدی کے سیاحان عرب کے حالات کے ضمن میں ذکر کی ہے۔ جہاں ان مقامات کے جہازوں کا ذکر کیا ہے لیکن ترتیب دہندہ کو اس امر میں شک ہے" پنکرٹن (Pinkerton) کے سفرنامہ بحری و بری۔ جلد ۷ صفحات ۲۰۷ و ۲۲۰ میں ان پتوں کے ...

تو جو اسکے سر کے ساتھ آپ کیجئے گا وہی میرے سر کے ساتھ بھی کر لیجئے گا۔ پس بادشاہ نے وزیر کے سر کے لئے حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ کاٹ ڈالا گیا۔ اسے حکیم نے لیا اور اُسکے دماغ میں ایک کھجور کی گٹھلی بو دی اور تدبیر کرتا رہا حتیٰ کہ وہ شجر ہو گئی اور اسکا پھل یہ جوز نکلا گو یہ حکایت جھوٹی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ان لوگوں میں بہت مشہور ہے اسلئے میں نے اسکا ذکر کیا۔

اس جوز کے خواص میں سے یہ ہے کہ بدن کو تقویت دیتا فربہی پیدا کرتا ہے اور چہرہ کی سُرخی بڑھاتا ہے اور قوت باہ کی اعانت میں تو اسکا فعل ہی عجیب ہے۔ اسکے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ جب ابتدا میں یہ سبز ہوتا ہے تو جو شخص چھری سے اسکے چھلکے کا ٹکڑا کاٹتا اور اس جوز خرد کا سر کھولتا ہے تو اس سے بے انتہا شیریں اور ٹھنڈا پانی پیتا ہے۔ لیکن اسکی خاصیت گرم ہے۔ قوت باہ کی اعانت کرتا ہے۔ جب یہ پانی پی لیا جاتا ہے تو اس کاٹے ہوئے چھلکے کے ٹکڑے کو لیتے ہیں اور اسے چمچے کے مشابہ بنا کر اُس چھوٹے جوز کے اندر ڈال کر جو کچھ اس میں ہوتا ہے اُسے کھرچتے ہیں۔ اُسکا مزہ نیم برشت انڈے کے مانند ہوتا ہے۔ لوگ اسے غذا استعمال کرتے ہیں۔ جب میری جزائر ذیبۃ المہل میں ڈیڑھ سال تک اقامت رہی تو میری بھی یہی غذا رہی۔

ذکر (۸) ناریل سے شہد بنانے کا طریقہ

اسکے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے روغن زیت دودھ اور شہد بنایا جاتا ہے۔ اس سے شہد بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسکے درخت پر جو نوکر ہوتے ہیں جنھیں الفازانیہ کہتے ہیں۔ وہ درخت پر صبح شام جب چاہتے ہیں چڑھا کرتے ہیں اور اُس سے وہ پانی نکالتے ہیں جس سے شہد بنتا ہے۔ اسے یہ لوگ الاطواق کہتے ہیں۔ درخت پر جا کر اس شاخ کو کاٹ ڈالتے ہیں جس میں پھل نکلتا ہے۔ اور اس میں سے دو انگل چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اسپر ایک چھوٹی سی ہانڈی باندھ دیتے ہیں۔ اس شاخ سے جو پانی نکلتا ہے وہ اس میں ٹپک کر جمع ہوتا رہتا ہے۔ اگر اُسے صبح کو باندھا ہے تو اسکے لئے شام کو چڑھتے ہیں چڑھنے والے کے ساتھ دو پیالے ناریل مذکور کے چھلکے کے ہوتے

ہیں اُن میں سے ایک پانی سے بھرا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک پیالہ میں شاخ کا جو پانی جمع ہوتا ہے اسے ڈال لیتے ہیں۔ اور اُسے اُس پانی سے جو دوسرے پیالہ میں ہوتا ہے دھوڈالتے ہیں اور اُس شاخ کو تھوڑا سا کھرچ کر اسپر پھر ہانڈی باندھ دیتے ہیں۔ پھر جیسا آج شام کو کیا ہے۔ ویساہی دوسرے دن صبح کو کرتے ہیں۔ جب یہ پانی بہت سا جمع ہوجاتا ہے تو اسے اسیطرح پکاتے ہیں۔ جسطرح انگور کا پانی۔ جب اس سے رُبّ بناتے ہیں۔ پکاتے ہیں۔ اسکے بعد یہ شہد ہوجاتا ہے۔ جو نہایت نافع اور اچھا ہوتا ہے۔ اسے ہند میں اور چین سے تاجر خریدتے ہیں اور اپنے بلاد میں لیجاتے ہیں۔ اور اس سے حلوا بناتے ہیں۔(۱)

ذکر (۹) ناریل سے دودھ بنانے کا طریقہ

اس سے دودھ بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ ہر گھر میں کرسی کے مشابہ ایک بیٹھنے کی چیز ہوتی ہے۔ اسپر ایک عورت بیٹھتی ہے۔ اور اسکے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی ہے اُسکے ایک سرے پر اٹھا ہوا لوہا لگا ہوتا ہے۔ جو زخم دکو اسقدر کھولتے ہیں کہ یہ لوہا اسکے اندر داخل ہوسکے اور اس ناریل خورد کے اندر جو کچھ ہے اسے کھرچ ڈالتے ہیں۔ اس میں سے جو کچھ گرتا ہے وہ پیالہ میں جمع ہوجاتا ہے۔ حتے کہ اس ناریل کے اندر کچھ نہیں رہتا۔

(۱) مسٹر کرافرڈ ([illegible]) نے گومونی کھجور سے جو تاڑی نکالنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ وہ بہت کچھ اسی کے قریب ہے۔ اسی لئے اس کا اقتباس ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جلد اول صفحہ ۳۹۸ میں لکھتے ہیں "اس درخت سے جو خاص چیز حاصل ہوتی ہے وہ تاڑی ہے اور اسی طرح نکالی جاتی ہے جس طرح دوسری کھجوروں سے۔ طریقہ یہ ہے۔ پھل والے شاخچہ میں جب پہلی مرتبہ پھل نمودار ہوتا ہے تو اسے تین دن تک متواتر ایک چھوٹی لکڑی سے پیٹتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ ضرب خوردہ مقامات سے پانی نکلنے لگے۔ پھر اس شاخچہ ثمر کو جڑ کی طرف سے کچھ تھوڑا سا کاٹ دیتے ہیں اور نکلنے والی پانی کو بانسوں یا دوسرے برتنوں میں لے لیتے ہیں...... جو پانی پہلے لیا جاتا ہے صاف ہوتا اور مزہ میں شیرۂ انگور کے مشابہ ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مکدر، مائل بسفیدی اور ذائقہ مین کچھ تلخ ہوجاتا ہے اور پھر اس میں جھاگ اُٹھنے لگتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اس میں نشہ کی خاصیت پیدا ہوگئی۔ اسے زیادہ مقدار میں لیکر شکر بنانے کیلئے جوش دیکر شربت بناتے ہیں اور چھوٹے برتنوں میں ٹھنڈا ہونے کے لئے ڈالدیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اور اسیطرح بازار میں فروخت ہوتا ہے"۔ مسٹر کرافرڈ نے تیل بنانیکا طریقہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کی کتاب کے صفحات ۳۸۱ و ۳۸۲۔ اس ترکیب سے مملو ہیں۔

پھر اس درد ورسے مغز کو خوب پانی میں ملتے ہیں۔ پس اسکا رنگ دودھ ہوئے دودھ کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔ اسکا مزہ بھی دودھ ہی طرح ہوتا ہے۔ لوگ اس سے روٹیاں کھاتے ہیں۔

اس سے زیت اس ترکیب سے بناتے ہیں کہ جوز پک کر جب درخت سے گر پڑتا ہے تو اُسے لیتے ہیں۔ اسکا چھلکا الگ کر دیتے ہیں اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ ڈالتے ہیں اور دھوپ میں رکھ دیتے ہیں۔ جب خشک ہو جاتا ہے تو ہانڈیوں میں پکا لیتے ہیں۔ اور اس سے اسکا زیت یا تیل نکال لیتے ہیں۔ اسے اپنے ساتھ بھی رکھتے ہیں۔ اور اس سے روٹی بھی کھاتے ہیں۔ اور عورتیں اسے اپنے بالوں میں ڈالتی ہیں۔ بڑے فائدہ والا ہے۔

ذکر (۱۰) سلطان ظفار

وہ السلطان الملک المغیث ابن الملک الفائز۔ ملک الیمن کا بھتیجا ہے۔ اس باپ ظفار میں صاحب الیمن کی طرف سے امیر تھا اسکے پاس ہر سال اسے ہدیہ بھیجنا لازم تھا پھر الملک المغیث خود اسکا مالک بن بیٹھا اور ہدیہ بھیجنا بند کر دیا۔ ملک الیمن کا ارادہ ہوا کہ اس سے جنگ کرے اور اسپر بجائے اسکے اپنے بھتیجے کو مامور کر دے۔ جسکا ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔

اس شہر کے اندر سلطان ہذا کا ایک قصر ہے جسے الحصن یعنی قلعہ کہتے ہیں۔ یہ بڑا اور وسیع ہے۔ اور اسکے سامنے جامع ہے۔ اسکا دستور یہ ہے کہ نقارے، قرنائے، نفیریاں اور صرناتیاں روزانہ بعد نماز عصر اسکے دروازے پر بجائی جاتی ہیں۔ اور ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو لشکر اسکے دروازے پر آکر محل کے باہر شہر کو چلا جاتا ہے۔ ماسوا جمعہ کے دن کے نہ سلطان نکلتا ہی ہے اور نہ اُسے کوئی دیکھ ہی سکتا ہے۔ اس دن نماز کیلئے نکلتا ہے اور پھر اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے۔ محل سلطانی میں کسی کو جانے سے منع نہیں کیا جاتا۔ امیر لشکر اسکے دروازہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ ہر حاجۃ یا شکایت والا شخص اسی کے پاس جاتا ہے۔ وہ السلطان کو صورت معاملہ کی اطلاع کرتا ہے۔ اُسیوقت جواب

آجاتا ہے۔ جب سلطان مذکور کو اپنی سواری کا جلوس نکالنا منظور ہوتا ہے تو اسکے محل سے سواریاں۔ ہتھیار اور غلام سب شہر کے باہر نکلتے ہیں۔ ایک اونٹ لایا جاتا ہے جسپر وہ دار محمل ہوتی ہے۔ پردے سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور ان پر زرین کام کیا ہوتا ہے السلطان اور اسکے ندیم محمل میں اس طرح سوار ہوتے ہیں کہ نظر نہیں آتے۔ جب سواری اسکے باغ کو نکل جاتی ہے اور یہ گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا ہے تو سوار ہوجاتا ہے۔ اور اونٹ سے اتر آتا ہے۔ اسکی عادت ہے کہ اسکے رستہ میں کوئی شخص اسکے سامنے نہ آئے۔ نہ اسکے دیکھنے کیلئے ٹھہرے نہ کبھی شکایت کے لئے اور نہ کبھی اور بات کیلئے۔ اور اگر کسی نے اسکی خلاف ورزی کی تو بہت زیادہ پیٹا جاتا ہے۔ پس جب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ السلطان نکلنے والا ہے تو راستہ سے بھاگ جاتے اور اپنے تئیں بچاتے ہیں۔

اس سلطان کا وزیر الفقیہ محمد العدنی ہے۔ یہ پہلے بچوں کا معلم تھا۔ اس سلطان کو بھی قرأت اور کتابت سکھائی ہے۔ اس نے اس سے عہد کیا تھا کہ جب میں بادشاہ ہونگا۔ تو تجھے وزیر بناؤنگا چنانچہ جب یہ بادشاہ ہوا۔ تو اس نے اپنا وزیر بنایا۔ چونکہ یہ اس عہد کو ٹھیک نہ انجام دے سکتا تھا اسلئے وزارت کے عہدہ پر تو یہ ہے لیکن اختیارات دوسرے شخص کو ہیں۔ اس شہر سے ہم براہ بحر عمان ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہوئے جو ایک شخص کا تھا۔ جسے علی بن ادریس المصیری کہتے ہیں۔ یہ جزیرہ مصیرۃ کا باشندہ ہے دوسرے دن ہمارا۔

فصل (۱۱) بندرگاہ حاسک میں ورود

بندرگاہ حاسک میں ورود ہوا۔ یہاں کے باشندے عربی لوگ ہیں جو مچھلی کا شکار کیا کرتے ہیں۔ اور یہیں رہتے ہیں۔ انکے یہاں کندر[1] کا درخت ہوتا ہے جسکے پتے بہت باریک ہوتے ہیں۔ جب یہ پیوند دیا جاتا ہے تو اس میں سے ایک قسم کا دودھ کے مشابہ پانی ٹپک پڑتا ہے جو پھر گوند بنجاتا ہے۔ اسی گوند کا نام لبان ہے یہ یہاں بکثرت ہوتا ہے

(۱) یونانی اسے [illegible] کہتے ہیں۔

ذکر (۱۲) باشندگان بندرگاہ مذکور

اس بندرگاہ کے باشندوں کی معاش ماسوا مچھلی کے شکار کے اور کچھ نہیں ہے انکی مچھلیاں اللخم کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بحری کتے کے مشابہ ہیں۔ انکو چاک کر ڈالتے ہیں اور سکھا لیتے ہیں۔ یہی ان لوگوں کی غذا ہے۔ انکے مکانات اسی مچھلی کی ہڈی کے ہوتے ہیں۔ اور انکی چھتیں اونٹ کے چمڑوں کی۔ پھر ہم بندرگاہ حاسک سے چار دن تک مسافت طے کرتے رہے۔ اور

فصل (۱۳) جبل لمعان پر ورود

جبل لمعان پر وارد ہوئے۔ یہ وسط بحر میں واقع ہے۔ اسکے اوپر پتھر کی ایک ٹھہرنے کی عمارت بنی ہے۔ جسکی چھت مچھلی کی ہڈیوں کی ہے۔ اس کے باہر ایک تالاب ہو جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔

حکایت (۱۴) ایک ولی جس سے ہم اس پہاڑ پر ملے

جب ہمارا جہاز اس پہاڑ کے نیچے لنگر انداز ہوا تو ہم اس مکان کی طرف چڑھ گئے۔ وہاں ایک شیخ کو سوتا پایا۔ ہم نے اسے سلام کیا۔ وہ جاگ اُٹھا اور اشارۃً جواب سلام دیا۔ ہم نے اس سے گفتگو کی۔ لیکن اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف سر ہلا دیتا تھا۔ جہاز والے اُسکے پاس کچھ کھانا لائے۔ لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ ہم اُس سے دُعا کے طالب ہوئے۔ وہ اپنے ہونٹوں کو ہلا دیتا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کہتا کیا ہے۔ اسکے جسم پر ایک گدڑی اور سر پر ایک نمدے کی ٹوپی تھی۔ اور نہ تو کوئی آبخورہ تھا اور نہ لوٹا اور نہ ہی اُسکے پاس کوئی چھڑی تھی اور نہ جوتہ۔ جہاز والے کہتے تھے کہ ہم نے اسے کبھی اس پہاڑ پر نہیں دیکھا۔ الغرض ہم اس رات کو اسی پہاڑ کے ساحل پر رہے۔ اور نماز عصر و مغرب اسی کے ساتھ ادا کی۔ ہم اُسکے لئے کھانا لائے لیکن اس نے واپس کر دیا۔ اور عشاء آخرہ

تک نماز پڑھتا رہا۔ پھر اُس نے اذان دی اور ہم نے اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ نہایت خوش آواز اور جید قرائت والا تھا۔ جب ہم نماز عشا آخرہ سے فارغ ہوئے تو اس نے اشارۃً ہم سے واپس ہونے کے لئے کہا۔ ہم نے اُس سے رسم الوداع ادا کی اور چلے آئے۔ ہم اس کی حالت پر بڑا تعجب کرتے رہے۔ پھر جب ہم واپس ہونے لگے تو میں نے اُسکے پاس جانیکا ارادہ کیا۔ جب اُسکے قریب پہونچا تو مجھپر اُسکی ہیبت طاری ہوئی اور خوف غالب ہوا چنانچہ میں اپنے ساتھیون کے پاس چلا آیا۔ پھر میں انکے ساتھ واپس ہوا اور ہم نے سفر دریا اختیار کیا۔ اور دو دن کے بعد۔

فصل (۵) جزیرۃ الطیر میں ورود

جزیرۃ الطیر میں وارد ہوئے۔ یہاں کوئی عمارت نہیں ہے۔ ہم نے جہاز لنگر انداز کیا اور اسپر گئے۔ اُسے تمام پرندون سے بھرا ہوا پایا۔ جو گوریون یا کنجشک کے مشابہ تھیں مگر اُن سے بڑی۔ لوگ ان پرندون کے انڈے اٹھا لائے۔ انکو پکایا۔ اور کھایا۔ اور ان پرندون میں سے بہت سے پکڑ بھی لائے۔ ان کو بغیر ذبح کئے ہوئے پکایا اور کھایا میرے ساتھ جزیرہ مصیرہ کے باشندوں میں سے ایک تاجر بھی بیٹھا ہوا تھا جو ظفار میں رہا کرتا تھا۔ اور اسکا نام مسلم تھا۔ میں نے اُسے دیکھا کہ ان لوگوں کے ساتھ وہ بھی یہ پرندے کھا رہا تھا۔ میں نے اسکے اس فعل پر اظہار نفرت کیا۔ اُسے بہت زیادہ ندامت ہوئی۔ اور مجھ سے کہا کہ میرا گمان تھا کہ انھون نے انھیں ذبح کر لیا ہے۔ پھر اس شرمندگی کی وجہ سے اُس نے مجھ سے ملنا چھوڑ دیا۔ یہانتک کہ بغیر بلائے میرے پاس نہ آتا تھا۔

ان دنوں اس جہاز پر میرا کھانا کھجور اور مچھلی تھی۔ صبح اور شام یہ لوگ ایک مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے۔ جسے فارسی زبان میں "شیر ماہی" کہتے ہیں۔ عربی زبان میں اسکے معنی "اسد السمک" ہیں کیونکہ شیر کو "اسد" کہتے ہیں اور ماہی کو "سمک"۔ یہ اُس مچھلی کے مشابہ ہے جسے ہم لوگ تازرت کہتے ہیں۔ یہ اسکے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بھون ڈالتے تھے۔ ور جہاز کے ہر شخص کو مساوی ٹکڑے بانٹ دیا کرتے تھے۔ اور مالک جہاز وغیرہ

کسی کو زیادہ حصہ دینے میں ترجیح نہ دیتے تھے۔ اسے وہ لوگ کھجوروں سے کھاتے تھے میرے پاس روٹی اور ٹکیاں (کعک۔ کیک) تھیں جنھیں میں نے ظفار سے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جب یہ دونوں چیزیں ختم ہوگئیں تو ان سب میں میری بسر بھی انھیں مچھلیوں پر ہوتی تھی۔ ہم نے عید اضحی تھی سطح آب ہی پر بحالت سفر منائی۔ اس دن طلوع فجر سے دن چڑھے تک ہم پر نہایت تند ہوا چلی۔ قریب تھا کہ ہم غرق ہو جائیں۔

فائدہ (۱۶) کرامت

ہمارے ساتھ باشندگان ہند میں سے ایک حاجی تھا۔ اسکا نام خضر تھا اور مولانا کہا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ قرآن حفظ کیا کرتا تھا۔ اور کتابت اچھی جانتا تھا۔ جب اس نے سمندر کا تلاطم دیکھا تو اپنا سر عبا میں لپیٹ لیا جو اُسکے پاس تھی۔ اور سونے کے لئے لیٹ گیا جب اللہ برتر نے ہم کو اُس مصیبت سے نجات دی جو ہمارے اوپر کی تھی۔ تو میں نے اُس کہا۔ اے مولانا خضر! آپ نے کیا مشاہدہ کیا؟ اُس نے جواب دیا۔ جب میں دیکھنے کیلئے اپنی آنکھیں کھولتا تھا تو وہ فرشتے نظر آتے تھے جو روحیں قبض کرتے ہیں۔ کہ آتے ہوئے ہیں۔ اب جب وہ مجھے نہیں نظر آتے تو میں "الحمد للہ" کہتا ہوں۔ کہ اگر غرق ہو جاتا تو قبض ارواح کے لئے آجاتے۔ پھر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر کھول دیں۔ اب دیکھیئے کہ اللہ برتر نے ہمیں اُس بلا سے نجات عطا کی۔

ہم سے آگے بعض تجار کا ایک اور جہاز روانہ ہوا تھا۔ وہ ڈوب گیا۔ اور ما سوا ایک آدمی کے اور کوئی نہ بچا۔ اُسے نہایت کوشش سے خلاصی حاصل ہوئی تھی۔ میں نے اس جہاز پر ایک قسم کا کھانا کھایا کہ نہ تو اُس سے پہلے کبھی کھایا تھا اور نہ بعد میں کھانا نصیب ہوا۔ یہ عمان کے بعض تاجروں نے پکایا تھا۔ وہ یہ تھا کہ جوار کو بغیر پیسے ہوئے پکایا اور اس پر کھجور کا شیرہ بہایا تھا۔ ہم نے اُسے کھایا۔ پھر

فصل (۱۷) جزیرہ مصیرہ میں ورود

جزیرہ مصیرہ میں وارد ہوئے جس جہاز پر ہم سوار تھے۔ اُسکا مالک یہیں کا رہنے والا

تھا۔ یہ بہت بڑا جزیرہ ہے۔ یہاں کے باشندوں کا گذارہ صرف مچھلی پر ہے۔ چونکہ اسکا بندرگاہ ساحل سے بہت دُور تھا۔ اسلئے ہمارا یہاں اترنا نہ ہوا۔ مجھے یہاں کے باشندوں سے کراہت بھی پیدا ہو گئی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ بغیر ذبح کئے ہوئے پرندے کھاتے ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک دن مقیم رہے۔ جہاز کا مالک اپنے مکان چلا گیا تھا۔ پھر ہمارے پاس آ گیا۔

فصل (۱۸) بندرگاہ صور میں ورود

پھر ایک دن اور ایک رات ہم نے مسافت طے کی۔ ایک بڑے گاؤں کے بندرگاہ پر پہونچے جسے صور کہتے تھے۔ پھر وہاں سے ہم نے شہر قلہات[۱] روئے کوہ پر دیکھا گمان ہوتا تھا کہ وہ قریب ہی ہے۔ جب ہم لنگرگاہ پر پہونچے تو زوال یا اس سے پہلے کا وقت تھا۔ جب ہم نے شہر مذکور کو دیکھا تو اس کی طرف جانے اور وہیں شب باشی کا خیال پیدا ہوا۔ میں جہاز والوں کی صحبت سے اکتا بھی گیا تھا۔ میں نے وہاں جانے کے راستہ حال دریافت کیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ وہاں عصر کے قریب پہونچو نگا۔ بحری آدمیوں میں سے ایک کو اجرت پر اپنے ساتھ لیا۔ تاکہ مجھے وہاں کا راستہ بتاتا جائے۔ میرے ساتھ وہ خضر الہندی بھی ہو لئے جنکا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ اپنے ساتھیوں کو جہاز ہی پر چھوڑ دیا اور کہدیا کہ کل ملنا ہوگا۔ اپنے کپڑے ساتھ لے لئے اور اسی راہنما کو دیدے تاکہ میں انکے لادنے کی تکلیف سے بچوں۔ صرف ایک نیزہ اپنے ہاتھ میں لیلیا۔

اس راہبر کو میں نے کیا دیکھا کہ وہ تو میرے کپڑوں ہی پہ ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے

(۱) صاحب مراصد الاطلاع بھی اسکا قلہات تلفظ کرتے ہیں اور کہتے ہیں "یہ ساحل بحر پر ایک نہایت آباد شہر ہے لیکن اسکے تمام باشندے فرقہ اباضیہ کے خارج ہیں جو اپنے مشرب اباضیہ کو کھلم کھلا ظاہر کرتے ہیں۔ کبھی اسکو کسی سے بھی نہیں چھپاتے۔ چونکہ فرقہ اباضیہ کا پھر بھی حال آئیگا اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قاموس و جوہری کی تحقیق سے آپکا تعارف کرا دیا جائے "الاباض... عبداللہ بن اباض التمیمی ہیں۔ انہیں کیطرف فرقہ اباضیہ کی نسبت کیجاتی ہے جو خوارج میں سے ہیں"۔ الجوہری کہتا ہے "الاباضیہ خوارج میں سے ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن اباض التمیمی کی طرف منسوب ہیں" اسکے نزدیک جیسا ہمارے سیاح کا بیان۔ ہے گناہ کوئی چیز نہیں۔

چنانچہ وہ ہمیں ایک خلیج پر لایا جس میں سمندر سے مدوجزر آتا تھا۔ جب میں نے اسکا یہ ارادہ دیکھا کہ وہ کپڑے لیکر عبور کرنا چاہتا ہے تو میں نے کہا کہ تو تنہا عبور کر۔ اور کپڑے میرے پاس ہی چھوڑ جا۔ اگر ہم سے ہو سکے گا تو اتر آئیں گے۔ ورنہ اوپر چڑھکر اترنے کا راستہ تلاش کرینگے۔ میرے اس کہنے سے وہ راہبر پلٹ آیا۔ اس اثناء میں ہم نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ وہ تیر کر پار اُتر گئے ہیں۔ اب تو ہمیں ثابت ہو گیا کہ اسکا ارادہ ہمیں غرق ہی کرنے اور کپڑے لیجانے کا تھا۔ اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اور میں نے احتیاط سے کام لیا۔ اپنی کمر باندھ لی اور برچھے کو ہلانا شروع کیا۔ اس سے وہ راہبر ڈر گیا۔ اور ہم اوپر کی جانب چڑھے۔ یہانتک کہ ہمیں راستہ ملگیا۔ پھر ہم ایسے صحرا کی طرف نکل گئے جس میں پانی نام کو بھی نہ تھا۔ وہاں ہم پر اسقدر تشنگی کا غلبہ ہوا۔ کہ جینا دوبھر ہو گیا خدا نے ہمارے پاس ایک سوار بھیجا جو اپنے ساتھیوں کے گروہ میں سے آ گیا تھا۔ انہیں سے ایک کے ہاتھ میں پانی کی صراحی تھی۔ مجھے بھی پلایا اور میرے ساتھی نے بھی پیا۔ ہم نے شہر کو قریب سمجھکر پھر راہ لی۔ حالانکہ ہمارے اور اسکے درمیان ہمیں کئی میلوں کی خندقیں طے کرنی پڑیں۔

جب شام کا وقت ہوا تو اُس راہبر نے ہمیں دریا کی طرف لیجانا چاہا لیکن وہان جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ کیونکہ پتھریلا ساحل تھا۔ اُسکے لیجانے کا مقصد یہ تھا کہ کپڑے لے اڑے۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ ہم جس راستہ پر ہیں۔ اسی راستہ پر چلتے ہیں۔ اسکے اور سمندر کے مابین تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا۔ جب رات تاریک ہو گئی۔ تو اُس نے ہم سے کہا چونکہ اب شہر ہم سے قریب ہو گیا ہے اسلئے ذرا بڑھے چلو تاکہ اسکے باہر صبح تک شب باش رہیں۔ اب میں ڈرا کہ کہیں راستہ میں کسی سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے نیز مجھے مسافت کا اندازہ بھی نہ تھا۔ کہ کسقدر باقی رہی ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ قرین مصلحت یہی ہے کہ راستہ چھوڑ کر کسی مقام پر سو رہیں۔ چنانچہ یہی کیا۔ جب صبح ہوگی تو انشاء اللہ شہر میں داخل ہو نگے۔ مجھے یہان سے بالائی کوہ پر کچھ آدمی نظر آئے۔ میں ڈرا کہ کہیں یہ چور نہ ہوں۔ اسلئے کہا کہ چھپنا زیادہ بہتر ہے۔ میرے ساتھی پر چونکہ

پیاس کا زیادہ غلبہ تھا اسلیئے اس امر میں اُس نے میری موافقت نہ کی۔

پھر میں نے راستہ چھوڑ دیا۔ اور ببول کے درختوں میں سے ایک درخت کی طرف چلا گیا۔ گو میں بہت تھک گیا تھا۔ اور مجھپر درماندگی غالب ہوگئی تھی۔ لیکن میں نے کوشش کی اور استقلال کو راہبر کے خوف کی وجہ سے دخل دیا۔ لیکن میرا ساتھی مریض ہوگیا تھا۔ اور اُس میں کوئی قوت باقی نہ تھی۔ اسلیئے میں نے راہبر کو اپنے اور اپنے ساتھی کے درمیان میں کر دیا۔ اور وہ کپڑے اپنے کپڑوں اور جسم سے ملا کر رکھ لئے تھے اور برچھا اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ میرا ساتھی اور راہبر دونوں سو گئے۔ لیکن میں جاگتا رہا۔ جب وہ راہبر کچھ بھی حرکت کرتا تو میں اُس سے کوئی نہ کوئی بات کر لیتا اور اُسے بتا دیتا کہ میں جاگ رہا ہوں۔ الغرض میں صبح تک اسی حالت میں رہا۔ پھر ہم راہ کی طرف نکلے تو لوگوں کو دیکھا کہ اپنا سامان لئے شہر کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے راہبر کو بھیجا کہ ہمارے لئے پانی لائے۔ اور کپڑے میرے ساتھی نے لیلئے۔ ہمارے اور شہر کے مابین فراز اور نشیب باقی تھے۔ جب وہ ہمارے پاس پانی لایا تو ہم نے پیا۔ یہ گرمی کا زمانہ تھا۔ پھر

فصل (۱۹) شہر قلہات میں ورود

ہمارا شہر قلہات میں ورود ہوا۔ یہاں ہم بہت گرتے مرتے پہنچے تھے۔ جوتوں نے میرے پیروں کی یہ حالت کر رکھی تھی۔ کہ ناخونوں کے نیچے سے خون جاری ہونے کے قریب تھا۔ جب ہم شہر ہذا کے دروازہ پر پہونچے تو جس آخری مصیبت سے سامنا ہوا وہ یہ تھی۔ کہ دروازہ پر جو شخص تعینات تھا اسنے ہم سے کہا کہ امیر شہر کے پاس تمھیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔ تاکہ تمہارے حالات اور تم جہاں سے آئے ہو سب کا اُسے علم ہو جائے۔ چنانچہ میں امیر مذکور کے پاس اسکے ساتھ گیا تو اُسے فاضل اور صاحب حسن اخلاق پایا۔ اُسنے مجھ سے میری کیفیت پوچھی اور مجھے اُتارا۔ میں اسکے پاس چھ دن مقیم رہا۔ میرے پیروں کو جس تکلیف سے دوچار ہونا پڑا تھا اُسکے باعث مجھ میں کھڑے ہونے کی قدرت نہ تھی شہر قلہات ساحل بحر پر ہے۔ اسکے بازار نہایت اچھے ہیں۔ یہاں تمام مسجدوں سے

عمدہ ایک مسجد بھی ہے جسکی دیواریں قاشانی کی ہیں جو الزلیج کے مشابہ ہے۔ یہ اسقدر بلند ہے کہ سمندر اور لنگرگاہ سے نظر آتی ہے۔ یہ الصالحہ بی بی مریم کی تیار کرائی ہوئی ہے یہ بی بی حُرّۃ کو کہتے ہیں جسکے معنی آزاد عورت یا خاتون کے ہیں۔ میں نے یہاں ایک ایسی مچھلی کھائی کہ اقالیم میں سے کسی اقلیم میں نہ کھائی تھی۔ میں اسے تمام گوشتوں پر فضیلت دیتا تھا اور ماسوا اسکے اور کوئی گوشت نہ کھاتا تھا۔ وہ لوگ اسے درخت کے پتوں پر بھونتے ہیں اور چاولوں پر اسے ڈالکر کھاتے ہیں۔ چاول انکے یہاں سرزمین ہند سے لیجایا جاتا ہے۔ یہ تمام لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ انکی گذر اوقات اسی پر ہے۔ جو انکے پاس بحرالہند سے لیجایا جاتا ہے جب انکے یہاں کوئی جہاز پہونچتا ہے تو بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ عرب ہیں۔ لیکن انکی زبان غیر فصیح ہے جو لفظ بولتے ہیں اسکے ساتھ "لا" (نہیں) ملاتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں "تاکل لا" "تمشی لا" "تفعل کذا لا" ان میں سے اکثر خوارج ہیں لیکن اپنے مذہب کے اظہار کی جرأت نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ سب السلطان قطب الدین تہتن ملک ہرمز کی رعایا ہیں اور وہ سُنی ہے۔

فصل (۲۰) طیبی میں ورود

قلہات کے قریب ایک موضع طیبی ہے اسکا نام طیب کے نام پر ہے اور اسطرح ہے کہ گویا متکلم کی اسی کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ یہ نہایت خوبصورت گاؤں اور اپنے حُسن کے لحاظ سے نہایت نادر ہے۔ اس میں بہت سی جاری نہریں۔ لہلہاتے درخت اور بکثرت باغات ہیں۔ یہاں سے پھل پھلاری قلہات لیجاتی جاتی ہیں۔ یہاں ایک قسم کا موز ہوتا ہے۔ جسے المُرواری کہتے ہیں۔ المرداری کے فارسی زبان میں معنی الجوہری کے ہیں (المروارید..... الجوہر) اسکی یہاں بہت کثرت ہے۔ یہاں سے ہرمز وغیرہ لیجایا جاتا ہے۔ یہاں پان بھی ہوتے ہیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے پتے۔ اور کھجوریں یہاں عمان سے لائی جاتی ہیں۔ پھر

---

۵ مقصود یہ ہے کہ "کھاؤ" "چلو" "ایسا کرو" لیکن "لا" سے نفی فعل کے معنی ہوجاتے ہیں۔ جو شخص انکی گفتگو کے طرز سے ناواقف ہے وہ ہر اس کام کو جسے کرنے کا حکم دیا جانے نہ کرنے پر اقدام کرے گا۔

ہم نے بلاد عمان کا ارادہ کیا۔ اور چھ دن تک مسافت طے کرتے رہے۔ پھر ساتویں دن۔

فصل (۳۱) بلاد عمان میں ورود

بلاد عمان میں وارد ہوئے۔ یہ سرسبز، نہروں۔ درختوں۔ باغات۔ کھجوروں اور مختلف قسم کے پھل پھلاریوں کے چمنستان پر مشتمل ہے۔ ہم ان بلاد کے دارالحکومت میں بھی گئے۔

فصل (۳۲) شہر نزدا میں ورود

یہ شہر نزدا[1] ہے جو بالائے کوہ پر واقع ہے۔ اسے چاروں طرف سے باغات اور نہریں گھیرے ہوئے ہیں۔ اسکے بازار بھی اچھے اور مسجدیں بھی بڑی بڑی اور شستہ ہیں۔

یہاں کے باشندوں کی یہ عادت ہے کہ لوگ مسجدوں کے صحنوں میں کھانا کھاتے ہیں۔ ہر شخص جو کچھ اُسکے پاس ہے لاتا ہے۔ اور یہ سب مسجد کے صحن میں کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں اور وارد وصادر بھی اسکے ساتھ کھاتا ہے۔

یہ سب بڑے بہادر اور شجاع ہیں۔ اور ہمیشہ ان میں جنگ قائم رہتی ہے۔ انکا مذہب الاباضیہ ہے۔ جمعہ کو چار رکعت نماز ظہر پڑھتے ہیں۔ جب اس سے فارغ ہوتے ہیں تو امام قرآن کی چند آیات اور کچھ نثر کلام جو خطبہ کے مشابہ ہوتا ہے پڑھتا ہے۔ اس میں ابوبکر اور عمر کے اسمائے گرامی پر تو رضی اللہ عنہ کہتا ہے۔ لیکن عثمان اور علی پر خاموش رہتا ہے۔ جب یہ علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو آپکو "رجل" سے کنایہ کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں "اُس شخص سے مذکور ہے" یا "اس شخص نے کہا ہے" اور الشقی اللعینی ابن ملجم[2] کا نام بھی رضی اللہ عنہ سے لیتے ہیں۔ اور اسکا نام لیتے ہیں "نیک بندہ فتنہ کا بیج کن" کہتے ہیں۔ انکی عورتیں نہایت فساد برپا کرنے والی ہیں۔ اور حیا اور عزت انکے پاس بھی نہیں پھٹکتی ہے۔

(۱) غالباً یہ نزوہ ہے جسکا ذکر صاحب مراصد الاطلاع نے کیا ہو۔ کہتے ہیں "نزوۃ عمان میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اسکے پاس ساحل پر کئی بڑے بڑے گاؤں بھی ہیں اسکے مجموعہ کو بھی نزوۃ ہی کہتے ہیں۔ اسکے باشندوں کا مذہب الاباضیہ ہے۔"

(۲) تاریخ ابوالفدا یا تاریخ اسلام جلد اول صفحات ۳۰۔ ۳۴۲ وغیرہ اس شخص کے حالات سے مملو ہیں۔

اور نہ اپنے اس برے چال چلن سے انکو کوئی نفرت ہی ہے۔ ہم قریب ہی ایک حکایت بیان کرینگے جو انکی اس روش پر شاہد ہوگی۔

ذکر (۲۳) سلطان عمان

اسکا سلطان عربی قبیلۃ الازد[1] بن الغوث میں سے اور ابی محمد بن نبہان کے نام سے مشہور ہے۔ انکے نزدیک ابو محمد ہر سلطان والی عمان کا لقب ہوتا ہے۔ جسطرح اتابک ملوک اللور کا لقب[2] ہے۔ اسکا دستور یہ ہے کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر ایک نشستگاہ میں بیٹھتا ہے۔ نہ وہاں کوئی حاجب ہوتا ہے اور نہ وزیر۔ کسی شخص کو وہاں جانے کی ممانعت بھی نہیں ہوتی خواہ مسافر ہو یا کوئی۔ مہمان کی عرب کی عادت کے موافق بڑی آؤ بھگت کرتا ہے۔ اسکی ضیافت کرتا اور اسی کے لحاظ سے حسن سلوک بھی کرتا ہے۔ اسکے اخلاق بہت اچھے ہیں۔ اسکے دسترخوان پر الحمار الانسی کا گوشت کھایا جاتا اور بازار میں بھی فروخت کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اسکے حلال ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن جو انکے یہاں وارد ہوتا ہے اسکے پیش نظر اس (پالتو گدھے کے گوشت) کو نہیں رکھتے۔

ذکر (۲۴) مواضعات عمان ہرمز

عمان کے شہروں میں سے ایک شہر زکی ہے۔ اس میں میں نہ جا سکا۔ اسکے متعلق مجھے یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یہ ایک بڑا شہر ہے اور اسکے متعلق مواضعات ذیل ہیں۔ قُریّات۔ کلبا۔ خورُ فکّان۔ اور صحار۔ ان سب میں نہریں۔ باغات۔ اور کھجوروں کے درخت ہیں۔ بلاد عمان میں سے اکثر حصہ ہرمز کے زیر حکومت ہے۔

(۱) ڈی ہربلوٹ (d'Herbelot) کے یہاں ذکر از تفصیل کے ساتھ ہے۔

(۲) مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوا کرتا تھا۔ اس کی جمع فراعین آتی ہے۔ ابوالفدا کہتا ہے کہ ابی الملک فلسطین کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ لقب اتابک اول اول ملک بادشاہ نے ۱۰۵۲ء میں اپنے وزیر نظام الملک کو دیا تھا۔ تاریخ ابوالفدا یا تاریخ اسلام جلد سوم۔ صفحات ۷-۲۲۶۔

فائدہ (۲۵) حکایت

میں ایک دن اسی سلطان ابی محمد ین تیہان کے پاس تھا۔ ایک کم سن خوبصورت کھلا ہوا چہرہ عورت اُسکے پاس آئی۔ اور اُسکے سامنے کھڑی ہو کر متوجہ ہو کر کہنے لگی۔ اے ابا محمد شیطان نے میرے سر میں زور باندھا ہے۔ اُس نے اُس عورت سے کہا جا کر اور شیطان کو بھگا آ۔ اُس نے اُس سے کہا۔ میں تو ایسا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اے ابا محمد میں تیرے پاس ہوں۔ پھر اُس نے اُس سے کہا کہ جا جو چاہے کر ڈال۔ جب میں اُسکے پاس سے چلا آیا۔ تو مجھ سے بیان کیا گیا کہ یہ عورت اور جو ایسے فعل کی مرتکب ہے وہ سب السلطان کے جوار میں یا پاس رہتی ہیں۔ بڑے کام کے لئے جاتی ہیں نہ ان کے باپ کو مجال ہے کہ انہیں اس سے باز رکھ سکیں اور نہ انکے کسی رشتہ دار کو۔ اگر وہ انہیں قتل کر دیں تو وہ قتل کئے جائیں کیونکہ یہ سب جوار السلطان میں ہیں۔

باب (۳۵) سی و پنجم

فصل (۱) ہرمز سے بحرین وغیرہ کوچ

پھر میں بلاد عمان سے بلاد ہرمز کے لئے روانہ ہوا۔

فصل (۲) ہرمز میں ورود

ہرمز[1] ساحل بحر پر واقع ہے۔ اسکا نام موغ الستان بھی ہے۔ اسی کے مقابل

(۱) البیحا ین (Assemani) کی ببلیا تھا اورینیٹ جلد سوم حصہ دوم۔ صفحات ۸-۷۵۵۔ میں اس مقام کے متعلق نہایت اعلےٰ جغرافیائی مضمون ہے۔ سر ولیم اوسطے کی جغرافیہ مشرقی کے ۱۲ و ۸۸ و ۱۳۸ و ۱۴۰ و ۱۴۱ وغیرہ بھی اس مقام کے حالات واذکار سے مملو ہیں۔ نیز ڈی ہربلوٹ (De Herbelot) حالات ہرمز کا شمار بھی ناظرین کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہے۔

بحرین میں سرمزا الحدید بھی ہے۔ یہ ایک جزیرہ ہے۔ اسکے شہر کا نام جرؤن ہے۔

فصل (۳) جرؤن میں ورود

یہ ایک خوبصورت بڑا شہر ہے۔ اسکے بازاروں میں ہر قسم کا مال مہیا رہتا ہے یہ الہند اور السند دونوں کا بندرگاہ ہے۔ یہاں سے ہندوستان کا مال دونوں عراقوں۔ فارس اور خراسان کو روانہ ہوتا ہے۔ اسی شہر میں السلطان رہتا ہے۔ وہ جزیرہ جس میں یہ شہر واقع ہے۔ ایک دن کی مسافت پر ہے۔ اسکا اکثر حصہ شورہ زار اور نمک کے پہاڑوں سے پُر ہے۔ یہ الدارانی[1] نمک ہے۔ اس نمک سے زینت کے لئے برتن بنائے جاتے اور وہ جہاز میں رکھے جاتے ہیں۔ جن پر چراغ رکھتے ہیں۔ ان کا کھانا مچھلی اور کھجوریں ہیں جو انکے پاس بصرہ اور عمان سے لیجائی جاتی ہیں۔ یہ اپنی زبان میں کہتے ہیں خُرما و ماہی۔ لُوت بادشاہی جسکے معنی عربی زبان میں یہ ہیں۔ التمر والسمك طعامہ الملوك (کھجور اور مچھلی بادشاہوں کا کھانا ہے) اس جزیرہ میں پانی قیمتاً ملتا ہے۔ یہاں پانی کے چشمے اور تالاب بنے ہوتے ہیں ان میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے۔ اور شہر سے فاصلہ پر ہیں۔ وہاں مشکیں لیجاتے ہیں ان میں بھرتے ہیں اور اپنی پیٹھوں پر لادکر سمندر کی طرف لیجاتے ہیں۔ وہاں سے چھوٹی کشتیوں پر لادکر شہر میں لاتے ہیں۔ میں نے عجائب میں سے باب الجامع کے پاس دیکھا کہ اسکے اور بازار کے مابین ایک مچھلی کا سر ہے۔ گویا کہ پشتہ بندھا ہوا ہے۔ اور اس کی دو توں آنکھیں گویا دُو دروازے ہیں۔ لوگوں کو دیکھا کہ اُن میں سے ایک سے داخل ہوتے ہیں۔ اور دوسرے سے نکلتے ہیں۔

اس شہر میں میں الشیخ الصالح سیاح یا لحسن الاقصرانی سے ملا۔ آپکا اصل مسکن بلاد روم ہے۔ آپ نے میری ضیافت کی مجھ سے ملنے آئے۔ مجھے پہننے کے لئے کپڑے دئے۔

(۱) صاحب قاموس کہتے ہیں کہ یہ نسبتی اسم خلاف قاعدہ بنایا گیا ہے۔ لیکن داریّا ۃ کی طرف منسوب ہو یہ شام میں ایک شہر کا نام ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۵۲۸، کلکتہ اڈیشن مولانا جامی اپنی کتاب نفحات الانس میں لکھتے ہیں بُودارانی دارا کی طرف منسوب ہے۔ یہ معمور ہائے مشرق میں سے ایک معمورہ ہے۔ مسٹر ہیکرز (Hama a Kers) اسے دارایا سے اخذ کرتے ہیں۔

اور کمر الصحبۃ عطا کیا۔ اگر اُسے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اکثر فقراء عجم اُسے گلے میں لٹکاتے ہیں۔

اس شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک زیارت گاہ ہے جسکی خضر اور الیاس علیہا السلام کی طرف نسبت کیجاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر یہ عبادت کرتے تھے اس سے بہت سی برکتیں اور آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں ایک خانقاہ بھی ہے۔ جس میں مشائخ میں سے ایک شیخ رہا کرتا تھا اور ہر وارد و صادر کی خدمت کیا کرتا تھا ہم اسکے پاس کئی دن مقیم رہے۔ یہیں سے ہم ایک مرد صالح کی زیارت کو گئے۔ جس نے دنیا سے انقطاع اختیار کر لیا تھا۔ اور اس جزیرہ کے آخر میں رہا کرتا تھا۔ اپنے رہنے کے لئے ایک غار بنایا تھا اور اُس میں خانقاہ بھی تھی۔ ایک نشستگاہ اور چھوٹا سا گھر بھی بنایا تھا۔ اس میں اسکی جاریہ رہا کرتی تھی۔ اور اسکے غلام غار کے باہر اسکی گائیں اور بھیڑیں چرایا کرتے تھے۔ یہ شخص بڑے تاجروں میں سے تھا۔ حج بیت اللہ کیا اور قطع خلائق کر کے اس جگہ عبادت کے لئے گوشہ نشین ہو گیا۔ اور اپنا سارا مال ایک شخص کو دیدیا۔ جو اسکے بھائیوں میں سے تھا۔ جو اُس مال سے اسکے لئے تجارت کیا کرتا تھا۔ ہم ایک رات اسکے پاس بھی رہے تھے۔ ہماری بہت اچھی مہمانداری اور خاطر و تواضع کی۔ اللہ بہتر اُس سے خوش رہے۔ اُسکے چہرہ سے خیر اور عبادۃ کے آثار نمایاں اور درخشاں تھے۔

ذکر (۴) سلطان ہرمز

وہ السلطان قطب الدین تہمتن بن طوران شاہ[1] ہے۔ یہ کرام سلاطین میں سے

(۱) مسٹر گیگنز (Guegnen) شاہان ہرمز کی جلد اول صفحہ ۳۴۵ میں ایک فہرست لگا دی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ٹیکزیریا (Texeira) کے بادشاہوں میں سے تھا۔ لیکن اسپر جس شبہ کا انہوں نے اظہار کیا ہے وہ خود چنداں وثوق نہیں رکھتا۔ اس میں طوران شاہ کا عہد ۱۲۷۶ھ کے تحت میں ہے۔ لیکن ہمارے سیاح نے اسکے ایک لڑکے کا ذکر ۱۳۴۷ء میں کیا ہے کہ یہ تخت شاہی پر رونق افروز تھا اور اس تخت نشین شاہزادہ کا جو نام لکھا ہے وہ ٹیکزیریا (Texeira) کی فہرست سے خارج ہے اس بنا پر میں کہتا ہوں کہ گوگنز (Guegnen) کے اشتباہ میں یہ خرابی ہے کہ اُس سے وثوق نہیں ہوتا۔ لیکن درحقیقت نہایت وثوق پر مبنی ہے

نہایت متواضع اور صاحب حسن خلق ہے۔ اسکی عادت ہے کہ جو فقیہ صالح یا شریف اسکے پاس آتا ہے کہ خود بنفس نفیس اس سے ملنے جاتا اور اداے حق پر مستعد رہتا ہے۔ جب ہم اسکے جزیرہ میں گئے ہیں تو ہم نے اسے اسکے بھائی نظام الدین کے دونوں بیٹوں کے ساتھ جنگ پر آمادہ اور اُس میں مشغول پایا۔ ہر شب کو میدان کارزار گرم رہتا۔ اور جزیرہ پر جنگ غالب ہوچکی تھی۔ ہمارے پاس اسکا وزیر شمس الدین محمد بن علی اسکا قاضی عماد الدین الشونکاری اور فضلاء کی ایک جماعت آئی اور سب نے اس جنگ میں مصروفیت کا عذر پیش کیا۔ ہم اسکے پاس سولہ دن مقیم رہے۔ جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو بعض اصحاب نے مجھسے کہا۔ سلطان کے بغیر دیکھے ہوئے ہم یہاں سے کیونکر واپس ہوں۔ پس ہم الوزیر کے مکان پر آئے۔ یہ اسی خانقاہ کے ہمسایہ میں رہتا تھا جس میں میں اترا ہوا تھا۔ میں نے اُس سے کہا میں سلطان کو سلام کرنا چاہتا ہوں اُس نے کہا بسم اللہ۔ اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے سلطان کے مکان کی طرف گیا۔ یہ ساحل بحر پر واقع تھا۔ اور وہاں بہت سی کشتیاں جمع تھیں۔

کیا دیکھتا ہوں کہ اسپر ایک شیخ تنگ اور میلے کپڑے پہنے بیٹھا ہے۔ اُسکے سر پر عمامہ اور کمر میں ٹپکا بندھا ہوا ہے۔ وزیر نے اُسے سلام کیا۔ لیکن مجھے اسکا علم نہ تھا کہ یہی بادشاہ ہے۔ اُسکی ایک جانب اسکا بھانجہ علی شاہ بن جلال الدین الکیجی تھا چونکہ میرے اور اُسکے درمیان پہلی شناسائی تھی۔ اس سے میں اُس سے گفتگو کرنے لگا۔ لیکن اتبک میں بادشاہ کو نہ جان سکا۔ اتنے میں وزیر نے مجھے جتلایا کہ بادشاہ یہی ہے۔ اس سے مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ پہلے میں نے اُسکے بھانجہ سے گفتگو شروع کی اور اُس سے نہ کی۔ اسلئے میں نے اس سے معافی مانگی۔ پھر وہ کھڑا ہوا اور اپنے گھر میں داخل ہوا۔ اُسکے پیچھے پیچھے امراء۔ وزراء۔ اور ارباب دولت گئے۔ اور الوزیر کے ساتھ میں بھی داخل ہوا۔ میں نے اُسے تخت شاہی پر اُسی پہلے لباس میں بیٹھے ہوئے پایا۔ اُسے بدلا نہ تھا۔ اسکے ہاتھ میں موتیوں کی ایک ایسی تسبیح تھی کہ آجتک ویسی میں نے نہیں دیکھی۔ کیونکہ موتی نکلنے کے مقامات اسکے زیر حکومت تھے۔ امراء میں سے ایک امیر اسکے ایک جانب

بیٹھ گیا۔ اور میں اس امیر کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

پھر اس نے میرے حالات۔ میرے آنے کی کیفیت اور بادشاہوں میں سے جن جن سے ملا تھا اسکے متعلق دریافت کیا۔ میں نے اُسے کل حالات بتائے۔ کھانا آیا۔ تمام حاضرین نے کھایا لیکن اسکے ساتھ اس نے نہ کھایا۔ پھر وہ کھڑا ہوا۔ میں نے وداعی رسم ادا کی اور چلا آیا۔

اسکے اور اسکے بھائی کے دونوں بیٹوں کے مابین جنگ کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایکمرتبہ بطریق سیر نئے شہر سے ہرمز قدیم اور اُسکے باغات میں بحری سفر کیا تھا۔ ان دونوں کے مابین سمندر میں تین فرسخ کی مسافت ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں۔ اسکی اسکے بھائی نظام الدین نے مخالفت کی۔ اور خود حکومت کا دعوی کر کے اہل جزیرہ سے بیعت کرا لیا۔ اور تمام لشکر نے بھی اُس سے بیعت کر لی۔ اسپر قطب الدین علی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور براہ بحر شہر قلہات کو جسکا پہلے ذکر آچکا ہے چلدیا۔ چونکہ یہ اسکے بلاد میں سے ہے اسلئے یہاں کئی ماہ مقیم رہا۔ پھر جہازوں پر سوار ہو کر جزیرہ مذکور آیا۔ وہاں کے باشندوں سے مع اپنے بھائی کے جنگ کی۔ انھوں نے شکست دی۔ یہ قلہات واپس چلا آیا۔ ایسا ہی کئی مرتبہ پیش آیا۔ اب ماسوا اسکے اسے کوئی ترکیب نہ نظر آئی۔ الا یہ کہ اپنے بھائی کی بعض عورتوں کو ملا کر اُسے زہر دلوا دیا۔ چنانچہ وہ مر گیا۔ پھر وہ اُس جزیرہ میں آیا اور داخل ہو گیا۔ اور اُسکے بھائی کے دونوں بیٹے خزانے۔ مال اور لشکر لیکر جزیرہ قیس کی طرف بھاگ گئے۔ جہاں سے موتی نکالے جاتے ہیں۔ پھر جو الہند اور السند سے آتا تھا۔ اسے لوٹ لیتے تھے۔ نیز اسکے بلاد بحریہ پر بھی ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ یہانتک کہ اُس کا اکثر حصہ ویران کر دیا۔

پھر ہم شہر جیرون سے ایک مرد صالح کی زیارت کیلئے شہر خُنج بال(۱) کو روانہ ہوئے۔

(۱) محمد فتح اللہ البیلونی نے اپنی تلخیص رحلہ ابن بطوطہ موجودہ پبلک لائبریری کیمرج میں اس مقام کو خنج بال لکھا ہے۔ لیکن مسٹر ادوس برک ([illegible]) نے اپنی کتاب "عراق فارسی کے تفصیلی حالات" کے صفحہ ۱۵ میں خنج جنبابان لکھا ہے اور غالباً یہی صحیح بھی ہے کیونکہ صاحب مراصد الاطلاع کی تحریر سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ یہ کہتے ہیں "خنجبان۔ ساوہ اور اسدی کے مابین ایک بڑا موضع ہے"۔

جب سمندر کی مسافت طے کر لی تو ترکمانوں سے چوپائے کرایہ پر لئے۔ ان لوگوں کی انہیں بلاد میں بود و باش ہے۔ انکی شجاعت اور راستہ کی شناسائی کی وجہ سے ماسوا انکی معیت کے یہاں کوئی شخص سفر نہیں کر سکتا۔ اس میں ایک چار دن کی مسافت کا صحرا ہے جس میں بدوچور راہزنی کرتے ہیں اور گرمیوں کے موسم اور حزیران میں یہاں بادسموم چلتی ہے۔ جسے اس بادسموم نے پکڑ لیا اُسے زندہ نہ چھوڑا۔ مجھ سے بیان کیا گیا کہ ایک شخص اسی بادسموم سے مر گیا تھا۔ جب اس متوفی کے ساتھی اُسے غسل دینے لگے تو تمام اعضائے میں سے اُسکا ہر جوڑ جُدا ہو جاتا تھا۔

یہاں بہت سی اُن لوگوں کی قبریں ہیں جو اسی بادسموم کے شکار ہو چکے ہیں۔ ہم یہاں رات کو سفر کیا کرتے تھے۔ جب آفتاب طلوع ہو جاتا تھا تو ببولوں کے درختوں کے سایہ کے نیچے قیام کرتے تھے۔ اور پھر عصر کے بعد سے طلوع آفتاب تک سفر کرتے تھے۔ اس صحرا اور اسکے مضافات میں ایک شخص جمال اللُک (اللوک) جو وہاں اسی نام سے مشہور تھا۔ راہزنی کیا کرتا تھا۔

فائدہ (۵) حکایت

جمال اللک سجلستان کے باشندوں میں سے عجمی الاصل تھا۔ اللک کے معنی دو کٹے ہوئے" کے ہیں۔ اُسکا ایک ہاتھ کسی لڑائی میں کٹ گیا تھا۔ اسکے پاس عربی اور عجمی سواروں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ انہیں کی مدد سے راہزنی کیا کرتا تھا۔ جو مال لوگوں سے لوٹتا اُس سے خانقاہیں بنواتا اور وارد و صادر کو کھانا کھلاتا۔ کہتے ہیں کہ وہ دعوی کیا کرتا تھا کہ جو شخص اپنے مال کی زکوۃ نہیں دیتا وہی لوٹا جاتا ہے۔ اس صورت سے ایک مدت دراز گذر گئی۔ یہ اور اسکے سوار نکل جاتے تھے اور ایسے ایسے میدانوں سے گذرتے تھے کہ ماسوا انکے اور انہیں کوئی نہ جانتا تھا اور ان میں پانی کی مشکیں اور چھاگیں دفن کر دیتے تھے۔ جب لشکر شاہی اُن کا پیچھا کرتا تھا تو یہ صحرا میں چلے جاتے تھے۔ اور پانی نکال لیتے تھے۔ لشکر ہلاک ہونے کے خوف سے اُن کا تعاقب چھوڑ دیتا تھا اور واپس آجاتا تھا۔

اسی حالت پر انہیں ایک مدت گذر گئی۔ نہ تو ملک العراق کو ان سے تاب مقاومت ہوئی۔ اور نہ اسکے ماسوا کسی اور کو۔ پھر تائب ہوکر عبادت میں مشغول ہوگیا۔ یہانتک کہ انتقال کرگیا اب اسکی قبر اسکے بلاد کے باشندون کی زیارت گاہ ہے۔ ہم اس صحرا میں مسافت طے کرتے رہے یہانتک کہ۔

فصل (۶) کورستان میں ورود

کورالستان پہونچے یہ ایک چھوٹا سا شہر مشتمل بر انہار و باغات ہے۔ یہاں گرمی سخت پڑتی ہے۔ پھر یہاں سے اسی قسم کے صحرا میں جسکا اوپر ہم ذکر کرچکے ہیں۔ تین دن تک سفر کیا۔ اور۔

فصل (۷) شہر لار میں ورود

شہر لار(۱) میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا شہر مشتمل بر چشمہائے کثیرہ۔ آبہائے جاری اور باغات ہے۔ یہاں کے بازار بھی اچھے ہیں۔ یہاں ہم الشیخ العابد ابی دلف محمدؒ کی خانقاہ میں فروکش ہوئے یہ وہی بزرگ ہیں جنکی زیارت کا ہم نے خنج بال میں ارادہ کیا تھا۔ اس خانقاہ میں انکے صاحبزادہ ابوزید عبدالرحمن رہتے ہیں۔ اور آپکے ساتھ فقرا کی ایک جماعت بھی رہا کرتی ہے۔ انکی عادت یہ ہے کہ روزانہ نماز عصر کے بعد خانقاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر شہر کے ہر مکان پہ پھیری لگاتے ہیں۔ ہر گھر سے ان کو روٹیاں دو دو روٹیاں ملتی ہیں۔ یہی وارد و صادر کو کھلاتے ہیں۔ گھرون والے انکے اس فعل کو پسند کرتے ہیں۔ اسلئے اپنے کھانے کے ساتھ اس حق کا لحاظ رکھکر کچھ زیادہ پکاتے ہیں۔ ہر جمعہ کی شب کو اس خانقاہ میں شہر کے فقراء اور صلحا جمع ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک سے جو کچھ ہوسکتا ہے از قسم دراہم لاتا ہے۔ انہیں جمع کرتے اور اُس شب کو خرچ کرتے ہیں اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ یعنی نماز۔ ذکر اور تلاوۃ میں مصروف رہتے ہیں۔ اور پھر نماز صبح

(۱) لارستان کا دار السلطنت ہے۔

پڑھکر چلے جاتے ہیں۔

ذکر (۸) سلطان الازکا

اس شہر میں جو سلطان ہے اُسے جلال الدین کہتے ہیں۔ یہ قوم ترکمان میں سے ہے۔ مجھے ضیافت کے لئے بھی مدعو کیا تھا۔ حالانکہ نہ اُس سے ہم کبھی ملے تھے اور نہ دیکھا تھا۔ پھر ہم۔

ذکر (۹) شہر خنج بال کو روانگی

شہر خنج بال کو روانہ ہوئے۔ اسی میں وہ شیخ ابی دلف رہتے ہیں۔ جنکی زیارت کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ اور انکی خانقاہ میں اترے۔ جب میں خانقاہ میں اترا تو دیکھا کہ آپ اسی کے پاس ایک طرف زمین پر بیٹھے ہیں۔ اور ایک سبز پرانا اونی جبہ (۱) زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے سر پر سیاہ اونی عمامہ ہے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ اور میرے آنے اور میرے ملک کا حال دریافت کیا۔ مجھے اتارا اور میرے پاس کھانا اور پھل پھلاری اپنے لڑکے کے ہاتھ بھیجتے رہے۔ جو صالحین میں سے نہایت خشوع اور تواضع والا تھا۔ ان شیخ ابی دلف کی عجیب شان اور نہایت تعجب خیز حالات تھے۔ آپ کا اس خانقاہ میں خرچ بہت بڑھا ہوا تھا۔ لوگوں کو بہت کچھ دیا کرتے۔ کپڑے پہنایا کرتے۔ گھوڑوں پر سوار کر کے انہیں عطا کر دیا کرتے۔ اور ہر وارد و صادر سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ ان بلاد میں میں نے آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ماسوا اسکے کہ اخوان (۲) اور اصحاب جو کچھ انکی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور کوئی ذریعہ آمدنی کا نہیں معلوم ہوتا تھا اکثر لوگ خیال کرتے تھے کہ آپ

(۱) جبتی صوف کے متعلق عام طریقہ پر یقین کیا جاتا ہے کہ صوف انہیں کے نام کی طرف منسوب ہے مسٹر تولک نے اپنی کتاب متعلق تصوف مطبوعہ برولینی ۱۸۲۱ء کے صفحہ ۲۰ وغیرہ میں اس بحث پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

(۲) اس اخوانیت یا اخوت پر انشاء اللہ کسی مناسب مقام پر روشنی ڈالی جائیگی۔

فتوحات غیبی سے صرف کرتے ہیں۔[1]

اسی خانقاہ مذکور میں الشیخ مذکور الولی الصالح القطب دانیال کا مزار ہے۔ آپکے نام کو ان بلاد میں کافی شہرت ہے اور ولادت میں آپ کا مرتبہ بھی بہت بڑا ہے۔ آپکے مزار پر ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے۔ جسے السلطان قطب الدین تہمتن بن طوران شاہ نے بنایا تھا۔ میں الشیخ ابی دلف کے پاس صرف ایک ہی دن ہم سفر رفقاء کی عجلت کی وجہ سے ٹھہر سکا۔ اور سُنا کہ شہر خنج بال مذکور میں ایک خانقاہ ہے جس میں نیکو کاروں اور عابدوں کی ایک جماعت رہا کرتی ہے۔ چنانچہ میں شام کو وہاں گیا اور انکے شیخ اور انکی خدمت میں سلام عرض کیا۔ نیز اس جماعت کو بہت بابرکت پایا۔ اُن سے عبادت کے آثار عیاں تھے۔ زرد رنگ نحیف الاجسام سیے انتہا روتے اور آنسو رواں رہتے تھے۔ وہاں میرے پہونچتے ہی کھانے کے وقت کھانا لایا گیا۔ انکے بڑے نے کہا کہ میرے لڑکے محمد کو بھی بلالو وہ اس خانقاہ کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ ہماری طرف آیا۔ کثرت عبادت نے اسے ایسا لاغر کر دیا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا گویا ابھی قبر سے نکلکر آیا ہے۔ اسنے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اُسکے والد نے اس سے کہا بیٹا ان واردین کے ساتھ کھانا کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ انکی برکات سے تمہیں فیض ہوگا۔ لیکن وہ روزہ سے تھا چنانچہ ہمارے ہی ساتھ افطار کیا۔ یہ سب شافعی المذہب ہیں۔ جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو انھوں نے ہمارے لئے دُعا کی اور ہم چلے آئے۔ پھر ہم وہاں سے

فصل (۱۰) شہر قیس یا سیراف میں ورود

ہم شہر قیس کو روانہ ہوئے۔ اسے سیراف[2] بھی کہتے ہیں۔ اُس بحر الہند کو ساحل پر

---

(۱) عربی عبارت یہ ہے ویرعم کثیر من الناس انہ ینفق من الکون۔ یہاں لفظ کون نے مشکلات کا سامنا کر دیا ہے عموماً اسکا مفہوم ذریعہ کا ہے یعنی جیسے حادث غیبی تبودہ پیدا شدہ" یعنی غیب سے کوئی چیز وجود میں نہ آئی ہو۔ لیکن وقت پر پیدا ہوگئی ہو۔ لیکن غالباً اس جگہ اس سے یہی مراد ہے جو میرے ترجمے سے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) ایسی ہین لے سمسمہ جدید یہا کی ببلیا تھا اور نیٹ جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۷۹ جغرافیہ شرق از سرویلیم اوسلے صفحات ۸۲، ۸۸، ۱۰۴، ۱۰۵ وغیرہ وادریسی فصل ششم متعلق آب و ہوا درجہ سوم اسکے بیانات سے مملو ہیں۔

واقع ہے جو بحرالیمن اور فارس سے متصل ہے۔ اسکا شمار اضلاع فارس میں ہے۔ یہ نہایت نعمت والا۔ وسیع شہر اور پاکیزہ مقام ہے۔ اسکے مکانات مین نہایت تعجب خیر باغات ہیں۔ جن میں خوشبودار گھاس اور لہلہاتے درخت ہیں۔ یہاں کے باشندون کا پانی ان چشمون سے حاصل ہوتا ہے جو اسکے پہاڑون سے نکلتے ہیں۔ یہ سب عجمی اشراف اہل فارس ہیں۔ ان میں بنی سفان عرب کا ایک قبیلہ بھی رہتا ہے۔ یہ لوگ موتیون کی غوطہ زنی کا کام کرتے ہیں۔

ذکر (۱۱) مغاص الجوہر یا موتیون کیلئے غوطہ زنی کے مقامات

وہ مقام جہاں موتی نکالنے کے لئے غوطہ زنی کرتے ہیں سیراف اور بحرین کے مابین ایک کھلا رہا ہے جس میں بہت بڑی ندی کی طرح پانی بہا رہتا ہے۔ اپریل اور مئی کے مہینون میں وہاں بہت سی کشتیاں آتی ہیں۔ ان میں غوطہ زن غوطہ لگانا چاہتے ہیں تو کچھوے کی ہڈی پہن لیتے ہیں یہ اوپر کا ٹھیکرا ہوتا ہے اور اسی ہڈی کی مقراض کے مشابہ ایک شکل بناتے ہیں جسے اپنی ناک پر باندھتے ہیں۔ پھر اپنی کمر میں ایک رسی باندھتے ہیں۔ اور غوطہ لگاتے ہیں۔ انہیں پانی کے اندر سانس روکنے کی کسی کو کم کسی کو زیادہ مہارت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایک گھنٹہ اور دو گھنٹے سانس روکے رہتے ہیں اور اس سے زیادہ بھی سانس روک سکتے ہیں۔ جب سمندر کی گہرائی میں غوطہ لگانے والا پہنچتا ہے۔ تو وہاں چھوٹے چھوٹے پتھرون کے درمیان اُسے ریگ میں سیپیاں جمی ہوئی ملتی ہیں۔ اُنہیں اپنے ہاتھ سے اکھیڑتا ہے۔ یا لوہے سے جو اسی کام کیلئے اُسکے پاس ہوتا ہے جدا کرتا ہے۔ اور انہیں ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈالتا جاتا ہے جو اسکی گردن میں لٹکا ہوتا ہے۔ جب دم گھٹنے لگتا ہے تو رسی مذکور کو ہلاتا ہے۔ اس سے اُس آدمی کو معلوم ہوجاتا ہے جو ساحل پر رسی کو پکڑے ہوئے ہے۔ اُسے کشتی کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اُس سے تھیلا لے لیا جاتا ہے۔ اور سیپیاں کھولی جاتی ہیں۔ اُنکے اندر گوشت کے ٹکڑے نکلتے ہیں۔ جو لوہے سے کاٹ لئے جاتے ہیں۔ جب انہیں ہوا لگتی ہے تو منجمد ہوجاتے اور موتی بنجاتے

ہیں تمام چھوٹے بڑے جمع کر لیتے جاتے ہیں۔ اُن میں سے پانچواں حصہ تو سُلطان لے لیتا ہے اور باقی وہ تاجر خرید لیتے ہیں۔ جو اُن کشتیوں میں ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جن کا غوطہ زنوں پر پیشگی روپیہ آتا ہے۔ وہ موتیوں کو اس پیشگی میں جو واجب الادا ہوتا ہے مجرا کر لیتے ہیں۔ پھر ہم سیراف سے۔

فصل (۱۲) شہر البحرین میں ورود

شہر البحرین[1] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا خوبصورت شہر مشتمل بر باغات۔ اشجار و انہار ہے۔ یہاں پانی آسانی سے نکل آتا ہے۔ ہاتھوں سے کھودتے ہیں اور پانی نکال لیتے ہیں۔ یہاں کھجور انار اور اُترج کے چمن ہیں اور کاشت روئی کی ہوتی ہے۔ یہاں گرمی سخت پڑتی اور ریگ کی کثرت ہے۔ کبھی کبھی بعض مکانات ریگ میں چھپ جاتے ہیں۔ اسکے اور عمان کے درمیان ایک راستہ تھا اسپر ریگ اسقدر چھپ گئی کہ راستہ بند ہو گیا اسلئے اب عمان ماسوا سمندر کے راستہ کے کوئی نہیں پہونچ سکتا۔

ذکر (۱۳) کوہ ہائے کُسیر و ذکر (۱۴) عویر

اسکے قریب دو بڑے بڑے پہاڑ ہیں ایک کا نام جو اسکے مغرب میں ہے کُسیر ہے۔ اور دوسرے کا نام جو اسکے مشرق میں ہے عُویر ہے۔ ان دونوں پر ایک ضرب المثل بنائی گئی ہے۔ کہتے ہیں۔ کُسیر و عُویر و کل غیر خیر[2] (کسیر اور عویر اور اسکے ماسوا میں خیر ہے) پھر ہمارا

---

(۱) ڈی ہربلوٹ ([illegible]) متعلق بحرین۔ مقام ہٰذا کے تفصیلی اور مفید بیان سے مملو ہے۔

(۲) ادریس نے درجہ دوم کی آب و ہوا کے بیان کی چھٹی فصل میں ان پہاڑوں کا اسطرح حال بیان کیا ہے کسیر اور عویر یہاں ساحل یمن کے قریب واقع ہیں اور ان دونوں پہاڑوں کے مقابل ایک جگہ ہے جسے دردور ([illegible]) کہتے ہیں۔ اس جگہ کا سمندر بحر عزرہ کہلاتا ہے۔ الدردور ایک مقام ہے جس میں پانی کا اسطرح ہمیشہ بھنور پڑتا ہے جسطرح چکی کا پاٹ پھرتا ہے اور اس گردش کو کسی وقت نہ کوئی نقص ہوتا ہے اور نہ سکون جب اسکی طرف کوئی جہاز وغیرہ جاتا ہے تو یہ بھی بھنور میں پڑ کر گردش کرنے لگتا ہے حتی کہ تلف ہو جاتا ہے۔ . . . . یہ دو پہاڑوں کسیر اور عویر (یا انکے ساحلوں) کے مابین ایک تنگ مقام ہے جس سے چھوٹے جہاز تو گذر جاتے ہیں۔ لیکن چینی جہاز نہیں گذر سکتے یہ دونوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

فصل (۱۵) شہر القطیف میں ورود

شہر القطیف[1] میں وارد ہوا۔ گویا یہ نام "قطف" کی تصغیر ہے یہ ایک بڑا اور اچھا شہر ہے کھجور کے درخت بکثرت ہیں۔ یہاں عربوں کے گروہ رہتے ہیں۔ جنکا مذہب رافضیہ غلاۃ ہے اپنے رفض کا علانیہ اظہار کرتے ہیں۔ اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ ان کا مؤذن اپنی اذان میں "الشہادتین" کے بعد "اشہد ان علیاً ولی اللہ" کہتا ہے اور دونوں "حیعلتین" کے بعد "حیّ علی خیر العمل" کہتا ہے۔ اور تکبیر اخیر کے بعد یہ کہتا ہے "محمد وعلی خیر البشر۔ من خالفہا فقد کفر" پھر یہاں سے روانہ ہو کر۔

فصل (۱۶) شہر ہجر یا الحسا میں ورود

ہمارا شہر ہجر میں ورود ہوا۔ اب اس مقام کا نام الحصا ہے یہ وہی شہر ہے۔ جسکے لئے یہ ضرب المثل ہے "کجا لب التمر الی ہجر" یہاں ایسی کھجوریں بھی ہیں جو اسکے ماسوا کسی بلاد میں نہیں یہی ان کے چوپاؤں کا چارہ بھی ہے۔ یہاں کے باشندے عرب ہیں۔ اور اکثر قبیلہ عبد القیس بن افصی سے ہیں۔ پھر ہم یہاں سے روانہ ہو کر۔

فصل (۱۷) شہر الیمامہ یا حجر میں ورود

شہر الیمامہ میں وارد ہوئے۔ اسکا نام حجر[2] بھی ہے۔ یہ ایک خوبصورت سرسبز شہر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پہاڑ پانی کے اندر اسطرح چھپے ہوتے ہیں کہ انکا کوئی حصہ نظر نہیں آتا اور پانی انکے اوپر ہو کر بہتا ہے صرف جہازران انکی جگہ جانتے ہیں اور انسے پہلو بچاتے ہیں" غالباً اس ضرب المثل کا محل استعمال اور مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کی مخالفت ہی لوگوں کی بہتری کا باعث ہوتی ہے۔ نویں صدی کے صرف دو سیاحوں نے ان پہاڑوں کا ذکر کیا ہے مینکر ٹن (۱۸۱۱ء) ہند کا سمندر) جلد ہفتم صفحہ ۱۸۵

(۱) ادریسی تیسرے درجہ کی آب ہوا کے تحت فصل ۶ میں بیان کرتا ہے "اب شہر قطیف کے متعلق سو یہ سمندر کے قریب ہے اور بذات خود بڑا ہے۔ قطیف سے الاحسار تک دو دن کا راستہ ہے۔ اور قطیف سے حمص تک بھی دو دن کی مسافت ہے۔ یہ مقام البحر الفارسی یا خلیج فارس پر بھی واقع ہے۔

(۲) ادریسی اس مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے "پھر الاحسار تک ایک منزل ہے پھر حمص تک ایک منزل۔ پھر حجر کے

مشتمل بر انہار و اشجار ہے۔ یہاں عرب کے گروہ رہتے ہیں۔ جن میں سے اکثر بنی حنیفہ میں سے ہیں۔ یہ ان کا قدیم شہر ہے۔ اور ان کا امیر طفیل بن غانم ہے۔ پھر میں اس امیر کے ساتھ رسم حج ادا کرنے کے لئے گیا۔ یہ ۷۳۲ھ مطابق ۱۳۳۲ء کا واقعہ ہے۔ چنانچہ میں مکہ شرفہا اللہ تعالے لے پہونچا۔ اسی سال الملک الناصر سلطان مصر رحمہ اللہ اور اسکے تمام امرا نے بھی حج کیا تھا۔ یہ حج اسکا حجۃ الوداع تھا۔ اس نے اہل حرمین شریفین اور مسافرین پر احسانات جزیلہ کئے۔ اس سال الملک الناصر نے اس امیر احمد کو قتل کیا جسے لوگ اسکا بیٹا کہتے ہیں۔ نیز اسکے امرا کبار میں سے بکتمور الساقی کو بھی قتل کیا۔

فصل (۱۸) حکایت

مذکور ہے کہ الملک الناصر نے بکتمور الساقی کو ایک جاریہ عطا کی تھی۔ جب اس نے اس سے ہمبستری کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ میں الملک الناصر سے حاملہ ہوں۔ اسپر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ساحل تک ایک منزل۔ پھر اس دوسرے درجہ کی آب و ہوا کے تمام مقامات کا چھٹی فصل میں ذکر کیا ہے اور اس جگہ کا بھی ذکر ہے۔ اسیطرح یمامہ بھی ہے ان بندرگاہوں اور مقامات میں کہیں پانی نہیں" ملاحظہ ہو "سرزمین یمامہ کے شمال اور اسکے شہروں میں سے حجر ہے جو اب ویران ہو گیا ہے۔ اس شہر میں اپنے عہد میں یمامہ کی ملکہ رہتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ ساحل حجر سے بصرہ تک ساحل پر ایک سڑک چلی گئی ہے۔ لیکن غیر آباد" ملاحظہ ہو تاریخ اسلام یا تاریخ ابو الفداء۔ جلد اول صفحہ ۱۷۱ ابو الفداء نے الاحساء کا طول البلد ۳۰.۲۷ (یا ۸) ۳۰- اور عرض البلد ۸" ۲۲۰ دیا ہے۔ اور قلمبند کرتا ہے۔ چھوٹا شہر مشتمل بر کثرت درختہاے خرما و آبہاے جاری ہے۔ اسکے چشمے بہت گرم ہیں۔ اور الاحساء ریگستان میں ہے اور قطیف (قطیف) جنوبی مغربی سمت تقریباً دو منزل کی مسافت پر ہے۔ یہاں بھی خرموں کے درختوں کی وہی کثرت ہے جو دمشق میں جو اس کے گرداگرد واقع ہیں۔ المشترک میں مذکور ہے۔ کہ الاحساء حسا کی جمع ہے جس کے معنی ریگ کے ہیں۔ جس میں پانی جذب ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب یہ زمین کی سختی کو پہونچ جاتی ہے تو پانی جذب ہونا بند ہو جاتا ہے۔ پھر عرب اسے کھودتے ہیں۔ اور پانی نکالتے ہیں۔ یہ احساء حجر کے بنی سعد کا ہے اور ان قرامطہ کی رہنے کی جگہ ہے جو البحرین میں رہتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ بنی سعد کا احساء، وہ احساء نہیں ہے جو القرامطہ کا ہے۔ الاحساء کی کوئی شہر پناہ نہیں۔ اس کے اور یمامہ کے ما بین چار دن کی مسافت ہے۔ الاحساء اور القطیف دونوں کے باشندے۔ الخرج جو یمامہ کی ایک وادی ہے پھل لیجاتے ہیں۔ اور ہر پہلوں کے بار کے عوض جو اونٹوں پر ہوتا ہے۔ دوسرا اونٹوں کا گیہوں کا بار خرید تے ہیں۔

اُس نے اس سے ہمبستری نہ کی۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُس نے اسکا نام امیر احمد رکھا۔ اسلئے بکتمور ہی کی گود میں پرورش پائی۔ اس سے آثار نجابت ظاہر ہوئے اور ابن الملک الناصر کے لقب سے شہرت پائی۔ جب یہ اس حج میں آیا تو ان دونوں نے الملک الناصر کو غفلت میں قتل کر دینے کی سازش کی اور یہ کہا کہ میں تجھے (امیر احمد کو) والی ملک کر دونگا۔ اور بکتمور نے اسکے ساتھ علامات شاہی۔ نقارے۔ لباس اور اموال بھی لدوا دئے۔ اسکا پوشیدہ طریقہ پر الملک الناصر کو بھی پتہ لگ گیا۔ اسنے امیر احمد کو سخت گرمی کے دن بلا بھیجا۔ یہ اُسکے پاس گیا۔ اسوقت اسکے سامنے کچھ نوشیدنی کے پیالے رکھے ہوئے تھے۔ الملک الناصر نے ایک پیالہ تو خود پیا۔ اور دوسرا پیالہ امیر احمد کے سامنے کر دیا۔ اس میں زہر تھا۔ جب اس نے پی لیا تو اسیوقت اُس نے اسے کوچ کا حکم دیدیا۔ تاکہ اسوقت مصروفیت رہے حتیٰ کہ لوگوں نے کوچ کر دیا۔ ابھی منزل پر پہونچے بھی نہ تھے۔ کہ امیر احمد کا انتقال ہوگیا۔ اسکے مرنے سے بکتمور کو سخت رنج ہوا۔ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ جب اس ماتم کی خبر الملک الناصر کو پہونچی تو خود بنفس نفیس آیا۔ اور اسے بہت کچھ تشفی اور دلاسا دیا۔ اور ایک پیالہ نوشیدنی کا اُسے دیا جسمیں زہر تھا وہ لے کے اُسی وقت پی گیا اور اُس سے کہا کہ تجھے میری جان کی قسم ہے کہ اسے پی نہ لے تاکہ تیرے دل کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔ چنانچہ وہ اُسے پیتے ہی اسیوقت مر گیا۔ اُسکے پاس سلطنت کی خلعتیں اور اموال برآمد ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ الملک الناصر کو غفلت میں قتل کر دینے کی جو اُسکی طرف نسبت کیجارہی تھی درست تھی۔

فصل (۱۹) جدہ میں ورود

جب حج ہوچکا تو میں اس غرض سے جدہ گیا کہ جہاز پر سوار ہو کر یمن اور الہند جاؤں لیکن میرا یہ قصد پورا نہ ہو سکا۔ اور نہ مجھے کوئی رفیق سفر ہی ملا۔ چنانچہ میں نے جدہ میں تقریباً چالیس دن قیام کیا۔ وہاں ایک شخص کا جہاز تھا جسے عبداللہ التونسی کہتے تھے

پہ تصیر کی طرف جو کہ قوص کی عملداری میں سے تھا روانہ ہونے والا تھا۔ میں اُس پر چڑھ جاتا کہ اُس کی حالت کا مطالعہ کروں۔ لیکن نہ مجھے وہ پسند آیا۔ اور نہ اس میں سفر کرنے کو میرا دل ہی چاہا۔ یہ صرف اللہ برتر کا فضل تھا۔ کیونکہ جب یہ روانہ ہو کر وسط بحر میں پہونچا تو اُس مقام پر غرق ہو گیا جسے راس ابی محمد کہتے ہیں۔ اسکا مالک اور بعض تاجر ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھکر بڑی دقت سے خدا خدا کر کے بچے۔ بہت سے لوگ تو ہلاک ہونے کے قریب ہو گئے اور بہت سے ہلاک ہو گئے۔ اور اکثر آدمی تو ڈوب ہی گئے۔ اُس میں تقریباً ستر حاجی تھے۔ پھر اسکے بعد میں سمندر کے سفر کے لئے صنبوق میں عیذاب جانے کیلئے سوار ہوا۔

فصل (۲۰) راس الدوائر میں ورود

ہوا نے ہمیں اس لنگر گاہ کی طرف پھیر دیا جسے راس الدوائر کہتے ہیں وہاں سے ہم خشکی کے راستہ البجاۃ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم ایک صحرا میں چلے جس میں مرغوں اور ہرنوں کی بڑی کثرت تھی۔ اس میں جُہینَۃ اور بنی کاہل عرب رہتے تھے۔ اور البجاۃ کے مطیع تھے۔ ہم اُن پانیوں پر آئے جنہیں المعروف اور الجدید کہتے ہیں۔ یہاں ہمارے زاد راہ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ البجاۃ ہی کے گروہ سے ہم نے خریدا۔ یعنی اُن کی بھیڑیاں میدان میں چرتی ہوئی ہم نے لے پائیں۔ ہم نے انہیں کے گوشت کا زاد راہ بنایا۔ اس میدان میں میں نے عرب میں سے ایک لڑکا دیکھا۔ جس نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو کی اور یہ کہا کہ مجھے البجاۃ نے قید کر لیا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ مدت سے میں نے کھانا نہیں کھایا ہے صرف اونٹنی کے دودھ پر بسر اوقات ہے۔

پھر ہمارے پاس وہ گوشت بھی ختم ہو گیا جو ہم نے خریدا تھا اور زاد راہ نہ رہا۔ میرے پاس تقریباً ایک بوجھ الصیحانی اور البرنی کھجوریں تھیں۔ جو میں نے اپنے ساتھیوں کو ہدیہ دینے کے لئے خریدی تھیں۔ یہ میں نے اپنے رفقاء پر تقسیم کر دیں اور انہیں تین دن زاد راہ بنایا۔

فصل (۲۱) عیذاب میں ورود

پھر ہم نو دن تک راس الدوائر سے سفر کرنے کے بعد عیذاب کی طرف پہونچے۔ یہاں بعض رفقا پہلے ہی پہونچ چکے تھے۔ وہاں کے باشندے ہمارے پاس روٹیاں اور کھجوریں اور پانی لیکر آئے۔ یہاں ہمارا چند دن قیام رہا۔

ذکر (۲۲) ابن بطوطہ کا قاہرہ جاتے ہوئے مختلف مقامات میں ورود

پھر اونٹ کرایہ کئے اور عرب کے دغیم طائفہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور ایک پانی پر آئے جسکا نام الجنیب (الخُبَیب) تھا اور حمیثرا میں داخل ہوئے۔ جہاں ولی اللہ تعالیٰ ابی الحسن الشاذلی کا مزار ہے۔ آپکی زیارت سے ہم دوسری مرتبہ مشرف ہوئے اور شب کو آپ کے جوار ہی میں رہے۔ پھر ہم قریۃ العطوانی پہونچے۔ یہ دریائے نیل کے کنارہ واقع اور الصعید الاعلیٰ کے شہر اَدْفُو کے مقابل ہے۔ اور براہ نیل شہر اسنا کی طرف۔ پھر شہر اَرْمَنْت کی طرف۔ اور پھر اَقْصُر کی طرف۔ اور دوسری مرتبہ الشیخ ابا الحجاج الاقصری کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر شہر قُوص سے شہر قنا کی طرف روانہ ہوئے اور الشیخ عبدالرحیم القنائی کی زیارت سے دوسری مرتبہ مشرف ہوئے۔ پھر شہر ہُو کی طرف گئے پھر شہر اخمیم کی طرف پھر شہر اسیوط کی طرف۔ پھر شہر مَنْفَلُوط کیطرف۔ پھر شہر منفلوی کیطرف پھر شہر الاشمونین کیطرف پھر شہر منیۃ ابن الخصیب کی طرف۔ پھر شہر البھنستہ کیطرف پھر شہر بوش کیطرف پھر شہر منیۃ القاید کیطرف۔ ان بلاد کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ پھر میں مصر کی طرف پہونچا اور یہاں چند دن قیام کیا۔

ذکر (۲۳) ملک شام کے مختلف مقامات کو عبور کرتے ہوئے لاذقیہ میں ورود

اور بُلبَیْس کے راستہ سے الشام کی طرف روانہ ہوا۔ الحاج عبداللہ بن ابی بکر

بن الفرحان التوزیری نے میری رفاقت اختیار کی۔ اور کئی سال تک برابر میرے ساتھ رہے حتی کہ جب ہم بلاد الہند سے نکلے تو انھوں نے سنداپور میں وفات پائی۔ ہم اسکا عنقریب ہی ذکر کرینگے۔ پھر ہم شہر غزہ پہونچے اور پھر مدینہ الخلیل علیہ السلام۔ اسکی ہمیں مکرر زیارت نصیب ہوئی۔ پھر بیت المقدس کی طرف۔ پھر شہر الرملہ کی طرف۔ پھر شہر عکا کی طرف۔ پھر شہر طرابلس کی طرف۔ پھر شہر جبلہ کی طرف پہونچے اور بار دیگر ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر شہر اللاذقیہ کی طرف۔ ان تمام بلاد کا بھی پہلے ذکر آچکا ہے۔

اللاذقیہ سے ہم نے ایک بڑی کشتی پر بحری سفر اختیار کیا جو جینوا کے باشندوں کی تھی اسکے مالک کا نام مرتلمین Martelemin Bartolomeus تھا۔

باب (۳۶) سی و ششم

فصل (۱) ایشیائے کوچک میں سیاحی

پھر ہم نے سرزمین الترکیتہ کا ارادہ کیا جو بلاد الروم کے نام سے مشہور ہے۔ الروم کی طرف اسکی اسلئے نسبت ہے کہ اگلے زمانہ میں یہ انھیں کے بلاد تھے(۲)۔ رومی اور یونانی سب یہیں سے ہیں۔ پھر انھیں مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ یہاں اب بھی بہت سے نصاری۔ ترکمان مسلمانوں کے ذمی رہکر بسر کرتے ہیں۔ موافق ہوا میں ہم نے اس دن تک سفر دریا کیا۔ النصرانی نے ہماری خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا چھوڑا۔ اور ہم سے ایک تول بھی نہ لیا۔ دسویں دن۔

فصل (۲) شہر العلایا میں ورود

ہم شہر العلایا میں وارد ہوئے۔ یہ اول بلاد روم ہے۔ یہ اقلیم جو بلاد الروم کے نام سے

(۱) تاریخ ابو الفدا یا تاریخ اسلام جلد سوم صفحہ ۳۲۹ و جلد چہارم صفحہ ۱۰۹ کا مطالعہ اس مقام کے لئے مفید ہے۔
(۲) ڈی ہربلوٹ (De Herbelot) متعلق روم اس مقام کے تفصیلی حالات سے مملو ہیں۔

مشہور ہے دُنیا کی اقالیم میں بہترین ہے۔ دیگر بلاد میں جو متفرق محاسن ہیں اللہ برتر نے وہ کل محاسن اس میں جمع کر دئے ہیں۔ اسکے باشندے تمام لوگوں میں خوبصورت ہیں۔ کپڑے نہایت پاکیزہ پہنتے ہیں۔ اور کھانا نہایت اچھا کھاتے ہیں۔ اور تمام خلق اللہ میں بہت زاید باشفقت ہیں۔ اسی لئے یہ کہا جاتا ہے "البرکۃ فی الشام والشفقۃ فی الروم"۔ یعنی برکت شام میں ہے اور شفقت روم میں۔ اس سے ان بلاد کے باشندے مراد ہیں۔

ہم ان بلاد میں جہاں بھی اُترے خواہ کسی خانقاہ میں یا گھر میں۔ ہمارے ہمسائے مرد اور عورتیں ہمارے بڑے خبر گیران رہتے تھے۔ اور ہم سے پردہ بھی نہیں کرتی تھیں۔ جب ہمیں سفر کرنے کے لئے ان سے مفارقت اختیار کرنا پڑتی تو ہمیں اس طرح رخصت کرتے کہ گویا ہم انکے اقارب یا اہل ہیں۔ اور عورتیں تو ہماری مفارقت کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھیں۔ ان بلاد میں ان کی عادت ہے کہ جمعہ سے لیکر کسی ایک دن اسقدر روٹیاں پکا لیتی ہیں کہ انکے تمام ہفتہ کے لئے غذا ہو سکے۔ ہمارے پاس انکے مرد جو روٹیاں پکنے کا دن ہوتا تھا اُس دن گرم گرم روٹیاں لیکر آتے تھے۔ اور انکے ساتھ کھانے کے لئے نہایت عمدہ اور تازی خورش بھی لاتے تھے۔ اور ہم سے یہ کہتے تھے "آپ لوگوں کے لئے ہماری عورتوں نے یہ کھانا بھیجا ہے اور آپکی دُعا کی طالب ہیں"۔

ان بلاد کے تمام باشندے الامام ابی حنیفہ کے مذہب پر سنت والجماعۃ ہیں۔ نہ ان میں کوئی قدری ہے۔ نہ رافضی۔ نہ معتزلی۔ نہ خارجی اور نہ مبتدع۔ اس فضیلت سے اللہ برتر نے انھیں کو مخصوص کیا ہے۔ صرف یہ بات ضرور ہے کہ یہ حشیش استعمال کرتے ہیں اور اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتے۔

شہر العلایا جسکا ہم نے ذکر کیا ہے۔ بڑا اور ساحل البحر پر واقع ہے۔ اسکے باشندے الترکمان ہیں اور یہاں مصر، اسکندریہ اور الشام کے تاجر اُترتے ہیں۔ یہاں عمارتی لکڑی بہت ہوتی ہے اور یہاں سے اسکندریہ اور دمیاط لیجاتے ہیں۔ نیز یہاں سے بلاد مصر میں بھی لیجائی جاتی ہیں۔ یہاں ایک قلعہ انتہائی عجیب اور پائدار ہے۔ اسے السلطان المعظم علاء الدین الرومی نے بنایا تھا۔ میں اس شہر میں یہاں کے قاضی جلال الدین الارزنجانی سے

بھی ملا۔ آپ جمعہ کے دن میرے ساتھ قلعہ پر چڑھے تھے۔ وہیں ہم نے نماز بھی پڑھی آپ نے میری ضیافت کی تھی اور بہت اکرام سے پیش آئے تھے۔ نیز اسی میں شمس الدین بن الرجیانی نے بھی میری ضیافت کی تھی یہ وہ شخص ہیں جنکے والد کا انتقال مالی میں ہوا تھا جو بلاد السودان میں سے ہے۔

ذکر (۳) سلطان العلایا

ہفتہ کے دن میرے ساتھ القاضی جلال الدین سوار ہوئے۔ اور ہم ملک العلایا کی ملاقات کو گئے۔ اس کا نام یوسف بک ہے۔ بک کے معنی بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ یہ قرمان کا بیٹا ہے۔ اسکا مسکن شہر سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب ہم گئے تو یہ الساحل پر ایک چبوترہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ الامراء اور الوزراء اس سے نیچے تھے۔ اور لشکر والے داہنے بائیں۔ اس نے بالوں میں سیاہ خضاب کیا ہوا تھا۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ اُس نے میرے آنے کی سرگذشت دریافت کی۔ جو کچھ اُس نے دریافت کیا میں نے اسکا جواب دیا۔ اور پھر واپس چلا آیا۔ اس نے میرے پاس بطور احسان یا زادِ راہ کچھ بھیجا[1]۔ پھر یہاں سے میں۔

فصل (۴) شہر انطالیہ میں ورود

شہر انطالیہ[2] آیا جو شام میں ہے وہ اسی کے وزن پہ انطاکیۃ ہے۔ فرق اتنا ہے کہ یہاں صرف کاف کے عوض لام ہے۔ یہ تمام شہروں میں خوبصورت ترین۔ انتہائے ہموار وفراخ۔ بلاد کی بڑائی میں جو خوبی دیکھی گئی ہے یہ ان سب سے خوبترین ہے۔ عمارتیں بکثرت ہیں۔ اور انکی ترتیب نہایت اچھی ہے۔ ہر فرقہ کے لوگ یہاں کے باشندے ہیں اور ایک

---

(۱) اس حکمران کا ڈی گنغنس (De Guignes) نے قطعاً کوئی حال قلمبند نہیں کیا۔

(۲) اس مقام کے متعلق صاحب مراصد الاطلاع کہتا ہے: "یہ ایک بڑا اور بلاد روم کے مشہور شہروں میں سے ساحل البحر پر واقع ہے۔ نہایت زبردست بہت سے مواضعات اور باشندوں پر مشتمل اور خلیج قسطنطنیہ کے پاس ہے۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ ابو الفداء جلد چہارم صفحات ۱-۲۲۰۔

فرقہ دوسرے فرقہ سے علیحدہ رہتا ہے۔ اس میں سے نصاری تجار کا وہ مقام ہے جو المیناء کے نام سے مشہور ہے۔ ان باشندوں کے چاروں طرف شہر پناہ ہے جسکے دروازہ انپر رات کو اور نماز جمعہ کے وقت بند کر دیئے جاتے ہیں۔ الرومی جو اسکے قدیمی باشندے ہیں۔ ان سے علیحدہ دوسرے مقام پر رہتے ہیں۔ ان پر بھی شہر پناہ ہے۔ الیہود دوسری جگہ رہتے ہیں ان پر بھی شہر پناہ ہے۔ بادشاہ۔ اسکے اہل دولت اور غلام جس بلدہ میں رہتے ہیں اسپر بھی شہر پناہ ہے جو اسے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس بلدہ اور اُن فرقوں کے مقامات اور عام مسلمانوں کے مابین جو بڑے شہر میں رہتے ہیں بہت فرق ہے۔ اس میں مسجد جامع۔ مدرسہ اور حمام بکثرت ہیں۔ بڑے بڑے بازار نہایت نادر ترتیب کے ساتھ واقع ہوئے ہیں اسکی ایک بہت بڑی شہر پناہ ہے جو چہار اطراف سے اسے احاطہ کئے ہوئے ہے اسیطرح جن مقامات کا ہم ذکر کرچکے ہیں اُنکے ہر چہار اطراف بھی پناہی دیوار ہے۔ یہاں باغات کی بڑی کثرت اور پھل پھلاریاں نہایت اچھی ہوتی ہیں۔ المشمش تو یہاں کی بہت ہی عجیب ہوتی ہے۔ یہ لوگ اسے قمر الدین کہتے ہیں۔ اسکی گٹھلی میں نہایت شیریں مغز یا وام ہوتا ہے۔ اسے خشک کرتے ہیں اور دیار مصر کو بیجاتے ہیں۔ یہ وہاں بہت نفیس سمجھی جاتی ہے۔ اس میں نہایت اعلےٰ اور شیریں پانی کے چشمے ہیں جو گرمیوں کے موسم میں بہت ٹھنڈے رہتے ہیں۔

ہم اس شہر میں اسکے مدرسہ میں اترے تھے۔ اسکے شیخ شہاب الدین الحموی ہیں۔ یہاں کے لوگوں کی عادت ہے کہ المسجد الجامع اور مدرسہ میں بھی روزانہ بعد نماز عصر لڑکوں کی ایک جماعت نہایت خوش الحانی کے ساتھ سورۃ الفتح۔ سورۃ الملک اور سورۃ عم پڑھتی ہے۔

ذکر (۵) الاخیتہ الفتیان

الاخیتہ کا واحد اخی ہے۔ یہ متکلم کی اسی کی طرف اضافتہ ہے۔ یہ لوگ بلاد الترکمانیتہ اور الرومیتہ کے ہیں۔ ہر بلدہ شہر۔ اور موضع میں تمام دُنیا میں ان جیسا لوگوں میں سے کوئی بھی اسقدر مسافروں کی خاطر و مدارات کرنے والا نہیں پایا جاتا۔ لوگوں کی مہمان نوازی۔ حاجات پورا

کرنے۔ ظالموں سے بدلہ لینے اور ایذا رسانوں کے قتل کرنے اور شریروں کو قتل کرنے میں نہایت عجلت کرنے والے اور تیز دست ہیں۔ اخی انکی اصطلاح میں وہ شخص ہے جو اپنے ہم پیشہ وغیرہ نوجوانوں اور مجرد لوگوں کو جمع کرکے ایک جتھا قائم کرتا اور خود ان کا پیشوا بنتا ہو۔ اسکا نام الفتوۃ بھی ہے اور خانقاہ بنا کر اسمیں فرش کرنا اور چراغ جلانا اور تمام احتیاج فراہم کرتا ہو۔ اپنے ساتھیوں سے دن میں ان کی معیشت کے لئے کام لیتا ہو۔ پھر یہ سب لوگ عصر کے بعد اسکے پاس جو کچھ انکے پاس جمع ہو گیا ہے لاتے ہیں۔ اس سے پھل اور کھانا وغیرہ خریدتے ہیں۔ جبکا زادیہ یا خانقاہ میں صرف ہوتا ہے۔ اگر اس دن کوئی مسافر شہر میں آجاتا ہے تو اسے اپنے پاس اتار لیتے ہیں۔ اور یہی سے انکے پاس ضیافت ہوتی ہے اور جب تک مہمان چلا نہ جائے۔ یہ ایر مہمان نوازی کا انکے پاس یہی طریقہ جاری رہتا ہے اور اگر کوئی مسافر نہ آتا تو وہ سب اپنا کھانا جمع کرکے کھاتے ہیں۔ پھر گاتے اور ناچتے ہیں اور دوسرے دن اپنے پیشہ پر چلے جاتے ہیں۔ پھر عصر کے بعد اپنے سردار کے پاس جو کچھ انھوں نے جمع کیا ہوتا ہے لاتے ہیں۔ ان کا نام الفتیان ہے۔ اور اپنے سردار کو یہ لوگ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں "الاخی" کہتے ہیں۔ میں نے تمام دنیا میں ان لوگوں جیسا خوش افعال نہیں دیکھا انکے افعال میں اہل شیراز اور اصفہان بیشک مشابہت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ وارد و صادر سے بے انتہا محبت کرتے اور اسکی تکریم اور شفقت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا چھوڑتے۔

ہمارے اس شہر میں پہونچنے سے دوسرے دن ان الفتیان میں سے ایک الشیخ شہاب الدین الحموی کے پاس آیا اور انکے ساتھ ترکی زبان میں گفتگو کی۔ اسوقت تک میں ترکی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ یہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اور سر پر نمدے کی ٹوپی تھی۔ الشیخ نے مجھ سے کہا۔ آپ سمجھے اس شخص نے مجھ سے کیا کہا میں نے جواب دیا جی نہیں جو کچھ اس نے کہا میں تو نہیں سمجھا۔ انھوں نے مجھ سے کہا یہ آپکی اور آپکے ساتھیوں کی اپنے یہاں ضیافت کی دعوت دینے آیا تھا۔ مجھے اسکے اس فعل پر نہایت تعجب ہوا۔ میں نے اس سے کہا بہت اچھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے الشیخ سے کہا یہ غریب شخص معلوم ہوتا ہے اس میں ہماری ضیافت کی مقدرت بھی نہیں معلوم ہوتی۔ ہمارا خیال نہیں کہ ہم اسے تکلیف دیں۔

اسپر الشیخ ہنسے اور مجھ سے فرمایا۔ یہ الفتیان الاخیتہ کے شیوخ میں سے تھا۔ موچیوں میں سے اور بڑا کریم النفس شخص ہے۔ اسکے ساتھی تقریباً دوسو پیشہ ور ہونگے۔ انھوں نے اسے اپنا سردار بنا رکھا ہے۔ اور ضیافت کے لئے ایک خانقاہ بنائی ہے۔ یہ جو کچھ دن کو جمع کرتے ہیں اُسے رات کو صرف کر دیتے ہیں۔

جب مغرب کی نماز پڑھ چکا تو یہ شخص پھر میرے پاس آیا۔ اور خانقاہ مذکور میں ہم اُسکے ساتھ گئے۔ دیکھا تو خانقاہ نہایت اچھی اور عمدہ رومی فرش فروش سے آراستہ ہے اور بکثرت عراقی شیشہ کے جھاڑ روشن ہیں۔ اور بیٹھک میں پانچ البیاسیس ہیں۔ البیسوس منارہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور تین پائے تانبے کے لگے ہوتے ہیں۔ اور اسکے اوپر تانبے کا ایک ظرف گلاس کے مشابہ لگا ہوتا ہے۔ اور اُسکے وسط میں بتی کے لئے ایک چھوٹی نلکی لگی ہوتی ہے۔ وہ پگھلی ہوئی چربی سے بھر دیا جاتا ہے۔ اور اُسی کے ایک طرف ایک تانبے کا برتن چربی سے بھرا ہوا رکھا ہوتا ہے۔ اور اُس میں بتی درست کرنے کے لئے قینچی رکھی ہوتی ہے اُن میں سے ایک شخص اسپر مقرر رہتا ہے۔ یہ لوگ اُسے الجراجی (الچراغچی) کہتے ہیں۔ اس مجلس میں نوجوان لوگوں کی ایک جماعت صف بستہ بیٹھی تھی۔ اور سب قبا پہنے ہوئے تھے۔ اور پیروں میں موزے تھے۔ اُن میں سے ہر شخص پیٹی لگائے ہوئے تھا۔ اور اُس میں دو ہاتھ لمبا چھرا تھا۔ اور انکے سروں پر سفید اونی بلند ٹوپیاں تھیں۔ ہر ٹوپی کے چندوے پر ہاتھ بھر کا لمبا اور دو انگل کا چوڑا کپڑا لگا ہوا تھا۔ جب وہ سب مجلس میں اچھّی طرح بیٹھ چکے تو اُن میں سے ہر ایک نے اپنی ٹوپی اتاری اور اپنے سامنے رکھ لی۔ اب ان کے سروں پر دوسری ٹوپی زردتمانی کی رنگین جو اُس پہلی ٹوپی کے ماسوا اور نہایت خوبصورت تھی انکی نشست کے وسط میں واردین کے لئے نہایت ترتیب سے برتن رکھے ہوئے تھے۔ جب ہم اُنکے ساتھ باطمینان بیٹھ گئے تو وہ بہت سا کھانا، پھل اور حلوا لائے۔ پھر گانے اور رقص میں مصروف ہوئے۔ ان کی یہ حالت دیکھکر ہم پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ اور اُنکی اسقدر ایثار و تواضع اور کرم سے ہمیں نہایت تعجب ہوا۔ آخر شب میں ہم ان کے پاس سے واپس آگئے۔ اور اُن کو انکی خانقاہ ہی میں چھوڑ دیا۔

ذکر (۶) سُلطان انطالیہ

یہاں کا سُلطان خضر بک بن یونس بک(۱) تھا۔ جب یہاں پہنچے ہیں تو یہ بیمار تھا۔ ہم نے اسکے گھر پر جاکر بستر مرض ہی پر اس سے ملاقات کی۔ اس نے نہایت تپاک اور محبت کیساتھ ہم سے گفتگو کی۔ پھر ہم اس سے رخصت ہوئے۔ اس نے ہمارے پاس ایک شخص کے ہاتھ زاد راہ وغیرہ بھیجا۔ پھر ہم۔

فصل (۷) شہر بُرُدور میں ورود

شہر بردور آئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے۔ یہیں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر قلعہ بھی ہے۔ ہم اسکے خطیب کے مکان پر اُترے۔ تمام الاخیتہ جمع ہو گئے اور ہم سے اپنے یہاں اُترنے کے لئے اصرار کرنے لگے۔ لیکن خطیب نے عذر و معذرت کر لی پھر اُنھوں نے ایک باغ میں ضیافت کی جو انہیں میں سے ایک شخص کا تھا۔ اور ہمیں باغ میں لیگئے۔ اُنھوں نے ہمارے اُنکے ساتھ جانے سے جسقدر اظہار سرور و مسرت اور فرحت کیا وہ نہایت تعجب خیز ہے نہ وہ ہماری زبان سمجھتے تھے اور نہ ہم اُنکی زبان سمجھتے تھے۔ اور نہ ہمارے درمیان کوئی ترجمان ہی تھا۔ ہم اسکے پاس ایک دن ٹہر کر واپس چلے آئے۔ پھر اس شہر سے ہم روانہ ہو کر۔

فصل (۸) شہر سبرتا میں ورود

ہمارا شہر سبرتا میں ورود ہوا۔ اس شہر کی آبادی اور بازار نہایت اچھے ہیں۔ اور بکثرت باغات اور نہروں پر مشتمل ہے۔ ایک بلند پہاڑ پر اسکا بھی قلعہ ہے۔ ہم اس شہر میں شام کو پہونچے تھے اور وہاں کے قاضی کے یہاں ٹہرے۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے اور۔

(۱) محمد فتح اللہ البیلونی کے قلمی ملخص نسخہ موجودہ پبلک لائبریری کیمرج میں اس حکمراں کا نام "خضر بیک ابن یونس الترکمانی" ہے۔ ڈی گنفس (Defremery Sanguinetti) نے اس سُلطان کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

فصل (۹) شہر اکریدور میں ورود

شہر اکریدور میں آئے۔ یہ ایک بڑا شہر اور بہت زیادہ آباد ہے اور اسکے بازار نہایت اچھے ہیں۔ اور بہت سی نہروں درختوں اور باغات پر مشتمل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا ایک بحیرۃ میں ہے۔ اسکے ذریعہ کشتی یا جہاز دو دن میں۔

ذکر (۱۰) و (۱۱) شہر اقشہر و نقشہر

اقشہر اور نقشہر وغیرہ بلاد اور مواضعات میں پہونچا ہے۔ ہم یہاں ایک مدرسہ میں جو الجامع الاعظم کے مقابل ہے ٹھہرے۔ اسکے مدرس العالم الحاج المجاور الفاضل مصلح الدین ہیں۔ انھوں نے دیار مصریہ اور شام میں علم حاصل کیا ہے۔ اور العراق میں ایک مدت دراز تک رہے ہیں۔ نہایت فصیح اللسان اور خوش بیان اور زمانہ کی نادر ہستیوں میں سے ایک ہستی ہیں ہماری خاطر تواضع میں کسی دقیقہ کی فروگذاشت نہ کی اور ہر صورت سے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔

ذکر (۱۲) سلطان اکریدور

اسکا سلطان ابو اسحٰق بک بن الدندار بک ان بلاد کے کبار سلاطین میں سے ہے۔ اپنے باپ ہی کے عہد سے دیار مصر میں رہا اور حج بھی کیا ہے۔ نہایت اچھی سیرت کا شخص ہے اس کی عادت ہے کہ روزانہ نماز عصر کے لئے المسجد الجامع آتا ہے۔ جب عصر کی نماز ہو چکتی ہے تو قبلہ کی والی دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتا ہے اور اسکے سامنے ایک بلند لکڑی کے تخت پر قاری بیٹھتے اور سورۃ الفتح۔ الملک۔ اور عم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ جسکا لوگوں میں اثر ہوتا قلوب نرم ہو جاتے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنسو بہنے لگتے ہیں پھر اپنے مکان واپس آجاتا ہے۔

ہمیں ماہ رمضان میں اُسکے پاس رہنے کا اتفاق ہوا اور وہ ہم پر سایہ گستر رہا۔ بغیر تخت کے اسکا فرش ہر شب کو زمین ہی پر بچھا رہتا اور وہ ایک بڑے گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھتا اسکے ایک جانب الفقیہ مصلح الدین بیٹھتے اور میں الفقیہ کے پہلو میں بیٹھتا۔ پھر ہمارے پاس

ارباب دولت اور امرائے دربار بیٹھتے پھر کھانا لایا جاتا۔ پہلی چیز جس سے افطار کیا جاتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں ثرید ہوتا تھا اور اسپر گھی اور شکر میں پاگی ہوئی مسور ہوتی تھی۔ وہ لوگ الثرید کو تبرکاً مقدم کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔

"ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فضلہ علے سائر الطعام فنحن نبدأ بہ لتفضیل النبی لہٗ"	چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام کھانوں پر فضیلت دی ہے اسلئے آپ کے فضیلت دینے کی وجہ سے ہم بھی اس کھانے کا آغاز کریں۔

پھر تمام کھانے لاتے جاتے تھے۔ ان کا یہ فعل رمضان کی تمام شبوں میں جاری رہتا تھا۔ انہیں دنوں میں سے کسی دن السلطان کے لڑکے نے وفات پائی۔ انھوں نے قلب کو ڈھارس دینے کے لئے آہ زاری یا "بکاء الرحمۃ" میں زیادتی نہ کی۔ یہی اہل مصر و شام کیا کرتے ہیں۔ یہ امر جو ہم باشندگان اللور کا فعل جب اُنکے سلطان کے لڑکے نے وفات پائی تھی بیان کر چکے ہیں اُسکے خلاف ہے۔ جب دفن کر چکے تو السلطان اور الطلبۃ تین دن تک نماز صبح کے بعد اُسکی قبر پر جاتے رہے۔ اُسکے دفن کے دوسرے دن میں بھی لوگوں کیساتھ گیا۔ جب السلطان نے مجھے پاپیادہ چلتے دیکھا تو میرے لئے ایک گھوڑا بھیجا۔ اور معذرت چاہی۔ جب میں المدرسہ پہونچ گیا تو وہ گھوڑا جو السلطان نے میرے پاس بھیجا تھا واپس کر دیا۔ لیکن السلطان نے اُسے پھر میرے پاس واپس کر دیا اور کہا۔ میں نے تو تمہیں عطیہ دیا تھا عاریت نہیں دیا تھا۔ اور میرے پاس لباس اور دراہم بھیجے۔ پھر ہم۔

فصل (۱۳) شہر قل حصار میں ورود

شہر قل حصار[1] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر اور اسکے چاروں طرف پانی ہے چونکہ اسمیں نیستان ہے۔ اسلئے اندر جانے کا کوئی راستہ ماسوا ایک راستہ کے جو نیستان اور پانی کے مابین ہے۔ اسکی چوڑائی صرف اسقدر ہے کہ ایک سوار گذر سکتا ہے۔ اور شہر

(۱) محمد فتح اللہ البیلونی سے مذکورہ بالا قلمی نسخہ میں قرا حصار ہے۔ صاحب مراصد الاطلاع کہتے ہیں وہ حلب کے شمال میں ایک بڑا وسیع اور مسطح میدان ہے۔"

پانی کے وسط میں ایک ٹیلہ پر آباد ہے۔ یہ اسقدر محفوظ جگہ ہے کہ اسپر دسترس ناممکن ہے ہم یہاں ایک خانقاہ میں اُترے جو یہاں الفتیان الاخیتہ میں سے کسی کی تھی۔

ذکر (۱۴) سلطان قل حصا

اسکا سلطان محمد چلبی ہے۔ زبان روم میں چلبی کے معنی "سیدی" یعنی میرے آقا کے ہوتے ہیں۔ یہ السلطان ابی اسحق ملک اکریدور کا بیان ہے۔ جب ہم اس شہر میں پہونچے تو یہ یہاں سے غائب تھا۔ یہاں ہمارا چند دنوں تک قیام رہا۔ جب یہ آیا تو ہماری بڑی آؤ بھگت کی۔ ہم کو سوار کرایا اور زاد راہ دیا۔

ذکر (۱۵) قرآغاج

پھر ہم براہ قرآغاج واپس ہوئے۔ قرا کے معنی عارقی لکڑی کے ہیں یہ ایک سرسبز صحرا ہے جس میں الترکمان رہتے ہیں۔ سلطان نے ہمارے ساتھ سواروں کو کر دیا تھا کہ ہمیں شہر لاذق تک پہونچا دیں۔ کیونکہ اس صحرا میں ڈاکہ زنی ہوتی ہے۔

ذکر (۱۶) طائفہ جرمیان

اس میں لوگوں کا ایک گروہ ہے جنہیں الجرمیان کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ یزید بن معاویہ کی اولاد ہیں۔

ذکر (۱۷) شہر کوتاہیہ

انکا ایک شہر بھی ہے جسے کوتاہیہ کہتے ہیں۔ اللہ برتر نے انسے ہمیں محفوظ رکھا الغرض ہم

فصل (۱۸) شہر لاذق میں ورود

شہر لاذق پہونچ گئے۔ اسکا نام دون غزلہ بھی ہے۔ اس کے معنی بلد الخنازیر ہیں۔

یعنی خنزیروں کا شہر۔ یہ تمام نادر شہروں میں سے ایک ہے۔ اور سب سے ضخیم ہے اس میں نماز جمعہ کے لئے سات مسجدیں ہیں۔ نہایت پاکیزہ باغات۔ جاری نہروں۔ اور رواں چشموں پر مشتمل ہے۔ اور اسکے بازار نہایت اچھے ہیں۔ یہاں ایک قسم کی روئی کا کپڑا بنایا جاتا ہے۔ جس پر سنہری گلکاری ہوتی ہے۔ اسکا کہیں مثل نہیں۔ چونکہ یہان کی روئی بہت اچھی ہوتی ہے۔ اسلئے یہ نہایت دیرپا ہوتا اور مدتون تک رہتا ہے۔ یہ کپڑا اسی مقام کی طرف نسبت سے مشہور ہے۔ اسکی اکثر بنانے والی رومی عورتیں ہیں۔ اس شہر میں رومی بکثرت ہیں۔ لیکن ذمی اور السلطان کو جزیہ وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ یہاں کے رومی لوگون کی شناخت ان کی لمبی ٹوپیوں سے ہوتی ہے جو سرخ بھی ہوتی ہیں اور سفید بھی اور رومی عورتون کی سر کی پوشش بڑے بڑے عمامے ہیں۔

اس شہر کے لوگون کو بُری باتون سے غیرت نہیں ہوتی۔ صرف انہیں پر انحصار نہیں بلکہ سارے اقلیم کا یہی حال ہے۔ یہ لوگ خوبصورت رومی لونڈیاں خریدتے ہیں۔ اور اُن سے بدکاری کراتے ہیں۔ ہر ایک پر مالک کچھ رقم اس کمائی میں لگا دیتا ہے جو اسے ادا کرتی ہیں۔ میں نے یہ سُنا ہے کہ یہ چھوکریاں حمامون میں مردون کے ساتھ چلی جاتی ہیں جو ان سے بدکاری کرنا چاہتا ہے وہیں حمام میں بغیر پس و پیش کے نہایت آزادانہ کر لیتا ہے مجھ سے بیان کیا گیا کہ اسیطرح القاضی بھی ان چھوکریوں سے بدکاری کراتا ہے۔

جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو اسکے ایک بازار سے گذرے۔ اسکی دکانوں سے لوگ اُتر کر ہمارے پاس آ گئے۔ اور ہمارے گھوڑون کی باگیں پکڑ لیں۔ دوسرے لوگ اُن سے اس فعل کی وجہ سے جھگڑنے لگے۔ اور جنگ نے اسقدر طول کھینچا کہ بعضون نے چھرے تک نکال لئے۔ اسکا ہمیں علم نہ تھا کہ یہ کہہ کیا رہے ہیں۔ ہمارے اوپر ان سے خوف طاری ہوا۔ اور ہمیں خوف ہو گیا کہ یہ وہی الجرمی ہیں جو ڈاکہ زنی کیا کرتے ہیں اور یہ شہر انھیں کا ہے۔ اور ہم سمجھ گئے کہ یہ لوگ ہمیں لوٹنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اتنے میں اللہ برتر نے ہمارے پاس ایک حاجی شخص بھیج دیا جو عربی زبان جانتا تھا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا کہ آخر ان کا ہم سے منشا بھی کیا ہے۔ اُس نے بتایا کہ یہ الفتیان میں سے ہیں،

اور جن لوگون نے ہماری طرف پہلے سبقت کی ہے وہ اخی سنان کے اصحاب الفتی ہیں۔ اور دوسرا گروہ اخی طومان کے اصحاب الفتی ہیں۔ اور ہر گروہ یہ چاہتا ہے کہ آپ لوگ اُسکے یہان اتریں۔ اُنکی اس کریم النفسی سے ہمیں بڑا تعجب ہوا۔

پھر اُن میں اس شرط پر صلح ہوگئی کہ قرعہ ڈالا جائے۔ جسکا قرعہ نکل آئے ہم اولاً اُسی کے یہاں اتریں۔ اخی سنان کا قرعہ نکلا اور اخی مذکور کو اسکی خبر پہونچی۔ یہ ہمارے پاس اپنے اصحاب سے ایک گروہ کے ساتھ آیا۔ اُن سب نے ہمیں سلام کیا اور اس نے ہمیں اپنے زاویہ یا خانقاہ میں اتارا۔ اور قسم قسم کے کھانے ہمارے پاس لایا۔ پھر ہمارے ساتھ حمام کی طرف گیا اور ساتھ ہی داخل ہوا۔ اُس نے میری بنفس نفیس خدمت کی اور اُسکے اصحاب نے میرے اصحاب کی خدمت کی۔ ان میں سے ایک شخص کی تین تین چار چار شخص خدمت کرتے تھے پھر ہم حمام سے نکلے۔ یہ لوگ خوب کھانا حلوا اور بکثرت پھل پھلاری لائے۔ کھانے سے فراغت کے بعد الکتاب العزیز سے قرا نے آیات پڑہیں۔ پھر سماع اور رقص میں مشغول ہوئے اور السلطان کو ہمارے متعلق کہلا بھیجا۔

جب دوسرا دن ہوا تو اُس نے شام کے وقت ہمیں بلا بھیجا۔ ہم اُسکے اور اُسکے بیٹے کے پاس گئے۔ چنانچہ ہم اسکے متعلق بیان کرینگے۔ اسکے بعد ہم خانقاہ واپس چلے آئے۔ یہاں ہمیں الاخی طومان اور اسکے اصحاب ہمارے انتظار میں بیٹھے ہوئے ملے۔ یہ لوگ ہمیں اپنی خانقاہ میں لے گئے۔ انھون نے کھانے اور حمام کا سارا برتاوا اپنے اصحاب کی طرح کیا بلکہ اس بات میں اُن سے بھی بڑھ گئے کہ ہم پر حمام سے نکلنے کے بعد گلاب بہایا۔ پھر ہمیں خانقاہ کی طرف لے گئے۔ اور اسیطرح کھانے۔ حلوے اور پھلون کی شاندار دعوت کی۔ اور کھانا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد قرآت قرآن کا بھی شغل رہا۔ پھر سماع اور رقص ہوا جس طرح اسکے ساتھیون نے کیا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر۔ ہم کئی دن تک انکے پاس خانقاہ میں ٹھہرے رہے۔

ذکر (۱۹) سلطان لاذق

یہ السلطان ینبخ بک ہے اور اسکا شمار بلاد الروم کے کبار سلاطین میں سے ہے

جب ہم اخی سنان کی خانقاہ میں اُترے تھے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں تو ہمارے پاس اس نے ایک الواعظ المذکر العالم علاء الدین القسطمونی کو بھیجا اور ہمارے شمار کے لحاظ سے ہمارے پاس گھوڑے بھی بھیجے۔ ماہ رمضان کا واقعہ ہے۔ ہم اُسکے پاس گئے اور اُسے سلام کیا۔ واردین کی تواضع کرنا۔ اُن سے شیریں کلامی سے پیش آنا اور کچھ نہ کچھ عطیہ ان بلاد کے ملوک کی عادت میں داخل ہے۔ ہم نے اسکے ساتھ نماز مغرب ادا کی۔ پھر کھانا لایا گیا۔ ہم سب نے اُسی کے پاس روزہ افطار کیا اور چلے آئے۔ پھر اس نے ہمارے پاس کچھ دراہم بھیجے۔ پھر اسکے بیٹے مراد بک نے ہمارے پاس آدمی بھیجا یہ شہر سے باہر ایک باغ میں رہا کرتا تھا۔ یہ زمانہ پھل اُترنے کا تھا۔ اور ہمارے پاس ہمارے عدد کے لحاظ سے گھوڑے بھی بھیجے جیسا کہ اسکے باپ نے کیا تھا۔ الغرض ہم اسکے باغ میں آئے اور اس شب کو اسی کے پاس شب باش رہے۔ اسکے یہاں ایک فقیہ تھا جو ہمارے اور اُسکے درمیان ترجمانی کرتا تھا۔

پھر ہم دوسرے دن واپس آئے۔ عید الفطر ہمیں اسی شہر میں ہوئی۔ ہم عیدگاہ گئے۔ السلطان مع اپنے لشکروں اور الفتیان الاخیہ یہ سب مسلح گئے۔ ہر پیشہ کی جماعت کے سامنے قرنائے۔ نقارے اور نفیریاں تھیں۔ ان میں سے بعض بعض پر فخر کرتا تھا اور اپنی زینت اور ٹھاٹھ باٹھ کے کمال میں مباہات کرتا تھا۔ ہر پیشہ کے گروہ کے ساتھ گائیں بھیڑیں اور روٹیوں کے بوجھ تھے۔ یہ قبرستانوں میں چوپایوں کو ذبح کرتے اور روٹیوں کے ساتھ خیرات کرتے تھے۔ یہ لوگ پہلے قبرستان کی طرف جاتے تھے اور پھر وہاں سے عیدگاہ۔ جب ہم دوگانہ عید سے فارغ ہو چکے تو السلطان کے ساتھ اسکے مکان گئے۔ کھانا لایا گیا۔ الفقہا۔ المشائخ اور الفتیان تو علیحدہ دسترخوان پر بٹھائے گئے۔ اور الفقراء المساکین علیحدہ دسترخوان پر بٹھائے گئے۔ اسکے دروازہ سے اس دن نہ کوئی فقیر محروم آتا ہے۔ اور نہ کوئی مالدار۔ ہم اس شہر میں ایک عرصہ دراز تک راستہ کے خوف سے مقیم رہے۔ پھر ہمارے رفقاء نے سفر کی تیاری کر دی۔ چنانچہ ہم انکے ساتھ ایک دن اور رات کا کچھ حصہ چلکر

ذکر (۲۰) حصن طواس

حصن طواس میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا قلعہ ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے صحابی صہیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی قلعہ کے رہنے والے تھے۔ ہم نے شب اسکے باہر بسر کی۔ اور صبح کے وقت اسکے دروازہ پر پہونچے۔ اسکے باشندوں نے اسکی دیواروں کے اوپر سے ہمارا آنے کے متعلق دریافت کیا۔ ہم نے اُنھیں مطلع کر دیا۔ اسی وقت امیر قلعہ الیاس بک اپنے لشکر میں نکلے تاکہ اطراف قلعہ اور راستہ کی مویشیوں پر ڈاکہ زنی کرنے والے چوروں سے خبرداری کریں۔ جب انھوں نے اطراف قلعہ میں روند لگا لی تو اسکے مویشی باہر نکلے۔ ہمیشہ اُنکا یہی فعل رہتا تھا۔ اس قلعہ میں سے ہم ایک سرائے میں ایک فقیر کی خانقاہ میں اُترے۔ امیر قلعہ نے ہمیں ضیافت اور زاد راہ بھیجی۔ پھر ہم نے یہاں سے سفر کیا اور۔

فصل (۲۱) مُغلہ میں ورود

مُغلہ میں وارد ہوئے اور یہاں کے مشائخ میں سے ایک کی خانقاہ میں قیام کیا۔ یہ کریموں اور فاضلوں میں سے تھا۔ اپنی خانقاہ میں ہمارے پاس اکثر آیا کرتا تھا۔ اور جب آتا تھا تو کھانا۔ پھل یا حلوا الغرض کچھ نہ کچھ ضرور لاتا تھا۔ اس شہر میں ہم ابراہیم بک سلطان شہر میلاس کے بیٹے سے ملے۔ اس نے ہمارا اکرام کیا۔ اور لباس پہنایا۔ پھر ہم روانہ ہوکر۔

فصل (۲۲) شہر میلاس میں ورود

شہر میلاس میں وارد ہوئے یہ بلاد روم کے اعلےٰ بلاد میں سے ہے۔ پھل بہت پیدا ہوتے ہیں۔ باغات اور پانی کی بڑی کثرت ہے۔ یہاں الفتیان الاخیہ میں سے ایک کی خانقاہ میں ہمیں اترنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے اُس سے دوگنی ہماری تکریم اور ضیافت اور حمام میں لیجانا وغیرہ افعال حمیدہ اور شمائلہائے جمیلہ انجام دئے جو اس سے پہلے شخص نے

دئے تھے۔ ہم اس شہر میلاس میں ایک صالح اور سن رسیدہ شخص سے ملے۔ جسے بابا الششتری کہتے تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ بابا جی کی عمر ڈیڑھ سو سال سے متجاوز ہے۔ اسکی قوت حرکت اور عقل بالکل درست تھی اور ذہن بڑا زبردست تھا۔ اُس نے ہمارے لئے دُعا کی۔ اور ہم اسکی برکت زیارت سے مستفیض ہوتے۔

ذکر (۲۳) سُلطان میلاس

یہ السلطان المکرم شجاع الدین ارخان بک بن المنتشا ہے یہ اچھے بادشاہوں میں سے ظاہری اور باطنی دونوں خوبیوں کا مجموعہ ہے[1]۔ اسکے ہم صحبت الفقہا ہیں۔ انکی یہ نہایت تعظیم وتکریم کرتا ہے۔ اسکے دروازے پر انکی ایک جماعت رہتی تھی۔ ان میں سے ایک الفقیہ الخوارزمی تھا، جو بہت سے فنوں سے واقف اور فاضل تھا۔ میری ملاقات کے زمانہ میں اُس میں اور فقیہ مذکور میں کچھ رنجش پیدا ہوگئی تھی۔ اُسکی وجہ یہ تھی کہ وہ شہر ایا سلوق میں چلا گیا اور وہاں کے سلطان سے ملا تھا۔ اور جو کچھ اُس نے عطئے دیے تھے اُس نے قبول کر لئے تھے۔ مجھسے اس فقیہ نے کہا کہ میں اسکے متعلق سلطان سے کچھ عرض کروں تاکہ اسکے دِل میں جو میری طرف سے کدورت ہے رفع ہوجائے۔ چنانچہ میں نے اُسکی خواہش کی بنا پر سُلطان کے حضور میں اسکی بہت کچھ تعریف کی اور جو کچھ مجھے اس کے علم وفضل کا حال معلوم تھا۔ اسکا نہایت اچھے الفاظ میں ذکر کیا۔ اور برابر یہ رد یہ جاری رہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکی طرف سے بادشاہ کے دل کی کدورت زائل ہوگئی۔ یہ سُلطان ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ ہمیں سوار کرایا اور زاد راہ دیا۔ اسکے رہنے کی جگہ۔

ذکر (۲۴) شہر برجین میں ورود

شہر برجین تھی۔ یہ مقام میلاس سے قریب ہے دونوں کے مابین دو میل کی مسافت ہے

(۱) ڈی جغنس (De guignes) کے لحاظ سے اس عثمانی حکمران نے ۱۳۲۶-۱۳۶۹ء تک حکومت کی (جلد اول صفحہ ۱۲۷) اسلئے جب ہمارے سیاح کا یہاں ورود ہوا تو اسے بقید حیات ہونا چاہیئے۔

یہ جگہ جدید اور ایک ٹیلہ پر واقع ہے اس میں نہایت خوبصورت عمارتیں اور مسجدیں ہیں۔ اس نے بھی وہاں ایک جامع مسجد کی نبیاد ڈالی تھی جس کی تعمیر کا کام میرے جانے کے زمانہ تک پورا نہ ہوا تھا۔ اسی شہر میں ہم اُسکے حضور میں حاضر ہوئے تھے اور خانقاہ الفتی اخی علی میں ٹھہرے تھے۔ اب چونکہ سلطان کو جو کچھ ہماری ساتھ حسن سلوک کرنا تھا کر چکا تھا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اسلئے روانہ ہو کر۔

فصل (۲۵) شہر قونیہ میں ورود

شہر قونیہ[1] میں وارد ہوئے۔ یہ شہر بڑا ہے۔ اور خوبصورت عمارات۔ بکثرت پانی۔ نہروں۔ باغات اور پھلوں کی پیداوار پر مشتمل ہے۔ یہاں ایک قسم کی مشمش ہوتی ہے جسے قمر الدین کہتے ہیں۔ اسکا ذکر پہلے بھی آچکا ہے اور یہاں سے دیار مصر و شام بھی لاد کر بھیجی جاتی ہے۔ اسکے راستے چوڑے اور بازار نادر الترتیب ہیں جنمیں ہر پیشہ کے لوگ علیحدہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس شہر کی نبیاد سکندر نے ڈالی تھی۔ یہ السلطان بدر الدین بن قرمان کے بلاد میں ہے۔ اسکا ہم عنقریب ذکر کرینگے۔ حاکم عراق کسی زمانہ میں اسپر اپنے اُن بلاد کی وجہ سے جو اس اقلیم سے قریب ہیں متصرف ہو گیا تھا۔

ہم یہاں کے قاضی کی خانقاہ میں اُترے۔ جسے ابن قَلَم شاہ کہتے ہیں۔ یہ الفتیان میں سے ہے اور اسکی خانقاہ تمام خانقاہوں میں بہت بڑی ہے۔ اسکے شاگردوں کا بہت بڑا گروہ ہے۔ الفتوۃ میں انکی سند کا سلسلہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ تک پہنچتا ہے۔ اسکے پاس جو لباس رہتا ہے وہ ویسے پائجامے ہیں۔ جیسے الصوفیۃ الخرقۃ[2] پہنتے ہیں۔ اس قاضی نے ہمارا اکرام اور ضیافت پہلے لوگوں سے نہایت شاندار اور اچھا کیا تھا۔ اور اپنے بجائے اپنے بیٹے کو حمام میں جانے کے لئے ہمارے ساتھ کر دیا۔

(۱) اسے اکونیم (Iconium) کہتے ہیں۔

(۲) یہ اکثر موٹے جھوٹے کمبل کا ہوتا ہے۔ جسے مشرقی فقراء پہنتے ہیں۔ اونی کپڑوں کے پہننے کی رسم راہبوں وغیرہ میں بھی ہے۔

ذکر (۲۶) مزار مبارک الشیخ الامام الصالح القطب جلال الدین المعروف بمولٰنا

اسی شہر میں الشیخ الامام الصالح القطب جلال الدین المعروف بمولٰنا (۱) کا مزار مبارک ہے۔ آپ بہت بڑے مرتبہ والے شخص تھے۔ سرزمین روم میں ایک گروہ ہے جو اپنے آپکو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور آپ ہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ انھیں "الجلالیۃ" کہتے ہیں جسطرح الاحمدیۃ عراق میں اور الحیدریۃ خراسان میں مانا جاتا ہے۔ آپکے مزار مبارک پر ایک بہت بڑی خانقاہ ہے۔ جس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔

فائدہ (۲۷) حکایت

کہتے ہیں کہ آپ اپنے ابتدائی زمانہ میں بہت بڑے فقیہ مدرس تھے۔ قونیہ میں ایک مدرسہ تھا وہاں آپکے پاس طالب علم جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص مدرسہ میں آیا جو حلوا بیچتا تھا اور اسکے سر پر حلوے کی سینی تھی اور اس میں ٹکڑے تھے ایک ٹکڑا ایک پیسہ کا بیچتا تھا۔ جب وہ آپکے درس دینے کے مقام پر آیا۔ تو الشیخ نے اُس سے فرمایا۔ اپنی سینی یہاں لاؤ۔ اُس حلوے فروش نے اس میں سے ایک ٹکڑا لیا اور الشیخ کیلئے دیدیا۔ آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور نوش فرماگئے۔ جب وہ حلوہ فروش وہاں سے چلاگیا اور الشیخ کے ماسوا اُس سے کسی نے نہیں کھایا تو آپ اُسکے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ اور درس دینا ترک کر دیا طلبہ پر یہ امر بہت شاق گذرا۔ اور وہاں انکے انتظار کی انتہا ہو گئی۔ تو آپ کی تلاش میں نکلے۔ لیکن کہیں آپ کا پتہ نشان نہ ملا۔

(۱) آپ بڑے زبردست پایہ کے صوفی صاحب تصیف ہیں۔ آپ کے حالات سے دولت شاہ کا طبقہ چہارم سرخی مولانا جلال الدین رومی و نفحات الانس از مولانا جامی تقریباً آخر سے کچھ زاید بعد پر نہیں، ملتے ہیں۔

ذکر (۲۸) مثنوی شریف از مولینا مذکور

جب کئی سال کے بعد آپ پھران میں واپس آئے۔ تو آپ عشق الہی سے مدہوش تھے۔ اور ماسوا ایسے فارسی اشعار کے گویا نہ ہوتے جنکے متعلقات کسی کے سمجھ میں نہ آتے طلبہ آپکے پیچھے پیچھے رہتے اور جو کچھ آپکی زبان سے ان اشعار میں سے نکلتا اُسے قلمبند کرلیتے۔ پھران سے انھوں نے ایک کتاب تالیف کرلی جسکا نام المثنوی رکھدیا ان بلاد کے لوگ اس کتاب کی بڑی عظمت کرتے۔ اور آپ کا کلام معتبر جانتے ہیں۔ اسے پڑھاتے ہیں اور جمعہ کی راتوں کو پڑھتے ہیں۔

ذکر (۲۹) مزار مبارک فقیہ احمد اُستاد حضرت مولوی معنوی رومی

اس شہر میں الفقیہ احمد کا بھی مزار ہے یہ وہ شخص ہیں جنکے متعلق کہتے ہیں کہ آپ جلال الدین مذکور کے معلم تھے۔ پھر ہم روانہ ہوکر۔

فصل (۳۰) شہر لاندہ میں ورود

شہر لارندہ(۱) میں وارد ہوئے۔ یہ شہر اچھا ہے اور بکثرت آب و باغات پر مشتمل ہے۔

ذکر (۳۱) سلطان لارندہ

اسکا سلطان الملک بدرالدین بن قرمان ہے۔ اس سے پہلے یہاں کا حکمران اسکا حقیقی بھائی موسیٰ تھا یہ الملک الناصر کے لئے حکومت سے دست بردار ہوگیا۔ اُسے اس دست برداری کا اسے معاوضہ دیا اور یہاں امیر اور لشکر بھیجے۔ پھر اسیر السلطان بدرالدین تصرف جابیٹھا۔ اس میں اپنا دارالحکومت بنایا اور یہاں اسکی حکومت مستحکم ہوگئی میں اس سلطان سے شہر ہذا کے باہر ملا تھا جب یہ شکار کھیلکر واپس آرہا تھا۔ میں اسکو لئے

(۱) ڈی ہر بلوٹ (D'Herbelot) تحت بیان مثنوی (mathnooui)

ادباً اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور وہ بھی تواضعاً اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا میں نے اسے سلام کیا اُس نے مجھ پر اپنی توجہ مبذول کی۔ ان بلاد کے ملوک کی یہ عادت ہے کہ جب انکے پاس کوئی وارد آتا ہے تو ادباً اپنی سواری سے اتر پڑتا ہے۔ اور وہ بھی تواضعاً اپنی سواری سے اتر پڑتے ہیں۔ اُسکا یہ فعل انھیں پسند آتا ہے اور اُسکا بہت زیادہ اکرام کرتے ہیں اور اگر کوئی سوار ہی رہتے ہوئے انھیں سلام کرتا ہے تو اسکا یہ فعل اُنہیں ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس سے خوش نہیں رہتے۔ یہ اُس وارد کی بے نصیبی کا ایک سبب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بعض ملوک کے ساتھ مجھپر خود ایسی بیت چکی ہے جسکا میں عنقریب ذکر کرونگا۔ جب میں نے اُسے سلام کیا اور وہ اور میں سوار ہو گئے تو اُس نے میرے اور میرے آنے کے متعلق دریافت کیا۔ اور اُسکے ساتھ میں شہر میں داخل ہوا۔ اُسنے حکم دیا کہ مجھے اچھی طرح اتاریں اور میرے پاس بہت کھانا۔ پھل۔ پھلاری اور حلوا چاندی کی طشتریوں میں مع شمع کے بھیجا کرتا تھا۔ ہمیں اُس نے کپڑے بھی دئے اور سوار بھی کرایا اور نہایت حسن سلوک سے پیش آیا۔ لیکن ہم اسکے پاس زیادہ نہ ٹھہر سکے اور روانہ ہوگئے

فصل (۳۲) شہر اقصرا میں ورود

شہر اقصرا میں وارد ہوئے۔ یہ بلاد روم کے اچھے اور پاکیزہ شہروں میں سے ہے جاری چشمے اور باغات اسے ہر چہار اطراف سے ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اور تین نہریں شہر میں سے ہو کر نکل گئی ہیں۔ اسکے مکانات میں پانی جاری ہے۔ اس میں درخت اور انگور کی بیلیں ہیں۔ اور اندر بکثرت باغات ہیں۔ یہاں ایک قسم کا بھیڑ کی اون کا فرش بنتا ہے جو اسی کی طرف منسوب ہے۔ اسکا بلاد میں سے کسی بلد میں مثل نہیں۔ یہاں سے یہ الشام مصر۔ العراق۔ الہند۔ الصین۔ اور بلاد الاتراک میں لیجایا جاتا ہے۔ یہ شہر ملک العراق کے زیر حکومت ہے۔ ہم یہاں الشریف حسین کی خانقاہ میں ٹھہرے تھے۔ جو الامیر ارتنا کیطرف سے یہاں نائب ہے اور ارتنا ملک العراق کی طرف سے ان بلاد الروم پر نائب ہے جنپر اس نے اپنا تصرف جما لیا ہے۔ یہ شریف الفتیان میں سے ہے اور اسکا بہت بڑا گروہ ہو

اس نے ہمارا انتہائی اکرام کیا اور اس سے پہلے جو امور دوسرے بجا لائے تھے وہ سب یہ بھی بجا لایا۔ پھر ہم روانہ ہوکر۔

فصل (۳۳) شہر نکدۃ میں ورود

شہر نکدۃ میں وارد ہوئے۔ یہ ملک العراق کے بلاد میں سے ہے۔ بڑا شہر اور کثیر العمارۃ ہے۔ لیکن اب اسکا کچھ حصہ ویران ہوگیا ہے۔ اس شہر کے اندر سے ایک نہر نکلتی ہے جسے النہر الاسود کہتے ہیں۔ یہ بڑی نہروں میں سے ہے۔ اسپر تین پل ہیں ایک شہر کے اندر ہے۔ اور دو شہر کے باہر۔ شہر کے اندر اور باہر اسپر آب پاشی کے چرخ لگے ہیں۔ اسی سے باغات سینچے جاتے ہیں۔ اس میں پھل پھلاریوں کی بڑی کثرت ہے۔ یہاں ہم الفتیٰ اخی جاروق کی خانقاہ میں ٹھہرے تھے۔ یہ یہاں عہدہ عمارت پر ہے۔ اس نے ہمارا الفتیان کی عادت کے موافق اکرام کیا۔ یہاں ہمارا تین دن قیام رہا پھر۔

فصل (۳۴) شہر قیساریۃ میں ورود

ہمارا شہر قیساریۃ میں ورود ہوا۔ یہ والی عراق کے بلاد میں سے اور ان بڑے شہروں میں سے ایک ہے جو اس اقلیم میں ہیں۔ یہاں عراقیوں کا ایک لشکر رہتا ہے۔ اور الامیر علاء الدین ارتنا مذکور کی خواتین میں سے ایک خاتون رہتی ہے یہ تمام خواتین میں اکرم اور افضل ہے۔ اور الملک العراق سے اسے نسبت بھی حاصل ہے۔ اسکو آغا کہتے ہیں اس لقب کے معنی الکبیر یا بڑے کے ہیں۔ تمام وہ شخص کہ اُسکے اور السلطان کے مابین نسبت ہے۔ اسی لقب سے ملقب کئے جاتے ہیں۔ اسکا نام طغی خاتون ہے۔ میں اسکے پاس گیا تھا۔ میرے لئے کھڑی ہوگئی اور نہایت خوش اخلاقی سے سلام اور گفتگو کی۔ اور کھانا لانے کے لئے حکم کیا۔ چنانچہ ہم نے کھایا۔ اور جب ہم واپس ہوئے تو ہمارے لئے زین کسے اور لگام لگے ہوئے گھوڑے خلعت اور دراہم اپنے غلاموں میں سے ایک کے ہاتھ بھیجے اور معذرت کی۔

ہم اس شہر میں خانقاہ الفتی الاخی امیر علی میں اترے۔ وہ ان بلاد میں بڑے الاخیہ میں سے امیر کبیر شخص ہے اور اسکی خانقاہ بلحاظ فرش قندیلون۔ کثرت طعام عمدگی اور پاکیزگی کے تمام خانقاہون سے بہترین ہے۔ اسکے اصحاب وغیرہ میں سے بڑے لوگ اسکے پاس ہر شب کو جمع ہوتے ہیں اور وارد کی خاطر و تواضع اپنے ماسوا لوگون سے دوگنی کرتے ہیں۔ ان بلاد کا دستور یہ ہے کہ جس میں کوئی سلطان نہیں ہے وہاں جو اخی ہوتا ہے۔ وہی حاکم ہوتا ہے۔ وہی وارد کو سوار کراتا اسے کپڑے پہناتا اور اپنی قدرت بھر اس سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ اور اسکے امر اور نہی اور سواری میں وہی ترتیب ہوتی ہے جو بادشاہون کی ہوتی ہے۔ پھر ہم یہان سے روانہ ہوکر۔

فصل (۳۵) شہر سیواس میں ورود

شہر سیواس میں پہونچے۔ یہ ملک العراق کے بلاد میں سے اور اس اقلیم میں از قسم بلاد جو کچھ ہے۔ اس سے بڑا ہے۔ یہان امراء اور عمال شہر کے رہنے کا ایک مقام ہے۔ اس شہر کی آبادی نہایت اچھی اور سڑکیں وسیع ہیں اور اسکے بازارون میں لوگوں کا بہت اژدحام رہتا ہے۔ یہاں مدرسہ کی طرح ایک مکان ہے۔ اسے دارالسیادہ کہتے ہیں۔ اس میں ماسوا شرفاء کے کوئی نہیں اترتا۔ اور ان کا نقیب اس میں بود و باش رکھتا ہے جب تک یہ شرفا اس مقام میں رہتے ہیں۔ اس زمانہ تک فرش۔ کھانا۔ اور شمع وغیرہ سب کا انتظام جاری رہتا ہے۔ اور جب یہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو ان کو زاد راہ دیا جاتا ہے

جب ہم اس شہر کے قریب پہونچے تو الفتی اخی احمد بجقجی کے اصحاب ہماری ملاقات کو آئے۔ بجق ترکی زبان میں چھری کو کہتے ہیں۔ آپ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ یہ ایک گروہ تھا سوار بھی تھے اور پیادہ بھی۔ پھر الفتی اخی جلبی کے اصحاب سے ہماری ملاقات ہوئی آپ کبار الاخیۃ میں سے ہیں۔ اور آپ کا طبقہ۔ طبقہ۔ اخی بجقجی سے اعلے ہے۔ انھون نے چاہا کہ ہم انکے پاس اتریں۔ لیکن وہ طبقہ چونکہ پہلے ملا تھا۔ اسلئے آخرالذکر کے یہان ٹھہرنا بالکل غیر ممکن تھا۔ ہم انکے ساتھ سب شہر میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ فخر کرتے

تھے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری طرف سبقت کی تھی وہ تو مارے خوشی کے ہمارے لئے پاس اترنے سے پھولے نہ سماتے تھے۔ کھانے۔ حمام اور شب باشی میں انکی تمام وہی کارروائیاں رہیں جوان سے پہلے لوگون کی تھیں۔ ہمارا ان کے پاس نہایت اچھی ضیافت کے ساتھ تین دن قیام رہا۔

پھر ہمارے پاس القاضی اور طلبہ کا ایک گروہ آیا۔ اسکے ساتھ الامیر علاء الدین ارتنا بلاد الروم کے العراق کے بادشاہ کے نائب کے گھوڑے بھی تھے۔ ہم اسکے پاس سوار ہوکر گئے۔ الامیر نے دہلیز تک ہمارا استقبال کیا۔ ہمیں سلام کیا اور رسم تہذیب ادا کی۔ یہ زبان عربی میں نہایت فصیح شخص تھا۔ مجھسے العراقین۔ اصبہان۔ شیراز اور کرمان کے متعلق دریافت کیا۔ اور السلطان اتابک۔ بلاد الشام۔ مصر اور سلاطین الترکمان کا حال پوچھا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ میں انمیں سے کریم النفس کا شکریہ ادا کروں اور بخیل کی مذمت کروں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ سب کا شکریہ ادا کیا۔ میرے اس فعل سے وہ بہت مسرور ہوا اور میرا شکریہ ادا کیا۔ پھر کھانا منگایا گیا۔ ہم نے کھایا اور یہ کہا کہ آپ لوگ میری ہی ضیافت میں رہیں۔ اسپر اس سے الفتی اخی نے عرض کیا کہ یہ لوگ ابھی تک میری خانقاہ میں نہیں اترے ہیں اسلئے میرے پاس رہینگے اور آپ کی ضیافت ان کو پہنچتی رہیگی۔ اسپر اس نے کہا خیر ایسا ہی سہی۔ پس ہم اسکی خانقاہ میں منتقل ہوگئے اور وہاں اسکی اور الامیر کی ضیافت میں ہمارا چھ دن تک قیام رہا۔ پھر الامیر نے گھوڑا۔ لباس اور دراہم بھیجے۔ اور البلاد میں نائبین کو تحریر فرمادیا کہ ہماری ضیافت کریں ہماری تکریم بجا لائیں اور زاد راہ ساتھ کر دیا کریں۔ پھر ہم روانہ ہوکر

فصل (۳۶) شہر اماصیہ میں ورود

شہر اماصیۃ(۱) میں وارد ہوئے۔ یہ بڑا اور اچھا شہر ہے۔ اور نہروں باغات۔ درختوں اور پھلوں کی اس میں بڑی کثرت ہے۔ اسکی نہروں پر آب پاشی کے لئے چرخ لگے ہیں جن سے اسکے باغات اور گھروں میں پانی پہنچایا جاتا ہے۔ اسکی سڑکیں اور

(۱) دی ہربلوٹ (صلحه De Herb...) تحت بیان "اماصیہ"

بازار بہت کشادہ ہیں۔ اور والی عراق کے زیر حکومت ہے۔ اسی سے قریب۔

فصل (۳۷) شہر سُونس کا ذکر

شہر سُونس ہے یہ بھی والی عراق کے زیر حکومت ہے۔ اور اسمیں ولی اللہ تعالیٰ ابی العباس احمد الرفاعی کی اولاد سکونت رکھتی ہے۔ ان میں سے الشیخ عزالدین ہیں۔ اس زمانہ میں آپ ہی شیخ الرواق اور سجادۃ الرفاعی کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے بھائی الشیخ علی۔ الشیخ ابراہیم۔ الشیخ یحیٰی الشیخ احمد کوجک کی اولاد ہیں۔ اسکے معنی چھوٹے کے ہیں آپ تاج الدین الرفاعی کے صاحبزادے ہیں۔ ہم انھیں کی خانقاہ میں اترے تھے۔ ہم نے دیکھا تو ان کو انکے ماسوا پر فضیلت تھی پھر ہم روانہ ہوکر۔

فصل (۳۸) شہر کمش میں ورود

شہر کمش میں وارد ہوئے۔ یہ ملک العراق کے بلاد میں سے ہے۔ شہر بڑا اور خوب آباد ہے۔ العراق اور الشام سے یہاں تجار آتے ہیں۔ اس میں چاندی کی کانیں بھی ہیں۔ اس سے دو دن کی مسافت پر نہایت بلند ننگے پہاڑ واقع ہیں۔ مجھے اس کوہستان تک پہونچنے کا اتفاق نہوا۔ یہاں ہم الاخی مجدالدین کی خانقاہ میں اُترے تھے۔ اور آپکی ضیافت میں یہاں تین دن تک مقیم رہے۔ آپ نے بھی وہی افعال کئے جو آپ سے پہلے اخی نے کئے تھے۔ ہمارے پاس الامیر ارتنا کا نائب آیا اور ہمارے لئے ضیافت اور زادراہ بھیجا۔ ہم ان بلاد سے واپس ہوئے اور۔

فصل (۳۹) ارزنجانی میں ورود

اور ارزنجانی میں وارد ہوئے۔ یہ بھی والی عراق کے بلاد میں سے ہے۔ بڑا اور آباد شہر ہے۔ اسکے اکثر باشندے الارمن اور مسلمان اس میں ترکی زبان بولتے ہیں یہاں کے بازار نہایت اچھی ترتیب کے ہیں۔ یہاں نہایت اچھے کپڑے بنائے جاتے ہیں

جو اسی کی طرف منسوب ہیں۔ اس میں تانبے کی کانیں ہیں جس سے برتن اور ابلیاسیس بناتے ہیں جنکا ہم پہلے ذکر کر چکے کہ ہمارے یہاں جو منار کی شکل ہوتی ہے ویسے ہوتے ہیں۔ ہم یہاں الفتی اخی نظام الدین کی خانقاہ میں اُترے۔ یہ تمام خانقاہوں میں بہترین ہے۔ اور آپکی ذات بھی تمام بہترین الفتیان میں سے ہے۔ انکے بڑوں نے ہماری بہت اچھی ضیافت کی تھی۔ پھر ہم روانہ ہو کر۔

فصل (۴۰) شہر ارز الروم میں ورود

شہر ارز الروم میں وارد ہوئے یہ بھی ملک العراق کے بلاد میں سے ہے نہایت وسیع شہر ہے۔ اسکا اکثر حصہ اُس فتنہ کی وجہ سے ویران ہو گیا ہے جو یہاں کے الترکمان کے دو گروہوں میں واقع ہوا تھا۔ اسکے درمیان سے تین نہریں نکل جاتی ہیں۔ اسکے اکثر مکانات میں باغات ہیں اُن میں درخت اور انگور کی بیلیں ہیں۔ ہم شہر میں الفتی اخی طومان کی خانقاہ میں اُترے تھے۔ آپ کبیر السن شخص ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کی عمر ایکسو تیس[۱۳۰] سال کے قریب ہے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ لاٹھی کے سہارے اپنے پیروں پر چلتے پھرتے تھے۔ ذہن بالکل درست تھا۔ ٹھیک وقت پر نماز میں مواظبت کرتے تھے آپ پر کوئی امر شاق نہ تھا الا یہ کہ آپ کو روزہ رکھنے کی استطاعت نہ تھی۔ کھانے کے معاملہ میں آپ نے بذات خود ہماری خدمت کی۔ اور آپ کی اولاد نے ہماری حمام میں خدمت کی۔ اپنے نزول کے دوسرے دن ہم نے آپ سے رخصت چاہی۔ لیکن آپ پر یہ امر شاق گذرا اور اس سے منع فرمایا۔ فرمانے لگے اگر تم نے ایسا کیا تو میری بے عزتی ہوگی کیونکہ اقل مدت ضیافت تین دن ہیں۔ پھر ہم وہاں سے روانہ ہو کر۔

فصل (۴۱) شہر برکی میں ورود

شہر برکی میں بعد نماز عصر وارد ہوئے۔ یہاں کے باشندوں میں سے ہماری ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اُس سے وہاں کی خانقاہ الاخی کا ہم نے پتہ دریافت کیا۔

اس نے کہا چلیئے میں وہاں آپ کو پہنچا دوں۔ ہم اُسکے پیچھے پیچھے ہولئے وہ ہمیں اپنے مکان پر جو اُسکے باغ میں واقع تھا لیگیا اور ہمیں اپنے گھر کی سب سے اوپر کی چھت پر اتارا۔ اُسپر درخت سایہ فگن تھے۔ اور یہ موسم بہت سخت گرمی کا تھا۔ ہمارے پاس طرح طرح کے پھل لایا اور بہت اچھی طرح ہماری ضیافت کی اور ہمارے گھوڑوں کو دانہ گھاس دیا۔ ہم اس شب کو اسی کے پاس رہے۔

ہمیں یہ معلوم تھا کہ اس شہر میں ایک فاضل مدرس ہے جسے محی الدین کہتے ہیں۔ یہ شخص جسکے یہاں ہم رات کو رہے تھے۔ طلبہ میں سے تھا۔ ہمیں اُس مدرسہ میں لے آیا۔ یہاں دیکھا تو مدرس ایک عمدہ خچر پر سوار چلا آرہا ہے اُسکے دونوں جانب تو غلام اور خادم ہیں اور طلبہ آگے آگے۔ وہ کپڑے نہایت ڈھیلے ڈھالے اور عمدہ پہنے ہوئے تھا اور ان پر سونے کا کام تھا۔ ہم نے اُسے سلام کیا اُسنے رسم ترحیب ادا کی اور ہمارے سلام کا نہایت خندہ روئی سے جواب دیا اور نہایت تپاک سے گفتگو کی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر قاضی عزالدین فرشتی تشریف لائے۔ فرشتی کے معنی فلک کے ہیں۔ یہ اپنی دینداری۔ عفاف اور فضل کی وجہ سے ملقب ہیں۔ یہ مدرس مذکور کی داہنی جانب بیٹھ گئے۔ وہ العلوم الاصلیہ والفرعیۃ کا درس دینے لگا۔ جب اس سے فارغ ہوگیا۔ تو المدرسہ سے متعلق ایک چھوٹے سے مکان میں آیا۔ اور حکم دیا کہ فرش بچھا دیا جائے۔ مجھے وہاں اتارا۔ اور میرے پاس بہت بڑی ضیافت بھیجی۔

پھر بعد مغرب میری طرف سے گذرا۔ بعد ازاں میں بھی اُس کی طرف سے گذرا۔ میں نے اُسے ایک نشستگاہ میں جو اُسکے باغ میں تھی پایا۔ یہاں ایک تالاب تھا جسمیں ایک سفید سنگ مرمر کے دہانے سے پانی آتا تھا۔ اور اُسکی القاشانی میں گردش کرتا تھا۔ مدرس مذکور کے سامنے تمام طلبہ اُسکے غلام اور خادم اُسکے دونوں جانب کھڑے ہوئے تھے۔ اور وہ ایک مسند پر بیٹھا تھا۔ اُسپر نہایت اعلےٰ خوبصورت بوٹے دار شطرنجیاں بچھی تھیں۔ جب میں نے اُسے دیکھا تو خیال گذرا کہ یہ بھی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے۔ میرے لئے کھڑا ہوگیا اور استقبال کیا۔ میرا ہاتھ پکڑا اور اسی مسند پر اپنے پہلو میں

بٹھا لیا۔ کھانا لایا گیا۔ اور المدرس واپس چلے آئے۔ مجھے بعض طلبہ نے بتایا۔ کہ طلبہ میں سے جو بھی اس شب کو المدرس کے پاس موجود تھے ان کا دستور ہے کہ ہر شب کو کھانے کے وقت آجاتے ہیں۔ اس مدرس نے السلطان کو بذریعہ مراسلہ ہمارے آنے کی خبر اور اس میں بہت کچھ تعریف کی۔ السلطان وہیں قریب ہی ایک پہاڑ پر گرمی کی شدت کی وجہ سے آکر مقیم تھا۔ کیونکہ یہ پہاڑ ٹھنڈا تھا۔ اسلئے گرمی کا موسم وہیں بسر کیا کرتا تھا۔

ذکر (۲۴) سلطان برکی

وہ السلطان محمد بن آیدین۔ خیار۔ کرما۔ اور فضلائے سلاطین میں سے ہے۔ جب المدرس نے اسکے پاس میرے متعلق خراسان بھیجا تو اُس نے اپنا نائب میری طلبی کیلئے بھیجا۔ المدرس نے مجھسے کہا کہ جب تک دوسری مرتبہ کوئی بلانے کے نہ بھیجا جائے میں ٹھہرا رہوں۔ اتفاقاً اسکے پیر میں ایک گھاؤ ہو گیا جسکی وجہ سے وہ سوار نہ ہو سکتا تھا۔ اور مدرسہ سے آمد و رفت بھی منقطع کر لی۔ پھر السلطان نے دوسری مرتبہ طلبی کے لئے میرے پاس آدمی بھیجا۔ المدرس پر یہ حالت بہت شاق گذری۔ اور کہا مجھ مین سوار ہونے کی استطاعت نہیں ہے۔ میں بھی آپکے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ تاکہ السلطان کے حضور مین جو کچھ آپکے لئے ضروری تھا عرض کرتا۔ پھر اس نے برداشت کر کے اپنے پیر میں پٹی باندھ لی۔ اور سوار ہو گیا۔ لیکن اپنا پیر رکاب میں نہ رکھا۔ میں اور اسکے ساتھی سوار ہو گئے اور پہاڑ پر اس راستہ سے چڑھے جو تراش کر برابر کیا گیا تھا۔

سلطان کے مقام پر زوال کے قریب پہونچے اور پانی کی ایک نہر پر الجوز کے درخت کے سایہ میں ٹھہرے۔ جب ہم السلطان کے یہاں پہونچے تو اسپر بہت قلق اور تفکرات کا بدین وجہ غلبہ تھا کہ اسکا چھوٹا بیٹا اپنے بہنوئی السلطان ارخان بک کے پاس بھاگ گیا تھا۔ جب اُسے ہمارے پہونچنے کے متعلق علم ہوا تو اُسنے ہمارے پاس اپنے دونوں بیٹوں خضر بک اور عمر بک کو بھیجا انھون نے الفقیہ کو سلام کیا۔ اُس نے ان دونوں کو مجھے سلام کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ انھون نے اسپر عمل کیا۔ اور میرا حال اور میرے

آنے کی کیفیت دریافت کی۔ اور واپس چلے گئے۔ اور میرے پاس ایک منزل بھیجا جسے یہ الخرقہ (خرگاہ) کہتے ہیں۔ اُسکے لکڑی کی تیلیاں تھیں جو ایک جگہ جمع ہوکر قبہ کے مشابہ ہو جاتی تھیں۔ اور انکے اُوپر نمدہ لگا دیا جاتا تھا۔ روشنی اور ہوا کے آنے کے لئے اُسکے اُوپر کی جانب کچھ حصہ مثل البادہنج کے کھلا ہوا تھا۔ اور جب اُسکے منہ بند کرنے کی ضرورت ہوتی تھی بند کر دیا جاتا تھا۔ وہ فرش بھی لائے تھے۔ جو بچھایا گیا۔ الفقیہ بیٹھا اور میں بھی اُسکے ساتھ بیٹھا۔ اور اُسکے ساتھی بھی بیٹھے۔ میرے ساتھی اُس منزل سے باہر الجوز کے درخت کے سایہ میں بیٹھے۔ یہ مقام نہایت ٹھنڈک کا تھا۔ اسی شب کو میرا گھوڑا سردی کی شدت سے مر گیا۔

روز آئندہ کو المدرس۔ السلطان کے پاس سوار ہوکر گیا۔ اور میرے متعلق اپنے التفائے فضائل کے لحاظ سے عرض کیا۔ پھر میرے پاس آکر مجھے سارے حالات سے مطلع کیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد السلطان نے بعیت ہمارے بلانے کی طرف توجہ مبذول کی پس ہم اُسکے مکان کی طرف وہ کھڑا ہوا تھا۔ ہم نے اُسے سلام عرض کیا۔ الفقیہ اُسکی داہنی جانب بیٹھ گیا۔ اور میں الفقیہ کے پاس بیٹھ گیا۔ اُس نے میرا حال اور میرے آنے کی کیفیت پوچھی۔ اور الحجاز۔ مصر۔ الشام۔ الیمن۔ العراقین اور بلاد الاعاجم کے حالات دریافت کئے۔ پھر کھانا آیا۔ ہم سب نے کھایا اور چلے آئے۔ پھر اس نے چاول آٹا۔ اور گھی بھیڑوں کی کھالوں میں بھیجا۔ ترکوں کا یہی دستور ہے۔

ہم اسی صورت سے کئی دن رہے۔ روزانہ ہمارے پاس آدمی کھانا کھانے کو بُلانے آتا تھا۔ اور ہم کھانے کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک دن بعد ظہر وہ بھی ہمارے پاس آیا۔ الفقیہ تو صدر مجلس میں بیٹھا میں اُسکی بائیں جانب اور السلطان الفقیہ کے بائیں جانب ترکوں کے یہاں الفقہا کی یہی عزت ہے اور مجھ سے فرمایا کہ میں اسکے لئے کچھ احادیث حدیث رسول اللہ صلعم میں سے لکھ دوں۔ چنانچہ میں نے لکھ دیں اور الفقیہ نے اُسی وقت اُسکے حضور میں پیش کر دیں۔ پھر اُس سے کہا کہ انکی ترکی زبان میں شرح لکھدے پھر کھڑا ہو گیا اور وہاں سے انکا دستر خوان کو دیکھا کہ ہمارے لئے بغیر گرم مصالحہ کے الجوز

کے درخت کے سایہ میں کھانا پکا رہے ہیں اور اُس میں سبزی بھی نہیں ہے۔ حکم دیا کہ صاحب خزانہ کو سزا دیجائے اور ہمارے لئے گرم مصالحہ اور گھی بھیجا۔

اس پہاڑ پر جب ہماری اقامت کو طول ہوا۔ تو میں اکتا گیا اور واپسی کا ارادہ کیا اور الفقیہ بھی وہاں کے قیام سے اکتا گیا تھا۔ السلطان کے پاس کہلا بھیجا کہ اب میرا جانے کا ارادہ ہے۔ یوم آئندہ میں السلطان نے اپنا نائب بھیجا۔ اُس نے المدرس کے ساتھ زبان ترکی میں گفتگو کی۔ میں اسوقت تک ترکی زبان نہ سمجھتا تھا۔ اُس نے اُسکی گفتگو کا جواب دیا اور وہ واپس چلا گیا۔ پس مدرس نے مجھ سے کہا تم سمجھے بھی کہ اس نے کیا کہا میں نے کہا نہیں میں تو نہیں سمجھا کہ اُس نے کیا کہا۔ کہا کہ السلطان نے آپ کے پاس اسے اسلئے بھیجا تھا۔ کہ مجھ سے دریافت کرے آپ کو کیا دیا جائے۔ میں نے اُسے کہلا بھیجا ہے کہ اسکے پاس سونا۔ چاندی۔ گھوڑے۔ غلام۔ سب کچھ ہے۔ ان میں سے جو چاہے دیدے چنانچہ وہ سلطان کے پاس یہ سنکر چلا گیا۔ پھر ہمارے پاس واپس آیا اور یہ کہا کہ السلطان نے کہا ہے۔ کہ آج آپ یہیں ٹھہریں اور کل اسکے ساتھ اسکے گھر جائیں جو شہر میں ہے۔

جب کل ہوا تو ہمارے پاس ایک نہایت اچھا گھوڑا اپنی سواری کے گھوڑوں میں سے بھیجا۔ وہ اور اُسکی معیت میں ہم شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ لوگ اسکے استقبال کیلئے آئے۔ اُن میں قاضی مذکور بھی تھا۔ جسکا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ اور اسکے ماسوا تھے۔ السلطان داخل ہوئے۔ ہم اسکی معیت میں تھے۔ جب وہ اپنے مکان کے دروازہ پر پہونچا تو میں المدرس کے ساتھ المدرسہ کی طرف جانے لگا۔ ہمیں بلایا اور کہا کہ ہم بھی اُسکے ساتھ اُسکے مکان میں داخل ہوں۔ جب ہم مکان کی دہلیز تک پہونچے تو تقریبًا اسکے بیس خادم دیکھے جنکی صورتیں فائق الحسن تھیں اور حریر کے لباس میں ملبوس تھے۔ ان کی زلفیں مانگ نکلی ہوئی اور چھوٹی ہوئی تھیں۔ انکے رنگ گورے چٹے مائل بسرخی تھے۔ میں نے الفقیہ سے کہا یہ خوبصورت لوگ کون ہیں۔ اُس نے کہا یہ رومی نوجوان ہیں۔

ہم السلطان کے ساتھ کئی سیڑھیاں چڑھے یہانتک کہ ایک نہایت عمدہ نشستگاہ میں پہونچے۔ جسکے وسط میں ایک پانی کا حوض تھا اور اُسکے گوشوں میں سے ہر گوشہ میں تانبے

کے شیر منہ تھے۔ جنکے مُنہ سے پانی نکلکر اُس حوض میں گرتا تھا۔ اور ایک نشستگاہ کے چاروں طرف نزدیک نزدیک چبوترے بنے ہوئے تھے۔ جنپر فرش بچھا ہوا تھا۔ اُنمیں سے ایک پر السلطان کے لئے مسند لگی ہوئی تھی۔ جب ہم اُس تک پہونچے تو السلطان نے اپنے ہاتھ سے اپنی مسند سرکا دی اور ہمارے ساتھ ایک قطعون پر بیٹھ گیا۔ الفقیہ اُس کی داہنی جانب بیٹھا۔ اور القاضی فقیہ کے پاس والی جگہ پر بیٹھا اور میں القاضی کے پاس والی جگہ پر بیٹھا اور القراء چبوترے کے نیچے بیٹھے قاریون کو جہاں کہیں بھی اسکی مجلس ہوتی ہو جُدا نہیں کرتا۔ پھر سونے اور چاندی کے پیالے لائے۔ جو بھرے تھے اور ان میں گلاب پڑا ہوا تھا۔ اور اُن میں عرق لیموں نچوڑا ہوا تھا اور اُن میں چھوٹی چھوٹی ٹکیاں ٹوٹی پڑی تھیں۔ اور اُن میں سونے اور چاندی کے چمچے بھی پڑے ہوئے تھے۔ انکے ساتھ چینی کے پیالے بھی تھے وہ بھی مذکورہ مائع سے بھرے تھے اُن میں لکڑی کے چمچے تھے۔ جس نے ورع برتا اُسنے چینی کے پیالے اور لکڑی کے چمچے استعمال کئے۔ میں نے السلطان کا شکریہ ادا کیا۔ اور الفقیہ کی تعریف کی اور اپنے اس فعل میں خاصہ مبالغہ سے کام لیا یہ بات السلطان کو پسند آئی اور وہ بہت مسرور رہا۔

فصل (۳۴) حکایت

جب ہم السلطان کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے۔ تو اُس اثناء میں ایک شیخ آیا جسکے سر پر عمامہ اور گیسو تھے۔ اُسنے اُسے سلام کیا۔ القاضی اور الفقیہ اُسکے لئے تعظیماً کھڑے ہوگئے اور وہ السلطان کے روبرو اُسی چبوترے پر بیٹھ گیا۔ القراء اُس سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے الفقیہ سے دریافت کیا۔ یہ شیخ کون ہے۔ وہ ہنسا اور خاموش ہوگیا۔ پھر میں نے مکرر دریافت کیا۔ اُسنے مجھ سے کہا کہ یہ یہودی طبیب ہے۔ ہم سب کو اسکی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارا تعظیماً کھڑے ہونے کا جو ابھی آپ نے دیکھا۔ اُسکے ساتھ برتاوا ہے۔ جو کچھ ہوا اور پیش آیا تھا اسکی وجہ سے میں مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوگیا اور یہودی سے باین الفاظ مخاطب ہوا۔ اے ملعون بن ملعون تو قراء القرآن سے

بلندی پر یہودی ہوتے ہوئے کیونکر بیٹھا ہے" میں نے اُسے گالی دی اور بہت چیخا چلایا۔ السلطان بہت متعجب ہوا اور میرے کہنے کے معانی پوچھے۔ الفقیہ نے اُسے سارا قصہ بتادیا۔ یہودی مذکور کو بہت غصہ آیا اور وہ مجلس سے نہایت ذلیل ہو کر چلا گیا۔ جب ہم واپس آئے تو الفقیہ نے مجھ سے کہا آپ نے بہت اچھا کیا۔ اللہ بہتر آپ کو اس فعل کی جزائے خیر دے۔ کسی دوسرے کو ہرگز اس طرح کہنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ آپ نے اُسکی حقیقت سے اسے آگاہ کر دیا۔

فصل (۴۴) دوسری حکایت

مجھ سے السلطان نے اسی مجلس میں دریافت کیا کہ کیا آپ نے کبھی ایسا پتھر دیکھا ہے جو آسمان سے گرا ہو(۱)۔ میں نے عرض کیا جی نہیں نہ میں نے کبھی ایسا پتھر دیکھا ہے اور نہ سنا ہی ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا وہ میرے شہر کے باہر گرا ہے وہ وہ پتھر ہے جو آسمان سے آیا ہے۔ پھر چند آدمیوں کو بلا کر کہا کہ وہ پتھر لے آئیں۔ پس وہ ایک نہایت سیاہ پتھر لے آئے جو بہت ہی ٹھوس اور نہایت سخت تھا اور چمک بھی تھی۔ میرا اندازہ ہے کہ قریب ایک قنطار(۲) کے ہوگا۔ السلطان نے سنگ شکنوں کے لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ چار سنگ شکن آئے۔ اُس نے حکم دیا کہ اسپر چوٹیں لگائیں۔ اُنھوں نے اسپر ایک ہی مرتبہ لوہے کے گھن سے چار چوٹیں لگائیں۔ لیکن اسپر تو کچھ بھی نہ اثر ہوا۔ مجھے اس امر سے بڑا ہی تعجب ہوا اور حکم دیا جہاں پر یہ تھا وہیں رکھدیا جائے۔

السلطان کی معیت میں ہم جس دن شہر میں داخل ہوئے ہیں اُسکے تیسرے دن اُس نے ہماری نہایت شاندار پُرتکلف دعوت کی۔ الفقہا۔ المشائخ۔ افسران لشکر اور شہر کے

(۱) اس قسم کی دوسری عجیب وغریب باتوں سے دی ساسی کتاب ر De Sacy) کی کتاب کرسٹو میتھی عرب (Chrestomathie arabe) جلد سوم صفحات ۴۳۷۔ ۴۴۱ مملو ہیں۔ یہ دوسرے ایڈیشن کے لحاظ سے ہے۔

(۲) فتح اللہ بیلوتی نے اپنے نسخہ ملخصہ رحلہ ابن بطوطہ میں قنطار "ا" سے لکھا ہے۔ اسکے وزن میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ۱۱۲ پونڈ اور بعض ۱۲۰۔

چوٹی کے آدمیوں کو دعوت دی۔ ان سب نے ضیافت میں شرکت کی۔ اور القراء نے نہایت خوش الحانی سے القرآن پڑھا اور ہم المدرسہ اپنی جائے قیام میں واپس آ گئے ہمارے لئے کھانا، پھل اور حلوا اور شمع سہ رات کو بھیجی جاتی تھی۔ پھر میرے پاس سو مثقال سونا، ہزار درہم مکمل لباس۔ ایک گھوڑا اور ایک رومی غلام جسکا نام میخائیل تھا بھیجا اور میرے تمام ساتھیوں کیلئے لباس اور دراہم بھیجے۔ یہ سب المدرس محی الدین کی مشارکت کی وجہ سے تھا اللہ برتر اُسے جزائے خیر دے۔ پھر ہم سب رسم وداعی ادا کر کے واپس ہوئے۔ اُسکے پاس ہمارے پہاڑ اور شہر میں قیام کی مدت چودہ دن ہے۔ پھر ہم نے شہر تیرۃ کا ارادہ کیا۔

فصل (۴۵) شہر تیرۃ میں ورود

یہ شہر اسی سلطان کے بلاد میں سے ہے۔ نہایت اچھا انہار و باغات اور فواکہ پر مشتمل ہے۔ یہاں ہم الفتی اخی محمد کی خانقاہ میں اترے۔ یہ شخص کبار صالحین میں سے اور صائم الدہر ہے۔ اسکے تمام اصحاب اسی کے طریقہ پر ہیں۔ اسنے ہماری ضیافت اور ہمارے لئے دعائے خیر کی پھر ہم روانہ ہو کر۔

فصل (۴۶) شہر آیاسلوق میں ورود

شہر آیاسلوق میں وارد ہوئے۔ یہ بڑا اور قدیمی شہر ہے۔ باشندگان روم کے نزدیک نہایت قابل عظمت ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا گرجا بھاری پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ اسکے پتھروں کا طول دس گز اور اس سے بھی زاید کا ہے۔ ان پتھروں کا جوڑ نہایت نادر طریقہ پر لگایا گیا ہے اس شہر میں جو جامع مسجد ہے وہ دنیا کی تمام مساجد میں نادر ترین ہے۔ جو حسن میں بے نظیر ہے یہ پہلے اہل روم کا گرجا تھا جسکی یہ بہت تعظیم کرتے۔ اور البلاد سے اسکی زیارت کو آتے تھے۔ جب یہ شہر فتح کیا گیا تو اسے مسلمانوں نے جامع مسجد بنا لیا۔ اسکی دیواریں رنگین سنگ مرمر کی ہیں اور فرش سفید سنگ مرمر کا ہے اور چھت سیسے کی ہے۔ اس میں طرح طرح کے گیارہ قبے ہیں۔ ہر قبہ کے وسط میں پانی کا ایک حوض بنا ہوا ہے اور اس سے ہو تی ہوئی ایک نہر نکلی ہے

اس نہر کے دونوں جانب مختلف قسم کے درخت انگور کی بیلیں اور چنبیلی کے منڈوے ہیں اور اسکے پندرہ دروازے ہیں۔

اس شہر کا امیر خضر بک بن السلطان محمد آیدین ہے۔ میں نے اسے اسکے والد کے پاس برکی میں دیکھا تھا۔ پھر اس شہر کے باہر میں اس سے ملا اور اسے سواری ہی کی حالت میں سلام کیا۔ میرا یہ فعل اسے بہت مکروہ معلوم ہوا۔ میرا اس سے بے نیل و مرام رہنے کا یہی سبب ہو کیونکہ انکی عادت ہے جب انکے یہاں کوئی وارد آتا ہے۔ یہ اسکے لئے سواری سے اتر جاتے ہیں اور اس فعل کو بہت پسند کرتے ہیں۔ میرے پاس اسنے ریشم کا ایک ہی زرین کپڑا بھیجا اسے یہ لوگ الفج کہتے ہیں۔ میں نے اس شہر میں ایک کنواری رومی باندی بھی سونے کے چالیس دینار میں خریدی۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر۔

فصل (۴۷) شہر یزمیر میں ورود

شہر یزمیر آئے۔ یہ ایک بڑا شہر ساحل بحر پر واقع ہے۔ اسکا بڑا حصہ ویران ہو گیا ہے اسکی بلند جانب سے متصل اس میں ایک قلعہ بھی ہے۔ یہاں ہم الشیخ یعقوب کی خانقاہ میں اترے یہ الاحمدیہ میں سے صالح اور فاضل شخص ہیں۔ اس سے باہر ہم الشیخ عزالدین بن احمد الرفاعی سے بھی ملے۔ آپکے ہمراہ زادہ الاخی جو کبار مشائخ میں سے ہیں تھے۔ اور آپکے ہمراہ المولہین میں سے سو فقیر تھے۔ انکے لئے الامیر الاخیتہ نے خیمے نصب کئے تھے اور الشیخ یعقوب نے ضیافت کا انتظام کیا تھا۔ اس ضیافت میں میں بھی شریک اور انکے ساتھ مجتمع تھا۔

اس شہر کا امیر عمر بک بن السلطان محمد بن آیدین ہے۔ جسکا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے یہ اسی شہر کے قلعہ میں رہتا ہے۔ میرے اس شہر میں آنے کے وقت یہ اپنے والد کے پاس تھا۔ پھر ہمارے یہاں اترنے کے پانچویں دن آ گیا۔ اسکے مکارم میں سے یہ ہے کہ میرے پاس خانقاہ میں آیا مجھے سلام کیا اور معذرت چاہی اور میرے پاس بہت بڑی ضیافت بھیجی۔ اسکے بعد مجھے ایک رومی خماسی غلام عطا کیا۔ اسکا نام نقولہ تھا۔ اور الکمخاب کے دو کپڑے بھی عطا کئے یہ ایک ریشمی کپڑا ہے۔ جو بغداد۔ تبریز۔ نیسابور اور چین میں بنایا جاتا ہے۔ الفقیہ نے جو اسکا امام تھا

مجھے ذکر کیا کہ الامیر کے پاس ماسوا اس غلام کے اور کوئی غلام نہیں تھا جو اس نے مجھے اپنے کرم کی وجہ سے اللہ اسپر رحم فرمائے عطا کر دیا۔ اور الشیخ عزالدین کو بھی تین گھوڑے ساز و سامان سے آراستہ اور چاندی کا ایک بڑا برتن جسے یہ المشربہ کہتے ہیں دراہم سے بھرا ہوا عطا کیا اور بہت سے کپڑے الملف۔ المرعز۔ القدسی۔ اور الکمخا کے اور کئی جاریہ اور غلام عطا کئے۔

یہ امیر بڑا کریم، صالح اور کثیر الجہاد تھا۔ اُسکے پاس کئی جنگی کشتیاں تھیں۔ جنسے اطراف القسطنطینیہ العظمی پر حملے کیا کرتا تھا۔ وہاں سے لوگوں کو گرفتار کر کے لاتا اور مال غنیمت حاصل کیا کرتا تھا اور بمقتضائے کرم وجود اس میں سے کچھ نہ رکھتا تھا۔ اور پھر جہاد کے لئے جاتا تھا۔ اور باشندگان روم پر اسقدر سختیاں کیں کہ وہ اس سے تنگ آ کر الباپہ (پاپا۔ پوپ) کے پاس شکایت کی۔ اُسنے جنوق اور افرانسہ کے نصاریٰ کو جنگ کیلئے حکم دیا۔ انھوں نے جنگ کی۔ اور روفہ کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے اسکے شہر میں راتوں رات بہت سی کشتیوں میں بیٹھکر لنگرگاہ اور شہر میں قبضہ کر لیا۔ الامیر عمر قلعہ سے اُتر کر انکے مقابلہ پر آیا اور اُن سے خوب لڑا۔ وہ اور اُسکے سپاہیوں کی ایک جماعت شہید ہوئی۔ اور شہر پر نصاریٰ کا تسلط ہو گیا چونکہ قلعہ بہت مستحکم تھا۔ اسلئے اسپر بس نہ چلسکا۔ پھر ہم اس شہر سے روانہ ہو کر۔

فصل (۴۸) شہر مغنیسیہ میں ورود

شہر مغنیسیہ میں وارد ہوئے۔ اور یہاں شام کے وقت عرفہ کے دن الفتیان میں سے ایک شخص کی خانقاہ میں اترے یہ بڑا اور اچھا شہر روئے کوہ پر واقع ہے۔ اسکی سرزمین بکثرت نہروں، چشموں، باغات اور فواکہ پر مشتمل ہے۔

ذکر (۴۹) سلطان مغنیسیہ

اسکے سلطان کا نام صاراخان ہے۔ جب ہم اس شہر میں پہونچے تھے تو اسے اسکے بیٹے کی قبر پر پایا۔ اسے انتقال کئے ہوئے کئی مہینے گذر چکے تھے وہ اور اس متوفی کی ماں عید کی شب اور اسکی صبح کو اسکی تربت پر رہے۔ اس لڑکے کی نعش میں مومیائی بھر کر لکڑی کے

تابوت میں بند کر دیا گیا تھا اور اسپر لوہے کی چادریں منڈھ دی گئی تھیں اور اُسے ایک قبہ میں لٹکا دیا تھا جسکے چھت نہ تھی۔ تاکہ اسکی بدبو جاتی رہے۔ پھر قبہ کی چھت پاٹ دی جاتی ہے اور تابوت اوپر ہی زمین کے اُوپر رکھ دیا جاتا ہے اور اسپر اسکے کپڑے رکھ دیتے جاتے ہیں۔ اسکے ماسوا اور بادشاہون کا بھی میں نے یہی فعل دیکھا ہے۔ ہم نے اُسے اسی مقام پر سلام کیا اور اُسکے ساتھ نماز عید پڑھی اور اپنی خانقاہ واپس آگئے۔

ذکر (۵) فوجہ

میرے غلام نے میرے گھوڑے لئے اور بعض الاصحاب کے گھوڑون کے ساتھ انھیں اسطرح لیگیا کہ پانی پلانے لیجا رہا ہے اور بہت دیر لگا دی۔ جب شام ہوگئی اور انکا کوئی پتہ نہ لگا تو اسی شہر میں الفقیہ المدرس الفاضل مصلح الدین تھا میرے ساتھ السلطان کے پاس سوار ہوکر گیا۔ اور اس واقعہ کی خبر دی۔ اُسنے انکی تلاش کے لئے لوگوں کو روانہ کیا لوگ اپنی عید میں مشغول تھے وہ دونون ایک شہر میں چلے گئے جو کفار کا ساحل البحر پر واقع تھا۔ اسے فوجہ کہتے تھے۔ اور مغنیسیہ سے ایک دن کی مسافت پر تھا۔ یہ کفار ایک قلعہ بند شہر میں رہتے تھے اور ہر سال سلطان مغنیسیہ کے پاس ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ انکے شہر کی قلعہ بندی کی وجہ سے وہ اُن سے اسی ہدیہ پر قناعت کرتا تھا۔ ظہر کا وقت گذر جانے کے بعد اُن دونون کو بعض ترک لوگ مع گھوڑون کے لے آئے۔ اور انھون نے ذکر کیا کہ یہ دونون شام کے وقت ہماری طرف سے گذرے۔ ہم نے انھیں بھانپ لیا اور اُن پر سختی کی۔ یہانتک کہ انھون نے اس امر کا اقرار کر لیا کہ ہمارا ارادہ بھاگنے کا تھا۔

پھر ہم مغنیسیہ سے روانہ ہوئے۔ اور ایک قوم کے پاس جو الترکمان میں سے تھا۔ شب بسر کی۔ یہ لوگ اپنی چراگاہ میں اُترے تھے۔ ہمیں انکے پاس کوئی چارہ نہ ملا کہ اس شب کو اپنے چوپاؤن کو کھلاتے اور ہمارے ساتھیون نے باری باری چوری کے خوف کی وجہ سے پہرہ دیکر شب بسر کی۔ جب الفقیہ عفیف الدین التوزری کی پہرہ دینے کی باری آئی تو میں نے سنا کہ آپ سورۃ البقرۃ پڑھ رہے ہیں۔ آپ سے عرض کیا کہ جب آپ سونا چاہیں تو مجھے بتا دیجئے گا

تاکہ میں دیکھوں کہ اُب کس کی پہرہ دینے کی باری ہے۔ پھر میں سو گیا۔ مجھے آپ نے صبح ہی کے وقت جگایا۔ چور میرا وہ گھوڑا مع زین اور لگام کے لیگئے تھے جس پر عفیف الدین سوار ہوا کرتے تھے۔ یہ اچھے گھوڑوں میں سے تھا۔ میں نے اسے ایا سلوق میں خریدا تھا۔ پھر ہم دوسرے دن روانہ ہو کر۔

فصل (۵۱) شہر برغمہ میں ورود

شہر برغمہ میں وارد ہوئے۔ یہ ایک ویران شہر ہے۔ اس میں پہاڑ کی چوٹی پر ایک مستحکم قلعہ بھی واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ افلاطون الحکیم اسی شہر کے باشندوں میں سے تھا اور اسکا گھرانہ اسی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ہم الاحمدیہ گروہ کے ایک فقیر کی خانقاہ میں اترے پھر شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص آیا اور ہمیں اپنے گھر اٹھا لیگیا۔ اور ہماری بہت زیادہ آؤ بھگت کی۔

ذکر (۵۲) سلطان برغمہ

یہاں کے سلطان کا نام بختیٰ خان ہے۔ اسکے نزدیک بھی "خان" بمعنی "السلطان" ہے اور "بختیٰ" کے معنی "جید" ہیں۔ ہم اسکے موسم گرما میں رہنے کے مقام میں گئے۔ اُسے ہمارے پہونچنے کی اطلاع دی گئی۔ اُس نے ہمارے لئے ضیافت اور قدسی کپڑے بھیجے پھر ہم نے ایک شخص کو راہبری کے لئے اجرت پر لیا اور بلند ننگے پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے یہانتک کہ ہمارا۔

فصل (۵۳) شہر بلی کسری میں ورود

شہر بلی کسری میں ورود ہوا۔ یہ ایک عمدہ شہر کثیر العمارہ اچھے بازاروں والا ہے۔ یہاں کوئی جامع مسجد نہیں جس میں جمعہ ہوا کرے۔ لوگوں نے شہر کے باہر اس سے متصل ہی بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ صرف اُسکی دیواریں بنائی ہیں۔ چھت نہیں بنائی اس میں نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ درختوں کے سایہ میں ہوتا ہے۔ اس شہر میں ہم خانقاہ الفتی اخی سنان میں اترے۔ یہ یہاں کے افاضل میں سے ہے ہمارے پاس یہاں کا قاضی اور خطیب الفقیہ موسیٰ بھی

تشریف لاتے تھے۔

ذکر (۵۴) سلطان بلی کسری

اسکا نام دمور خاں یہ صفات خیر سے متصف نہیں۔ اسکا باپ وہ ہے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہاں بکثرت وہی لوگ آباد ہیں جنہیں اسکے اس بیٹے کے عہد میں کوئی صفات خیر نہیں۔ گویا لوگ بادشاہ کے دین پر ہیں۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ اسنے میرے پاس ایک ریشمی کپڑا بھی بھیجا تھا۔ اس شہر میں میں نے ایک رومی جاریہ خریدی تھی اسکا نام مرغلیط تھا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر۔

ذکر (۵۵) شہر برصی میں ورود

شہر برصی[1] میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے۔ بازار اچھے سڑکیں کشادہ، ہر طرف سے اسے باغات اور جاری چشمے ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اسکے باہر ایک پانی کی بہت گرم نہر ہے جو ایک بہت بڑے حوض میں گرتی ہے۔ اسکے اوپر دو مکان بنے ہیں۔ ایک مردوں کے لئے ہے اور دوسرا عورتوں کے لئے۔ مریض ان حماموں میں شفا پاتے اور بلاد دور دست سے یہاں آتے ہیں۔ وہاں واردین کے اترنے کے لئے ایک خانقاہ بھی ہے۔ انکے یہاں ٹھہرنے کے زمانہ تک جو تین دن ہیں، کھانا دیا جاتا ہے۔ اس خانقاہ کی تعمیر الترکمان بادشاہوں میں سے کسی نے کی تھی۔ ہم اس شہر میں الفتی اخی شمس الدین کی خانقاہ میں اترے۔ یہ کبار الفتیان میں سے ہے۔ اور اس سے عاشورہ کے دن ملاقات ہوئی۔ اس نے ہمارے لئے کثرت سے کھانا تیار کرایا اور رات کے وقت سرداران لشکر اور باشندگان شہر کی دعوت کی انھوں نے اسی کے یہاں افطار کیا۔ القراء نے نہایت خوش الحانی سے قرآن پڑھا۔ اور الفقیہ الواعظ مجد الدین القونوی آیا اس نے وعظ و ذکر نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ پھر یہ لوگ

(۱) فتح اللہ بیلونی اس لفظ کا تلفظ "بروسہ" کرتے ہیں۔ لیکن مسٹر کوسی گارٹن (Kosegarten) نے "برصی" تلفظ کی تائید کی ہے۔

سماع اور رقص میں مشغول ہوئے یہ رات بڑی عظیم الشان تھی اور یہ واعظ الصالحین میں سے تھا۔ صائم الدہر رہا کرتا تھا اور تین دن میں افطار کیا کرتا تھا اور اپنی شکم پری اپنے دست بازو سے کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس نے کبھی کسی کے یہاں کا کھانا نہیں کھایا۔ نہ اسکا کوئی گھر ہے اور نہ کوئی متاع بس صرف اسقدر کہ وہ اُس سے ستر پوشی کر لیتا تھا۔ اور ماسوا قبرستان کے کہیں نہیں سوتا۔ مجالس میں وعظ کہتا اور ذکر کرتا ہے۔ ہر مجلس میں لوگوں کے گروہ کے گروہ اسکے ہاتھ پر تائب ہوتے ہیں۔ اس شب کے بعد میں نے اسے پھر تلاش کیا۔ لیکن کوشش بے نتیجہ تھی صحرا میں بھی آیا لیکن وہاں بھی نہ پایا۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ سو جاتے ہیں تب آتا ہے۔

فائدہ (۵۶) حکایت

جب ہم شب عاشورہ میں شمس الدین کی خانقاہ میں تھے تو ہمیں آخر شب میں مجد الدین نے وعظ کہا۔ فقراء میں سے ایک شخص نے چیخ ماری جس سے اُس پر غشی طاری ہو گئی۔ اُس پر لوگوں نے عرق گلاب چھڑکا۔ لیکن اُسے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ دوبارہ چھڑکا لیکن پھر بھی افاقہ نہ ہوا۔ لوگوں میں اختلاف ہو گیا کچھ کہتے تھے کہ اسکا وصال ہو گیا ہے اور کچھ کہتے تھے۔ نہیں اس پر غشی طاری ہے۔ الواعظ نے اپنا وعظ ختم کیا اور قاریوں نے قرأت بھی کر لی۔ ہم نے نماز صبح پڑھی اور آفتاب طلوع ہو گیا۔ پھر لوگوں نے اسے اچھی طرح دیکھا تو دنیا کو وداع کر گیا تھا۔ اللہ اس پر رحم فرماتے۔ پھر لوگوں نے متوفی مذکور کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ ان لوگوں میں میں بھی تھا جو اسکی نماز جنازہ اور دفن میں موجود تھے۔

اس فقیر کو السیاح کہتے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ یہ یہیں ایک غار میں جو پہاڑ میں واقع تھا عبادت کیا کرتا تھا جب اسے معلوم ہوتا تھا کہ الواعظ مجد الدین وعظ فرمائینگے۔ تو آیا کرتا اور آپکے وعظ میں شرکت کیا کرتا۔ اور کسی کا کھانا ہی نہ کھاتا۔ جب مجد الدین وعظ کہتے تو چیخ مارتا اور اُس پر غشی طاری ہو جاتی۔ جب افاقہ ہوتا تو وضو کرتا اور دو رکعت نماز پڑھتا پھر جب الواعظ کی تقریر سُنتا تو چیخ اٹھتا۔ اسکا یہ فعل رات بھر میں کئی مرتبہ ہوتا اسکا نام الصیاح اسی وجہ سے رکھا گیا تھا۔ یہ ہاتھوں اور پیروں سے معذور تھا۔ اسے کسی کام کرنے پر

قدرت نہ تھی۔ اسکی ماں سوت کات کر اسکے لئے غذا مہیا کرتی تھی۔ جب وہ وفات کر گئی تو یہ نباتات زمین پر زندگی بسر کرنے لگا۔

اس شہر میں میں الشیخ الصالح عبداللہ المصری السائح سے ملا یہ الصالحین میں سے تھے۔ اور تمام زمین کی سیاحت کی تھی۔ لیکن چین۔ جزیرہ سرندیپ۔ المغرب الاندلس اور بلاد السودان نہیں تشریف لے گئے تھے۔ میں ان اقالیم کی سیاحت کی وجہ آپ پر سیاحی میں ترجیح رکھتا ہوں۔

ذکر (۵۵) سلطان برصی

اسکا سلطان اختیار الدین اُرخان بک ابن السلطان عثمان جوق ہے۔ جوق کے معنی ترکی زبان میں چھوٹے کے ہیں۔ یہ سلطان ملوک الترکمان میں سب سے بڑا۔ اور بحیثیت مال۔ بلاد اور لشکر کے بھی ان سے بڑا ہوا ہے۔ اسکے قلعوں کی تعداد تقریباً سو کے ہوتی ہے۔ وہ اکثر اوقات برابر ان کا دورہ کرتا رہتا ہے اور ان میں سے ہر قلعہ میں چند دن ٹھہر کر اُسکے لشکروں کی اصلاح اور اسکی حالت کی تحقیقات کیا کرتا ہے کہا جاتا ہے کہ وہ کبھی پورا ایک مہینہ کسی بلد میں نہیں ٹھہرا۔ کفار سے جنگ کیا کرتا اور انکا محاصرہ کیا کرتا ہے اسکا والد وہ شخص ہے جس نے شہر برصی کو اہل روم کے ہاتھوں سے فتح کیا تھا۔ اسکی قبر اسی شہر کی مسجد میں ہے۔ اسکی مسجد پہلے نصاریٰ کا گرجا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے شہر یزنیک[۲] کا تقریباً بیس سال محاصرہ کیا۔ اور اسکی فتح سے پہلے ہی مر گیا۔ پھر اسکے لڑکے نے جسکا ہم نے ذکر کیا ہے بارہ سال محاصرہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ میری اس سے بھی ملاقات ہوئی۔ اسنے میرے پاس بہت سے دراہم بھی بھیجے تھے۔ پھر ہم روانہ ہو کر۔

فصل (۵۸) شہر یزنیک میں ورود

شہر یزنیک میں وارد ہوئے۔ لیکن یہاں پہونچنے سے پہلے ایک گاؤں میں جسے

---

(۲) مذکور مسٹر کوسی گارٹن (Kosegarten) اس لفظ کا تلفظ ازنیک کرتے ہیں۔

ذکر (۵۹) گُرلہ

گُرلہ کہتے ہیں۔ ایک فتی کی خانقاہ میں جو الاخیۃ میں سے تھا شب باش رہے۔ پھر اس گاؤں سے ایک دن کامل پانی کی نہروں جنکے دونوں جانب میٹھے اور کھٹے اناروں کے درخت تھے مسافت طے کر کے ایک پانی کے بحیرۃ پر پہونچے جسکی وجہ سے بیزنیک سے آٹھ میل تک نیستان ہے اور کوئی ماسوا ایک راستہ کے جو پل کی طرح ہے اس میں نہیں داخل ہو سکتا اور نہ ماسوا ایک اسپ سوار کے اُسپر کوئی چل ہی سکتا ہی اس وجہ سے یہ شہر بہت دشوار گذار ہے۔ اور البحیرۃ اسے تمام اطراف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسکے مکانات منہدم و ویران ہیں۔ (وھی خاویۃ علی عروشھا قرآن کریم سورہ ۲۰) اسمیں صرف تھوڑے ہی سے خدام السلطان رہتے ہیں اور اسی میں اسکی زوجہ بیلون خاتون بھی رہتی ہے۔ یہ ان پر الحاکمۃ ہے نیک اور فاضلہ عورت ہے۔

شہر ہذا پر چار شہر پناہیں ہیں۔ ہر دو شہر پناہوں کے مابین ایک خندق ہے جسمین پانی بھرا رہتا ہے۔ لکڑی کے پلوں پر سے ہو کر اس مین داخل ہوتے ہین۔ جب ان پلوں کو اٹھانے کا ارادہ کرتے ہیں اٹھا لیتے ہیں۔ شہر کے اندر باغات مکانات زمینیں اور کھیت ہیں۔ ہر شخص کا مکان۔ اسکا کھیت اور اسکا باغ ایک جگہ ہیں۔ یہ لوگ ہی کے کنوؤں کا پانی پیتے ہین جو قریب قریب ہیں۔ اس میں تمام اقسام کے پھل ہوتے ہیں انکے یہاں جوز اور شطل کی نہایت فراوانی اور ارزانی ہے۔ یہ لوگ شطل کو قسطنۃ کہتے ہیں اور جوز کو قوز۔ اس میں العذاری ایک انگور ہوتا ہے۔ اس جیسا ماسوا یہاں کے کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ انتہا درجہ کا شیریں۔ بہت بڑا۔ صاف رنگ۔ باریک چھلکے کا۔ اسکے ہر دانہ میں صرف ایک گٹھلی ہوتی ہے۔

اس شہر میں مجھے الفقیہ الامام الحاج المجاور علاؤ الدین السلطان یتوکی نے اتارا۔ یہ فضلاء کرام میں سے ہے۔ میں اس سے ملنے کے لئے کبھی نہیں گیا کہ اس نے کھانا منگوایا ہو۔ اسکی صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی۔ اور میرے ساتھ خاتون مذکورۃ کے پاس گیا اُسنے میرا بڑا اکرام کیا۔ ضیافت کی اور حسن سلوک سے پیش آئی۔ ہمارے اس شہر میں آنے کے

چند دن بعد وہ السلطان ارخان بک آیا جسکا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ میں اس شہر میں تقریباً چالیس دن اپنے گھوڑے کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے رہا جب یہاں طول قیام ہوا تو میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور روانہ ہو گیا میرے ساتھ میرے تین ساتھی ایک جاریہ اور دو غلام تھے۔ ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ زبان ترکی اچھی طرح جانتا ہوا اور ہمارا ترجمان بن سکے کیونکہ ہمارے ساتھ جو ترجمان تھا۔ اُسے ہم نے اس شہر میں چھوڑ دیا تھا۔

ذکر (۶۰) مکجا

پھر ہم یہاں سے روانہ ہو کر ایک گاؤں میں شب باش ہوئے۔ جسکا نام مکجا تھا۔ یہاں ایک فقیہ کے یہاں شب باش رہے۔ اس نے ہمارا اکرام کیا اور ضیافت کی۔ پھر ہم نے اسکے پاس سے سفر اختیار کیا۔ ہمارے آگے قوم ترک میں سے ایک عورت گھوڑے پر سوار اور اسکے ساتھ اسکا خادم روانہ ہوئے۔ یہ شہر ینیجا جا رہے تھے اور ہم اسکے قدم بقدم روانہ ہوئے وہ ایک بڑی ندی میں پہونچی جسے سقری کہتے تھے نام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سقر کی طرف منسوب ہے۔ اللہ برتر ہمیں سقر سے پناہ میں رکھے۔ پھر وہ عورت اُس ندی میں اُتر گئی۔ جب اُسکے وسط میں پہونچی تو قریب تھا کہ اُسکا گھوڑا ڈوب جائے۔ وہ اُسکی پیٹھ سے گر پڑی۔ اسکے خادم نے جو اُسکے ساتھ تھا اسکے بچانے کا ارادہ کیا لیکن ندی اُس عورت کے ساتھ اسی بھی بہا لیگئی۔ جو لوگ اس ندی کے کنارے رہتے تھے وہ اسکے لئے پھاند پڑے۔ اور تیر کر اس عورت کو نکالا۔ اس میں کچھ سانس باقی تھی اور اُس نوکر کو اس حالت میں پایا کہ اپنے حق ادا کر چکا تھا۔ اللہ اُسپر رحم فرمائے۔

ان لوگوں نے ہم سے بیان کیا کہ گھاٹ اس مقام سے نیچے اتر کر ہے چنانچہ ہم اُسکی طرف روانہ ہوئے۔ یہ چار لکڑیاں تھیں جو رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ اُسپر لوگ چوپاؤں کی زینیں سامان رکھتے تھے اور لوگ اُسے دوسرے گھاٹ سے کھینچتے تھے۔ لوگ اُسپر سوار ہو کر پار اُتر جاتے تھے اور چوپائے تیرا کر پار اُتارے جاتے تھے۔ ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔

فصل (۶۱) کاویہ میں ورود

اسی شب کو ایک کادیہ کی طرف پہونچے۔ اسکا نام فاعلۃ کے وزن پر ہے اور الگی سے نکلا ہے۔ ہم یہاں الاخیتہ میں سے ایک کی خانقاہ میں اترے۔ اور اُس سے عربی میں کلام کیا وہ ہماری زبان بالکل نہ سمجھا۔ اُس نے ہم سے ترکی میں کلام کیا اسکی زبان ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ پھر اُسنے کہا الفقیہ کو بلاؤ۔ وہ عربی سمجھتا ہے۔ جب الفقیہ آیا تو ہم نے اُس سے فارسی اور عربی میں باتیں کیں لیکن وہ ہماری زبان بالکل نہ سمجھا۔ اور الفتی سے کہا "ایشان عربی کہنہ میقوان (میگویند) ومن عربی نو میدانم" (یہ قدیم عربی میں گفتگو کرتے ہیں اور میں جدید عربی جانتا ہوں) کہنہ۔ قدیم کا مرادف ہے۔ اور میقوان۔ یقولون۔ من۔ انا کا۔ اور نو۔ جدید کا۔ اور میدانم۔ اعرف کا۔ الفقیہ کا اُس کلام سے مقصد اپنے آپ کو بدنامی سے بچانا تھا۔ کیونکہ لوگوں کا یہ گمان تھا کہ وہ زبان عربی جانتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ناآشنا تھا۔ اسلئے لوگوں سے اُس نے یہ کہا کہ یہ عربی قدیم میں گفتگو کرتے ہیں اور میں صرف عربی جدید جانتا ہوں۔ اس سے الفتی کا یہ گمان ہوا کہ الفقیہ نے جو کچھ کہا ہے یہی درست ہے۔ اسکا یہ سمجھنا ہمارے لئے نہایت مفید ہوا۔ اور ہمارے اکرام میں بہت مبالغہ کیا اور کہا کہ ان کا ہمارے اوپر اکرام واجب ہے کیونکہ یہ قدیم عربی میں گفتگو کرتے ہیں جو النبی صلعم تسلیماً اور آپکے صحابہ کی زبان تھی۔ ہم الفقیہ کی گفتگو کا اسوقت تک مطلب نہ سمجھے تھے لیکن اسکے الفاظ یاد کر لئے تھے۔ جب ہم نے زبان فارسی سیکھ لی۔ تب کہیں جا کر ہمیں اسکی گفتگو کا مطلب معلوم ہوا۔ ہم نے یہ شب تو خانقاہ میں بسر کی۔ اُس نے ہمارے ساتھ ایک راہبر کر دیا جس کی راہبری سے ہم۔

فصل (۶۲) ینجا میں ورود

ینجا میں وارد ہوتے یہ بڑا اور اچھا شہر ہے۔ یہاں ہم کسی الاخی کی خانقاہ کی تلاش میں تھے۔ کہ المولہی فقرا میں سے ایک فقیر ہمیں ملا۔ میں نے اُس سے کہا "ھذہ زاویۃ الاخی؟" (کیا یہ الاخی کی خانقاہ ہے؟) اُس نے جواب میں کہا "نعم" (جی ہاں) مجھے اس امر سے

بہت مسرت ہوئی کہ ایک شخص زبان عربی سمجھنے والا تو ملا۔ لیکن جب میں نے مزاید واقفیت حاصل کرنا چاہی تو کھلا کہ یہ زبان عربی سے بالکل نابلد ہے صرف کلمۂ "نعم" (ہاں) جانتا ہے۔ ہم اُس خانقاہ میں اُترے۔ الطلبہ میں سے ایک ہمارے پاس کھانا لیکر آیا۔ اسوقت الاخی موجود نہ تھا۔ اس طالب کے ساتھ مجھے اُنس بھی ہوگیا تھا۔ گو یہ زبان عربی سے نابلد تھا۔ لیکن اُس نے مجھ پر بڑا فضل کیا۔ اور نائب شہر سے میرے متعلق کہا۔ اس نے اپنے ساتھیوں میں سے مجھے ایک سوار دیدیا وہ ہمارے ساتھ۔

فصل (۳۶) کینوک میں ورود

کینوک میں وارد ہوا۔ یہ ایک چھوٹا شہر ہے۔ اور یہاں کے باشندے کفار الروم ہیں جو مسلمانوں کے ذمی ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا صرف ایک گھر ہے۔ یہی اُن پر حاکم ہیں۔ یہ السلطان ارخان بک کے بلاد میں سے ہے۔ ہم ایک کافرہ بڑھیا کے گھر میں اترے تھے۔ یہ برف باری اور سردی کا موسم تھا۔ اُس نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اور اس شب کو ہم اسی کے پاس شب باش رہے۔ اس شہر میں نہ کوئی درخت ہے نہ انگور کی بیل اور نہ ماسوا زعفران کے یہاں کسی چیز کی زراعت ہی ہوتی ہے۔ یہ بڑھیا ہمارے پاس بہت سا زعفران لائی سمجھی کہ ہم سوداگر ہیں ہمیں سے کچھ خرید لیں گے۔

جب صبح ہوئی تو ہم سوار ہوئے اور وہ سوار جسے الفتی نے ہمارے ساتھ کادیۃ سے بھیجے تھے اُس نے ایک دوسرا سوار بھی ہمارے لئے بھیجدیا تاکہ ہمیں شہر مطرنی کی طرف پہنچا دے اس شب کو بہت زاید برف باری ہوئی تھی جسکی وجہ سے راستہ چھپ گیا تھا۔ ہم نے اُس سوار کو آگے کیا اور اسکے قدم بقدم چلے حتیٰ کہ دوپہر کے وقت الترکمان کے ایک گاؤں میں پہونچے۔ وہ لوگ ہمارے لئے کھانا لائے۔ ہم نے اُس میں سے کھایا۔ اور اس سوار نے اُنسے کچھ گفتگو کی۔ چنانچہ اُن میں سے ایک سوار ہوا اور ہمارے ساتھ نالوں۔ پہاڑوں اور ندیوں کو طے کرتا ہوا چلا۔ ہمیں بیس سے زائد پانی عبور کرنے پڑے۔ جب ہمیں اس سے نجات ملی تو ہم سے اس سوار نے کہا۔ مجھے کچھ دراہم دو۔ ہم نے اُس سے کہا کہ جب ہم شہر پہنچ جائینگے

تو دینگے اور خوش کردینگے۔ لیکن یا تو وہ اسپر رضامند نہ ہوا۔ یا ہماری سمجھا ہی نہیں۔ میرے بعض ساتھیون کی اُس نے کمان لے لی اور تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پھر واپس ہوا اور ہمیں کمان واپس کردی۔ میں نے اُسے کچھ دراہم دیے۔ وہ انہیں لیکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور ہمیں چھوڑ دیا۔

ہمیں علم نہ تھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں اور نہ ہمارے لئے راستہ ہی ظاہر تھا۔ ہم برف کے نیچے راستہ تلاش کرکے چلتے تھے۔ یہانتک کہ غروب آفتاب سے قریب ایک پہاڑ کے قریب پہنچے وہاں پتھروں کی کثرت کی وجہ سے راستہ کا پتہ نہ چلتا تھا۔ اسوقت مجھے اپنی اور اپنے ساتھیون کی ہلاکت کا خوف ہوا۔ ساتھ ہی رات کے وقت برف باری کی بھی اُمید تھی۔ اور وہاں کوئی عمارت بھی نہ تھی۔ اگر ہم چوپاؤں سے اُتر پڑتے تو ہلاک ہو جاتے۔ اور اگر ہم شب کے وقت مسافت طے کرتے رہتے تو یہ علم نہ تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ میرا گھوڑا اچھے گھوڑون میں سے تھا۔ اسلئے میں نے اپنی خلاصی کی کوشش کی اور اپنے دل میں کہا کہ اگر میں سلامت رہا تو شاید اپنے ساتھیون کی سلامتی کیلئے بھی ذریعہ بنجاؤن۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں نے انھیں اللہ برتر کو سونپا اور روانہ ہوگیا۔

یہان کے باشندے قبروں پر لکڑی کے ایسے مکانات بنا دیا کرتے ہیں کہ دیکھنے والا عمارت سمجھتا ہے۔ لیکن جب آکر دیکھتا ہے تو اُسے قبریں پاتا ہے۔ چنانچہ مجھے اُن میں سے بہت سی نظر آئیں۔ جب عشا کے بعد میں مکانات پر پہونچا۔ تو کہا خدا کرے یہ آباد ہوں۔ جب پہونچ گیا تو آباد ہی پاتے۔ اللہ برتر نے مجھے ایک گھر کے دروازہ پر پہنچنے کی توفیق دی اُس میں میں نے ایک شیخ کو دیکھا۔ اُس سے عربی زبان میں گفتگو کی۔ وہ مجھسے ترکی زبان میں بولنے لگا۔ اور مجھ سے اندر آنے کے لئے اشارہ کیا۔ میں نے اُسے اپنے ساتھیوں کے متعلق بتایا۔ لیکن وہ میری کچھ نہ سمجھا۔ اللہ برتر کی مہربانی یہ تھی۔ کہ یہ مکان فقرا کی خانقاہ تھا اور دروازہ پر اسکا شیخ بیٹھا ہوا تھا۔ جب خانقاہ کے اندر کے فقرا نے میری گفتگو سنی تو اُن میں سے ایک نکل آیا۔ میری اُس سے پہلے کی شناسائی تھی۔ اُس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے اسے اپنے ساتھیون کا حال بتایا اور کہا کہ اُن

ساتھیوں کی خلاصی کیلئے دوسرے فقرا کو لیکر جاؤ۔ اُن سب نے ایسا ہی کیا۔ اور میری معیت میں میرے ساتھیوں کے پاس روانہ ہو گئے۔ پھر ہم سب خانقاہ واپس آ گئے۔ اور سلامتی پر اللہ برتر کی حمد کی۔ یہ شب جمعہ تھی۔ تمام موضع کے لوگ جمع ہوئے تھے۔ اور ساری رات اللہ برتر کے ذکر میں بسر کی۔ ہر شخص جو کچھ اُسے میسر ہوا کھانا لایا۔ اور ہماری تکلیف دُور ہوئی۔ صبح کے وقت ہم نے کوچ کیا۔

فصل (۴۷) شہر مُطرنی میں ورود

شہر مطرنی(۱) میں نماز جمعہ کے وقت وارد ہوئے اور الفتیان الاخیۃ میں سے ایک کی خانقاہ میں اترے۔ اس میں مسافروں کی ایک جماعت تھی۔ اسلئے چوپاؤں کے باندھنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی۔ الغرض ہم نے نماز جمعہ پڑھی۔ کثرت برف باری، سردی اور جانور باندھنے کے لئے جگہ نہ ملنے کی وجہ سے ہم بہت متفکر ہو رہے تھے۔ کہ وہاں کے باشندوں میں سے ایک شخص ہمیں ملا۔ جو حاجیوں میں سے تھا۔ اُس نے ہمیں سلام کیا چونکہ زبان عربی جانتا تھا۔ اسلئے ہم اسکے ملنے سے بہت مسرور ہوئے۔ اور اُس سے کہا کہ چوپاؤں کے باندھنے کیلئے کرایہ پر کوئی جگہ ملے تو بتاؤ۔ اُس نے کہا کہ کسی مکان میں باندھنا تو ممکن نہیں ہوسکتا کیونکہ اس بلدۃ میں مکانوں کے دروازے اسقدر چھوٹے ہیں کہ ان میں سے چوپائے اندر نہیں جا سکتے۔ ہاں تمہیں بازار میں ایک چھتہ بتاتا ہوں۔ مسافر وہیں اپنے چوپائے باندھا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو بازار کرتے آتے ہیں۔ اُس نے وہ جگہ مجھے بتا دی۔ ہم نے وہاں اپنے چوپائے باندھے۔ اور ساتھیوں میں سے ایک وہیں پاس کی ایک خالی دکان میں چوپاؤں کی نگہبانی کے لئے اُتر گیا۔

فائدہ (۵۷) حکایت

وہ غریب بات جو ہمیں پیش آئی یہ ہے کہ میں نے خادموں میں سے ایک کو

(۱) اس لفظ کا تلفظ بُطُوفی بُسطوقی اور مُطرنی بھی ہے۔ مسٹر کوسی گارٹن (Kosegarten) مطرنی تلفظ کرتے ہیں۔

چوپاؤں کے لئے گھاس خریدنے کے لئے بھیجا اور ان میں سے ایک کو گھی خریدنے کیلئے ان ہر دو میں سے ایک تو گھاس لیکر آگیا۔ اور دوسرا کچھ نہ لایا۔ ہنستا تھا۔ ہم نے اس سے ہنسنے کا سبب پوچھا۔ اُس نے کہا ہمیں بازار میں ایک دکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس سے ہم نے گھی مانگا۔ اُس نے ہمیں اشارہ کیا کہ ٹھہرو۔ اور اپنے لڑکے سے ہمارے متعلق کہا۔ ہم نے اسے دراہم دیدئے۔ وہ تھوڑی دیر وہاں سے غائب رہا۔ اور گھاس لیکر آیا۔ وہ تو ہم نے اُس سے لیلی اور کہا کہ ہمیں گھی کی ضرورت تھی۔ اُسنے کہا یہی تو گھی ہے۔ جب ہم پر یہ راز کھلا کہ یہ لوگ تبن (گھاس) کو سمن (گھی) ترکی زبان میں کہتے ہیں اور گھی کو سروغان کہتے ہیں۔

پھر جب ہماری اس حاجی کے ساتھ کہ عربی زبان سے واقف تھا۔ یکجائی کا اتفاق ہوا۔ تو اس سے ہم نے کہا کہ ہمارے ساتھ قسطمونیہ چلنے۔ اسکے اور اس شہر کے مابین دس منزل کا فاصلہ تھا۔ میں نے اسے اپنے کپڑوں میں سے مصری کپڑے دئے اور اسے خرچ دیا۔ جو اُسنے اپنے عیال کے لئے چھوڑ دیا۔ اور اسکی سواری کیلئے میں نے ایک گھوڑا بھی معین کر دیا۔ اس سے اور بھی سلوک کرنیکا وعدہ کیا۔ اُسنے ہمارے ساتھ سفر اختیار کیا۔ ہمیں وقت ہمیں اسکی حالت معلوم ہوئی کہ وہ تو بہت مالدار شخص ہے۔ اور بہت سے لوگ اُسکے قرضدار ہیں۔ اور نہایت پست ہمت خسیس الطبع اور بدکردار شخص ہے۔ ہم اسے خرچ کیلئے دراہم دیا کرتے تھے اور جو روٹی بچی تھی وہ بھی لے لیتا تھا۔ اور اُس سے مصالحہ۔ سبزی اور نمک خریدا کرتا تھا۔ اور اس کی قیمت اپنے لئے بچا رکھتا تھا۔ مجھے کہا گیا کہ اسکے ماسوا یہ خرچ کے لئے دراہم میں سے بھی چرا لیتا ہے۔ ہمیں اسکی خیانت کے متعلق اور بھی احتمال تھا چونکہ ہم ترکی زبان نہ جانتے تھے اسلئے ہم اُسکی تمام باتوں کو برداشت کرتے تھے۔ اسکی یہ حالت اس انتہا کو پہونچی کہ ہم نے اُسے فضیحت کر دیا۔ ہم اس سے آخر دن میں کہا کرتے تھے اے حاجی آج تو نے خرچ میں سے کسقدر چرایا۔ تو وہ کہدیا کرتا تھا کہ اتنا۔ ہم اُسکے بیدھڑک کہدینے سے ہنستے تھے۔ اور اسی پر راضی رہتے تھے۔ اُسکے افعال خسیسہ میں سے یہ ہے کہ بعض منازل میں ہمارا گھوڑا مر گیا۔ اس نے خود اپنے ہاتھ سے کھال اُتاری اور بیچ ڈالا۔

اس میں سے یہ بھی ہے کہ ہم کسی گاؤں میں اسکی بہن کے یہاں ایک رات کو اترے وہ ہمارے لئے کھانا۔ زرد آلو۔ سیب مشمش۔ اور شفتالو پھلوں میں سے لائی۔ یہ سب خشک تھے۔ انھیں پانی میں ڈالدیتے تھے کہ تر ہوجائیں اور پھول جائیں۔ اور ان کا پانی پی لیاجاتا تھا۔ ہم نے ارادہ کیا کہ اس عورت کے ساتھ کچھ احسان کریں۔ جب حاجی کو بات معلوم ہوئی تو اُس نے کہا کہ اُسے کچھ مت دو۔ جو کچھ اُسے دینا ہے مجھے دیدو۔ ہم نے اُسے راضی رکھنے کے لئے اُسی کو دیدیا۔ اور اُسکے ساتھ پوشیدہ طریقہ پر سلوک کردیا کہ اُ نہ معلوم ہو۔ پھر ہم

فصل (۶۶) شہر بولی میں ورود

شہر بولی آئے۔ جب اسکے قریب پہونچے تو ہمیں ایک ندی ملی جو بظاہر دیکھنے میں چھوٹی تھی۔ جب ہمارا بعض ساتھی اس میں داخل ہوا تو اسے بہت تیز رواں اور متلاطم پایا سب کو اس ندی کے پار اُتر گئے۔ صرف ایک چھوٹی جاریہ رہگئی۔ اسے پار اترنے سے سد ڈرسے میرا گھوڑا تمام لوگوں کے گھوڑوں سے بہتر تھا۔ میں نے اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور ندی عبور کرنے کیلئے اتر گیا۔ جب اسکے وسط میں پہونچا تو گھوڑے نے مجھے گرادیا۔ اور جاریہ بھی گر گئی۔ اسے میرے ساتھیوں نے نکال لیا۔ اُس میں رمق جان باقی تھی اور میں بچ گ

پھر ہم شہر میں داخل ہوئے۔ اور الفتیان الاخیہ میں سے کسی کی خانقاہ میں جانے ارادہ کیا۔ انکی عادت ہے کہ انکی خانقاہوں میں جاڑے کے موسم میں ہمیشہ آگ جلتی رہتی خانقاہ کے ہر رکن میں آتش دان بناتے ہیں۔ اس میں راستے ہوتے ہیں کہ دھواں چڑھکر نکل جاتا ہے اور خانقاہ کو کوئی ایذا نہیں پہونچتی۔ یہ انہیں التجاری کہتے ہیں۔ اور اگر ایک ہو تو بخری۔

ابن جزی کہتے ہیں کہ صفی الدین عبد العزیز بن سرایا الحلی نے التوریہ میں البخری کا بہت اچھا ذکر کیا ہے۔

بحر بسیط (۱)	ترجمہ
ان البخیری مذ فارقتموه غدا	کلی جب سے البخیری کو تم نے دارغ مفارقت دیا ہے۔ اُسکی
یحثی الرماد علی کانونہ الترب	راکھ اپنے آتش دان پر خاک اڑاتی ہے۔

(۱) ... [illegible] ... ملاحظہ فرمائیے۔ عبد المترجم۔

لو شئتم انہ یعسی ایا لھب جاءتکم یعا لکم حمالۃ الحطب	اگر تم چاہتے ہو کہ وہ پھر ابا لہب ہو جائے تو تمہارے نچر حمالۃ الحطب ہو کر آجائیں ۔

(باز آمدم بسوئے اصل) جب ہم خانقاہ میں داخل ہوئے تو آگ کو روشن پایا۔ میں نے اپنے کپڑے اتارے اور دوسرے کپڑے پہنے اور خوب آگ تاپی الاخی کھانا اور پھل لایا۔ یہ آخر اللہ کریم بکثرت کھتے ۔ یہ گروہ کتنا اچھا انکی طبیعتیں کتنی اچھی۔ ان کا ایثار کسقدر زبردست اور انکی شفقت مسافر پر کسقدر زائد۔ وارد پر ان کا کسقدر الطاف۔ اس سے کسقدر محبت اور اسکے ساتھ کسقدر آؤ بھگت سے پیش آتے ہیں اسکا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی مسافر ایسا نہیں کہ ان میں آکر یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنے بڑے محبت کرنے والے کنبے میں آگیا ہے۔ ہم نے یہ رات نہایت اچھی بسر کی۔ پھر دوسرے دن کوچ کر کے۔

فصل (۷ے) شہر کردی پولی میں ورود

یہ شہر بڑا اور وسیع زمین پر آباد ہے اسکی سڑکیں اور بازار نہایت اچھے اور ہموار ہیں۔ سرد بلاد میں سے سرد ترین ہے ۔ اسکے محلے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہر محلہ میں ایک خاص گروہ رہتا ہے۔ جسکے ساتھ اس گروہ کے ماسوا کا اختلاط نہیں ۔

ذکر (۸ے) سلطان کردی

یہ السلطان شاہ بک ان بلاد کے سلاطین میں متوسط درجہ کا ہے حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کا مجموعہ ہے۔ نہایت خوش خلق ہے لیکن وارد و بخشش کم کرتا ہے ہم نے اس شہر میں نماز جمعہ پڑھی اور یہیں کی ایک خانقاہ میں فروکش ہوئے اسکے خطیب الفقیہ شمس الدین الدمشقی الحنبلی سے ملے ۔ اس نے یہاں کئی سال سے بودوباش اختیار کی ہے اور یہیں اسکے بال بچے بھی ہیں۔ یہ اس سلطان کا فقیہ اور خطیب ہے اور السلطان اسکی سنتا بھی ہے ۔ یہ فقیہ خانقاہ میں ہمارے پاس آیا تھا اور ہم سے کہا کہ سلطان ہم سے ملنے کے لئے آیا ہے ۔ میں نے اسکا اس فعل اطلاع پر شکریہ ادا کیا۔ اور

السلطان کا استقبال کیا۔ اُسے سلام کیا وہ بیٹھ گیا۔ میرے آنے اور جن سلاطین سے میں
ملا تھا انکے متعلق دریافت کرنے لگا۔ مین نے اُسے تمام حالات بتائے۔ وہ تھوڑی دیر ٹھہرا رہا
پھر واپس چلا گیا۔ اور ایک زین کسا ہوا چوپایہ اور لباس بھیجا۔ پھر ہم روانہ ہوکر۔

فصل (۶۹) شہر بُرلو میں ورود

شہر بُرلو میں وارد ہوئے۔ یہ ایک چھوٹا شہر ٹیلہ پر واقع ہے اور اسکے نیچے خندق ہے
اسکی جانب اعلےٰ میں ایک بہت بلند قلعہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایک مدرسہ میں اُترے جو بہت
اچھا تھا۔ جو حاجی سفر میں ہمارے ساتھ تھا۔ وہ اس مدرسہ اور اسکے طلبہ ہر دو سے واقف
تھا اور انکے ساتھ درس میں بھی حاضر رہا کرتا تھا۔ الغرض وہ حنفی المذہب طلبہ کے گروہ میں
سے تھا۔ اس بلدہ کے امیر نے ہمیں بلایا جسکا نام علی بک بن السلطان المکرم سلیمان بادشاہ
ملک قصطمونیہ تھا ہم اسکا عنقریب ذکر کرینگے۔ ہم قلعہ کی طرف چڑھکر اُسکے پاس گئے۔ اُسے
سلام کیا اُس نے ہمارے ساتھ رسم ترحیب ادا کی۔ اور بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا۔ میرے
سفروں اور میری ذات خاص کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ میں نے ان استفسارات کا جواب
دیا۔ اور مجھے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اسکا قاضی آیا۔ اور کاتب اسکا نام علاؤالدین محمد ہے۔
اسکا کبار الکتاب میں شمار کیا جاتا ہے۔ کھانا آیا ہم نے کھایا۔ پھر القراء نے دردناک آواز
اور عجیب لہجہ میں قرآت کی۔ پھر ہم یہاں سے چلے آئے۔ اور دوسرے دن روانہ ہوکر۔

فصل (۷۰) شہر قصطمونیہ میں ورود

یہ تمام شہروں میں بڑا اور اچھا شہر ہے۔ بکثرت خوبیوں پر مشتمل اور یہاں کا نرخ نہایت
ارزاں ہے۔ ہم یہاں ایک شیخ کی خانقاہ میں اُترے۔ جسے بہرے ہونے کی وجہ سے الاطروش
کہتے ہیں۔ میں نے اسکی ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ طلبہ میں سے ایک اسے ہوا میں لکھ کر
سمجھاتا تھا اور کبھی اپنی انگلی سے زمین پر لکھکر اس سے وہ اُسے سمجھ لیتا تھا اور اُسے جواب
دیدیتا تھا۔ اس طرح بڑی بڑی حکایتیں اُس سے بیان کرجاتا تھا اور وہ انھیں سمجھ لیتا تھا۔

ہم اس شہر میں تقریباً چالیس دن ٹھہرے۔ روزانہ ایک طبق چربیلا بھیڑ کا گوشت دو درہم کا اور دو درہم کی روٹیاں خریدتے تھے۔ یہ ہمارے ایک دن کے لئے کافی ہوتا تھا۔ ہم دس آدمی تھے۔ اور دو درہم کا حلوا خریدتے تھے۔ یہ ہم سب کے لئے کافی ہوتا تھا۔ ایک درہم کا جو خریدتے تھے۔ کیونکہ یہ بہت شدید جاڑے کا موسم تھا۔ میں نے بلادوں میں سے کوئی شہر بھی اسقدر ارزاں نہیں دیکھا۔

یہاں میری الشیخ الامام العالم المفتی المدرس تاج الدین السلطانیوکی سے میری ملاقات ہوئی یہ شخص کبار علماء میں سے تھا۔ اس نے العراقین اور تبریز میں علم حاصل کیا تھا اور ایک مدت تک رہا بھی تھا۔ دمشق میں بھی اس نے علم حاصل کیا تھا اور اگلے زمانہ میں الحرمین کی مجاورت بھی کی تھی یہاں میں العالم المدرس صدر الدین سلیمان الفنیکی سے بھی ملا۔ آپ باشندگان فنیکہ میں سے ہیں جو بلاد الروم میں ہے۔ آپ نے میری اس مدرسہ میں ضیافت بھی کی تھی جو سوق الخیل میں واقع ہے۔ یہاں میری ملاقات الشیخ المعمر الصالح دادا امیر علی سے بھی ہوئی میں آپکی خدمت میں ایک خانقاہ میں جو سوق الخیل کے قریب ہی واقع ہے حاضر بھی ہوا تھا۔ دیکھا کہ آپ چت پڑے ہوتے ہیں۔ آپ کے بعض خدام نے آپکو بٹھایا۔ اور بعض نے آپکی بھویں آپکی آنکھوں پر سے ہٹائیں۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور مجھسے فصیح عربی زبان میں گفتگو کی۔ اور فرمایا آپکی تشریف آوری مبارک۔ میں نے آپکی عمر کے بارہ میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا میں الخلیفۃ المستنصر باللہ کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ جب خلیفہ مذکور نے وفات پائی تھی تو میں تیس سال کا تھا۔ اب میری عمر ۱۶۳ سال کی ہے میں آپ سے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر میں چلا آیا۔

ذکر (۱۷) سلطان قسطمونیہ

یہ السلطان المکرم سلیمان بادشاہ ہے۔ سن شخص تقریباً ستر سال کا ہوگا۔ صورت اچھی پائی ہے۔ ڈاڑھی لمبی ہے۔ اور صاحب وقار و ہیبت شخص ہے۔ الفقہاء اور الصلحاء اسکے ہم صحبت ہیں۔ میں اسکی مجلس میں گیا تھا۔ اس نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھایا میرے

اور میرے آتے اور الحرمین الشریفین اور مصر اور الشام کے حالات دریافت کرتا رہا میں نے اسے سارے حالات بتائے۔ اس نے مجھے اپنے ہی قریب اتارا۔ اور اسی دن مجھے ایک پرانا گھوڑا قرطاس رنگ کا اور لباس دیا۔ میرے لئے خرچ اور گھوڑے کے لئے خورش مقرر کی۔ پھر میرے لئے گیہوں اور جو کا حکم دیا۔ یہ اُسی شہر کے مواضعات میں سے ایک موضع میں ختم ہو گئے۔ جو اس شہر کی نصف دن کی مسافت پر تھا۔ انہیں کوئی سستا ہونے کی وجہ سے نہ خریدتا تھا۔ اسلئے میں نے اُسی حاجی کو دیدئے جو ہماری معیت میں تھا۔

اس سلطان کی عادت میں سے یہ ہے کہ روزانہ بعد نماز عصر اپنی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ کھانا لایا جاتا ہے۔ اور دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ نہ کسی شہری کی ممانعت ہوتی ہے نہ دہقانی کی نہ کسی غریب کی اور نہ مسافر کی۔ ہر شخص کھانے میں شریک ہوتا ہے۔ اول روز میں اسکی خاص نشست ہوتی ہے۔ اسکا بیٹا آکر اسکے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے اور اپنے مقام متعینہ پر واپس جاتا ہے۔ جملہ ارباب دولت آتے ہیں۔ کھانے میں شرکت کرتے ہیں اور پھر واپس جاتے ہیں۔

اسکی یہ بھی عادت ہے کہ جمعہ کے دن اپنے مکان سے مسجد جانے کے لئے جو فاصلہ پر ہے سوار ہوتا ہے۔ یہ مسجد لکڑی کی سہ منزلی ہے۔ وہاں السلطان اور اسکے ارباب دولت القاضی اور الفقہا اور افسران فوج نیچے کی منزل میں نماز پڑھتے ہیں اور آفندی یہ سلطان کا بھائی ہے اسکے ساتھی اور خادم اور بعض اہل شہر درمیانی منزل میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور السلطان کا ولی عہد بیٹا یہ اسکا چھوٹا لڑکا ہے اسکے ساتھی اور غلام اور خادم اور تمام لوگ بالائی منزل میں نماز پڑھتے ہیں القرا جمع ہوتے ہیں اور محراب کے سامنے حلقہ بناتے ہیں انکے ساتھ الخطیب اور القاضی بیٹھتے ہیں اور السلطان محراب کے مقابل بیٹھتا ہے۔ یہ سب سورۃ الکہف (قرآن کریم سورۃ ۱۸) خوش آوازی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور آیات کو عجیب ترتیب سے مکرر کرتے ہیں۔ جب اسکے پڑھنے سے فارغ ہوتے ہیں تو الخطیب ممبر پر چڑھتا ہے۔ اور خطبہ پڑھتا ہے۔ پھر نماز ادا کرتا ہے۔ جب یہ نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو نفلیں ادا کرتے ہیں اور القاری السلطان کے سامنے دس آیات پڑھتا ہے جب اسکی

قرات ختم ہو جاتی ہے تو وہ اور اسکے ساتھی چلے جاتے ہیں۔

پھر القاری السلطان کے بھائی کے سامنے قرات کرتا ہے جب اس کی قرات ختم ہو جاتی ہے تو یہ مع اپنے ساتھیوں کے واپس چلے جاتے ہیں۔ پھر القاری السلطان کے لڑکے کے سامنے پڑھتا ہے۔ جب اپنی قرات سے فارغ ہو جاتا ہے تو المعروف کھڑا ہوتا ہے۔ یہ ذکر کرنیوالا شخص ہے۔ السلطان اور اسکے بیٹے کی لڑکی اشعار میں مدح بیان کرتا ہے۔ ان دونوں کیلئے دعا کرتا اور پھر واپس ہوتا ہے۔ بادشاہ کا بیٹا اپنے باپ کے گھر آتا ہے اپنے چچا کا ہاتھ چومنے کی رسم کے لحاظ سے چومتا ہے۔ اسکا چچا اسکے انتظار میں ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر یہ دونوں السلطان کی طرف جاتے ہیں۔ السلطان کا بھائی آگے جاتا ہے اور اسکا ہاتھ چومتا ہے اور اسکے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اسکا بیٹا آتا ہے۔ پھر السلطان کا بیٹا آتا ہے اور اسکے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور اپنے متعین مقام پر واپس جاتا ہے۔ اور اپنے آدمیوں کے ساتھ اسی مقام پر بیٹھتا ہے۔ جب نماز عصر کا وقت آتا ہے تو سب نماز پڑھتے ہیں اور السلطان کا بھائی اسکے ہاتھ پر بوسہ دیکر چلا جاتا ہے۔ پھر اسکے پاس آئیندہ جمعہ تک واپس نہیں آتا۔ اور بیٹا ہر صبح جیساکہ ہم نے ذکر کیا ہے واپس آتا ہے۔

اسکے بعد ہم اس شہر سے روانہ ہو کر مواضعات میں سے ایک موضع کی ایک بڑی خانقاہ میں اترے۔ جن خانقاہوں کا ہمیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اُن میں یہ نہایت اچھی خانقاہ ہے۔ اسے امیر کبیر نے اللہ برتر کے حضور میں تائب ہونے کے بعد جس کا نام فخر الدین ہے۔ بنوایا ہے اور اسکا مہتمم نگران اپنے بیٹے کو کیا ہے۔ اور فقراء میں سے جو بھی اس خانقاہ میں اترتا ہے۔ اسکی خبرگیری اسی کے ذمہ ہے اور گاؤں کی آمدنی اسکے لئے وقف ہے۔ اس خانقاہ کے مقابل ایک حمام حسبتہً للہ بنوایا ہے جس میں ہر وارد و صادر بغیر کچھ دئے ہوئے جو اسے دینا چاہیے جاسکتا ہے۔ موضع ہذا میں اس نے ایک بازار بھی بنوایا ہے اور اسے المسجد الجامع پر وقف کیا ہے اور اس خانقاہ کے اوقاف میں سے ہر فقیر کے لئے جو الحرمین الشریفین یا الشام یا مصر یا العراقین یا خراسان وغیرہ سے آتا ہے پورا لباس اور سو درہم اسکے آنے کے دن اور تین سو درہم اسکے سفر کے دن اور اس کے مقیم رہنے کے دنوں کا کھانا۔

روٹی۔ گوشت بریانی اور حلوا مقرر کیا ہے۔ اور جو فقیر بلاد الروم سے آتا ہے اسکے لیے دس درہم اور تین دن تک ضیافت۔ پھر ہم یہاں سے لوٹے اور شب آئیندہ ایک خانقاہ میں جو ایک پہاڑ پر واقع ہے شب باش رہے۔ اس میں کوئی آبادی نہیں ہے۔ اسے بعض الفتیان الاخیۃ نے تعمیر کیا ہے۔ جس کا نام نظام الدین ہے۔ او قسطمونیۃ کا رہنے والا ہے۔ اس کے لیے ایک گاؤں وقف کیا ہے۔ جس سے جو وارد و صادر اس میں آتا ہے۔ اسکے مصارف پورے ہوتے ہیں۔ ہم اس خانقاہ سے روانہ ہوکر۔

فصل (۲۷) شہر صنوب میں ورود

شہر صنوب میں وارد ہوئے۔ یہ شہر جامع اشیاء ہے۔ قلعہ بندی بھی ہے۔ اور حسن بھی۔ ہر اطراف سے ماسوا ایک طرف کے سمندر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ مشرقی سمت ہے۔ اس طرف ایک دروازہ بھی ہے۔ جس میں ماسوا اس کے امیر کی اجازت کے اور کوئی نہیں داخل ہونے پاتا۔ اس کا امیر ابراہیم بک اس سلیمان شاہ کا بیٹا ہے جس کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ جب ہمیں اس میں داخلہ کی اجازت مل گئی۔ تو ہم شہر میں داخل ہوئے۔ اور عز الدین اخی جلبی کی خانقاہ میں فروکش ہوئے۔ جو البحر کے دروازہ سے خارج ہے۔ اسی جگہ سے ایک پہاڑ پر چڑھتے ہیں۔ جو البحر میں داخل ہے۔ یہ گویا بالکل جدا ایک لنگر گاہ ہے۔ اس میں باغات بھی ہیں اور زراعتیں بھی اور پانی بھی اسکے اکثر پھل انجیر اور انگور ہیں۔ پہاڑ اسقدر بلند ہے کہ اسپر چڑھنا ناممکن ہے۔ اس میں گیارہ مواضعات ہیں۔ جن میں کفار الروم مسلمانوں کے ذمی ہو کر رہتے ہیں۔ اس پہاڑ کے اوپر ایک کنڈ ہے جسے خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کبھی متعبد سے خالی نہیں رہتا اسی کے قریب ایک پانی کا چشمہ ہے۔ اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

اس پہاڑ کے اوپر اولی الصالح الصحابی بلال الحبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے۔ اسپر ایک خانقاہ بھی بنی ہے۔ اس میں ہر وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔

شہر صنوب کی المسجد الجامع تمام مساجد میں اچھی ہے۔ اسکے وسط میں ایک پانی

کا حوض ہے اور اس پر ایک قبہ ہے جو چار پایوں پر قائم ہے اور ہر پایہ کے ساتھ دو ستون سنگ مرمر کے ہیں۔ اسکے اوپر ایک نشستگاہ ہے جانے کے لئے لکڑی کے زینے بنے ہیں یہ السلطان پروانہ کی عمارت میں سے ہے جو السلطان علاء الدین الرومی کا بیٹا ہے۔ وہ نماز جمعہ اسی قبہ کے اوپر پڑھا کرتا تھا۔ اسکے بعد اسکا مالک اسکا بیٹا غازی جلبی ہوا۔ جب یہ مر گیا تو السلطان سلیمان مذکور نے اس پر اپنا تصرف جمالیا۔ غازی جلبی المذکور ایک شجاع اور بہادر شخص تھا۔ اللہ برتر نے اسے پانی میں بہت دیر غوطہ لگائے رہنے اور تیرنے کی خاص قوت اور خاصیت عطا فرمائی تھی۔ جنگی کشتیوں پر الروم کے خلاف جنگ کرنے کیلئے سوار ہوا کرتا تھا۔ جب سامنا ہوتا تھا اور لوگ مشغول جنگ ہوتے تھے تو یہ پانی میں غوطہ مارتا تھا اور اسکے ہاتھ میں لوہے کا ایک آلہ ہوتا تھا جس سے وہ دشمنوں کی جنگی کشتیاں پھاڑ دیتا تھا۔ انہیں علم نہ ہوتا تھا کہ یہ کیا افتاد پیش آئی تھی کہ وہ غرق ہو جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ دشمن کی کشتیاں اسکی لنگرگاہ پر آپہونچیں۔ ان میں اس نے شگاف کر دیا اور جو اس میں سوار تھے۔ انہیں قید کر لیا۔ الغرض اُس میں بے مثل کارگذاریاں تھیں۔

ہاں لوگ یہ بیشک کہتے ہیں کہ یہ حشیش بہت کھایا کرتا تھا اور یہی اس کی موت کا بھی باعث ہوا۔ ایک دن یہ شکار کے لئے نکلا کیونکہ اس سے اُسے بہت الفت تھی۔ اس لئے ایک ہرن کا پیچھا کیا۔ اور اسی تعاقب میں درختوں میں چلا گیا۔ اور گھوڑے کو اور بھی تیز دوڑایا ایک درخت سے ٹکر ہوگئی تو سر پھٹ گیا۔ یہی اسکی موت کا باعث ہوا۔ السلطان سلیمان نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور یہاں کا حکمراں اپنے بیٹے ابراہیم کو بنا دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ بھی وہی کھایا کرتا تھا۔ جو اس کا آقا کھاتا تھا کیونکہ کل باشندگان بلاد الروم اسکے استعمال سے پرہیز نہیں کرتے۔ ایک دن میرا گذر صنوب کی الجامع کے دروازہ پر ہوا۔ اس کے باہر دکانیں ہیں لوگ ان پر بیٹھتے ہیں۔ میں نے وہاں افسران فوج کی ایک جماعت دیکھی اسکے سامنے ان کا نوکر تھا۔ اسکے ہاتھ میں ایک برتن کسی چیز سے بھرا ہوا تھا جو مہندی کے مشابہ تھی۔ ان افسران میں سے ایک چمچے سے اس میں سے لیتا تھا۔ اور کھاتا تھا۔ میں اسکی طرف دیکھتا تھا۔ لیکن یہ علم نہ تھا کہ یہ برتن میں ہے کیا۔ ایک شخص جو میرے ساتھ تھا میں نے

اُس سے دریافت کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ حشیش ہے۔

اسی شہر میں یہاں کے القاضی نے میری ضیافت کی۔ اور یہاں کے نائب الامیر اور معلم نے بھی جسکا نام عبدالرزاق تھا۔

فائدہ (۳۷) حکایت

جب ہم اس شہر میں داخل ہوئے تو یہاں کے باشندوں نے دیکھا کہ ہم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ حنفی ہیں نہ مذہب مالکی کو جانتے ہیں۔ اور نہ اسکی نماز سے واقف ہیں۔ مذہب مالکی کا مختار ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا ہے۔ وہاں کے بعض لوگوں نے الحجاز و العراق میں رافضیوں کو ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ ہمارے اوپر بھی رافضی ہونے کا اتہام لگایا اور اسکے متعلق ہم سے دریافت بھی کیا۔ جب ہم نے اُن سے کہا کہ ہم مذہب مالکی کے تبیع ہیں۔ تو ان کو ہمارے کہنے پر اطمینان نہ ہوا اور وہ تہمت انکے باطنوں میں جاگزین رہی۔ حتی کہ نائب السلطان نے ہمارے پاس ایک خرگوش بھیجا۔ اور اپنے بعض خدام سے کہدیا۔ کہ دیکھتے رہنا ہم خرگوش کو کیا کرتے ہیں۔ ہم نے اسے ذبح کرکے پکایا اور کھایا۔ وہ خادم اسکے پاس واپس گیا اور اسے صورت حال سے مطلع کیا۔ اسوقت کہیں جاکر ہم اُس تہمت سے بری ہوئے کیونکہ رافضی خرگوش نہیں کھاتے۔

باب (۳۷) سی و ہفتم

فصل (۱) ابن بطوطہ کی قرطم کیطرف سفر بحری سے روانگی قفچق وغیرہ سے گذرا اور حالات سفر

ہمارے صنوب میں پہونچنے سے چوتھے دن یہاں کے الامیر ابراہیم کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ میں اسکی تجہیز کے لئے گیا۔ اسکا بیٹا پیادہ پا اپنے بال کھولے ہوئے نکلا تھا۔ اسیطرح

امرا اور غلام بھی تھے۔ سب اُلٹے کپڑے پہنے تھے۔ القاضی۔ الخطیب۔ اور الفقہا کپڑے تو اُلٹے ہی پہنے تھے۔ لیکن سروں کے بال نہیں کھولے ہوئے تھے۔ بلکہ عماموں کے عوض سیاہ اونی رومال باندھے ہوئے تھے۔ چالیس دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا گیا جو انکے یہاں سوگواری کی مدت ہے۔

اس شہر میں ہماری اقامت تقریباً چالیس دن رہی۔ اس امر کا ہمیں انتظار تھا کہ شہر القرم کی طرف ہمیں بحری سفر میسر ہو جائے۔ ہم نے روم کے لئے ایک کشتی کرایہ پر کی اور گیارہ دن ہوا کی موافقت کے انتظار میں گذر گئے۔ پھر ہم سفر دریا کے لئے سوار ہوئے۔ جب تین دن کے بعد ہم وسط دریا میں پہونچے تو ایسا ہولناک واقعہ پیش آیا۔ کہ جینے کے لالے پڑ گئے۔ اور ہمیں پورا یقین ہو گیا کہ بس اب خاتمہ ہے۔ میں ایک چوبی حجرہ میں تھا۔ اور باشندگان العرب میں سے ایک اور شخص میری معیت میں تھا۔ جس کا نام ابا بکر ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ کشتی کی چھت پر جاکر دیکھے کہ دریا کی کیا حالت ہے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اور میرے پاس حجرہ مذکور میں آیا۔ اور یہ کہا کہ ہم آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ ہم ہول سے اسقدر دہل گئے ہیں کہ ایسا کبھی پیش نہ آیا۔ پھر ہوا بدل گئی اور ہمیں اسی شہر صنوب کے قریب پلٹا دیا جس سے ہم نکلے تھے۔ بعض تاجروں نے اسکے لنگر گاہ پر اترنا چاہا۔ لیکن صاحب کشتی نے اترنے سے منع کیا۔ اس کے بعد پھر ہوا درست ہو گئی اور ہم روانہ ہوئے۔ جب وسط دریا میں پہونچے۔ پھر وہی ہولناک منظر پیش آیا اور جو حالت پہلی مرتبہ پیش آئی تھی وہی پیش آئی۔ پھر ہوا موافق ہوئی اور ہمیں خشکی کے پہاڑ نظر آئے۔

ذکر (۲) بندرگاہ الکرش

اب ہم نے ایک لنگر گاہ کا ارادہ کیا جسے الکرش کہتے ہیں۔ جب ہم نے اس میں داخل ہونا چاہا تو ان لوگوں نے جو پہاڑ پر تھے ہم سے اشارہ سے کہا۔ داخل مت ہونا۔ اب ہمیں اپنی جانوں کا خوف ہوا۔ اور گمان گذرا کہ یہاں دشمنوں کی جنگی کشتیاں ہیں۔ اسلئے ہم خشکی کے قریب پلٹے۔ جب خشکی کے قریب ہوئے تو میں نے صاحب کشتی سے کہا۔

کہ میرا یہاں اُترنے کا ارادہ ہے۔ اُس نے مجھے الساحل پر اتار دیا۔ یہاں میں نے ایک گرجا دیکھا وہاں گیا تو اس میں ایک راہب پایا۔ اور گرجا کی دیوار میں ایک عربی شخص کی تصویر دیکھی۔ جس کے سر پر عمامہ گلے میں تلوار اور ہاتھ میں برچھا ہے اور اس کے سامنے چراغ جل رہا ہے۔ میں نے اُس راہب سے دریافت کیا کہ یہ کس کی صورت ہے۔ اس نے کہا یہ صورت اس نبی کی ہے جسکا نام علی ہے۔ مجھے اسکے کہنے سے بڑا تعجب ہوا۔ الغرض ہم اس گرجا میں شب باش رہے۔ اور ایک مرغی پکائی لیکن اسے کھا نہ سکے۔ اس لئے کہ وہ انہیں چیزوں میں سے تھی جو ہم نے کشتی پر ساتھ لی تھیں۔ دریا کی ہوا تمام اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔

فصل (۳) دشت قپچق میں ورود

یہ مقام جہاں ہم اترے تھے۔ ایک صحرا تھا جسے دشت قپچق[۱] کہتے ہیں۔ دشت ترکی زبان میں صحرا کو کہتے ہیں۔ یہ صحرا تمام سبزہ زار ہے۔ نہ اس میں کوئی درخت ہے نہ پہاڑ، نہ ٹیلہ ہے نہ آبادی۔ اور نہ جلانے کی لکڑی۔ گوبر، لید جلاتے ہیں۔ اور اسے التزاک کہتے ہیں۔ یہاں کے بڑے بڑے لوگ تک اُپلے اور خشک لید چنکر اپنے کپڑوں کے دامنوں میں رکھتے ہیں۔ اس صحرا میں ماسوا گاڑی کے کسی چیز پر سفر نہیں کرتے۔ اس دشت کی چھ مہینے کی مسافت ہے۔ تین مہینے تو السلطان محمد اوزبک[۲] کے بلاد میں۔ اور تین دوسرے کے بلاد میں۔ ہمارے اس لنگر گاہ پر پہونچنے سے دوسرے دن ہمارے ساتھیوں میں سے بعض تاجر اس صحرا میں ایک گروہ کی طرف جسے قپچق کہتے ہیں متوجہ ہوئے یہ لوگ دین نصاری کے متبع ہیں۔ ان سے ایک گاڑی کرایہ کی جسے گھوڑا کھینچتا تھا۔ ہم اسپر سوار ہوکر

(۱) اس نام اور لوگوں کے حالات سے ڈی ہربلوٹ (De Herbelot) کا بسرتی (Calzjoak) نہایت دلچسپ اور مفصل مضمون مملو ہے۔

(۲) اوزبک خان بن طوغطغو روسی اول الذکر جب ہمارا سیاح ان مقامات میں گیا ہے تو بجین حیات ہوگا کہتے ہیں کہ ۱۳۳۵-۷۶ء مطابق ۷۳۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ مغل خاندان قپچق کی نسل سے تھا۔ اس حکمران کے مزید حالات حرکات و سکنات سے ہربلوٹ (De Herbelot) بضمن حالات ابوسعید اور اس کے جانشینوں کے حالات بضمن حالات اوزبک۔

فصل (۴) شہر الکفا میں ورود

شہر الکفا میں وارد ہوئے۔ یہ ایک بڑا شہر مستطیل شکل کا سمندر کے کنارے واقع ہے یہاں کے باشندے نصاری[1] ہیں۔ اور اکثر ان میں سے الجنوی ہیں۔ ان کا ایک امیر ہے۔ جو اسد مدیر کے نام سے مشہور ہے۔ ہم یہاں مسلمانوں کی عبادتگاہ میں اترے تھے۔

فائدہ (۵) حکایت

جب ہم اس مسجد میں اترے اور ایک گھنٹہ قیام کیا تھا کہ ہر سمت سے ناقوسوں کی آوازیں ہمارے کان میں آئیں۔ اس سے پہلے ہم نے کبھی آواز ناقوس نہ سنی تھی۔ اس سے مجھے بہت دہشت معلوم ہوئی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ الصومعہ پر چڑھ کر قرآن پڑھو اور اللہ کا ذکر کرو۔ اور اذانیں دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ناگاہ ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ جو زرع بکتر پہنے ہوئے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھا۔ اس نے ہمیں سلام کیا ہم نے اس سے اسکے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں یہاں مسلمانوں کا قاضی ہوں۔ جب قرآن کریم کے پڑھنے اور اذان کی آواز سنی تو مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہوا۔ سلئے میں اس طرح آیا ہوں جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ پھر وہ ہمارے پاس سے واپس چلا گیا۔ اور ہماری بالکل بخیریت گذری۔

جب دوسرا دن ہوا تو ہمارے پاس الامیر آیا۔ اور کھانا تیار کرایا۔ ہم نے اسی کے پاس کھانا کھایا۔ اور شہر میں پھرے۔ وہاں کے بازار بہت اچھے تھے لیکن باشندے کل کفار تھے۔ ہم یہاں کے بندرگاہ میں اترے۔ یہ عجیب بندرگاہ تھا جس میں تقریباً جنگی اور سفری سو چھوٹی بڑی کشتیاں تھیں۔ یہ دنیا کی مشہور بندرگاہوں میں سے ہو کر گاڑی کرایہ کی اور

(۱) یہ نصاری عموماً نسطورین (Nestorians) ہیں۔ محمد اوزبک خان کی حکمرانی میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ رہا۔ ایسی مین بیلیا یتھہ اور رنیٹ (Bibliotheca) جلد سوم حصہ دوم ۱۰۱ و ۱۲۱ وغیرہ اسکے متعلق کتاب مذکور میں نہایت دلچسپ حالات ہیں۔ لینرڈی ہربلوٹ (De Herbelot) مضامین متعلق (Solgat-Crimea) بھی غیر مفید ہیں۔

فصل (۶) شہر القرم میں ورود

شہر القرم میں وارد ہوئے۔ یہ بڑا اور خوبصورت شہر السلطان المعظم محمد اوزبک خان کے بلاد میں سے ہے۔ اسی کی طرف سے یہاں امیر مقرر ہے۔ اس کا نام تُلکتمور تھا۔ اس امیر کے خادموں میں سے ایک راستہ میں ہمارے ساتھ تھا۔ اُس نے امیر مذکور سے ہمارے آنے کے متعلق کہدیا تھا۔ اس نے اپنے امام سعد الدین کے ساتھ ایک گھوڑا بھیجدیا۔ یہاں ہم اس مقام کے شیخ. زادہ الخراسانی کی خانقاہ میں اُترے۔ اس شیخ نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ اور رسم ترحیب ادا کی اور نہایت حسن وسلوک سے پیش آیا۔ یہاں کے لوگ اسکی بہت عظمت کرتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اسکے سلام کے لئے آتے ہیں۔ اس میں قاضی خطیب اور فقیہ وغیرہ ہیں۔ اس شیخ زادہ نے مجھے بتایا کہ شہر ہذا کے باہر ایک دیرین نصاریٰ میں سے ایک راہب عبادت کیا کرتا ہے۔ اور بکثرت روزے رکھتا ہے۔ اسکے روزے چالیس دن تک متواتر ہو جاتے ہیں۔ پھر کہیں جاکر ایک چنے کے دانہ سے افطار کرتا ہے۔ وہ صاحب کشف شخص ہے۔ اور مجھے متمنی ہوا کہ میں اس کے ساتھ راہب کے پاس جاؤں۔ لیکن میں نے انکار کیا۔ پھر مجھے ندامت ہوئی کہ اس کے حضور سے کیوں نہ مشرف ہوا۔ اور حقیقت حال کیوں نہ دریافت کی۔

اس شہر میں میں یہاں کے قاضی الاعظم شمس الدین السائلی سے بھی ملا جو حنفیہ کے قاضی ہیں۔ اور یہاں کے قاضی شافعیہ سے بھی ملا۔ ان کا نام خضر ہے۔ الفقیہ المدرس علاء الدین الاصی سے بھی ملاقات کی۔ اور اُن خطیب الشافعیہ ابا بکر سے ملا جو اس شہر میں الملک الناصر رحمۃ اللہ کی تعمیر کرائی ہوئی مسجد الجامع میں خطیب ہیں اور الشیخ الصالح مظفر الدین سے ملاقات کی۔ جو رومیوں میں سے تھے مشرف باسلام ہو گئے ہیں۔ ان کی اسلامی حالت نہایت اچھی اور ٹھیک ہے۔ نیز الشیخ الصالح العابد مظہر الدین سے بھی نیاز حاصل کیا۔ آپ الفقہا المعظین میں سے ہیں۔ الامیر تلکتمور مریض تھا۔ میں اسکے پاس گیا۔ اس نے ہمارا اکرام کیا اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ وہ السلطان محمد اوزبک کے دربار پایہ تخت[1] جا رہا تھا۔

میں نے بھی اسکی معیت میں جانا اختیار کیا۔ اور اسکے لئے گاڑیاں خریدلیں۔

ذکر (۷) ترکستان کی ان گاڑیوں کا ذکر جنپر ان بلاد میں سفر کرتے ہیں

یہاں کے باشندے گاڑیوں کو عربہ کہتے ہیں۔ یہ گاڑیاں ایک سواری کے لئے ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جن میں چار بڑے پہیئے لگے ہوتے ہیں۔ کسی کو دو گھوڑے کھینچتے ہیں اور کسی کو زیادہ اور گائیں اونٹ بھی انہیں کھینچتے ہیں۔ یہ گاڑیوں کے بھاری اور ہلکے ہونیکے لحاظ سے ہے۔ عربہ کا نوکر اُن گھوڑوں میں ایک پر سوار ہوتا ہے۔ جو اسے کھینچتے ہیں اسپر زین کسی ہوتی ہے۔ اور اس سوار کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا ہے جس سے وہ ہانکتا ہے اور ایک بڑی لکڑی ہوتی ہے۔ جب خلاف مقصود کج ہوتی ہے تو اُسی سے سیدھا کر لیتے ہیں۔ عربہ کے اوپر قبہ کے مشابہ لکڑیاں کھال کے تسموں سے ایک کو دوسری سے ملاکر باندھ لیتے ہیں۔ یہ وزن میں بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اسپر نمدا منڈھا ہوتا یا کسی چیز کا غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ اسمیں جالی دار کھڑکیاں ہوتی ہیں۔ جن سے وہ شخص جو گاڑی کے اندر ہے۔ لوگوں کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن وہ نہیں دیکھ سکتے۔ سوار جس طرح چاہے اس میں لوٹ پوٹ سکتا۔ سو سکتا۔ کھا سکتا اور پڑھ لکھ سکتا ہے۔ اور برابر مسافت طے ہوتی رہتی ہے۔

وہ گاڑیاں جو بار برداری۔ سامان لادنے اور اشیائے خورد ونوش لیجانیکے لئے ہوتی ہیں۔ ان پر بھی اسی مکان کے مشابہ ہوتا ہے جیساکہ ہم نے ذکر کیا ہے اور اسپر قفل لگا دیتے ہیں۔ جب میں نے سفر کا ارادہ کیا تو اپنی سواری کے لئے ایک ایسی گاڑی کرایہ کی جس پر نمدہ چڑھا ہوا تھا۔ اس میں میرے ساتھ ایک جاریہ بھی تھی۔ اور ایک چھوٹی گاڑی رفیق عفیف التوزری کے لئے اور بڑی گاڑی تمام لوگوں کے لئے جسے تین اونٹ کھینچتے تھے ان میں سے ایک پر گاڑی کا ملازم سوار تھا۔

ذکر (۸) المعرف و ذکر (۹) رسوم المعرف

الغرض ہم الامیر تلکتمور۔ اسکے بھائی بیٹے۔ اسکے دونوں بیٹوں قتلو دمور اور صاروبک

کی معیت میں روانہ ہوئے۔ اس طرف کے سفر میں اسکے ساتھ اسکا امام سعد الدین الخطیب ابوبکر۔ القاضی شمس الدین۔ الفقیہ شرف الدین موسیٰ۔ المعرف علاء الدین تھے۔ المعرف کا کام یہ تھا کہ جب الامیر اپنی مجلس میں ہوتا تو یہ اسکے سامنے رہتا۔ جب القاضی آتا تو اسکے لئے یہ معرف کھڑا ہو جاتا اور بلند آواز سے یہ کہتا۔

"بسم اللہ سیدنا و مولانا قاضی القضاۃ والحکام مبین الفتاوی والاحکام۔ بسم اللہ"	بسم اللہ۔ ہمارے آقا۔ ہمارے مولا قاضی القضاۃ و حاکم الحکام۔ فتوے صادر کرنے اور احکام ظاہر کرنیوالے بسم اللہ

جب کوئی باعظمت فقیہ یا مشارٌ الیہ شخص آتا تو یہ کہتا۔

بسم اللہ سیدنا فلان الدین بسم اللہ"	بسم اللہ ہمارے آقا .... الدین بسم اللہ۔

پس ہر حاضر داخل ہونے والے کے داخلہ کیلئے سنبھل جاتا۔ اس کے لئے تعظیماً کھڑا ہو جاتا۔ اور مجلس میں جگہ کر دیتا۔

ذکر (۵۰) یہاں کے جانوروں کے چرنے اور چوروں کی سزا کا حال

ترکوں کی عادت ہے کہ ان صحرا میں اسیطرح سیر کیا کرتے ہیں جسطرح حاجی الحجاج کے ریگستان میں سیر کیا کرتے ہیں۔ بعد نماز صبح کوچ کرتے ہیں دن چڑھے اتر پڑتے ہیں۔ ظہر کے بعد پھر کوچ کرتے ہیں اور شام کو اتر پڑتے ہیں۔ جہاں اترتے ہیں۔ گھوڑوں۔ اونٹوں۔ اور بیلوں کو گاڑیوں سے کھول دیتے ہیں اور رات اور دن چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں کسی بھی چوپائے کو السلطان وغیرہ کسی کے یہاں سے چارہ نہیں ملتا۔ اس صحرا کی خاصیت یہ ہے کہ یہاں کی نباتات جانوروں کے لئے چوکے قائم مقام ہے۔ البلاد میں سے کہیں کی بھی یہ خاصیت نہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں چوپاؤں کی بڑی کثرت ہے اور نہ انکے لئے کوئی چرانے والا مقرر ہے۔ اور نہ محافظ اسکی وجہ یہ ہے کہ انکے چوری کے جرم میں احکام بہت سخت ہیں۔ یعنی یہ حکم ہے کہ اگر کسی کے پاس چوری کا گھوڑا نکل آئے تو وہ گھوڑا اسکے مالک کو وہ چور لوٹائے گا اور ویسے ہی نو گھوڑے اور بطور جرمانہ کے دیگا۔ اگر وہ اسپر قادر نہ ہو سکا۔ تو اسکی اولاد اسکے عوض لیجائے گی۔ اور اگر اسکے اولاد نہ ہوئی تو وہ چوری کرنیوالا اسطرح ذبح کر ڈالا جاتا ہے۔

جسطرح بکری ذبح کیجاتی ہے۔

ذکر (۱۱) ترکوں کے ماکولات و مشروبات

یہ ترک روٹی نہیں کھاتے اور نہ کوئی گاڑھا کھانا۔ بلکہ ایک قسم کا کھانا ایک چیز سے بناتے ہیں جو انہیں کے پاس ہوتی ہے۔ اِلی کے مشابہ اسے وہ الدُوقی کہتے ہیں۔ آگ پر پانی چڑھا دیتے ہیں۔ جب اُس میں جوش آجاتا ہے۔ تو اسی دُوقی میں سے اس میں کچھ چھوڑ دیتے ہیں اور اگر اُن کے پاس گوشت ہوتا ہے تو اسکے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ پکا لیتے ہیں۔ پھر ہر شخص کا حصّہ پیالوں میں علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اسپر میٹھا دودھ ڈالتے ہیں اور اُسے پی جاتے ہیں۔ پھر اسپر گھوڑی کا دودھ پیتے ہیں اسے یہ القمز کہتے ہیں۔

ذکر (۱۲) ترکوں کی دوسری مشروبات

یہ لوگ نہایت قوی اور مضبوط اور نیک مزاج ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک خاص قسم کا کھانا استعمال کرتے ہیں۔ جسے یہ البورخانی کہتے ہیں۔ یہ گوندھا ہوا آٹا ہوتا ہے۔ جسکے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے ہیں اور انکے درمیان میں سوراخ کرکے ایک ہانڈی میں رکھدیتے ہیں۔ جب پک جاتے ہیں تو ان پر میٹھا دودھ ڈالتے ہیں اور پی جاتے ہیں۔ اور ایک قسم کا نبیذ بھی الدوقی کے دانوں سے جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے تیار کرتے ہیں۔ حلوا کھانے کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ میں ایک دن السلطان اوزبک کے یہاں رمضان میں گیا۔ گھوڑے کا گوشت لایا گیا۔ یہ لوگ گوشتوں میں یہ گوشت زیادہ کھاتے ہیں اور بھیڑ کا گوشت بھی تھا۔ اور الرشتا۔ یہ لچھوں کے مشابہ تھا جسے پکاتے ہیں۔ اور دودھ کے ساتھ پیتے ہیں۔ میرے پاس اس شب کو ایک تھال حلوے کا بھی لایا گیا۔ جسے میرے بعض ساتھیوں نے بنایا تھا۔ اُسے میرے سامنے بڑھا دیا۔ میں نے اس میں اپنی انگلی ڈالی۔ اور منہ میں رکھا۔ اس سے زیادہ اس پر التفات ہی نہ کیا۔ الامیر تلکتمور نے مجھسے بیان کیا۔ کہ اس سلطان کے غلاموں میں سے ایک بڑا شخص تھا۔ اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد ملاکر تقریباً

چالیس اولادیں تھیں۔ ایک دن اُس سے السلطان نے کہا۔ اگر تو حلوا کھالے تو میں مع تیری اولاد کے آزاد کردوں گا۔ لیکن اُس نے انکار کردیا۔ اور یہ کہا اگر تو مجھے قتل بھی کردے جب بھی میں نہ کھاؤں گا۔

جب ہم شہر القرم سے نکلے تو الامیر تلکتمور کی خانقاہ میں گئے۔ جو مقام سجان میں واقع ہے۔ میرے پاس آدمی بھیجکر اپنے حضور میں بلوایا۔ میں سوار ہوکر اسکے پاس گیا۔ میرے پاس میری سواری کے لئے ایک گھوڑا تھا۔ جسے گاڑی کا ملازم لئے رہتا تھا۔ جب میں اسپر سوار ہونے کا ارادہ کرتا تھا۔ تو سوار ہوجاتا تھا۔ جب خانقاہ مذکور میں میں آیا تو دیکھا کہ الامیر نے بہت سا کھانا پکوایا ہے۔ جس میں روٹیاں بھی تھیں۔ پھر چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں سفید پانی لائے لوگوں نے اُسے پیا۔ اس مجلس میں الشیخ مظفر الدین۔ الامیر کے قریب بیٹھا تھا اور میں اسکے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا یہ کیا چیز ہے۔ اُس نے کہا یہ ماء الدُھن ہے۔ میں اسکے کہنے کا مطلب نہ سمجھا۔ جب میں نے اُسے چکھا تو اس میں ترشی معلوم ہوئی اس لئے اُسے چھوڑ دیا۔ جب باہر نکلا تو اسکے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ نبیذ تھی جسے الدوقی کے بیج سے بناتے ہیں۔ یہ حنفی المذہب ہیں ان کے نزدیک نبیذ حلال ہے۔ یہ الدوقی سے جو نبیذ بناتے ہیں۔ اُسے یہ لوگ البوزۃ کہتے ہیں۔ الشیخ مظفر الدین نے مجھ سے الماء الدُخن کہا تھا۔ چونکہ اسکی زبان میں عجمی لکنت تھی۔ اسلئے میں سمجھا کہ ماء الدہن کہتا ہے۔

شہر القرم سے اٹھارہ منزل مسافت طے کرنیکے بعد ہم ایک بڑے پانی پر پہونچے جس میں پورے ایک دن ہمیں چلنا پڑا۔ چونکہ اس پانی میں چوپاؤں اور گاڑیوں کی بہت کثرت تھی اسلئے کیچڑ ہوگیا تھا اور تکلیف بڑھ گئی تھی۔ اس امیر کو میری راحت کا خیال ہوا اور مجھے اپنے بعض خدام کے ساتھ آگے روانہ کردیا۔ اور امیر ازاق کے نام میرے لئے ایک خط لکھدیا جسکا مطلب یہ تھا کہ میں بادشاہ سے ملنا چاہتا ہوں اور اس سے میرے اعزاز واکرام کے لئے تاکید کردی تھی۔ برابر مسافت طے کرتے رہے حتیٰ کہ ایک اور پانی پر پہونچے۔ جس میں نصف دن چلنا پڑا۔ پھر ہم نے تین دن تک مسافت طے کی اور۔

فصل (۱۳) شہر ازاق میں ورود

شہر ازاق[1] میں وارد ہوئے۔ یہ مقام ساحل البحر پر واقع ہے۔ اسکی آبادی اچھی ہے یہاں جنیوا وغیرہ کے لوگ تجارت کے لئے آیا کرتے ہیں۔ یہاں الفتیان اخی بجقچی باعظمت لوگوں میں سے تھا جو وارد وصادر کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ جب الامیر تلکتمور کا امیر ازاق کو خط پہنچا۔ اسکا نام محمد خواجہ الخوارزمی تھا تو میرے استقبال کے لئے نکلا اسکے ساتھ القاضی اور الطلبہ تھے۔ اور ہمارے لئے کھانا بھیجا۔ جب ہم نے اسے سلام کر لیا تو ایک مقام پر اترے اور وہیں کھانا کھایا۔ پھر شہر پہونچے اور اسکے باہر ایک کنڈ کے قریب جو خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرف نسبت کیا جاتا ہے اترے۔ ایک شخص باشندگان ازاق میں سے آیا جسکا نام رجب النہر فلکی تھا۔ عراق میں اپنے موضع کی طرف منسوب ہے۔ اس نے ہماری اپنی خانقاہ میں نہایت اچھی ضیافت کی۔ ہمارے آنے کے دو دن بعد الامیر تلکتمور آیا۔ اور الامیر محمد اسکے ملنے کے لئے نکلا۔ اسکی معیت میں القاضی اور الطلبہ تھے۔ اور اسکے لئے بڑی بڑی ضیافتوں کی تیاریاں کیں۔ تین بڑے بڑے خیمے ایک دوسرے سے متصل لگائے۔ جنہیں سے ایک رنگین حریر کا نہایت عجیب تھا اور دو کتان کے تھے اور اسکے گرداگرد سراچہ قائم کیا جسے ہمارے یہاں افراج کہتے ہیں۔ اسکے باہر ایک دہلیز قائم کی جو ہمارے یہاں کی برج کی شکل کے مشابہ تھی۔ جب الامیر اترا تو اسکے سامنے سرخ ریشم کا فرش بچھایا گیا۔ اسپر وہ چلتا تھا۔ اسکے مکارم اور فضل میں سے یہ بات ہے کہ اس نے مجھے اپنے آگے کر دیا تاکہ یہ امیر اسکے نزدیک میری منزلت کا اندازہ کرے۔

پھر ہم پہلے خیمے کی طرف پہونچے وہی خیمہ اسکے جلوس کے لئے مقرر کیا گیا تھا اسکے صدر میں اسکے بیٹھنے کیلئے لکڑی کا ایک بڑا مرصع تخت تھا اور اسپر ایک اچھی مسند لگی ہوئی تھی۔ الامیر نے مجھے اپنے آگے کر دیا۔ اور الشیخ مظفر الدین کو بھی آگے کیا۔ اور تخت پر چڑھکر ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ ہم سب مسند پر تھے۔ اسکا قاضی اور خطیب اور اس

(۱) ڈی ہربلوٹ (De Herbelot) کے یہاں مضمون متعلق مقام مذکور نہایت دلچسپ ہے۔

شہر کا قاضی بیٹھے۔ ان سب کو تخت کی بائیں جانب فاخرہ فرشوں پر بیٹھنے کا حکم ہوا تھا۔ الامیر تلکتمور کا بیٹا اور اسکا بھائی اور الامیر محمد اور اسکی اولاد خدمت کے لئے کھڑے رہے۔ پھر گھوڑوں کے گوشت وغیرہ کا کھانا لایا گیا۔ اور گھوڑی کا دودھ بھی لائے۔ پھر البوزہ لائے۔ کھانے سے فارغ ہونیکے بعد القراء نے خوش الحانی کے ساتھ قرأت کی۔ پھر ممبر رکھا گیا اسپر الواعظ چڑھا۔ اور القراء اسکے سامنے بیٹھے۔ اس نے بلیغ خطبہ پڑھا۔ الامیر السلطان اور الحاضرین کے لئے دعا کی۔ یہ سب عربی زبان میں کہتا تھا۔ پھر ترکی زبان میں اسکا مطلب بیان کر دیتا تھا۔ اس اثناء میں القراء قرآن میں سے کچھ آیات نہایت دردناک لہجہ میں بار بار پڑھتے تھے۔ پھر محفل سماع منعقد ہوئی۔ عربی زبان میں گاتے تھے۔ یہ لوگ اسے القول کہتے ہیں، پھر فارسی اور ترکی زبانوں میں گانا ہوا۔ اسے یہ الملمع کہتے ہیں۔ پھر دوسرا کھانا آیا۔ الغرض شام تک یہی ہوتا رہا۔ جب میں وہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ تو مجھے الامیر روک لیتا تھا۔ پھر الامیر اسکے لڑکے۔ اسکے بھائی۔ الشیخ مظفر الدین اور میرے لئے علیحدہ علیحدہ لباس لائے۔ اور دس گھوڑے بھی الامیر اور اسکے بھائی کیلئے۔ اور اسکے لڑکوں کے لئے چھ گھوڑے۔ اسکے ساتھیوں میں سے ہر بڑے شخص کے لئے ایک گھوڑا تھا اور ایک گھوڑا میرے لئے بھی تھا۔

ذکر (۱۴) ان بلاد میں گھوڑوں کی کثرت اور قیمت

ان بلاد میں گھوڑوں کی بہت کثرت ہے۔ انکی قیمت بہت کم ہوتی ہے۔ نہایت اچھے گھوڑے کی قیمت پچاس دراہم یا ساٹھ دراہم سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس دینار کی قیمت ہمارے دیناروں کے مساوی یا قریب ہوتی ہے۔ یہ وہی گھوڑے ہیں جنہیں مصر میں الاکادیش کہتے ہیں۔ انہیں سے یہاں کے باشندوں کی معاش ہے انکے بلاد میں یہ اسطرح ہیں جسطرح ہمارے بلاد میں بھیڑیں بلکہ اس سے بھی زاید۔ اسلئے ان میں سے بعض ترکی کے یہاں ہزاروں ہوتے ہیں ان بلاد میں جو ترک لوگ گھوڑوں والے رہتے ہیں ان کی عادت یہ ہے کہ ان گاڑیوں میں جن میں انکی عورتیں سوار ہوتی ہیں۔ اسکے ڈنڈے میں بالشت بھر کا نمدہ کا ٹکڑا ایک پتلی لکڑی میں جو گز بھر لمبی ہوتی ہے۔ لگا دیتے ہیں۔ ہر ہزار گھوڑوں پر ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ انہیں سے

ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جنکی گاڑیوں میں دس دس گھوڑے لگے ہیں۔ اور ایسے بھی جنکی گاڑیوں میں اس سے کم ہیں۔ یہ گھوڑے بلاد الہند کیطرف لیجاتے جاتے ہیں۔ ایک ایک غول میں چھ چھ ہزار اور اس سے زاید ہوتے ہیں۔ اور کم بھی۔ ہر تاجر کے سو سو اور دو دو سو اور اس سے کم و بیش ہوتے ہیں۔ پچاس گھوڑوں پر تاجر چرواہا مقرر کرتا ہے۔ جو انکی نگرانی کرتا رہتا اور انھیں بھیڑوں کی طرح چراتا ہے۔ اسے یہ لوگ القشی کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر سوار ہو جاتا ہے۔ اسکے ہاتھ میں ایک لمبی لکڑی ہوتی ہے اور اُس میں رسی بندھی ہوتی جب چاہتا ہے کہ ان میں سے کسی گھوڑے کو اپنی سواری میں لے لے تو اس گھوڑے کو جسپر سوار ہے۔ اسکے مقابل لے آتا ہے اور اُسکی گردن میں رسی ڈالدیتا ہے۔ اسے کھینچتا ہے اور سوار ہو جاتا ہے اور دوسرا چرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

جب انکو لیکر سرزمین سندھ میں آتے ہیں۔ تو گھاس کھلاتے ہیں چونکہ سرزمین سندھ کی نباتات جو کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اُن میں سے بہت سے مر جاتے ہیں اور چوری بھی ہو جاتے ہیں۔ سرزمین سندھ میں فی گھوڑا سات دینار چاندی کے مقام ششنقار میں محصول لئے جاتے ہیں۔ اور ان پر ملتان میں بھی جو السندھ کا پایہ تخت ہے محصول لیا جاتا ہے۔ پہلے یہ دستور تھا کہ منافع میں سے چوتھائی محصول لیا جاتا تھا۔ اسے بادشاہ ہند السلطان محمد نے اٹھا دیا۔ اور حکم نافذ کیا کہ مسلمان تاجروں سے زکوٰۃ لیجایا کرے اور کفار تاجروں سے العشر۔ باوجود اسکے تاجروں کو بہت زیادہ نفع ہوتا ہے۔ کیونکہ جو بہت سستا گھوڑا ہوتا ہے وہ بلاد الہند میں سو دینار دراہم میں فروخت ہوتا ہے۔ جسکا نرخ مغربی سونے کے حساب سے پچیس[۲۵] دینار کا ہوتا ہے۔ کبھی اس سے دوگنی قیمت پر بھی فروخت کر ڈالتے ہیں اور اس سے بھی دوگنی قیمت (یعنی چوگنی) پر اچھا گھوڑا پانچسو دینار کے برابر ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ باشندگان الہند انھیں دوڑانے اور مقابلہ کی دوڑ کے لئے نہیں خریدتے۔ کیونکہ یہ جنگوں میں داہین پہنتے ہیں اور گھوڑوں کو بھی داہین پہناتے ہیں۔ بلکہ یہ گھوڑے کی قوت اور اسکی چال کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ جو گھوڑے مقابلہ کی دوڑ کے لئے لیتے ہیں وہ انہیں عمان اور فارس سے انکے پاس آتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایک گھوڑا ہزار دینار سے لیکر چار ہزار دینار تک خریدا جاتا ہے۔

جب الامیر تلکتمور نے اس شہر سے سفر کیا۔ تو میں اسکے بعد یہاں تین دن تک مقیم رہا یہانتک کہ الامیر محمد خواجہ نے میرا تمام سامان سفر درست کر دیا۔ پھر میں روانہ ہو کر۔

فصل (۱۵) شہر الماجر میں ورود

شہر الماجر میں وارد ہوا۔ یہ شہر بڑا اور ترکوں کے خوبترین شہروں میں سے نہر کبیر پر واقع ہے۔ یہاں باغات اور پھل بکثرت ہیں۔ ہم یہاں الشیخ الصالح العابد المعمر محمد البطائحی کی خانقاہ میں اُترے جو بطائح العراق میں سے ہے۔ یہ الشیخ احمد الرفاعی قدس سرہٗ کا خلیفہ تھا۔ اسکی خانقاہ میں تقریباً ستر فقراء باشندگان عرب۔ فارس۔ ترک اور روم تھے۔ بعض کے انہیں سے بال بچے تھے اور بعض مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ انکی زندگی بسر کرنے کا ذریعہ الفتوح سے تھا۔ ان بلاد کے لوگوں کی فقراء کے ساتھ بہت حسن عقیدت ہے۔ ہر شب کو خانقاہ میں گھوڑا۔ گائے۔ بھیڑیے آتے ہیں اور الشیخ کی زیارت اور اس سے حصول برکت کیلئے السلطان اور الخواتین آتی ہیں۔ بہت حسن سلوک کرتی اور بکثرت نذرانے دیتی ہیں۔ اور خاصکر عورتیں تو بہت کچھ صدقہ اور افعال خیر میں کوشاں رہتی ہیں۔ ہم نے نماز جمعہ شہر الماجر ہی میں پڑھی تھی۔ جب نماز ہو چکی تو الواعظ عزالدین ممبر پر چڑھا۔ یہ بخاری فقہا اور فضلاء میں سے ہے۔ اسکی ایک طلبہ اور قراء کی بھی جماعت تھی۔ القراء اسکے سامنے قرآن پڑھتے تھے۔ اس نے وعظ کہا اور ذکر کیا۔ شہر کا امیر اور اسکے بڑے باشندے حاضر تھے۔ الشیخ محمد البطائحی کھڑا ہوا۔ اور کہا الفقیہ الواعظ سفر کرنا چاہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکے لئے زاد سفر مہیا ہو جائے۔ پھر اپنا نیا جبہ مرعز اتارا۔ جو اسکے جسم پر تھا۔ اور کہا یہ میں اپنی طرف سے پیش کرتا ہوں۔ اب حاضرین میں سے کسی نے اپنے کپڑے اُتار دئے اور کسی نے اپنا گھوڑا دیدیا۔ اور کسی نے دراہم دے۔ الغرض اسکے لئے مال کثیر جمع ہو گیا۔

اس شہر کے گدڑی بازار میں میں نے ایک یہودی کو دیکھا۔ اسنے مجھے سلام کیا اور زبان عربی میں بات چیت کی۔ میں نے اسکے بلاد کے متعلق دریافت کیا اس نے تبلایا کہ بلاد اندلس کا رہنے والا ہے اور وہاں سے خشکی کے راستہ آیا ہے۔ بحری سفر بالکل نہیں کیا۔ اور

القسطنطینیۃ العظمی۔ بلاد الروم۔ بلاد الجرکسی کے راستہ سے آیا ہے۔ اور کہا مجھے ہوئے چار مہینے گذرے ہیں اور اُن مسافر تاجروں کو بھی بتایا جو اس امر کو جانتے تھے اسکے کہنے کی تصدیق کی۔

ذکر (۱۶) ان بلاد کے ترکوں کی عورتوں کی عظمت و شان

ان بلاد کے باشندوں کی عورتوں کی تعظیم کے متعلق میں نے ایک عجیب بات دیکھی۔ یہ بہ نسبت مردوں کے زیادہ شان والی ہیں۔ امرا کی عورتوں میں سے جسے میں نے پہلے القرم سے اپنے نکلنے سے پہلے دیکھا۔ وہ الامیر سلطیہ کی بیوی الخاتون تھی جو اپنی ذاتی گاڑی میں سوار تھی اسپر تمام عمدہ نیلگوں پوشش پڑی ہوئی تھی نشست کی کھڑکیاں اور دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اسکے سامنے چار جوان حسین چھوکریاں نادر لباس سے ملبوس بیٹھی ہوئی تھیں اور پیچھے تمام گاریوں کا سلسلہ تھا۔ ان میں بھی چھوکریاں سوار تھیں۔ جب وہ الامیر کے مکان کے قریب ہوئی تو اپنی گاڑی سے زمین پر اتر پڑیں اور تقریبًا اسکے ساتھ تیس چھوکریاں بھی اُتریں۔ یہ سب اپنے دامن سمیٹے ہوئے تھیں۔ انکے کپڑوں میں گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں ہر چھوکری اپنی گھنڈی پکڑے ہوئے تھی اور ہر طرف سے زمین سے اپنے دامن اُٹھائے ہوئے تھیں۔ اور اسطرح عجیب ناز و انداز سے اٹھلا اٹھلا کر چل رہی تھیں جب وہ الامیر کے پاس پہونچی تو کھڑا ہو گیا۔ اسے سلام کیا۔ اور اپنے ایک جانب بٹھا لیا۔ اور اسکی تمام چھوکریاں حلقہ بند ہو گئیں پھر القمز یا گھوڑے کے دودھ کے کوزے آئے۔ اُس خاتون نے انمیں سے ایک پیالے میں ڈالا۔ اور امیر کے سامنے دوزانو بیٹھکر پیالہ پیش کیا۔ اس نے پی لیا پھر الامیر کے بھائی کو پلایا۔ پھر الامیر نے اُس خاتون کو پلایا۔ کھانا آیا۔ میں نے امیر مذکور کے ساتھ کھایا۔ امیر مذکور نے خاتون کو لباس دیا۔ اُسکے بعد میں چلا آیا۔ امرا کی عورتوں کی اسیطرح ترتیب ہے بادشاہ کی عورتوں کا ہم عنقریب اسکے بعد ہی ذکر کرینگے۔ دکانداروں اور بازار والوں کی عورتوں کو میں نے دیکھا ان میں سے بھی ایک گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور گھوڑے اُسے کھینچتے تھے اور اسکے سامنے بھی تین یا چار چھوکریاں تھیں۔ جو اپنے دامن اُٹھائے ہوئے تھیں۔ اور

اسکے سر پر البغطاق رکھا ہوتا ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی ٹوپی جو اہرات سے مرصع کار ہوتی ہے اسکے اُوپر مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔ گاڑی کے پٹ کھلے ہوتے ہیں اور وہ منہ کھولے ہوئے بیٹھی ہوتی ہے۔ کیونکہ ترکون کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ بعض عورتیں اسی ترتیب سے آتی ہیں۔ انکے ساتھ انکے غلام بھیڑیاں اور دودھ لئے ہوتے ہیں۔ اسے لوگوں کے ہاتھ عطریات کے عوض بیچتی ہے۔ اکثر ان عورتوں میں سے بعض عورتوں کے ساتھ انکے شوہر بھی ہوتے ہیں دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے۔ کہ اسکا کوئی خادم ہے۔ اسکے جسم پر ماسوا بھیڑ کی کھال کے ایک جبہ کے اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا۔ اور سر پر اسی کے مناسب ٹوپی ہوتی ہے جسے یہ الکلا کہتے ہیں۔

ذکر (۱۷) عسکر السلطان یا اردوئے شاہی اور بشدغ (محلہ سلطانی)

ہم شہر الماجر سے بقصد عسکر السلطان روانہ ہوئے اسکی الماجر سے چار دن کی مسافت تھی ایک مقام میں واقع تھا جسے بش دغ کہتے ہیں۔ بش انکی زبان میں پانچ کو کہتے ہیں اور دغ کے معنی پہاڑ ہیں۔ اس پہاڑ کوہ میں پانی کا ایک چشمہ ہے جس میں ترک نہاتے ہیں۔ انکا عقیدہ ہے کہ جو اس میں نہاتا ہے۔ اسے کبھی کوئی بیماری یا مرض نہیں ہوتا۔ ہم نے اس مقام سے المحلہ کو کوچ کیا۔ رمضان کے پہلے دن پہونچے۔ دیکھا کہ المحلہ کوچ کر چکا ہے۔ اسلئے ہم اسی مقام پر پھر واپس چلے آئے۔ جہاں سے کوچ کیا تھا۔ اسلئے کہ المحلہ یا لشکر اسی مقام کے قریب پڑاؤ کرنیوالا تھا۔ ہم نے وہیں ٹیلہ پر اپنا خیمہ گاڑ دیا۔ اور خیمہ کے سامنے اپنا جھنڈا لگا دیا۔ اور گھوڑے اور گاڑیاں اسکے پیچھے کر دیں۔ المحلہ یا لشکر آیا یہ لوگ اسے الاردو کہتے ہیں۔ مجھے ایک بہت بڑا شہر سا نظر آیا جسمیں اسکے باشندے پھر رہے ہیں۔ اُس میں مسجدیں بھی ہیں اور بازار بھی۔ باورچی خانوں کے دھویں ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ یہ کوچ کی حالت میں بھی پکاتے رہتے ہیں۔ اور گاڑیوں کو ان میں جوتے ہوئے گھوڑے کھینچتے رہتے ہیں۔ جب منزل پر پہنچتے ہیں تو خیمے گاڑیوں سے اتار کر زمین پر لگاتے ہیں۔ یہ سفر کی وجہ سے ہلکے بنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسجدیں اور دکانیں بھی بناتے ہیں۔ ہمارے قریب خواتین السلطان کا گذر ہوا۔ ہر خاتون اپنے آدمیوں کیساتھ علیحدہ تھی۔ جب ان میں سے چوتھی خاتون گذری یہ الامیر عیسیٰ بک کی لڑکی تھی۔ جسکا ہم عنقریب

ذکر کرینگے۔ تو اس نے ٹیلہ کے اوپر اور اسکے سامنے جھنڈا دیکھا جو وارد کی علامت ہے چھوکری اور چھوکریاں کھڑی ہیں۔ انھوں نے آکر ہمیں سلام کیا۔ اور مجھے اپنی مالکہ کا سلام پہنچایا۔ وہ ٹھہری ہوئی انکا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اسکی خدمت میں اپنے بعض ساتھیوں اور الامیر تلکتمور کے معرفت کے ساتھ ہدیہ بھیجا اس نے اسے تبرکاً بوسہ دیا۔ اور حکم کیا کہ میں اسکے جوار میں اتروں اور چل دی السلطان آیا اور اپنے محلہ میں علیحدہ اترا۔

ذکر (۱۸) السلطان المعظم محمد اوزبک خان۔ ذکر (۱۹) باشندگان قسطنطینیہ العظمی۔ ذکر (۲۰) سلطان کی رسوم اور ذکر (۲۱) سفرہائے سلطانی

اسکا نام محمد اوزبک ہے۔ انکی زبان میں خان کے معنی السلطان کے ہیں۔ یہ سلطان بہت بڑی سلطنت والا۔ زبردست۔ قوۃ والا۔ عالیشان اور رفیع المکان ہے۔ باشندگان قسطنطینیہ العظمی کے جو خدا کے دشمن ہیں اسکے حق میں بڑا قاہر۔ اور انکے ساتھ جہاد کرنیکے لئے ہر وقت تیار رہ اسکے بلاد نہایت وسیع اور شہر بہت بڑے ہیں۔ ان میں سے الکفا۔ القرم۔ الماجر۔ ازاق۔ سرداق (سوداق) خوارزم اور اسکا پایہ گاہ تخت دارالسلطنت ہے۔ ان سات بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے۔ جو دنیا کے بڑے اور عظیم الشان بادشاہ شمار کیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہمارے آقا امیر المومنین ارضی خدا وندی ظل اللہ اس فتحیاب گروہ کے امام جو ہمیشہ قیام قیامت تک حق پر ظاہر رہنے والے ہیں اللہ ان کا حل وعقد میں مددگار رہے اور فتح سے انکی عزت بڑھاتے دوسرا سلطان مصر والشام۔ تیسرا السلطان العراقین۔ چوتھا یہ سلطان اوزبک۔ پانچواں سلطان بلاد ترکستان اور ما وراء النہر۔ چھٹا سلطان الہند۔ ساتواں سلطان الصین (چین) یہ سلطان جب سفر کرتا ہے تو مع اپنے غلاموں اور ارباب دولت کے علیحدہ سفر کرتا ہے اور اسکی خاتونوں میں ہر خاتون اپنے محلہ میں علیحدہ ہوتی ہے۔ جب اسکا یہ ارادہ ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے کسی کے پاس رہے تو اسے کسی کو بھیجکر اس امر کی اطلاع دیتا ہے۔ وہ اسکے لئے آمادہ و مستعد رہتی ہے اسکی نشست۔ سفر اور دیگر امور میں عجیب نادر ترتیب رہتی ہے۔

اسکی عادت ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے بعد ایک قبہ میں بیٹھتا ہے جسے قبۃ الذھب(۱) کہتے ہیں۔ اسکی نہایت نادر زینت ہوتی ہے۔ یہ لکڑی کے تختوں کا بنا ہوتا ہے جسپر سونیکے پتر منڈھے ہوتے ہیں۔ اسکے درمیان میں لکڑی کے تختوں کا ایک تخت ہوتا ہے۔ اسپر چاندیکے پتر سنہرے ملمع کے منڈھے ہوتے ہیں۔ اسکے پائے خالص چاندی کے ہوتے ہیں۔ اور انکے سر جواہرات سے مرصع ہوتے ہیں۔ السلطان تخت پر بیٹھ جاتا ہے۔ اسکی داہنی جانب الخاتون طیطغلی ہوتی ہے پھر اسکے بعد الخاتون کبک اور بائیں جانب الخاتون بیلون۔ اور پھر الخاتون اردجی۔ تخت سے نیچے داہنی جانب السلطان کا بیٹا تین بک۔ اور بائین جانب دوسرا بیٹا جان بک اور سلطان کے سامنے اسکی بیٹی ایت کججک بیٹھتی ہے۔ جب ان میں سے کوئی آتی ہے تو السلطان اسکے لئے کھڑا ہوجاتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ سے سہارا دیتا ہے۔ یہانتک کہ وہ تخت پر چڑھ آتی ہے لیکن طیطغلی کہ وہی ملکہ اور تمام خواتین میں اسے زیادہ مرغوب ہے اسکا استقبال باب القبہ تک کرتا ہے۔ اسے سلام کرتا ہے اور دست گیری کرکے تخت پر چڑھاتا ہے۔ جب یہ تخت پر چڑھکر بیٹھ لیتی ہے تب یہ بیٹھتا ہے۔ یہ سب بلا پردہ لوگوں کی نظروں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ اسکے بعد کبار امراء آتے ہیں۔ انکے لئے داہنی اور بائیں جانب کرسیاں ڈالی جاتی ہیں۔ ان میں سے جب کوئی شخص السلطان کی مجلس میں آتا ہے۔ تو اسکے ساتھ اسکا غلام کرسی لئے آتا ہے۔ السلطان کے سامنے تمام شاہزادے اسکے بنی عم۔ بھائی اور اقارب ٹھہرتے ہیں اور انکے مقابلہ میں باب القبۃ کے قریب امراء کبار کی اولادیں اور انکے پیچھے داہنی اور بائیں سرداران لشکر۔ پھر تین تین آدمی علی قدر مراتب سلام کے لئے داخل ہوتے ہیں۔ یہ سلام کرکے پھر جاتے ہیں اور فاصلہ پر بیٹھتے ہیں۔

جب نماز عصر سے فراغت ہوچکتی ہے تو خواتین میں سے ملکہ واپس ہوتی ہے۔ پھر اسکے بعد ساری واپس ہوجاتی ہیں۔ اور اسکے محلہ تک اسے پہونچانے جاتی ہیں۔ جب وہ اپنے

(۱) اس قسم کی ایک شوکت شاہانہ کی مثال زبور کی پینتالیسویں آیت میں ہے۔ جہاں ملکہ جی اپنے مرتبہ کے لحاظ سے شان و شوکت پر قائم ہے۔ یہ رسم مسلمانون میں بالکل مروج نہیں کیونکہ عورت کیخواہ کسی مرتبہ کی ہو پردہ میں رہنے کا حکم ہے جو یہاں صورت حال یا منظر ہے۔ وہی سیاح نے سماترا میں بھی مشاہدہ کیا ہے۔

محلہ یا لشکر میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو ہر ایک اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر واپس آجاتی ہے ہر ایک کے ساتھ تقریباً پچاس چھوکریاں گھوڑوں پر سوار ہوتی ہیں اور گاڑی کے آگے آگے تقریباً بیس عورتیں گھوڑوں پر سوار۔ الفتیان اور گاڑی کے مابین ہوتی ہیں۔ اور سب کے بعد تقریباً سو نوجوان غلام ہوتے ہیں۔ اور الفتیان کے آگے تقریباً سو بڑے سوار غلام۔ اور اتنے ہی پیادے اپنی کمروں میں تلواریں اور چھرے لگائے ہوئے۔ یہ سواروں اور الفتیان کے مابین ہوتا ہے۔ انہیں سے ہر خاتون کے واپس ہونے اور آنے کے وقت یہی ترتیب ہے۔

میرا مقام المحلہ میں سے اُس السلطان جان بک کے لڑکے کے ہمسایہ میں ہوا تھا جسکا اسکے بعد ذکر کیا جائیگا۔ میں اپنے پہنچنے کے دوسرے دن بعد نماز عصر کے السلطان کے پاس گیا۔ اسوقت وہاں المشائخ۔ القضاۃ۔ الفقہا۔ الشرفاء۔ اور الفقراء جمع تھے۔ اور بہت زیادہ کھانا تیار کرایا گیا تھا۔ میں نے اسی کے حضور میں روزہ افطار کیا۔ اور السید الشریف۔ نقیب الشرفاء ابن عبدالحمید اور القاضی حمزہ نے میرے متعلق حضور سلطانی میں کلمات خیر کہے۔ اور السلطان کو میرے اکرام کے متعلق اشارہ کیا۔ یہ ترک نہ وارد کا اتار ناجانتے ہیں اور نہ خرچ کا اجراء اُسکے لئے بھیڑیاں اور گھوڑے ذبح کرنے کے لئے اور گھوڑی کے دودھ کے کوزے بھیجدیتے ہیں یہی انکی بڑی سخاوت ہے۔ اسکے چند دن بعد میں نے عصر کی نماز السلطان کے ساتھ پڑھی جب رخصت ہونے لگا تو اُس نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا۔ کھانا لائے جو از قسم نوشیدنی تہا۔ جسے الدوقی سے بناتے ہیں۔ پھر بھیڑ اور گھوڑے کا گوشت آیا جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے۔ اسی شب کو میں السلطان کے لئے ایک طبق حلوے کا لایا۔ اُس نے اس میں انگلی ڈالی۔ اور اسے اپنے منہ میں ڈال لیا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہ کیا۔

ذکر (۳۲) خواتین کے مفصل حالات اور انکی ترتیب

ان میں سے ہر خاتون گاڑی میں سوار ہوتی ہے اور جس حصہ میں بیٹھتی ہے وہ یا تو چاندی کا قبہ ہوتا ہے جسپر سونے کا ملمع ہوتا ہے۔ یا لکڑی کا مرصع کار ہوتا ہے۔ جو گھوڑا اسکی گاڑی کھینچتا ہے۔ اسپر ریشم کی زرین جھول پڑی ہوتی ہے۔ گاڑی کا ملازم کسی گھوڑے کی

پیٹھ پر سوار ہوتا ہے۔ یہ ایک جوان شخص ہوتا ہے۔ اسے القشی کہتے ہیں۔ الخاتون اپنی گاڑی میں بیٹھی ہوتی ہے اسکے داہنی جانب ایک اور اگوا گار عورتوں میں سے بیٹھی ہوتی ہے۔ اسے اُولو خاتون کہتے ہیں۔ اسکے معنی الوزیرۃ کے ہیں۔ اور بائیں جانب ایک اور اگواکار عورت ہوتی ہے اسے تُجک خاتون کہتے ہیں۔ اسکے معنی الحاجبۃ کے ہیں۔ اسکے سامنے چھ کم عمر چھوکریاں ہوتی ہیں ان کو البنات کہتے ہیں۔ یہ نہایت جمیلہ اور انتہائی کمال والی ہوتی ہیں۔ اسکے پیچھے دو چھوکریاں اور ہوتی ہیں جنپر خاتون تکیہ لگائے ہوتی ہے۔ الخاتون کے سر پر البغطاق ہوتا ہے یہ چھوٹے تاج کی طرح ہوتا ہے جنمیں جواہرات لگے ہوتے ہیں اور اسکے اُوپر موروں کے پر ہوتے ہیں اسکے جسم پر ریشمی کپڑے ہوتے ہیں جنپر جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ اور المنوت کے مشابہ ہوتے ہیں جو رومیوں کی پوشش ہے۔ الوزیرۃ اور الحاجبۃ کے سر پر ریشم کا مقنعہ ہوتا ہے جسکے حاشیوں پر سونے کی زرکشی کا کام ہوتا ہے اور جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ البنات میں سے ہر ایک کے سر پر الکلا۔ الاقروف کے مشابہ ہوتا ہے۔ سونے کے دائرے کے اُوپر کی جانب جواہرات سے مرصع کار ہوتا ہے۔ اور اسکے اُوپر مور کے پر لگے ہوتے ہیں۔ ہر ایک ریشم کے زرکار کپڑے پہنے ہوتی ہے جسے النسخ کہتے ہیں۔ الخاتون کے سامنے دس یا پندرہ رومی یا ہندی نوجوان رہتے ہیں۔ یہ بھی ریشم کے زرکار اور جواہرات سے مرصع کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سونے یا چاندی کا عصا رہتا ہے۔ یا لکڑی کا ہوتا ہے جسپر ان میں سے کسی کے پتر چڑھے ہوتے ہیں۔ الخاتون کی گاڑی کے پیچھے تقریباً سو گاڑیاں اور ہوتی ہیں۔ ہر گاڑی میں تین یا چار بڑی اور چھوٹی چھوکریاں سوار ہوتی ہیں۔ انکے کپڑے ریشم کے ہوتے ہیں۔ اور سروں پر الکلا۔ ان گاڑیوں کے پیچھے تقریباً تین سو گاڑیاں اور ہوتی ہیں۔ انھیں اونٹ اور بیل کھینچتے ہیں۔ ان پر الخاتون کے خزانے۔ اسکے مال اسکے کپڑے۔ سامان اور اسکا کھانا بار ہوتا ہے۔ ہر گاڑی کے ساتھ ایک غلام ہوتا ہے۔ یہ اُن چھوکریوں میں سے کسی چھوکری کا شوہر ہوتا ہے۔ جنکا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اسلئے کہ انکی عادت ہے چھوکریوں کے درمیان غلاموں میں سے کوئی نہیں داخل ہونے پاتا۔ جبتک کہ اُن میں سے اسکی کوئی بیوی نہ ہو۔ تمام خواتین اس ترتیب پر ہوتی ہیں۔ جنکا ہم فرداً فرداً حال بھی بیان کرتے ہیں

ذکر (۳۲) خاتون کبریٰ یا بڑی خاتون

الخاتون الکبریٰ یعنی بڑی خاتون یہی ملکہ ہے۔ اسکے بطن سے السلطان کے دو بیٹے ہیں۔ جان بک۔ اور تین بک۔ ہم ان دونوں کا عنقریب ذکر کرینگے۔ یہ اسکی بیٹی ایت کجک کی ماں نہیں ہے بلکہ اسکی ماں تھی وہ اس خاتون سے پہلے تھی۔ اس خاتون کا نام طیطغلی ہے۔ السلطان کی اس عورت کیطرف بہت رغبت ہے۔ اور اکثر شب میں اسکے پاس شب باش رہتا ہے چونکہ السلطان اسکی بہت تعظیم کرتا ہے۔ اسلئے لوگوں کو بھی تعظیم مدنظر ہے۔ ورنہ تمام الخواتین میں یہ سب سے زیادہ بخیل ہے۔ مجھ سے ایک معتمد شخص نے جو اس ملکہ کے حالات سے واقف تھا بیان کیا کہ السلطان اسے اُس خاصیت کی وجہ سے محبوب رکھتا ہے جو اس میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ ہر شب کو اسے ایسی ملتی ہے کہ گویا باکرہ ہو۔ اور اسکے ماسوا مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ یہ اس عورت کے خاندان سے ہے۔ جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُسی کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام سے ملک جاتا رہا جب آپ پھر والی مملکت ہوئے تو فرمایا اسے ایسے صحرا میں رکھا جائے جسمیں کوئی آبادی نہ ہو چنانچہ وہ ا۔یسے صحرائے قفچق میں رکھی گئی۔ اس خاتون کا رحم گول حلقہ کی وضع پر ہے۔ اور اسیطرح ان تمام کا ہے۔ جو اس مذکورہ عورت کی نسل سے ہیں۔ نہ میں نے صحرائے قفچق میں اور نہ اسکے ماسوا کہیں دیکھا یا کسی نے مجھے خبر دی کہ اُس نے اس صورت کی کوئی عورت دیکھی ہو۔ اور نہ ماسوا اس خاتون کے اسکے متعلق سنا ہی۔ ہاں مجھے بعض باشندگان الصین (چین) نے بتایا ہے کہ الصین میں صورت کی عورتوں کی ایک قسم ہے۔ لیکن نہ ایسی میرے ہاتھ کوئی آئی۔ اور نہ مجھے اسکی کوئی حقیقت معلوم ہوئی۔

جس دن میں السلطان سے ملا ہوں۔ اسکے دوسرے دن اس خاتون کے پاس گیا۔ یہ بیٹھی ہوئی تھی اور دس عورتیں اسکے اطراف میں اس طرح کھڑی ہوئی تھیں کہ گویا اسکی خادمہ ہوں اور اسکے سامنے تقریبا پچاس کم عمر چھوکریاں تھیں جنھیں البنات کہتے ہیں اور اسکے سامنے سونے اور چاندی کی کشتیاں حب الملوک سے بھری رکھی تھیں۔ جسے وہ چن رہی تھیں الخاتون کے سامنے ایک سونے کی سینی اسی سے بھری رکھی تھی وہ اسے چن رہی تھی ہم نے

اسسے سلام کیا۔ ہمارے منجملہ ساتھیوں کے ایک قاری بھی تھا جو مصریوں کے طریقہ پر نہایت عمدگی اور خوش آوازی سے قرآن پڑھتا تھا۔ چنانچہ اُس نے پڑھا۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ گھوڑی کا دودھ لایا جائے۔ چوبی پیالوں میں جو نہایت عمدہ اور سبک بنے ہوتے تھے لایا گیا۔ اُس نے ایک پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھے دیدیا۔ یہ انکے نزدیک بے انتہا آؤ بھگت کی علامت ہے اس سے پہلے میں نے کبھی گھوڑی کا دودھ نہیں پیا تھا۔ لیکن وہاں ماسوا قبول کرنے کے اور کوئی چارہ ممکن نہ تھا۔ میں نے اُسے چکھ کر دیکھا تو کچھ اچھا نہ معلوم ہوا۔ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو دیدیا۔ اُس نے بہت کچھ میرے سفر کے حالات دریافت کئے۔ میں نے اسے بتائے۔ پھر ہم اسکے پاس سے چلے آئے۔ جانے کا اسی کے یہاں سے میں نے اسلئے آغاز کیا کہ سلطان کے نزدیک اسکی بہت عظمت تھی۔

ذکر (۲۴) دوسری خاتون جو الملکہ کے قریب بیٹھتی ہے

اسکا نام کیبک خاتون ہے۔ ترکی زبان میں اسکے معنی اُلنخالہ (بھوسی) کے ہیں۔ یہ الامیر نغنطی کی بیٹی ہے۔ اسکا باپ زندہ ہے۔ لیکن النقرس کے مرض میں مبتلا ہے۔ میں نے اسے بھی دیکھا ہے۔ الملکہ کے پاس جانے کے دوسرے دن ہم اس خاتون کے پاس گئے دیکھا کہ ایک مسند پر بیٹھی ہوئی المصحف الکریم تلاوت کر رہی ہے۔ اور اسکے سامنے تقریباً بیس عورتیں کھڑی ہوئی ہیں۔ اور تقریباً بیس ہی البنات میں سے کپڑا کاڑھ رہی ہیں۔ ہم نے اسے سلام کیا اس نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ اور بات جیت کی۔ ہمارے قاری نے قرآن سنایا اُس نے اسکی تحسین کی۔ اور حکم دیا کہ گھوڑی کا دودھ لایا جائے۔ جب لایا گیا تو اپنے ہاتھ سے ایک پیالہ اسیطرح پیش کیا جس طرح الملکہ نے پیش کیا تھا۔ پھر ہم اسکے پاس سے چلے آتے۔

ذکر (۲۵) تیسری الخاتون

اسکا نام بَیلُون ہے۔ یہ شاہ القسطنطنیۃ العظمی السُلطان تکفور کی بیٹی ہے۔ ہم اس خاتون کے پاس گئے تھے۔ ایک مرصع تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جسکے پائے چاندی کے تھے۔ اور اسکے

تقریباً سو رومی۔ ترکی۔ اور نوبی چھوکریاں تھیں جن میں سے کھڑی ہوئی بھی تھیں اور بیٹھی ہوئی بھی۔ اور اسکے سر الفتیان تھے اور سامنے رومی لوگون میں سے الحجاب۔ اسنے ہمارے حالات اور ہمارے آنے کی کیفیت اور ہمارے دور دست وطنون کے متعلق دریافت کیا۔ رونے لگی۔ اور رومال سے اپنا منہ پوچھا۔ اور اسپر بہت رقت اور شفقت طاری ہوئی۔ کھانے کیلئے حکم کیا۔ حاضر کیا گیا۔ ہم نے اسی کے سامنے تناول کیا۔ وہ ہماری طرف دیکھتی تھی۔ جب ہم نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو کہا آنا جانا بند مت کر دیجئے گا۔ برابر آیا جایا کیجئے۔ اور اپنی ضروریات مجھ سے بیان کیجئے۔ ہمارے ساتھ نہایت اعلےٰ اخلاق سے برتاؤ کیا۔ اور ہمارے پیچھے پیچھے بہت کھانا بہت سی روٹیاں۔ گھی۔ بھیڑیں۔ دراہم۔ اچھا لباس۔ تین عمدہ گھوڑون میں سے اور دس معمولی گھوڑوں میں سے روانہ کئے۔ اسی خاتون کے ساتھ میرا القسطنطنیۃ العظمیٰ تک سفر بھی رہا۔ اسکے متعلق ہم اسکے بعد ذکر کرینگے۔

ذکر (۲۶) چوتھی الخاتون

اسکا نام اُردُجا ہے۔ اُردُ انکی زبان میں المحلہ یا لشکر کے معنی میں ہوتا ہے۔ چونکہ اسکی پیدائش المحلہ یا اردو میں واقع ہوئی تھی۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوئی۔ یہ الامیر الکبیر عیسیٰ بک امیر الالوس کی لڑکی ہے۔ اسکے معنی امیر الامرا کے ہیں۔ میں نے اسے بقید حیات پایا۔ اسکی شادی السلطان کی بیٹی ایت کجبک سے ہوئی ہے۔ یہ خاتون تمام الخواتین میں افضل سب میں نہایت مہربان اور شفیقہ ہے۔ یہ وہی خاتون ہے جس نے میرا خیمہ اپنے لشکر کے گذرتے وقت ٹیلہ پر دیکھا تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ الغرض ہم اسکے پاس گئے اور اسکے لحسن حسن خلق اور کریم النفسی کا مشاہدہ کیا۔ جسپر زیادتی متصور تھی۔ اس نے کھانے کے لئے حکم کیا۔ ہم نے اسی کے سامنے کھایا۔ پھر گھوڑی کا دودھ لایا گیا۔ ہمارے ساتھیوں نے پیا۔ ہمارے حالات دریافت کئے وہ ہم نے بتائے۔ ہم اسکی بہن کے پاس بھی گئے۔ جو الامیر علی بن ارزق کی بیوی تھی۔

ذکر (۲۷) السلطان المعظم اوزبک کی لڑکی اور ذکر (۲۸) ترکوں میں مرض نقرس

اسکا نام ایت کجبک ہے۔ اسکے معنی چھوٹے کتے کے ہیں۔ کیونکہ ایت بمعنی کتا۔ اور کجبک

بھی چھوٹا ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ترک فال پر نام رکھتے ہیں۔ جیسا کہ عربوں کا طریقہ ہے
ہم بادشاہ کی بیٹی اس خاتون کے پاس گئے۔ یہ ایک علیحدہ لشکر میں رہتی تھی جو اسکے والد کے
لشکر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس نے حکم دیا کہ الفقہا۔ القضاۃ۔ السید الشریف ابن عبدالحمید
الطلبہ کی جماعت۔ المشائخ۔ اور الفقرا۔ حاضر کئے جائیں۔ اور اسکا شوہر الامیر عیسیٰ بھی آیا۔ یہ وہ شخص
ہے جسکی بیٹی السلطان کی زوجہ ہے۔ اسکے ساتھ ایک ہی فرش پر بیٹھا۔ چونکہ یہ مرض النقرس میں
مبتلا تھا۔ اسلئے نہ اسے اپنے پیروں پر قابو تھا۔ اور نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتا تھا۔ گاڑی میں سوار
ہوا کرتا تھا۔ جب یہ السلطان کے پاس جانے کا ارادہ کرتا تھا۔ تو اسکے خادم اسے اتارتے تھے
اور اٹھا کر مجلس سلطان میں لیجاتے تھے۔ اسی صورت پر میں نے الامیر نقطی کو بھی دیکھا۔ یہ دوسری
الخاتون کا والد ہے۔ ان ترکوں میں یہ بیماری بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس خاتون السلطان کی
صاحبزادی میں میں نے جن مکارم اور حسن اخلاق کا مطالعہ کیا اسکے ماسوا کسی میں نہیں دیکھے۔
اسنے میرے ساتھ بہت احسان اور فضل کیا۔ اللہ برتر اسے جزائے خیر دے۔

ذکر (۲۹) السلطان کے دونوں صاحبزادے

یہ دونوں حقیقی بھائی ہیں اور ان دونوں کی ماں بھی وہ الملکہ طیطغلی ہے جسکا ہم اوپر ذکر
کر آئے ہیں۔ ان دونوں میں سے بڑے صاحبزادے کا نام تین بک ہے۔ بک کے معنی الامیر کے
ہیں اور تین کے معنی الجسد یا جسم کے ہیں۔ بلحاظ ترجمہ اسکا نام امیر الجسد ہوا۔ اور اسکے بھائی کا نام
جان بک ہے۔ جان کے معنی الروح کے ہیں۔ گویا کہ اسکا نام امیر الروح ہے۔ ان دونوں میں سے
ہر ایک کا مجد امجد الشکر ہے۔ تین بک نہایت خوبصورت ہے۔ اسکے باپ نے اسے اپنا ولی عہد بنایا ہے
اسکی عظمت و شرف بھی اسکے نزدیک بہت زیادہ تھی۔ لیکن اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کیونکہ جب اسکا
باپ مر گیا۔ تو تھوڑے ہی دنوں والی مملکت رہا۔ پھر ان امور قبیحہ کے باعث جنکا یہ عادی ہو گیا
تھا۔ قتل کر دیا گیا۔ اور اسکا بھائی جان بک والی حکومت ہوا۔ یہ اس سے اچھا اور افضل تھا۔
السید الشریف ابن عبدالحمید وہی شخص ہے جسکے سپرد جان بک کی تربیت تھی۔ اسی نے القاضی
حمزۃ الامام بدر الدین القوامی نے۔ الامام المقری حسام الدین البخاری وغیرہم نے میرے آنیکے وقت

کچھ دیا تھا کہ میں لشکر جان بک مذکور اسکے صاحب فضل ہونے کے باعث نزول ہوگا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تھا۔

فصل (۳۰) میرا شہر بلغار میں ورود۔ (۳۱) لشکر سلطان میں واپسی

میں شہر بلغار(۱) کے متعلق سنا کرتا تھا۔ اسلئے وہاں جانے کا خیال پیدا ہوا۔ کہ وہاں کے متعلق جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ دیکھوں کہ قصر اللیل کی انتہا کہانتک ہے۔ اور قصر النہار کی کہانتک نیز اسکے برعکس فصل میں بھی۔ اسکے اور لشکر سلطان کے مابین دس منزل کی مسافت تھی۔ میں نے اس سے استدعا کی کہ مجھے وہاں تک پہنچانے کے لئے کوئی شخص ملجاتا۔ چنانچہ میری ہمرکابی میں ایک شخص بھیجا گیا جو مجھے وہاں تک پہونچا کر واپس لے آیا۔ میں وہاں رمضان میں پہنچا تھا جب ہم نے نماز مغرب پڑہی تو افطار کیا۔ ابھی افطار کرنے ہی میں مشغول تھے کہ عشا کیلئے اذان ہی گئی چنانچہ نماز عشا میں بھی شرکت کی۔ نماز تراویح شفع اور وتر پڑہی۔ اسکے بعد ہی فجر کا وقت طلوع ہوگیا۔(۲) اسطرح جب دن کے چھوٹا ہونے کا زمانہ آتا ہے تو دن بھی چھوٹا ہوجاتا ہے۔ ہمارا یہاں تین دن قیام کیا۔

ذکر (۳۲) ارض الظلمۃ۔ ذکر (۳۳) سرزمین مذکور میں سفر کا حال۔ ذکر (۳۴) تجار۔ ذکر (۳۵) ارض مذکور میں سمور سنجاب و رقاقم کی خرید کا طریقہ (۳۶) اس سرزمین میں اردیجی اسباب کے متعلق (۳۷) لباد ویا الشلغ کے متعلق (۳۸) بلغار کی لشکر سلطان یا الشلغ اوزبک میں واپسی

میرا ارادہ ارض الظلمۃ میں جانے کا ہوا۔ بلغار اور اسکے مابین چالیس دن کی مسافت ہے

(۱) صاحب مراصد الاطلاع وغیرہ کا بیان ہے "بلغار الصقالبیہ یا سائبیریا میں نہایت سرد شہر ہے۔ یہاں کے کسی باشندے کو نہ گرمی میں برف کی ٹھنڈک چھوڑتی ہے نہ سردی میں۔ انکے مکانات لکڑی کے ہوتے ہیں"

(۲) تعجب ہے کہ جہاں ایم ڈی سیسی (M. de Sacy) نے اپنی کتاب کرسٹومینی عربیار (Chrestomathie Arabe) کی جلد اول صفحات ۱۶۰۔۱۶۱ میں اہل اسلام کی کل نمازوں کے حالات اور طریقہ ادا بتایا ہے۔ وہاں الوتر کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن لغات میں ذکر عموماً غیر فرض نماز کو کہتے ہیں۔ جسکا نفل سے اوپر درجہ ہے۔

چونکہ اس سفر میں بہت دشواریوں کا سامنا تھا۔ اسلیئے میں نے اعراض کیا۔ نیز وہاں جانے سے چنداں فائدہ بھی نہ تھا۔ وہاں صرف چھوٹی گاڑیوں میں جا سکتے ہیں جنھیں بڑے کتے کھینچتے ہیں اسلئے کہ تمام میدان میں برف جما رہتا ہے۔ نہ اسپر آدمی کا قدم جمتا ہے اور نہ چوپایے کی ٹاپیں۔ کتوں کے چونکہ ناخون ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ برف میں گڑو لیتے ہیں۔ صرف اسے مالدار ہی تاجر لوگ اس سرزمین میں داخل ہو سکتے جنکے ایک فرد کے پاس سو گاڑیاں یا اسکے قریب ہوں۔ جنپر خوردنی نوشیدنی اور سوختنی لکڑیاں لدی ہوئی ہوں کیونکہ نہ اس میں کوئی درخت ہے نہ پہاڑ ہیں اور نہ ڈھیلے۔ اس سرزمین کا راہبر وہی کتا ہوتا ہے جو اس میں کئی مرتبہ آجا چکا ہوتا ہے اسکی قیمت تقریباً ہزار دینار تک ہوتی ہے۔ گاڑی اسکی گردن میں لگادی جاتی ہے۔ اور تین کتے اسکے ساتھ رکھے جاتے ہیں۔ وہی کتا سب کے آگے رہتا ہے۔ اور باقی کتے گاڑیوں میں اسکے پیچھے پیچھے رہتے ہیں۔ جب یہ ٹھہر جاتا ہے تو سب ٹھہر جاتے ہیں۔ اس کتے کو اسکا مالک نہ مارتا ہے اور نہ جھڑکتا ہے۔ جب کھانا آتا ہے تو آدمیوں سے پہلے کتوں کو کھلاتے ہیں۔ ورنہ کتے ناراض ہو جاتے ہیں۔ بھاگ جاتے ہیں اور اپنے آقا کو برباد ہونے کے لئے چھوڑ جاتے۔ جب اس برفستان میں مسافروں کی چالیس منزلیں پوری ہو جاتی ہیں۔ تو یہ الظلمہ کے پاس اتر پڑتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک شخص جو کچھ بھی اسکے پاس پونجی ہوتی ہے یہیں چھوڑ دیتا ہے اور سب اپنی معمولی منزل پر واپس آجاتے ہیں۔ جب دوسرا دن ہوتا ہے تو پھر جہاں پونجی رکھی تھی۔ اس کی تلاش میں واپس جاتے ہیں۔ اُسکے برابر السمور۔ السنجاب(۱) اور القاقم رکھا ہوا پاتے ہیں۔ اگر پونجی والا شخص اپنے مال کے مقابلہ جو کچھ اس نے پایا ہے۔ راضی ہو گیا تو اسے لیلیتا ہے۔ اور اگر نہیں راضی ہوا ہے تو چھوڑ دیتا ہے پھر اور زیادہ کر دیتے ہیں۔ کبھی اہل الظلمۃ اسکی پونجی اٹھا بھی لیجاتے ہیں۔ اور تاجروں کی پونجی چھوڑ جاتے ہیں اسیطرح انکی فروخت و خرید بھی ہوتی ہے۔ جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ان سے کون فروخت و خرید کرتا ہے۔ آیا جن میں سے ہے یا انس میں سے۔ اور نہ انہیں کوئی نظر ہی آتا ہے۔

(۱) مسٹر کوسی گارٹن (Ka[illegible]) نے صفحہ ۲۴ میں اسکے متعلق نہایت اچھا نوٹ دیا ہے۔ اردو وال حضرات لغات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی وجہ سے یہاں اسکے متعلق لکھنا چنداں مفید نہیں معلوم ہوتا۔

القاقم کا لبادہ بہترین اقسام میں سے ہے۔ بلادالہند میں اس میں سے ایک لبادہ کی قیمت ہزار دینار ہوتی ہے جسکی ہمارے سونے کے ڈہائی سو کے برابر قیمت ہے۔ یہ نہایت سفید رنگ کا ایک چھوٹے حیوان کا چمڑا ہوتا ہے جو لمبان میں ایک بالشت۔ اسکی دم لمبی ہوتی ہے۔ اسے لبادہ پر اپنی حالت ہی مین چھوڑے رکھتے ہیں۔

سمور اس سے کم قیمت ہوتا ہے اس میں سے جو لبادہ کے مساوی ہے اسکی چار سو دینار اور اس سے کم قیمت ہے۔ ان کھالوں کی خاصیت ہے کہ ان میں کیڑا نہیں لگتا۔ الصین کے امرا اور وہاں کے بڑے لوگ اس میں سے ایک چمڑا اپنے لبادوں میں گردنوں کے پاس لگاتے ہیں۔ اور اسیطرح فارس اور العراقین کے تاجر لوگ۔ میں شہر بلغار سے مع اس امیر کے واپس ہوا جسے السلطان نے میرے ساتھ بھیجا تھا۔ میں نے لشکر سلطان کو اسی مشہور مقام بش درغ میں پایا۔ یہ رمضان کی اٹھائیس تاریخ تھی۔ میں نے اس کے ساتھ عید کا دوگانہ پڑھا۔ عید جس دن ہوئی جمعہ کا دن تھا۔

ذکر (۳۹) عید میں انکی ترتیب۔ (۴۰) رسوم۔ (۴۱) ضیافت سلطان میں خوردونوش۔ (۴۲) مشروبات ضیافت اتراک۔ (۴۳) سلطان فی نماز جمعہ (۴۴) روانگی ابن بطوطہ از لشکر سلطان۔ (۴۵) آغاز سفر و حالات اراد انہار وغیرہ

جب عید کے دن کی صبح تھی۔ تو السلطان اپنے لشکر ہائے عظیمہ کے جلوس میں سوار ہو کر نکلا۔ ہر خاتون اپنی گاڑی مین سوار تھی اور اسکے ساتھ اسکا لشکر تھا۔ السلطان کی بیٹی کی بھی سواری تھی اور اسکے سر پر تاج رکھا ہوا تھا۔ یہی درحقیقت ملکہ ہے۔ اور اپنی ماں کی طرف سے وارث ملک ہوتی ہے۔ السلطان کی اولاد میں سے ہر ایک کی سواری اسکے لشکر کے ساتھ تھی برسم حاضری عید قاضی القضاۃ شہاب الدین الساکی تشریف لے آئے تھے۔ آپکے ساتھ الفقہا اور المشائخ کی ایک جماعت تھی۔ یہ سب بھی سوار ہوئے۔ اور القاضی حمزۃ۔ الامام بدرالدین القوامی اور الشریف ابن عبدالحمید بھی سوار ہوئے۔ ان فقہاء کی سواری السلطان کے ولی عہد تین بک کے ساتھ تھی۔ انکے ساتھ طبل بھی تھے۔ اور نشانات بھی۔ القاضی شہاب الدین نے انکی امامت کرائی۔ اور نہایت اچھا خطبہ پڑھا۔

پھر السلطان سوار ہوا۔ اور بُرج خشب تک پہنچا۔ یہ لوگ اسے الکشک کہتے ہیں۔ یہ اسمیں بیٹھا اسکے ساتھ اسکی خواتین بھی تھیں۔ اسکے ساتھ دوسرا برج نصب کیا گیا تھا۔ اسمیں اس کا ولی عہد بیٹھا تھا۔ اور اسکی بیٹی صاحبتہ التاج اور انہیں کے قریب دو برج داہنے اور بائیں اور نصب تھے۔ ان میں السلطان کے بیٹے اور اسکے رشتہ دار تھے۔ الامیر اور ابناء الملوک کیلئے کرسیاں نصب کی گئی تھیں۔ یہ لوگ کرسی کو صندلی کہتے ہیں۔ یہ بُرج مذکور کے داہنی اور بائیں جانب تھیں ہر شخص اپنی کرسی پر بیٹھا۔ پھر تیر اندازی کیلئے طبل نصب کئے گئے۔ ہر امیر طومان کیلئے ایک مخصوص طبل تھا۔ اسکے نزدیک امیر طومان وہ شخص ہے جسکے جلو میں دس ہزار سوار نکلتے ہوں۔ امراء طومان میں سے جو حاضر تھے انکی تعداد سترہ تھی اور ایک لاکھ ستر ہزار لشکر کے سرکردہ تھے۔ اسکا لشکر اس تعداد سے زیادہ ہے۔ ہر امیر کے لئے منبر کے مشابہ ایک چیز نصب کی گئی۔ یہ اسپر بیٹھ گیا اور اسکے مصاحبین اسکے سامنے تیر اندازی کر رہے تھے۔ اسی صورت سے یہ ایک گھنٹہ کرتے رہے۔ پھر خلعت لائی گئی اور ہر امیر کو پہنائی گئی۔ اور ہر ایک اسکے پہننے کے بعد السلطان کے برج کے نیچے آتا ہے۔ اور اسکی خدمت بجا لاتا ہے۔ خدمت یہ تھی کہ اپنے داہنے گھٹنے سے زمین چھوتا تھا۔ اور اسکے نیچے اپنا پیر پھیلاتا تھا اور دوسرا کھڑا رہتا تھا۔ پھر زین کسی ہوئی اور لگام لگا ہوا گھوڑا لایا جاتا ہے۔ یہ اسکی ٹاپ اٹھاتا ہے۔ اور الامیر اُسے بوسہ دیتا تھا اور خود بنفسہ اُسے اُسکی کرسی تک پہنچاتا تھا۔ وہاں وہ اسپر سوار ہو کر اپنے لشکر کے ساتھ جا کھڑا ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر امیر یہ فعل کرتا تھا۔

پھر السلطان برج سے اُترتا ہے اور گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اسکی دائیں جانب اسکا ولی عہد بیٹا ہوتا ہے اسکے قریب اسکی بیٹی الملکہ ایت کچک اور اسکے بائیں جانب اسکا دوسرا بیٹا اور اسکے سامنے چاروں خواتین گاڑیوں میں جنپر ریشم کی سُولے کے کام کی پوشش ہوتی ہے جو گھوڑے اس گاڑی کو کھینچتے ہیں۔ ان ریشم کے سنہری کام کی جھولیں پڑی ہوتی ہیں۔ تمام بڑے اور چھوٹے امراء۔ ابناء ملوک۔ وزراء حجاب۔ اور ارباب الدولۃ اتر پڑتے ہیں۔ اور سلطان کے سامنے پیادہ پا چلتے ہیں۔ یہانتک کہ الوطاق تک پہنچتے ہیں۔ الوطاق کے معنی اخراج کے ہیں۔ یہاں ایک بہت بڑی بارگاہ نصب ہوتی ہے۔ بارگاہ انکے یہاں بڑے خیمے کو کہتے ہیں۔ اسکے لکڑی کے چار کھمبے ہوتے

ہیں۔ انپر چاندی کے پتر چڑھے ہوتے ہیں جنپر سونے کا ملمع ہوتا ہے۔ ہر کھمبے کے اوپر کیجانب چاندی کی کلسیاں سُنہرے ملمع کی لگی ہوتی ہیں۔ یہ نہایت چمک دمک والی اور پُر شعاع ہوتی ہیں۔ یہ بارگاہ دُور سے ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پہاڑ ہے۔ اسکی داہنی اور بائیں جانب سوتی اور کتانی سائبان ہوتے ہیں۔ کُل میں ریشم کا فرش بچھا ہوتا ہے۔ وسط بارگاہ میں سریر اعظم ہوتا ہے۔ جسے یہ تخت کہتے ہیں۔ یہ لکڑی کا بڑا اونچا بنا ہوا ہوتا ہے۔ اسپر چاندی کے پتر چڑھے ہوتے ہیں انپر سونیکی ملمع کاری ہوتی ہے۔ اور پائے خالص چاندیکے پر نگار ہوتے ہیں۔ اسکے اوپر یک تخت فرش ہوتا ہے۔ اس سریر اعظم کے وسط میں مسند ہوتی ہے جسپر سلطان اور بڑی خاتون بیٹھتی ہے۔ اسکے بائیں جانب ایک مسند ہوتی ہے۔ اس پر اسکی لڑکی ایت کیچک بیٹھتی ہے۔ اور اسکے ساتھ خاتون ردجا۔ اور بائین جانب جو مسند ہوتی ہے۔ اسپر خاتون بیلون اور اسکے ساتھ خاتون کبک بیٹھتی ہے۔ اس تخت کے داہنی جانب ایک کرسی نصب کیجاتی ہے جسپر تین بک سلطان کا بیٹا بیٹھتا ہے اور ایک کرسی بائیں جانب ہوتی ہے جسپر جان بک اسکا دوسرا لڑکا بیٹھتا ہے اور بھی داہنے اور بائیں کرسیاں ہوتی ہیں جنپر ابنا۔ ملوک۔ امرائے کبار۔ پھر امرائے صغار۔ مثل امرائے ہزارہ کے یہ وہ لوگ ہیں۔ جو ایک ہزار افراد فوج کے افسر ہوتے ہیں بیٹھتے ہیں۔

پھر چاندی اور سونے کی کشتیوں میں کھانا لایا گیا۔ ہر کشتی کو چار آدمی اور اس سے زیادہ اٹھائے ہوتے تھے۔ ان کا کھانا گھوڑے اور بھیڑ کا گوشت پارچہ تھا۔ ہر امیر کے سامنے ایک کشتی رکھدی گئی۔ باورچی یعنی گوشت کاٹنے والا آیا۔ یہ ریشمی لباس میں ملبوس تھا۔ اور ریشم کا پٹکا باندھے ہوتے تھا۔ اسکے تھیلے میں بہت سی چھریاں میانوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ ہر امیر کا ایک باورچی تھا۔ جب کشتی رکھی جاتی تو اپنے امیر کے سامنے بیٹھ جاتا۔ اور سونے یا چاندی کا ایک چھوٹا سا پیالہ لایا جاتا جسمیں پانی میں گھلا ہوا نمک ہوتا تھا۔ باورچی گوشت کا ایک بہت چھوٹا سا ٹکڑا کاٹتا اس میں انکی یہ صنعت ہے کہ گوشت کا وہ ٹکڑا کاٹتے ہیں جو ہڈی سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ کیونکہ جو ہڈی سے ملا ہوا گوشت نہیں ہوتا وہ نہیں کھاتے۔

پھر نوشیدنی کیلئے سونے اور چاندی کے برتن لائے جاتے ہیں۔ یہ اکثر شہد کی نبیذ پیتے ہیں۔ انکا مذہب حنفی ہے اسلئے نبیذ کو حلال سمجھتے ہیں۔ جب سلطان نے پینے کا ارادہ کیا تو اسکی

بیٹی نے پیالہ لے لیا۔ اور خود چلکر آئی اور پیالہ پیش کیا۔ جب اُسنے پیا۔ پھر دوسرا پیالہ لیکر بڑی۔ اور بڑی خاتون کو پیش کیا۔ اُسنے اسے نوش کیا۔ پھر ترتیب دوسری خواتین کو پیش کرتی رہی پھر ولی عہد نے پیالہ لیا۔ اور خدمت انجام دی۔ اپنے والد کو پیش کیا۔ اسنے نوش کیا۔ پھر خواتین کو پیش کیا۔ اور پھر اپنی بہن کو۔ الغرض تمام عورتوں کیلئے یہ خدمت انجام دی۔ پھر دوسرا لڑکا کھڑا ہوا۔ پیالہ لیا اپنے بھائی کو پلایا۔ اور خدمت انجام دی۔ پھر امرائے کبار کھڑے ہوئے۔ ہر ایک ولی عہد کی خدمت میں نوش کرنیکے لئے پیش کرتا تھا۔ اور اسکی خدمت بجا لاتا تھا۔ پھر ابناء ملوک کھڑے ہوئے۔ اور ہر ایک نے اس دوسرے لڑکے کو پلایا۔ اور اسکی خدمت انجام دی۔ پھر چھوٹے امرا کھڑے ہوئے۔ یہ ابناء ملوک کو پلاتے تھے۔ اس اثناء میں الملالیہ (المو الیہ) بھی گاتے جاتے تھے۔

مسجد کے مقابلہ میں ایک بڑا قبہ بھی قاضی خطیب شریف۔ تمام فقیہوں اور مشائخ کیلئے نصب کیا گیا تھا۔ میں بھی انہیں کے ساتھ تھا۔ سونے اور چاندی کی کشتیاں لائی گئیں ہر ایک کو چار کبار ترکون میں سے اٹھائے ہوئے تھے۔ اس دن سلطان کے حضور میں ماسوا کبار اشخاص کے کوئی کام نہیں کرتا کشتیوں یا خوانوں میں سے جس سے چاہتا ہے اٹھانیکے لئے کہدیتا ہے۔ فقہا میں سے سونے اور چاندی کی کشتیوں یا خوانوں میں کھانیوالے بھی تھے۔ اور ورع یا پرہیز کرنیوالے بھی۔ جہانتک میری نظر پہنچ سکتی تھی میں نے داہنے اور بائیں دیکھا کہ گاڑیوں پر گھوڑی کے دودھ کی چھاگلیں لدی ہوئی تھیں۔ سلطان نے حکم دیا کہ لوگوں میں تقسیم کردیجائیں۔ اُن میں سے ایک گاڑی میرے سامنے لائے۔ وہ میں نے اپنے ایک ہمسایہ کو دیدی جو ترکوں میں سے تھا۔

پھر ہم مسجد میں آکر نماز جمعہ کا انتظار کرنے لگے۔ سلطان نے آنے میں تاخیر کی۔ کوئی تو یہ کہتا تھا کہ آج نہ آئیگا کیونکہ اسپر نشہ غالب ہو رہا ہے۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ نہیں جمعہ نہیں چھوڑ سکتا۔ جب کچھ وقت گذر گیا تو آیا۔ اُسپر کسیقدر نشہ طاری معلوم ہوتا تھا۔ سید الشریف کو سلام کیا۔ اور مسکرایا۔ یہ سلطان کو اطار کہتا تھا۔ جو ترکی زبان میں باپ کو کہتے ہیں۔ پھر ہم نے نماز جمعہ ادا کی۔ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور سلطان بارگاہ واپس گیا۔ اور نماز عصر تک وہیں رہا۔ پھر تمام لوگ واپس آگئے۔ اُس رات کو بادشاہ اپنی خواتین اور لڑکی کے ساتھ رہا پھر ہمارا عید کے بعد سلطان اور لشکر کے ساتھ کوچ ہوا اور ہم۔

فصل (۲۶) شہر الحاج ترخان میں ورود

شہر الحاج ترخان میں وارد ہوئے۔ انکی زبان میں ترخان اس موضع کو کہتے ہیں جو محاصل ادا کرنے سے مستثنیٰ ہو۔ جسکی طرف یہ شہر منسوب ہے۔ یہ ایک صالحین میں سے ترکی حاجی تھا۔ جو اس مقام میں اترا تھا۔ اور یہ مقام سلطان نے اسکے لئے معاف کر دیا تھا۔ پھر یہ گاؤن ہوگیا۔ پھر بڑی آبادی ہوگئی۔ اور شہر بنگیا۔ یہ اچھے شہرون میں سے ہے۔ بڑے بازارون پر مشتمل ہے اور نہر اتل⁽¹⁾ پر واقع ہے۔ یہ دنیا کی بڑی نہرون میں سے ہے۔ سلطان کا یہیں قیام رہتا ہے۔ جب سخت سردی پڑتی ہے تو اس نہر کا پانی جم جاتا ہے اور جو پانی اسکے قریب ہیں وہ بھی جم جاتے ہیں۔ پھر ان بلاد کے باشندوں کو حکم کیا جاتا ہے یہ ہزاروں گھاس کے بوجھ لاتے ہیں۔ اور نہر کے پانی کی اوپر منجمد سطح پر بچھا دیتے ہیں۔ یہاں کی گھاس چوپائے نہیں کھاتے۔ کیونکہ یہ انکے لئے ضرر رساں ہے۔ اسیطرح بلاد الہند میں ہوتا ہے۔ ہرے بھرے بلاد کی گھاس یہ ضرور کھاتے ہیں۔ اور گاڑیوں کے اوپر اس نہر سے عبور کرتے ہیں۔ اور وہ پانی جو اس سے متصل ہیں۔ ان پر تین منزلیں چلنا پڑتا ہے۔ اکثر قافلے بھی اسپر سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن آخر جاڑے کی فصل میں ڈوب جاتے اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔

باب (۳۸) سی وہشتم

فصل (۱) حاج ترخان میں ورود اور خاتون بیلون کی معیت میں قسطنطنیہ کو سفر

جب ہم شہر الحاج ترخان میں پہونچے۔ تو خاتون بیلون نے اپنے بیٹے ملک الروم سلطان سے اپنے باپ سے ملنے کی اجازت مانگی۔ تاکہ وضع حمل وہیں ہو۔ اور پھر اسکے پاس

(۱) نہر اتل البیلونی۔ نے اتل لکھتے ہیں۔ یہ رنگا ہے۔ جو ۸۵۰ میل ہے۔ اتل ڈی ہربلوٹ نے سمنا اتل (E T e l) اسکی تفصیلات سے معلوم ہے۔

واپس چلی آئے۔ چنانچہ اُسے اجازت مل گئی اور میں نے بھی اُس سے اجازت چاہی کہ اس کے ساتھ قسطنطنیۃ العظمیٰ دیکھہ آؤں۔ بخوف گزند مجھے منع کر دیا۔ میں نے اسکا دل زیادہ ہاتھ میں لیا۔ اور کہا سنا۔ کہ جب میں آپ کی حرمت اور جوار میں وہاں داخل ہونگا تو مجھے کسی کا کیا خوف اسلئے مجھے اجازت دیدی۔ ہم سلطان سے رخصت ہوتے۔ مجھے ایک ہزار پانچسو دینار دئے۔ خلعت عطا کی اور بہت سے گھوڑے دئے۔ اور ان میں سے ہر خاتون نے تھیلیاں دیں۔ یہ لوگ اسے الصوم کہتے ہیں۔ اسکا واحد صوقہ ہے۔ اسکی لڑکی نے مجھے بہت سی تھیلیاں دیں۔ مجھے کپڑے بھی پہنائے۔ اور سواری بھی کرایا۔ بہت سے گھوڑے۔ کپڑے اور سنجاب اور سموری کی پوستینیں دیں۔

فصل (۲) میری قسطنطنیہ کیطرف سفر کے حالات

دس شوال کو ہم خاتون بیلون کی معیت اور اسکے تحت حمایت میں روانہ ہوتے۔ ایک منزل سلطان اسے پہونچانے بھی آیا تھا۔ پھر واپس چلا گیا۔ اور ملکہ اور ولی عہد بھی تھے۔ نیز ساری خواتین نے بھی اسکی معیت میں دو منزل تک سفر اختیار کیا۔ پھر واپس آگئیں۔ اسکے ساتھ امیر بیدرۃ بھی پانچہزار لشکر کی سرکردگی میں تھا۔ اور خاتون کا لشکر تقریباً پانچسو سوار تھے انہیں سے دوسو اسکے ممالیک اور باشندگان روم خادم تھے۔ اور باقی ترکوں میں سے۔ اسکے ساتھ تقریباً سو چھوکریاں بھی تھیں۔ لیکن اکثر رومی۔ اور گاڑیوں میں سے تقریباً چار سو گاڑیاں۔ اور دو ہزار کے قریب انکے کھینچنے کے اور سواری کے لئے گھوڑے۔ تقریباً تین سو بیل اور دو سو اونٹ اسی کھینچنے کے کام کے لئے۔ دس رومی قلتیان۔ اور اسیقدر ہندی۔ انکے بڑے سردار کا نام سنبیل الہندی تھا۔ اور رومیوں کے سردار کا نام میخائیل۔ ترک اسے لولو کہتے تھے یہ بڑے بہادروں میں سے تھا۔ اسنے اپنی اکثر چھوکریاں اور سامان سلطان کے لشکر میں چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ یہ صرف ملنے اور وضع حمل کے لئے جارہی تھی۔ پھر ہم

فصل (۳) شہر اُکک[(۱)] میں ورود۔ وذکر (۴) جبال الروس

یہ ایک متوسط درجہ کا شہر اچھی آبادی پر مشتمل ہے۔ خوبیون کی اسمیں بڑی کثرت ہے

(۱) کوسی کارٹن (Kosegarten) کے یہاں اُکل ہے۔ لیکن متفقہ طریقہ پر اُکک صحیح ہے۔

اور سردی زیادہ پڑتی ہے۔ پایہ تخت دربار سلطان یہاں سے دس منزل کے فاصلہ پر ہے۔ اس شہر سے ایک دن کے فاصلہ پر روس کے پہاڑ واقع ہیں، باشندگان روس نصاری ہیں انکے بال بھورے اور آنکھیں کرنجی ہوتی ہیں، اور بدصورت، دغاباز۔ انکے یہاں چاندی کی کانیں ہیں۔ انہیں کے بلاد سے صوم یعنی چاندی کی تھکیاں انہیں کے عوض یہ فروخت وخرید کرتے ہیں۔ ان بلاد میں ایک صومہ کا وزن پانچ اوقیہ کے برابر ہوتا ہے۔ پھر اس شہر سے دس منزل طے کرنیکے بعد۔

فصل (۵) شہر سُراوق (سواوق) میں ورود

ہمارا ورود شہر سُراوق[1] میں ہوا۔ یہ دشت قفچق کے شہروں میں سے ساحل بحر پر واقع ہے اسکی لنگرگاہ بڑی لنگرگاہوں میں سے ہے۔ اور نہایت اچھی۔ اسکے باہر باغات اور پانی ہیں۔ یہاں ترک اترتے ہیں۔ رومیوں کا ایک گروہ ان کا ذمی ہے۔ یہ لوگ پیشہ ور ہیں۔ انکے اکثر مکانات لکڑی کے ہوتے ہیں۔ یہ بڑا شہر تھا۔ رومیوں اور ترکوں میں فتنہ واقع ہونے کیوجہ سے اسکا بڑا حصہ ویران ہوگیا ہے۔ اس میں رومی غالب رہے تھے۔ لیکن ترکوں کے ساتھیوں نے ان کی مدد کی۔ پھر تو رومیوں کے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ اکثروں کو تو شہر بدر کر دیا جو کچھ رہ گئے وہ ابتک ذمی چلے آرہے ہیں۔

ان بلاد میں ہر منزل پر گھوڑے۔ بھیڑ، گائے۔ الدوقی۔ گھوڑی کے دودھ، گائے اور بھیڑی کے دودھ کی خاتون کی ضیافت آتی ہیں۔ ان بلاد میں چاشت اور شام کے وقت کوچ ہوا کرتا تھا۔ ان بلاد میں ہر امیر اپنے بلاد کی آخری حد تک مع اپنے لشکر کے خاتون کی ہمرکابی میں جاتا تھا۔ یہ صرف اسکی تعظیم کو مدنظر رکھکر تہا۔ نہ اسکی کسی جان جوکھون کی وجہ سے، کیونکہ یہ بلاد پرامن ہیں، پھر ہم۔

فصل (۶) شہر باباسلطوق میں ورود (۷) ریگستان

شہر باباسلطوق میں وارد ہوئے۔ باباسو یہ بربر کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ سلطوق صاحب کشف تھا۔ لیکن اسکے متعلق ایسی باتون کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جنکے متعلق شرع میں ممانعت آئی ہے

---

(۱) فتح اللہ البیلونی اسکا تلفظ سرداق کرتے ہیں اور سوداق بھی ہے۔ ڈی ہربلوٹ حالات سوداق سے مملو ہے۔

یہ شہر ترکون کے بلاد میں سے ہے۔ اسکے اور اول علداری کے مابین غیر آباد خشکی کے راستہ سے اٹھارہ دن کی مسافت ہے۔ اس میں سے آٹھ دن کی مسافت میں تو پانی کا پتہ بھی نہیں۔ اس مسافت کیلئے پانی ساتھ لے لیتے ہیں۔ اور مشکوں اور چھاگلوں میں بھر کر گاڑیوں پر لادیتے ہیں۔ ہمارا یہاں سردی کے ایام میں ورود ہوا تھا۔ اسلئے ہمیں زیادہ پانی کی ضرورت ہی نہ پڑی ترک مشکیزوں میں دودھ بھر لیتے ہیں۔ اور اسے ابلی ہوئی دوقی کے ساتھ ملا کر پیتے ہیں۔ اس سے انہیں پیاس نہیں لگتی۔

ہم اس بلدۃ میں خشکی کا راستہ طے کرنیکے لئے تیاری کرنے لگے۔ تو ہمیں زیادہ گھوڑوں کی ضرورت لاحق ہوئی۔ میں نے خاتون کے پاس آکر اسکے متعلق اس سے ذکر کیا۔ اسکے پاس صبح اور شام کو سلام کے لئے بھی جایا کرتا تھا۔ اور جب اسکے پاس ضیافت آتی۔ تو مجھے دو تین گھوڑے اور بھیڑیں بھیجدیا کرتی۔ میں گھوڑوں کو ذبح نہ کرتا۔ میرے ساتھ جو غلام اور خادم تھے۔ وہ میرے ساتھی ترکون کے ساتھ کھانا کھاتے تھے میرے پاس تقریباً پچاس گھوڑے جمع ہو گئے تھے۔ خاتون نے میرے لئے پندرہ گھوڑوں کا حکم کیا۔ اور اپنے وکیل ساروجہ رومی سے کہا کہ باورچی خانہ کے گھوڑوں میں سے مجھے تیار گھوڑے دیدئے جائیں اور مجھ سے کہا کوئی فکر کی بات نہیں اگر ضرورت ہو تو اور دیدیئے جائینگے۔ ہم صحرا میں نصف ذیقعدہ میں داخل ہوئے۔ میدان کے آغاز میں جس دن سلطان ہم سے جدا ہوا ہے ہمیں مسافت میں انیس[19] دن لگے۔ اور پانچ دن قیام میں گذرے۔ اس میدان میں ہمارا اٹھارہ دن سفر رہا۔ چاشت اور شام کے وقت سفر ہوا کرتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں آرام ہی آرام رہا۔ پھر اسکے بعد ہم۔

ذکر (۸) حصن یا قلعہ مَتھُولی

یہ قلعہ مَتھولی حکومت روم کی پہلی جگہ ہے۔ جب حاکمِ روم نے اس خاتون کی اپنے بلاد میں آنے کی خبر سنی تو اس قلعہ میں کفالی نقولہ رومی کو بہت بڑے لشکر اور ضیافت عظیمہ کے ساتھ اس سے ملنے کے لئے بھیجا خواتین اور دایہ بھی اسکے باپ کے گھر ملک القسطنطینیۃ کے یہاں سے آئیں یستھولی اور قسطنطینیۃ کے مابین بائیس دن کی مسافت ہے۔ آئیں سولہ دن تو

خلیج تک۔ اور چھ دن کی قسطنطنیہ تک۔ اس قلعہ سے صرف گھوڑون اور خچرون سے سفر ہو سکتا ہے۔ گاڑیان اسی میں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ کیونکہ آگے سنگستان اور پہاڑ ہیں۔ کفالی مذکور بہت سے خچر لیکر آیا تھا۔ انہیں سے چھ خاتون نے میرے لئے بھیجے تھے۔ اور ایک قلعہ کے امیر کو حکم دیا تھا۔ کہ جو میرے ساتھیوں اور غلامون میں سے گاڑیوں کے ساتھ چھوٹ گئے ہیں۔ ان کے لئے بگی کا بندوبست کر دے۔

امیر بیدرة اپنے لشکر کے ساتھ چلا گیا۔ اور خاتون کے ساتھ ماسوا اسکے آدمیوں کے اور کوئی نہ گئے۔ اور اپنی مسجد اسی قلعہ میں چھوڑ گئی۔ اذان کہنے کا حکم جاتا رہا۔ ضیافت میں خاتون کیلئے شراب آیا کرتی تھی۔ یہ اسے پیتی تھی۔ اور سور بھی آئے تھے۔ مجھے اسکی بعض خواصون نے بتایا۔ کہ اس نے سور کھایا بھی تھا۔ اور اب اسکے ساتھ ماسوا بعض ترکوں کے کوئی نماز پڑھنے والا نہ رہا۔ جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ہمارے قلوب میں بلاد کفر میں جانے سے تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ لیکن خاتون نے امیر کفالی کو میرے اکرام کیلئے حکم دیا تھا۔ اپنے بعض غلاموں کو جو ہماری نماز پڑھتا تھا مارا بھی۔ پھر روانہ ہو کر ہم

ذکر (۹) حصن مسلمہ بن عبدالملک۔ و (۱۰) خلیج

حصن مسلمہ بن عبدالملک میں وارد ہوئے۔ یہ پہاڑ کی بلندی پر ایک گہری نہر پر واقع ہے اسکا نام اصطفیلی ہے۔ اب اس قلعہ کے ماسوا آثار کے اور کچھ باقی نہیں۔ اسکے باہر ایک بڑا گاؤں ہے۔ پھر ہم دو دن چلے اور خلیج پر پہونچے۔ اسکے کنارے ایک بڑا گاؤں ہے۔ یہ چڑھاؤ پر تھا۔ وہاں ہم جذر ہونے تک مقیم رہے پھر ہیں اترے۔ اسکا پاٹ تقریباً دو میل تھا۔ چار میل تک ہمیں ریگ میں چلنا پڑا۔ پھر دوسرے خلیج پر پہونچے۔ اس میں اترے۔ اسکا پاٹ تقریباً تین میل تھا۔ پھر قریب دو میل کے پتھروں اور ریت میں چلے۔ اور تیسرے خلیج پر پہونچے۔ چونکہ ہمیں چڑھاؤ کا آغاز تھا۔ اسلئے ہمیں تکلیف ہوئی۔ اسکا چوڑان تقریباً ایک میل تھا۔ کل خلیج کا عرض پانی اور خشکی کو ملاکر بارہ میل ہے۔ بارش کے موسم میں کل پانی ہی پانی بھر جاتا ہے اسلئے ہمیں اسوا کشتیوں کے نہیں اتر سکتے۔ اس تیسرے خلیج کے ساحل پر بہارار

فصل (۱) شہر الفنیکہ میں ورود و ذکر (۲) خاتون کی حضور میں آنیکی رسم

شہر الفنیکہ میں ورود ہوا، یہ چھوٹا سا محفوظ شہر ہے۔ اسکے گرجا اور مکانات اچھے ہیں، نہریں اسکے درمیان سے نکل گئی ہیں اور باغات اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ انگور، آلو، سیب، اور بہی دوسرے سال تک ذخیرہ رکھے جاتے ہیں۔ ہمارا اس شہر میں تین دن تک قیام رہا۔ خاتون یہیں اپنے باپ کے گھر تھی۔ پھر اسکا سگا بھائی آیا۔ اسکا نام کفالی قراس تھا۔ اسکی معیت میں پانچ ہزار مسلح سوار تھے۔ انھوں نے خاتون سے ملنے کا ارادہ کیا۔ تو اسکا مذکور بھائی اشہب گھوڑے پر سوار ہوا۔ سفید کپڑے پہنے اور اپنے سر پر جواہر کار چھتری لگائی۔ اور اپنی داہنی جانب پانچ اپنائے ملوک لئے۔ اور اسقدر اپنے بائیں طرف۔ یہ بھی سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ اور انکے اوپر چھتریاں تھیں جن پر زرکشی کا کام کیا ہوا تھا۔ اور اپنے سامنے سو پیادے اور سو سوار لئے۔ یہ اور ان کے گھوڑے زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک زین کسا ہوا زرہ پہنے ہوئے ساتھ لئے۔ اور ہر ایک مسلح سوار تھا جسپر جواہر کار خود، زرہ، ترکش، کمان، تلوار۔ اور ہاتھ میں نیزہ تھا۔ اسکے اوپر کی جانب جھنڈی لگی ہوئی تھی۔ یہ اکثر سونے اور چاندی کے پتروں سے منڈھے ہوئے تھے۔ اور یہ خالی گھوڑے سلطان کے بیٹے کی سواریاں تھیں۔ اپنے گھوڑوں کے فوجی دستے بناتے تھے۔ ہر دستہ میں دو سو گھوڑے تھے۔ اور انپر ایک افسر مقرر تھا۔ اور انکے سامنے دس مسلح سوار کئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک ایک اور گھوڑا ساتھ لئے ہوئے تھا۔ اور اسکے پیچھے دس رنگین نشانات دس سواروں کے ہاتھ میں تھے۔ اور دس طبل تھے جنھیں دس سوار لٹکائے ہوئے تھے۔ اور انکے ساتھ چھ اور تھے جو بوق، نفیریاں اور باسریاں بجاتے تھے۔ اسے عربی میں غیلات کہتے ہیں۔

خاتون اپنے غلاموں، چھوکریوں، فتیان اور سواروں کے ساتھ سوار ہوئی جو قریب پانچسو کے تھے۔ ریشمی زرین جواہر کار لباس میں ملبوس۔ خاتون کا لباس نخ کا تھا جسے نسیج بھی کہتے ہیں۔ اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے۔ اور اسکے سر پر مرصع تاج تھا۔ اور گھوڑے پر حریر کی جھول پڑی ہوئی تھی جسمیں زرتاری کا کام تھا۔ اسکے ہاتھوں میں سونے کے بجنے والے کنگن

اور پیروں میں جھانجن تھے۔ اور گردن میں جواہر نگار زیورات۔ زین کی بلندیاں سونے سے منڈھی ہوئی اور جواہرات سے مرصع تھیں۔ ان دونوں کا ملاپ ایک وسیع قطعہ زمین میں ہوا۔ جو آبادی سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر تھی۔ اسکا بھائی اسکے لئے تعظیماً اُتر پڑا۔ کیونکہ یہ اس سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اسکی رکاب کو بوسہ دیا۔ اُس نے اسکی پیشانی کو بوسہ دیا۔ کل امراء اور شہزادگان پا پیادہ ہوگئے اور سب نے اسکی رکاب کو بوسہ دیا۔ پھر یہ اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی۔

پھر دوسرے دن ہم ایک بڑے شہر میں پہونچے۔ جو سمندر کے ساحل پر واقع۔ اسوقت مجھے اسکا نام نہیں یاد ہے۔ یہ نہروں اور درختوں پر مشتمل تھا۔ ہم اسکے باہر اترے تھے۔ یہاں خاتون کا بھائی جو ولی عہد ہے نہایت ترتیب اور بکثرت لشکر کے ساتھ پہونچا تھا۔ جو دس ہزار زرہ پوش تھے۔ اسکے سر پر تاج تھا اور داہنی طرف بیس ہزارے اور اسیقدر بائیں طرف۔ اسنے اپنے گھوڑوں کی ترتیب اپنے بھائی کی ترتیب پر رکھی تھی۔ صرف اسقدر فرق تھا کہ اسکا جلوس بڑا اور جمعیت زیادہ تھی۔ یہ اپنے بھائی سے اسی پہلے طریقہ کے مطابق ملی۔ دونوں پیادہ پا ہوئے۔ اور ایکحریر کے خیمہ میں لائے تھے اور اسمیں داخل ہوئے۔ اسلئے مجھے ان دونوں کے سلام کی کیفیت نہیں معلوم ہوئی۔

ہم قسطنطنیہ سے دس میل کے فاصلہ پر اُترے۔ جب دوسرا دن ہوا۔ تو اسکے باشندے مرد اور عورتیں اور لڑکے سوار اور پیادہ نہایت ٹھاٹھ اور لباس فاخرہ پہنکر نکلے۔ صبح کے قریب طبل، قرنائے۔ اور نفیریاں بجائی گئیں۔ لشکر سوار ہوئے۔ اور بادشاہ۔ اور اسکی بیوی۔ اس خاتون کی ماں ارباب دولت اور خواص نکلے۔ بادشاہ کے سر پر ایک سائبان تھا جسے سواروں اور پیادوں میں سے چند اٹھائے ہوئے تھے۔ اور آدمیوں کے ہاتھوں میں لمبی لمبی چوبیں یا عصا تھے۔ ہر چوب کے اوپر کرہ کے مشابہ چیز لگا ہوا تھا جس سے یہ سائبان یا شامیانہ اُٹھائے ہوتے تھے۔ رواق یا سائبان کے درمیان میں قبہ کیطرح ایک چیز تھی جسے سوار چوبوں سے بلند کئے ہوئے تھے۔ جب بادشاہ سامنے آیا۔ تو تمام لشکر ملگئے اور گرد بلند ہوئی۔ مجھ میں اُس ہجوم میں گھسنے کی طاقت نہ تھی۔ اسلئے میں اپنی جان کی حفاظت کی وجہ سے خاتون کے سامان اور اسکے ساتھیوں کے ساتھ ہولیا۔ مجھ سے ذکر کیا گیا کہ جب وہ اپنے والدین کے قریب پہونچی۔ تو

پیادہ پا ہوگئی۔ اور انکے سامنے زمین کو بوسہ دیا۔ پھر انکے گھوڑوں کے سموں کو چوما۔ اور اسکے بڑے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

فصل (۱۳) قسطنطینیۃ العظمیٰ میں ورود

میں زوال کے قریب یا اسکے بعد قسطنطینیۃ العظمیٰ میں وارد ہوا۔ اسوقت یہاں کے باشندوں نے اپنے ناقوس بجائے۔ جن سے تمام عالم گونج اُٹھا۔ جب ہم بادشاہ کے قصر کے دروازوں میں سے پہلے دروازہ پر پہونچے۔ تو وہاں تقریباً سو آدمی مع اپنے افسر کے اسکے چبوترے پر کھڑے ہوئے ملے۔ میں نے انھیں سرا کنو سرا کنو کہتے ہوئے سُنا۔ اسکے معنی مُسلمان مُسلمان تھے ہیں۔ اور ہمیں داخل ہونے سے روکا۔ خاتون کے ساتھیوں نے اُن سے کہا کہ یہ ہماری طرف کے لوگ ہیں۔ اسپر انھوں نے جواب دیا۔ کہ بغیر اجازت ہم نہ جانے دینگے۔ اسلئے ہم دروازہ ہی پر کھڑے رہے۔ اور خاتون کا کوئی ساتھی چلا گیا۔ اور کسی شخص سے اس امر کی اطلاع کرائی اسوقت وہ اپنے باپ کے حضور میں تھی۔ چنانچہ اُس سے اس نے ہمارے بارہ میں ذکر کیا اسلئے ہمارے داخلہ کے لئے حکم ہوگیا۔ اور ہمارے اُترنے کیلئے خاتون کے گھر کے قریب ایک گھر معین کیا۔ اور ہمارے متعلق ایک حکم صادر کیا۔ کہ جہاں بھی شہر میں جائیں کوئی معترض نہ ہو اسکی بازاروں میں منادی کر دی گئی۔ اس مکان میں ہمارا تین دن تک قیام رہا۔ آٹا۔ روٹی۔ بھیڑ۔ مُرغیاں۔ گھی۔ پھل۔ مچھلی ضیافت میں اور دراہم اور فرش بھیجا چوتھے روز ہم بادشاہ کے حضور میں گئے

ذکر (۱۴) قسطنطنیہ کا سلطان

اسکا نام تکفور ابن السلطان جرجیس ہے۔ سلطان جرجیس اسکا باپ ہنوز بقید حیات ہے لیکن زاہد اور راہب بنگیا ہے اور عبادت کے لئے دنیا سے منقطع ہو کر کنیسوں میں زندگی بسر کرنی شروع کی ہے اور ملک اپنے بیٹے کو سپرد کر دیا ہے[1]۔ اسکا ہم عنقریب ہی ذکر کریں گے

(۱) غالباً دست کش شاہنشاہ اینڈرونیکوس (Andronicus The elder) کبیر ہوگا۔ کیونکہ موجودہ شاہنشاہ اینڈرونیکوس صغیر اسکا پوتا ہے مسٹر گوسی گارٹن تکفور (Niecephorus) ہے لیکن ان دونوں ناموں میں سے کونسا نام درست ہو سکتا ہے۔ اسکے لئے کوئی دلیل نہ ملسکی۔ یہ بھی کوئی غیر ممکن نہیں معلوم ہوتا۔

(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

قسطنطنیہ میں ہمارے پہونچنے سے چوتھے دن میرے پاس خاتون نے جوان سنبل الہندی کو بھیجا۔ اُسنے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قصر کے اندر لیگیا۔ ہم نے چار دروازے طے کئے۔ ہر دروازہ پر عمارت تھی جنمیں لوگ اور انکے ہتھیار رکھے۔ اور انکا افسر ایک فرش کئے ہوئے چبوترے پر تھا۔ جب ہم پانچویں دروازہ پر پہونچے۔ تو جوان سنبل مجھے چھوڑ کر خود چلا گیا۔ اور پھر واپس آیا۔ اسکے ساتھ چار رومی جوان اور تھے۔ انھوں نے میری تلاشی لی۔ مبادا میرے پاس کوئی ہتھیار یا خنجر وغیرہ ہو۔ افسر نے مجھ سے کہا انکی یہی عادت ہے۔ ہر شخص جو بادشاہ کے پاس جاتا ہے خواہ خاص ہو یا عام۔ پردیسی ہو یا شہری۔ یہی طریقہ ہندوستان کی سرزمین کا ہے۔

جب میری تلاشی لے چکے تو جو دروازہ پر تعینات تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور دروازہ کھولا۔ اور چار شخص اور میرے گرد ہوئے۔ دو نے تو میری آستینیں پکڑیں اور دو میرے پیچھے ہوئے۔ اور دیوان شاہی میں مجھے لیجا کر داخل کر دیا جسکی دیواریں الفسیفسار کی تھیں اور اس میں حیوانات اور جمادات مخلوقات میں سے شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ اس دیوان شاہی کے وسط میں پانی کا ایک حوض تھا۔ جسکے دونوں جانب درخت لگے ہوئے تھے اور داہنے اور بائیں لوگ خاموش سکوت میں کھڑے ہوئے تھے۔ اُن میں سے کوئی بھی نہ بولتا تھا۔ دیوان شاہی کے وسط میں تین شخص کھڑے ہوئے تھے۔ ان چاروں نے مجھے انکے سپرد کر دیا۔ انہوں نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ نکفورجریجیس (Nicephorus Gregoras) سہواً لکھ دیا گیا ہو۔ اور نہ مورخین میں سے کسی کے بیان سے پتہ مل سکا۔ کہ یہ پرشرم عقد کب اور کہاں ہوئے۔ اس یقین پر میرا میلان طبع ہوتا ہے کہ جاہلی مصنفین کو ضرور اسے لکھتے ہوئے شرم آتی ہوگی۔ گبن ([illegible]) نے اس قسم کی شادی کا ذکر کیا کہ جان کنٹا کوزینس ([illegible]) نے سرانجام دی تھی۔ لیکن یہ اسکی ذاتی لڑکی تھی (جلد پنجم صفحہ ۴۷۸ مطبوعہ ۱۸۲۶ء) ٹونس ([illegible]) اور رائی نو کونسٹ (Reynaud Kunstmann) کی تاریخ ترکستان کا جو مسٹر سیوج (Savage) نے اختصار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امورات (Amurath the Fourth) اول نے شاہنشاہ قسطنطنیہ کی لڑکی سے شادی کی۔ لیکن یہ واقعہ ہی بالکل دوسرا ہے۔ اینڈرونیکوس کبیر کی بقول گبن وفات ۱۳۳۲ء میں ہوئی ہے۔ مسٹر اولن بروک ([illegible]) کا اغلب گمان ہے کہ اسلامی عبادتگاہوں کی قسطنطنیہ میں معمور رکھنے کی اسوقت بھی اور اس سے پہلے بھی پوری اجازت تھی۔ میں صرف اسقدر کہونگا کہ اگر ایسا تھا تو انتہائی تعجب ہے کہ نہ تو الہروی نے جو یہاں تیرہویں صدی میں گیا تھا اور نہ ابن بطوطہ نے جو چودھویں صدی میں گیا تھا اسکا کوئی ذکر نہ کیا۔

اسی طرح میرے کپڑے پکڑے جس طرح پہلوں نے پکڑے تھے۔ انھیں ایک شخص نے اشارہ کیا چنانچہ یہ مجھے آگے لے گئے۔ ان میں سے ایک یہودی تھا۔ اس نے مجھ سے عربی میں کہا۔ ڈرو مت ان کا یہی طریقہ ہے۔ ہر نووارد کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں ترجمان ہوں اور بلاد شام میرا وطن ہے۔ میں نے اُس سے دریافت کیا میں سلام کیونکر کروں کیا دستور ہے۔ اُس نے بتایا یہ کہنا "اسلام علیکم"۔

پھر میں ایک بڑے قبہ میں پہونچا۔ سلطان تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسکی بیوی اس خاتون کی ماں اسکے سامنے تھی۔ اور تخت کے نیچے خاتون اور اسکے بھائی تھے۔ بادشاہ کی دائیں جانب چھ شخص اور بائیں جانب چار۔ اور چار ہی سر پہ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ سب مسلح تھے۔ مجھے سلام کرنے اور اُسکے قریب پہونچنے سے پہلے اشارہ کیا۔ کہ بیٹھ جاؤں۔ تاکہ دل کو سکون ہو اور رعب کا اثر جاتا رہے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں اُسکے قریب پہونچا۔ سلام بجالایا۔ مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤں۔ لیکن میں نے پاس ادب شاہی سے ایسا نہ کیا۔ مجھے بیت المقدس۔ الصخرۃ المقدسہ القمامہ[1]۔ مہد عیسیٰ[2]۔ بیت لحم۔ مدینۃ الخلیل ع سے متعلق دریافت کرتا رہا۔ پھر دمشق مصر العراق۔ اور بلاد الروم کے حالات پوچھے۔ میں نے کل حالات عرض کئے۔ وہ یہودی میرے اور اسکے درمیان مترجم تھا۔ اسے میری گفتگو بہت پسند آئی۔ اور اپنے بیٹوں سے کہا۔ اس شخص کا اکرام کرو۔ اور اسے امن دو۔ پھر مجھے ایک خلعت عطا کی۔ اور میرے لئے ایک زین کسے ہوئے اور لگام لگے ہوئے گھوڑے کے لئے حکم کیا۔ اور ایک چھتری جسے بادشاہ نے خود میرے سر پر لگایا۔ یہ امان کی علامت ہے میں نے اُس سے عرض کیا کہ میرے لئے ایک شخص معین کیجئے جو روزانہ شہر میں میرے ساتھ سوار ہو کر سیر کرائے۔ تاکہ میں اسکے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کروں۔ اور اپنے بلاد میں جاکر ذکر کروں۔ چنانچہ میرے لئے اس مقصد کے لئے ایک آدمی معین کر دیا گیا۔ ان لوگوں کی عادات میں سے ہے کہ جو شخص بادشاہ کی عطا کی ہوئی خلعت پہنتا ہے۔ اسکے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ تو اُسے شہر کے بازاروں میں پھرنا۔ نفیریوں۔ اور طبلوں کے ساتھ نکالتے ہیں۔ تاکہ لوگ اُسے دیکھیں

(۱) ادریسی کہتا ہے کہ یہ کنیسۃ العظمی کنیسۃ القیام کے نام سے معروف ہے۔ اسے مسلمان قمامہ کہتے ہیں۔ تمام بلاد الروم کے زائرین اس کنیسہ کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

(۲) بقول الہروی الاقصیٰ کے نیچے ایک غار ہے جسے مہد عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کہتے ہیں۔

اکثر ان ترکوں کے ساتھ یہی فعل کیا جاتا ہے جو سلطان اوزبک کے بلاد سے آتے ہیں۔ تاکہ انھیں کوئی ایذا نہ پہنچائے۔ پس مجھے بازاروں کی اسی صورت سے سیر کرائی۔

ذکر (۱۵) حالات شہر

یہ انتہائی بڑا شہر ہے۔ اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ درمیان میں ایک بہت بڑی نہر ہے جسمیں بلاد المغرب کی وادی سلا کی طرح مد وجزر ہوتا رہتا ہے۔ پہلے زمانہ میں اسپر ایک پل بنا ہوا تھا۔ اب وہ ویران ہو گیا ہے۔ اسے کشتیوں کے ذریعہ عبور کرتے ہیں۔ اس نہر کا نام آبسمی ہے۔ اس شہر کی دو قسموں میں سے ایک قسم کا نام اصطنبول ہے۔ یہ نہر کے شرقی کنارہ پر واقع ہے۔ سلطان ارباب دولت اور تمام لوگ اسی میں رہتے ہیں۔ اسکے بازار اور راستے سنگین پتھر کے وسیع واقع ہوئے ہیں۔ ہر پیشہ والے علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ اسکے ماسوا کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں ہونے پاتا۔ تمام بازاروں میں دروازے ہیں جو رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں۔ بازاروں میں اکثر پیشہ ور اور دکاندار عورتیں ہیں۔ شہر پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے۔ جو تقریباً نو میل تک بحر میں داخل ہے۔ اسکا عرض بھی اسیقدر ہے یا زائد۔ اسکے جانب اعلیٰ میں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ سلطان کا قصر اور شہر پناہ اس پہاڑ کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس وجہ سے سمندر کی طرف سے آنے کا کسی کے لئے راستہ نہیں۔ اس میں تقریباً تیرہ آباد گاؤں ہیں اور بڑا کنیسہ شہر کے اس حصہ کے وسط میں ہے۔

اسکے دوسرے حصہ کا نام الغلطہ ہے۔ یہ نہر کے غربی کنارہ پر واقع ہے۔ اور رباط الفتح کے مشابہ جو اسی نہر کے قریب واقع ہے۔ یہ حصہ نصاریٰ فرنگ کے لئے مخصوص ہے جو اس میں رہتے ہیں۔ یہ کئی قسم کے ہیں۔ ان میں سے جنیوا کے باشندے بھی ہیں بنادقہ یا وینشیا کے رہنے والے باشندگان روم۔ اور باشندگان ٹرانس۔ ان پر حکومت بادشاہ قسطنطنیہ ہی کی ہے۔ انپر ایک مقدم ہوتا ہے۔ اسے لوگ پسند بھی کرتے ہیں۔ اور اسے القمص کہتے ہیں۔ ان پر بادشاہ قسطنطنیہ کیلئے ہر سال کچھ رقم کی ادائیگی کا تعین ہے۔ بعض اوقات جب یہ سلطان کی نافرمانی کرتے ہیں تو سلطان ان سے لڑتا ہے۔ حتیٰ کہ الباپہ یا پوپ دونوں کے مابین صلح کرا دیتا ہے۔ یہ سب

اہل تجارت ہیں۔ ان کا لنگر گاہ تمام لنگر گاہوں سے بڑا ہے۔ میں نے اس میں القراقر قسم کے سو جہاز اور انکے ماسوا بڑے بھی دیکھے۔ اور چھوٹے جہاز تو احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ اس حصہ کے بازار گو اچھے ہیں۔ لیکن ان پر گندگی غالب ہے۔ انکے درمیان سے ایک چھوٹی سی نہر نکل گئی ہے یہ بھی گندی اور نجس ہے۔ انکے کنیسے بھی گندے ہیں جن میں کوئی خوبی نہیں۔

ذکر (۱۶) بڑا کنیسہ

ہم اسکے بیرونی حالات بیان کرتے ہیں۔ اندرون کا مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ اسے ایاصوفیا(۱) کہتے ہیں کہ اسے آصف بن برخیا نے بنوایا تھا۔ یہ سلیمان علیہ السلام کے ماموں کے لڑکے ہیں یہ روم کے کنیسوں میں سب سے بڑا ہے۔ اسکے گرداگرد ایک پناہی دیوار ہے گویا یہ ایک شہر ہے۔ اسکے تیرہ دروازے ہیں اور صحن تقریبًا ایک میل ہے۔ اسمیں ایک بہت بڑا پھاٹک لگا ہوا ہے۔ کسی کو اس میں داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے۔ میں اسمیں بادشاہ کے والد کی معیت میں گیا۔ جنکا ذکر آئیگا۔ یہ دیوان خانہ کے مشابہ ہے۔ اور سطح یا فرش سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اسکے درمیان سے ایک چھوٹی سی نہر گئی ہے۔ جو کنیسہ سے نکلتی ہے۔ اسمیں دو دیواریں تقریبًا ایک گز بلند چلی گئی ہیں۔ یہ سنگ مرمر کی ہیں۔ اور نہایت صنعت سے نقاشی کی ہوئی ہیں۔ نہر ہذا کے دونوں طرف نہایت ترتیب سے درخت بھی لگے ہوئے ہیں۔ کنیسہ ہذا کے دروازے

(۱) الہروی قسطنطنیہ تیرہویں صدی میں گیا تھا۔ وہ اس کنیسہ کے حالات یوں قلمبند کرتا ہے "اسمیں تانبے اور سنگ مرمر کے بت۔ کھمبے اور تسلسلات عجیبہ اور ایسے مینار ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ایسے آثار ہیں کہ معمورہائے عالم میں جنکا مثل نہیں۔ یہیں اباصوفیہ ہے جو ان کا سب سے بڑا کنیسہ ہے۔ یاقوت ابن عبداللہ التاجر الموصلی نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ میں اس میں گیا تھا۔ جیسا کہ آپ نے بتایا۔ تھا۔ ویسا ہی پایا۔ اسمیں ۳۷۰ دروازے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اس میں مقیم ہے۔ اسکے جائے قیام کے چاروں طرف سونے کا کٹہرا بنا دیا ہے۔ اسکی حکایت عجیب ہے۔ اُسکا اپنے موقعہ پر ذکر آئیگا۔ اب ہم اس کنیسہ کی ترتیب ہیکل۔ بلندی۔ دروازوں کا اونچان طول۔ عرض۔ اور اسکے کھمبوں کا ذکر۔ اسکے عجائبات۔ اسکا ڈھنگ۔ اُن تجلیوں کا ذکر جو اس میں پائی جاتی ہیں سونیکا دروازہ۔ سنگ مرمر کے برجوں یا میناروں۔ تانبے کے ہاتھیوں۔ اور تمام ان آثار و عجائب۔ اور جو کچھ میرے ساتھ ملک مانوئیل (Emanuel) بہلان اور حسن سلوک کیا ہے اسے میں کتاب العجائب میں جیسا کہ گذر چکا ہے انشاء اللہ بیان کرونگا۔ یہ شہر اپنے شہرہ کے لحاظ سے اکبر ہے۔ انشاء اللہ اللہ برتر اسے اپنے فضل و احسان سے دار الاسلام بنائیگا۔"

دیوانخانہ کے دروازہ تک لکڑی کا ایک بلند چھتا ہے جسپر انگور کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اسکے نیچے چمبلی اور خوشبودار درخت ہیں۔ دیوان خانہ ہذا کے دروازہ مذکور کے باہر ایک بڑا لکڑی کا قبہ ہے جس میں لکڑی کی نشستیں پڑی ہیں۔ ان پر اس دروازہ کے خادم بیٹھتے ہیں۔ قبہ کے داہنی طرف چبوترے اور دکانیں ہیں۔ جو اکثر لکڑی ہی کی بنی ہیں۔ اسپر اسکے قاضی اور دفتروں کے محرر بیٹھتے ہیں۔ ان دکانوں کے وسط میں ایک لکڑی کا قبہ ہے۔ اسپر لکڑی کی سیڑھیوں سے چڑھتے ہیں۔ اسمیں ایک بڑا تخت پڑا ہوا ہے۔ جسپر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس پر انکا قاضی بیٹھتا ہے۔ اسکے متعلق ہم عنقریب ذکر کرینگے۔ اس دیوانخانہ کے دروازہ پر جو قبہ ہے۔ اسکے بائیں طرف عطاروں کا بازار ہے۔ اور جس نہر کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ دو شاخوں میں منقسم ہوجاتی ہے۔ ایک شاخ تو عطاروں کے بازار کو چلی جاتی ہے۔ اور دوسری اس بازار سے گذرتی ہے جس میں قاضی اور محرر ہیں۔

کنیسہ ہذا کے دروازہ پر سائبان ہیں۔ جن میں اسکے وہ خادم بیٹھتے ہیں جنکے متعلق اسکے راستوں کی جاروب کشی۔ اسکے چراغ جلانا۔ اور اسکے دروازوں کا بند کرنا ہے۔ یہ کسی کو اسکے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حتی کہ وہ انکی اسی صلیب اعظم کو سجدہ کرلے جسکے متعلق ان کا گمان ہے کہ یہ اس لکڑی کی بقیہ ہے۔ جسپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کئے گئے تھے۔ یہ کنیسہ کے دروازہ پر سونے کے میان کے اندر رکھی ہوئی ہے۔ اسکا لمبان تقریباً دس گز ہے۔ اور اسی کی صورت کا بنا سونے کا ایک خلا دار بینڈا میان رکھ دیا ہے۔ تاکہ صلیب کی صورت بنجائے۔ یہ دروازہ چاندی اور سونے کے پتروں سے منڈھا ہوا ہے۔ اور اسکی دونوں زنجیریں خالص سونے کی ہیں۔ مجھسے ذکر کیا گیا کہ اس کنیسہ میں رہبان اور قسیسین کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے۔ ان میں سے بعض حوارین کی نسل سے ہیں اسکے اندر ایک کنیسہ عورتوں کے لئے مخصوص ہے جو کنواری ہیں اور عبادت کیلئے دنیا سے تعلق منقطع کرلیا ہے انکی تعداد ایک ہزار سے زاید ہے اور دوسری رہنے والی عورتوں کی تعداد اسے زاید ہے۔

بادشاہ۔ ارباب دولت اور تمام لوگوں کی یہ عادت ہے کہ روزانہ صبح کے وقت اس کنیسہ کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ اور پوپ اسمیں سال میں ایک مرتبہ آتا ہے۔ اور جب شہر بلد سے

چار منزل کی مسافت پر رہتا ہے۔ تو بادشاہ اسکی ملاقات کو نکلتا ہے اور اسکے لئے پاپیادہ ہو جاتا ہے جب یہ شہر میں داخل ہوتا ہے۔ تو اسکے سامنے پیادہ پا چلتا ہے۔ اور صبح اور شام کو سلام کیلئے جب تک یہ قسطنطنیہ میں ٹھہرتا ہے۔ یہانتک کہ واپس آجاتے آتا رہتا ہے۔

فصل (۷۱) قسطنطنیہ کے نصارات کا ذکر

مانستار (بلفظ مارستان کی طرح ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ یہیں ن متقدم اور را موخر ہے۔ انکے یہاں یہ مسلمانوں کے زاویہ کے مشابہ ہے۔ یہاں یہ مانستارات بکثرت ہیں ان میں سے ایک مانستار ہے جسے بادشاہ جرجیس قسطنطنیہ کے بادشاہ کے والد نے آباد کیا تھا ہم اسکا عنقریب ذکر کرینگے۔

یہ صطنبول کے باہر اور الغلطہ کے مقابل واقع ہے۔ یہیں سے مانستاران بڑے کنیسہ کے باہر یہیں داخلہ کے وقت بائیں جانب پڑتا ہے۔ یہ دونوں ایک باغ کے اندر ہیں۔ انہیں سے ایک پانی کی نہر نکل جاتی ہے۔ انہیں سے ایک تو مردوں کیلئے ہے اور دوسرا عورتوں کیلئے ان دونوں میں سے ہر ایک میں کنیسہ ہے اور ان دونوں کے اطراف میں عبادت کرنے والوں اور والیوں کے لئے حجرے ہیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے اوقاف ہیں۔ جنسے عبادت کنندگان کو پہننے کیلئے کپڑا اور اخراجات ملتے ہیں۔ ان دونوں کو کسی بادشاہ نے بنوایا تھا۔ ان میں سے ایک مانستاران بڑے کنیسہ کے اندر داخل ہوتے ہوتے اندر بائیں طرف واقع ہے۔ اور ان دونوں مذکورین کے مانند ہے۔ ان دونوں کے چاروں طرف حجرے ہیں ان میں سے ایک میں تو اندھے رہتے ہیں۔ اور دوسرے میں اسقدر پیر فرتوت رہتے ہیں جو کام نہیں کر سکتے اور جنکی عمر ساٹھ یا اسکے قریب پہونچ گئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے انکے اوقاف معینہ سے لباس اور اخراجات مقرر ہیں۔ ہر مانستار کے اندر ایک چھوٹا سا عبادتخانہ ہے جو اُس بادشاہ کی عبادت کے لئے ہے جس نے اسے بنایا تھا۔ اکثر یہ بادشاہ جب ساٹھ یا ستر کو پہونچ جاتے تھے تو مانستار اٹھاتے تھے اور مسوح یعنی اونی لباس پہن لیتے تھے اور ملک اپنے بیٹے کو سونپ دیتے تھے اور تادم واپسیں عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

یہ ان مانستارات کے بنانے کے وقت بہت مجمع کرتے ہیں اور سنگ مرمر اور فسیفسا سے بنواتے ہیں۔ اسکی اس شہر میں بہت کثرت ہے۔

میں اس رومی کی معیت میں جسے بادشاہ نے میرے ساتھ سوار ہو کر سیر کرنے کیلئے مقرر کیا تھا۔ ایک مانستار میں داخل ہوا۔ جسکے درمیان سے نہر نکلتی ہے۔ اسمیں ایک کنیسہ ہے جس میں تقریبًا پانچسو باکرہ رہتی ہیں۔ المسوح پہنے ہوئے ہیں۔ اور انکے سر گھٹے ہوئے اور انپر نمدے کی ٹوپیاں ہیں۔ یہ بڑی خوبصورت تھیں۔ اور ان سے عبادات کا اثر ظاہر ہوتا تھا منبر پر ایک لڑکا بیٹھا ہوا انہیں ایسی خوش آوازی سے انجیل سنا رہا تھا کہ مجھے ایسی خوش الحانی کا کبھی سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اسکے گرد اور آٹھ لڑکے منبروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور انکے ساتھ انکے قسیس بھی تھے۔ جب یہ لڑکا پڑھتا تھا تو دوسرا لڑکا بھی پڑھتا تھا۔ رومی نے مجھ سے کہا کہ یہ بادشاہوں کے لڑکوں میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو اس کنیسہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اور اسیطرح تلاوت کنندہ لڑکوں نے بھی۔ ان کا دوسرا کنیسہ اس کنیسہ سے باہر ہے۔ میں اسکے ساتھ ایک کنیسہ میں اور گیا جو ایک باغ میں واقع تھا اسمیں تقریبًا پانچسو یا اس سے زیادہ باکرہ تھیں۔ اور ایک لڑکا منبر پر انکے سنانے کیلئے انجیل تلاوت کر رہا تھا۔ اسکے ساتھ یہی پہلوں کی طرح منبروں پر لڑکوں کی ایک جماعت تھی۔ رومی نے مجھے کہا یہ وزیروں اور امیروں کی لڑکیاں ہیں۔ اس کنیسہ میں عبادت کرتی۔ میں اس کے ساتھ اور کنیسوں میں بھی گیا جن میں شہر کے بڑے لوگوں کی باکرہ تھیں اور کنیسوں میں لے گیا۔ ان میں بڈھیاں اور عورتیں تھیں۔ اسکے ماسوا کنیسوں میں راہب تھے۔ ایک کنیسہ میں سو شخص رہتے ہیں۔ اور زیادہ اور کم بھی۔ اس شہر کے اکثر باشندے راہب، عابد اور قسیس ہیں۔ اسکے کنیسوں کی زیادتی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ باشندگان شہر خواہ لشکری ہوں یا اسکے ماسوا چھوٹے ہوں یا بڑے اپنے سروں پر بڑی بڑی چھتریاں خواہ جاڑے ہوں یا گرمیاں لگائے رہتے ہیں اور عورتیں بڑے بڑے عمامے باندھے رہتی ہیں۔

ذکر (۱۰) رہبانیت اختیار کرنیوالا بادشاہ جرجیس

اس بادشاہ نے اپنے بیٹے کو والی ملک بنا دیا ہے۔ اور عبادت کیلئے انقطاع اختیار

کر لیا ہے اور ایک مات ستار اپنایا ہے۔ جسکا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ شہر سے باہر ساحل پر واقع ہے۔ ایک دن میں اس رومی کے ساتھ جو میرے ساتھ سوار ہو کر سیر کرانیکے لئے معین تھا۔ جا رہا تھا۔ دیکھا کہ بادشاہ پا پیادہ چلا جا رہا ہے۔ المسوح پہنے ہوتے ہے۔ اور اسکے سر پر نمدی کی ٹوپی ہے۔ اور سفید لمبی ڈاڑھی۔ اسکا چہرہ پر حسن اور اسپر عبادت کا اثر ہے اور اسکے پیچھے اور آگے راہبون کی ایک جماعت ہے۔ اسکے ہاتھ میں ایک شام لگا ہوا لمبا عصا تھا۔ اور گلے میں تسبیح جب اُسے رومی نے دیکھا تو اُتر گیا اور مجھ سے بھی اترنے کیلئے کہا۔ یہ موجودہ بادشاہ کا والد ہے۔ جب رومی نے اُسے سلام کیا تو اسنے میرے متعلق دریافت کیا پھر ٹھہرا اور مجھے بلا بھیجا۔ میں اُسکے پاس گیا۔ میرا ہاتھ پکڑا۔ اور اس رومی سے جو عربی زبان جانتا تھا کہا۔ اس سراکنتو یعنی مسلمان سے کہو میں اُس ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہون جو بیت المقدس میں گیا ہے۔ اور اُس پیر کو جو الصخرہ اس بڑے کنیسہ میں جسے قمامتہ کہتے ہیں اور بیت لحم میں چلا ہے۔ اور اپنا ہاتھ میرے قدموں سے لگایا۔ اور اس سے اپنے منہ پر مسح کیا۔ مجھے انکے اعتقاد سے تعجب ہوا کہ ایک شخص جو انکی ملت کا بھی نہیں ہے۔ صرف ان مقامات میں جانیکی وجہ سے یہ اسکا اسقدر احترام کرتے ہیں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا میں اُسکے ساتھ چلنے لگا۔ مجھ سے بیت المقدس اور اُن نصاریٰ کے متعلق دریافت کیا جو اس میں ہیں اور بہت دیر تک پوچھتا رہا۔ میں پھر اسکی معیت میں اس کنیسہ کے حرم میں داخل ہوا جسکی ابھی توصیف کر چکا ہوں جب بڑے دروازے کے قریب ہوا تو قسیسین اور رہبان کی ایک جماعت اسکے سلام کیلئے نکلی۔ اسکا مرتبہ رہبانیت میں ان سے بڑا ہے۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے کہا میں بھی آپکے ساتھ کنیسہ جانا چاہتا ہوں۔ اُس نے ترجمان سے کہا۔ ان سے کہد و جو اندر جاتا ہے اُسے بڑی صلیب کو سجدہ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ پہلے لوگوں کا طریقہ ہے۔ اسکے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ تنہا کنیسہ میں چلا گیا۔ اسکے بعد پھر میں نے اسے نہیں دیکھا۔

ذکر (۹) قاضی قسطنطنیہ

اس رہبانیت اختیار کئے ہوئے بادشاہ مذکور سے جب میں جدا اور سوق الکتاب میں پہنچا

داخل ہوا۔ مجھے قاضی نے دیکھا اپنے مددگاروں میں سے ایک کو میرے پاس بھیجا۔ اُس نے اُس رومی سے جو میرے ساتھ تھا۔ دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ یہ مسلمان طلبہ میں سے ہے جب وہ قاضی واپس گیا۔ اور اُسے جاکر میرے متعلق بتایا تو اس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو میرے پاس بھیجا۔ یہ لوگ اس قاضی کو انجشتی کفالی کہتے ہیں۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ انجشتی کفالی آپ کو بلاتا ہے۔ میں اُسکے پاس اس قبہ پر چڑھکر گیا۔ جس کا ذکر گذر چکا ہے دیکھا کہ ایک خوبصورت ذی اثر شخص راہبوں کے لباس میں ملبوس ہے۔ وہ سیاہ رنگ کا جبہ تھا۔ اور اسکے سامنے دس کاتب بیٹھے لکھ رہے ہیں۔ وہ میری تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اسکے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے اور مجھ سے کہا کہ آپ بادشاہ کے مہمان ہیں۔ ہم پر آپ کا اکرام واجب ہے اور مجھے بیت المقدس شام، ور مصر کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ اور بہت دیر تک گفتگو ہوئی۔ اسکے پاس بہت زیادہ مجمع ہو گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا آپ کو یہ چاہیئے تھا کہ میرے مکان پر فروکش ہوتے۔ میں آپ کی مہانداری کرتا۔ میں اُسکے پاس سے واپس آ گیا۔ اور پھر ملاقات کا اتفاق نہ ہوا۔

باب (۳۹) سی ونہم

فصل (۱) ابن بطوطہ کا قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر سر اِلمضافات خوارزم میں سلطان اوزبک کے حضور میں جانا۔ ذکر (۲) روانگی۔ ذکر (۳) حالات سفر

جب اُن لوگوں کو ظاہر ہو گیا جو ترکوں میں سے خاتون کے ہمراہ تھے کہ یہ اپنے باپ کے دین پر ہے اور اسکے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ تو اُس سے اپنے بلاد میں واپسی کیلئے اجازت مانگی چنانچہ اُس نے اُن کو اجازت دیدی۔ اور انہیں بہت کچھ عطا کیا اور اُنکے ساتھ ایک شخص کو بھیجا جو انھیں انکے بلاد تک پہونچا آئے۔ یہ ایک امیر سارو جہ الصغیر پانچسو سواروں کی سرکردگی میں تھا۔ اور مجھے بلا بھیجا اور تین سو دینار سونے کے دیئے۔ یہ لوگ انہیں البر پڑھتے ہیں

ان کا سونا کھرا نہیں ہوتا۔ اور دو ہزار درہم بند قبہ اور لڑکیوں کے ہاتھ کا بنا ہوا ایک جبہ یہ سب سے عمدہ قسم کا تھا۔ اور دس کپڑے ریشم، کتان اور صوف کے۔ اور دو گھوڑے یہ سب اُسکے باپ کا عطیہ تھا۔ اور ساروجہ کو میرے متعلق کچھ کہہ سُن دیا۔ پھر میں وہاں سے واپس چلا آیا۔ میرا اسکے پاس ٹھہرنے کا زمانہ ایک مہینہ چھ دن تھا۔

ساروجہ کی معیت میں سفر کیا۔ یہ میرا بڑا اکرام کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم اسکے آخر بلاد میں پہونچے جہاں اپنے ساتھیوں اور گاڑیوں کو چھوڑا تھا۔ گاڑیوں پر سوار ہوئے اور اُس میدان کا راستہ لیا۔ ہمارے ساتھ ساروجہ شہر بابا سلطوق تک آیا۔ اور وہاں تین دن تک ضیافت میں رہا۔ پھر اپنے بلاد واپس ہوا۔ یہ سخت سردی کا موسم تھا۔

میں تین لبادے اور دو ازار ین پہنتا تھا۔ ان میں سے ایک روئی دار تھی۔ اور پیروں میں اونی موزے۔ اور اوپر کتان کے استر کے دوہرے موزے۔ پھر اُن دونوں کے اوپر دلبر غالی۔ یہ گھوڑے کی کھال کے ہوتے ہیں اور بھیڑیے کی کھال کا بھراؤ ہوتا ہے۔ میں آگ کے قریب گرم پانی سے وضو کیا کرتا تھا پھر بھی یہ حالت تھی کہ جو پانی کا قطرہ گرتا تھا۔ اسیوقت جم جاتا تھا۔ اور منہ دھونے کے وقت جو پانی ڈاڑھی تک بہکر آتا تھا وہ جم جاتا تھا۔ میں جب ڈاڑھی سے جھاڑتا تھا۔ تو برف کی طرح جا ہوا گر پڑتا تھا۔ اور جو پانی ناک سے گرتا تھا وہ موچھوں پر جم جاتا تھا۔ میرے جسم پر اتنے کپڑے تھے۔ کہ انکی وجہ سے سوار نہ ہوسکتا تھا۔ میرے ساتھی مجھے سوار کراتے تھے۔

پھر میں شہر الحاج ترخان میں پہونچا جہاں سے ہم سُلطان اوزبک سے جُدا ہوئے تھے۔ اسے دیکھا کہ وہاں سے کوچ کرچکا اور اپنے دارالسلطنت میں پہونچ چکا تھا۔ اسلئے ہم نہر اٹل اور اسکے متصل پانی میں تین منزل چلے یہ منجمد ہوچکا تھا جب ہمیں پانی کی ضرورت ہوتی تھی تو جمے ہوئے پانی کا ٹکڑا کاٹ کر ہانڈی میں رکھ لیتے تھے۔ وہ پانی ہو جاتا تھا۔ اسکو پیتے تھے اور اُس سے کھانا پکاتے تھے۔ پھر سہارا۔

فصل (۴) شہر السرا میں ورود۔ ذکر (۵) شہر مذا میں سیر۔ ذکر (۶) باشندگان شہر مذا

شہر السرا میں ورود ہوا۔ یہ سرا برکہ کے نام سے مشہور ہے۔ سُلطان اوزبک کا پایہ تخت ہے۔

ہم سلطان کے پاس گئے۔ ہمارے سفر کا حال بادشاہ روم اور شہر کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ ہم نے اُسے امور مستفسرہ بتائے۔ اس نے ہمارے اخراجات کے لئے حکم دیا اور ہمیں اتارا۔

شہر سرا اچھے شہروں میں سے ہے۔ اسکا زیادہ حصہ ہموار قطع پر واقع ہے۔ آبادی بہت گنجان ہے۔ عمدہ بازاروں اور وسیع راستوں پر مشتمل ہے۔ یہاں کے بعض بڑے لوگوں کے ساتھ ہم ایک دن سوار ہوئے۔ ہمارا مقصد شہر میں گھومنا پھرنا تھا۔ اور اسکی مقدار کا جاننا۔ ہماری فرودگاہ اسکے ایک کنارہ تھی۔ صبح سوار ہوئے تھے۔ زوال کے بعد اسکے آخر میں پہنچے۔ نماز ظہر ادا کی اور کھانا کھایا۔ اپنی فرودگاہ میں مغرب کے قریب سے پہلے نہ پہونچ سکے۔ ایک دن اسکے عرض میں ہمیں جاتے اور آتے آدھا دن لگ گیا۔ یہ اُس آبادی میں تھا جو مکان سے متصل تھی۔ ہمیں کوئی غیر آباد جگہ نہ تھی۔ اور نہ باغات تھے۔ اس میں تیرہ مسجدیں ایسی تھیں۔ جنہیں نماز جمعہ ہوتی تھی۔ ان میں سے ایک شافعیوں کے لئے تھی۔ انکے ماسوا اور مسجدیں بکثرت ہیں۔ اس میں ہر قوم کے لوگ آباد ہیں۔ ان میں سے مغل بھی ہیں۔ یہی یہاں کے باشندے اور سلاطین ہیں۔ ان میں سے بعض مسلمان ہیں۔ اور انہیں میں سے الاص بھی یہ لوگ بھی مسلمان ہیں۔ ان میں سے قفجقی۔ جرکسی۔ روسی۔ اور رومی ہیں۔ یہ لوگ نصاری ہیں۔ ہر گروہ علیحدہ محلہ میں رہتا ہے۔ انہیں بازار بھی ہیں۔ تاجر بھی اور پردیسی باشندگان عراقین مصر اور شام وغیرہ ہیں یہ علیحدہ محلہ میں رہتے ہیں۔ اسپر تاجروں کے مال کی وجہ سے شہر پناہ بھی بنی ہے اور سلطان کا قصر ہے۔ جسے یہ التون طاش کہتے ہیں۔ التون کے معنی سونے کے ہیں۔ اور طاش کو معنی سر کے ہیں۔

اس دارالسلطنت کا قاضی بدرالدین الاعرج خیار قضاۃ میں سے ہے۔ یہاں کے شافعیہ مدرسین میں سے فقیہ امام فاضل صدرالدین سلیمان اللکزی فضلا کا ایک فرد ہے۔ مالکیہ میں سے شمس الدین المصری ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جسکی دیانت پر طعنہ کیا جاتا ہے۔ یہیں صالح حاج نظام الدین کی خانقاہ ہے۔ انھوں نے ہمیں ہماری ضیافت بھی کی تھی اور اکرام بھی کیا تھا۔ یہاں فقیہ امام عالم نعمان الدین الخوارزمی کی خانقاہ بھی ہے۔ میں نے آپ کو یہیں دیکھا ہے۔ آپ فضلائے مشائخ میں سے صاحب حسن اخلاق۔ کریم النفس۔ نہایت تواضع کرنیوالے اور اہل دنیا پر بڑے دبدبے کے شخص ہیں۔ سلطان اوزبک ہر جمعہ کو آپ کی زیارت کے لئے آیا کرتا ہے

لیکن نہ آپ اسکا استقبال کرتے ہیں۔ اور نہ اسکے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ سلطان آپ کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ اور نہایت ملاطفتانہ گفتگو اور تواضع کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن شیخ کا اسکے خلاف برتاوا ہوتا ہے۔ آپ کا فعل فقرا۔ مساکین اور واردین کے ساتھ سلطان کیساتھ جو فعل ہے اسکے خلاف ہے۔ آپ کا ان سے نہایت متواضعانہ برتاوا ہوتا ہے۔ اور گفتگو نہایت مہربانی اور محبت سے بھری ہوتی اور انکی تکریم بھی بجالاتے ہیں آپ نے میرا بھی اکرام کیا تھا۔ اللہ برتر آپ کو جزا اسے خیر دے۔ میرے پاس ایک ترکی غلام بھی بھیجا تھا۔ میں نے آپکی برکت کا مشاہدہ کیا ہے۔

فائدہ (۷) کرامت نعمان الدین خوارزمی

میرا ارادہ خوارزم کیطرف سفر کا ارادہ تہا۔ آپنے مجھے اس سے منع کیا۔ اور فرمایا ابھی چند دن اور ٹھہرو۔ پھر اسوقت چلے جانا۔ میرے نفس نے اس رائے کی مخالفت شروع کی کیونکہ بڑے رفیق سفر تھے۔ ان میں ایسے تاجر بھی تھے۔ جن سے میری شناسائی تھی۔ میں انہیں کیساتھ انکی معیت میں سفر کرنے کے لئے متفق ہوگیا۔ اور آپ سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں ٹھہرنا تو پڑے ہی گا۔ لیکن میں نے پھر بھی سفر کا مصمم ارادہ کر لیا۔ میرا غلام بھاگ گیا۔ جسکی وجہ سے مجھے ٹھہرنا پڑا۔ یہ آپکی ظاہرہ کرامات میں سے ہے۔ تین دن کے بعد میرے بعض ساتھی نے اس بھاگے ہوئے غلام کو شہر الحاج ترخان میں پایا۔ اسے لیکر میرے پاس آیا۔ ہوقت کہیں جاکر میں خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ اسکے اور دارالسلطنت سرا کے مابین چالیس دن کی مسافت کا ایک صحرا ہے۔ گھاس کی کمی کی وجہ سے اسمیں گھوڑے سفر نہیں کر سکتے۔ اسمیں گاڑیاں اونٹ کھینچتے ہیں۔ دس دن تک ہم نے سرا سے مسافت طے کی پھر ہارا۔

باب چہلم (۴۰)

فصل (۱) ابن بطوطہ کا شہر سرا سے مملکت تاتار اور بخارا کو روانگی۔ فصل (۲) شہر سراجوق میں ورود۔ ذکر (۳) بادیہ

شہر سراجوق میں ورود ہوا۔ لفظ جوق کے معنی چھوٹے کے ہیں۔ اسلئے اسکا نام

سرالصغیرق ہوا۔ یہ ایک بڑی زخار نہر کے کنارے واقع ہے۔ جسکا نام اُگوصو ہے اسکے معنی دریائے عظیم کے ہیں۔ اسپر بغداد کے پُل کی طرح کشتیوں کا بڑا پل بندھا ہوا ہے۔ یہانتک ہمارا اُن گھوڑے کے ذریعہ سفر ختم ہو چکا جو گاڑیاں کھینچتا ہے۔ اسلئے ہم نے انہیں چار درہم نقرئی فی گھوڑے کے حساب فروخت کر ڈالا۔ کیونکہ انہیں ضعف بھی لاحق ہو گیا تھا اور اس شہر میں انکی قیمت بھی کم ہے۔ اور گاڑیوں کے کھینچنے کیلئے اونٹ خریدے۔ اس شہر میں ترکون میں سے ایک صالح معمر شخص کا زاویہ بھی ہے۔ اس شخص کو اطا کہتے ہیں۔ اطا کے معنی والد کے ہیں۔ اس میں اس نے ہماری ضیافت بھی کی تھی اور ہمارے لئے دعا بھی۔ نیز یہاں کے قاضی کی بھی ضیافت کی تھی۔ جسکا مجھے نام نہیں معلوم۔

پھر یہاں سے ہم تیس دن نہایت تیز روی کے ساتھ مسافت طے کرتے رہے۔ صرف دو گھنٹے کیلئے اترتے تھے۔ ایک تو چاشت کے وقت اور دوسرے مغرب کے وقت۔ اور اسیقدر قیام ہوتا رہا کہ ہم الدوقی پکالیں اور اسے پی لیں۔ یہ ایک ہی جوش میں پک جاتی تھی۔ انکے پاس ہنڈیوں سے لکا ہوا گوشت رہتا تھا۔ اسکو دوقی میں اوپر سے ڈال دیتے تھے اور اسپر دودھ ڈالدیتے تھے۔ ہر شخص اپنی گاڑی میں اثنائے مسافت میں سوتا اور کھاتا تھا۔ میری گاڑی میں جواری میں سے تین جاریہ یا چھوکریاں بھی تھیں۔ اس میدان میں مسافروں کی ہمیشہ تیز چلنے کی عادت ہے۔ کیونکہ یہاں گھاس کی بہت کمی ہے۔ اور جو اونٹ اسے طے کرتے ہیں ان میں سے زاید تعداد ہلاک ہو جاتی ہے۔ اور جو ان میں بچ جاتے ہیں ان سے ماسوا اسکے کہ سال آئندہ تک انہیں لوٹا کر کے کام لیا جائے۔ اور کوئی کام نہیں لیتے۔ اس میدان میں ماسوا مخصوص چشموں کے دو دن اور تین دن کے بعد پانی ملتا ہے۔ وہ بھی بارش اور زمین کا نکلا ہوا۔ پھر اس میدان میں چلنے اور مسافت طے کرنے کے بعد جسکا ہم نے ذکر کیا ہے ہمارا۔

فصل دہم شہر خوارزم میں ورود۔ ذکر (۵) جیحون کا پانی۔

شہر خوارزم میں ورود ہوا۔ یہ ترکوں کے بڑے شہروں عظیم ترین جمیل ترین مشتمل بر بازار ہائے نفیس دراہا سے وسیع ہے۔ اسمیں بکثرت آبادی اور اعلیٰ محاسن ہیں۔ باشندگی

کثرت سے گونجتا اور انکی وجہ سے سمندر کی طرح مواج رہتا ہے۔ میں ایک دن انہیں سیر کے لئے سوار ہوا تھا۔ اور ایک بازار میں داخل ہوا۔ جب اسکے وسط میں پہنچا۔ تو اس مقام پر انتہائی زحمت میں پڑ گیا جسے الشور کہتے ہیں۔ اس مقام سے کثرت اژدحام کی وجہ سے میں گذر نہ سکا۔ اور واپسی کا ارادہ کر لیا۔ لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ مجھے بے انتہا تحیر ہوا۔ الغرض بہت زیادہ کوشش کے بعد پلٹا۔ مجھ سے بعض اشخاص نے ذکر کیا کہ اس بازار میں جمعہ کے دن زحمت کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بازاروں میں سے گدڑی بازار وغیرہ بند ہو جاتے ہیں۔ اسلئے میں جمعہ کے دن سوار ہو کر مسجد جامع اور مدرسہ کی طرف روانہ ہوا۔

یہ شہر سلطان اوزبک کے زیر حکومت ہے۔ اسکا یہاں ایک امیر کبیر رہتا ہے جسکا نام قطلودمور ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اس مدرسہ اور اسکے مضافات کے مقامات کو آباد کیا ہے اور مسجد کی تعمیر اسکی زوجہ خاتون صالحہ ترابک نے کرائی ہے۔ خوارزم میں ایک شفاخانہ بھی ہے انہیں ایک شامی ہے۔ جسے الصیہونی کہتے ہیں۔ یعنی بلاد شام میں سے صیہون کیطرف منسوب ہے۔

خوارزم کے باشندوں سے نہ بلاد دنیا کے باشندوں میں سے میں نے کسی کو اتنا خلیق پایا نہ کریم النفس اور نہ پردیسیوں سے محبت کرنیوالا۔ انکی نماز کی پابندی کی بڑی اچھی عادت ہے کہ یہ کبھی غیر موجود نہیں ہوتے۔ بات یہ ہے کہ انکی مسجدوں کے مؤذنوں کا ہر فرد اپنی مسجد کے اڑوس پڑوس کے گھروں میں اطلاع کے لئے پہونچتا ہے کہ نماز میں آئیں جو نماز کی جماعت میں شریک نہیں ہوتا۔ تو اسے امام جماعت کے ساتھ نماز میں شرکت کیلئے مارتا ہے۔ ہر مسجد میں ایک درہ اس کام کے لئے لٹکا ہوتا ہے۔ اور اسپر پانچ دینار جرمانہ بھی ہوتے ہیں جو مسجد ہی کے لئے صرف کر دیئے جاتے ہیں۔ یا اُن سے فقرا اور مساکین کو کھانا کھلا دیا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا یہ طریقہ برابر اگلے زمانہ سے چلا آرہا ہے۔

خوارزم کے باہر ان چار نہروں میں سے جو جنت سے آتی ہیں ایک نہر جیحون ہے موسم سرما میں یہ اسطرح جم جاتی ہے جسطرح نہر اٹل۔ اور لوگ اسپر چلتے ہیں۔ اسکے جمے رہنے کا زمانہ پانچ مہینے ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اسکے پگھلنے کا زمانہ ہوتا ہے اور اسپر چل نکلتے ہیں تو ہلاک ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں کے زمانہ میں اسپر ترفہ کی طرف کشتیوں میں سفر کرتے ہیں۔

اور وہاں سے گیہوں اور چاول لاد کر لاتے ہیں۔ یہاں پر آنے والے کیلئے دس دن کی مسافت ہو۔
خوارزم سے باہر ایک خانقاہ نجم الدین کبری کے مزار پر بنی ہوئی ہے۔ یہ کبار صالحین میں سے تھے۔ یہیں وارد و صادر کو کھانا ملتا ہے۔ اسکے شیخ مدرس سیف الدین ابن عقبۃ کبار اہل خوارزم میں سے ہیں۔ یہیں یہاں کے شیخ صالح مجاور جلال الدین سمرقندی کی بھی خانقاہ ہے۔ آپ کبار صالحین میں سے ہیں۔ آپ نے ہماری ضیافت بھی کی تھی۔

فصل (۶) زمخشر میں ورود۔ ذکر (۷) علامہ زمخشر کا مزار۔ ذکر (۸) خوارزم کی آبادی۔ ذکر (۹) مقام ہذا کے کبار۔ ذکر (۱۰) مذہب یا تقلید۔ ذکر (۱۱) واعظین

اسکے باہر امام علامۃ ابی القاسم محمود بن عمر الزمخشری[1] کا مزار ہے اسپر قبہ بنا ہوا ہے زمخشر خوارزم سے چار میل کی مسافت پر ایک گاؤں ہے۔
جب میں اس شہر میں آیا۔ تو اسکے بیرون میں اترا۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک صاحب قاضی الصدر ابی حفص عمر البکری کے پاس گئے۔ آپ نے اپنے نائب نور الاسلام کو میرے پاس بھیجا یہ مجھے سلام کر کے واپس چلے گئے۔ پھر قاضی مع اپنے ساتھیوں کی جماعت کے میرے پاس آیا۔ اور مجھے سلام کیا۔ یہ گو نوجوان شخص ہے۔ لیکن بڑے کام کا آدمی ہے اسکے دو نائب ہیں ایک تو نور الاسلام مذکور۔ اور دوسرا نور الدین الکرمانی کبار فقہا میں سے ہیں یہ اپنے احکام میں بہت سخت اور اللہ برتر کی ذات میں بہت قوی ہے۔
جب مجھے قاضی کے ساتھ یکجائی حاصل ہوئی تو مجھ سے کہا کہ اس شہر میں لوگوں کی کثرت سے بہت زحمت رہتی ہے۔ اور دن کو آپ کا میرے پاس آنا نہیں ہو سکتا عنقریب ہی آپکے پاس نور الاسلام آئیگا۔ آپ اسکی معیت میں آخر شب کو آجائیں چنانچہ ہم نے یہی کیا اور نئے مدرسہ میں اترے جس میں اور کوئی نہ تھا۔
نماز صبح کے بعد قاضی مذکور ہمارے پاس آیا۔ اسکی معیت میں کبار شہر کی ایک جماعت تھی ان میں سے مولانا جمال الدین مولانا زین الدین المقدسی۔ مولانا رضی الدین یحییٰ مولانا فضل اللہ

---

(۱) ڈی ہربلوٹ (D e Herbelot) نے زمخشر اور زمخشری پر نہایت مفید تفصیلات سپرد قلم کئے ہیں۔

الرضوی۔ مولانا جلال الدین العماری اور مولانا شمس الدین السنجری۔ اسکے امیر امام تھے۔ گو یہ کل حضرات سے اصحاب مکارم و فضائل تھے۔ لیکن مذہب پر اعتزال[1] کا غلبہ تھا۔ مگر اُسے ظاہر نہ کرتے تھے۔ کیونکہ سُلطان اوزبک اور اس شہر پر اسکا امیر قطلودمور اہل سنت تھے۔

اپنے یہاں قیام کے زمانہ میں میں جمعہ کی نماز قاضی ابی حفص عمر تدکور کے ساتھ آپ ہی کی مسجد میں پڑھتا تھا۔ جب نماز سے فارغ ہوتا تھا تو آپکے ساتھ آپکے مکان پر جایا کرتا تھا۔ جو مسجد سے قریب ہی ہے۔ پھر آپکی معیت میں آپکی مجلس میں داخل ہوتا تھا۔ جسے ابدع المجالس کہنا زیبا ہوگا۔ اسمیں نہایت نادر فرش بچھا ہوتا تھا اور دیواروں پر غلاف چڑھے ہوتے تھے اسمیں بکثرت طاق تھے۔ ہر طاق میں چاندی کے برتن سونے سے ملمع کار تھے۔ اور عراقی برتن بھی تھے۔ ان بلاد کے لوگون کی یہی عادت ہے۔ کہ یہ طاق اپنے گھرون میں تبواتے ہیں پھر بہت زیادہ کھانا لایا جاتا تھا۔ یہ نہایت مرفہ حال۔ مالدار اور صاحب محاصل ہے اور امیر قطلودمور کے بڑے قرابت دارون مین سے ہے۔ اسکا نکاح امیر کی سالی کے ساتھ ہوا ہے جسکا بھیجا آغا نام ہے

اس شہر میں واعظین اور ذکر کرنیوالونکی بڑی جماعت ہے۔ ان میں سب سے بڑے مولانا زین الدین المقدسی اور خطیب مولانا حسام الدین المقدسی المشاطی ہیں۔ آخر الذکر نہایت بلیغ خطیب ہیں اور ان چار خطیبون میں سے ایک ہیں جن سے اچھا میں نے دُنیا میں کسی کو نہ سُنا۔

ذکر (۱۲) امیر خوارزم۔ ذکر (۱۳) تیھر کا کوئلہ

یہ امیر کبیر قطلودمور ہے۔ اسکے نام کے معنی لوہا مبارک ہیں۔ کیونکہ قطلو کے معنی مبارک کے ہیں اور دمور کے معنی لوہے کے۔ یہ امیر سُلطان معظم محمدؐ اوزبک کی ممانی کا لڑکا اور اسکے اکبر امرا میں سے ہے اور واسکی کی طرف سے والی خراسان ہے۔ اسکا بیٹا ہارون بک

(۱) اس فرقہ کے آغاز اور عقائد مخصوصہ کے متعلق پوکوک (Pococke) نے اپنی کتاب نمونۂ تاریخ عرب (Specimen Hist. Arabum) کے صفحات ۲۰ و ۲۱۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۰۶ع میں نہایت قابلقدر تفصیلات قلمبند کی ہیں۔ نیز ڈی ساسی (M. de Sacy) نے اپنی کتاب مسیحی عرب (Chrestomathie Arabe) کی جلد اول صفحہ ۱۵۲ میں بھی اسکا ذکر کیا ہے انکے خاص معتقدات میں سے یہ ہے کہ تقدیر کے قائل نہیں ہیں دوسرا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کی مرضی پر انحصار ہے خواہ ارتکاب افعال نیک کرے یا بد۔ انکو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ تقدیر کے قائل نہیں ہیں۔

اُس سُلطان مذکور کی بیٹی کے ساتھ بیاہا ہے جو ملکہ طیطغلی مذکورۂ بالا کے بطن سے ہے۔ اور اسکی بیوی خاتون ترابک صاحبہ مکارم شہیرہ ہے۔ جب قاضی نے آکر مجھے سلام کیا۔ جیسا کہ میں ذکر کرچکا ہوں۔ تو مجھ سے کہا کہ امیر کو آپکے آنے کا علم ہوچکا ہے۔ اب تک وہ چونکہ بستر علالت پر ہے۔ اسلئے آپکے پاس نہ آسکا۔ پس میں قاضی کے ساتھ اُس سے ملنے کیلئے سوار ہوا اور ہم اُسکے مکان پر پہونچے۔ پس ایک بڑے دیوانخانہ میں داخل ہوئے۔ جیسکے اکثر مکانات لکڑی کے تھے۔ پھر ایک چھوٹے دیوانخانہ میں داخل ہوتے۔ یہیں ایک لکڑی کا نہایت آراستہ قبہ تھا۔ جسکی دیواروں پر رنگین غلاف چڑھے ہوئے تھے۔ اور یہیں حریر مذہب کی چھت گیری لگی ہوئی تھی۔ اور امیر حریر کے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اپنے پیروں کو بیماری نقرس کی وجہ سے ڈھانکے ہوئے تھا۔ اکثر ترکوں میں یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ اسنے مجھے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ اور قاضی اور فقہا بیٹھ گئے۔ اس نے مجھ سے ملکہ معظم اوزبک کی بادشاہت۔ خاتون بیلون۔ اسکے والد اور شہر قسطنطنیہ کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے اسے سارے حالات بتائے۔ پھر خوان لائے گئے۔ جنمیں کھانا بھنے ہوئے مرغے۔ کلنگ اور کبوتروں کے انڈے تھے۔ اور روٹیاں روغنی۔ اسے یہ لوگ کلیجا کہتے ہیں۔ اور حلوا بھی تھا۔ پھر اور خوان لائے گئے۔ ان میں پھل پھلاریاں تھیں۔ دانہ دار انار سونے اور چاندی کے برتنوں میں رکھے تھے۔ اور انکے ساتھ سونے کے چمچے تھے۔ اور کچھ عراقی شیشہ کے برتنوں میں تھے۔ انکے ساتھ لکڑی کے چمچے تھے۔ اور انگور اور نہایت عمدہ خربزہ تھے۔

اس امیر کی عادات میں سے یہ بات ہے کہ قاضی روزانہ اسکے دیوانخانہ میں آتا ہے اور جو جگہ اسکے لئے مقرر ہے۔ وہاں بیٹھ جاتا ہے۔ اسکے ساتھ فقہا اور کُتّاب بھی ہوتے ہیں۔ اور اسکے مقابل امرائے کبرا میں سے ایک شخص ہوتا ہے۔ اور اسکے ساتھ کبرا امرائے ترک میں سے آٹھ اشخاص ہوتے ہیں۔ انکے شیخوں کو ارغجیہ (یارغوجی) کہتے ہیں۔ لوگ انہیں اپنا حکم بتاتے ہیں۔ جو مقدمات شرعی ہوتے ہیں۔ ان کا فیصلہ تو قاضی کرتا ہے۔ اور جو اسکے ماسوا ہوتے ہیں۔ ان کا یہ امرا فیصلہ کرتے ہیں۔ انکے احکام نہایت باقاعدہ اور عادلانہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان پر کسی کی طرفداری کی تہمت نہیں ہوتی۔ اور نہ رشوت لیتے ہیں۔ جب ہم امیر کی صحبت سے

فارغ ہو کر مدرسہ واپس آئے۔ تو اسنے ہمارے لئے چاول، آٹا، بھیڑ، گھی، مصالحہ، اور جلانے کی لکڑیوں کے گٹھے بھیجے۔ ان تمام بلاد میں کوئی کوئلہ سے آشنا نہیں۔ یہی حالت ہند، خراسان اور بلاد عجم کی ہے۔ چین میں لوگ پتھر کا کوئلہ جلاتے ہیں۔ اس میں سے اسیطرح آگ شعلہ زن ہوتی ہے جیسطرح کوئلہ سے۔ پھر جب یہ راکھ ہو جاتا ہے۔ تو اسے پانی میں گوندھ کر دھوپ میں سکھا ڈالتے ہیں۔ اور اس سے دوبارہ پکاتے ہیں۔ یہی عمل جاری رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ چک جاتا ہے۔

ذکر ۱۴۱ حکایت۔ اس قاضی اور امیر کی مکرمت

میں نے کچھ دنوں جمعہ کی نماز اپنی عادت کی بنا پر قاضی ابی حفص کی مسجد میں پڑھی۔ اسنے مجھ سے کہا کہ آپ کو امیر نے پانچسو درہم دینے کا حکم کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ کی اسکے ماسوا پانچسو درہم خرچ کر کے دعوت بھی کی ہے جسمیں مشائخ فقہا اور اعیان حاضر ہوں جب مجھے یہ حکم دیا تو میں نے کہا۔ اے امیر اگر آپ دعوت کرینگے۔ تو جو حاضر ہو گا ایک لقمہ یا دو لقموں کی شرکت کریگا۔ اگر یہ کل مال اسکو دیدیا جائے تو یہ اسکے کام بھی آئے گا۔ امیر امیر نے کہا یہی کرونگا۔ اب آپکے لئے پورے ہزار کا حکم کر دیا ہے۔ پھر امیر شمس الدین السنجری کے ساتھ ایک تھیلی میں اپنے غلام پر لدوا کر بھجوائے۔ مغربی سونیکے حساب سے انکی قیمت تین سو دینار تھی

میں نے اُس دن ایک گھوڑا ادھم رنگ کا پینتیس ۳۵ دینار دراہم کو مول لیا تھا۔ اور مسجد جاتے ہوئے اسپر سوار ہوا تھا۔ انہیں ہزار میں سے اسکی قیمت ادا کی۔ اسکے بعد میرے پاس اسقدر گھوڑے ہو گئے۔ کہ جنکی تعداد بتاتے ہوئے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہیں کوئی یہ نہ کہے کہ جھوٹا ہے۔ اور برابر زیادتی ہوتی ہی گئی۔ یہانتک کہ میں سرزمین ہند میں داخل ہوا۔ گو میرے پاس گھوڑے بہت تھے۔ لیکن میں اسی گھوڑے کو افضل جانتا تھا۔ اسکو اختیار کرتا۔ اور اسے تمام گھوڑوں سے آگے باندھتا۔ یہ گھوڑا میرے پاس تین سال تک رہا۔ جب مر گیا تو مجھ پر اسکے مرنے کا بڑا اثر ہوا۔

میرے پاس خاتون جیجی آغا قاضی کی بیوہ نے سو دینار دراہم بھیجے۔ اور اسکی بہن ترابک۔ امیر کی زوجہ نے میری دعوت کی۔ اسمیں فقہا اور اعیان شہر اسکی اُس خانقاہ میں جمع

ہوئے۔ جیسے اسے بنایا تھا۔ اور آہیں وارد و صادر کو کھانا ملتا تھا۔ مجھے ایک سمور کا لبادہ اور ایک اچھا گھوڑا بھی بھیجا۔ یہ تمام خواتین میں فضل، سب میں اصلح اور اکرم ہے۔ اللہ برتر اُسے جزائے خیر دے۔

فائدہ (۱۵) حکایت ندامت خیز

جب میں اس دعوت سے جو اس خاتون نے میرے لئے مرتب کی تھی۔ فارغ ہوا۔ اور خانقاہ سے باہر نکلا تو کثیف لباس میں ایک عورت دروازہ پر مجھ سے دوچار ہوئی اور اسکے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں جنکی تعداد مجھے یاد نہیں۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ اور نہ اسکے پاس ٹھیرا ہی۔ اور نہ التفات ہی کیا۔ جب باہر نکلا تو مجھے ایک شخص ملا اور کہنے لگا وہ عورت جس نے آپ کو سلام کیا تھا۔ خاتون تھی۔ مجھے اس سے بڑی شرم آئی۔ اور اسکے پاس واپس جانے کا ارادہ کیا۔ دیکھا تو وہ جا چکی تھی۔ میں نے اسکے پاس اسکے کسی خادم کے ذریعہ سلام کہلا بھیجا اور معذرت کی کہ مجھ سے جو کچھ خلاف سرزد ہوا ہے نادانستگی سے ہوا۔

ذکر (۱۶) خوارزم کے خربزہ

خوارزم کے خربزہ کی بلاد دنیا میں مشرق سے لیکر مغرب تک نظیر نہیں۔ ہاں بخاری خربزہ ضرور ہے اور اصفہان کا خربزہ اسکے قریب ہوتا ہے۔ اسکا چھلکا بہت سبز ہوتا ہے لیکن اندر سے بہت سرخ نکلتا ہے اور مٹھاس بہت زبردست ہوتی ہے انہیں کچھ سختی بھی ہوتی ہے۔ عجائبات میں سے یہ ہے کہ اسکی پھانکیں کرکے دھوپ میں خشک کرکے رکھ لیتے ہیں جیسا ہمارے یہاں گوشت اور مالقی انجیر کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور خوارزم سے آخر بلاد ہند اور صین تک لیجاتے ہیں۔ تمام خشک پھلوں میں اس سے بہتر کوئی میوہ نہیں ہوتا۔ جب میں بلاد الہند میں سے دہلی میں اقامت پذیر تھا۔ جب کوئی مسافر آتا تو میں اُسکے پاس کسی شخص کو بھیجتا کہ میرے لئے خربزہ کی پھانکیں خرید لائے۔ جب بادشاہ ہند کے پاس انہیں سے کچھ آتا۔ تو میرے پاس ضرور بھیجتا کیونکہ اسے علم تھا کہ مجھے یہ بہت مرغوب ہیں۔ اسکی عادت تھی کہ پردیسیوں کو اُنکے ملک کے تحائف بھیجا کرتا۔ اور اسی سے ان کا تفقد حال کرتا۔

فائدہ (۱۷) حکایت کرم علی ابن منصور۔ ذکر (۱۸) بادیہ مابین خوارزم و بخارا

میرے ساتھ شہر السرا سے خوارزم کی طرف مسافرت میں باشندگان کربلا میں سے ایک شریف شخص ہم سفر تھے۔ جنکا نام علی بن منصور تھا۔ یہ فرقہ تجار میں سے تھے۔ میں انہیں اپنے کپڑے وغیرہ خریدنے کی تکلیف دیا کرتا تھا۔ وہ میرے لئے دس دنانیر کا کپڑا خریدتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آٹھ کا خریدا ہے۔ اور آٹھ ہی کے حساب سے لیتے تھے۔ اور دو دینار اپنے پاس سے ملا دیا کرتے تھے۔ مجھے آپ کے اس فعل کا کوئی علم نہ ہوا حتی کہ لوگوں کی زبانوں سے میں نے جانا۔ باوجود اسکے مجھے دنانیر قرض بھی دیا کرتے تھے۔ جب امیر خوارزم نے مجھپر احسان کیا، تو جو کچھ انھوں نے مجھے قرض دئے تھے۔ وہ انھیں میں نے ادا کر دئے اور ارادہ کیا کہ اب مجھے بھی انکے ساتھ کچھ حسن سلوک اس احسان کے عوض کرنا چاہیئے۔ لیکن انھوں نے اس امر سے انکار کر دیا اور قسم کھالی کہ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ انکے جوان غلام کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں جسکا نام کافور تھا۔ لیکن اس نے بھی قسم کھالی کہ مجھسے ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ الغرض میں جتنے عراقیوں سے ملا ان سب میں یہ اکرم تھے۔ اور بلاد ہند تک میرا ہم سفر ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔ پھر انکے باشندگان شہر کی ایک جماعت خوارزم میں ملی جنھوں نے صین کی طرف ارادۂ سفر کیا ہوا تھا۔ میں بھی انکے ساتھ سفر کا بندوبست کرنے لگا۔ اور شریف مذکور سے اسکے متعلق عرض کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ میرے شہر کے باشندے جب میرے اہل واقارب میں واپس جائینگے۔ اور کہیں گے کہ میں بھیک مانگنے ہندوستان کی سرزمین کو گیا ہوں۔ تو مجھے گالیاں دیجائینگی۔ میں تو ایسا کبھی نہ کرونگا اور انھیں لوگوں کے ساتھ صین روانہ ہوگئے۔ اسکے بعد جب میں سرزمین ہند میں تھا۔ تو مجھے یہ خبر ملی کہ جب شریف مذکور شہر الماق میں پہنچے۔ جو آخر بلاد علدار ی ماوراء النہر میں سے اور اول بلاد صین میں سے ہیں۔ وہیں اقامت اختیار کرلی ہے۔ اور اپنے نوجوان غلام کے ساتھ جو کچھ انکے پاس پونجی تھی۔ بھیجدی۔ نوجوان مذکور کے آنے میں تاخیر ہوئی۔ اس اثنا میں انکے بلد سے کوئی تاجر آیا۔ اور انکے ساتھ ایک ہی قیام گاہ میں اترا۔ شریف مذکور نے اسوقت تک کیلئے اس سے کچھ

قرض مانگا کہ اسکا نوجوان واپس آجاتے۔ لیکن اُس نے نہ دیا۔ پھر اور بھی شریف مذکور کی عدم وسعت کی وجہ سے انکے ساتھ جس مکان میں یہ رہتے تھے چاہا کہ کچھ اور زیادتی کرے۔ جب اسکا علم شریف مذکور کو ہوا تو انہیں بہت رنج ہوا۔ اور گھر جاکر اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا۔ لوگ پہونچ گئے دیکھا تو ان میں کچھ حیات باقی تھی۔ آپکے غلام پر آپکے قتل کا الزام لگایا۔ آپ نے کہا کہ اسے مت ستاؤ۔ اپنے ساتھ میں نے خود اس فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اسی دن انتقال فرما گئے۔ اللہ برتر آپکی مغفرت کرے۔

اس سے پہلے آپ نے اپنے متعلق مجھ سے کچھ فرمایا بھی تھا کہ میں نے ایک مرتبہ دمشق کے ایک تاجر سے کچھ ہزار دراہم قرض لئے تھے۔ یہ تاجر مجھے شہر حماۃ میں جو سرزمین شام میں ہے مل گیا۔ اور اپنی رقم مجھ سے مانگی۔ اور چونکہ آپ نے جو مال قرض لیا تھا اس سے کچھ سامان خرید لیا تھا۔ اسلئے صاحب مال سے انہیں شرمندہ ہونا پڑا۔ یہ اپنے گھر گئے۔ اور پگڑی چھت سے باندھ دی۔ اور ارادہ کر لیا کہ پھانسی لگاکر مرجائیں۔ لیکن چونکہ آپکی اجل میں تاخیر تھی۔ اسلئے صرافوں میں سے ایک شخص آپکو یاد آگیا۔ آپ اسکے پاس گئے اور سارا حال بتایا اُس نے آپکو رقم قرض دیدی جس سے آپ نے قرضخواہ تاجر کا قرض ادا کیا۔

جب میں نے خوارزم سے سفر کا ارادہ کیا تو اونٹ کرایہ کئے اور ایک محارہ مول لیا اسکے ٹوکرے میں عفیف الدین التوزی میرے شریک تھے۔ میرے خادم چند گھوڑوں پر سوار ہوئے اور باقی گھوڑوں پر سردی کی وجہ سے جھولیں ڈال دیں اور اس میدان میں جو خوارزم اور بخارا کے درمیان ہے داخل ہوئے۔ اسکی مسافت ریگ میں اٹھارہ دن کی مسافت ہے اس میں کوئی آبادی نہیں۔ صرف ایک بلدہ ہے۔ میں نے امیر قطلودمور سے رسم وداعی ادا کی۔ اسنے مجھے ایک خلعہ پہنائی اور قاضی نے دوسری خلعت پہنائی۔ اور فقہا کے ساتھ مجھے وداع کرنے کیلئے نکلا چار دن تک سفر کرنے کے بعد ہم۔

فصل (۱۹) شہر الکات میں ورود

شہر الکات(۱) میں وارد ہوئے۔ اس راستہ میں اسوا اسکے اور کوئی آبادی نہیں ہے

(۱) غالباً یہ وہی جگہ ہے جسے صاحب مراصد الاطلاع کاث لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ کاث نواحی خوارزم میں ایک بڑا شہر جیحون کے شرقی حصہ میں واقع ہے۔ نواحی خوارزم سے شرقی جانب میں۔ سوا اسکے اور کوئی مقام نہیں۔

یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر ہے۔ ہم اسکے بیرونی جانب پانی کے ایک حوض پر اترے۔ جس کا پانی سردی سے جم چکا تھا۔ لڑکے اس پر کھیل رہے تھے اور پھسلتے تھے۔ قاضی الکات نے جسے صدر الشریعۃ کہتے ہیں میرے آنے کی خبر سنی۔ میں اس قاضی سے پہلے قاضی خوارزم کے گھر مل چکا تھا۔ یہ اپنے طلبہ کی معیت میں میرے پاس سلام کرتا ہوا آیا اور شیخ المدینۃ الصالح العابد محمود الخیوقی بھی۔ پھر قاضی نے مجھ سے اس شہر کے امیر کے پاس چلنے کیلئے کہا۔ شیخ محمود نے کہا آنے والے کے لئے تو یہ مناسب ہے۔ کہ اسکی زیارت کے لئے آئیں۔ اگر ہمیں ہمت ہے۔ تو ہم امیر شہر کے پاس جائیں۔ اور اُسے یہاں لے آئیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد اپنے ساتھیوں اور خادموں کے ساتھ امیر آیا ہم سب نے اُسے سلام کیا۔ باوجودیکہ ہمارا مقصد عجلت سفر تھا۔ اُس نے ہم سے ٹھہرنے کیلئے کہا۔ اور ایک دعوت ترتیب دی جسمیں فقہا اور افسران لشکر وغیرہ جمع کئے۔ جہیں شعرا اُسکی مدح کرتے تھے۔ اس نے مجھے پوشیدنی اور ایک عمدہ گھوڑا اعطا کیا اور اس راستہ سے جو سیبایہ کے نام سے مشہور ہے ہم روانہ ہوئے۔

اس صحرا کی مسافت چھ منزل کی ہے پانی کہیں نہیں ملتا۔ پھر اسکے بعد ہمارا۔

فصل (۲۰) شہر وبکنہ میں ورود

شہر وبکنۃ میں ورود ہوا۔ یہ بخاری سے ایک دن کی مسافت پر ہے۔ اچھا بلدہ مشتمل بر انہار و باغات ہے۔ یہ انگوروں کا ایک سال سے دوسرے سال تک ذخیرہ رکھتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کا ایک اور میوہ ہے اسے یہ العلو (الآلو) کہتے ہیں۔ اسے خشک کر رکھتے ہیں اور لوگ ہند اور صین لیجاتے ہیں۔ اسے پانی میں بھگو دیتے ہیں اور اسکا پانی پیتے ہیں۔ جب یہ تازے ہوتے ہیں تو ذائقہ میٹھا ہوتا ہے۔ جب خشک ہو جاتے ہیں تو ان میں کچھ ترشی آجاتی ہے اس میں گودا بہت ہوتا ہے۔ ایسا نہ میں نے اندلس میں دیکھا ہے نہ مغرب میں اور نہ شام میں۔

فصل (۲۱) شہر بخارا میں ورود

پھر ہم مسلسل باغات نہروں۔ درختوں اور آبادی میں ایک دن کامل چلتے رہے۔

اور اس شہر بخارا ہی میں پہونچے جسکی طرف امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری منسوب ہیں۔ یہ شہر ماوراء النہر جیحون جو بلاد ہیں انکا پایہ تخت تھا۔ لیکن لعین تنگیز تتری نے جو ملوک عراق کا جد ہے اسے ویران کر دیا۔ اسکی مسجدیں اب تک۔ مدرسے اور بازارات ویران ہیں۔ لیکن کم یہاں کے باشندے ذلیل ہیں انکی شہادت خوارزم وغیرہ میں قبول نہیں کی جاتی۔ کیونکہ تعصب دعویٰ باطل انکار حق میں شہرت رکھتے ہیں۔ لوگوں میں سے یہاں کوئی نہیں ہے جو علم کی کچھ تعلیم دے اور نہ یہاں پر کسی شخص کی اسکی طرف توجہ ہے۔

ذکر (۳۲) چنگیز خان و ویرانی ملک تاتاریوں کی ابتدا اور انکا بخارا وغیرہ کو ویران کرنا

تنگیز خان(۱) سرزمین خطا(۲) میں ایک لوہار تھا۔ نہایت کریم النفس۔ صاحب قوت اور اچھے جسم والا لوگوں کو جمع کیا کرتا اور انہیں کھانا کھلایا کرتا۔ پھر اسکی ایک جماعت ہو گئی۔ انھوں نے اسے اپنا سردار بنا لیا۔ اور اپنے بلاد پر غالب آگیا۔ قوت پکڑ گیا اور اسکی شوکت بڑھ گئی۔ اور اسکی حکومت نے اپنی

(۱) دیگر نسخوں میں بجائے تنگیز خان پوسٹریس گارمن (Kani ganan) کے یہاں ہی چنگیز خان ہے۔
ابوالفدا تاریخ (ابوالفدا) تاریخ مسند جلد چہارم صفحات ۵ - ۲۴ اور دیگر مورخین نے اس غیر معمولی شخص کے حالات قلمبند کئے ہیں مگر سیاح کے بیانات بہت سی باتوں میں غیر مطابق ہیں یہ کوئی غیر ممکن بات نہیں ہو کہ اگر ہمیں کل حالات مل سکیں تو ابن بطوطہ کی تحقیقات اور انکی بہت کچھ مطابق ہو سکتے ہیں۔ الغرض اس شخصیت کے متعلق روضۃ الصفا جلد پنجم۔ تاریخ چنگیز خان الہیلس لاکروئکر (De Hammer ... La Croix) ذکر چنگیز خان حالات سفر مارکو پولو (Marco Polo) سفر مارسڈن (Marsden) باب ۴۴ صفحہ ۱۹۴ مع حواشی مفید ہیں ان کتابوں کے بیانات کی خاص خصوصیت یہ ہو کہ بہ نسبت مورخین کے بیانات کے ان سیاحوں کے بیانات ایک دوسرے سے ملتے ہیں چنگیز خان اور خوارزم شاہ نیز انکے بیٹے جلال الدین کے مابین جو جنگ ہوئی ہو اسکے لئے تاریخ ابوالفدا جلد چہارم صفحات ۵، ۲۴، ۲۹ و ۱۹۰، ۳۰۰ وغیرہ مفید ہیں۔ نیز تاریخ مغلان مطبوعہ پیرس (Paris) ۱۸۲۴ء۔

(۲) مسٹر مارسڈن (Marsden) نے سفر مارکو پولو میں اس مقام کے متعلق ایک نہایت مفید حاشیہ دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ خطا خطائی یا کتائی تاتاری چین میں ایک ہی مقام کا نام ہے خواہ کسی طرح بھی لکھا جائے۔ لیکن مشرقی جغرافیہ نویس انہیں علیحدہ علیحدہ مقامات سمجھتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ مثلاً ابوالفدا اپنی تاریخ کی جلد چہارم صفحہ ۲۲۸ میں کہتا ہے کہ اس نے دریا سے جیحون عبور کیا اور خطا گیا۔ اور وہ خطا چین تتر کے حدود میں تھا وغیرہ۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسکے نزدیک کئی مقامات ہیں نیز اسی کتاب میں خطا اور چین علیحدہ علیحدہ مقامات مذکور ہیں۔ اور سی چین تتر اور ارض الاتراک کو جدا جدا بتاتا ہے۔ یعنی بہت سی کتابوں میں یہ دونوں خطا میں موجود ہیں۔

ترقی کی کہ ملک خطا پر غالب ہو گیا۔ پھر ملک صین پر۔ اُسکے لشکر بہت بڑھ گئے۔ اور بلاد الختن، کاشغر اور المالق پر تصرف جما لیا۔ چونکہ جلال الدین سنجر بن خوارزم شاہ ملک خوارزم، خراسان اور ماوراءالنہر بڑی زبردست قوت اور شوکت تھی۔ اسلئے تنگیز اس سے خوف زدہ اور دُور رہا اور کوئی تعرض کیا ایسا اتفاق ہوا کہ تنگیز نے تاجروں کو صین اور خطا کا مال ریشمی کپڑے وغیرہ کی قسم سے دیکر شہر اطرار جو جلال الدین کی عملداری کا منتہا ہے بھیجا[1]۔ وہاں کے عامل نے جلال الدین کے پاس اس امر کی اطلاع کی اور اجازت مانگی کہ انکے متعلق کیا کارروائی عمل میں لائی جائے۔ اُسنے عامل مذکور کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ ان کا مال ضبط کر لیا جائے اور انہیں مثلہ اور اعضا بریدہ کر کے انکے بلاد کو واپس کر دیا جائے۔ چونکہ اللہ برتر کی یہی مرضی تھی اسلئے باشندگان بلاد مشرق کی شقاوت روئے بد اور سوئے تدبیر اور شوی سے یہ فعل عمل میں آیا۔

جب اس سے یہ امر سرزد ہوا۔ تو تنگیز بنفس نفیس لشکرہائے کثیرہ لاتعداد کی سرکردگی بلاد اسلام پر حملہ کرنے کے لئے آپہنچا۔ جب المرار کے عامل نے اسکی حملہ آوری کی خبر سنی۔ تو جاسوسوں کو اسکی خبر لینے کے لئے بھیجا۔ اس سے بیان کیا گیا۔ کہ ان میں سے ایک تنگیز کے کسی امیر کے لشکر میں سائل کی صورت میں داخل ہوا تھا۔ وہاں کسی کو ایسا نہ پایا جو اسے کھانا کھلاتا۔ اور ان میں سے ایک شخص کے پاس جو اترا تو اسکے پاس کوئی زاد راہ نہ دیکھا۔ اور نہ اسنے اسے کچھ کھلایا ہی۔ جب شام ہوئی تو اس شخص نے ایک سوکھی ہوئی آنت جو اسکے پاس تھی نکالی اُسے پانی میں تر کیا۔ اور اپنے گھوڑے کے فصد لگا کر اُسکے خون سے اُسے بھرا۔ باندھا اور اُسے آگ میں بھونا۔ وہ اسکی غذا ہوئی۔ پھر یہ اطرار واپس آگیا۔ اور اسکے عامل کو اسکے حال سے آگاہ کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ اسکے کسی فرد میں اُن سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ تب اس نے اپنے بادشاہ جلال الدین سے مدد مانگی۔ اس نے ساٹھ ہزار کا جو اُسکے پاس لشکر تھا اسپر اور بطور مدد اضافہ کیا۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو تنگیز نے ان کو بھگا دیا۔ اور شمشیر بدست اطرار میں داخل ہوا وہاں کے مردوں کو قتل کیا اور ذریات کو قید۔ پھر جلال الدین بنفس نفیس اس سے لڑنے آیا۔ ان میں ایسی لڑائیاں ہوئیں جنکی اسلام میں نظیر نہیں ملتی۔ انجام کار یہ ہوا کہ تنگیز ماوراءالنہر کا بادشاہ

(۱) یہ حالات تاریخ مقلان جلد اول باب پنجم صفحہ ۹،۱۴۸ وغیرہ مطبوعہ پیرس ۱۸۲۴ء میں نہایت شرح کیساتھ موجود ہیں۔

ہوگیا۔ اور بخاری، سمرقند، اور ترمذ کو ویران کر دیا۔ اور نہر کو عبور کر کے جو نہر جیحون ہے شہر بلخ پہونچا اور اسپر بھی متصرف ہوگیا۔ پھر الیامیان (الیامیان) آیا اور اسے بھی تصرف میں لیلیا۔ پھر بلاد خراسان اور عراق عجم میں غلو کیا۔ پھر تو بلخ اور ماوراالنہر کے مسلمانوں نے اسپر یورشس کی۔ لیکن اس نے سب کو واپس کر دیا۔ اور بلخ میں بھی شمشیر بدست داخل ہوا۔ اور تمام بلخ کو مٹی کا ڈھیر کر دیا۔ (خاویۃ علی عروشھا قرآن کریم سورۃ دوکم وغیرہ) اور ایسا ہی ترمذ میں بھی کیا۔ وہ ایسا ویران ہوا کہ ابتک آبادی کی نوبت نہ آئی۔ لیکن اس سے دو میل کے فاصلہ پر ایک اور شہر بنایا گیا جسے اس زمانہ میں ترمذ کہتے ہیں۔ باشندگان الیامیان (الیامیان) کو بھی قتل کیا۔ اور تمام شہر کو ڈھا دیا صرف جامع مسجد کے مینار باقی رہگئے۔ اور اہل بخاری اور سمرقند کو معاف کر دیا۔ پھر اسکے بعد العراق کی طرف واپس آیا۔ مگر تقریر کے معاملہ کی انتہا یہ ہے کہ یہ حضرۃ الاسلام اور دارالخلافت بغداد میں شمشیر بدست داخل ہوئے اور خلیفہ المستعصم باللہ عباسی رحمہ اللہ کو ذبح کر دیا۔(۱)

ابن جزری فرماتے ہیں۔ ہمیں ہمارے شیخ قاضی القضاۃ۔ ابوالبرکات ابن الحاج اعزہ اللہ نے خبر دی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے خطیب اباعبداللہ بن رشید سے سنا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ میں نورالدین بن الزجاج سے جو کہ علماء العراق میں سے ہیں مکہ میں ملا تھا آپکے ساتھ آپکے بھتیجے بھی تھے۔ ان سے خوب باتیں ہوئیں۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے کہ تتر کے فتنہ میں جو عراق میں واقع ہوا تھا۔ اہل علم میں سے چوبیس ہزار آدمی تھے۔ ان میں سے اسوا میرے اور اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے اسکے اور کوئی نہیں بچا۔ (ترجمہ باصل)

ہم شہر بخاری میں ایک سرائے میں جو فتح آباد کے نام سے مشہور ہے اُترے۔ یہیں الشیخ العالم العابد الزاہد سیف الدین باخرزی قدس سرہ کا مزار ہے۔ آپ کبار اولیا میں سے ہیں اور یہ خانقاہ انہیں شیخ کی طرف منسوب ہے۔ بڑی اور اسکے لئے اوقاف بھی بہت بڑے ہیں۔ یہیں ہر وارد و صادر کو کھانا دیا جاتا ہے۔ اسکا شیخ آپ ہی کی ذریات میں سے ہے۔ اسکا نام حاجی سیاح یحییٰ باخرزی ہے۔ اس شیخ نے اپنے گھر میں میری ضیافت کی تھی۔ اور تمام شہر کے اعیان کو جمع کیا تھا۔ قرا نے نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھا۔ واعظ نے وعظ کہا اور زبان ترکی

(۱) یہاں کے قتل عام سے متعلق تاریخ ابوالفدا جلد چہارم صفحات ۱۰۵ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

اور فارسی میں نہایت اچھی طرح گانا گایا۔ وہاں ہماری شب نہایت اچھی اور عجیب اتونیں سے بسر ہوئی۔

ذکر (۳۳) مزار امام بخاری رح

یہاں الفقیہ العالم الفاضل صدر الشریعۃ سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ ہرات سے تشریف لائے تھے۔ صلحائے فضلا میں سے ہیں۔ اور بخاری میں امام العالم ابی عبداللہ البخاری مصنف الجامع الصحیح شیخ المسلمین کے مزار مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوا۔ اسپر یہ عبارت تحریر ہے ھذا قبر محمد بن اسماعیل البخاری قد صنف من الکتب (یہ محمد بن اسماعیل البخاری کا مزار ہے جو کتب ہائے ہذا ۔ کے مصنف ہیں) اسیطرح تمام علمائے بخاری کے مزارات پر انکے نام اور انکی تصانیف کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے میں نے بہت سے نام یادداشت میں لکھ لئے تھے۔ جب کفار الہند نے ہمارا سمندر میں مال و اسباب لوٹا تو اسکے ساتھ یہ فہرست بھی ضائع ہو گئی۔

پھر ہم نے بخاری سے لشکر گاہ سلطان صالح معظم علاء الدین طرمشیرین(۱) میں جانیکے ارادہ سے کوچ کیا۔ اسکے متعلق ہم عنقریب ہی ذکر کرینگے۔ پس ہمارا

فصل (۳۴) نخشب میں ورود

شہر نخشب میں ورود ہوا۔ یہ وہ شہر ہے جسکی طرف شیخ ابو تراب النخشبی(۲) منسوب ہیں چھوٹا سا شہر

(۱) گو خیال ہوتا ہو کہ یہ وہی ترمشیرین خان ہے جسکا ذکر ڈو (ڈو جلد ۔۔) اور فرشتہ نے کیا ہو کہ ۷۲۷ھ میں لشکر کثیر لئے ہوا تھا اس نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور اکثر حصص ہند کو اپنا مطیع و فرمانبردار بھی بنا لیا۔ لیکن محمد شاہ نے اسے بہت کچھ زر و جواہرات دیکر صلح کرلی۔ اور یہاں سے ٹالا۔ پھر اپنا لشکر بڑھا کر ان حصص کو جنپر اس کا اثر غالب ہو گیا تھا تابع کیا۔ ڈو (ڈو جلد) تاریخ ہند صفحہ ۱۳۴۔ لیکن ان ہر دو مورخین کا یہ بیان بالکل بے سر و پا معلوم ہوتا ہے نیز ابن بطوطہ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اسکی کڑی نہیں جڑتی۔ اپنے بعض کرمفرما حضرات سے بھی میں نے اسکا ذکر کیا جو تاریخی الجھنوں سے بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ کسی خاص توجہ نہ ہونے کے باعث یہ گتھی نہ سلجھ سکی اگر خدا نے چاہا تو بشرط موقعہ اس معمہ کو حل اور تردید و تنقید سے ناظرین کی ضیافت طبع کا سامان کروں گا۔ نواحی غزنہ میں اس سردار یا والی کے جنگی جد و جہد کے حالات مطلع السعدین از عبدالرزاق سمرقندی میں بضمن حالات ۷۳۲ھ مطابق ۱۳۳۱ء میں موجود ہیں۔ تاریخ بدایونی نے اس شخص کا نام ترمشیرین لکھا۔

(۲) نفحات الانس سے آپ کے حالات کا کچھ اقتباس پیش کرتا ہوں "ابو تراب نخشبی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ طبقہ اول کے بزرگ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عسکر بن حصین ہی کہتے ہیں کہ عسکر بن محمد بن الحصین مشائخ خراسان میں سے ہیں (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

چاروں طرف باغات اور پانی سے گھرا ہوا ہے۔ ہم اسکے باہر ایک مکان میں اُترے جو یہاں کے امیر کا ہے۔ میری ایک جاریہ تھی۔ جسکے وضع حمل کا زمانہ قریب تھا۔ میں اسے سمرقند لیجانا چاہتا تھا۔ تاکہ وہیں وضع حمل ہو۔ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ محل ہی میں تھی کہ محمل اونٹ پر رکھدیا گیا۔ اور ہمارے کچھ ساتھی رات ہی کو چلدیے۔ وہ اور زاد راہ وغیرہ میرے اسباب سے انہیں کے ساتھ تھا۔ میں اسلیئے ٹھہر رہا کہ ونکو اپنی معیت والوں کے ساتھ روانہ ہوں۔ وہ تو ایک راستہ سے گئے اور میں اسکے سوا دوسرے راستہ سے گیا۔ ہم شام کے وقت لشکر سلطان مذکور میں پہنچے وہاں ہمیں بھوک معلوم ہوئی تو بازار سے بعید پر اُترے۔ ہمارے بعض ساتھیوں نے بقدر بھوک روکنے کے کچھ خریدا۔ اور بعض تاجروں نے ہمیں خیمے عاریۃً دیدیے۔ الغرض ہم شب کو وہیں شب باش ہوتے۔ دوسرے دن ہمارے ساتھی اونٹوں اور باقی ساتھیوں کی تلاش میں نکلے انہیں شام کے وقت پایا۔ لیکر آئے۔ سلطان لشکر سے شکار کے لئے گیا ہوا تھا۔ میں اسکے نائب امیر تقبغا سے ملا۔ اُسنے مجھے اپنی مسجد کے قریب اُتارا۔ اور مجھے ایک خرقہ (خرگاہ) عطا کیا۔ یہ خیمہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ ہم اسکی صورت کے متعلق پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ میں نے جاریہ مذکورہ کو اس خرگاہ میں کیا۔ اسی شب کو اسکے وضع حمل ہوا۔ مجھے خبر دی گئی کہ اولاد نرینہ ہے۔ لیکن ایسا نہ تھا۔ کیونکہ عقیقہ کے بعد میرے ساتھیوں میں سے مجھ سے کسی نے کہا کہ زائیدہ لڑکی ہے۔ پھر میں نے تمام جواری کو جمع کیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا۔ کہ طالع سعد میں لڑکی ہی پیدا ہوئی ہے۔ میں نے یہ دیکھا کہ جب سے وہ پیدا ہوتی ہے تمام چیزوں سے مجھے خوشی ہوتی ہے اور موافق مرضی ہوتے ہیں۔ لہذا ہو پہنچنے کے دو ماہ بعد وہ لڑکی فوت ہو گئی۔ اسکے متعلق عنقریب ذکر آئے گا۔

میں اس شہر میں شیخ الفقیہ العابد مولانا حسام الدین الیاغی سے ملا۔ اسکے ترکی زبان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور علم۔ فتوۃ۔ زہد اور توکل میں شہرۂ آفاق تھے۔ ابو حاتم عطار بصری اور حاتم اصم کے ہم صحبت تھے ابو عبد اللہ جلا داور ابو عبید اللہ بسری (بسرا کے پیر ہیں۔ ابو تراب تین سو کمبل پوشوں کے ساتھ صحرا میں چلے گئے۔ صرف دو آپ کے ساتھ رہے۔ ابو عبد اللہ جلا داور ابو عبید بسری اور باقی کل واپس چلے آئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ عارف وہ ہے جسکی دلجمعی میں کسی چیز سے فرق نہ آسکے۔ اور کل چیزیں اسپر روشن ہوں۔ ...... آپ صحرا میں نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ کے ٹوٹ گئی اسکے اثر سے سال بھر تک تو بقید زیست رہی آخر ۲۴۵ھ میں جبسال ذوالنون نے دنیا سے رحلت فرمایا۔ آپ بھی پردہ پوش ہوئے۔

النائر کے معنی ہیں۔ یہ باشندگان اطرار میں سے ہے۔ اور شیخ الحسن سلطان کے داماد سے بھی ملا۔

ذکر (۲۵) سلطان طرمشیری ماوراء النہر

یہ سلطان المعظم علاء الدین طرمشیرین ہے۔ یہ عظیم الشان بادشاہ بکثرت لشکر دن اور افواج کا مالک ہے اسکی مملکت بہت بڑی ہے۔ نہایت قوت اور عادلانہ حکومت والا۔ اسکے بلاد چار کبار ملوک دنیا کے مابین ہے۔ یعنی ملک الصین۔ ملک الہند۔ ملک العراق۔ اور الملک اوزبک۔ یہ سب لے بدے بھیجتے۔ اسکی تعظیم اور اسکا اکرام کرتے ہیں۔ اپنے بھائی الجکطی کے بعد والی ملک ہوا ہے۔ یہ الجکطی کافر تھا اور اپنے بڑے بھائی کبک کے بعد والی حکومت ہوا۔ یہ کبک بھی کافر تھا۔ لیکن عادلانہ حکومت کرتا۔ اور مظلومین کیلئے منصف تھا اور مسلمانوں کی تکریم و تعظیم کیا کرتا تھا۔

فائدہ (۲۶) حکایت متعلق شاہ کبک

کہتے ہیں کہ اس ملک کبک نے ایک دن فقیہ الواعظ المذکر بدر الدین المیدانی سے گفتگو میں یہ کہا آپ کہتے ہیں کہ اللہ برتر نے اپنی کتاب عزیز میں تمام چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کرنے لگا۔ پھر اس میں میرا ذکر کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ برتر کے اس قول میں "فی ای صورۃ ما شاء رکبک" (سورۃ ۲۷۔ آیۃ ۸) آپ کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ اور عرض کرنے لگا یخشی کے معنی ترکی زبان میں جید یا بہت ٹھیک کے ہیں۔ آپکا بہت زائد اکرام کیا اور مسلمانوں کی بہت تعظیم کرنے لگا۔

فائدہ (۲۷) حکایت دوم متعلق شاہ کبک

کبک کے احکام میں سے جو ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ ہے کہ ایک عورت نے امرا میں سے کسی امیر کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں محتاج اور اولاد والی ہوں۔ میرے یہاں دودھ ہوتا ہے۔ اسکی قیمت سے انکے کھانے پینے کی خبر گیری کرتی ہوں۔ اس امیر نے اسے چھین لیا اور پی گیا اس نے کہا میں اس امیر کا پیٹ کسواتا ہوں۔ اگر اسکے پیٹ سے دودھ نکل آیا تو اپنا کیا پائیگا ورنہ پھر تیرا پیٹ کسا جائیگا۔ اس عورت نے کہا میں نے اسے دودھ حلال کر دیا اور میں اس سے بالکل بے دعویٰ ہوئی۔ اسکے بعد اس نے حکم دیا اسکا پیٹ کسا گیا اور اس سے دودھ نکلا۔

رجوع بذکر سلطان طرمشیرین۔

جب میں محلہ یا لشکر میں کئی دن رہا۔ جسے یہ لوگ اُردو کہتے ہیں۔ ایک دن اپنی عادت کے موافق صبح کی نماز کے لئے مسجد گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو مجھ سے کسی شخص نے ذکر کیا کہ سلطان مسجد میں ہے۔ جب وہ اپنے مصلی پر سے اُٹھا۔ تو میں سلام کے لئے آگے بڑھا۔ شیخ حسن اور فقیہ حسام الدین الیاغی کھڑے ہو گئے۔ اور ان دونوں شخصوں نے میرا حال اور میرے آنے کے متعلق عرض کیا کہ چند دن سے آیا ہوا ہے۔ اُس نے مجھ سے ترکی زبان میں کہا "خُش مَیْسِن بخشی میسن قُطلوایوسن"۔ خش میسن کے معنی ہیں آپ بخیریت ہیں اور بخشی میسن کے معنی ہیں آپ تندرست ہیں۔ اور قطلوایوسن کے معنی ہیں آپ کا قدوم مبارک۔

یہ اسوقت قدسی سبز قبا پہنے ہوئے تھا۔ اور ویسا ہی سر پر ساشیہ بھی تھی۔ پھر وہ اپنے دربار میں پیادہ پا جانے لگا۔ لوگ اسکے سامنے شکایتیں کرنے آجاتے تھے۔ ہر شکایت کرنیوالے کیلئے وہ ٹھہر جاتا تھا۔ شکایت کنندگان میں چھوٹے بھی تھے اور بڑے بھی۔ ذکور بھی اور اُناث بھی۔ پھر مجھے بلا بھیجا۔ میں اُسکے پاس گیا۔ وہ ایک خرگاہ میں تھا۔ اور لوگ اُس خرگاہ کے دائیں اور بائیں باہر کی طرف تھے۔ ان میں سے امرا کرسیون پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور انکے ساتھی انکے سروں پر پیچھے اور سامنے کھڑے تھے۔ اور تمام لشکر صف بستہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک سے سامنے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ یہ سب ڈیوٹی والے لوگ تھے۔ جو یہاں عصر کے وقت بیٹھے ہوتے تھے۔ پھر انکی ڈیوٹی دوسروں نے آکر بدلائی اور وہ آخر رات تک رہے۔ یہاں روئی کے کپڑے کی چھتیں بنی ہوئی تھیں یا سائبان تھے جنہیں یہ لوگ رہا کرتے تھے۔

جب میں بادشاہ کے پاس خرگاہ میں داخل ہوا تو اُسے کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا جو منبر کے مشابہ تھی اور اس پر زرکار ریشم کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ خرگاہ کی اندرونی جانب ریشم کا زرکار کپڑا لگا ہوا تھا۔ اور ایک جواہرات اور یاقوتوں سے مرصع تاج سُلطان کے سر پر لٹکا ہوا تھا۔ اسکے اور سلطان کے سر کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ تھا۔ اور امرائے کبار اسکے داہنے اور بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شاہزادگان انکے سامنے ہاتھوں میں سونے کے گرز پکڑے ہوئے تھے۔ خرگاہ کے دروازہ کے پاس نائب۔ وزیر۔ حاجب اور صاحب العلامۃ تھے جنہیں یہ

آل طمغی کہتے ہیں۔ آل کے معنی سُرخ کے ہیں اور طمغی کے معنی علامت کے۔ انہیں سے چار شخص میری داخل ہونے کے وقت کھڑے ہو گئے۔ اور میرے ساتھ داخل ہوئے۔ میں نے سلطان کو سلام کیا۔ صاحب العلامۃ میرے اور اسکے درمیان ترجمان تھا۔ اُس نے مجھے مکہ، مدینہ اور قدس شرفہا اللہ اور مدینۃ الخلیل۔ دمشق۔ مصر۔ الملک الناصر۔ العراقین اور انکے بادشاہوں اور بلاد الاعاجم کے حالات دریافت کئے۔ پھر موذن نے ظہر کی نماز کی اذان دی۔

پھر ہم واپس آ گئے۔ نماز میں ہمارا اسکا ساتھ ہوا کرتا تھا۔ یہ بڑا ہی سخت مہلک سردی کا زمانہ تھا۔ مگر وہ صبح اور عشا کی نماز جماعت نہ چھوڑتا تھا اور زبان ترکی میں ذکر میں نماز صبح سے طلوع آفتاب تک شریک رہتا تھا۔ اور مسجد کے کل حاضرین اُسکے پاس آتے وہ ان سے خوب ہاتھ دبا کر مصافحہ کیا کرتا۔ نماز عصر تک لوگوں کا یہی فعل جاری رہتا۔ جب اسکے پاس زبیب اور کھجور ہدیۃً لائی جاتی۔ آخر الذکر انکے نزدیک بہت عزیز ہے اور یہ لوگ اسے متبرک بھی جانتے ہیں تو اس میں سے ہر ایک کو جو مسجد میں ہوتا اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا۔

ذکر (۲۸) فضائل طرمشیرین سُلطان ماوراء النہر۔ ذکر (۲۹) سُلطان مذکور کی عبادت وغیرہ۔ فائدہ (۳۰) حکایت متعلقہ۔ ذکر (۳۱) یوزن۔ ذکر (۳۲) طرمشیرین کا خلع۔ ذکر (۳۳) طرمشیرین کا قید کیا جانا۔ ذکر (۳۴) طرمشیرین کا قتل اور پھر ظاہر ہو جانا۔ ذکر (۳۵) طرمشیرین کے عجیب حالات

اِس بادشاہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ یہ ایک دن نماز عصر کے لئے آیا۔ لیکن سلطان نہ آیا تھا۔ اسکا ایک نوعمر جوان غلام سجادہ لیکر آیا۔ اور اُسے محراب کے سامنے جہاں وہ نماز پڑھا کرتا تھا بچھا دیا۔ اور امام حسام الدین الیاغی سے کہا۔ کہ مولانا چاہتے ہیں کہ وہ وضو کر لیں۔ اتنا آپ نماز کے لئے ان کا انتظار کر لیجئے۔ امام مذکور نے فوراً ہی یہ جواب دیا کیا نماز خدا کے لئے ہے۔ یا طرمشیرین کے لئے اور موذن سے کہا کہ تکبیر کہو۔ جب سُلطان آیا تو دو رکعتیں ہو چکی تھیں۔ دو آخری رکعتیں اسنے تنہا قیام کے ساتھ ادا کیں۔ اور اس مقام پر جہاں مسجد کے دروازہ کے پاس لوگوں کے جوتے اُترتے ہیں۔ اور فوت شدہ رکعتیں پوری کیں۔ امام کیطرف مصافحہ کیلئے کھڑا ہو کر بڑھا۔

اور ہنستا جاتا تھا۔ اور محراب کے سامنے بیٹھ گیا۔ الشیخ الامام اسکے پہلو میں اور میں امام کے پہلو میں سلطان نے مجھ سے کہا جب اپنے بلاد میں جانا تو کہنا کہ اعاجم فقراء میں سے ایک فقیر نے سلطان ترک کے ساتھ یہ کیا ہے۔

یہ شیخ ہر جمعہ کو لوگوں کو وعظ کیا کرتا تھا۔ اور سلطان کو وامر پر کاربند ہونے کے لئے کہتا اور نواہی اور ظلم سے منع کیا کرتا۔ سلطان سے نہایت تشددانہ گفتگو کرتا ہے۔ اور وہ اُسکے کہنے پر دم نہیں مارتا۔ اور روتا ہے۔ اور عطائے سلطان میں سے کوئی چیز نہیں قبول کرتا۔ نہ اُس کا کبھی کھانا ہی کھاتا ہے۔ اور نہ اُسکے کپڑوں ہی میں سے پہنتا ہے۔ یہ شیخ اللہ کے صالح بندوں میں سے ہے۔ میں اسکے جسم پر ماسوا ایک روئی دار قبا کے کچھ نہ دیکھتا تھا وہ بھی پرانی اور پھٹی ہوئی اور سر پر ایک نمدے کی ٹوپی ہوتی تھی جسکی قیمت ایک قیراط ہوسکتی تھی۔ لیکن اسپر کوئی عمامہ وغیرہ نہ ہوتا تھا۔ میں نے اس سے ایک دن کہا یا سیدی۔ یہ آپ کیسی قبا پہنتے ہیں۔ یہ تو کچھ اچھی نہیں ہے مجھے فرمانے لگے۔ بیٹا یہ قبا میری نہیں ہے۔ بلکہ میرے لڑکے کی ہے۔ میں نے آپ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ کو جو میرا کپڑا پسند ہو وہ لے لیں۔ آپ فرمانے لگے میں نے پچاس سال سے خدائے برتر سے یہ عہد کیا ہے کہ کسی کی کوئی چیز نہ لونگا۔ اگر میں کسی سے لیتا ہوتا تو تم سے بدرجہ اولیٰ لیتا۔

جب میں نے سفر کا ارادہ اس سلطان کے پاس چون دن قیام کے بعد تو سلطان مذکور نے مجھے سات سو دینار دراہم اور ایک سمور کا لبادہ دیا جسکی قیمت سو دینار ہوسکتی ہے۔ میں اس سے یہ سردی کی وجہ سے مانگ لیا تھا۔ جب اسکے لئے میں نے اُس سے کہا تھا تو اُسنے میری آستینیں اپنے ہاتھ میں پکڑ کر انہیں تواضعاً فضلاً اور حسن خلق کی وجہ سے چومنا شروع کیا۔ اور مجھے دو گھوڑے اور دو اونٹ عطا کئے۔ جب میں اُس سے رخصت ہونے گیا۔ تو اسے اُسکی شکارگاہ کی طرف پایا۔ یہ دن بہت سخت جلے کی سردی کا تھا۔ بخدا اسقدر سخت سردی تھی کہ اس کی وجہ سے میری زبان سے ایک کلمہ بھی نہ نکل سکا۔ وہ اسے سمجھ گیا۔ اور ہنسنے لگا۔ اپنا ہاتھ مجھے دیدیا۔ چنانچہ میں واپس ہوا۔

سرزمین ہند میں میرے پہونچنے کے دو سال بعد مجھے یہ خبر موصول ہوئی کہ بہت سی اسکی قوم کے اور امرا اسکے اس انتہائی بلاد میں جمع ہوئے جو صین کے پاس ہیں یہاں اسکا لشکر کثیر

جمع ہوا۔ اور اسکے چچا زاد بھائی سے جسکا نام بوزن اُغلی تھا۔ بیعت کی۔ نیز جو شاہزادے تھے۔ انھوں نے بھی۔ اسے یہ بوزن اُغلی کہا کرتے تھے۔ گو یہ مُسلمان تھا لیکن اسکے اعتقادات شرعی اور سیرت بُری تھی۔ انکے بیعت کرنے اور طرمشیرین سے خلع کرنیکی وجہ یہ تھی کہ طرمشیرین نے اپنے اُس جد تنگیز لعین کے احکام کی مخالفت کی تھی جس نے بلاد اسلام کو ویران کیا تھا جسکا ذکر پہلے گذر چکا تنگیز نے اپنے احکام کی ایک کتاب بھی تالیف کی تھی۔ جسے یہ الیساق[1] کہتے ہیں انکے یہاں جو اس کتاب کی خلاف ورزی کرتا تھا اُسکا خلع واجب تھا۔ انکے احکام میں یہ بھی تھا کہ سال میں ایک مرتبہ ان کا میلہ ہوتا تھا۔ جسے یہ الطوی کہتے تھے۔ اسکے معنی یوم الضیافۃ کے ہیں۔ اولاد تنگیز اور امرا اطراف بلاد سے آتے تھے۔ اور خواتین اور سرداران افواج حاضر ہوتے تھے۔ اگر سلطان نے ان احکام کی کوئی خلاف ورزی کی ہوتی تھی۔ تو ان میں سے بڑے کھڑے ہو کر اس سے کہتے تھے آپ نے فلاں فلاں کام کی خلاف ورزی کی ہے اور اسطرح متغیر کیا ہے۔ اور ایسا ہے۔ اسلیئے آپکی حکومت سے دست برداری واجب ہے۔ اسکا ہاتھ پکڑ کر تخت شاہی سے اتار دیتے تھے۔ اور اولاد تنگیز میں سے کسی اور کو بٹھا دیتے تھے۔ اور اگر امرائے کبار میں سے اسکے بلاد میں کسی سے کوئی خطا سرزد ہوتی تھی تو اسے جس سزا کا وہ مستحق ہوتا تھا دیتے تھے۔

سُلطان طرمشیرین نے اس میلہ کی رسم کو مٹا یا تھا۔ اس فعل کی سب نے بڑی سخت مخالفت کی اور مخالفت کی یہ بھی وجہ تھی کہ یہ چار سال تک اپنے ان بلاد میں رہا۔ جو خراسان سے متصل تھے۔ اور اُس طرف نہیں گیا۔ جو صین کے قریب ہے۔ اور طریقہ یہ تھا کہ ہر سال بادشاہ اسطرف جایا کرتا تھا تاکہ وہان کے حالات اور اس لشکر کے حالات سے خبردار ہو جو وہاں مقیم ہے۔ کیونکہ ان کا اصل ملک اسی جانب ہے۔ اور دار السلطنت شہر المالق ہے۔ جب انھوں نے بوزن سے بیعت کر لی تو یہ بہت بڑے لشکر کے ساتھ آیا۔ اپنے امرا سے طرمشیرین کو اپنی جان کا خوف ہوا جب ان سے کوئی امن نہ دیکھا۔ تو پندرہ سواروں کے ساتھ بلاد غزنۃ کی طرف راہی ہوا۔

(۱) اس لفظ کے معنی ممنوعات کے ہیں مقریزی۔ نے لکھا ہے کہ اس میں چنگیز خان۔ کے آئین تھے اور دو نام لکھے ہیں۔ یاسا اور یسق۔ کہتے ہیں کہ لفظ سیاستہ اسی سے نکلا ہے میسچی عرب از ایم۔ ڈساسی۔ (M. de Sacy) صفحات ۵۸-۹- تیز ۱۶ طبع دوم میں ان آئینوں کے متعلق ذکر ہے۔ نیز تاریخ مغلان مطبوعہ پیرس ۱۸۲۴ء جلد اول صفحہ ۴۹۶ میں بھی ان آئین کے اذکار ہیں۔

یہ اسکی حکومت میں سے تھی۔ اور اسکا والی اسکے بڑے امرا میں سے اور اسکا صاحب سر بر غطیہ تھا
اس امیر کو اسلام اور مسلمانوں سے بڑی محبت تھی۔ اپنی عملداری میں اس نے تقریبًا چالیس زاویے
بنوائے تھے۔ جنہیں وارد و صادر کو کھانا ملتا تھا۔ اور اسکے ماتحت بڑی فوجیں تھیں، جن آدمیوں
میں سے جس شخص کو تمام بلاد دنیا میں دیکھا ہے۔ یہ اس سے قوی تھا۔

جب اس نے نہر جیحون کو عبور اور بلخ کا راستہ اختیار کیا تو اسے ترکوں میں کسی ترک
نے دیکھا جو ینقی اسکے بھتیجے کبک کے ساتھیوں میں سے تھا۔ سلطان طرمشیرین مذکور نے اپنے
بھائی کبک مذکور کو قتل کر دیا۔ بلخ میں صرف اسکا بیٹا ینقی باقی یا پسماندہ تھا۔ جب اس ترک نے
اسکی خبر دی۔ تو کہا کہ غالبًا اس پر کوئی حادثہ ہوا ہے یہی بھاگنے کا سبب ہے، بس پھر کیا تھا اپنے
ساتھیوں کی معیت میں سوار ہو گیا۔ اسے جا گرفتار کیا اور قید کر دیا۔

جب بوزن سمرقند اور بخارا کی طرف آیا۔ تو لوگوں نے اس سے بیعت کی اور ینقی بھی طرمشیرین
کو لیکر آیا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ سمر کے باہر نسف میں پہونچا تو وہیں قتل کر کے پیوند خاک کیا گیا۔ اسکی
قبر کی خدمت شیخ شمس الدین گردن بریدہ نے اختیار کی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قتل نہیں کیا گیا۔
جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کرینگے۔ آپکو گردن بریدہ اسلئے کہتے ہیں کہ آپکی گردن پر ایک ضرب کا
نشان تھا۔ میں نے آپ کو سرزمین ہند میں بھی دیکھا ہے۔ آپ کا ذکر بعد میں آئیگا۔

جب بوزن بادشاہ ہوا۔ تو طرمشیرین کا بیٹا یعنی شاہ اغل (اغلی) اسکی بہن اور اسکی بیوی
فیروز ملک ہند کے پاس بھاگ آئے۔ انکی اسنے بڑی عظمت کی۔ اور انکو نہایت شان کے ساتھ
اتارا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اسکے اور طرمشیرین کے مابین محبت، رسل رسائل اور ہدیوں تحفوں کا
سلسلہ جاری تھا۔ یہ اسے بھائی کے لفظ سے مخاطب کیا کرتا تھا۔ پھر اسکے بعد ایک شخص سرزمین
سندھ سے آیا۔ کہتا تھا کہ میں طرمشیرین ہوں۔ لوگوں میں باہم اختلاف پیدا ہوا۔ اسے
عماد الملک سرتیز ملک الہند کے غلام اور والی بلاد السند نے سنا۔ اسے ملک عرض کہتے تھے۔
یہ وہ شخص تھا جو لشکر ہائے ہند کو جائزہ بھی لیا کرتا تھا۔ اس جگہ کی حکومت اسی کے سپرد
تھی۔ اور ملتان سندھ کے دار الحکومت میں رہا کرتا تھا۔ اسکے پاس چند ترکوں کو بھیجا جو اسے
پہچانتے بھی تھے۔ یہ واپس آئے اور اسے خبر دی کہ در حقیقت یہ طرمشیرین ہی ہے اسنے

حکم کیا کہ اسکے لئے شہر کے باہر سراچہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ نصب کیا گیا۔ اور اسکے لئے وہی ترتیب دیا گیا جو ایسے لوگوں کے لئے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اسکے استقبال کیلئے نکلا اور پا پیادہ ہوا۔ اور اسے سلام کیا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ سراچہ تک آیا۔ یہ بادشاہوں کی رسم کے موافق سوار ہی داخل ہوا۔ اور اُسکے طرمشیرین ہونے میں کسی کو شک نہ رہا۔ ملک الہند کو اسکی خبر پہنچی۔ اس نے اسکے پاس امرضیا فتوں کے ساتھ استقبال کیلئے بھیجے۔

ملک ہند کی خدمت میں ایک حکیم تھا جس نے پہلے زمانہ میں طرمشیرین کی بھی خدمت کی تھی یہ کبیر حکماء ہند میں سے تھا۔ اس نے کہا کہ میں اسکے پاس جاتا ہوں۔ اور اُسکے حقیقت حال سے آگاہی حاصل کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے اسکے گھٹنے کے نیچے ایک دمل نکل آیا تھا اسکا علاج کیا تھا۔ صرف اسکا نشان باقی تھا۔ میں اُسے پہچانتا ہوں۔ چنانچہ وہ حکیم اسکے پاس آیا مع امرا کے اسکا استقبال کیا۔ اور اسکے پاس گیا۔ اور اسکے تعارف کی وجہ سے اسکے پاس رہا۔ ایک دن اسکے پیر دابنے لگا اور وہ نشان کھول لیا۔ اس نے اُسے گالی دی۔ اور کہا کہ جس دمل کا تو نے علاج کیا تھا۔ اسے دیکھنا چاہتا ہے۔ دیکھ لے وہ یہ ہے۔ اور اُسکا نشان اسے دکھا دیا۔ اُسے ثابت ہو گیا کہ یہ وہی شخص ہے۔ اور بادشاہ ہند کے پاس واپس جاکر اُسے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

پھر وزیر خواجہ جہاں احمد بن ایاس اور کبیر الامراء قطلوخان جو سلطان کے بچپن میں اسکے معلم تھے ملک الہند کے پاس گئے اور عرض کیا۔ یا خوند عالم یہ سلطان طرمشیرین ہی ہے جو آیا ہوا ہے۔ یہاں اسکی قوم کے تقریباً چالیس ہزار آدمی ہیں اور اسکا بیٹا بھی ہے اور داماد بھی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں اگر وہ سب اس سے متفق ہو گئے۔ تو پھر کیا نتیجہ ہوگا۔ اس گفتگو نے بادشاہ پر بہت اثر کیا۔ اور حکم دیا کہ طرمشیرین کو بہت جلد لایا جائے۔ جب یہ اسکے حضور میں حاضر ہوا۔ تو جسطرح دوسرے واردین کو خدمت کیلئے سلام دینا تھا اسے بھی حکم دیا۔ اور اسکی کوئی تعظیم نہ کی۔ اور سلطان نے اُس سے یہ کہا اسے ماذا کانی۔ یہ سخت گالی ہے تو کیسا جھوٹا ہے اور کہتا ہے کہ میں طرمشیرین ہوں۔ حالانکہ طرمشیرین قتل کیا جا چکا ہے۔ اور یہ ہمارے پاس اسکی تربت کا خادم ہے۔ بخدا اگر بدنامی کا خیال نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر ڈالتا۔ خیر اب اسے

پچاس ہزار دینار دیکر شائی اغل اور اسکی بہن کے پاس لیجاؤ۔ یہ دونوں طرمشیرین کی اولاد میں تھیں اور ان سے کہو کہ یہ کاذب اس امر کا مدعی ہے کہ تمہارا والد ہے۔ چنانچہ یہ انکے پاس گیا۔ انہوں نے اسے پہچانا۔ وہ شب کو انہیں کے پاس رہا۔ حراس اسکی حراست کئے ہوئے تھے۔ اور دوسرے دن اسکا اخراج کر دیا گیا۔ وہ ڈرے کہ کہیں اسکے سبب خود انکی جان کے لالے نہ پڑ جائیں اسلئے انھوں نے بھی اس سے انکار کر دیا۔ اور بلاد الہند والسندھ سے اسے بدر کر دیا گیا۔ آخر کار یہ براہ کیچ (کچھ) اور مکران روانہ ہوا۔ اہل بلاد اسکی تکریم کرتے۔ ضیافتیں کرتے۔ اور ہدیے دیتے تھے۔ حتی کہ یہ شیراز پہونچا۔ یہاں کے سلطان ابو اسحق نے اسکا اکرام کیا۔ اور اسکے اخراجات کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ جب میں ہند ہوکر شہر شیراز گیا ہوں تو مجھسے ذکر کیا گیا۔ کہ وہ وہاں ہی موجود ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کا بھی ارادہ کیا لیکن نہ ملسکا۔ کیونکہ وہ جس گھر میں تھا بغیر سلطان ابی اسحق کی اجازت کے وہاں کوئی نہ جاسکتا تھا۔ میں اس امر سے ڈرا کہ مبادا میرے ملنے کے سبب سلطان مذکور کے دل میں کسی قسم کا خیال پیدا ہو۔ لیکن اس سے نہ ملنے کا مجھے بہت افسوس ہوا۔

ذکر (۳۶) رجوع بحال بوزن۔ بوزن کے حالات و مسلمانوں پر ظلم۔ ذکر (۳۷) خلیل سلطان شکست خوردہ۔ ذکر (۳۸) شکست خلیل

یہ ہے کہ جب یہ بادشاہ ہوا تو مسلمانوں کو تنگ اور رعایا پر ظلم کیا۔ اور نصاری اور یہود کے کلیسوں کی عمارات کو طیار کر دیا۔ مسلمان اس سے بہت فضیحت ہوئے اور وقت کا انتظار کرنے لگے اسکی خبر خلیل بن السلطان الیسور المہزوم کو خراسان پہونچی۔ یہ بادشاہ ہرات کے پاس آیا۔ اسکا نام السلطان حسین بن السلطان غیاث الدین الغوری تھا۔ اور اسے جو کچھ اسکے دل میں تھا اس سے آگاہ کیا۔ اور اس سے لشکروں اور مال کی اس شرط پر مدد مانگی کہ فتح حاصل ہونے پر آدھا ملک تقسیم کر دونگا۔ چنانچہ ملک حسین نے لشکر عظیم اسکی معیت میں کر دیا۔ اور ہرات اور ترمذ کے مابین [illegible] میل کی مسافت تھی۔ جب اہل اسلام نے خلیل کے آنے کی خبر سنی تو اس سے اسکے [illegible] دشمن سے جہاد کرنے کے لئے چلے۔

اسکے پاس پہلا آنے والا شخص علاء الملک خداوندزادہ صاحب ترمذ اور امیر کبیر شریف حسینی النسب تھا یہ چار ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر آیا۔ اس سے یہ بہت خوش ہوا۔ اور اپنی وزارت پر مامور کر لیا۔ چنانچہ یہ اسے انجام دینے لگا۔ یہ نہایت دلیر آدمی تھا۔ ہر طرف سے امرا آئے۔ اور خلیل کے ساتھ متفق ہو کر بوزن سے مقابلہ ہوا کل لشکر خلیل سے ملگیا۔ اور بوزن کو اسکے قید کر کے لا کر سپرد کر دیا۔ اسنے اسکا کمان کے چلوں سے گلا گھونٹ دیا۔ یہ انکی عادت ہے کہ شاہزادوں کو قتل نہیں کیا کرتے بلکہ گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ ملک پورے طریقہ پر خلیل کے تصرف میں آگیا اس نے اپنے لشکر سمرقند بھیجے۔ انکی تعداد اسی ہزار تھی۔ ان پر اور انکے گھوڑوں پر زرہیں تھیں۔ جو لشکر اسکے ساتھ ہرات سے آیا تھا اسے واپس کر دیا۔ اور بلاد المالق کا قصد کیا۔ تاتاریوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا سردار بنا لیا۔ اور اطراز (طراز) کے پاس المالق سے تین منزل کے فاصلہ پر اسکا مقابلہ کیا خوب میدان قتال گرم ہوا۔ اور دونوں فریق پیر جا کر لڑے امیر خداوندزادہ اسکے وزیر نے بیس ہزار مسلمانوں سے حملہ کیا جسکی التتر تاب مقاومت نہ لا سکے۔ اور شکست کھا گئے۔ اور خوب تعداد سے گھاٹ اترے۔ خلیل المالق میں تین دن تک ٹھہرا رہا۔ اور باقی ماندہ تاتاریوں کی بیخ کنی کیطرف متوجہ ہوا۔ آخر کار انھوں نے مجبوراً طاعت قبول کر لی پھر یہ خطا اور صین کی سرحدوں کی طرف گیا۔ اور شہر قراقرم اور شہر بش بالغ کو فتح کر لیا۔ سلطان خطا نے اسکے مقابلہ کیلئے اپنے لشکر بھیجے آخر کار دونوں میں صلح ہو گئی۔ خلیل کی حکومت بہت بڑھ گئی۔ اور بادشاہوں کے دلوں میں انکی ہیبت بیٹھ گئی۔ عادلانہ حکومت کرنے لگا۔ اور المالق میں عساکر ترتیب دئے اور یہاں اپنے وزیر خداوندزادہ کو چھوڑ کر سمرقند اور بخارا کی واپس گیا۔

پھر ترکوں نے فتنہ کا ارادہ کیا۔ اور خلیل سے اسکے وزیر مذکور کی چغلی کھائی۔ اور یہ گمان کیا کہ ایک دن وہ شورش ضرور برپا کرے گا۔ اور کہیگا کہ نبی صلعم کے رشتہ داروں میں سے ہوں۔ چونکہ اسکی قرابت سے آیا تھا مستحق سلطنت ہے۔ اسنے ایک والی کو اسکے عوض المالق کیطرف بھیجا۔ اور حکم کیا کہ اپنے ساتھیوں میں سے تھوڑی سی جماعت کے ہمراہ میرے پاس چلا آئے جب اسکے پاس یہ آیا۔ تو اسکے آتے ہی خلیل نے اسے قتل کر دیا۔ یہی اسکی ملک کی ویرانی کا سبب بنی جب خلیل کی حکومت بڑھ گئی تو اس نے بادشاہ ہرات کے خلاف علم بغاوت بلند کیا

جسے اسنے وارث ملک بنایا تھا۔ اور لشکروں اور اموال سے اُسے درست کر دیا تھا۔ اسے یہ لکھ بھیجا کہ اپنے بلاد میں میرے نام کا خطبہ پڑھو اور دنانیر اور دراہم پر میرا نام مسلوک کراؤ۔ اس امر سے ملک حسین بہت غیظ میں آیا۔ اور اس سے چین بجبیں ہوا اور اسے نہایت برا جواب دیا۔ پھر کیا تھا۔ خلیل نے اس سے جنگ کیلئے چڑہائی کر دی۔ لیکن لشکر ہائے اسلام نے اس کی موافقت نہ کی۔ اور انکی نظر میں یہ سلطان حسین کا باغی ٹھہرا۔ جب یہ خبر ملک حسین کو پہونچی تو اسنے مع اپنے چچازاد بھائی ملک ورنا کے چڑہائی کر دی۔ اور دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا خلیل کو شکست ہوئی اور یہ قید کرکے ملک حسین کے سامنے لایا گیا۔ اس نے اسکی جان بخشی کی اور اسے ایک مکان میں رکھدیا۔ اور ایک جاریہ بھی دیدی۔ اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ اسی صورت سے اسے اپنے پاس اور آخر ۷۴۲ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۳۴۲ء میری ہندوستان کیطرف روانگی کے وقت تک رکھا۔

اب ہم پھر اپنے سفر کے حالات کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ جب ہم نے سلطان طرمشیرین کو چھوڑا تو

فصل (۳۹) شہر سمرقند میں ورود

شہر سمرقند میں وارد ہوا۔ یہ شہر دنیا کے بڑے عمدہ اور از روئے جمال کے اتم شہروں میں سے ہے۔ ایک وادی کے کنارے واقع ہے۔ جسے وادی القصارین کہتے ہیں اسپر آب کشی کے چرخ لگے ہوئے ہیں جن باغات میں آب رسانی ہوتی ہے۔ اسکے کنارے اہل بلد نماز عصر کے بعد سیر و تفریح کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ انکے لئے اسپر چبوترے اور نشستیں ہیں۔ اور دکانیں ہیں۔ جن سے پھل اور تمام کھانے کی چیزیں خریدتے ہیں۔ اسکے کنارے بہت بڑے بڑے محل اور عمارتیں ہیں۔ جن سے وہاں کے لوگوں کے علوئے صحت اور برتری کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے اکثر ویران ہو گئی ہیں اور اسیطرح شہر کا بھی بہت سا حصہ ویران ہو گیا ہے۔ نہ اسکی کوئی شہر پناہ ہے اور نہ دروازے اور اندرون میں باغات ہیں۔ اہل سمرقند بہت بااخلاق اور پردیسیوں سے محبت کرنے والے اور بخاری کے باشندوں سے اچھے ہیں۔

ذکر(۴۰) مزار قثم ابن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما ذکر(۴۱) قاضی صدر جہان

سمرقند کے بیرون میں قثم ابن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کا مزار ہے جب آپ نے اسے فتح کیا تو شہید ہوئے تھے۔ باشندگان سمرقند ہر شب دوشنبہ اور جمعہ کو آپکی زیارت کیلئے نکلتے ہیں۔ اور تتر بھی آپکی زیارت کے لئے آتے اور آپکے مزار پر بڑے بڑے چڑھاوے چڑھاتے اور نذریں مانتے ہیں۔ گائے۔ بھیڑ۔ دراہم۔ دنانیر لاتے ہیں۔ یہ سب وارد وصادر اور خانقاہ کے خادموں پر صرف کیا جاتا ہے۔ مزار مبارک پر ایک قبہ چار ستونوں پر قائم ہے۔ ہر پاتے کے ساتھ دو ستون سنگ مرمر کے ہیں۔ بعض سبز ہیں بعض سیاہ بعض سفید اور بعض سُرخ۔ اور قبہ کی دیواریں سنگ مرمر کی ہیں جن پر سونے سے منبت کاری کی ہوئی ہے اور چھت سیسہ کی بنائی گئی ہے۔ اور مزار پر آبنوس کا مرصع کار ایک کٹہرا بنا ہوا ہے۔ جسکے پاؤں پر چاندی منڈھی ہوئی ہے اور اسکے اوپر چاندی کی تین قندیلیں لٹکی ہیں۔ قبہ کا فرش اون اور روئی کا ہے۔ اسکے باہر ایک بہت بڑی نہر ہے، جو خانقاہ کے اس حصہ سے ہوتی ہوئی گذر گئی ہے جو وہاں پر ہے۔ اسکے کنارے درخت انگور اور چنبیلی کی بیلیں ہیں۔ خانقاہ میں بہت سی سکونت گاہیں ہیں۔ جن میں وارد وصادر رہا کرتے ہیں۔ اپنے کفر کے عہد میں تتر نے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا۔ بلکہ اس سے برکت حاصل کرتے تھے۔ کیونکہ اس میں بہت سی کرامتیں دیکھی تھیں۔

اس ضریح مبارک اور اسکے متصلات کے ہر حال کا نگران جب میرا یہاں ورود ہوا تھا۔ امیر غیاث الدین محمد بن عبدالقادر بن عبدالعزیز بن یوسف بن الخلیفۃ المستنصر باللہ العباسی تھا۔ اسے اس کام کے لئے سلطان طرمشیرین جب یہاں عراق سے آیا ہے تو مقرر کیا تھا۔ یہ شخص اب ہندوستان کے بادشاہ کے پاس ہے۔ اسکا ہم عنقریب ذکر کرینگے۔ یہاں کا قاضی الملقب بصدر الجہان تھا۔ یہ فضلا ئے ذوی المکارم میں سے ہے۔ میرے بلاد ھند میں جانیکے بعد یہ بھی بلاد الہند میں گیا تھا۔ لیکن شہر ملتان دار السلطنت بلاد السندھ میں موت کی آغوش میں چلا گیا۔

فائدہ (۲۴) قاضی صدر جہان سمرقند

جب اس قاضی نے ملتان میں انتقال کیا۔ تو اخبار نویس نے اسکے متعلق بادشاہ ہند کو لکھا کہ وہ دربار شاہی میں حضوری کے لئے آیا تھا۔ لیکن اب داعی اجل کی دعوت قبول کرلی جب یہ خبر بادشاہ کو پہونچی تو حکم نافذ کیا کہ اسکی اولاد کو ہزاروں دینار جنکی تعداد مجھے اسوقت یاد نہیں ہے بھیجے جائیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اسکے ساتھیوں کو بھی جتنا انکو دیا گیا ہے دیا جائے کہ اگر وہ بقید حیات ہوتا اور وہ لوگ یہاں آتے تو انھیں دیا جاتا۔ بادشاہ ہند کے جتنے بلاد تھے انہیں سے ہر بلد میں ایک خبر رساں رہتا تھا جسکا فرض یہ تھا کہ جو کچھ اس بلد میں امورات سرزد ہوں انکی اسے اطلاع دیتا رہے۔ اور واردین میں سے جو آئے اس سے بھی مطلع کرے۔ جب کوئی وارد آتا تو یہ دریافت کرکے لکھتے کہ بلد میں سے کہاں سے آیا ہے۔ اسکا نام اس کی شخصیت کے حالات اسکے کپڑے اسکے ساتھیوں کے متعلق اسکے گھوڑوں اور خادموں کے بارہ میں اسکی نشست و برخاست اور کھانے کے حالات۔ الغرض اسکے تمام حالات اور رویہ جس سے اسکی فضیلت یا رذیلت کا علم ہوجاتے۔ اسلئے بادشاہ کے پاس جو وارد پہونچتا تھا۔ وہ اسکے تمام حالات سے آگاہ ہوتا تھا۔ اور اسکے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جاتا تھا جسکا وہ مستحق ہوتا تھا۔ پھر ہم سمرقند سے روانہ ہوکر۔

فصل (۳۴) بلدۃ نسف میں ورود

بلدہ نسف[1] میں وارد ہوئے۔ ہی کی طرف ابو حفص عمر النسفی منسوب ہیں۔ جو فقہائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلافی مسائل ایک منظوم کتاب کے مولف بھی ہیں۔ پھر ہمارا۔

(۱) اس مقام کے متعلق صاحب مراصد الاطلاع لکھتے ہیں۔ یہ بلحاظ آبادی اور غیر ماتحت مواضعات کے بڑا شہر اور جیحون و سمرقند کے ؛ بین واقع ہے۔ اس کا ایک قلعہ بھی ہے۔ اطرافی آبادیاں بھی۔ اور چار دروازے اور ہموار زمین پر واقع ہے۔ یہاں سے پہاڑ دو فرسخ پر کش کے پاس ہیں۔ اس کے متعلق بہت سے کانون بھی ہیں۔ لیکن سوا ایک کے کوئی بہتا ہوا دریا نہیں جو وسط شہر میں جاری ہے۔ جس کی روانی سال کے بعض موسموں میں منقطع بھی ہوجاتی ہے۔ یہاں کے باشندوں کے کھیت اور باغات کنوں سے متصل ہیں۔

فصل (۴۴) شہر ترمذ میں ورود

شہر ترمذ میں ورود ہوا۔ یہ وہ شہر ہے جسکی طرف امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی مولف جامع الکبیر فی السنن[1] منسوب ہیں۔ یہ ایک بڑا شہر اچھی آبادی والا ہے۔ اسکی بازاروں کو نہریں پہاڑتی ہوئی نکل گئی ہیں۔ یہیں بکثرت باغات ہیں۔ اور انگور اور بہی بکثرت پیدا ہوتی ہے جسمیں بے انتہا خوشبو اور گودا بکثرت ہوتا ہے۔ اسیطرح یہاں دودھ کی بھی بہت افراط ہے یہاں کے لوگ حمام میں بجائے کھلی کے دودھ سے سر دھوتے ہیں۔ ہر حمام والے کے پاس ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا ہوا ہوتا ہے جب کوئی شخص حمام میں آتا ہے تو اس میں سے ایک چھوٹے برتن میں اُسے لیکر اسکا سر دھوتا ہے۔ یہ بالوں کو نرم اور چکیلا کر دیتا ہے۔ باشندگان ہند اپنے سروں میں تلی کا تیل لگاتے۔ اور اسے السیراج کہتے ہیں۔ پھر اسکے بعد بالونکو کھلی سے دھوتے ہیں۔ اس سے جلد نرم ہو جاتی اور بال چمکدار ہو جاتے اور بڑھتے بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ باشندگان ہند اور انکے ساتھ رہنے والوں کی داڑھیاں لمبی ہوتی ہیں۔

باب (۴۱) چہل و یکم

فصل (۱) خراسان میں داخلہ اور ملک ترکستان کی سیاحت۔ ذکر (۲) بادیہ

قدیم شہر ترمذ جیحون کے کنارے تھا جب اسے چنگیز نے ویران کر دیا۔ تو نہر سے دو میل کے

(۱) صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ نے اس نام کی بہت سی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن کوئی کتاب آپکی طرف منسوب نہیں۔ ہاں جامع الصحیح ضرور ہے جسکی آپکی طرف نسبت ہے صاحب نفحات الانس نے بھی آپکا کچھ ذکر بضمن حال ابوبکر الوراق الترمذی کیا ہے ملاحظہ ہو ۲۰۱ ابوبکر الوراق الترمذی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ آپکا اسم گرامی محمد بن عمر الحکیم الترمذی ہے۔ اصل وطن ترمذی تھا۔ آپ کا مزار بھی یہیں ہے۔ لیکن بلخ بھی تشریف لیگئے تھے۔ صاحب مسند ابوعیسیٰ ترمذی کے ماموں ہیں۔ غالباً ابن بطوطہ نے اسی مسند کو الجامع الکبیر کہدیا ہے۔ اس کتاب کے نسخے میں سے ایک نسخہ اکسفورڈ میں ہے فہرست کتب زادوی (نمبر ۱۸۷۔ ڈی ہربلوٹ (De Herbelot) ذکر جامع الکبیر تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۲۷۵۔

فاصلہ پر اس نئے شہر کی بنا ڈالی گئی۔ یہاں میں شیخ الصالح عزیزان کی خانقاہ میں اترا تھا۔ آپ کبار اور کرامتے مشائخ میں سے بہت دولتمند اور صاحب اراضی و باغات ہیں اور اپنے مال میں سے وارد و صادر پر صرف کرتے ہیں۔ میں اپنے اس شہر میں پہونچنے سے پہلے یہاں کے والی علاء الملک خداوند زادہ سے مل چکا تھا اور اسی خانقاہ میں میری ضیافت کیلئے اسنے دعوت نامہ بھی بھیجا تھا۔ ہمارے یہاں قیام کے زمانہ میں روزانہ ہمارے لئے ضیافت آتی تھی میں یہان کے قاضی قیام الدین سے بھی ملا۔ اسوقت وہ سلطان طرمشیرین سے ملنے اور اس سے بلاد ہند کیطرف سفر کرنے کی اجازت مانگنے کیلئے جارہے تھے۔ اسکے بعد عنقریب میرا اور آپ کے دونوں بھائیوں ضیاء الدین اور برہان الدین سے ملتان میں ملنے اور ہند کیطرف ساتھ سفر کرنے کا ذکر آئیگا۔ اور آپکے دوسرے بھائیوں عماد الدین اور سیف الدین اور ان سے پادشاہ ہند کے دربار میں ملنے اور اسکے دونوں بیٹوں اور اسکے بادشاہ ہند کے پاس اپنے والد کے قتل ہو جانے کے بعد آنے اور پھر وزیر خواجہ جہان کی دونون لڑکیوں کے ساتھ شادی ہونے الغرض انشاء اللہ کل حالات کا ذکر آئے گا۔

پھر ہم نہر جیحون عبور کرکے بلاد خراسان کیطرف آئے اور ترمذ سے واپسی کے بعد ہمیں ڈیڑھ دن تک ایک وادی صحرا اور ریگ میں طے کرنی پڑی جسمیں کوئی آبادی نہ تھی۔ الغرض۔

فصل (۳) شہر بلخ میں ورود

ہمارا شہر بلخ[۱] میں ورود ہوا۔ یہ شہر ویران واجاڑ اور غیر آباد ہے۔ لیکن جو اسے دیکھتا ہے آباد سمجھتا ہے۔ کیونکہ اسکی عمارتیں نہایت مستحکم ہیں۔ یہ نہایت گھنی آبادی والا اور کشادہ شہر ہے۔ اسکی مساجد اور مدارس کی دیواروں کے نقش و نگار ابتک باقی ہیں۔ اسکی ان عمارات میں دو دو انگل گہری لاجورد کی منبت کاری ہے لوگ لاجورد کی خراسان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ لیکن یہ بدخشان کے پہاڑوں سے لیا جاتا ہے جسکی طرف یاقوت بدخشی منسوب ہے۔ عام لوگ اسے بلخش کہتے ہیں۔ اسکا انشاء اللہ تعالے عنقریب ذکر آئے گا۔ اس شہر کو تنگیز لعین نے ویران

(۱) بحوالہ مراصد الاطلاع خراسان میں پانچ برا دو وسعت غیرہ ہونیکی وجہ سے ایک مشہور شہر ہے اسکے اور ترمذ کے مابین بارہ فرسخ کا فاصلہ ہے۔

کر دیا اور اسکی مسجدوں میں سے تقریباً تہائی مسجدیں منہدم کر دی تھیں کہ اس سے یہ کہدیا گیا تھا کہ اسکے ستونوں میں سے ایک ستون کے نیچے خزانہ ہے۔ یہ دنیا کی تمام مسجدوں میں اچھی اور فراخ ترین ہے۔ اور رباط الفتح کی مسجد جو مغرب میں ہے ستونوں کی کلانی میں اسکے مشابہ ہے اور بلخ کی مسجد جو اسکے ماسوا ہے۔ اس سے اجمل ہے۔

فائدہ (۴) حکایت متعلق مسجد بلخ

کسی مورخ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ بلخ کی مسجد ایک عورت کی بنوائی ہوئی ہے جس کا شوہر بنی عباس کیطرف سے بلخ میں امیر تھا۔ اسے داؤد بن علی کہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ خلیفہ باشندگان بلخ پر ناراض ہوا۔ اسکا باعث وہی لوگ تھے۔ انکے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجا جو ان پر نہایت سخت جرمانہ کرے۔ جب یہ شخص بلخ پہونچا۔ تو یہاں کی عورتیں اور بچے اس عورت کے پاس آئے جس نے مسجد بنائی ہے۔ یہ انکے امیر کی زوجہ تھی۔ ان سب نے اپنا حال اور جرمانہ کی کیفیت بیان کی۔ اس نے اُس امیر کے پاس جو انپر جرمانہ کرنے آیا تھا۔ ایک شخص کے ہاتھ اپنا جواہرات سے مرصع ایک کپڑا بھیجا جسکی قیمت اس رقم سے زیادہ تھی جو اہل بلخ پر جرمانہ کری تھی اور اس سے کہا یہ کپڑا لیکر خلیفہ کے پاس چلا جا یہ میں نے باشندگان بلخ کیطرف سے انکے ضعف حال کی بنا پر صدقہ دیا ہے۔ یہ خلیفہ کے پاس چلا گیا۔ اور اسکے سامنے یہ کپڑا ڈال دیا۔ اور سارا حال بیان کیا۔ خلیفہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور کہا کیا عورت ہم سے زیادہ صاحب کرم ہے اور حکم دیا کہ اہل بلخ سے جرمانہ لینا موقوف کر دیا جائے۔ اور کہا کہ کپڑا اس عورت کو واپس کر دیا جائے اور باشندگان بلخ پر ایک سال کا خراج بھی معاف کر دیا۔ وہ امیر بلخ کیطرف واپس آیا اور اس عورت کے مکان پر آیا۔ اور خلیفہ نے جو کچھ کہا تھا اس سے کہا۔ اور اسے وہ کپڑا واپس کر دیا۔ اس نے اس سے کہا خلیفہ نے اس کپڑے کو دیکھا بھی تہا۔ اس نے کہا ہاں۔ کہنے لگی جس کپڑے پر غیر محرم کی نظر پڑ چکی اُسے میں نہ پہنونگی۔ اور حکم کیا کہ اسے فروخت کر ڈالا جائے۔ اُسی سے مسجد خانقاہ اور الکذان کی ایک رباط بنوائی جو ہنوز آباد ہے۔ پھر بھی اس کپڑے کی قیمت میں سے تہائی رقم بچ رہی۔ کہتے ہیں کہ اس نے اس باقی رقم کے متعلق حکم کیا کہ مسجد کے کسی ستون کے نیچے دفن

کردیں تاکہ بوقت ضرورت وہاں سے اسکا نکالنا آسان ہو۔

جب تنگیز کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو مسجد کے ستونوں کو گرانے کا حکم دیدیا۔ انہیں سے تقریباً تین ستون گرائے گئے۔ جب کچھ نہ ملا تو باقی کو جیسے تھے ویسا ہی چھوڑ دیا۔

ذکر (۵) حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا مزار

بلخ کے بیرون میں عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلعم وسلیما کا مزار ہے۔ آپ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے۔ اسپر ایک بہت بڑی خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ ہم اس میں اترے تھے۔ اسکے باہر پانی کا ایک عجیب حوض بنا ہوا ہے اور اسپر اخروٹ کا ایک بہت بڑا درخت ہے۔ وارد ین گرمیوں کے زمانہ میں اسکے سایہ میں اترتے ہیں۔ اس خانقاہ کے شیخ کو لوگ حاجی خرد کہتے ہیں۔ جسکے معنی چھوٹے کے ہیں۔ ہمارے ساتھ سوار ہوا تھا اور اس شہر کے تمام مزارات دکھائے تھے جن میں سے۔

ذکر (۶) حزقیل النبی علیہ السّلام کا مزار

حضرت حزقیل النبی علیہ السلام کا مزار ہے۔ اسپر ایک اچھا قبہ بنا ہوا ہے۔ یہاں ہم نے اور بھی بہت سے صالحین کے مزارات کی زیارت کی تھی۔ جواب مجھے یاد نہیں ہیں۔

ذکر (۷) ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کا مکان

ہم ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کے مکان میں اترے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا مکان ہے جو سفید پتھر کا جو الکذان کے مشابہ ہے۔ بنا ہوا ہے۔ اس خانقاہ کے متعلق ایک کھیت ہے جسکے راستے بند کر دیے گئے ہیں۔ اسلئے ہم اس کھیت میں نہ جاسکے۔ یہ جامع مسجد کے قریب ہے۔

پھر ہم نے شہر بلخ سے کوچ کیا۔ اور قوہستان (قہستان) کے پہاڑوں میں سات دن تک مسافت طے کرتے رہے۔ اس میں بہت آباد مواضعات ہیں۔ جاری پانی اور بکثرت درخت بھی ہیں اور بہت سی خانقاہیں ہیں ان میں وہ صالح لوگ رہتے ہیں جنہوں نے خدائے برتر کیلئے دُنیا سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ پھر اسکے بعد۔

فصل (۸) شہر ہرات میں ورود

ہمارا شہر ہرات میں ورود ہوا۔ یہ خراسان کے تمام شہروں میں سے بہت آباد ہے خراسان کے شہر بہت بڑے بڑے ہیں جنکی تعداد چار ہے۔ ان میں سے دو یعنی ہرات اور نیشاپور تو آباد ہیں اور دو یعنی بلخ اور مرو ویران ہیں۔ شہر ہرات بہت بڑا ہے۔ اسکی آبادی بہت زائد ہے۔ یہاں کے باشندے صلاح و عفاف اور دیانت سے متصف ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے پیرو کار ہیں۔ انکا بلد فساد سے بالکل پاک ہے۔

ذکر (۹) سلطان ہرات

یہ سلطان المعظم حسین بن السلطان غیاث الدین الغوری ہے۔ اسکی شجاعت(۱) زبان زد خلائق ہے۔ اور اسکی تائید و سعادت سب منجانب اللہ ہے۔ اسکی دو مقامات پر تائید ہوئی ہے جس سے نہایت تعجب ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ جب اسکا لشکر اُس سلطان خلیل کے مقابل ہوا تھا جس نے اسکے خلاف کی تھی۔ اسکی تائید کا یہاں تک نتیجہ ہوا کہ یہ اسکے سامنے قید

(۱) دست برد زمانہ کے کھیل ہیں کہ وہ خاندان جسکی یہ نسل ہے اس زمانہ سے پہلے ہی معدوم ہو چکا تھا۔ ملاحظہ ہو ابوالفدا جلد چہارم صفحات ۹ - ۲۲۸ - اس خاندان کے آغاز کے متعلق تاریخ ہند از ڈوسن (ایلیٹ) جلد اول صفحہ ۳۴۲ مفید ہے غالباً یہ ملک عزالدین حسین بن غیاث الدین بحوالہ ڈی جگنس (Deguignes) ہے جو تقریباً ۱۳۳۲ء مطابق ۱۳۳۲ء میں برسر حکومت تھا۔ تاریخ ہنس جلد اول صفحہ ۲۱۰۔ نیز جلد چہارم صفحہ ۳۱۳ وغیرہ اور ڈی ہربلوٹ اس کا ذکر بضمن شمس الدین کرتے ہیں۔ مطلع السعدین میں اس کا والی ملک اور اس کے ماتحتوں کا حال بایں الفاظ ہے "ابو سعید کے انتقال کے چوتھے سال بعد شاہ معزالدین حسین نے ہرات میں حکومت کی۔ سلطان ابو سعید کے انتقال کے بعد حاکمان عراق و خراسان نے ایک دوسرے کی مطاوعت چھوڑ دی تھی۔ ہر گوشہ سے ایک متغلب نے سر اٹھایا تھا۔ اور ہر طرف ایک سرکش حکومت کے خیال میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اس لئے اسراف اطراف اور اعیان بلدان نے عدل و احسان کے شہرہ کی وجہ سے دار الامان ہرات کی طرف رخ کیا اور ملک معزالدین حسین کے ظلال مرحمت میں پناہ لیکر دلجمعی کی زندگی بسر کرنے لگے چونکہ یہ سلطان سیرت حمیدہ اور خصلت پسندیدہ سے موصوف تھا۔ سب کو اپنی پناہ عاطفت اور ظل رافت میں لے لیا اور یہ اسکے فیض مکرمت اور سحاب موہبت سے سیراب ہوئے" یہ اقتباس ابن بطوطہ کے گذشتہ بیان کا موید ہے۔

کرکے حاضر کیا گیا اور دوسرے وقت جب مسعود رافضیوں کے سلطان سے بنفس نفیس اسکا مقابلہ ہوا جسکی انتہا یہ ہے کہ سلطان رافضہ نے شکست کھائی۔ بھاگ کھڑا ہوا اور اسکا ملک نکل گیا۔ سلطان حسین اپنے بھائی کے بعد جو بلقب حافظ مشہور تھا والی ملک ہوا۔ اور اسکا یہ بھائی اپنے والد غیاث الدین کے بعد والی ہوا تھا۔

ذکر (۱۰) حالات فرقہ رافضہ و فائدہ (۱۱) حکایت متعلقہ

خراسان میں دو شخص تھے ان میں سے ایک کا نام مسعود تھا اور دوسرے کا نام محمد۔ ان دونوں کے پانچ ساتھی اور تھے۔ ان لوگوں کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا۔ یہ لوگ عراق میں شطّا کہلاتے ہیں۔ اور خراسان میں سرابہ اور الحال (سربداران) اور مغرب میں انہیں صقورۃ کہتے ہیں۔ ان ساتوں نے فساد اور قطاع الطریقی پر خوب کمر باندھی ہے اور مال لوٹا ہے انکے متعلق خوب شہرت ہے۔ ایک بلند پہاڑ پر شہر بیہق کے قریب رہتے ہیں۔ اسے شہر سبزار (سبزوار) بھی کہتے ہیں۔ دن کو پوشیدہ رہتے ہیں اور رات اور شام کو نکلتے ہیں۔ مواضعات پر چھاپے مارتے اور راہ زنی کرتے ہیں اور لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں۔ جو انکی طرح شر و فساد والے ہیں وہ بھی انکے شریک ہو گئے ہیں۔ یہانتک کہ انکی تعداد بڑھ گئی۔ اور انکی ہیبت بہت جم گئی۔ اور لوگ ان سے ڈرنے لگے۔ انھوں نے شہر بیہق پر ایسا چھاپا مارا کہ اسکے مالک ہی بنگئے۔ پھر اسکے ماسوا اور بھی کئی شہروں پر قابض ہو گئے۔ بہت سا مال حاصل کیا۔ لشکر قائم کئے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہونے لگے مسعود نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ اور غلام اپنے آقاؤں کے پاس سے انکا مال لیکر بھاگتے اور اسکے پاس جمع ہونے لگے۔ یہانتک کہ ان میں سے جسکا غلام بھاگ جاتا۔ اسکا گھوڑا اور مال اسے دیدیتا۔ اور اگر اس سے کوئی شجاعت ظاہر ہوتی۔ تو اسے ایک جماعت کا افسر بنا دیتا۔ اس طرح اسکا لشکر بہت بڑھ گیا اور اسکی حکومت غالب ہو گئی۔ ان سب نے مذہب رفض اختیار کر لیا۔ اور خراسان کے اہل سنت کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے تا بانجا رسید کہ تمام خراسان میں صرف ایک کلمہ رافضیہ تھا۔ مشہد عوس میں رافضہ کا ایک شیخ تھا جسے حسن کہتے تھے۔ اسے عوس صلحا میں سے سمجھتے تھے۔ اسکے ساتھ متفق ہوتے اور

اسے خلیفہ کا لقب دیدیا۔ اس نے ان سب کو عدل پر عامل ہونے کا حکم دیا۔ انھوں نے بھی اسکا اتباع کر دکھایا۔ یہانتک کہ دراہم اور دنانیر انکے لشکر میں پڑے رہا کرتے تھے جسکی نظر پڑجاتے وہ اٹھا لیتا۔ جب ان کا مالک آتا تو اسے دیدیتا۔ حتیٰ کہ ان کا نیشاپور پر بھی غلبہ ہوگیا۔ سلطان طغیتمور نے آپکے مقابلہ کیلئے لشکر بھیجے، انھوں نے اسے شکست دیدی۔ پھر اس نے اپنے نائب ارغون شاہ کو انکے مقابلہ کے لئے بھیجا انھوں نے اسے بھی شکست دیدی اور قید کرلیا۔ لیکن پھر چھوڑ دیا۔ پھر بنفس نفیس طغیتمور نے پچاس ہزار تتر کی سرکردگی میں ان کا مقابلہ کیا۔ انھوں نے اسے بھی شکست دی اور اسکے بلاد پر قابض ہوگئے۔ اور سرخس اور الزادہ اور طوس پر بھی قبضہ کرلیا۔ آخرالذکر اعظم بلاد خراسان میں سے ہے اور اپنے خلیفہ کو مشہد علی بن موسیٰ الرضیٰ میں کہا۔ اور شہر جام پر قبضہ جمالیا۔ اسکے باہر پڑاؤ ڈالا۔ شہر ہراۃ کا ارادہ رکھتے تھے۔ انکے اور مقام مقصود کے مابین چھ منزل کا فاصلہ ہے۔

جب یہ خبر ملک الحسنی کو پہنچی، تو اسنے تمام امرا لشکروں اور باشندگان شہر کو جمع کیا اور انسے مشورہ کیا کہ جبتک یہ لوگ آئیں اسوقت تک یہیں ٹھہرے رہیں یا انکے مقابلہ کیلئے کوچ کریں اتفاق اسپر ہوا کہ انکے مقابلہ کیلئے بڑھنا چاہیئے۔ یہ ایک ہی قبیلہ کے لوگ تھے جنھیں الغوریہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ غور الشام کی طرف منسوب ہیں۔ اور ان کی اصل بھی اُسی سے ہے۔ ان سب نے لڑائی کا سامان کیا۔ اور اطراف بلاد میں جمع ہوئے انکی بود و باش مواضعات اور صحرا و مرغیس (بدغیس) میں تھی جسکی چار منزل کی مسافت ہے۔ یہاں کی نباتات ہمیشہ ہری رہتی ہے۔ اس میں یہ اپنے چوپائے اور گھوڑے چرایا کرتے ہیں۔ یہیں اکثر پستہ کے درخت ہیں یہیں سے سرزمین العراق کی طرف یہ لادا جاتا ہے۔

انکی قوت بازو باشندگان شہر سمنان ہیں۔ سب نے رافضہ پر چڑھائی کی۔ انکی تعداد ایکسو بیس ہزار تھی۔ جن میں پیادے بھی تھے اور سوار بھی۔ ان کا سپہ سالار الملک الحسنی تھا۔ رافضہ ایک سو پچاس ہزار کی تعداد میں صرف سوار ہی سوار جمع ہوئے تھے دونوں صحرائے بوشنج میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ دونوں فریق خوب جم جما کر لڑے۔ آخرکار میدان رافضہ ہی کے ہاتھ رہا انکا سلطان مسعود تو بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن بیس ہزار کی افواج کے ساتھ انکا خلیفہ

میدان کارزار میں جمع رہا حتیٰ کہ یہ قتل ہو گیا۔ اور فریق مخالف کے بہت سے لوگوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور تقریباً اُن میں سے چالیس ہزار کو قید کر لیا۔ جو لوگ اس جنگ میں موجود تھے۔ ان میں سے بعض نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ قتال کا آغاز چاشت کے وقت سے ہوا تھا اور شکست زوال کے وقت۔ ظہر کے بعد ملک الحسین میں اترا اور نماز پڑھی۔ پھر کھانا آیا۔ یہ اور اسکے بڑے ساتھی کھانا کھاتے تھے۔ اور تمام لوگ قیدیوں کی گردنیں مار رہے تھے۔

اس فتح عظیم کے بعد جب اللہ برتر نے اسکے ہاتھ سے اہل سنتہ کو عطا کیا تھا یہ اپنے پایہ تخت کی طرف واپس آیا۔ اور فتنہ کی آگ بجھی یہ واقعہ میرے ہندوستان سے ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء میں نکلنے کے بعد ہوا۔

ذکر (۱۲) فقیہ نظام الدین مولانا

ہرات میں ایک شخص زہاد صلحاء کے فضلاء میں سے تھا جسے نظام الدین مولانا کہتے ہیں۔ باشندگان ہرات اس سے بہت محبت کرتے اور اس کے فرمانے پر رجوع ہوتے تھے۔ یہ انھیں نصیحت کرتا اور ذکر اتا تھا یہ سب اسکے ساتھ منکرات کو دور کرنے میں موافقت کرتے انکے ساتھ اس امر پر شہر کے خطیب نے جو ملک ورنا کے نام سے مشہور تھا۔ یک جہتی اختیار کر لی تھی۔ یہ الملک الحسین کے چچا کا لڑکا تھا۔ اور اسکے والد کی زوجہ کے ساتھ اسکی شادی ہوئی تھی۔ از روئے صورت و سیرت کے یہ شخص تمام لوگوں میں اچھا تھا۔ اور بادشاہ کو اس سے اپنی جان کا خوف بھی تھا۔ اسکی خبر ہم عنقریب حوالہ قلم کریں گے۔ جب ان لوگوں کو کسی منکرات کا علم ہوتا۔ چاہے بادشاہ ہی کی کیوں نہ ہو اسی بدل ڈالتے تھے

فائدہ (۱۳) حکایت متعلق فقیہ مذکور

مجھ سے ذکر کیا گیا کہ ان کو ایک دن علم ہوا کہ ملک الحسین کے گھر میں کوئی منکر امر ہوا ہے یہ لوگ اسکے رفعیہ کیلئے جمع ہو گئے یہ انکی وجہ سے اپنے گھر کے اندر پناہ گزین ہو گیا۔ یہ سب لوگ دروازہ پہ ۶ ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ یہ ان سے خوف زدہ ہوا۔ فقیہ اور

شہر کے بڑے لوگوں کو بلایا۔ امر منکر یہ تھا کہ اسنے شراب پی تھی۔ انھوں نے اسکے قصر کے اندر ہی اسپر حد قائم کی اور پھر اسکے یہاں سے واپس آگئے۔

فائدہ (۱۴) حکایت فقیہ نظام الدین مذکور کے قتل کا سبب

جو ترک لوگ شہر ہرات کے لئے بود و باش رکھتے تھے ان کا قیام صحرا میں تھا اور انکا بادشاہ طغیتمور تھا جسکا ذکر ہوچکا ہے۔ انکی تعداد تقریبًا پچاس ہزار تھی۔ ان سے ملک الحسین خوف زدہ رہتا تھا۔ اور انھیں ہر سال ہدایا بھیجا کرتا اور مدارات کیا کرتا تھا۔ یہ رافضہ کی شکست سے پہلے تھا۔ لیکن رافضہ کو شکست دینے کے بعد یہ انپر غالب آگیا۔ ان ترکون کی عادت تھی کہ یہ شہر ہرات میں آمد و رفت رکھا کرتے تھے اور اکثر یہاں شراب نوشی بھی کیا کرتے تھے انہیں سے جب کوئی ترک آتا اور نشہ کی حالت میں ہوتا تو جب اس حالت میں یہ نظام الدین کو ملجاتا تو حد لگایا کرتے۔ یہ ترک بڑے بہادر اور رعب کے تھے۔ ہمیشہ بلاد الہند پر چھاپے مارا کرتے تھے۔ انکو پکڑ لیتے اور قتل کر دیا کرتے۔ اکثر سرزمین ہند کی عورتوں کو بھی جو کفار میں رہا کرتی تھیں پکڑ لیجاتے۔ جب یہ انہیں لیکر خراسان آتے تو نظام الدین ان عورتونکو ترکون کے ہاتھ سے آزاد کردیا کرتے۔

ذکر (۱۵) سرزمین ہند کی مسلمان عورتونکی شناخت و ذکر (۱۶) ہلاک ورنا

سرزمین ہند کی مسلمان عورتونکی یہ شناخت ہے کہ یہ کان نہیں چھدا تیں اور کافر عورتونکے کان چھدے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک امیر نے امرائے ترک میں سے جسکا نام تمورالطی تھا۔ ایک عورت کو پکڑ لیا۔ اور اسے سخت تکلیف دی۔ جب یہ معلوم ہو کہ مسلمان ہے تو فقیہ نے اسے اسکے ہاتھ سے نکال لیا۔ اس ترک پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ اور اپنے ہزاروں ساتھیوں کے ساتھ سوار ہوکر ہرات کے گھوڑوں پر تاخت کی۔ یہ صحرائے مرغیس (بدغیس) میں اپنی چراگاہ میں تھے اور انکو لیگیا اور اہل ہرات کی سواری کے لئے ایک بھی نہ چھوڑا۔ اور نہ کوئی جسکا یہ دودھ ہی دوہتے۔ اوران سب کو وہیں ایک پہاڑ کے اوپر لیکر چڑھ گیا۔ اس مقام پر کسی کو ان سے تاب مقاومت نہ تھی۔

اب نہ سلطان ہی کو گھوڑے ملے اور نہ اسکے لشکر ہی کو۔ کہ ان پر سوار ہو کر انکا پیچھا کرتے اسلئے انکے پاس ایک قاصد بھیجا کہ جو چوپائے اور گھوڑے لیگئے ہیں انہیں واپس کر دیں اور انہیں اس معاہدہ کی بھی یاد دلائی جو انکے مابین ہوا تھا۔ انھوں نے سوار کو جواب دیدیا کہ ہم تو واپس نہیں کر سکتے۔ جبتک کہ فقیہ نظام الدین کو ہمیں حوالہ نہ کر دوگے۔ سلطان نے جواب دیا کہ اس کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ شیخ ابو احمد الجستی شیخ مودود الجستی کے پوتے تھے۔ خراسان میں انکی بڑی عظمت تھی اور باشندگان خراسان اسے فرمانے کے بڑے متبع تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں اور غلاموں کی ایک لشکرانہ جماعت کے ساتھ سوار ہوئے اور یہ کہا کہ میں فقیہ نظام الدین کو اپنے ساتھ ترکوں کے پاس لیجاؤنگا تاکہ وہ اس امر سے راضی ہوجائیں۔ پھر واپس لے آؤنگا لوگ آپ کے فرمانے پر متفق ہو گئے۔ جب انکا فقیہ نظام الدین نے اس امر پر اتفاق دیکھا تو شیخ ابی احمد کے ساتھ سوار ہو گئے اور ترکوں کے پاس پہونچے۔ امیر تمور الطی آپ کے مواجہ کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ تو ہی وہ شخص ہے جس نے میری عورت کو میرے تحت سے لیلیا ہے۔ اور ایک ہوس آپکے سر پر مارا جس سے آپ کا دماغ پھٹ گیا اور مردہ ہو کر شیخ ابی احمد کے ہاتھوں میں گر پڑے پھر وہاں سے آپ اپنے بلدہ میں واپس چلے آئے۔

ترکوں نے جو گھوڑے اور چوپائے لے لئے تھے۔ واپس کر دئیے۔ ایک مدت کے بعد وہ ترکی جس نے فقیہ کو شہر ہرات میں قتل کیا تھا۔ آیا۔ فقیہ کے ساتھیوں کا ایک گروہ اسکے پاس اس طرح آیا گویا اسے سلام کرنے آئے ہیں۔ اور اسکے کپڑوں کے اندر تلواریں پوشیدہ تھیں۔ الغرض اسے انھوں نے قتل کر ڈالا اور اسکے ساتھی بھاگ گئے۔ اسکے بعد ملک حسین نے اپنے چچازاد بھائی ملک ورنا کو جو فقیہ نظام الدین کا منکرات کے متغیر کرنے میں رفیق تھا قاصد بنا کر ملک سجستان کے پاس بھیجا جب یہ وہاں پہونچ گیا تو اسکے پاس ایک آدمی سے کہلا بھیجا کہ وہیں رہنا اور میرے پاس واپس نہ آنا۔ پھر بلاد الہند کا ارادہ کیا۔ جب میں یہاں سے نکل رہا تھا۔ تو سندھ کے شہر سیوستان میں اس سے ملاقات ہوئی یہ فضلا میں سے تھا اور طبیعت

میں ریاست کی محبت تھی۔ شکار، ہتھیاروں، گھوڑوں، غلاموں، مصاحبوں اور فاخرانہ لباس شاہی کی طرف بہت مائل تھا۔ جو اس ترتیب سے ہو اُسکی حالت سرزمین ہند میں ٹھیک نہیں رہ سکتی آخر اسکا معاملہ تا اینحال پہونچا کہ شاہ ہند نے اسے ایک چھوٹے سے بلد کا والی بنا دیا۔ اور یہاں ہند میں جو باشندگان ہرات رہتے تھے۔ انہیں سے کسی نے اسکو کسی جاریہ کے معاملہ میں قتل کر ڈالا یہ بھی کہتے ہیں کہ بادشاہ ہند کے فریب سے اسکا قتل عمل میں آیا۔ اس معاملہ میں ملک حسین کی بھی سعی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک ورنا مذکور کے بعد ملک الہند کی خدمت میں ملک الحسین آیا۔ اسے ملک الہند نے تحفے دئے اور بلاد السندھ میں سے شہر بکار عطا کیا جسکی سالانہ آمدنی پچاس ہزار دینار زر تھی۔

اب ہم پھر سلسلہ کلام جو جاری تھا شروع کرتے ہیں۔

فصل (۱۷) شہر جام[۱] میں ورود

شہر ہرات سے ہم شہر جام میں وارد ہوئے۔ یہ متوسط درجہ کا خوبصورت شہر ہے جو باغات و اشجار اور بکثرت چشموں اور نہروں پر موقوف ہے۔ اس میں اکثر درخت توت کے ہیں۔ یہاں ریشم بہت ہوتا ہے۔ اور ولی العابد الزاہد شہاب الدین احمد الجام کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ آپکی حکایت ہم عنقریب حوالہ قلم کرینگے۔ آپ اُن شیخ احمد معروف بزادہ کے پوتے ہیں جنھیں ملک الہند نے قتل کیا تھا۔ شہر ہذا ابتک آپکی اولاد کی معافی میں ہے جسکا سلطان کیطرف سے معافی نامہ لکھا ہوا ہے۔ انکے لئے یہاں بہت نعمت و ثروت ہے۔ یہاں کے ایک ثقہ شخص نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ سلطان ابا سعید ملک العراق خراسان میں ایک مرتبہ آیا۔ اور اس شہر میں اترا یہاں شیخ کی خانقاہ ہے۔ اسکی آپ نے بڑی شاندار ضیافت کی۔ اسکے لشکر میں ہر خیمہ پیچھے ایک راس بھیڑ اور ہر چار آدمیوں پر بھی ایک راس بھیڑ۔ اور لشکر کے ہر چوپائے یعنی گھوڑے۔ خچر اور گدھے کو شب کی خورش۔ الغرض لشکر میں کوئی بھی ایسا حیوان نہیں رہا جسے آپکی ضیافت نہ پہونچی ہو۔

(۱) مشہور و معروف شخص مولانا عبدالرحمٰن جامی مصنف کتب متعددہ فارسی و عربی کا مقام ولادت ہے۔

ذکر (۱۸) شیخ شہاب الدین مذکور جنکی طرف شہر جام منسوب ہے

کہتے ہین کہ آپ بہت زیادہ شراب نوشی میں بعشرت زندگی بسر کرنے والے تھے اور آپکے ندما تقریباً ساٹھ کے تھے۔ انکی یہ عادت تھی کہ اپنے میں سے ہر ایک کے یہاں ایک دن جمع ہوتے تھے۔ اس طرح ہر ایک کی باری دو مہینے کے بعد آتی تھی۔ اسطرح ایک مدت تک انکی بسر ہوئی۔ پھر ایک دن شیخ شہاب الدین کی باری آئی۔ اس رات کو آپ نے توبہ کی اور اپنے پروردگار کے ساتھ اپنے اصلاح حال کا مصمم عزم کر لیا۔ اور اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اگر انکے جمع اپنے پاس ہونیسے پہلے میں توبہ کروں اور اسے کہدوں تو انکا خیال ہوگا کہ یہ سرانجام نہ دے سکا۔ پس جو کچھ مہیا کیا جاتا تھا خوردنی اور نوشیدنی مین مہیا کیا۔ اور شراب کو مشکیزون میں بھر دیا۔ آپکے ساتھی آ گئے۔ جب انھون نے شراب نوشی کا ارادہ کیا۔ تو ایک مشکیزہ کھولا۔ انہیں سے ایک نے چکھا تو شیرین پایا۔ پھر دوسرا مشکیزہ کھولا اسے بھی ایسا ہی پایا۔ پھر تیسرا کھولا اسکے ذائقہ کی بھی یہی حالت تھی۔ انھوں نے اسکے متعلق شیخ سے کہا شیخ نے حقیقت حال بیان کر دی۔ اور اپنے صفائے باطن کی انہیں تصدیق کرا دی۔ اور انہیں توبہ سے متعلق بتا دیا۔ اور یہ فرمایا باخدا یہ وہی شراب ہے جسے تم پیا کرتے تھے انہوں سب نے اللہ برتر کی درگاہ میں توبہ کر لی اور اس خانقاہ کو بنایا۔ اور یہیں سب اللہ برتر کی عبادت کیلئے دنیا سے منقطع ہو کر آ گئے۔ ان شیخ سے اور بھی کرامات اور مکاشفات کا اظہار ہوا ہے۔

پھر ہم شہر جام سے۔

فصل (۱۹) شہر طوس میں ورود و ذکر (۲۰) مزار حضرت امام غزالیؒ

شہر طوس میں وارد ہوئے۔ یہ خراسان کے اکبر اور اعظم بلاد میں سے ہے مشہور امام ابو حامد الغزالی[1] رحمۃ اللہ علیہ کا بلد کہلاتا ہے۔ یہیں آپ کا مزار بھی ہے۔ پھر یہاں سے کوچ کرکے ہمارا۔

(۱) فقہائے اسلام میں بہت مشہور مصنف ہیں۔ اکثر صاحب دبستان مذاہب اور مسٹر پوکوک (Pococke) نے آپکا ذکر کیا ہے تاریخ مختصر الدول (Specimen Hist. Arab.) صفحہ ۳۷۶ مطبوعہ ۱۸۰۶ء

فصل (۲۱) شہر مشہد الرضی میں ورود۔ ذکر (۲۲) مشہد امام رضی

شہر مشہد الرضی میں ورود ہوا۔ آپ علی بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ بھی بڑا اور ضخیم شہر ہے۔ فواکہات۔ پانی۔ اور پن چکیوں کی یہاں بڑی کثرت ہے۔ اسی میں طاہر محمد شاہ تھا۔ انکے یہاں طاہر اسے کہتے ہیں۔ جسے باشندگان مصر نقیب کہتے ہیں۔ اور شام۔ عراق۔ ہند۔ سندھ۔ اور ترکستان کے لوگ اسے سید الاجل کہتے ہیں۔ اسی مشہد میں قاضی الشریف جلال الدین بھی تھے انسے میں سرزمین ہند میں ملا تھا۔ اور شریف علی اور اسکے دونوں بیٹے امیر ہند اور دولت شاہ یہ سب میرے ساتھ ترمذ سے بلاد الہند آئے۔ یہ لوگ فضلا میں سے تھے۔

شہر المکرم پر بہت بڑا قبہ خانقاہ کے اندر بنا ہوا ہے اور اسی کے پاس مدرسہ و مسجد ہے۔ ان سب کی بنا نہایت اچھی ہے۔ دیواریں قاشانی کی ہیں۔ مزار مبارک پر ایک لکڑی کا چبوترہ ہے جسپر چاندی کے پتر چڑھے ہوئے ہیں اور اسپر چاندی کی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ قبہ مبارک کے دروازہ کی چوکھٹ چاندی کی ہے اور اسکے دروازہ پر زریں ریشم کا پردہ پڑا ہوا ہے اسمیں طرح طرح کے فرش بچھے ہوئے ہیں۔

ذکر (۲۳) ہارون الرشید امیر المومنین کا مزار

اس مزار کے برابر ہارون الرشید[۱] امیر المومنین کی قبر ہے۔ اسپر ایک بلند مقام بنا ہوا ہے جسپر وہ شمعدان رکھے جاتے ہیں جنھیں اہل مغرب الحسک اور المنائر کہتے ہیں۔ جب کوئی رافضی زیارت کیلئے داخل ہوتا ہے تو الرشید کی قبر کو ٹھوکر مارتا ہے۔ اور الرضی کو سلام کرتا ہے۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور

(۱) اس خلیفہ نے طوس میں جب اس نے ان حصص میں لشکر کشی کی تھی انتقال کیا۔ اسکی عام خصلت یہ تھی کہ سب کچھ تھا مگر مذہبی لیکن سنی متعصب ہونے کا اسپر اطلاق کرنا انصاف کا خون ہے۔

فصل (۲۴) شہر سرخس میں ورود

شہر سرخس[1] میں وارد ہوئے۔ اسکی طرف الشیخ الصالح لقمان السرخسی منسوب ہیں پھر یہاں سے کوچ کیا۔

فصل (۲۵) شہر زادہ میں ورود

شہر زادہ میں ہمارا ورود ہوا۔ یہ الشیخ الصالح قطب الدین حیدر کا شہر ہے۔ آپکی طرف فقرا میں سے طائفۃ الحیدریہ[2] منسوب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ہاتھوں اور گلوں اور کانوں میں لوہے کے کڑے ڈالے رہتے ہیں اور اپنے عضو تناسل میں بھی ڈالتے ہیں تاکہ نکاح کے لائق نہ رہیں، پھر ہم یہاں سے روانہ ہوئے اور۔

فصل (۲۶) شہر نیشاپور میں ورود

شہر نیشاپور میں وارد ہوئے۔ یہ ان چار شہروں میں سے ایک ہے جو خراسان کے پایہ تخت کہلاتے ہیں۔ اسے دمشق الصغیرۃ بسبب یہاں کثرت فواکہ۔ باغات۔ پانیوں اور حسن کے کہتے ہیں۔ اسمیں سے نہروں میں سے چار نکل جاتی ہیں۔ اسکے بازار نہایت اچھے اور وسیع ہیں اور اسکی مسجد بھی نادر ہے۔ جو وسط بازار میں واقع ہے۔ اسکے پاس مدارس میں سے چار مدرسے ہیں۔ اس میں سے نہر جاری پانی ہوتا ہوا گذرتا ہے۔ اور طلبہ کی جنس سے بہت لوگ ہیں جو قرآن اور فقہ کی تعلیم

(۱) صاحب مراصد الاطلاع اسکے دو تلفظ کرتے ہیں سَرَخْس اور سَرْخَس۔ یہ خراسان کا قدیم اور بڑا شہر ہے اور نیشاپور اور مرو کے فاصلہ کے مابین واقع ہے اسمیں پانی کی سخت معدومیت ہے صرف ایک نہر ہے جو سال کے بہت تر حصہ میں خشک رہتی ہے لوگوں کا پانی کا خرچ عموماً کنووں سے چلتا ہے۔

(۲) نہ ان شیخ کے متعلق زیادہ معلومات حاصل ہو سکی اور نہ اس فرقہ کے متعلق کچھ مختصر سا حال ہیٹن نے اپنی کتاب "الفقر" میں لکھا ہے یہاں بخوف طوالت درج نہیں کرتا۔ رئیس احمد جعفری مترجم کتاب ہذا) ایم ڈی ساسی (m. de Sacy) کی کتاب مسیحی عرب (Chres To mathie arabe) میں شیخ حیدر کا جو حال ہے اس سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ یہ خراسان میں ایک فرقہ کے سرگروہ تھے۔ اور حشیش کے استعمال کا انہیں نے پتہ لگایا ہے۔ لیکن اسمیں شک ہے کہ آیا ابن بطوطہ کے شیخ اور یہ شیخ دونوں ایک ہی ہیں یا علیحدہ علیحدہ۔ کیونکہ ابن بطوطہ نے جو نام دیا ہے اس نام سے یہ نام مختلف ہے۔ مسیحی عرب صفحہ ۷۷۔ ابن بطوطہ نے آپکا نام قطب الدین حیدر لکھا ہے اور یہ شیخ حیدر الادیب محمد بن الاعمیٰ الدمشقی لکھتے ہیں اگر ہمارے سیاح نے صرف لقب پر اکتفا نہیں کیا ہے تو ممکن ہے کہ درست ہو اور دونوں ایک ہی شخصیتیں ہوں۔ ایم ڈی ساسی (m. de Sacy) نے صفحہ ۴۴۴ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان شیخ کے ... کے علم سے قاصر ہے۔

حاصل کرتے ہیں۔ یہ ان بلاد یعنی خراساں، عراقین، دمشق، بغداد۔ اور مصر کے گو انکی پائداری اور خوبصورتی انتہا کو پہونچی ہوئی ہے۔ اعلیٰ مدرسہ ہیں اور سب اسکے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اسے مولانا امیر المومنین المتوکل علی اللہ المجاہد فی سبیل اللہ عالم الملوک و واسطۃ عقد الخلفاء الخافلین ابو عنان وصل اللہ سعدہ ونصر جنودہ نے تعمیر کرایا ہے۔ یہ وہ مدرسہ ہے جو پایہ تخت فاس اللہ برتر اسکی حفاظت فرمائے کے قصبہ کے پاس ہے۔ نہ اسکے مثل کوئی وسعت میں ہے اور نہ بلندی میں اس میں گچ کے نقش ہیں۔ اہل مشرق کو اسے بنانے پر دست رس ہی نہیں۔

نیشاپور میں ریشم کا کپڑا نخ اور کمخا وغیرہ سے بنایا جاتا ہے۔ اور یہاں سے ہند کیطرف جاتا ہے۔ اس شہر میں شیخ الامام العالم القطب العابد قطب الدین النیشاپوری کی خانقاہ ہے آپ بہت بڑے واعظ اور علمائے صالحین میں سے ہیں۔ میں آپ ہی پاس فروکش ہوا تھا۔ آپ میرے ساتھ نہایت خاطر تواضع سے پیش آئے اور اکرام کیا۔ میں نے آپکے بہت سے براہین اور کرامات عجیبہ کا مشاہدہ کیا ہے۔

فائدہ (۲۷) کرامت قطب الدین نیشاپوری

میں نے نیشاپور میں ایک ترکی غلام خریدا تھا۔ آپ نے اسے میرے ساتھ دیکھکر فرمایا یہ غلام تمہارے ساتھ بھلائی نہ کریگا۔ اسے بیچ ڈالو۔ میں نے آپ سے عرض کیا بہت خوب اور دوسرے ہی دن اُس غلام کو فروخت کر ڈالا۔ اسے کسی تاجر نے خریدا تھا۔ اور شیخ کو خیرباد کہکر چلا آیا۔ جب شہر بسطام پہنچا۔ تو مجھے میرے ساتھیوں میں سے کسی نے نیشاپور سے خط لکھا۔ اسمیں مندرج تھا کہ غلام مذکور نے ترکوں کے لڑکوں میں سے کسی کو قتل کر دیا ہے۔ اور خود ہی مارا گیا یہ اس شیخ قدس سرہ کی واضح کرامت ہے۔ پھر میں نیشاپور سے روانہ ہوکر

فصل (۲۸) شہر بسطام میں ورود۔ وذکر (۲۹) مزار حضرت بایزید بسطامیؒ۔ وذکر (۳۰) مزار حضرت ابی الحسن الخرقانیؒ۔ وذکر (۳۱) ہندوخیر

شہر بسطام میں وارد ہوا۔ اسکی طرف مشہور شیخ العارف ابویزید البسطامی[1] قدس سرہ منسوب ہیں

(۱) ... (Specimen ... To Arab ... Pococke ...) ...

اسی شہر میں آپکا مزار مبارک بھی ہے۔ آپ ہی کے ساتھ ایک ہی قبہ میں جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی کسی اولاد کا مزار ہے۔ بسطام ہی میں شیخ الصالح الولی ابی الحسن الخرقانی کا مزار ہے۔ میں اس شہر میں شیخ ابی یزید البسطامی قدس سرہٗ کی خانقاہ مبارک میں فروکش ہوا تھا۔ پھر اس شہر سے براہ ہندخیر

فصل (۳۲) قندوس۔ و (۳۳) بغلان میں ورود

قندوس و بغلان میں وارد ہوا۔ یہ مواضعات ہیں ان میں مشائخ اور صالح حضرات رہتے ہیں اور باغات اور نہریں بھی ہیں ہم قندوس میں پانی کی ایک نہر پر اُترے۔ یہاں باشندگان مصر شیوخ فقراء میں سے ایک شیخ کی خانقاہ بھی ہے اسکا نام شیر سیاہ ہے۔ اس سرزمین کے والی نے ہمیں ہماری ضیافت بھی کی تھی جو باشندگان موصل میں سے ہے۔ اور وہیں ایک بہت بڑے باغ میں اسکا مسکن ہے۔ ہم اس گاؤں سے باہر تقریباً چالیس دن تک اونٹوں اور گھوڑوں کے چرنے کی غرض سے رہے۔ یہاں کی چراگاہیں نہایت عمدہ ہیں اور نباتات کی بہتات ہے۔ ساتھ ہی امیر برنطیہ کے شدت احکام کی وجہ سے امن بھی شامل حال ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ترکوں کے احکام اُس شخص کے متعلق جو کوئی گھوڑا چرائے یہ ہیں کہ ویسے ہی نو گھوڑے دے اور اگر نہ دیسکے تو انکی عوض اسکی اولاد دیجاتی ہے۔ اور اگر اسکے اولاد نہ ہو تو جسطرح بکری ذبح کیجاتی ہے ذبح کر دیا جاتا ہے۔ لوگ اپنے چوپایوں کو بغیر چرواہوں کے کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہر ایک اپنے چوپائے کی ران میں ایک نشان بنا دیتا ہے۔ ایسا ہی ہم نے بھی ان بلاد میں کیا تھا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ اپنے یہاں اُترنے سے دس دن بعد ہم اپنے گھوڑوں کی تلاش میں نکلے۔ انہیں سے تین گھوڑے گم تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ ۱۸۶۶ء میں ہیں۔ نیز مولانا جامی کی کتاب نفحات الانس سے اقتباس ذیل پیش کرتا ہوں۔ "ابو یزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ روحہ طبقہ اول کے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپکا اسم گرامی طیفور (Poeeee) بن عیسیٰ بن سروشان ہے۔ آپکے جد آتش پرست تھے۔ پھر مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ آپکے ہمعصر احمد بن خضرویہ۔ ابو حفص اور یحییٰ معاذ میں آپ نے شقیق بلخی کو دیکھا تھا ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ مگر بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ۲۳۴ھ میں وفات پائی۔ لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔ آپکے استاد کرد دری تھے۔ آپنے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر میرے اُستاد کی قبر سے گہری بنانا۔ اس سے استاد کی حرمت مدنظر تھی۔ آپ صاحب رائے تھے اور فرقہ کے سرکردہ۔ لیکن عام طریقہ پر اس فرقہ نے شیوع نہ پایا۔" دیگر بزرگان دین کا جو یہاں ذکر ہے ان کا ذکر بھی کتاب ہذا کے اس اور مابعد کے صفحات میں موجود ہے۔

نصف ماہ کے بعد تنر ہماری قیامگاہ پر اپنے لئے احکام کے ڈر کی وجہ سے انہیں لاکر چھوڑ گئے۔ اپنے خیموں کے سامنے ہم ہر شب کو دو گھوڑے باندھ رکھتے تھے۔ کہ کہیں شب کو کوئی واقعہ نہ پیش آجائے۔ ایک شب کو ایسا ہوا کہ دونوں گھوڑے گم ہوگئے۔ ہم نے وہاں سے کوچ کردیا۔ بائیس شبیں گذرنے کے بعد اثنائے راہ میں ہمارے پاس گھوڑے لیکر آئے۔

ذکر (۳۴) کوہ ہندوکش

ہماری اقامت کے اسباب میں سے برف کا خوف بھی تھا کیونکہ اثنائے راہ میں ایک پہاڑ پڑا تھا جسے ہندوکش(1) کہتے ہیں۔ اسکے معنی قاتل الہنود کے ہیں۔ کیونکہ جو غلام اور جاریہ بلاد ہند سے یہاں لائی جاتی تھیں تو ان میں سے بہت سی جائیں سردی کی شدت اور برف کی کثرت کی وجہ سے ضائع ہوجاتی تھیں۔ اسکی پورے ایک دن کی مسافت تھی۔ ہم یہاں اسوقت تک مقیم رہے جبتک پورا گرمیوں کا موسم نہ ہولیا۔ آخر شب میں اس پہاڑ کی مسافت طے کرنی شروع کی۔ اور غروب آفتاب تک سارا دن چلتے رہے۔ اپنے لبادوں کو ہم اونٹوں کے سامنے بچھا دیتے تھے۔ وہ انہیں پر چلتے تھے۔ تاکہ برف میں نہ غرق ہوجائیں۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور۔

ذکر (۳۵) موضع اندر

موضع اندر میں وارد ہوئے۔ یہاں اگلے زمانہ میں ایک شہر تھا جسکے نشانات اب مٹ چکے ہیں یہاں ہم ایک بڑے گاؤں میں اترے جسمیں فضلا میں سے ایک کی خانقاہ بھی تھی۔ اسے محمد المہری کہتے ہیں۔ ہم آپ ہی پاس فروکش ہوئے آپنے ہمارا بڑا اکرام کیا جب ہم کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دہوتے تو آپ حسن اعتقاد اور فضل کیوجہ سے ہمارے ہاتھ کا دہوون پی جاتے۔ ہمارے پہاڑ ہندوکش مذکور پر چڑھنے کیوقت تک آپ نے ہمارا سفر میں ساتھ دیا۔ اس پہاڑ پر ہمیں پانی کا ایک گرم چشمہ ملا ہمیں ہم نے اپنے منہ دہوئے۔ اسکی وجہ سے ہماری کھال چھلگئی اور ہمیں بہت تکلیف رہی۔ پھر۔

(1) مسٹر برک ہرڈسٹ (Mr. Burkhardt) نے اپنے سفر ان کا اختصار متعلق حبشہ یا نوبیا صفحہ ۵۳ میں اس لفظ کا تلفظ ہندوکش دیا ہے جو ان کی زبان فارسی سے ناواقفیت کے باعث محض غلط ہے۔

ذکر (۳۶) پنج ہیر و ذکر (۳۷) جبل بدخشان

ہم پنج ہیر میں وارد ہوئے۔ پنج کے معنی پانچ کے ہیں اور ہیر معنی پہاڑ۔ اسلئے معنی پانچ پہاڑ ہوئے یہاں ایک نہایت اچھا کثیر العمارت شہر ایک ایسی نیلی بڑی نہر پر واقع تھا گویا سمندر سمجھیے۔ کہ وہ بدخشان سے آتی تھی۔ اس پہاڑ میں وہ یاقوت ملتے ہیں جنھیں لوگ بلخش کہتے ہیں۔ ان بلاد کو تنکیز ملک التتر نے جب سے ویران کیا ہے اسکے بعد آبادی کی نوبت نہ آئی۔ شہر ہذا میں شیخ سعید المکی کا مزار مبارک ہے یہان کے باشندے اسکی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔

ذکر (۳۸) جبل بشائی و ذکر (۳۹) خانقاہ اطا اولیا

پھر ہم جبل بشائی پہونچے۔ یہیں شیخ الصالح اطا اولیا کی خانقاہ ہے۔ اطا کے معنی ترکی زبان میں باپ کے ہیں۔ جیسے عربی میں ابو کہتے ہیں۔ اسلئے آپ ابو الاولیا یا ولیوں کے باپ ہوئے۔ نیز آپ کو سیصد صالہ بھی کہتے ہیں جسکے معنی تین سو سال کے ہیں۔ لفظ صالہ (سالہ) ہے۔ کہتے ہیں کہ آپکی عمر تین سو پچاس سال کی ہے۔ یہاں کے باشندے آپکے ساتھ بہت حسن اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور بلاد و مواضعات سے یہیں زیارت کیلئے آتے ہیں۔ اور سلاطین و خواتین بھی آپکی زیارت کیلئے آیا کرتی ہیں آپنے ہمارا اکرام کیا اور ضیافت کی تھی۔ ہم نہر پر آپ ہی کی خانقاہ کے پاس اترے تھے۔ آپکے حضور میں میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپنے مجھ سے معانقہ کیا۔ آپ کا جسم ایسا نرم تھا۔ کہ ایسے نرم جسم والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ بظاہر دیکھنے میں آپکی عمر پچاس سال کی معلوم ہوتی تھی۔ مجھسے بیان کیا گیا کہ ہر پچاس سال میں آپکے بال اور دانت نکلتے ہیں۔ یہ ان ابارہم کے مزار کی زیارت سے بھی مشرف ہوتے ہیں۔ جو سندھ[1] کے ملتان میں ہے۔ میں نے آپسے اگلے واقعات دریافت کئے آپنے مجھ سے بہت سے حالات بیان کئے جو میری نظر میں کچھ مشکوک تھے۔ اللہ ہی آپکی صداقت سے آگاہ ہے۔ پھر ہمارا۔

فصل (۴۰) پروان میں ورود

پروان میں ورود ہوا۔ یہان امیر بُرونطیہ سے ملاقات کی۔ یہ میرے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آیا۔ اور اکرام کیا۔ اور شہر غزنہ میں اپنے نائب کو میرے اکرام کیلئے لکھا اسکا

(۱) مسٹر کوسی گارٹن (Kosegarten) نے اس مقام کے متعلق صفحہ ۲۷ پر نہایت اچھا حاشیہ دیا ہے۔

پہلے ذکر گذر چکا ہے۔ اور اسے جو بساطت جسم عطا ہوا ہے وہ بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ آپکے پاس خانقاہوں کے مشائخ و فقراء کی ایک جماعت بھی تھی۔ پھر ہم نے کوچ کیا اور۔

فصل (۱۴) موضع جرخ میں ورود

موضع جرخ میں ہمارا ورود ہوا۔ یہ ایک بڑا گاؤں ہے۔ اسمیں باغات بکثرت ہیں اور پھل بہت اچھے ہوتے ہیں۔ یہاں ہم گرمیوں کے زمانہ میں پہونچے تھے۔ اور ایک فقراء اور طلبہ کی جماعت بھی تھی۔ یہاں ہم نے نماز جمعہ بھی ادا کی۔ یہاں کے امیر محمد الجرخی نے ہماری ضیافت کی۔ پھر اسکے بعد ہم اسے ہند میں ملے۔ پھر ہم روانہ ہوئے اور۔

باب (۴۲) چہل و دوم

فصل (۱) سفر بصوب افغانستان و کابل

فصل (۲) شہر غزنہ میں ورود۔ فصل (۳) شہر قندہار میں ورود

شہر غزنہ میں ورود ہوا۔ یہ مشہور نام سلطان المجاہد محمود بن سبکتگین[۱] کا شہر ہے یہ کبار سلاطین میں سے الملقب بیمین الدولہ تھا۔ اسنے بلاد ہند میں بہت جنگیں کی ہیں اور یہاں کے بہت سے شہر اور قلعہ جات فتح کئے ہیں۔ اس سلطان کی قبر اسی شہر میں ہے جسپر خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ اب اس بلدہ کا بڑا حصہ ویران ہو چکا ہے۔ بس اب صرف ایک تھوڑا سا حصہ باقی ہے۔ پہلے یہ بہت بڑا تھا۔ سردی یہاں بہت پڑتی ہے۔ یہاں کے باشندے سردی کے زمانہ میں قندہار چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑی اور سرسبز جگہ ہے۔ میرا یہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان دونوں کے مابین تین منزل کی مسافت ہے۔ ہم اسکے بیرون میں یہیں ایک گاؤں ہے اسمیں ایک پانی کی نہر کے کنارے جو اسکے قلعہ کے نیچے ہے اترے تھے۔ یہاں کے امیر مرذوک آغا نے ہمارا بڑا اکرام کیا۔ مرذوک کے معنی چھوٹے کے ہیں۔ اور آغا معنی کبیر الاصل پھر ہماری روانگی ہوئی اور۔

فصل (۴) شہر کابل میں ورود۔ ذکر (۵) قوم افغان۔ ذکر (۶) کوہ سلیمان

شہر کابل میں ورود ہوا گذشتہ زمانہ میں یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اب یہاں ایک گاؤں ہے جسمیں

(۱) اس سلطان سے متعلق مسٹر ڈو (؟) نے تاریخ فرشتہ سے اپنی تاریخ کی جلد اول صفحہ ۵۲ وغیرہ میں نہایت اچھا اختصار کر

عجمیون کی بود و باش ہے۔ انھیں الافغان(۱) کہتے ہیں۔ انکی مقبوضات پہاڑ اور گھاٹیاں ہیں۔ اور شوکت و قوت والے لوگ ہیں۔ ان میں سے اکثر ڈاکہ زنی کیا کرتے ہیں۔ انکے سب سے بڑے پہاڑ کا نام کوہ سلیمان ہے۔ کہتے ہیں کہ نبی اللہ سلیمان علیہ السلام نے اس پہاڑ پر چڑھکر سرزمین ہند کی طرف دیکھا تھا۔ اسوقت یہ تاریک تھی۔ اسلئے آپ پلٹ آئے اور اس میں نہ داخل ہوئے اسی لئے آپکے نام پر اس پہاڑ کا نام رکھدیا گیا۔ الافغان کا بادشاہ اسی میں رہتا ہے۔ کابل میں شیخ اسمعیل الافغانی کی خانقاہ ہے۔ آپ شیخ عباس کے مرید ہیں جو کبار اولیا میں سے تھے۔ پھر یہاں سے روانہ ہوکر۔

ذکر (۷) کرماش۔ ذکر (۸) ششنغار۔ ذکر (۹) بادیۂ عظیم

ہم شہر کرماش میں وارد ہوئے۔ یہ دو پہاڑون کے درمیان میں ایک قلعہ ہے۔ یہاں الافغان راہزنی کرتے ہیں۔ جب ہم یہاں سے گذرے تو ان سے لڑتے جاتے تھے۔ یہ بلندی کوہ پر تھے۔ ہم انھیں تیر مارتے تھے تو بھاگ جاتے تھے۔ ہمارے رفیق ہلکے پھلکے تھے انکے ساتھ تقریباً چار ہزار گھوڑے تھے۔ اور میرے پاس اونٹ تھے جنکی وجہ سے میں راستہ سے

(۱) یہ لوگ اپنے بیان کے لحاظ سے بنی اسرائیل اور پہلے اسرائیلی بادشاہ ساول کے خاندان سے ہیں۔ ابن شاہ عالم مصنف خلاصۃ الانساب قبیلہ کوبقہ خیل میں سے اور خود اصلی افغان نیز نہایت زبردست محقق ہے۔ یہ اس قوم کی جو تاریخ بتاتا ہے وہ نہایت قابل اعتبار اور اس سے زیادہ ان کی اصلیت کے لئے کوئی قابل ثبوت بیان نہیں ہوسکتا۔ ان کی بود و باش کے متعلق کہتا ہے کہ یہ اصل میں ملک شام کے کوہ سلیمان کے باشندے ہیں۔ بضرورت قندھار چلے آتے۔ اور پھر یہاں سے ہندوستان کا رخ کیا اور محمود غزنوی کی مدد اور اعانت میں نہایت مفید ثابت ہوئے۔ انہیں کی مدت سے اس ملک میں اسکی پہلی فتح ہوئی۔ پھر آگے چلکر کہتا ہے جب میرے اجداد نے قندھار میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام کے متعلق سنا تو آپ کے پاس ملک عرب میں ایک وفد باین غرض بھیجا کہ درحقیقت آپ وہی پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ جن کا کتب سماوی میں ذکر ہے یا کسی اور کاذب شخص نے دعوی پیغمبری کیا ہے۔ جب ان کو اس امر کا یقین ہوگیا۔ تو ساری قوم مشرف باسلام ہوگئی۔ اگر ان کا بنی اسرائیلی ہونا درست ہے تو یہ امر یقینی ہے کہ یا ان کی زبان خالص عبرانی ہوگی یا اس سے بہت زیادہ ملتی جلتی اور واقعی اس حقیقت سے بڑھکر کوئی حقیقت نہیں ہوسکتی۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اور جس اصلیت اور نسب پر یہ نازاں ہیں۔ یہ بھی ان کی فطرت کے لحاظ سے بالکل افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جسقدر جلد یہ مشرف باسلام ہوگئے ہیں اسرائیل کی کوئی ایسی نظیر نہیں ملتی۔ اس سئے یکایک ان کے اس فخریہ بیان پر یقین نہیں جمتا۔ چھان بین کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ ان میں دس قبائل بنی اسرائیل کے تھے۔ افغان خود کہتے ہیں کہ یہ قبائل جو کچھ ہم ہیں ان کے لحاظ سے کچھ اور ہی تھے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ماسوا اس قسم کے لوگون کے بالکل آزاد ہوگئے تھے اور یہ ملحد حقیقی ہوگئے۔ اسکی پوری طرح انجیل۔ اعمال۔ باب ۲۔ آیت ۷۔ اور تہیس اول۔ ا سے تائید ہوتی ہے اسلئے وہ جو بنی اسرائیل ہونے کے مستحق ہیں۔ نہ قندھار میں ہیں اور نہ کسی دوسری جگہ۔ افغانون کی جدید تاریخ کا اغلب ہے کہ کچھ حصہ درست ہو۔

کٹ رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک جماعت تھی جنمیں سے بعض افغان تھے۔ ہم نے اپنا کچھ زاد راہ ڈالدیا اور جو اونٹ راستہ میں تھک گئے تھے۔ انکا بوجھ بھی ڈالدیا۔ جب دوسرے دن ہمارے گھوڑے انکی طرف واپس ہوئے۔ تو ہم نے اُسے پھر لاد لیا اور دوسری عشاء کے بعد قفلہ کے ساتھ گئے۔ شب کو ہمارا مقام ششنغار میں قیام رہا۔ یہ آخری آبادی ہے جو بلاد ترک سے ملتی ہے۔ یہاں سے ایک بڑے میدان میں داخل ہوئے جسکی پندرہ منزل کی مسافت تھی جسمیں صرف ایک ہی فصل پر داخلہ ہوسکتا تھا۔ یہ اسوقت جبکہ سرزمین سندھ اور ہند میں موسم بارش ختم ہوجاتا ہے یعنی وہ یولیہ کے آغاز میں۔ اس میدان میں بڑی قاتل بادسموم بھی چلتی ہے۔ جو جسموں میں عفونت پیدا کردیتی ہے یہانتک کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اسکے تمام اعضا بکس جاتے ہیں۔ ہم یہ بھی ذکر کرچکے ہیں کہ یہ ہوا ہرمز اور شیراز کے مابین میدان میں بھی چلتی ہے۔ ہم سے پہلے ہمارے بڑے رفقا جنکا ایک فرد خداوندزادہ قاضی ترمذ بھی تھا چلے گئے۔ چنانچہ انکے اونٹ اور بہت سے گھوڑے موت کی نذر ہوئے

ذکر (۱۰) پنج آب میں ورود و ذکر (۱۱) سندھ

میں اور میرے رفیق خدا کا شکر ہے کہ پنجاب صحیح وسالم پہونچے۔ یہ دریائے سندھ ہے۔ پنج کے معنی پانچ کے اور آب کے معنی دریا کے اسلئے اسکے معنی پانچ ندیاں ہوئے۔ یہ ایک بڑی نہر میں گرتی ہیں اور ان اطراف کو سیراب کرتی ہیں جنکا اگر خدائے برتر نے چاہا تو ہم ذکر کرینگے۔ اس نہر پر آخر ماہ ذی الحجہ میں ہم پہونچے تھے اسی شب کو ہم نے محرم کا چاند ۷۳۴ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۳۳۳ء کو دیکھا۔ یہاں سے خبر نویسوں نے ہماری خبر سرزمین ہند کی طرف تحریر کی اور یہاں کے بادشاہ کو ہمارے حالات کی کیفیت سے مطلع کیا۔ اس سفر کے حالات یہیں پر ختم کئے جاتے ہیں۔ اللہ پروردگار عالم کا شکر ہے۔

تمت

جملہ حقوق بحق نذیر حسین و حافظ شریف حسین مالکان رحمانی پریس بحق محفوظ ہیں